قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر جو کہ ماثور و معقول کو
جامع اور مستند ترین تفاسیرؒ سے ماخوذ ہے

اردو ترجمہ

صفوة التفاسير

في تفسير القرآن الكريم

تالیف

فضيلة الشيخ محمد علي الصابوني

استاذ كلية الشريعة والدراسات العالمية
مكة المكرمة جامعة الملك عبد العزيز

اردو ترجمہ
مولانا محمد یوسفؒ تنولی
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

عنوانات و نظر ثانی
مولانا مفتی محمدؒ عابد قریشی
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار کراچی نمبر 1

قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر جو کہ ماثور و معقول کو جامع اور مستند ترین تفاسیرؒ سے ماخوذ ہے

اردو ترجمہ

صفوة التفاسير

فی تفسیر القرآن الکریم

جلد سوم

سورۂ یٰسین تا سورۂ ناس

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد علیؒ الصابونی

استاذ کلیۃ الشریعۃ والدراسات العالمیۃ مکۃ المکرمۃ جامعۃ الملک عبد العزیز

اردو ترجمہ

مولانا محمد یوسفؒ تنولی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

عنوانات ونظر ثانی

مولانا مفتی محمدؒ عابد قریشی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 02132213768

اردو ترجمہ و کمپوزنگ کے جملہ حقوق ملکیت محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : گجرات پرنٹنگ پریس
ضخامت : 676 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……… ملنے کے پتے ………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلّہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست عنوانات

پارہ نمبر ۲۳...... وَمَالِیَ	۱۵
سورۂ یٰسٓ	۱۵
آنحضرت ﷺ کی رسالت پر قرآن کی گواہی	۱۸
کفار کے ترک ایمان کا سبب	۱۸
نصیحت اس کو فائدہ دیتی ہے جو نصیحت قبول کرتا ہے	۱۹
مرنے کے بعد زندہ ہونا یقینی ہے	۱۹
اہل قریہ کا یہ واقعہ	۲۰
قریہ اور رسولوں کا مصداق	۲۰
اہل قریہ کا رسولوں کو دھمکی	۲۰
حبیب نجار کا قصہ	۲۰
حبیب نجار کا قتل اور دخول جنت	۲۲
حبیب نجار نے جنت میں بھی اپنی قوم کو یاد رکھا	۲۲
کفر، تکذیب اور قتل رُسل کا انجام بد	۲۲
کفار مکہ کو دعوت غور وفکر	۲۳
دلائل وحدانیت وقدرت باری تعالیٰ اور مظاہر قدرت سے بعث بعد الموت پر استدلال	۲۶
انسان اور بحری سفر	۲۸
کفار کی روگردانی اور استہزا	۲۸
تقسیم رزق میں فقر وغنا کی حکمت	۲۹
مشرکین کا انکارِ قیامت اور قیامت کا اچانک آنا	۲۹
قبروں سے اٹھنے کے وقت مُردوں کی حالت	۳۰
کچھ تذکرہ اہل ایمان کا	۳۰
جنتیوں کو باری تعالیٰ کا سلام اور اہل جنت کا دیدار رب سے لطف اندوز ہونا	۳۱
روزِ قیامت کفار کی رسوائی خود ان کے اعضا کی زبانی	۳۴
اللہ تعالیٰ اعضا کے بگاڑنے پر قادر ہے	۳۴
نہ قرآن شعر ہے، نہ محمد ﷺ شاعر	۳۵
انسان اور چوپائے	۳۵
بت اور بت پرستی	۳۶

آنحضرت ﷺ کو تسلی	۳۶
بعث بعد الموت پر واضح دلیل	۳۷
آگ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے	۳۷
سورۃ الصافات	۳۹
اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانے کا مقصد	۴۲
وحدانیت والوہیت باری تعالیٰ کا معنی	۴۲
قدرت باری تعالیٰ	۴۳
مٹی سے پیدا کیے گئے حقیر انسان کی جرأت	۴۳
قیامت اور کفار کی حسرت وندامت	۴۴
روزِ قیامت کفار کا ایک دوسرے پر الزام	۴۴
کفار کا اعترافِ جرم اور عذاب آخرت	۴۵
آنحضرت ﷺ کو شاعر ومجنون کہنے پر رد	۴۵
اہل ایمان اور جنت کی نعمتیں	۴۶
جنت کی حوریں	۴۷
خلاصۂ کلام	۴۷
اہل جنت کی مجلسیں	۴۷
اہل جہنم کا کھانا زقوم درخت ہوگا	۵۱
کفار کا اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید	۵۱
قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۵۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ	۵۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں سے خطاب اور بت شکنی	۵۳
ہجرت ابراہیم علیہ السلام	۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرزند صالح کی دعا اور باری تعالیٰ کی طرف سے قبولیت دعا	۵۴
دعائے ابراہیم علیہ السلام کا مصداق	۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو خواب بتانے کا مقصد	۵۴
امتحان میں کامیابی کا صلہ	۵۴
قصہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام	۵۸
قصہ الیاس علیہ السلام	۵۹

قصہ لوط علیہ السلام	۵۹
اے اہل مکہ! عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے؟	۵۹
قصہ یونس علیہ السلام	۶۰
فرشتوں کے مؤنث اور اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ	۶۱
اس باطل عقیدے پر کوئی دلیل ہو تو لے آؤ	۶۱
مشرکین کا ایک اور باطل عقیدہ	۶۱
فرشتوں کا اعتراف بندگی	۶۲
کفار مکہ کا اپنی بات سے انحراف	۶۲
سورۂ ص	۶۴
گزشتہ امتوں کی ہلاکت کی وجہ	۶۶
کفار کا توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر تعجب	۶۷
شان نزول	۶۷
نبوت کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب پر اعتراض	۶۸
رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کا جواب	۶۸
فرعون کو ''ذوالاوتاد'' کہنے کی وجہ	۶۸
اللہ تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کی یاد دلا کر اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین	۶۹
ایک عجیب وغریب واقعہ	۷۰
تخلیق کائنات بے مقصد نہیں	۷۴
نزول قرآن کا مقصد	۷۴
تذکرہ سلیمان علیہ السلام	۷۵
حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش	۷۵
حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا	۷۶
قبولیت دعا	۷۶
تذکرہ ایوب علیہ السلام	۷۶
حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا قسم اٹھائی اور کیوں؟	۷۷
متقین کا اعزاز واکرام	۷۸
اہل دوزخ کا تحیہ اور باہمی جھگڑا	۷۸
بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد	۸۱
تخلیق انسان	۸۲
کفار کے حیلے اور اس کا جواب	۸۸
توحید اور قدرت باری تعالیٰ کے دلائل	۸۸
اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے	۸۹
انسان کی ناشکری کا حال	۹۰
مؤمن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے	۹۰
شان نزول	۹۱
اس امت کا سب سے پہلا فرماں بردار بندہ	۹۱
خسارے کی حقیقت	۹۱
مؤمنین کے لیے خوش خبری	۹۲
شان نزول	۹۳
زمین کا تمام پانی درحقیقت آسمان کا پانی ہے	۹۴
مومن اپنے رب کی طرف سے نورِ ہدایت پر ہے	۹۵
قرآن کریم کی عظمت اور تاثیر	۹۵
مؤمن اور مشرک کی مثال	۹۶
پارہ نمبر ۲۴ ...... فَمَنْ اَظْلَمُ	۹۸
سب سے زیادہ ظالم کون ہیں؟	۱۰۰
عدل اور فضل	۱۰۰
موت اور نیند کی حقیقت	۱۰۲
بتوں کی سفارش محض جہالت ہے	۱۰۲
سفارش ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے	۱۰۳
آخرت میں مال کام نہیں آئے گا	۱۰۳
دنیا کا یہ مال ومتاع امتی کے لیے آزمائش ہے	۱۰۴
رزق کی وسعت اور تنگی مقبولیت کی دلیل نہیں	۱۰۴
اللہ کی بے پایاں رحمت کا اعلان	۱۰۷
کامیابی متقین کا مقدر ہے	۱۰۸
کفار کی جہالت	۱۰۸
باری تعالیٰ کی عظمت وجلال	۱۰۹
اہل جنت اور اہل دوزخ کے ہانکنے میں زمین آسمان کا فرق ہے	۱۱۰
اہل جنت کا استقبال	۱۱۰
اہل جنت کا شکریہ	۱۱۰

سورۂ غافر (سورۂ مؤمن)	۱۱۳
مغفرت کو عقاب پر مقدم کرنے کی وجہ	۱۱۶
کفار کے لیے عیش وعشرت کا سامان اور مہلت بطور اتمام حجت ہے	۱۱۶
فرشتوں کا اللہ پر ایمان کا مطلب	۱۱۷
آداب دعا	۱۱۷
دو موت اور دو زندگی	۱۱۸
عرش باری تعالیٰ	۱۱۸
وحی کو روح کا نام دینے کی وجہ	۱۱۹
میدان حشر میں شدت خوف کا منظر	۱۲۰
بعثت موسیٰ اور قوم کا جواب	۱۲۳
فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا اقدام کیوں نہیں کیا؟	۱۲۴
آل فرعون کے ایک مرد مؤمن کا موسیٰ علیہ السلام کی حمایت اور قوم کو وعظ ونصیحت	۱۲۴
استدراج مخاطب	۱۲۵
فرعون کا مرد مؤمن کو جواب	۱۲۵
فرعون کا انتہائی تکبر وتمسخر	۱۲۶
مرد مؤمن کا دوبارہ نصیحت	۱۲۷
دنیا اور آخرت کی حقیقت	۱۲۷
ایمان اور کفر کا انجام	۱۲۸
دوزخیوں کا جھگڑا اور طلب مدد	۱۳۰
دوزخیوں کا فرشتوں سے تخفیف عذاب کی درخواست	۱۳۰
روز قیامت کفار کی معذرت کوئی نفع نہیں گی	۱۳۱
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کا مطلب	۱۳۱
بعث بعد الموت پر تخلیق کائنات سے استدلال	۱۳۲
اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا حکم اور قبولیت وعدہ	۱۳۲
دن اور رات کی نعمت	۱۳۲
سب سے اچھی صورت انسان کی ہے	۱۳۳
انسان کی اصلیت اور تخلیق انسانی کے مراحل	۱۳۵
اللہ کی آیات میں جھگڑنے والے اور ان کا انجام	۱۳۶
مشرکین کا اقرار وانکار	۱۳۶
اے محمد! صبر کیجیے، اللہ کا وعدہ سچا ہے	۱۳۷
اللہ کی نعمتیں	۱۳۷
حالت یاس کا ایمان معتبر نہیں	۱۳۸
سورۂ فُصِّلَت	۱۳۸
کفارِ مکہ کا قرآن سے اعراض	۱۴۲
دلائل قدرت ووحدانیت باری تعالیٰ	۱۴۳
اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمان کو حکم	۱۴۳
قوم ثمود کا انجام	۱۴۴
روز قیامت اعضا کی گواہی	۱۴۷
کفار کا اپنے اعضا کو ڈانٹ اور اعضا کا جواب	۱۴۷
روز قیامت کفار کا اپنے پیشواؤں پر غصہ	۱۴۸
مؤمنین اہل استقامت پر اللہ کا خصوصی انعام	۱۴۹
اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی	۱۴۹
شیطان کے وسوسے سے بچنے کا طریقہ	۱۵۰
دلائل قدرت باری تعالیٰ	۱۵۰
بعث بعد الموت پر دلیل	۱۵۱
الحاد کیا ہے؟	۱۵۱
پیغمبروں کے مقابلے میں ہر زمانے کے کفار کا جواب ایک جیسا رہا ہے	۱۵۲
اس کی آیات کی تشریح وتوضیح ایسی زبان میں کیوں نہیں کی گئی جسے ہم سمجھتے ہوں	۱۵۲
قرآن سراسر ہدایت اور شفا ہے	۱۵۳
اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے	۱۵۶
انسان کی حرص اور ناامید	۱۵۶
انسان کی ناشکری اور بے صبری	۱۵۶
سورۂ شوریٰ	۱۵۸
مؤمنین کی عظمت شان	۱۶۱
ام القریٰ "مکہ مکرمہ" ہے	۱۶۱
مذہب وملت کا اختلاف اللہ کی حکمت کے مطابق ہے	۱۶۱
اللہ کا مثل کوئی نہیں	۱۶۲
آسمان وزمین کے تمام خزانوں کا مالک اللہ ہے	۱۶۳
دعوت توحید مشرکین پر بہت بھاری ہے	۱۶۳

اے محمد ﷺ دعوت دیجیے اور دین پر استقامت اختیار کیجیے	۱۶۴
میزان کیا ہے؟	۱۶۵
اللہ کی مہربانی	۱۶۷
یہ بڑی کامیابی ہے	۱۶۸
دعوت توحید پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا	۱۶۸
قرآن کے جھوٹ نہ ہونے پر دلیل	۱۶۸
وسعت رزق کو عام نہ کرنے کی حکمت	۱۶۹
ہر مصیبت اعمال بد کا نتیجہ ہوتی ہے	۱۷۰
بحری جہاز قدرت باری تعالیٰ کے عظیم دلائل میں سے ہے	۱۷۳
آخرت کی نعمتیں بہتر اور دائمی ہیں	۱۷۳
روز قیامت کفار کا واپس دنیا میں آنے کا مطالبہ	۱۷۴
حقیقی خسارہ	۱۷۵
انسان کا مزاج	۱۷۵
باری تعالیٰ سے ہم کلامی کے اقسام	۱۷۵
سورۃ الزخرف	۱۷۸
قرآن کی عظمت شان	۱۸۰
اے کفار! تمہاری ضد و عناد کی وجہ سے وحی نہیں روکی جاسکتی	۱۸۱
سامان عبرت	۱۸۱
بعث بعد الموت	۱۸۱
دعائے سفر کا مقصد	۱۸۲
انسان بڑا ناشکرا اور گستاخ ہے	۱۸۲
کفار کم عقلی اور غلط سوچ	۱۸۳
کفار کے اقوال شنیعہ کفریہ	۱۸۳
کفار کے پاس اندھی تقلید کے علاوہ کوئی دلیل نہیں	۱۸۴
ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے بیزاری کا اعلان	۱۸۶
نزول قرآن پر کفار کا اعتراض اور اس کا جواب	۱۸۷
تقسیم معاش میں تفاوت کی حکمت	۱۸۷
اللہ کی نظر میں مال و دولت کی حیثیت	۱۸۸
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۸۸
قرآن سے روگردانی کی سزا	۱۸۸
روز قیامت کفار کا شیطان پر غصہ	۱۸۹
ہم کفار سے انتقام ضرور لیں گے	۱۸۹
کسی نبی نے بھی غیر اللہ کی دعوت نہیں دی	۱۹۰
فرعون کا اپنی قوم سے خطاب	۱۹۲
فرعون کی قوم کی حماقت اور بے وقوفی	۱۹۲
شان نزول	۱۹۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بنی اسرائیل کے لیے عبرت ہے	۱۹۴
احوال قیامت	۱۹۷
جنت کی نعمتیں	۱۹۷
جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا	۱۹۸
دوزخیوں کا تمنائے موت	۱۹۸
کفار کی منصوبے اور باری تعالیٰ کا جواب	۱۹۹
مشرکین کے معبودوں کو سفارش کا حق نہیں	۲۰۰
سورۃ الدخان	۲۰۱
قرآن برکت والی رات میں نازل ہوا	۲۰۳
بابرکت اور فیصلوں والی رات	۲۰۳
دُخان مبین سے کیا مراد ہے؟	۲۰۴
بطشۃ الکبریٰ کیا ہے؟	۲۰۵
موسیٰ علیہ السلام کو ہجرت کا حکم	۲۰۶
بنی اسرائیل کی فضیلت	۲۰۸
کفار مکہ کا انجام گزشتہ کفار سے جیسا ہوگا	۲۰۹
دار جزا کا ہونا ضروری ہے	۲۰۹
جہنم میں کفار کا کھانا زقوم ہوگا	۲۱۰
متقین کو حاصل ہونے والی نعمتیں	۲۰۱
آخرت کی کامیابی سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں	۲۱۲
سورۃ الجاثیۃ	۲۱۲
وحدانیت وقدرت باری تعالیٰ کے	۲۱۴
اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتیں	۲۱۶
فضائل اخلاق	۲۱۶
انصاف خاصہ	۲۱۶
آنحضرت ﷺ کو تسلی	۲۱۷
متقین کا دوست اللہ ہے	۲۱۷

مؤمن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے	۲۱۹	اللہ کے بندے اور ہوائے نفس کے بندے برابر نہیں	۲۴۴
کافر اپنی خواہش کو اپنا دین بنالیتا ہے	۲۲۰	جنت کی روحانی نعمت	۲۴۵
دہریوں کا باطل عقیدہ	۲۲۰	قیامت کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں	۲۴۶
قیامت کی ہولناکی اور خوف کا عالم	۲۲۱	حکم جہاد اور منافقین	۲۴۸
نامۂ اعمال مرتب کرنے کا طریقہ کار	۲۲۱	اللہ تعالیٰ منافقین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے	۲۴۹
جیسا کرو گے ویسا بھرو گے	۲۲۲	آنحضرت ﷺ نے منافقین کو پہچان لیا	۲۴۹
سورۃ الاحقاف	۲۲۴	کفار کی مغفرت نہیں ہوگی	۲۵۰
تخلیق کائنات بے مقصد نہیں	۲۲۶	اللہ کو تمہارے اموال کی کوئی حاجت نہیں	۲۵۱
اپنے شرک پر کوئی دلیل پیش کرو	۲۲۷	سورۃ الفتح	۲۵۳
شرک سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہیں	۲۲۷	فتح مبین	۲۵۵
کفار کا قرآن پر الزام	۲۲۸	اللہ نے مؤمنین کے دلوں پر اطمینان اتارا	۲۵۶
کفار کے الزام افترا کا جواب	۲۲۸	منافقین کے برے گمان	۲۵۶
آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تصدیق	۲۲۹	بیعت رضوان کا مقام و مرتبہ	۲۵۷
قرآن عظیم الشان کتاب ہے	۲۲۹	آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہے	۲۵۷
اولاد کے لیے والدہ کی مشقتیں	۲۳۰	منافقین کے حیلے بہانے	۲۵۷
تجدید توبہ	۲۲۹	منافقین کے دلوں کا راز	۲۵۸
نافرمان اولاد	۲۳۱	خیبر کا مال غنیمت صرف اہل حدیبیہ کے لیے ہے	۲۵۸
آیت کا مصداق کوئی ہے؟	۲۳۱	ترکِ جہاد کے اعذار	۲۵۹
آسودہ حال اور خوش حال زندگی ممنوع نہیں	۲۳۴	بیعت رضوان کا سبب	۲۶۱
قصہ قوم عاد	۲۳۴	نزول سکینہ اور فتح خیبر	۲۶۲
حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت توحید اور قوم کا جواب	۲۳۵	فتح اور غنیمت اصل بدلے کا کچھ حصہ ہے	۲۶۲
قوم عاد کا عذاب	۲۳۵	اللہ نے کفار مکہ کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا	۲۶۳
یہ حواس اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے	۲۳۵	حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت	۲۶۴
جنات کا قرآن سننا اور ایمان لا کر اپنی قوم کو دعوت دینا	۲۳۶	کفار کی جاہلی غیرت و عصبیت	۲۶۴
دلائل وحدانیت و قدرت باری تعالیٰ	۲۳۷	آنحضرت ﷺ کا سچا خواب	۲۶۴
اے محمد! صبر کیجیے	۲۳۷	بیعت رضوان عظیم فتح ہے	۲۶۵
سورۂ محمد	۲۳۹	صحابہ رضی اللہ عنہم رات کے وقت راہب اور دن میں شیر لگتے تھے	۲۶۶
ایمان کے بغیر اعمال صالحہ مقبول نہیں	۲۴۲	انجیل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال	۲۶۶
اعلان جہاد	۲۴۲	سورۃ الحجرات	۲۶۸
خدمت دین کی فضیلت	۲۴۳	اللہ اور آنحضرت ﷺ سے آگے نہ بڑھنے کا معنی	۲۷۱
کفار کی مثال جانوروں جیسی ہیں	۲۴۳	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنحضرت ﷺ کا مثالی تعظیم	۲۷۱

غیر معتبر آدمی کی خبروں کی تحقیق کرو	۲۷۱
اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان کو محبوب اور کفر قابل نفرت بنادیا	۲۷۳
مسلمانوں میں اختلاف کے وقت صحیح طرزِ عمل	۲۷۳
مسلمان آپس میں بھائی ہیں	۲۷۳
کسی کا مذاق نہ اڑائیے	۲۷۴
ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو	۲۷۴
ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو	۲۷۴
اختلاف قوم وقبیلہ کی حکمت	۲۷۶
فضیلت کا معیار تقویٰ ہے	۲۷۶
ایمان کا مرتبہ اسلام سے اعلیٰ	۲۷۶
مومنین کاملین کی صفات	۲۷۷
سورۃ ق	۲۷۹
قرآن کوئی عجیب چیز نہیں ہے	۲۸۱
زمین اور اس کی نعمتیں	۲۸۱
بعث بعد الموت کی مثال	۲۸۲
اللہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے	۲۸۳
ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں	۲۸۳
موت کی سختی	۲۸۴
کفار کا انجام	۲۸۶
دوزخ کی وسعت	۲۸۶
خشیت الٰہی کا بدلہ جنت ہے	۲۸۷
اوقات نماز	۲۸۸
دوبارہ زندہ کرنا اور محشر میں جمع کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے	۲۸۸
سورۃ الذاریات	۲۹۰
ہر فرشتے کی مخصوص ڈیوٹی ہے	۲۹۱
قیامت کے دن کا مذاق اور اُس کا انجام	۲۹۲
زمین اور نفس کی نشانیاں	۲۹۲
رزق انسان کا پیچھا کرتی ہے	۲۹۳
آداب ضیافت	۲۹۴
حضرت سارہ کا تعجب	۲۹۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کا سوال وجواب	۲۹۶
ہلاک شدہ بستیوں میں سامان عبرت ہے	۲۹۷
فرعون کی گستاخی اور اس کا انجام	۲۹۷
قوم ثمود کا عذاب	۲۹۸
ہر چیز کے جوڑے	۲۹۹
ایمان اور عمل دونوں ضروری ہیں	۲۹۹
تخلیق جن وانس کا مقصد	۲۹۹
سورۃ الطور	۳۰۱
کوہِ طور اور کتاب مسطور کی قسم	۳۰۲
بیت معمور	۳۰۳
ایک لطیف نکتہ	۳۰۳
روزِ قیامت کفار کی ڈانٹ	۳۰۴
اہل جنت کی نشستیں	۳۰۴
جنت میں مومن اولاد بھی ساتھ ہوگی	۳۰۵
ہر انسان اپنے اعمال میں گروی ہے	۳۰۵
جنت کے خدمت گار	۳۰۵
اہل بیت کی گفتگو	۳۰۶
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کاہن، نہ مجنون اور نہ شاعر ہیں	۳۰۸
کفار کی بے عقلی	۳۰۸
خزائن رب	۳۰۹
کفار کے لیے دنیا میں بھی عذاب	۳۱۰
تسبیح وتحمید کا حکم	۳۱۰
سورۃ النجم	۳۱۲
مخلوق کے لیے غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز نہیں	۳۱۴
مضبوط طاقت والا فرشتہ	۳۱۴
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا	۳۱۴
سدرۃ المنتہیٰ	۳۱۵
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی	۳۱۶
معراج میں رؤیت باری تعالیٰ	۳۱۶
اللہ کی اجازت کے بغیر فرشتوں کی سفارش بھی نفع بخش نہیں	۳۱۷
کفار کا مقصد صرف دنیا ہے	۳۱۷

عنوان	صفحہ
متقین کی صفات	۳۱۸
خودستائی کی ممانعت	۳۱۹
ہر آدمی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے	۳۱۹
قدرت باری تعالیٰ کے آثار	۳۲۱
اللہ تو مشرکین کے معبود کا بھی رب ہے	۳۲۱
قیامت قریب ہے	۳۲۲
سورۃ القمر	۳۲۴
شان نزول	۳۲۶
شق قمر کا ایک اور معنی	۳۲۷
روز قیامت کی شدت اور ہولناکی	۳۲۷
حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب اور اس کا انجام	۳۲۸
قوم نوح کی ہلاکت کا سامان	۳۲۸
قرآن حفظ و نصیحت کے لیے آسان ہے	۳۲۸
قوم عاد کو جھٹلانے کا انجام	۳۲۹
قوم ثمود کے جھٹلانے کا انجام	۳۲۹
قوم ثمود کی آزمائش بذریعہ اونٹنی	۳۳۰
قوم ثمود پر حضرت جبرئیل کی چیخ	۳۳۰
قوم لوط کی نافرمانی کا انجام	۳۳۲
قوم لوط پر دائمی عذاب نازل	۳۳۲
آل فرعون کی تکذیب کا انجام	۳۳۳
کفار مکہ اور گزشتہ کفار میں کوئی فرق نہیں	۳۳۳
امر الٰہی کا وقوع	۳۳۳
ہر چھوٹی بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے	۳۳۴
سورۃ الرحمٰن	۳۳۵
شان نزول	۳۳۷
سب سے بڑی نعمت	۳۳۷
سورج اور چاند کا حساب	۳۳۷
کھجور کا ذکر مستقل کیوں کیا؟	۳۳۸
خلاصہ	۳۳۸
انسان کس قسم کی مٹی سے پیدا کیا گیا؟	۳۳۹
دو سمندروں کا مصداق	۳۳۹
اصول اشیا چار ہیں	۳۴۰
شان نزول	۳۴۰
فراغت باری تعالیٰ کا معنی	۳۴۱
اللہ سے خلاصی ممکن نہیں	۳۴۱
کھولتے پانی اور جہنم کا عذاب	۳۴۲
دو جنتیں	۳۴۴
ہر دو جنتوں کا ہر پھل دو قسم کا ہوگا	۳۴۴
اہل جنت کے بچھونے	۳۴۵
جنت کی عورتیں	۳۴۵
جنتی عورتوں کی خوبصورتی	۳۴۵
دو اور باغات	۳۴۶
سابقین اور اصحاب یمین کے باغات کا فرق	۳۴۶
وجہ شبہ	۳۴۷
سورۃ الواقعۃ	۳۴۸
قیامت کب قائم ہوگی	۳۵۰
سابقین اولین	۳۵۱
اولین اور آخرین	۳۵۱
شراب جنت	۳۵۲
اصحاب یمین کے احوال	۳۵۳
جنت کے پھل	۳۵۳
جنتی عورتوں کی نئی تخلیق کا معنی	۳۵۳
اصحاب شمال کے احوال	۳۵۴
دوزخیوں کا کھانا اور پینا	۳۵۵
زمین سے غلہ اگانے والا کون ہے؟	۳۵۷
پانی پینے کے بعد کی دعا	۳۵۸
اللہ کی انسان پر مختلف نعمتیں	۳۵۹
اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں	۳۵۹
بعث بعد الموت کے وقت لوگوں کے طبقات	۳۶۰
تسبیحات رکوع و سجدہ	۳۶۰
سورۃ الحدید	۳۶۲
تسبیح کا معنی اور مختلف مخلوقات کی تسبیح	۳۶۴

اللہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی	۳۶۵
اللہ کے علم میں سب کچھ برابر ہے	۳۶۵
تم نائب ہو مالک نہیں	۳۶۶
دلائل وجوب ایمان	۳۶۷
فتح مکہ سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ اور قتال کا مرتبہ	۳۶۷
ابو دحداح انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنا باغ اللہ کو قرض میں دینا	۳۶۷
روزِ قیامت منافقوں کی مومنوں سے نور کی درخواست	۳۶۸
مؤمنین کا جواب	۳۶۸
آج کوئی معاوضہ قبول نہیں ہوگا	۳۶۹
اہل کتاب کے دل سخت ہو گئے	۳۷۲
اللہ کو قرض دینے والوں کا اجرا	۳۷۲
خلود فی النار کفار کے ساتھ خاص ہے	۳۷۲
دنیاوی زندگی کی مثال	۳۷۳
جنت کی وسعت	۳۷۴
مصائب کی حکمت	۳۷۴
اللہ متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا	۳۷۵
لوہا پیدا کرنے کی حکمت	۳۷۵
رہبانیت بدعت ہے	۳۷۶
میری امت کی رہبانیت جہاد ہے	۳۷۶
تقویٰ اختیار کرنے پر انعامات	۳۷۷
سورۃ المجادلۃ	۳۷۸
ظہار کا حکم	۳۸۱
ظہار کی مذمت	۳۸۱
ظہار کا کفارہ	۳۸۲
حدود اللہ کی مخالفت کرنے والوں کا انجام	۳۸۲
اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے	۳۸۳
منافقین کی سرگوشیاں	۳۸۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کو سلام	۳۸۴
سرگوشی ہو تو تقویٰ اور نیکی کی ہو	۳۸۵
آداب مجلس	۳۸۷
اہل علم کی فضیلت	۳۸۸
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم	۳۸۸
سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم منسوخ ہے	۳۸۹
جھوٹ منافقین کی عادت ہے	۳۸۹
روزِ قیامت اور منافقین کی جھوٹی قسمیں	۳۹۰
شانِ نزول	۳۹۰
ایمان اور کفار کی محبت ایک دل میں یکجا نہیں ہو سکتا	۳۹۱
مخلص مومنوں کی اللہ کی طرف سے مدد و نصرت	۳۹۱
سورۃ الحشر	۳۹۳
بنو نضیر کی عہد شکنی اور مدینہ منورہ سے اخراج	۳۹۶
بنو نضیر کا خود ہی اپنے گھروں کو منہدم کرنا	۳۹۶
مسلمانوں نے بنو نضیر کے درخت اللہ کے حکم سے کاٹے	۳۹۷
مال غنیمت اور مال فئی میں فرق ہے	۳۹۸
شانِ نزول	۳۹۸
آیت کا شان نزول خاص مگر حکم عام ہے	۳۹۸
انصار مدینہ کے فضائل	۳۹۹
بخل کی مذمت	۳۹۹
مال غنیمت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والوں کا کوئی حصہ نہیں	۴۰۰
منافقین یہود کے بھائی ہیں	۴۰۲
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۴۰۲
مسلمانوں کا رعب	۴۰۲
منافقین کی مثال شیطان کی سی ہے	۴۰۳
منافقین اور یہود کا انجام	۴۰۳
اللہ کو بھلانے کا انجام	۴۰۴
عظمت قرآن کریم	۴۰۴
سورۃ الممتحنۃ	۴۰۷
کفار سے دوستی کی ممانعت	۴۱۱
قیامت کے دن اولاد اور قرابتداری کام نہیں آئیں گے	۴۱۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے استغفار کا وعدہ	۴۱۲
دعائے ابراہیم علیہ السلام	۴۱۳
کفار سے قطع تعلقی پر مسلمانوں کو تسلی	۴۱۳
شان نزول	۴۱۴

عنوان	صفحہ
ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان	۴۱۴
مہاجرہ عورتوں سے نکاح کا حکم	۴۱۵
شان نزول	۴۱۵
قتل اولاد اور اسقاطِ حمل	۴۱۶
عورتوں سے بیعت لینے کا واقعہ	۴۱۶
ہند بنت عتبہ کی بیعت کا واقعہ	۴۱۶
مغضوب علیہم سے کون مراد ہیں؟	۴۱۷
سورۃ الصف	۴۱۸
منافق کی تین نشانیاں	۴۲۰
شان نزول	۴۲۰
جہاد میں ثابت قدمی کا حکم	۴۲۰
انجیل میں حضور ﷺ کا نام احمد ہے	۴۲۱
دین اسلام غالب ہو کر رہے گا	۴۲۱
عظیم الشان نفع بخش تجارت	۴۲۳
حواریین کون اور کتنے تھے؟	۴۲۴
سورۃ الجمعہ	۴۲۵
عرب کو امیین کو کیوں کہتے ہیں؟	۴۲۷
حضور ﷺ کی رسالت عام تھی	۴۲۷
یہود کی مثال	۴۲۷
یہود دعوائے محبوبیت باری تعالیٰ میں جھوٹے ہیں	۴۲۸
موت سے خلاصی ممکن نہیں	۴۲۸
احکام جمعہ	۴۲۹
سعی کا معنی	۴۲۹
اللہ کا ذکر اللہ کی اطاعت ہے	۴۲۹
سورۃ المنافقون	۴۳۱
منافقین کے جھوٹے ہونے پر اللہ کی گواہی	۴۳۳
منافقین کی جھوٹی قسم کا سبب	۴۳۴
منافقین کی علامات	۴۳۴
شان نزول	۴۳۵
موت سے پہلے کی تیاری	۴۳۶
سورۃ التغابن	۴۳۶
کفارہ کی تعداد زیادہ ہے	۴۴۰
انسان کی شکل وصورت سب سے اچھی ہے	۴۴۱
اللہ کا علم کامل ومکمل ہے	۴۴۱
بعث بعد الموت اور جزاوسزا اللہ کے لیے آسان ہے	۴۴۱
قیامت کا دن کفار کے لیے خسارے کا دن	۴۴۲
کوئی بھی مصیبت اللہ کے حکم بغیر نہیں آتی	۴۴۲
پیغمبر کے ذمہ صرف تبلیغ ہے	۴۴۳
شان نزول	۴۴۳
سورۃ الطلاق	۴۴۵
معتدہ کا گھر سے نکلنا اور نکالنا	۴۴۸
ایک جامع اصول	۴۴۸
طلاق ومراجعت کے وقت گواہ بنانے کا حکم	۴۴۹
شان نزول	۴۴۹
پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں	۴۵۰
حیض سے ناامید عورت کی عدت کا حکم	۴۵۰
حاملہ کی عدت	۴۵۰
معتدہ کو دوران عدت رہائش دینا ضروری ہے	۴۵۰
مطلقہ کو دودھ پلانے کی اجرت	۴۵۱
نفقہ لوگوں کے احوال مختلف ہونے پر مختلف ہوتا ہے	۴۵۱
”ذکر“ سے مراد قرآن مجید ہے	۴۵۲
سورۃ التحریم	۴۵۳
اے نبی! حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو	۴۵۶
آنحضرت ﷺ کا راز اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا افشا	۴۵۶
فرشتے عظیم مخلوق ہے	۴۵۸
اپنے آپ اور اپنے اہل کی اصلاح کی فکر	۴۵۸
توبۃ النصوح کیا ہیں؟	۴۵۹
سورۃ الملک	۴۶۲
بادشاہت، قدرت تامہ اور کامل تصرف کا مالک کون ہے؟	۴۶۵
اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار	۴۶۵
آسمان کی تخلیق اور قدرت الٰہی پر تنبیہ	۴۶۵
آسمان کی زینت اور دمکتے ستاروں کا ذکر	۴۶۶

عنوان	صفحہ
دوزخ اور اس کی ہولناکی کا بیان	۴۶۶
اہل حق کا مختصر ذکر	۴۶۷
اللہ تعالیٰ سے کوئی بات مخفی نہیں	۴۶۷
قدرت اور وحدانیت کے چند دلائل اور احسانات وانعامات کا ذکر	۴۶۸
کفار مکہ کے لیے وعید	۴۶۸
پرندوں سے عبرت حاصل کرنے کی تعلیم	۴۶۸
بتوں کی عبادت پر مشرکین کو توبیخ	۴۶۹
مؤمن وکافر کی مثال	۴۶۹
اللہ تعالیٰ کی چند عظیم نعمتیں اور کفر وشرک کی قباحت	۴۷۰
بروز قیامت مشرکین حالت وندامت	۴۷۰
سورۃ القلم	۴۷۲
باغ والوں کا قہ اور ان کی آزمائش	۴۷۷
آخرت کے ہولناکی اور سختیوں کا بیان	۴۷۹
سورۃ الحاقہ	۴۸۲
بدبختوں کا ذکر	۴۸۶
عذاب شدید کے اسباب	۴۸۷
قرآن کریم کی عظمت کا ذکر	۴۸۷
سورۃ المعارج	۴۸۷
قیامت کے دن لوگوں کی حالت کا ذکر	۴۹۳
انسان کی طبیعت وفطرت کا ذکر	۴۹۴
سورۃ نوح	۴۹۸
سورۃ الجن	۵۰۵
جنوں کے ایمان لانے کا واقعہ قرآن سننے وجہ سے	۵۰۷
ایمان لانے پر دنیا وآخرت کی عزتیں ہیں	۵۱۰
سورۃ المزمل	۵۱۳
کفار مکہ کو قیامت کی ہولناکی سے ڈرانے کا ذکر	۵۱۸
سورۃ المدثر	۵۲۱
ولید بن مغیرہ کے کارنامے اور انجام	۵۲۶
مال واولاد کی نعمت کے ذکر کے بعد باقی دنیوی نعمتوں کا ذکر	۵۲۶
سورج وچاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں	۵۲۹
جہنم کو کیوں بنایا؟	۵۲۹
تمام مخلوق کی سفارش کافروں کے حق میں ناقابل قبول	۵۳۰
بری حرکتوں کے ذکر کے بعد اب ڈانٹ کا ذکر کر رہے ہیں	۵۳۰
سورۃ القیامۃ	۵۳۲
اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن برحق ہونے پر قسم کھانا	۵۳۴
قیامت کے دن کی کچھ علامتوں کا ذکر	۵۳۵
آپ ﷺ کو وحی کے لینے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے	۵۳۶
نیک وبد کا انجام قیامت کے دن	۵۳۶
قیامت کے دن کو جھٹلانے والوں کی حالت	۵۳۷
سورۃ الانسان	۵۳۷
انسان کو اللہ نے کس طرح وجود دیا	۵۴۱
نیکوں اور بدوں کے لیے آخرت میں بدلہ	۵۴۲
نیکوکاروں کو اتنا بڑا ثواب کیوں ملے گا؟	۵۴۳
نیک لوگوں کے لیے رہائش اور باقی نعمتوں کا ذکر	۵۴۴
نیک لوگوں کے مشروبات کا ذکر	۵۴۴
جنت کے خادموں کا ذکر	۵۴۵
آپ ﷺ کو تسلی کا ذکر، ان کے استہزاء اور مذاق کی وجہ سے	۵۴۶
مجرم کافروں کی حالت کا ذکر	۵۴۷
سورت المرسلات	۵۴۸
جہنم کی ہولناکی کا ذکر	۵۵۲
سورۃ النباء	۵۵۴
منکرین آخرت کو جواب	۵۵۶
بعث بعد الموت پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کے دلائل	۵۵۶
قیامت کے دن کے خوفناکی والے اوصاف	۵۵۷
کفار کے ذکر کے بعد متقیوں کا ذکر	۵۵۸
سورۃ النازعات	۵۶۰
قیامت کے حق ہونے پر پانچ قسمیں اٹھائی گئیں	۵۶۲
قیامت کو جھٹلانے والوں کا انجام	۵۶۳
فرعون کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور حضور ﷺ کو تسلی	۵۶۳
منکرین آخرت کا ذکر	۵۶۴
قیامت کا آنا یقینی ہے اس پر فعلی دلیل	۵۶۴
دنیا میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیکوکار اور فجار	۵۶۵

مکذبین کی قیامت کے دن پیشی	۵۶۵	سورۃ الطارق	۵۹۲
سورۃ العبس	۵۶۶	اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو اپنی تخلیق میں غور وفکر کرنے کا حکم	۵۹۳
قرآن کی جلالت کا بیان	۵۶۸	سورۃ الاعلیٰ	۵۹۳
کافر کے جرم کی قباحت کا بیان	۵۶۸	رب تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم	۵۹۶
انسان کے رزق کا بیان	۵۶۹	اللہ تعالیٰ کی اوصاف جلیلیہ اور وحدانیت کے دلائل کا ذکر	۵۹۶
قیامت کے ہولناکیوں کا بیان	۵۶۹	اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر فضل وانعام	۵۹۶
قیامت کے دن لوگوں کے احوال کا اور ان کی اقسام کا ذکر	۵۷۰	سورۃ الغاشیۃ	۵۹۸
سورۃ التکویر	۵۷۱	اہل دوزخ کا ذکر	۵۹۹
قیامت کے ہولناکی اور شدائد کا ذکر	۵۷۲	اہل جنت کا ذکر	۶۰۰
اللہ تعالیٰ کا قرآن اور محمد ﷺ کی رسالت کے حق ہونے پر	۵۷۴	اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت کے دلائل	۶۰۰
قسم اٹھانا		سورۃ الفجر	۶۰۲
سورۃ الانفطار	۵۷۵	کافر انسان کی طبیعت کا ذکر	۶۰۵
آخرت کے احوال واحوال کا ذکر	۵۷۶	سورۃ البلد	۶۰۷
انسان کو یاددہانی کا ذکر	۵۷۶	اللہ تعالیٰ کا مکہ مکرمہ کی قسم کھانا	۶۰۸
انسان پر کی گئی نعمتوں کا ذکر	۵۷۶	منکر انسان کے مزاج کا ذکر	۶۰۸
یوم جزا کی تکذیب پر مشرکین کی توبیخ	۵۷۶	اللہ تعالیٰ کا اپنی نعمتیں یاد دلانا منکر انسان کو	۶۰۹
قیامت کے دن لوگوں کی تقسیم کا ذکر	۵۷۷	سورۃ الشمس	۶۱۱
سورۃ المطففین	۵۷۸	اپنی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کی	۶۱۱
نافرمانوں کے انجام کار کا ذکر	۵۸۰	قسم اٹھانا	
مکذبین کے جرائم کا ذکر	۵۸۰	ذات مقدسہ کی صفات کا ذکر	۶۱۳
نیکوکاروں کے حال کا ذکر کہ نیکوکار اور بدکار برابر نہیں ہوں گے	۵۸۱	سرکشی اور باغی کی مثال	۶۱۳
فجار کے انجام کا ذکر جس میں مؤمنین کو تسلی ہے	۵۸۲	سورۃ اللیل	۶۱۵
سورۃ الانشقاق	۵۸۴	سورۃ الضحیٰ	۶۱۸
قیامت کے خوفناک مناظر کا ذکر	۵۸۵	اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ پر احسانات	۶۱۹
انسان کی محنت ومشقت کس چیز کے لیے ہونی چاہیے	۵۸۵	نعمت کے بعد وصیت کا ذکر	۶۲۰
انسانوں کی دو قسمیں ہیں	۵۸۶	سورۃ الانشراح	۶۲۱
سورۃ البروج	۵۸۸	سورۃ التین	۶۲۴
خندق والوں کا قصہ	۵۸۹	سورۃ العلق	۶۲۷
خندق والوں کے فعل کا ذکر	۵۸۹	سب سے پہلے وحی کا ذکر	۶۲۸
اللہ تعالیٰ کا مجرموں کا انکار	۵۹۰	انسان کی سرکشی کی وجہ	۶۲۹
اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب بندوں کے دشمنوں سے انتقام	۵۹۰	آپ ﷺ سے اللہ کا خطاب	۶۲۹

سورۃ القدر	٦٣١	سورۃ الفیل	٦٥٠
نزول قرآن کا ذکر	٦٣١	واقعہ اصحاب فیل	٦٥٠
لیلۃ القدر کی عظمت	٦٣١	سورۃ القریش	٦٥٢
سورۃ البینۃ	٦٣٣	اہل قریش کے لیے سفر میں آسانی	٦٥٢
اہل کتاب ومشرکین کا موقف	٦٣٤	سورۃ الماعون	٦٥٤
اہل کتاب میں ایمان نہ لانے والوں کا ذکر	٦٣٤	جزاوحساب کو جھٹلانے والے	٦٥٤
نیکوکاروں اور بدکاروں کا انجام	٦٣٥	سورۃ الکوثر	٦٥٦
سورۃ الزلزال	٦٣٧	آپ علیہ السلام کی تکریم وتعظیم اور حوض کوثر	٦٥٦
سورۃ العادیات	٦٣٩	سورۃ الکافرون	٦٥٨
تیز رفتار دوڑانے والے گھوڑوں کی قسم	٦٣٩	سورۃ النصر	٦٦٠
سورۃ القارعۃ	٦٣٩	فتح مکہ کی بشارت	٦٦٠
قیامت کیا ہے؟	٦٤١	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر	٦٦٠
پتنگوں کے ساتھ تشبیہ	٦٤١	سورۃ اللھب	٦٦٢
ہاویہ کی تفسیر	٦٤٢	ابولہب کی مال ودولت، جاہ وعزت اور اولاد کام نہ آئی	٦٦٣
سورۃ التکاثر	٦٤٤	سورۃ الاخلاص	٦٦٥
سورۃ العصر	٦٤٦	سورۃ الفلق	٦٦٨
زمانے کی قسم	٦٤٦	سورۃ الناس	٦٧٠
سورۃ الھمزۃ	٦٤٨		

سورہ یٰسٓ

تعارف:......سورہ یٰسٓ مکیہ ہے، اس میں اسلام کے بنیادی موضوع بیان کیے گئے ہیں جن میں بعث بعد الموت پر ایمان لانا، اہل قریہ کا قصہ اور رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل شامل ہیں۔

سورت کی ابتدا میں وحی کی صحت پر قسم اٹھائی گئی ہے اور محمد ﷺ کے صدق رسالت پر قسم اٹھائی گئی ہے۔ پھر سورہ مبارکہ میں کفار قریش کے متعلق بات کی گئی ہے جنہوں نے گمراہی اور ضلالت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور سید الانبیاء محمد بن عبداللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، وہ اس وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

اس کے بعد اہل قریہ (اہل انطاکیہ) جنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی کا قصہ بیان کیا گیا ہے تاکہ وحی ورسالت کی تکذیب کے انجام بد سے ڈرایا جائے، جیسا کہ قرآن عظیم میں وعظ ونصیحت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے قصے بیان کیے گئے ہیں۔

سورہ مبارکہ میں ایک مؤمن حبیب نجار کی دعوت کا موقف بھی بیان کیا گیا ہے اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی، قوم نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا اور گناہ گاروں کو مہلت نہیں دی بلکہ تباہی اور ہلاکت ان کا مقدر بن گئی۔

سورہ مبارکہ میں رب تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل لائے گئے ہیں جو کہ اس کائنات کے طول وعرض میں پھیلے ہیں۔ زمین چٹیل ہوتی ہے اس میں زندگی کے اثرات نمودار ہوتے ہیں پھر رات نہایت تاریک ہوتی ہے اس سے روشن دن برآمد ہوتا ہے، پھر سورج کی حالت بیان کی گئی ہے جو اپنے مدار میں متحرک رہتا ہے اور اس سے باہر نہیں نکلتا، پھر چاند مظہر قدرت قرار دیا گیا ہے جو اپنی منازل پر محو سفر رہتا ہے۔ پھر بھری ہوئی کشتی کی بات کی گئی ہے جو پہلے لوگوں کی اولاد کو اپنے اندر سوار کیے ہوئے ہوتی ہے یہ سب رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل ہیں۔

سورہ کریمہ میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں اور دوبارہ زندہ کیے جانے کے لیے صور پھونکنے کی بات کی گئی ہے، جس کے بعد لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اہل جنت واہل دوزخ کی بات کی گئی ہے اور قیامت کے دن مؤمنین ومجرمین کے درمیان تفریق ہو جانے کا ذکر ہے حتیٰ کہ نیکوکار جنت میں جا ٹھہریں گے اور بدکار دوزخ میں۔

سورہ کریمہ اساسی موضوع کے بیان پر ختم ہوئی ہے اور وہ دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزا وسزا کا موضوع ہے، اس کے وقوع پر دلائل وبراہین قائم کیے گئے ہیں۔

وجہ تسمیہ:......سورہ مبارکہ کا نام سورہ یٰسٓ ہے۔ چوں کہ سورہ مبارکہ کی ابتدا اسی لفظ سے ہوئی ہے اور اس سے اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہے۔

سورہ یٰسٓ کی فضیلت:......رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورہ یٰسٓ ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ سورت میری امت کے ہر انسان کے دل میں ہو۔''[1]

اٰیَاتُهَا ٨٣ | (٣٦) سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ (٤١) | رُكُوْعَاتُهَا ٥

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ
الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ

[1] اخرجہ البزار

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ
بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ
اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ
بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿١١﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۖ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ
فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ ع وقف لازم
اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ
وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿١٥﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿١٦﴾
وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۖ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۖ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ مِنْ
اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ
مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الجزء ٢٣
الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ
بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ
مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْ
كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿٢٩﴾ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾
وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ ع

ترجمہ:...... یٰسٓ ① قسم ہے قرآن حکیم کی۔ ② بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ ③ سیدھے راستہ پر ہیں۔ ④ یہ قرآن ایسی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زبردست ہے، رحم والا ہے۔ ⑤ تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا سو وہ غافل ہیں۔ ⑥ البتہ یہ بات واقعی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے، سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ⑦ بلاشبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں۔ سو وہ اوپر ہی کو رہ گئے ہیں۔ ⑧ اور ہم نے ان کے آگے آڑ بنا دی اور ان کے پیچھے آڑ بنا دی سو ہم نے ان کو گھیر دیا، لہٰذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ ⑨ اور ان کے حق میں بات برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے۔ ⑩ آپ اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے، سو آپ اسے مغفرت کی اور اجر کریم کی خوشخبری سنا دیجیے۔ ⑪ بے شک ہم مردوں کو زندہ

کرتے ہیں اور ان لوگوں نے جو آگے بھیجا اسے اور ان کے نشانوں کو لکھ لیتے ہیں، اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں پوری طرح لکھ
دیا۔ (۱۲) اور آپ ان کے سامنے بستی والوں کا قصہ بیان کیجیے جب کہ ان کے پاس رسول آئے۔ (۱۳) جب کہ ہم نے ان کے پاس دو پیامبروں کو
بھیجا سو انہوں نے انہیں جھٹلا دیا، پھر ہم نے تیسرے رسول کے ذریعے ان کو تقویت دے دی۔ ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے
ہیں۔ (۱۴) ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو جھوٹ ہی بول رہے ہو۔ (۱۵) انہوں نے کہا
کہ بلاشبہ یہ بات واقعی ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ (۱۶) اور ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ کھول کر بات پہنچا دیں۔ (۱۷) ان لوگوں
نے کہا کہ بے شک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور ضرور درد
ناک تکلیف پہنچے گی۔ (۱۸) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات کو تم نے نحوست سمجھ لیا کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ بات یہ
ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔ (۱۹) اور ایک شخص اس شہر کے دور والے مقام سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا کہ اے میری قوم! ان
فرستادہ آدمیوں کا اتباع کرو۔ (۲۰) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ خود راہ ہدایت پر ہیں۔ (۲۱) اور میرے
پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۲۲) کیا میں اس کے سوا
ایسے معبود مان لوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا بھی کام نہ دے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔ (۲۳) اگر میں ایسا کروں تو
صریح گمراہی میں جا پڑوں گا۔ (۲۴) بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لا چکا، سو تم میری بات سنو۔ (۲۵) اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا،
وہ کہنے لگا کہ کاش! میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی۔ (۲۶) کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت بندوں میں شامل فرما دیا۔ (۲۷)
اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ (۲۸) نہیں تھی مگر ایک چیخ سو وہ بجھ کر رہ گئے۔ (۲۹)
افسوس ہے بندوں کے حال پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے ضرور اس کا مذاق بنایا۔ (۳۰) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان
سے پہلے بہت سی اُمتیں ہلاک کر چکے ہیں، بے شک وہ ان کی طرف واپس نہیں ہوں گے۔ (۳۱) اور یہ سب مجتمع طور پر ہمارے پاس ضرور حاضر
ہوں گے۔ (۳۲)

لغات: اَغْلٰلًا:...... غُلٌّ کی جمع ہے۔ وہ زنجیریں جو ہاتھوں میں ڈالی جاتی ہیں ہتھکڑیاں۔ مُّقْمَحُوْنَ: سر اوپر اٹھائے ہوئے کہ آنکھیں نیچے جھکی ہوں۔ اہل لغت کہتے ہیں: الاقماح: اس طرح سر اوپر اٹھانا کہ نظریں جھکی ہوئی ہوں۔ مقولہ ہے "أقمح البعير" یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ حوض پر سے سر اوپر اٹھا لے، پانی نہ پیے۔[1] بشر کا شعر ہے:

ونحن علی جوا فیها قعود   نغض الطرف كالابل القماح

ہم کشتی کے اطراف پر بیٹھے ہوئے تھے اور نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔ جیسے اونٹ سر اوپر اٹھا لیتا ہے اور نظریں جھکا لیتا ہے۔[2]

سَدًّا:...... السد رکاوٹ، دو چیزوں کے درمیان مانع۔ فَعَزَّزْنَا: عزّزہٗ فلاں نے اسے تقویت دی اور اس کی کمر مضبوط کی۔ تَطَيَّرْنَا: ہماری نحوست بدبختی، بدفالی۔ اصل میں یہ صیغہ "الطیر" سے ماخوذ ہے چنانچہ پرندہ اگر بائیں طرف اڑ جائے تو اسے نحوست قرار دیتے تھے۔ خٰمِدُوْنَ: مردے، جن میں حرکت نہ ہو جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔

تفسیر: یٰسٓ:...... حروف مقطعات ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں لائے گئے ہیں، ان کا مقصد اعجاز قرآن پر تنبیہ کرنا ہے۔ یہ بھی حروف ہجا کا مجموعہ ہے۔ کفار ان حروف کو جانتے ہیں اور انہی سے مرکب الفاظ بولتے ہیں لیکن ان حروف کا بدیع و معجز نظم اس امر کی نشانی ہے کہ یہ کلام من جانب اللہ ہے۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یٰسٓ کا معنی لغت بنی طے میں ''یا انسان'' ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یٰسٓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے چوں کہ اس کے بعد یہ فرمان ہے۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: ابوبکر وراق کہتے ہیں، اس کا معنی ہے: ''اے سید البشر!''[4] وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ: اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم اٹھائی ہے۔ حکیم کا معنی محکم ہے جس میں تبدیلی نہ ہو اور نہ ہی اس پر تناقض اور بطلان آئے۔ قرطبی

---

[1] القاموس المحیط [2] تفسیر الطبری ۱۵/ ۸ [3] حروف مقطعات کی تفصیل سورۂ بقرہ کی ابتدا میں گزر چکی ہے۔ [4] القرطبی ۱۵/ ۴

کہتے ہیں یعنی نظم قرآن اور معانی قرآن محکم ہیں ان پر خلل طاری نہیں ہوتا۔[1] ابو سعود کہتے ہیں: یعنی وہ قرآن جو حکمت کو متضمن ہے یا حکمت کی بات کرتا ہے اس طور پر کہ نظم قرآن معجز ہے جو عجیب حکمتوں پر مشتمل ہے۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر قرآن کی گواہی

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محکم کتاب کی قسم اٹھائی ہے جو اپنے نظم کے اعتبار سے معجز اور معانی کے اعتبار سے بدیع ہے، اپنی تشریع اور احکام میں مضبوط ہے جو بلاغت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہے اور یہ کتاب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان بیان کی گئی ہے۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: یہ جواب قسم ہے یعنی اے محمد! آپ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ہیں اور تمہیں مخلوق کو ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کفار قریش کہتے تھے: اے محمد! تم پیغمبر نہیں ہو تمہیں ہماری طرف نہیں بھیجا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم اٹھائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر ہیں۔[3] عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: سیدھے راستے پر ہیں جس میں انحراف اور کجی نہیں ہے اور وہ دین اسلام ہے جو آپ سے پہلے پیغمبروں کا بھی دین رہا ہے۔ آپ سے پہلے پیغمبر بھی ایمان اور توحید کی دعوت لے کر آئے۔ طبری کہتے ہیں: یعنی آپ ہدایت کے ایسے سیدھے راستے پر ہیں جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور وہ سیدھا راستہ اسلام ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔[4] عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: کو نکرہ تفخیم و تعظیم کے لیے لایا گیا ہے۔[5] تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ: یہ قرآن روشن ہدایت دینے والا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے، اللہ تعالیٰ غالب ہے اور اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ:...... اے محمد! تاکہ آپ اس قرآن کے ذریعے عرب کو خبردار کریں جن کے پاس کوئی رسول اور کوئی کتاب نہیں آئی چوں کہ ان پر فترت کا زمانہ طویل ہو چکا ہے۔ انذار سے مراد کفار کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے۔ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ: اور وہ اس کے بسبب ہدایت سے غافل ہیں وہ شرک و کفر اور بتوں کی عبادت کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ کفر پر مصر رہنے کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ: لام مقام قسم میں ہے یعنی بخدا! ان مشرکین میں سے اکثر پر دوزخ کا عذاب واجب ہو چکا ہے چوں کہ وہ کفر و انکار پر اصرار کیے ہوئے ہیں۔ ان پر نصیحت کرنے اور خبردار کرنے کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ وہ اس وجہ سے تمہاری لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان ہی نہیں لاتے۔

کفار کے ترک ایمان کا سبب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کے ترک ایمان کا سبب بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ: مشرکین کے حال کی تمثیل ہے اور ایک ایسے شخص کی حالت کے ساتھ ان کی مثال بیان کی گئی ہے جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوں اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ جکڑ دیے گئے ہوں۔ اور وہ اپنا سر اوپر اٹھائے رکھا ہو، نیچے کر ہی نہ سکتا ہو۔ جلالین میں لکھا ہے۔ یہ تمثیل ہے اور اس سے مراد ہے کہ وہ ایمان کا اذعان و یقین نہیں رکھتے اور وہ ایمان کے لیے سروں کو جھکاتے ہی نہیں۔[6]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ لوگ جن پر شقاوت کی مہر لگ چکی ہے ہم نے ان کو اس شخص کی طرح بنا دیا ہے جس کے گلے میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور اس کے ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے گردن کے ساتھ جکڑ دیے گئے ہوں۔ اور وہ اپنا سر اوپر اٹھائے ہوئے ہو۔ "المقمح" سر اوپر اٹھا کر رکھنے والا۔ آیت میں طوق کا ذکر ہے اور ہاتھوں کا ذکر نہیں کیا گیا، صرف طوق پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔ چوں کہ طوق سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جکڑ دیا گیا ہے۔[7] ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین کی حالت کو ایسی لوگوں کی حالت کے ساتھ مثال میں بیان کیا گیا ہے جن کی گردنوں میں طوق ڈال دیے گئے ہوں۔ فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ: طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں وہ حق کی طرف التفات نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی گردنوں

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/۵ [2] تفسیر ابی السعود ۴/۷۲۴ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/۵ [4] تفسیر الطبری ۲۲/۹۷ [5] الانتصاف علی الکشاف ۴/۲ [6] تفسیر جلالین ۳/۳۱۸
[7] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۱۵۵

کو حق کی طرف موڑ سکتے ہیں۔ اپنے سروں کو جھکا بھی نہیں سکتے، آنکھیں ان کی بند ہیں قریب نہیں کہ وہ حق کو دیکھ سکیں اور نہ ہی حق کی طرف نظر کر سکتے ہیں۔[1] وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا: ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ تمثیل کا تتمہ و تکمیل ہے۔ یعنی ہم نے ان کے سامنے ایک آڑ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے بھی ایک آڑ کھڑی کر دی۔ فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ: ان دونوں آڑوں کے ذریعے ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانک دیا اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے چوں کہ وہ دو آڑوں کے درمیان محصور ہو کر رہ گئے یہ کفار کی نہایت بری حالت کا بیان ہے اور یہ کہ وہ گمراہی و جہالت میں محبوس ہیں، دلائل و آیات میں غور و فکر کرنے سے محروم ہیں۔[2]

نصیحت اس کو فائدہ دیتی ہے جو نصیحت قبول کرتا ہے

مفسرین کہتے ہیں: یہ ساری اس امر کی تمثیل ہے کہ کفار پر ایمان کے تمام راستے مسدود (بند) ہو چکے ہیں چنانچہ جس پر ایمان کے راستے مسدود ہو جائیں وہ ہدایت نہیں حاصل کر سکتا۔[3] وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ: اے محمد! آپ کا انہیں خبردار کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ چوں کہ جس کی عقل پر گمراہی کی تاریکیاں سوار ہوں اور اس کے دل پر سرکشی اور طغیان کا طومار (ڈھیر) ہو اسے ڈانٹ ڈپٹ کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ: وہ اس وجہ سے ایمان نہیں لاتے، چوں کہ خبردار کرنے سے مُردہ دلوں میں جان نہیں پڑتی، خبردار کرنے سے وہی دل بیدار ہوتا ہے جو زندہ ہو اور جو قبولیت ایمان کی استعداد رکھتا ہو۔ آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور کفر کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ: اے محمد! آپ کا خبردار کرنا اسی شخص کو نفع پہنچا سکتا ہے جو قرآن عظیم پر ایمان لائے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے۔ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ: اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو حالاں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں: وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ: یعنی اللہ تعالیٰ جو صفت رحمت کے ساتھ متصف ہے اور رحمت امید کی دعوت دیتی ہے، لیکن متبع شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسے خوف لاحق رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اس سے چھین نہ لیے جائیں۔ بِالْغَيْبِ: کا معنی ہے۔ خلوت یعنی جب اسے کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔[4] فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ: جب متبع قرآن کو ڈرانے سے نفع ہوتا ہے تو وہ بشارت کا بھی مستحق ہے، یعنی اے محمد! آپ اسے بڑی مغفرت کی بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا، اور آخرت میں نعمتوں والی جنت میں اسے عزت کا اجر و ثواب دے گا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اجر کریم سے مراد کثیر و وسیع اجر و ثواب ہے اور یہ جنت میں ہوگا۔[5]

مرنے کے بعد زندہ ہونا یقینی ہے

اوپر رسالت کی بات ہوئی ہے اب بعث بعد الموت کی بات کی جا رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى: ہم حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لیے مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائیں گے۔ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ: طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انہوں نے دنیا میں جو نیکی اور برائی کی وہ ہم لکھتے ہیں۔ نیک و بد اعمال جو کرتے ہیں وہ بھی اور مسجدوں کی طرف چلنے کے نشانات بھی لکھتے ہیں۔[6] حدیث میں ہے: جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بنو سلمہ نے مسجد نبوی کے قریب آ جانے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی، آپ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! اپنے گھروں میں رہو، مسجد کی طرف تم جو قدم اٹھاتے ہو وہ لکھے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی۔ بنو سلمہ نے کہا: اب ہمیں یہ جگہ چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ جانا اچھا نہیں لگتا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ: ہم نے ہر چیز اور ہر معاملہ کو جمع کر کے لکھی ہوئی کتاب میں ضبط کیا ہوا ہے اور وہ کتاب اعمال کے صحائف ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (سورۃ الاسراء، آیت ۷۱)

---

[1] تفسیر ابی السعود ۴/۲۴۸ [2] تفسیر ابی السعود ۴/۲۴۹ [3] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۳۱۹ [4] تفسیر البحر المحیط ۷/۳۲۵ [5] مختصر ابن کثیر ۳/۱۵۶ [6] تفسیر الطبری ۲۲/۹۹

"جس دن ہم سارے لوگوں کو ان کے اعمال ناموں کے ساتھ بلائیں گے۔"

یعنی نامۂ اعمال کے ساتھ۔ جو کہ ان کے نیک و بد اعمال کی ان پر گواہی دیں گے۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔[1] ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا: یعنی اور ہم شمار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احاطہ علم کو کتابت (جس سے اشیا کو ضبط کرلیا جاتا ہے) سے تعبیر کیا ہے۔[2]

اہل قریہ کا یہ واقعہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے اہل قریہ کا قصہ بیان کیا ہے جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانی چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ: یعنی اے محمد! اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کی تکذیب کی بستی والوں (بستی انطاکیہ) کا قصہ ذکر کرو، یہ قصہ بھی عجیب ہے۔ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ: جب ان کے پاس ہمارے پیغمبر آئے جنہیں ہم نے ان کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔

قریہ اور رسولوں کا مصداق

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تمام مفسرین کے مطابق بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس تین رسول بھیجے صادق، مصدوق اور شمعون۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کو خبردار کریں کہ ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہوجائے جو اہل انطاکیہ پر نازل ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق رسولوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادے ہیں جو دعوت حق کے لیے انطاکیہ گئے تھے۔[3] اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا: جب ہم نے ان کی طرف دو رسولوں کو بھیجا انہوں نے ان کی تکذیب میں کوئی توقف نہیں کیا۔ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ: ہم نے ان دو کو تیسرے پیغمبر سے تقویت بخشی۔ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ: یعنی ہم اللہ کے پیغمبر ہیں، ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ تاکہ تمہیں ہدایت کی راہ دکھائیں۔ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا: اہل قریہ نے کہا: تمہیں ہمارے اوپر کوئی فضیلت حاصل نہیں تم تو ہماری طرح کے انسان ہو بھلا اللہ نے ہمارے سوا تمہاری طرف وحی کیسے بھیج دی؟ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ: اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف کوئی وحی اور رسالت نہیں بھیجی۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ: تم لوگ دعوائے رسالت میں جھوٹے ہو۔ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ: پیغمبروں نے ان کو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم یقیناً اس کے رسول ہیں اور تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہوتے تو ہم سے سخت انتقام لیا جاتا۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لَمُرْسَلُوْنَ: خبر ہے جو لام تاکید کے ساتھ مؤکد ہے چوں کہ یہ منکرین کا جواب ہے۔ جب کہ اوپر پہلے مقام میں تاکید نہیں چوں کہ وہ محض خبر ہے۔[4] وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ: ہمارے ذمہ تو صرف اتنی بات ہے کہ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام صاف واضح پہنچا دیں اور اس میں کوئی خفا باقی نہ رہے۔ اگر تم ایمان لے آؤ سعادت مندی تمہارا مقدر ہوگی، اگر تم تکذیب کروگے شقاوت تمہارا مقدر ہوگی۔

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں اہل قریہ کے لیے وعید ہے۔ البلاغ کی صفت الْمُبِيْنُ: لائی گئی ہے، چوں کہ یہ تبلیغ معجزات کے ساتھ واضح ہوئی جیسا کہ اس قصہ میں مختلف معجزات روایت کیے گئے ہیں جو پیغمبروں کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً مادرزاد اندھے کو بینا کر دینا، کوڑھی کو صحت مند کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا وغیرہ۔[5] قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ: رسولوں سے اہل قریہ نے کہا: تمہاری وجہ سے اور تمہاری قبیح ایمانی دعوت کی وجہ سے ہمارے اندر نحوست آگئی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: چوں کہ وہ دین حق کے علاوہ غیر حق دین پر تھے اس لیے وہ پیغمبروں کی دعوت کو باعث نحوست سمجھتے تھے اور اسے قبیح سمجھتے تھے اور ان کی طبیعتیں اس سے متنفر تھیں، چنانچہ انہوں نے پیغمبروں کو اپنے لیے باعث نحوست سمجھا گویا انہوں نے کہا: ہم اس دین سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔

---

[1] راجح تفسیر نامۂ اعمال ہے یہی ابن کثیر کا مختار قول ہے۔ [2] البحر المحیط ۷/ ۳۲۵ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۱۴ [4] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۶۱ [5] تفسیر البحر المحیط ۷/ ۳۲۷

اہل قریہ کا رسولوں کو دھمکی

پھر اہل قریہ نے رسولوں کو دھمکی دی۔لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا: اللہ کی قسم اگر تم اپنی بات سے باز نہ آئے توحید کی طرف دعوت دینے سے نہ رکے اور ہمارے دین کی مخالفت کرنے سے باز نہ آئے۔لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ: ہم ضرور بہ ضرور تمہیں سنگسار کردیں گے یہاں تک کہ تم مرجاؤ اور بخدا ہم تمہیں بہت بری طرح قتل کردیں گے۔قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ: پیغمبروں نے کہا: ہماری وجہ سے تمہاری نحوست نہیں ہے بلکہ تمہاری نحوست تمہاری ہی وجہ سے ہے، تمہارے کفر، معصیت اور تمہارے برے اعمال کی وجہ سے ہے۔اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ: یہ شرط ہے اور اس کا جواب محذوف ہے، چوں کہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنی اگر ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں اور توحید کی طرف بلاتے ہیں تو کیا تمہارے اندر ہماری وجہ سے نحوست آجاتی ہے اور کیا تم ہمیں سنگسار کرنے کی دھمکی دیتے ہو؟ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ: معاملہ ایسا نہیں جیسا تمہارا گمان ہے بلکہ تم لوگوں کی عادت ایسی ہے کہ تم معصیت وگناہ میں حد سے تجاوز کیے ہوئے ہو، آیت میں زجر کے ساتھ توبیخ کی جارہی ہے۔

حبیب نجار کا قصہ

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى:...... شہر کے مضافات میں سے دور علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ یہ شخص حبیب نجار تھا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل قریہ نے جب پیغمبروں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص شہر کے پرلے کونے سے دوڑتا ہوا آیا تاکہ پیغمبروں کی مدد کرے۔ یہ شخص حبیب نجار تھا، اس کا ریشم کا کاروبار تھا، اپنی کمائی میں سے آدھا حصہ صدقہ کردیتا تھا۔[1] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حبیب نجار کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا، اس کا گھر شہر کے بڑے دروازے کے قریب تھا، ستر سال سے بتوں کی عبادت میں منہمک تھا، موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے انہیں پکارتا تھا، لیکن بتوں نے اس کی مراد پوری نہ کی۔ جب پیغمبروں نے اس کو مبتلائے مرض دیکھا تو اسے دعوت توحید دی۔ اس نے معجزے کا سوال کیا۔ پیغمبروں نے کہا: ہم اپنے قادر مطلق رب تعالیٰ سے دعا کریں گے وہ اپنے فضل وکرم سے تمہاری مصیبت دور کردے گا۔ حبیب نے کہا: یہ بڑی عجیب بات ہے، مجھے ان معبودان کو پکارتے ستر سال ہوچکے ہیں میرا مرض دور نہیں ہوا بھلا ایک ہی پہر میں یہ مرض کیسے ختم ہوسکتا ہے؟ پیغمبروں نے کہا: ہمارا پروردگار ایسا کرنے پر قدرت رکھتا ہے، جب کہ یہ بت نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، چنانچہ حبیب ایمان کی دولت سے سرفراز ہوا۔ پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کا مرض ختم کردیا اور وہ تندرست وصحت مند ہوگیا۔ جب حبیب نجار کی قوم نے پیغمبروں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور کہا:[2]

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ:...... پیغمبروں کی اتباع کرو یہ توحید کی دعوت دیتے ہیں۔يٰقَوْمِ: کہا، اپنی قوم کی دل جوئی اور تالیف قلب کے لیے، نیز تاکہ وہ نصیحت قبول کرلیں۔ تاکید کے لیے پھر یہی بات مکرر لایا۔ چنانچہ کہا: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ: ان سچے اور مخلص پیغمبروں کی پیروی کرو جو تم سے ایمان لانے پر کسی قسم کی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتے، اور وہ ہدایت وبصیرت پر قائم ہیں۔ اور وہ تمہیں پوری بصیرت کے ساتھ دعوت توحید دیتے ہیں۔وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: حبیب نجار نے اپنی قوم کے ساتھ نہایت نرمی ولطف کا رویہ برتا گویا وہ ان کے ساتھ خیر خواہی کررہا ہے۔ اور ان کے لیے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ آیت میں رب تعالیٰ کی عبادت کے ترک پر انہیں ڈانٹا بھی ہے۔ معنی ہے: کون سی چیز مجھے اپنے خالق کی عبادت کرنے سے روکے گی؟ اور موت کے بعد ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً: استفہام انکاری ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے معبود بناسکتا ہوں جو نہ سنتا ہے اور نہ کوئی نفع دیتا ہے اور نہ ہی اپنے عبادت کرنے والے کو کسی چیز سے بے نیاز کرسکتا ہے۔اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا: یہ اس قدر بے بس ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی تکلیف یا تنگی نازل کردے اور یہ میرے متعلق سفارش کریں تو ان کی

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۱۵۹۔ اس شخص کا نام "حبیب نجار" ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ [2] تفسیر القرطبی ۱۵/۱۸

سفارش مجھے نفع نہیں پہنچائے گی اور وہ مجھے مصیبت سے نکالنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ بھلا وہ ایسا کیوں کر کر سکتے ہیں، وہ تو پتھر ہیں جو نہ سنتے ہیں، نہ کوئی نفع پہنچاتے ہیں اور نہ ہی سفارش کر سکتے ہیں ﴿وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ﴾: اور وہ مجھے اللہ کے عذاب سے بچا بھی نہیں سکتے۔ ﴿اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾: اور اگر میں غیر اللہ کی عبادت کروں اور میں بتوں کو معبود بنالوں لامحالہ میں صاف وواضح خسارے میں جا پڑوں گا۔ وعظ و نصیحت کے بعد حبیب نجار نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور اپنا ایمان ظاہر کیا۔ چنانچہ کہا ﴿اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ﴾: میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، کان کھول کر میری بات سن لو اور میری نصیحت پر عمل کرو۔

حبیب نجار کا قتل اور دخول جنت

مفسرین کہتے ہیں: جب حبیب نجار نے یہ بات کہی، انہیں نصیحت کی اور اپنے ایمان کا اعلان کیا، ان سب نے مل کر اس پر ایک آدمی کی جست کی طرح چھلانگ لگائی اور سب اس پر کود پڑے اور اسے آن واحد میں قتل کر دیا، اس کی حمایت میں کوئی بھی کھڑا نہ ہوا جو اُن سے اسے بچا سکتا۔[1] طبری کہتے ہیں: سب اس پر کود پڑے اور اسے پاؤں تلے روند کر قتل کر دیا۔[2] ایک اور قول کے مطابق اسے پتھر مار مار کر قتل کر دیا۔ ﴿قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ﴾: جب حبیب نجار نے جاں جان آفریں کے سپرد کر دی اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: نیکوکار شہداء کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ تمہارے صدق ایمان کا بدل ہے اور تمہاری شہادت کی کھلی کامیابی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حبیب نجار کو قوم کے لوگوں نے پاؤں تلے روند ڈالا یہاں تک کہ پاخانے کے راستے سے اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں۔ اس عظیم قربانی پر اللہ تعالیٰ نے اسے فوراً جنت کی نوید سنائی اور فرمایا ﴿ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ﴾: چنانچہ وہ جنت میں داخل ہوا اسے جنت میں عزت کی روزی دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا کی پریشانی اور حزن وملال دور کر دیا۔[3]

حبیب نجار نے جنت میں بھی اپنی قوم کو یاد رکھا

﴿قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ﴾: ...... جب حبیب نجار جنت میں داخل ہوا، اپنے ایمان وصبر کی وجہ سے ملنے والے انعامات اور اکرامات کا مشاہدہ کیا تو اس نے تمنا کی کہ کاش! اس کی قوم اس کی عظیم الشان حالت کو دیکھ لیتی اور اس کا انجام جان لیتی۔ یعنی اے کاش! وہ اس سب کو جان لیتے جس کی وجہ سے میرے پروردگار نے میری بخشش کی اور مجھے جنت میں داخل کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: زندگی میں بھی قوم کو نصیحت کی اور مرنے کے بعد بھی نصیحت کی۔[4] ابو سعود رحمہ اللہ کہتے ہیں: حبیب نجار نے اپنی حالت سے قوم کو آگاہ ہونے کی تمنا اس لیے کی تاکہ انہیں کفر سے توبہ کرنے اور ایمان میں داخل ہونے کی ترغیب دلائے اور وہ اجر وثواب حاصل کرنے کی طرف راغب ہوں۔ نیز اولیاء کرام کا یہی دستور رہا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں پر بھی مہربان رہتے ہیں۔[5]

کفر، تکذیب اور قتل رُسل کا انجام بد

﴿وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِہٖ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ﴾: ...... یہ ان کی تحقیر اور ان کے کمینے پن کا بیان ہے ﴿اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ہُمۡ خٰمِدُوۡنَ﴾: ان کی سزا صرف ایک چنگھاڑ تھی جوان پر جبرائیل علیہ السلام نے مسلط کی تھی، پس وہ یکایک مردے ہو گئے اور ان میں کوئی حرکت باقی نہ رہی۔ ان کا دم بجھ گیا جیسے دہکتی آگ بجھ جاتی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کریمہ میں ان کفار کی ہلاکت کو نہایت معمولی امر قرار دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ اس امر سے کم تر تھے کہ ان کی ہلاکت کے لیے فرشتے بھیجے جاتے۔ روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حبیب نجار کو قتل کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کو حبیب کے لیے ان کفار پر سخت غصہ آیا اور انہیں فوراً عذاب میں گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۱۵۹، جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا [2] تفسیر القرطبی ۲۲/۴۰ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۶۰ [4] یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، حدیث نہیں۔ صاحب کشاف نے اسے مرفوع حدیث کیا ہے [5] تفسیر ابی السعود ۴/۲۵۲

زوردار اور ہیبت ناک چیخ ماری جس سے سب ہی لقمہ اجل بن گئے، اللہ تعالیٰ نے چنگھاڑ کو ان کی ہلاکت کا سامان بنایا۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ: ان لوگوں پر افسوس ہے جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ اور اس کی آیات کا انکار کیا۔ ان کے پاس جو پیغمبر بھی آیا انہوں نے ان کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ ہر دور میں ظالم مجرموں کی یہی عادت رہی ہے۔ حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے: بلاشبہ یہ کفار اپنے اوپر افسوس وحسرت کرنے کے سزاوار ہیں یا ان پر افسوس کیا جائے وہ اس کے سزاوار ہیں۔ بلاشبہ معاملہ اپنی شدت کی وجہ سے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ہر وہ شخص جو نہایت حسرت وغم میں ہو اور پھر اس طرف دیکھا جاتا ہے کہ وہ پیغمبروں کا مذاق اڑاتا ہے تو اس پر نہایت افسوس ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ان محروموں پر نہایت حسرت ہے چوں کہ انہوں نے ایمان کو کفر سے بدل دیا، سعادت کو شقاوت سے بدلا۔

کفار مکہ کو دعوت غور وفکر

آیت کریمہ میں کفار پر تعریض کی جا رہی ہے چوں کہ انہوں نے سید الانبیاء ﷺ کی تکذیب کی۔ جب کفار کی حالت کی مثال اہل قریہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے تو اب مشرکین کی توبیخ کی جا رہی ہے کہ وہ پہلے لوگوں کے انجام سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ: یعنی کیا یہ مشرکین نصیحت نہیں پکڑے ان لوگوں سے جنہیں ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا چوں کہ انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی، اور یہ جانتے بھی ہیں کہ ان ہلاک شدگان نے دنیا میں واپس لوٹ کر نہیں آنا۔[1] وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ: یعنی تمام گزشتہ امتیں اور جو امتیں آئیں گی سب کی سب قیامت کے دن حساب وکتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کی جائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا انہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ جملہ کفار کی ہلاکت کی خبر دینے کے بعد آیا ہے دراصل اس امر کی وضاحت کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ہلاک ہو جانے والوں کو ہلاکت کے بعد یوں ہی نہیں چھوڑ دے گا بلکہ انہیں حساب وکتاب اور ثواب وعذاب کے لیے جمع کرے گا۔[2]

بلاغت: ...... ان آیات کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ...... إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ: ...... میں إنَّ اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور اس قسم کو انکاری کہتے ہیں۔ إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ کفار کے ہدایت اور ایمان سے رکے رہنے اور انکار کرنے کی حالت کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بذریعہ طوق باندھ دیے گئے ہوں اور اس کا سر اوپر اٹھا ہو۔ نہ وہ نیچے دیکھ سکتا ہو اور نہ ہی دائیں بائیں۔ اسی طرح ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور وہ راہ ہی نہ پاتا ہو۔ اور یہ تشبیہ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے۔ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ: میں طباق ہے۔ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ: میں طباق سلب ہے۔ نَحْنُ نُحْيِي: میں تجنیس ناقص ہے چوں کہ بعض حروف میں تبدیلی ہے۔ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝ اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا: میں اطناب ہے اور اطناب فعل کو مکرر لانے کے ساتھ ہے۔ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ: میں حذف ہے اور عبارت محذوفہ پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔ یعنی جب اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا اور قوم نے اسے قتل کر دیا تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔ تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالُوا طَائِرُكُمْ: اور أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ مختلف آیات کریمات میں رعایت فاصلہ ہے اور یہ خصائص قرآن میں سے ہے۔ اس سے آنکھوں کو فرحت، دل کو سکون اور کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

تنبیہ: ...... قرآن عظیم میں بیان کردہ قصص اور خبروں میں ایجاز واختصار کو برتا گیا ہے اور یہ قرآن عظیم کے محاسن اور اس کی بلاغت کا اہم پہلو ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۱۶۱ [2] البحر المحیط ۷/۳۳۵

حقیقت میں اس ایجاز واختصار سے قصص کی روح کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے چوں کہ قصہ عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، اسی لیے قصہ میں شہر کا نام ذکر نہیں کیا گیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے شخص کا نام ذکر کیا گیا اور نہ ہی پیغمبروں کے نام ذکر کیے گئے۔ چوں کہ یہ تمام امور قصے کا ہدف نہیں ہوتے۔ اسی پر بقیہ قصص کو قیاس کر لیا جائے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ
الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ
الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ
اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ
فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ
وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا
خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ
اَطْعَمَهٗۤ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا
يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا ع ۳ ۲ - وقف لازم
مِنْ مَّرْقَدِنَا ؐ ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ وقف منزل
جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ
فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: ......اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ (۳۳) اور ہم نے اس میں کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیے۔ (۳۴) تاکہ وہ اس کے پھلوں سے

کھائیں اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔﴿۳۵﴾ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں سے ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائیں اور ان لوگوں کی جانوں میں سے اور ان چیزوں میں سے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے۔﴿۳۶﴾ اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں سو وہ اچانک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔﴿۳۷﴾ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا ہے یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست ہے علم والا ہے۔﴿۳۸﴾ اور اس نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی ٹہنی کی طرح رہ جاتا ہے۔﴿۳۹﴾ نہ تو سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ کر پہلے آسکتی ہے اور سب ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔﴿۴۰﴾ اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔﴿۴۱﴾ اور ہم نے ان کے لیے کشتی جیسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔﴿۴۲﴾ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں سو ان کی کوئی بھی فریاد رسی کرنے والا نہ ہو اور نہ انہیں چھٹکارا دیا جائے۔﴿۴۳﴾ مگر یہ کہ ہماری مہربانی ہو جائے اور ایک وقت مقررہ تک فائدہ دینا منظور ہو۔﴿۴۴﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔﴿۴۵﴾ اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے جو نشانی بھی ان کے پاس آتی ہے تو اس کی طرف سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں۔﴿۴۶﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ ان لوگوں کو کھلائیں جنہیں اللہ چاہے تو کھلا دے۔ بات یہی ہے کہ تم کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔﴿۴۷﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔﴿۴۸﴾ وہ لوگ بس ایک سخت آواز کے انتظار میں ہیں جو ان کو پکڑ لے اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں۔﴿۴۹﴾ سو نہ تو وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔﴿۵۰﴾ اور صور پھونکا جائے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔﴿۵۱﴾ وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! ہمیں کس نے ہماری لیٹنے کی جگہ سے اٹھا دیا، یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا اور پیغمبروں نے سچی خبر دی۔﴿۵۲﴾ بس وہ ایک چیخ ہوگی سو وہ سب ہمارے پاس حاضر کر دیے جائیں گے۔﴿۵۳﴾ سو اس دن کسی جان پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔﴿۵۴﴾ بلاشبہ آج جنت والے اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔﴿۵۵﴾ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گے، مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔﴿۵۶﴾ اس میں ان کے لیے میوے ہوں گے اور جو کچھ طلب کریں گے انہیں وہ ملے گا۔﴿۵۷﴾ مہربان رب کی طرف سے ان پر سلام ہوگا۔﴿۵۸﴾

ربط و تعارف: ......اوپر اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ اور ان کی ہلاکت کا ذکر کیا اور اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلائل قائم کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ زمین سے فصلیں اگانا، پھلوں کو پیدا کرنا، رات و دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، سورج اور چاند کا اپنے اپنے مدار میں حرکت کرنا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے پھر اس کے بعد بعث بعد الموت کے متعلق مشرکین کے شبہات کا ذکر کیا گیا اور پھر مختلف دلائل و براہین سے ان کا رد کیا گیا ہے۔

لغات: **اٰيَةٌ:** ......علامت جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہو۔ ابو عتاہیہ کہتا ہے:

فيا عجبًا كيف يعصى الالٰهُ أم كيف يجحده الجاحد
ولله في كلّ تحريكة وتسكينة أبدًا شاهد
وفي كلّ شئى له آية تدلّ على أنّه واحد

”تعجب ہے معبود حقیقی کی نافرمانی کیسے کی جاتی ہے اور انکار کرنے والا اس کے وجود کا کیسے انکار کر دیتا ہے۔ جب کہ ہر حرکت و ہر سکون میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر گواہ موجود ہے اور ہر چیز میں کوئی نہ کوئی علامت و نشانی موجود ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔“

الْاَزْوَاجَ: ......مختلف اصناف و انواع۔ **نَسْلَخُ:** السلخ: کھینچنا، کھینچ کر نکالنا، بکری کی کھال اتارنا۔ **الْعُرْجُوْنِ:** الانعراج سے مشتق ہے، ایک طرف مائل ہونا، العرجون کھجور کی ٹیڑھی ٹہنی جس پر کھجوریں لگی ہوں، جوہری کہتے ہیں: ٹیڑھی ٹہنی جس سے تنکے کاٹ لیے جائیں اور صرف خشک ٹہنی باقی رہے۔ **الْمَشْحُوْنِ:** اشیا سے بھری ہوئی۔ **صَرِيْخَ:** فریاد رس، داد خواہ۔ **يَخِصِّمُوْنَ:** اپنے امور میں مشغول، بایں طور کے اردگرد کے خرخشوں

سے غافل ہوں۔ اَلۡاَجۡدَاثِ: جدث کی جمع ہے بمعنی قبر۔ یَنۡسِلُوۡنَ: جلدی جلدی سے وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔ محاورہ ہے ''عسل الذئب ونسل'' بھیڑیے نے چلنے میں جلدی کی۔[1]

دلائل وحدانیت وقدرت باری تعالیٰ اور مظاہر قدرت سے بعث بعد الموت پر استدلال

تفسیر: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا: ......واضح نشانیوں اور ظاہری علامات جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں میں سے ایک عظیم نشانی یہ ہے کہ بالکل خشک زمین ہوتی ہے اس پر کوئی سبزہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی فصل ہوتی ہے ہم بارش کے ذریعے اسے زندہ کرتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: زمین کی موت اس کا خشک ہونا ہے اور اس کی زندگی پانی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ زمین پر بارش برساتا ہے تو زمین سبزے سے لہلہا جاتی ہے، سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ: ہم نے اس پانی کے ذریعے انواع واقسام کے غلہ جات زمین سے نکالے، تا کہ انسانوں کی غذا کے کام آئیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے پر متنبہ کیا ہے، نیز اپنی توحید وقدرت یاد دلائی ہے۔ چنانچہ زمین خشک ہوتی ہے پھر وہ سبزے اور غلہ جات سے زندہ ہو جاتی ہے۔ یہی غلہ انسانوں کی خوراک بنتا ہے۔[2] وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ: اور ہم نے زمین میں سرسبز وشاداب باغات پیدا کیے جس میں انواع واقسام کی کھجوریں اور انگور ہیں۔ وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا مِنَ الۡعُيُوۡنِ: زمین میں ہم نے شیریں پانی کے چشمے جاری کیے اور بہت سارے دریا بہا دیے۔ لِيَاۡكُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتۡهُ اَيۡدِيۡهِمۡ: تا کہ انسان اوپر مذکورہ باغات کے پھلوں میں سے کھائیں، یعنی ان باغات میں سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں اور ان میں سے جو انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے لگائے ہیں اور کاشت کیے ہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے فصلوں کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اس پر پھلوں کا عطف کیا، یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے، انسانوں کی محنت اور کاوش سے نہیں اور نہ ہی اس میں انسانوں کی کوئی قوت وقدرت شامل ہے، اسی لیے فرمایا: اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ: اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعامات کیے ہیں ان پر یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے؟ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ''ما'' بمعنی الذی لیا ہے یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ پھلوں میں سے کھائیں اور اور ان باغات کے پھلوں میں سے کھائیں جو انسانوں نے کاشت کیے ہیں۔[3] سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بزرگی والا ہے جس نے تمام اصناف کو پیدا کیا جو مختلف رنگوں، ذائقوں اور شکلوں کی ہیں۔ مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ: ان چیزوں میں سے جو زمین اگاتی ہے یعنی درخت، فصلیں، پھل اور خود ان انسانوں میں سے بھی مذکر اور مؤنث ہیں، اور مخلوقات عجیبہ میں سے جسے یہ نہیں جانتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ (سورۃ الذاریات، آیت ۴۹)

ہم نے ہر چیز کی جوڑے جوڑے بنائے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيۡلُ ۖۚ نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ: ......ہماری قدرت کاملہ پر انسانوں کے لیے ایک اور علامت ہے اور وہ رات ہے، جس سے ہم دن کی روشنی سلب کرتے ہیں اور یوں رات کو دن سے الگ کر لیتے ہیں، یکایک انسان تاریکی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ کائنات میں اصل تاریکی ہے جب کہ روشنی عارضی ہے چنانچہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے دن کے اجالے کو رات سے کشید (کھینچ) کر لیا جاتا ہے تو روشنی ختم ہو جاتی ہے اور مطلع اصل حالت یعنی تاریکی میں آ جاتا ہے۔ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا: انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی ایک اور نشانی سورج ہے جو مدار میں محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چلتا ہے، وہ اپنے مقررہ مدار سے آگے تجاوز نہیں کرتا اور نہ چوکتا ہے۔ آفتاب تا قیامت چلتا ہے یہاں تک کہ اس کا چلنا منقطع ہو جائے یہ وہ وقت ہوگا جب سارا عالم تباہ ہو جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے

[1] القرطبی ۱۵/ ۳۱، والقاموس المحیط والصحاح [2] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۲۵ [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۶۲

گی۔ مُسْتَقَرٍّ کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اول: یہ کہ سورج کی مستقر سے مراد مستقر مکانی ہے اور وہ عرش معلٰی کے نیچے کی جگہ ہے جو زمین تک چلی آتی ہے اور یہ خلا ہے، چنانچہ بخاری کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہو جاتا ہے؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سورج چلتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کر لے، الحدیث۔ دوم: مستقر سے مراد منتہائے سیر ہے یعنی سورج کے چلنے کی انتہا جہاں ہوگی اور وہ روز قیامت ہے۔ چنانچہ سورج کا چلنا ختم ہو جائے گا اس کی حرکت سکون میں بدل جائے گی، اور یہ عالم اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ اس میں دوسری قرأت لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا: یعنی سورج کو قرار اور سکون نہیں ہے بلکہ سورج دن ہو یا رات برابر چلتا رہتا ہے وقفہ نہیں کرتا۔[1] ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ: سورج کا یہ چلنا اور اس کا مدار میں تیرنا نہایت شاندار انتظام اور غیر معمولی حساب کے مطابق ہے اور یہ رب تعالیٰ کا اپنی کائنات میں مقرر کیا ہوا نظام ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ: ...... اور ہم نے چاند کی چال کو اس کی مختلف منازل میں مقرر کر دیا ہے اور وہ مہینوں کی تعیین کے لیے برابر محو سفر رہتا ہے۔ چاند کی ۲۸ دنوں میں ۲۸ منزلیں ہیں، ہر رات چاند اپنی ایک منزل میں اُترتا ہے اس کے آگے تجاوز نہیں کرتا اور نہ ہی منزل سے چوکتا ہے۔ چاند جب اپنی آخری منزل میں ہوتا ہے بال کی طرح باریک اور کمان کی مانند خم لیے ہوئے رہ جاتا ہے حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ: یہاں تک کہ چاند کھجور کی خشک شاخ کی مانند ہو جاتا ہے۔ العرجون سے مراد کھجور کی پرانی خشک ٹہنی ہے جو کمان کی طرح ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے چاند کو مہینوں کی تعیین اور پہچان کے لیے محو سفر کر دیا ہے جیسے آفتاب کو دن رات کی پہچان کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ سورج اور چاند کی چال میں تفاوت ہے، چنانچہ سورج ہر دن طلوع ہوتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے گرمی و سردی کے موسموں میں سورج کے طلوع و غروب کی جگہیں بدلتی رہتی ہیں، جس کی وجہ سے کبھی دن طویل ہو جاتا ہے اور کبھی رات، اور کبھی دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور کبھی رات، سورج دن کا سیارہ ہے۔ رہی بات چاند کی سو اللہ تعالیٰ نے اس کی منازل مقرر کر دی ہیں مہینے کی پہلی رات نہایت باریک صورت میں طلوع ہوتا ہے اور مدہم روشنی لیے ہوتا ہے، پھر دوسری رات اس کی روشنی بڑھ جاتی ہے اور ایک منزل اور بلند ہو جاتا ہے۔ پھر جوں جوں اس کی منزلیں بڑھتی جاتی ہیں روشنی میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ چودھویں کی رات مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر یہاں سے مہینے کے آخر تک برابر گھٹتا رہتا ہے حتیٰ کہ کھجور کی خشک ٹہنی کی مانند خم لیے ہوئے رہ جاتا ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: عرجون سے مراد کھجور کی خشک ٹہنی ہے جس کے پتے گر گئے ہوں اور وہ ٹیڑھی ہو گئی ہو۔ پھر مہینے کے آخر میں نیا چاند بن کر ابھر آتا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ: ایسا ممکن نہیں کہ رات کے وقت سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں اور سورج چاند کی روشنی کو محو کر دے۔ ایسا ہو جانے سے نباتات کی سبزہ زاری میں خلل واقع ہو جاتا اور انسانوں کی مصلحتیں فوت ہو جاتیں۔ طبری کہتے ہیں: یعنی سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور اس کی روشنی ختم کر ڈالے اور تمام وقت دن ہی دن ہو اور رات کا نام و نشان ہی نہ ہو۔ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ: اور رات بھی دن پر سبقت نہیں لے جاتی کہ دن کو جا پکڑے اور ہمہ وقت رات ہی رات ہو۔[2] وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ: یعنی سورج، چاند، ستارے سبھی آسمان کے مدار میں تیر رہے ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: سورج، چاند اور ستارے، آسمان، و زمین کے درمیانی فلک میں ہیں۔ اس حال میں کہ کسی چیز کے ساتھ ملصق (ملا ہوا) نہیں اگر ایسا ہوتا تو ان میں حرکت نہ ہوتی۔[3] آیت سے غرض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ بیان کرنا ہے کہ وہ کس باریکی اور کمال کے ساتھ اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے، چنانچہ سورج کا اپنا مدار ہے، چاند کا اپنا مدار ہے اور ہر سیارے کا اپنا اپنا مدار ہے، وہ اس مدار سے تجاوز نہیں کرتا، اور ایسا بھی نہیں ہوتا کہ ایک سیارہ دوسرے پر چڑھ دوڑے اور اس کی چال میں خلل ڈالے۔ جیسا کہ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: ہر سیارے کی ایک حد اور نشانی مقرر ہے وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا اور نہ ہی اس حد سے چوکتا ہے۔ یہاں تک کہ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے اور قیامت آ جائے، چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کو جمع کر دے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۶۲ [2] تفسیر الطبری ۲۳/ ۶ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۳۳

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ سورج اور چاند کو جمع کرلیا جائے گا۔(سورۃ القیامۃ. آیت ۹)

کائنات کا نظام خلل کا شکار ہوجائے گا، قیامت قائم ہوجائے گی، بشری زندگی انتہا کو پہنچ جائے گی اور اس زمینی سیارے کی مدت پوری ہوجائے گی۔[1] وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ:...... ہماری کمال قدرت پر دوسری علامت جو لوگوں کے لیے بالکل واضح ہے، وہ یہ کہ ہم نے ان کے آباؤ اجداد (آدم کی اولاد) کو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار کیا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اس میں ہر صنف کے دو دو جوڑے سوار کر لیے جائیں۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت میں اولاد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے چوں کہ اولاد پر احسان ابلغ ہوتا ہے۔[2] وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ: اور ہم نے ان کے لیے نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح بڑی بڑی کشتیاں پیدا کر رکھی ہیں، جن میں وہ سوار ہوتے ہیں اور دور دراز علاقوں تک پہنچتے ہیں۔ کشتی کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے جب کہ کشتیوں کو انسان اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں، چوں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کی تعلیم دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کشتی سے مراد اونٹ اور دوسری سواریاں ہیں، چنانچہ اونٹ خشکی کی کشتی ہوتا ہے۔[3] وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ: اگر ہم چاہیں ان کو سمندر میں غرق کر دیں اور پھر ان کو کوئی بھی فریاد رس نہ ہو۔ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ: اور پھر انہیں غرق ہونے سے بچانے کی استطاعت کوئی بھی نہ رکھتا۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ: ہمارے سوا ان کا کوئی بھی جان بچانے والا نہیں ہے، ہم محض اپنی رحمت سے انہیں بچاتے ہیں اور مقررہ مدت تک زندگی کا نفع اٹھانے کا موقع دیتے ہیں۔

انسان اور مجری سفر

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے کہ انسانوں کا کشتیوں پر سمندر میں سوار ہونا اور سفر کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، چنانچہ کشتی میں سوار انسانوں، ساز و سامان سے بھری کشتی پانی کی سطح پر تیر رہی ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانی ہے، چنانچہ انسانوں کو کشتی میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سوار کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کا خدائی راز ہے جس کے ذریعے اس کائنات کا نظام محکم کر رکھا ہے۔ چنانچہ کشتی، پانی اور ہوا اپنے اپنے خواص کے ساتھ خدائی حکم کے پابند ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی تخلیق سے ہے۔ بحر بیکراں میں کشتی اس طرح تیر رہی ہوتی ہے جیسے فضا میں اڑتا ہوا پرندہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہو کشتی سواروں کو لیے ہوئے غرق آب ہوجائے۔ جو لوگ سمندر میں سفر کرتے ہیں، خطرات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، سمندری طوفانی موجوں کا خوف ان کے پیٹ میں ہول اٹھاتا ہے، اب کے انہیں رب تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا اچھی طرح سے احساس ہوتا ہے اور یقین ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت نجات دہندہ ہے اور محض اس کی رحمت ہے جو سمندر کی سطح پر کشتی کو تھامے رکھتی ہے۔ انہیں آیت کریمہ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا: کا معنی سمجھ آجاتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو کمال قدرت والی ہے اور رحمت والی ہے۔

کفار کی روگردانی اور استہزا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ:...... اوپر خدا تعالیٰ کی قدرت کے دلائل اور اس کی رحمت کے آثار ذکر کیے گئے اب یہاں مشرکین کے حق سے غافل ہونے اور ہدایت و ایمان سے اعراض کرنے کے بارے میں خبر دی جارہی ہے، مشرکین نے ایمان سے منہ موڑا ہوا ہے باوجود یہ کہ حق کی نشانیاں اور شواہد بالکل واضح ہیں۔ آیت کا معنی ہے: جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اس کی ناراضی سے ڈرو اور پہلی امتوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی جس کی بسبب ان پر عذاب نازل ہوا ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ تمہیں جس عذاب سے واسطہ پڑنے والا ہے اس سے ڈرو، تاکہ تمہارے اوپر رحم کیا جائے۔ جواب شرط محذوف ہے اس کی تقدیری عبارت یوں ہے: اَعْرَضُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا: یعنی مشرکین نے منہ موڑ لیا۔ اس تقدیری عبارت پر یہ آیت دلالت کرتی ہے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝

---

[1] سید قطب رحمہ اللہ کہتے ہیں سیاروں اور ستاروں کے درمیان بہت بڑے بڑے فاصلے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مقرر کر رکھے ہیں، چنانچہ ایک سیارہ دوسرے سے نہیں ٹکرانے پاتا۔ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۶۴ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۳۵

قرطبی کہتے ہیں: جواب شرط محذوف ہے اور اس کی تقدیری عبارت یہ ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ذٰلِكَ أَعۡرَضُوا: یعنی جب ان سے یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ اعراض کر جاتے ہیں۔ اس تقدیر کی دلیل بعد والی آیت ہے: وَمَا تَأۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ: تاہم تقدیری عبارت کے عوض اسی پر اکتفا کر لیا گیا۔[1] وَمَا تَأۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ: ان مشرکین کے پاس واضح علامتوں میں سے کوئی بھی علامت آتی ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر دلالت کرتی ہے (جیسے معجزات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرتے ہیں) تو یہ تکذیب اور مذاق اڑاتے ہوئے اعراض کر جاتے ہیں۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیات کی اضافت رب تعالیٰ کی طرف تفخیم شان کے لیے ہے، چوں کہ جس چیز پر کفار جرأت مندی کرتے ہیں اور ان آیات کے پیچھے آنے والی ہے اس کی ہولناکی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ آیات سے مراد یا تو آیات تنزیلیہ ہیں ان میں سے آیات ناطقہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب کاریگری کو واضح کرتی ہیں۔ یا آیات سے مراد آیات تکوینیہ ہیں جن میں معجزات بھی شامل ہیں۔ اور وہ چیزیں بھی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ وَإِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ: جب ان کفار سے بطور نصیحت کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کا کچھ حصہ فقرا، مساکین پر خرچ کرو۔ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطۡعَمَهٗۤ: تو کفار مؤمنین کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں: کیا ہم ان لوگوں پر اپنا مال خرچ کریں جن کو اللہ تعالیٰ نے فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے؟ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ: یعنی اے مؤمنین! تم صاف واضح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو، چوں کہ تم ہمیں حکم دیتے ہو کہ ہم اپنا مال غریبوں فقیروں پر خرچ کریں۔

تقسیم رزق میں فقر و غنا کی حکمت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مکہ میں زندیقوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی جب انہیں مسکینوں پر صدقہ کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ کہتے: اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے جس آدمی کو اللہ نے فقیر کر دیا ہم اسے کیوں کھلائیں پلائیں، یہ فقرا ہیں تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم سے ان کو کھلانے کا مطالبہ کرتے ہو؟ مگر یہ لوگ نہیں جانتے کہ رزق کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے اپنی بعض مخلوق کو مال دار بنا دیا ہے اور بعض کو فقیر، تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ مالی دار کتنا مہربان ہوتا ہے اور فقیر کتنا صبر کرتا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فقیر سے دنیا کو روک دیا ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بخل کیا۔ مال دار کو فقیر پر خرچ کرنے کا حکم دیا ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مال دار کے مال کے کوئی حاجت پڑ گئی، لیکن ابتلا کے لیے ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اس کی مشیت اور اس کے حکم پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

مشرکین کا انکارِ قیامت اور قیامت کا اچانک آنا

لَا يُسۡـَٔلُ عَمَّا يَفۡعَلُ وَهُمۡ يُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۳)

اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس کا اس سے سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ انسانوں سے سوال کیا جائے گا۔

اس کے بعد مشرکین کے آخرت کے انکار کی خبر دی گئی ہے اور قیامت کے انکار کی بھی خبر دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ: جس قیامت سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ کب ہوگی؟ وہ عذاب کب ہوگا جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی، حساب کتاب ہوگا اور عذاب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا: مَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ: یہ صرف ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اچانک آن پکڑے گی اور انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔ وَهُمۡ يَخِصِّمُوۡنَ: اس حال میں وہ بازاروں میں مختلف معاملات کے بارے میں حجت بازی کر رہے ہوں گے۔ انہیں صرف چنگھاڑ کا پتہ چلے گا جو انہیں آن دبوچے گی، اور وہ اپنے گھروں میں مر جائیں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ: یہ نفخہ فزع ہوگا، اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جب کہ لوگ حسب

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۳۶

عادت کاروبار زندگی میں مصروف ہوں گے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا وہ صور پھونکیں گے جو کہ طویل ہوگا، سطح زمین پر کوئی بھی باقی نہیں رہے گا جس کی گردن ٹیڑھی نہ ہوجائے اور وہ آسمان کی طرف سے آواز سنے گا۔[1] چناں چہ اسی مضمون کو آگے آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ: پھر وہ ایک دوسرے کو کسی بات کی وصیت نہیں کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھروں کو واپس جاسکیں گے، چوں کہ قیامت کا وقوع بہت جلد ہوجائے گا۔ حدیث میں ہے: بخدا! قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ دو آدمی کپڑا پھیلائے بھاؤ تاؤ لگا رہے ہوں گے نہ ہی وہ اس کپڑے کو خرید پائیں گے اور نہ ہی لپیٹ سکیں گے کہ قیامت قائم ہوجائے گی، بخدا! قیامت یوں اچانک قائم ہوگی کہ ایک شخص مٹی گارے سے اپنا حوض درست کررہا ہوگا، وہ اس سے پانی نہیں پی پائے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی، بخدا! قیامت یوں اچانک قائم ہوگی کہ آدمی نوالہ اٹھا کر منہ کی طرف لائے گا اسے کھا نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔[2] اس موقع پر دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور اسے نفخۂ صعق کہا جاتا ہے جس سے تمام زندہ اشیا موت کے منہ میں چلی جائیں گی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات زندہ رہے گی۔ پھر اس کے بعد تیسری بار صور پھونکا جائے گا اور اسے نفحہ بعث ونشور کہا جاتا ہے۔ جس سے تمام لوگ قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔ آگے آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

قبروں سے اٹھنے کے وقت مُردوں کی حالت

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ:...... صور پھونکا جائے گا۔ یکا یک مردے قبروں سے نکلیں گے اور جلدی سے لپک رہے ہوں گے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: يَنْسِلُوْنَ: کا معنی ہے وہ جلدی سے باہر نکل رہے ہوں گے۔ "النسلان" چلنے میں تیزی کرنا۔[3] قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا: ہائے ہماری ہلاکت! وہ کون ہے جس نے ہمیں قبروں سے باہر نکال دیا؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ قبروں میں انہیں عذاب نہیں ہوا۔ چوں کہ عذاب آخرت کی بنسبت عذاب قبر نیند کے مترادف ہے، جب کفار یہ بات کہیں گے فرشتے یا مؤمنین انہیں جواب دیں گے۔[4] هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ: یہی چیز ہی یعنی بعث بعد الموت، حساب وکتاب اور جزا وسزا ہے جس کا تم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو خبریں دی تھیں وہ سچ ثابت ہوئیں۔ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ: ان کے دوبارہ اٹھائے جانے کا معاملہ بس، ایک زوردار آواز کی صورت میں ہوگا جو کہ اسرافیل علیہ السلام لگائیں گے، یکا یک سب لوگ ہمارے پاس حاضر ہوجائیں گے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آواز اسرافیل علیہ السلام کا یہ قول ہوگا: "اے بکھری ہوئی ہڈیو! توڑ پھوڑ کا شکار ہوجانے والے جوڑو! اے متفرق اجزا! جسم سے الگ ہوجانے والے بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں مجتمع ہوجانے کا حکم دیتا ہے تاکہ اپنا دوٹوک فیصلہ صادر کرے۔ پھر صور میں پھونکا جائے گا یکا یک سب ہی لوگ میدان حساب میں جمع ہوجائیں گے۔[5] فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اس دن (یعنی روز قیامت) میں کسی بھی جان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، برابر ہے کہ یہ جان نیکوکار ہو یا فاسق وفاجر چنانچہ کوئی انسان کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آخرت میں کہی جانے والی بات کی حکایت ہے۔ جب کفار عذاب کو تیار دیکھیں گے اور حق بات متحقق ہوجائے گی، اس میں کفار کو مزید ڈانٹ بھی پلائی جارہی ہے۔[6]

کچھ تذکرہ اہل ایمان کا

اوپر گناہگاروں کے انجام کی خبر دی گئی ہے اور اب آگے نیکوکاروں کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ: اس جزا والے دن اہل جنت لذات، عیش وعشرت اور نعمتوں میں مشغول ہوں گے، اہل دوزخ کی انہیں کوئی فکر نہیں ہوگی، حوروں

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۶۵۔ [2] اخرجہ البخاری [3] الطبری ۲۳/ ۱۱ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۶۶ [5] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۲۸۳ [6] ابوالسعود ۴/ ۲۵۷

کے ساتھ جنسی لذت اٹھا رہے ہوں گے، کھانے پینے اور سماع جیسے امور سے لطف اٹھا رہے ہوں گے۔ ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت نعمتوں میں مشغول ہوں گے اور ہر طرح کے کھٹکے سے بے پرواہ ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اہل جنت حوروں میں مشغول ہوں گے اور اپنی بیویوں سے گیت سننے میں مشغول ہوں گے، وہ اہل دوزخ سے لاپرواہ ہوں گے ان کا ذکر تک نہیں کریں گے، تاکہ ان کی خوشگواری پھیکی نہ پڑ جائے۔ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ: جنتی اپنی بیویوں کے ساتھ باغات کے سایوں تلے پردوں اور رنگا رنگ کپڑوں سے آراستہ تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ جنت کا موسم نہایت خوشگوار ہوگا نہ زیادہ گرمی ہوگی اور نہ ہی سردی۔ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ: اہل جنت کے لیے مختلف انواع و اقسام کے پھل ہوں گے۔ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ: جنت میں ان کے لیے وہ تمام آسائشیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ (سورۃ الزحرف، آیت ۷۱)
جنت میں وہ وہ چیزیں ہوں گی جو نفوس چاہیں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی۔

جنتیوں کو باری تعالیٰ کا سلام اور اہل جنت کا دیدار رب سے لطف اندوز ہونا

سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ:...... انہیں رحمت والے پروردگار کی طرف سے عزت افزائی و تکریم کا سلام کہا جائے گا۔ حدیث میں ہے: اہل جنت نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے یکا یک ایک نور کا ظہور ہوگا، اہل جنت سر اٹھا کر اسے دیکھیں گے اچانک رب تعالیٰ اس نور سے جنتیوں پر جلوہ افروز ہوگا اور اللہ تعالیٰ کہے گا: اے اہل جنت! السلام علیکم! اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے: سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ: چناں چہ جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف دیکھے گا۔ جب تک جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے رہیں گے کسی اور نعمت کی طرف ان کا مطلق التفات نہیں ہوگا یہاں تک اللہ تعالیٰ خود ہی جنتیوں سے پردہ فرمائے۔ اس کے بعد بھی نور خداوندی اور برکات جنتیوں کے گھروں میں باقی رہ جائیں گی۔[1]

بلاغت:...... ان آیات کریمات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔
وَاٰيَةٌ لَّهُمُ:...... میں تنکیر برائے تفخیم و تعظیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر عظیم الشان نشانی۔ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا: محنت اور زندگی، رات و دن کے درمیان طباق ہے۔ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ: میں دن کی روشنی کو اور رات کی ظلمت کے چھٹ جانے کو بکری کی کھال اتارنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اَلسَّلْخُ کا استعارہ ہے اخراج کے لیے اور اس سے مضارع نَسْلَخُ مشتق ہے جو کہ بمعنی نخرج ہے اور یہ استعارہ تصریحیہ کے طور پر ہے جو کہ بلیغ استعارہ ہے۔ رات اور دن میں صنعت طباق بھی ہے۔ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ: میں تشبیہ مجمل مرسل ہے جب کہ وجہ شبہ تین چیزوں سے مرکب ہے: باریکی، منحنی ہونا، اور زردی مائل ہونا۔ وجہ شبہ مذکور نہیں اس لیے یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ: میں مسند الیہ کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ حکم منفی کو تقویت حاصل ہو۔ یہ ترکیب اس ترکیب سے زیادہ بلیغ ہے: لَا لِلشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ: نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سورج کو کام میں لگایا گیا ہے وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ کا قول أنت لا تکذب زیادہ بلیغ ہے بنسبت لاتکذب کے۔ پہلی ترکیب کذب کی نفی میں زیادہ سخت ہے۔ یہ قرآنی اسرار میں سے ایک سر ہے۔ فتدبر۔[2] وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ: میں غیر عاقل کو عاقل کی جگہ اتارا گیا ہے۔ چنانچہ سورج چاند ستاروں کے لیے جمع مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے، جب کہ تیرنا عقلا کی صفت ہے۔[3] قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا: میں طباق ہے جب کہ اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ: میں استفہام برائے تہکم ہے۔ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ. وَفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ. وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ. فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ: اور اسی طرح ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ. حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

[1] اخرجہ ابن ابی حاتم وقال ابن کثیر وفی اسنادہ نظر [2] حاشیۃ الشیخ زادہ علی البیضاوی ۳/۱۳۲ [3] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۲۲۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ (وقف غفران)
تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ
لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ (۴۲)
الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ (وقف لازم)
فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا
يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا
هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ
يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ
نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ (وقف غفران)
مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾
فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ (۵)

ترجمہ:...... اور اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔ ﴿٥٩﴾ اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت مت کرنا، بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ ﴿٦٠﴾ اور میری عبادت کرنا یہ سیدھا راستہ ہے۔ ﴿٦١﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ شیطان نے تم میں سے کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے تھے؟ ﴿٦٢﴾ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ﴿٦٣﴾ آج تم اس میں داخل ہو جاؤ اپنے کفر کی وجہ سے۔ ﴿٦٤﴾ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ ﴿٦٥﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیتے سو وہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے سو اُن کو کہاں نظر آتا۔ ﴿٦٦﴾ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے، اس طرح پر کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس کی وجہ سے یہ نہ آگے چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے۔ ﴿٦٧﴾ اور ہم جس کو زیادہ عمر دے دیتے ہیں اسے طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ ﴿٦٨﴾ اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر ان کے لائق ہے۔ وہ تو بس ایک

نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے۔﴿۶۹﴾ تا کہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔﴿۷۰﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے ان چیزوں میں سے جو ہمارے ہاتھوں نے پیدا کیں مویشی پیدا کیے ہیں سو وہ ان کے مالک ہیں۔﴿۷۱﴾ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا فرماں بردار بنا دیا ہے سو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ان کی سواریاں ہیں اور بعض ایسے ہیں جنہیں وہ کھاتے ہیں۔﴿۷۲﴾ اور ان مویشیوں میں ان کے لیے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں سو کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔﴿۷۳﴾ اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کر دی جائے گی۔﴿۷۴﴾ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لیے ایک فریق ہو جائیں گے جو حاضر کر دیے جائیں گے۔﴿۷۵﴾ سو آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔﴿۷۶﴾ کیا انسان کو اس کا علم نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا سو اچانک وہ اعلانیہ طور پر جھگڑالو ہو گیا۔﴿۷۷﴾ اور ہمارے بارے میں مثل بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ اس نے کہا کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالاں کہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔﴿۷۸﴾ آپ فرما دیجیے کہ انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔﴿۷۹﴾ جس نے تمہارے لیے ہرے درخت سے آگ پیدا کی سو اچانک تم اس میں سے جلاتے ہو۔﴿۸۰﴾ جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرما دے، ہاں وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔﴿۸۱﴾ اس کا معمول یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔﴿۸۲﴾ سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔﴿۸۳﴾

ربط و تعارف:...... اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کا ذکر کیا اور جن نعمتوں میں وہ عیش و عشرت کریں گے ان کا ذکر کیا پھر اس کے بعد اشقیا و فجار اور ان کی تباہی و بدحالی کا ذکر کیا جیسا کہ ترغیب و ترہیب کا قرآنی اسلوب ہے۔ سورۂ مبارکہ کے آخر میں بعث بعد الموت اور حساب و جزا کے دلائل بیان کیے ہیں۔

لغات: اِمْتَازُوا:...... جدا ہو جاؤ، الگ ہو جاؤ۔ التمییز دو چیزوں کے درمیان فرق کرنا۔ جِبِلًّا: جبلة کی جمع ہے، جیم کی کسرہ کے ساتھ بمعنی مخلوق۔ اس سے ہے۔ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿ (سورۃ الشعراء، آیت ۱۸۴) "جبل اللہ الخلق" سے مشتق ہے بمعنی خلقھم۔ طَمَسْنَا: الطمس: کسی چیز کو اس طرح ختم کر دینا کہ اس کا اثر بھی باقی نہ رہے۔ اِصْلَوْهَا: داخل ہو جاؤ جہنم میں اور اس کی آگ کا مزہ چکھو۔ مَسَخْنٰهُمْ: المسخ: ایک صورت سے بدصورتی میں کسی کو منتقل کر دینا، شکل بگاڑ دینا۔ نُعَمِّرْهُ: اَلتَّعْمِيْر: لمبی عمر دینا یہاں تک کہ بڑھاپا آ جائے۔ نُنَكِّسْهُ: التنکیس: سر اور ایڑھی کے بل کسی چیز کو الٹ پلٹ دینا۔ مقولہ ہے: نکست الشیئ نکسًا یعنی میں نے اس چیز کو سر کے بل الٹ پلٹ دیا۔ اسی سے ہے: ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ: (سورۃ الانبیاء ۶۵) رَمِيْمٌ: بوسیدہ چیز، بوسیدہ ہڈی۔

شان نزول:...... روایت ہے کہ ابی بن خلف رؤسائے قریش میں سے تھا، وہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ ہڈی لیے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے ہتھیلی پر ہڈی رگڑ کر کہا: اے محمد! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو بوسیدہ ہو جانے کے بعد زندہ کرے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جی ہاں اسے زندہ کرے گا۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا اور دوزخ میں پھینک دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾[1]

تفسیر:...... نیکوکاروں کا حال بیان کرنے کے بعد اب اشقیا کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ: اے کفار مجرمین کی جماعت! میرے مؤمن بندوں سے الگ ہو جاؤ۔ ان سے ایک طرف ہو جاؤ۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار کو یہ بات اس وقت کہی جائے گی جب کفار سوالات کے لیے میدان محشر میں کھڑے ہوں گے اور جب مؤمنین کو جنت میں چلے جانے کا حکم دیا جائے گا۔[2] اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ: استفہام برائے توبیخ ہے اور یہ کفار مجرمین کی توبیخ ہے۔ یعنی اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں پیغمبروں کی وساطت (واسطے) سے حکم نہیں دیا تھا؟ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ: کہ شیطان تمہیں میری جس معصیت کی طرف بلا رہا ہے اس میں اس کا کہنا نہ مانو۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/۵۸۔ والبحر المحیط ۷/۳۴۸ [2] تفسیر القرطبی ۱۵/۴۶

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ:...... نہی کی تعلیل ہے۔ یعنی چوں کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کی دشمنی کھلم کھلا ہے۔ بھلا انسان اپنے دشمن کا کہا کیسے مان سکتا ہے؟ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ: اور میں نے تمہیں حکم دیا کہ صرف میری عبادت کرو، میری توحید کا اقرار کرو، میری طاعت کرو اور میرا حکم بجالاؤ۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ: یہی صحیح دین ہے اور یہی حق کا سیدھا راستہ ہے۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا: یہ تعلیل کی تاکید ہے یعنی تم میں سے کثیر مخلوق کو شیطان نے گمراہ کیا ہے، اور راہ حق سے انہیں پھیر دیا ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی شیطان نے تم میں سے بہت ساروں کو میری طاعت سے روک دیا حتیٰ کہ وہ شیطان کی عبادت کرنے لگے۔[1] اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ: کیا تمہارے پاس عقل نہیں جو تمہیں شیطانی کی طاعت سے باز رکھے گا اور تمہارے پروردگار کے حکم کی مخالفت کرنے سے روکے؟ کفار فجار کی یہ دوسری توبیخ ہے۔ اس کے بعد کفار کو عذاب کی خبر دی جارہی ہے جس کے وہ منتظر ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ: یہ دوزخ کی آگ ہے جس سے تمہیں پیغمبر ڈراتے رہے اور تم پیغمبروں کی تکذیب کرتے رہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کفار سے خطاب ہے اور وہ جہنم کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ اس سے مقصد کفار کی توبیخ مزید ہے۔[2] اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ: آتش دوزخ کی تپش کا مزا چکھو چوں کہ تم دنیا میں کفر کرتے رہے ہو۔ امر برائے اہانت وتحقیر ہے جیسے کہ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ: عذاب کا مزہ چکھو تو بڑا عزت وشرف والا تھا۔ (سورۃ الدخان، آیت ۴۹)

روزِ قیامت کفار کی رسوائی خود اُن کے اعضا کی زبانی

اس کے بعد روز قیامت میں کفار کی رسوائی کی خبر دی گئی ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ: قیامت کے دن کفار کے منہ پر مہر لگادی جائے گی جس کی وجہ سے وہ کلام نہیں کر پائیں گے۔ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: ان کے خلاف ان کے اعضا ہاتھ و پاؤں گواہی دیں گے اور ان کے قبیح اعمال واضح ہوجائیں گے۔ ابن جریر اور طبری رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن کافر اور منافق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا، رب تعالیٰ ان پر ان کے اعمال پیش کرے گا وہ ان اعمال سے مکر جائیں گے اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! فرشتے نے یہ اعمال میرے نامۂ اعمال میں یوں ہی لکھ دیے ہیں جب کہ میں نے یہ اعمال نہیں کیے، فرشتہ کہے گا: کیا تو نے یہ عمل فلاں دن فلاں جگہ نہیں کیا؟ وہ جواب دیں گے: اے ہمارے پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم میں نے یہ عمل نہیں کیا۔ جب وہ یہ بیان دیں گے ان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضا بولنا شروع کردیں گے۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ:[3] حدیث میں ہے: بندہ کہے گا: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھے ظلم سے دور نہیں کردیا؟ رب تعالیٰ کہے گا: جی ہاں ضرور دور کردیا ہے۔ بندہ کہے گا: میں اپنے خلاف گواہ نہیں مانتا، مگر ایسا گواہ جو میری ذات ہی سے تعلق رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: آج تیری ذات تجھ پر بطور گواہ کافی ہے اور اعمال لکھنے والے فرشتے بطور گواہ کافی ہیں۔ پھر اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا: تم بولو، چنانچہ اس کے اعضا اس کے کیے ہوئے اعمال کو بیان کرنا شروع کریں گے۔ پھر اس کے درمیان اور اس کے اعضا کے درمیان سے رُکاوٹ ختم کردی جائے گی اور وہ کہے گا: تمہاری ہلاکت ہو، تمہاری وجہ ہی سے تو میں جھگڑ رہا تھا۔[4]

اللہ تعالیٰ اعضا کے بگاڑنے پر قادر ہے

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ:...... اگر ہم چاہیں انہیں اندھا کردیں پھر یہ اپنے راستے کو تلاش کرتے پھریں جیسے کہ اندھوں کی عادت ہوتی ہے، بھلا انہیں اس وقت کیا سجھائی دے گا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں راہ ہدایت دیکھنے سے اندھا کردیں پھر یہ حق کا راستہ کبھی بھی نہ پاسکیں۔[5] آیت میں کفار قریش کو دھمکی دی جارہی ہے۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ: اگر ہم چاہیں تو یہ اپنی جس جگہ بیٹھیں ہوں وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی صورتیں بگاڑ دیں۔ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ: جب ان کی

[1] تفسیر الطبری ۲۳/۱۶ [2] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/۲۹ [3] الطبری ۲۳/۱۷ [4] جزء الحدیث اخرجہ الامام مسلم [5] تفسیر القرطبی ۱۵/۴۹

اپنی جگہوں میں ان کی صورتیں کی صورتیں بگاڑ دی جائیں تو وہ نہ آگے جاسکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں یہ کفار کو دوسری دھمکی ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کی صورتیں مسخ کرنے پر قدرت رکھنے کے دلائل ذکر کیے ہیں۔وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ: اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو تخلیقی اعتبار سے مختلف اطوار میں اسے الٹ دیتے ہیں جسے بچہ ہوتا ہے جو کچھ بھی نہیں جانتا۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ بڑھاپے کی حالت کو پہنچ جاتا ہے جو کہ بچپن کی حالت کے مشابہ ہوتی ہے۔چنانچہ درازی عمر جوانی کو بڑھاپے میں بدل دیتی ہے اور قوت کو ضعف میں بدل دیتی ہے۔اور ہر چیز میں نقص آجاتا ہے۔اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ: کیا وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جو ذات انہیں اس حالت میں پہنچانے پر قدرت رکھتی ہے وہ انہیں اندھا یا مسخ کرنے پر قدرت کیوں نہیں رکھتی؟ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مقصد کفار کی شکلیں مسخ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال قائم کرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ بڑھاپے کی حالت میں الٹا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔[1]

نہ قرآن شعر ہے، نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاعر

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ:......ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی شاعری اُن کے شایانِ شان ہے۔قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار کہا کرتے تھے کہ محمد شاعر ہے۔آیت میں کفار پر رد کیا گیا ہے۔چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاعر نہیں ہیں اور قرآن شاعری نہیں۔چوں کہ شاعری ایسا کلام ہوتا ہے جو موزوں اور مقفّیٰ ہو جو خیالات اور اوہام پر مبنی ہوتا ہے، شاعری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو شعر جتنا مزیدار ہوتا ہے اتنا ہی بڑا وہ جھوٹ ہوتا ہے۔قرآن عظیم کی نسبت یہ چیز کیسے ہوسکتا ہے، قرآن عظیم انسانی کلام کی مماثلت سے منزہ و مبرا ہے۔لوگوں نے شاعری کی مذمت بھی کی ہے اور مدح بھی کی ہے۔حق و انصاف والی بات وہ ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے کہ "شاعری کلام ہے اور کلام اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔" اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کی تلاوت کرتے ہیں وہ تو بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نصیحت ہے جو اس نے اپنے بندوں کی بھلائی کے لیے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے۔اور وہ واضح قرآن ہے جو کسی صورت بھی شاعری سے مشابہ نہیں۔لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا: تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قرآن کے ذریعے اس آدمی کو خبردار کریں جو زندہ دل اور صاحبِ بصیرت ہو۔اور یہ شان مؤمنین کی ہوتی ہے وہی اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ: اور کافروں پر عذاب کی بات پوری ہوچکی ہے، چوں کہ وہ مردوں کی مانند ہیں، ان سے جو بات کی جاتی ہے اسے سمجھتے نہیں ہیں۔امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار کو حی (زندہ) کے مقابلہ میں لایا گیا ہے اس امر کو واضح کرنا مقصود ہے کہ کفار حجت کے پورا ہوجانے اور ان کے عدم تأمل کے بسبب مردے ہیں۔[2]

انسان اور چوپائے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں نیز قدرت توحید کے دلائل ذکر کیے ہیں تاکہ ان دلائل سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کیا جائے۔چنانچہ ارشاد فرمایا: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا: ہمزہ برائے انکار و تعجب ہے۔یعنی کیا کفار عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور ہماری بنائی ہوئی چیزوں میں غور و فکر نہیں کرتے؟ ہم نے ان کے لیے چوپائے اونٹ، گائے، بیل اور بھیڑ، بکریاں پیدا کی ہیں، ان کی تخلیق میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں اور کوئی دوسرا شریک نہیں۔انہیں چاہیے کہ ان چوپایوں کے ذریعے ہماری توحید اور کمال قدرت پر استدلال کریں۔فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ: اور وہ ان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں جس طرح مالک اپنے مال میں تصرف کرتا ہے۔وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو ان کے زیردست کردیا ہے اور وہ ان کے آگے اڑی نہیں کرتے حتیٰ کہ چھوٹا سا بچہ بھی دیوہیکل ہاتھی کو بٹھا لیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے اٹھا کر ہانکنا شروع کردیتا ہے۔گویا اونٹ بچے کے آگے منقاد ہوجاتا ہے بلکہ سو اونٹوں کی لمبی قطار ہو وہ بھی ایک بچے کے پیچھے چلنا شروع کردیتی ہے۔پاک ہے وہ ذات جس نے ان چوپایوں کو انسانوں کے آگے مسخر کردیا ہے۔[3]

---

[1] التسهيل في علوم التنزيل ۳/۱۶۶ [2] تفسیر البیضاوی ۲/۱۳۶ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۱۷۰

فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ:......ان چوپایوں میں سے بعض ایسی بھی ہیں جنہیں لوگ سفر میں سواری کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور ان پر بوجھ لاد کر ادھر ادھر لے جاتے ہیں۔ جیسے اونٹ جسے صحرا کا جہاز کہا جاتا ہے۔ بعض چوپایوں کے گوشت کھاتے ہیں جیسے اونٹ گائے بھیڑ بکری۔
وَلَهُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ: لوگوں کے لیے ان چوپایوں میں بے شمار منافع ہیں جو گوشت اور سواری کے علاوہ ہیں۔ جیسے کھالیں، اون وغیرہ۔ ان میں پینے کا سامان بھی ہے جیسے دودھ لسی وغیرہ، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ﴿۶۶﴾ (سورۃ النحل، آیت ۶۶)

گوبر اور خون کے ملاپ سے خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہوتا ہے۔

اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ:......بھلا یہ لوگ ان نعمتوں پر اپنے پروردگار کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ ان آیات سے غرض نعمتوں کو شمار کرنا ہے اور مشرکین پر حجت قائم کرنا ہے۔

بت اور بت پرستی

اس کے بعد مشرکین کی بتوں کی عبادت کرنے پر توبیخ کی گئی ہے، چوں کہ بت نفع نقصان کے مالک نہیں، وہ بولتے ہیں اور نہ ہی کچھ سنتے ہیں لہٰذا یہ انتہا درجے کی گمراہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ: مشرکین پتھر کے سے خداؤں کو پوجتے ہیں، اس اُمید سے کہ وہ ان کی مدد کریں گے، حالاں کہ وہ بہرے اور گونگے ہیں، کسی کی پکار کو نہیں سن سکتے اور نہ ہی کسی کی صدا کا جواب دے سکتے ہیں۔ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَهُمۡ: ان کے یہ گھڑے ہوئے خدا کسی حال میں بھی ان کی مدد نہیں کر سکتے، اور نہ ہی ان کی سفارش کر سکتے ہیں۔ وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ: یہ مشرکین بتوں کا دفاع کرنے اور ان پر تعصب کرنے کے معاملہ میں خدام اور لشکر کی مانند ہیں جو خدمت میں پیش پیش رہتا ہو، وہ تو جان و مال ان پر فدا کرتے ہیں، باوجود یہ کہ بت انہیں کوئی نفع نہیں پہنچاتے۔ قتادہ کہتے ہیں: مشرکین دنیا میں بتوں کے لیے غصہ ہوتے ہیں، جب کہ بت انہیں کسی قسم کا نفع نہیں پہنچاتے اور نہ ہی ان سے کوئی شر کو دور کر سکتے ہیں یہ تو پتھر کے بنے بت ہیں اور مشرکین ان کے خدام ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ مشرکین ہماری قدرت کی نشانوں کا مشاہدہ کرتے ہیں پھر وہ بتوں کو اپنا معبود بناتے ہیں جنہیں کچھ بھی کر گزرنے کی قدرت حاصل نہیں۔ کفار ان بتوں کا دفاع کرتے ہیں اور ان کی حمایت میں کھڑے رہتے ہیں، گویا کفار بتوں کی خدمت کے لیے حاضر باش لشکر ہیں جب کہ بت ان کی مدد نہیں کر سکتے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

فَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ:......اے محمد! آپ اس بات پر حزن نہ کریں کہ کفار آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے، آپ پر شاعر اور جادوگر ہونے کی تہمت لگاتے تھے، آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اس آیت کریمہ پر بات مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّا نَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ: کفار نے اپنے دلوں میں جو بات چھپائی رکھی ہے ہم اسے بخوبی جانتے ہیں، اور جو اقوال و افعال ظاہر کرتے ہیں ہم انہیں بھی بخوبی جانتے ہیں، ہم اس کا انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔ ہر چیز کے لیے تمہارے پروردگار کا حاضر و ناظر ہونا کافی ہے۔

بعث بعد الموت پر واضح دلیل

اس کے بعد بعث بعد الموت پر قطعی دلیل اور واضح برہان قائم کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ: توبیخ کے لیے استفہام انکاری ہے۔ یعنی کیا یہ کافر انسان عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور و فکر نہیں کرتا کہ ہم نے اسے حقیر پانی یعنی

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۶۵

منی سے پیدا کیا ہے جو کہ نجاست والی جگہ سے خارج ہوتی ہے۔فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ: پھر وہ باطل کا سہارا لے کر سخت جھگڑے پر اتر آیا، اپنے پروردگار سے جھگڑتا ہے اور اس کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔دوبارہ اٹھائے جانے کی تکذیب کرتا ہے۔کیا وہ معبود جو انسان کو نطفہ سے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی، وہ بدبخت ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لیے رسول کریم ﷺ کے سامنے لایا اور ہاتھ پر رگڑ کر کہا: اے محمد! تمہارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ کرے گا جب کہ ہم ایسی بوسیدہ ہڈیوں میں بدل جائیں گے؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اللہ تعالیٰ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہیں دوزخ میں داخل کرے گا۔[1]

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ: ......اور یہ کافر ہمارے لیے بوسیدہ ہڈی کی مثال بیان کرتا ہے اور وہ مرنے کے بعد انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کو اللہ تعالیٰ کے لیے مستبعد سمجھتا ہے حالاں کہ وہ اپنی تخلیق بھول جاتا ہے کہ ہم نے اسے حقیر نطفے سے پیدا کیا اور اس میں جان ڈالی، وہ اپنی عجیب وغریب تخلیق کو بھول جاتا ہے۔اور اس کا اپنا جواب اس کے پاس موجود ہوتا ہے۔قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ: اور یہ کافر کہتا ہے: جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی انہیں کون زندہ کرے گا؟ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی یہ کافر عجیب بات کرتا ہے اور مثال لا کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت پر قیاس کرتا ہے۔[2] قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ: اے محمد! اس کافر کی توبیخ وڈانٹ کے لیے کہہ دیجیے۔وہی ذات ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انہیں عدم سے وجود بخشا، جو ذات پہلی بار وجود بخشنے پر قدرت رکھتی ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ وہ کسی چیز کو کیسے پیدا کرے گا اور ابتداءً اسے کیسے وجود بخشے گا اجساد کے فنا ہونے کے بعد انہیں دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں۔

آگ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا: ......وہی ذات تو ہے جس نے اپنی قدرت سے ہرے درخت سے آگ پیدا کی جو درختوں کو جلا ڈالتی ہے۔جو وہ چاہتا ہے کر گزرتا ہے اس کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں، بوسیدہ ہڈیاں اسے عاجز نہیں کرتیں وہ انہیں از سر نو زندہ کر سکتا ہے۔اور انہیں زندہ کرے گا بھی۔[3] ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انسانی تخلیق اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے کی، اس سے تخلیق کا ہونا نہایت عجیب وغریب ہے، گویا ایک چیز کو اس کی ضد سے وجود دیتا ہے، چنانچہ سرسبز وشاداب چیز سے آگ پیدا کرنا اور زیادہ عجیب ہے، جب کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آگ ایسی چیز سے نکلتی ہے جو پانی پر مشتمل ہے۔اہل عرب دو درختوں مرخ اور عفار سے آگ جلایا کرتے تھے، انہیں آپس میں رگڑتے تو ان سے آگ نکلتی تھی، گویا ان دو درختوں کی مدح کی گئی ہے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جمع النقيضين من اسرار قدرته　　　هذا السحاب به ماء به نار

دو ضدّوں کو جمع کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے پوشیدہ رازوں میں سے ایک راز ہے، چنانچہ یہ بادل ہیں جن میں پانی بھی ہوتا ہے اور آگ بھی ہوتی ہے۔

فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ: ......چنانچہ تم اس ہرے درخت سے آگ جلاتے ہو۔اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ: کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا نہیں کیا باوجود یہ کہ جسامت میں بہت بڑے ہیں۔بھلا جو ذات آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر قادر ہے کیا وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ: ضرور، اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے، وہ پیدا کرنے والا اور بغیر نمونے کے خلق وتکوین کرنے والا ہے، اور ہر چیز کا بخوبی علم رکھتا ہے۔اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ: اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ کا امر کاف اور نون کے درمیان میں ہے جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے پالیتا ہے اور وہ چیز

---

[1] بحر میں لکھا ہے: دوسرا قول ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی، اصح قول یہ ہے کہ یہ آیت ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۳۳۳ [3] تفسیر الطبری ۲۳/ ۲۱

وجود میں آجاتی ہے، چیز کو وجود دینے میں اللہ تعالیٰ کسی قسم کی تھکاوٹ اور محنت میں نہیں پڑتا۔ فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ: اللہ تعالیٰ نقص کی صفات سے پاک ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں وسیع وعریض بادشاہت ہے اور اسے اشیا پر قدرت کاملہ وتامہ حاصل ہے۔ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ: جزاوسزا اور حساب و کتاب کے لیے وہ تنہا مرجع خلائق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شان دار مضمون پر سورت ختم فرمائی ہے، یہ مضمون اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت، عظیم بادشاہت وسلطنت پر دال ہے اور وہ اس کائنات کا اکیلا خالق و مالک ہے۔

بلاغت: ......ان آیات میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ مختصراً ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۝ وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ: ......میں طباق سلب ہے۔ پہلا حصہ سلب ہے اور دوسرا ایجاب ہے۔ اَفَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ: اور اَفَلَا یَشۡكُرُوۡنَ: میں استفہام انکاری ہے اور برائے توبیخ ہے۔ مُضِیًّا وَّلَا یَرۡجِعُوۡنَ، یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ: میں طباق ہے اور یہ محسنات۔ وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ: میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی کفار خدمت ودفاع میں لشکر کی مانند ہوں گے۔ حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے یوں یہ تشبیہ بلیغ ہوئی۔ وَلَهُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ: یہ عام ہے اور اس کے بعد فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ: یہ خاص ہے۔ اسے اصطلاح میں ذکر العام بعد الخاص کہا جاتا ہے اور اس کا فائدہ تفخیم نعمت اور تعظیم احسان ہے۔ لِّیُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَیًّا: میں حسن مقابلہ ہے۔ مؤمنین و کفار اور انذار واعذار کے درمیان آیت میں مقابلہ ہے۔ وَّیَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَی الۡكٰفِرِیۡنَ: میں نہایت لطیف تعبیر ہے۔ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ چوپایوں کی تخلیق کی گئی ہے اور وہ کام کرتے ہیں لیکن بالخصوص چوپایوں کی تخلیق وتکوین کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو خود اپنے ہاتھوں سے کوئی چیز بنا رہا ہو۔ اور عمل کا لفظ تخلیق کے لیے استعارہ ہے جو کہ بطور استعارہ تمثیلیہ کے ہے۔[1] خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ: اور الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ: صیغہائے مبالغہ ہیں۔ اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ: رب تعالیٰ کی قدرت کی سرعت تاثیر کو زہر اختیار چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے نفاذ میں کوئی توقف اور رکاوٹ نہ ہو، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو وجود بخشنے کا ارادہ کرتا ہے تو بغیر کسی رکاوٹ وتاخیر کے اسے وجود بخش دیتا ہے یہ نہایت لطیف استعارہ ہے۔[2]

فائدہ: ......الملکوت، صیغہ مبالغہ ہے جیسے جبروت، رحموت صیغہائے مبالغہ ہیں۔ اس کا معنی وسیع وتام بادشاہت ہے۔

تفسیر: ......علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند اشعار ثابت ہیں مثلاً غزوۂ خندق کے موقع پر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا: اللھم لولا انت ما اھتدینا یا اللہ اگر تو نہ ہوتا ہم ہدایت پر نہ آسکے۔ اسی طرح غزوۂ حنین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر پر سوار تھے اور آپ نے یہ شعر پڑھا:

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں اور جھوٹ نہیں بولتا، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی طرح غزوۂ احد کے موقع پر یہ شعر پڑھا:

هل أنت الّا اصبع دميت　　　وفی سبيل اللّٰه ما لقيت

تو تو صرف خون آلود ایک انگلی ہے اور یہ آزمائش تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملی ہے۔

ان چند اشعار کے ثابت ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاعر تھے بلکہ یہ اتفاقاً آپ سے صادر ہوئے۔ شاعری تو ایسا کلام ہے جو موزوں ومقفّٰی ہو اور قصداً ہو۔ یہ چند اشعار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر اتفاقاً جاری ہو گئے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ سب اس آیت کریمہ میں داخل ہے۔ وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ.[3]

الحمد للہ آج ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۵ نومبر ۲۰۱۴ء بعد نماز فجر سورۂ یٰس کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے، آخرت میں ذخیرہ بنائے اور بقیہ حصے کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[1] حاشیۃ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/۱۴۰ [2] تلخیص البیان فی مجازات القرآن الشریف الرضی ۱/۱۹۲ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۱۷۶

سورۃ صٰفّٰت

تعارف: ......سورۃ صٰفّٰت ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں اسلامی عقیدہ کے اصول بیان کیے گئے ہیں، اسلامی اصول یعنی توحید، وحی، بعث بعد الموت، جزا وسزا ہیں چوں کہ یہ چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں انہی پر ایمانی عمارت استوار ہوتی ہے اور تمام مکی سورتوں میں یہی اسلوب نمایاں ہوتا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں فرشتوں کے متعلق بات کی گئی ہے جو نماز میں صف بستہ ہوتے ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں کمر بستہ ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہانکتے ہیں۔ اس کے بعد جنات کی بات کی گئی ہے جن پر شہاب ثاقب گرتا ہے، اس سے دراصل جاہلیت کے ایک غلط عقیدہ کی تردید کی گئی ہے کہ جنات کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق اور قربت ہے۔ سورۂ مبارکہ میں بعث بعد الموت اس کے مشرکین کے انکار اور ان کے دوبارہ زندہ ہونے کو مستبعد قرار دینے کے متعلق بات ہوئی ہے۔

بعث بعد الموت پر ایمان رکھنے کے عقیدہ کی تاکید کے لیے مؤمن وکافر کا قصہ سورۂ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہونے والے مکالمہ پر مرتب ہونے والے نتیجے یعنی مؤمن کی دخول جنت اور کافر کے دخول جہنم کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ مبارکہ میں بعض انبیا کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قصہ سے ابتدا کی گئی ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ پھر حضرت الیاس اور حضرت لوط علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ایمان وآزمائش کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کے واقعہ میں پیش آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا بیان بھی ہوا ہے جو انہوں نے بیٹے کو ذبح کرنے کے معاملہ میں دیکھا پھر بیٹے کی بجائے دنبے کو ذبح کرنے کا حال بیان ہوا۔ اس سے دراصل مؤمنین کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ احکم الحاکمین کے حکم کے آگے کیسے جھکا جاتا ہے۔

سورۂ کریمہ کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیا اور اولیا کی مدد کرتا ہے اور یہ کہ اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

وجہ تسمیہ: ......سورۂ کریمہ کا نام ''سورۃ الصافات'' ہے۔ انسانوں کو اس سے نصیحت کرنا مقصود ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ذرہ برابر پہلو تہی نہیں کرتے۔ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۰) نیز فرشتوں کی وہ ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں جن کے وہ مکلف بنائے گئے ہیں۔

رُكُوْعَاتُهَا ٥	(٣٧) سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (٥٦)	اٰيَاتُهَا ١٨٢

الـمـنـزل ٦

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝۳ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۝۶ وَحِفْظًا
مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ
عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ
خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا ذُكِّرُوْا
لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ
زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ
الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا
عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ
قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ
فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ
اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾
عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ
وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ
الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ
الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: ...... قسم ہے صف بنا کر کھڑے ہونے والے فرشتوں کی۔(۱) پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں۔(۲) پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔(۳) بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے۔(۴) جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور رب ہے مشارق کا۔(۵) بلاشبہ ہم نے قریب والے آسمان کو زینت دی ہے خاص زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ۔(۶) اور حفاظت کی ہے ہر سرکش شیطان سے۔(۷) یہ لوگ عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور وہ ہر جانب سے مار کر دھکے دیے جاتے ہیں۔(۸) اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔(۹) سوائے اس شیطان کے جو اچک کر لے بھاگے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ دہکتا ہوا لگ جاتا ہے۔(۱۰) سو آپ ان سے دریافت کر لیجیے کیا

وہ پیدائش کے اعتبار سے زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی دوسری چیزیں، بے شک انہیں ہم نے چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔(۱۱) بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں۔(۱۲) اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت کو نہیں سمجھتے۔(۱۳) اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔(۱۴) اور انہوں نے کہا کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔(۱۵) کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔(۱۶) کیا ہمارے پرانے باپ دادا بھی۔(۱۷) آپ فرما دیجیے ہاں اور تم ذلیل ہوگے۔(۱۸) بس وہ ایک للکار ہوگی سو یکایک وہ سب کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔(۱۹) اور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی یہ تو روز جزا ہے۔(۲۰) فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔(۲۱) ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو جمع کرلو اور ان معبودوں کو۔(۲۲) جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے پھر انہیں دوزخ کا راستہ دکھا دو۔(۲۳) اور انہیں ٹھہراؤ بے شک ان سے سوال کیا جائے گا۔(۲۴) کیا بات ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔(۲۵) بلکہ وہ آج سب کے سب ہار مانے ہوئے ہوں گے۔(۲۶) اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔(۲۷) کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے پاس بڑے زوردار طریقے سے آیا کرتے تھے۔(۲۸) متبوعین کہیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔(۲۹) اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، بلکہ بات یہ ہے کہ تم سرکشی کرنے والے تھے۔(۳۰) سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بلاشبہ ہم سب چکھنے والے ہیں۔(۳۱) سو بلاشبہ ہم نے تمہیں بہکایا بے شک ہم خود بھی گمراہ تھے۔(۳۲) سو بلاشبہ وہ لوگ آج کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔(۳۳) بلاشبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔(۳۴) یقینی بات ہے کہ ان کا ڈھنگ یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کیا کرتے تھے۔(۳۵) اور کہتے تھے کیا ہم ایک ایسے شخص کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جو شاعر ہے دیوانہ ہے۔(۳۶) بلکہ بات یہ ہے کہ وہ سچ لے کر آیا اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کی۔(۳۷) بلاشبہ تم دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو۔(۳۸) اور تمہیں انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔(۳۹) ہاں جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان کا حال دوسرا ہوگا۔(۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رزق معلوم ہے۔(۴۱) یعنی میوے ہیں۔(۴۲) اور وہ نعمت کے باغوں میں باعزت رہیں گے۔(۴۳) آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔(۴۴) ان کے پاس شراب کا ایسا جام لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا ہوگا۔(۴۵) وہ شراب سفید ہوگی پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔(۴۶) نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔(۴۷) اور ان کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی جن کی نظریں نیچی ہوں گی۔(۴۸) گویا کہ وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھیں ہیں۔(۴۹) سو ان میں سے بعض بعض پر متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔(۵۰) ان میں سے ایک کہے گا کہ بلاشبہ میرا ایک ساتھی تھا۔(۵۱) وہ کہتا تھا کیا تو تصدیق کرنے والوں میں ہے؟(۵۲) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اپنے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا۔(۵۳) وہ کہے گا کیا تم جھانک کر اسے دیکھنا چاہتے ہو؟(۵۴) سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچ میں دیکھ لے گا۔(۵۵) کہے گا کہ اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔(۵۶) اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو حاضر کیے گئے ہیں۔(۵۷) یہی بات ہے کہ ہم پہلی بار مر چکنے کے بعد نہیں مریں گے۔(۵۸) اور ہم کو عذاب نہ ہوگا۔(۵۹) بلاشبہ یہ بڑی کامیابی ہے۔(۶۰) اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔(۶۱)

لغات: فَالزّٰجِرٰتِ: ......الزَّجْرُ: قوت کے ساتھ کسی چیز کو روکنا، منع کرنا، چلا کر دھتکارنا۔ مقولہ ہے: زجر الراعی الغنم: یعنی چرواہے نے چلا کر بکریوں کو ہانکا۔ **مَارِدٍ:** سرکش۔ **ثَاقِبٌ:** جلانے والا سختی سے گھپ جانے والا۔ **وَّاصِبٌ:** دائمی جو منقطع نہ ہو۔ **لَّازِبٍ:** باہم ملی ہوئی چیز۔ **مَّعِیْنٍ:** چشموں سے ابلنے والا خوشگوار پانی۔ **غَوْلٌ:** الغول: ہر وہ چیز جس سے عقل زائل ہو جائے اور عقل کو فاسد کردے۔ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: غول: وہ چیز جو عقل کو زائل کردے۔ ابن ایاس کا شعر ہے:

ما زالت الخمر تغتالنا   وتذهب بالأول فالأول

شراب لگاتار ہماری عقلوں کو زائل کرتی رہی ہے اور ایک کے بعد ایک کو ہلاکت کا شکار بناتی رہی ہے۔[1]

[1] البحر المحیط ۷/ ۳۵۰

كَأْسٍ:......اہل لغت کہتے ہیں: عرب ایسے جام کو کاس کہتے ہیں جس میں شراب ہو، اگر اس میں شراب نہ ہو تو اسے "اِنَاء" اور "قدح" کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

وَكَأْسٍ شَرِبْتُ عَلَى لَذَّةٍ　　وَأُخْرَى تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَا

"ایک جام میں نے لذت حاصل کرنے کے لیے پیا، جب کہ دوسرا جام لذت کے علاج کے لیے پیا۔"

يُنْزَفُونَ:......وہ نشے میں آتے ہیں۔ مقولہ ہے: نزف الرجل فهو نزيف یعنی فلاں نشے میں ہوا۔ شاعر کہتا ہے:

لعمري لئن أنزفتمو أو صحوتمو　　لبئس الندامى كنتم آل أبجرا

میری عمر کی قسم! خواہ تم نشے کی حالت میں ہو یا ہوش کی حالت میں ہو، اے آل ابجر! تم بہت برے ہم نشین ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانے کا مقصد

تفسیر: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا:......اللہ تعالیٰ نے سورۂ مبارکہ کی ابتدا اپنی مخلوق کی قسم اٹھا کر کی ہے۔ اس سے مقصد اپنی مخلوق کی عظمت شان کو ظاہر کرنا ہے، اُن کے فوائد کو ظاہر کرنا ہے نیز بندوں کو اس مخلوق کی جلالت قدرت پر تنبیہ کرنا بھی مقصود ہے۔ آیت کا معنی ہے: قسم ہے ان فرشتوں کی جو نماز میں صف بستہ ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں اپنے پروں کو پھیلائے صف بستہ ہوتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد فرشتے ہیں جو ذکر و عبادت کے لیے آسمان میں صفیں بنائے رکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے: کیا تم اس طرح صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صفوں میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑے ہوتے ہیں۔[1] اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم اٹھائی ہے ان کے عظیم مرتبہ پر متنبہ کرنے کے لیے قسم اٹھائی ہے۔ نیز ان کی کثرت عبادت پر تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ فرشتے اپنی عظیم خلقت اور رفعت شان کے باوجود اللہ کی عبادت سے جی نہیں کتراتے، وہ عبادت میں مؤمنین کی طرح صفیں بناتے ہیں، رب تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع سے عبادت کرتے ہیں، وہی تو ہے جس کے آگے مخلوق جھکتی ہے، اسی کی عظمت کے آگے گردنیں خم ہوتی ہیں، ان فرشتوں میں عرش اٹھانے والے فرشتے اور پاکباز فرشتے بھی شامل ہیں۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا: وہ فرشتے جو بادلوں کو ہانک کرلے جاتے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہاں لے جاتے ہیں۔ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا: یہ فرشتوں کی تیسری صفت ہے۔ یہ صفت لا کر فرشتوں کے محاسن و مناقب کو واضح کر کے اور زیادہ ان کی تعریف کی ہے یعنی میں ان فرشتوں کی قسم اٹھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح تحمید اور تہلیل و تقدیس کرتے ہیں۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ: یہ مقسم علیہ ہے۔ یعنی اے لوگو! وہ معبود جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مکہ میں کفار کہتے تھے: کیا متعدد معبودان کو صرف ایک معبود قرار دیا جائے؟ بھلا یہ اتنی زیادہ مخلوق فرد واحد کی طرف کیسے رجوع کرسکتی ہے؟ اس لیے فرشتوں کی قسم اٹھا کر توحید کو واضح کیا۔[2]

وحدانیت والوہیت باری تعالیٰ کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحدانیت والوہیت کا معنی بیان کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا: یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو بھی مخلوقات اور موجودات ہیں سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ آسمانوں اور زمین کا عجیب و غریب شاندار نظام اللہ تعالیٰ کے وجود و وحدانیت پر زبردست دلیل ہے۔ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ: وہ موسم گرما و سرما میں سورج کے طلوع و غروب ہونے کی جگہوں کا پروردگار ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صرف مشارق کا ذکر کیا ہے، مغارب کا ذکر نہیں کیا چوں کہ مغارب پر کلام کی دلالت موجود ہے۔[3]

[1] اخرجہ مسلم فی صحیحہ وانظر مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۷۴ [2] ۔۔۔ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۶۲

قدرت باری تعالیٰ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے روشن ستاروں کے ذریعے آسمان کو آراستہ کیا ہے۔ اس کے قبل توحید پر دلیل قائم کی ہے۔اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ الْکَوَاکِبِ: ہم نے روشن ستاروں کے ذریعے تمہارے قریب والے آسمان کو زینت بخشی ہے، یہ ستارے ایسے لگتے ہیں جیسے چمکتے ہوئے موتی۔وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ: اور ہر شریر وسرکش شیطان جو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلا ہوا ہو اسے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تین اغراض کے پیش نظر ستاروں کو پیدا کیا گیا ہے۔شیاطین کو بھگانے کے لیے، سمتیں معلوم کرنے کے لیے اور آسمان کو زیب وزینت بخشنے کے لیے۔[1] ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں آسمان دنیا کا ذکر کیا گیا ہے چوں کہ آنکھوں سے یہی دکھائی دیتا ہے اور صرف اسی آسمان میں شیطاین سے حفاظت کی جاتی ہے۔[2] لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى: عالم بالا میں مصروف فرشتوں کی باتیں سننے پر قدرت نہیں رکھتے۔ دوسرے قول کے مطابق تفسیر یوں ہے: تاکہ عالم بالا کی باتیں ٹوہ لگا کر سن نہ سکیں۔وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ: اور وہ جب بھی آسمان کی طرف کا قصد کرتے ہیں انہیں ہر طرف سے شہاب ثاقب کے ذریعے مار پڑتی ہے۔دُحُوْرًا: ایسا اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ آسمان کی خبریں سننے سے انہیں دور بھگایا جائے۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی شیاطین کو دور دھتکارا جاتا ہے۔الدحر: دور کرنا، بھگانا۔[3] وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ: آخرت میں انہیں دائمی عذاب ہوگا جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ: البتہ کوئی (شیطان) چوری سے کوئی بات اچک کر لے جائے۔فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ: تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے جو تیز روشنی والا ہوتا ہے اور اسے جلا ڈالتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: کوئی شریر شیطان بھٹکتے ہوئے کوئی بات عالم بالا سے اچکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے اترتے ہوئے ایک شہاب ثاقب (روشن شعلہ) اس کا پیچھا کرتا ہے جو اسے جلا ڈالتا ہے۔قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شہاب ثاقب جن سے شیاطین کو بھگایا جاتا ہے ثابت رہنے والے ستاروں میں سے نہیں ہیں، چوں کہ ثابت ستارے چلتے ہیں لیکن ان کی حرکت دکھائی نہیں دیتی جب کہ شہاب ثاقب کی حرکت دکھائی دیتی ہے۔[4] فَاسْتَفْتِهِمْ: اے محمد! ان منکرین سے سوال کرو اور ان سے بعث بعد الموت کے بارے میں پوچھو۔اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا: کیا ان کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان وزمین اور ان میں جو فرشتے اور بڑی مخلوقات ہیں؟

مٹی سے پیدا کیے گئے حقیر انسان کی جرأت

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ:...... ہم نے انہیں لیس دار گارے سے پیدا کیا جس میں کوئی قوت نہیں ہوتی۔ مٹی کی "لزوب" صفت لائی گئی ہے چوں کہ مٹی پانی کے ساتھ مل کر بے قوت گارا بن جاتا ہے اور اسی طرح ابن آدم کو مٹی پانی، ہوا اور آگ سے پیدا کیا گیا۔ مٹی جب پانی کے ساتھ خلط ہوجاتی ہے تو اسے "طین لازب" (گارا) کہا جاتا ہے۔ اس سے غرض اعادۂ انسان پر دلیل قائم کرنا ہے۔ چنانچہ جس ذات نے انسان کو عدم سے پیدا کیا، دیگر مخلوقات پیدا کی وہ فنا کے بعد اجساد کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ: اے محمد! آپ کفار کے بعث بعد الموت کی تکذیب کرنے پر تعجب کرتے ہیں باوجود یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار دیکھ رکھے ہیں حالاں کہ وہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ آپ اس عظیم مخلوقات اور کفار کے بعث بعد الموت سے انکار کرنے پر تعجب کرتے ہیں حالاں کہ وہ آپ کی تعجب اور آپ کے بعث بعد الموت کے اقرار کرنے پر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔وَاِذَا ذُکِّرُوْا لَا یَذْکُرُوْنَ: اور جب انہیں قرآن کی نصیحت کی جاتی ہے اور ڈرایا جاتا ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے اور نہ ہی غور وفکر کرتے ہیں۔وَاِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ: کفار جب بھی کوئی بڑی نشانی یا کوئی معجزہ دیکھتے ہیں جو آپ کی صداقت پر دلالت کررہا ہوتا ہے جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، شجر وحجر کا باتیں کرنا تو وہ اور زیادہ مذاق اڑاتے ہیں، یا

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۶۴ [2] البحر المحیط ۷/ ۳۵۲ [3] تفسیر الطبری ۲۳/ ۲۷ [4] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۶۸

دوسروں کو بھی مذاق اڑانے کی دعوت دیتے ہیں۔ وَقَالُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ: اور کہتے ہیں: اے محمد! آپ یہ جو کچھ ہمارے پاس لائے ہیں وہ کھلم کھلا جادو ہے۔ بحر میں لکھا ہے: ھٰذَآ سے اشارہ ان معجزات کی طرف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے رب تعالیٰ نے ظاہر کیے۔[1] ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ: استفہام برائے انکار واستہزا ہے، یعنی جب ہمارے جسم بوسیدہ ہوجائیں گے اور مٹی کے ساتھ مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ: یا ہمارے آباؤاجداد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی کیا ہمارے آباؤاجداد بھی زندہ کیے جائیں گے۔ گویا کفار اس امر کو زیادہ مستبعد سمجھتے ہیں، ان کا مطلب ہے کہ آباؤ اجداد تو بہت پہلے گزر گئے اور ان کا دوبارہ زندہ ہونا بعید از قیاس ہے۔ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ: یعنی کہہ دیجیے: جی ہاں ایسا ہو کر رہے گا اور تم ذلیل ورسوا ہوں گے۔ فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ: بس وہ تو ایک زوردار آواز ہوگی، اسرافیل صور میں پھونک ماریں گے تاکہ مردے قبروں سے اٹھ جائیں۔ فَاِذَا ھُمْ یَنْظُرُوْنَ: ......لوگ یکا یک میدان محشر میں کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الزجرۃ سے مراد دوسری بار صور میں پھونکنا ہے۔ دوسری بار صور پھونکنے کو زجرہ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ اس سے مقصود زجر وتوبیخ ہے جیسے اونٹوں اور گھوڑوں کو ہانکتے وقت ڈانٹ پلائی جاتی ہے۔[2]

قیامت اور کفار کی حسرت وندامت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار جب قیامت کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کریں گے تو ان کی حسرت اور ندامت انتہا کو پہنچ رہی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا ھٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ: ہائے ہماری ہلاکت اور ہمارا خسارہ! یہ تو وہی جزا اور حساب وکتاب کا دن ہے چنانچہ فرشتے توبیخ کے طور پر کہیں گے ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ: یہ مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرنے کا دن ہے جس کا تم انکار کرتے تھے اور تم اس کی تکذیب کرتے تھے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الْفَصْلِ: سے مراد نیکوکار اور بدکار کے درمیان فرق کرنا ہے۔[3] اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ: نافرمان وگناہ گار ومجرم ظالموں کو جمع کرو۔ چنانچہ ہر انسان کو اس کے ہم مثلوں کے ساتھ جمع کرو۔ قرطبی کہتے ہیں: زانی زانی کے ساتھ جمع ہوگا، شرابی شرابی کے ساتھ اور چور چور کے ساتھ۔[4]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی ظالموں اور ان کی کافر عورتوں کو جمع کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری تفسیر بھی مروی ہے کہ گناہ گاروں اور ان جیسوں کو جمع کرو۔[5] وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ: اور جن بتوں اور دیوتاؤں کی وہ عبادت کرتے ہیں ان کو بھی۔ اس سے کفار کی حسرت وندامت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔ فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ: انہیں دوزخ کا راستہ بتاؤ اور اس کی طرف انہیں لے جائیں۔ لفظ اُھْدُوْھُمْ میں تہکم اور تمسخر ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے دنیا میں سیدھی راہ کی طرف راہنمائی حاصل نہیں کی تو اب اُن کے لیے صرف دوزخ ہی کا راستہ بچا ہے سو اسی کی طرف چلیں۔ وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ: انہیں دوزخ کے راستے پر روک لو تاکہ ان سے ان کے اقوال وافعال کے بارے میں سوالات کیے جاسکیں، پھر ان سے بطور توبیخ کہا جائے گا مَا لَکُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ: تمہیں کیا ہوا، تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ حالاں کہ تم میں سے ہر آدمی مددگار ومعاون کا محتاج ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ غزوۂ بدر کے موقع پر ابوجہل کے قول کی طرف اشارہ ہے نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ یعنی ہم سب اپنا بچاؤ آپ کرلیں گے۔ (سورۃ القمر، آیت ۴۴) تَنَاصَرُوْنَ: اصل میں تَتَنَاصَرُوْنَ تھا۔ ایک تاء تخفیف کے لیے حذف کردی گئی ہے۔ بَلْ ھُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ: بلکہ وہ آج کے دن زیردست اور سرنگوں ہوں گے، اور اپنا بچاؤ کرنے سے عاجز ہوں گے، عبادت گزار اور معبودان برابر ہوں گے۔

روزِ قیامت کفار کا ایک دوسرے پر الزام

وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ: ......رؤسا اور ان کے متبعین ایک دوسرے کے ملامت کریں گے اور ایک دوسرے جھگڑیں گے۔

---

[1] تفسیر البحر المحیط ۷/ ۳۵۵ [2] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۷۲ [3] تفسیر البیضاوی ۲/ ۲۸۱ [4] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۷۳ [5] نقل عنہ صاحب البحر المحیط ۷/ ۳۵۶

ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار سے توبیخ کے لیے سوال کیا جائے گا۔ قَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ: متبعین اپنے بڑوں سے کہیں گے: تم لوگ حق کے مقابلہ میں ہمارے پاس آتے تھے اور باطل کو خوب آراستہ کر کے ہمارے سامنے پیش کرتے تھے جب کہ راہ حق کی اتباع سے ہمیں روکتے تھے۔[1] طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تم لوگ دین وحق کے مقابلہ میں ہمارے پاس آتے تھے اور تم مختلف طریقوں سے ہمیں دھوکا دیتے تھے، طبری کہتے ہیں: عرب کے کلام میں ''یمین'' کا لفظ قوت وقدرت کے معنی سب لیا جاتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

اذا ما رایة رفعت لمجد تلقاها عرابة بالیمین[2]

''جب بھی کوئی بلندی کی علامت ظاہر ہوتی ہے اسے فحش گوئی قوت کے ساتھ لے اڑتی ہے۔''

اس آیت کی دوسری تفسیر بھی کی گئی ہے یعنی تم ہمارے پاس وسوسہ کے طور پر آتے تھے جیسا کہ وسوسہ کی حالت میں ایسا طریقہ معتاد ہوتا ہے۔ قَالُوۡا بَلْ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ: رؤساان سے کہیں گے: ہم نے تو تمہیں گمراہی پر نہیں اکسایا تھا اور نہ ہی تمہیں ایمان سے روکا بلکہ تم نے اپنے اختیار سے کفر کیا اور ایمان سے دور رہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی معاملہ ایسے نہیں جیسے تمہارا گمان ہے۔ بلکہ تمہارے اپنے دل ایمان سے بیزار تھے اور کفر و نافرمانی پر چلے پڑے تھے۔[3] وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ: ہمیں تمہارے اوپر زور اور اختیار نہیں حاصل تھا جس کے ذریعہ ہم تمہیں اپنی اتباع پر مجبور کرتے۔ بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ: بلکہ تمہارے اندر فسق وفجور، سرکشی موجود تھی اور تم اپنی لیاقت سے عصیان و کفر پر مصر تھے، اسی لیے تم نے ہمیں مثبت جواب دیا اور ہماری اتباع اختیار کی۔ فَحَقَّ عَلَيۡنَا قَوۡلُ رَبِّنَاۤ: ہمارے پروردگار نے ہمیں جو عذاب کی وعید سنائی تھی ہم سب پر ثابت ہو چکی ہے۔ اِنَّا لَذَآئِقُوۡنَ: لامحالہ ہم نے یہ عذاب چکھنا ہے۔

کفار کا اعترافِ جرم اور عذابِ آخرت

فَاَغۡوَيۡنٰكُمۡ اِنَّا كُنَّا غٰوِيۡنَ: ......ہم نے تمہارے لیے باطل کو آراستہ کیا اور تمہیں سرکشی اور گمراہی کی طرف بلایا چوں کہ ہم خود بھی گمراہی پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: فَاِنَّهُمۡ يَوۡمَئِذٍ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ: وہ سب قیامت کے دن عذاب میں مشترک ہوں گے جیسے گمراہی میں مشترک تھے۔ لیکن جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَنۡ يَّنۡفَعَكُمُ الۡيَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ ﴿۳۹﴾

جب تم کفر کر چکے تو تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہیں پہنچائے گی کہ تم عذاب میں مشترک ہو۔ (سورۃ الزخرف، آیت ۳۹)

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ: ......جیسی کارروائی ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کی ایسی ہی کارروائی ہم گناہ گار بدبختوں کے ساتھ کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سبب بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرو تو وہ تکبر کر کے اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اس سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ وَيَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتٰرِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ: جب انہیں توحید کی دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں: کیا ہم مجنون شاعر کی بات پر اپنے خداؤں کی عبادت چھوڑ دیں؟ مجنون وشاعر سے ان کی مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر و مجنون کہنے پر رد

اللہ تعالیٰ نے کفار پر رد کرتے ہوئے فرمایا: بَلۡ جَآءَ بِالۡحَـقِّ وَصَدَّقَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ: بات ایسی نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید اور اسلام لے کر آئے ہیں جو کہ واضح حق ہے اور وہ ایسی ہی تعلیمات لے کر آئے ہیں جیسی ان سے پہلے پیغمبر لے کر آئے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین میں انکار میں دو چیزوں کو جمع کیا ہے توحید کے انکار اور رسالت کے انکار کو پھر اپنے کلام میں خلط لائے یعنی محمد شاعر اور مجنون ہے۔ چنانچہ شاعر ایسی

---

[1] هذا القول حكاه ابن كثير عن السدی [2] تفسیر الطبری ۲۳ / ۳۴ [3] مختصر ابن کثیر ۳ / ۱۷۷

کمال فہم وفراست کا مالک ہوتا ہے جس کے زور سے وہ شاندار معانی مشتمل منظوم کلام لاتا ہے اور ان معانی کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتا ہے جب کہ مجنون سے یہ چیز بعید از قیاس ہیں، چنانچہ کفار کی بات افترا پردازی اور ہذیان کے قبیل سے ہے۔[1] اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ: اے مجرمو! یقیناً تمہیں سخت ترین عذاب ہو کر رہے گا۔ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: تمہیں تو بس تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: برائی کا بدلہ اسی کے بمثل ہوگا جب کہ نیکی کا بدلہ کئی گنا اضافہ کے ساتھ ہوگا۔[2]

اہل ایمان اور جنت کی نعمتیں

اوپر کفار اور ان کے عذاب کے متعلق کچھ احوال ذکر کیے اب مؤمنین اور ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا کچھ ذکر کیا جارہا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ فریقین کے درمیان موازنہ قائم کیا جاتا ہے اس میں ترغیب اور ترہیب دونوں چیزیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ: استثنائے منقطع ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص و موحد بندے عذاب نہیں چکھیں گے، اور نہ ہی حساب و کتاب کی جھنجھٹ سے انہیں واسطہ پڑے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو معاف کر دیں گے، ایک نیکی کا دس گنا رلے کر سات سو گنا تک بدلہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی جزا کی خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ: یعنی ان نیکوکاروں کے لیے جنت میں صبح و شام رزق ہوگا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۝ اہل جنت کے لیے جنت میں صبح و شام رزق ہوگا۔ (سورہ مریم، آیت ۶۲)

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس رزق میں تمام خصائص موجود ہوں گے، دیکھنے میں خوبصورت لگے گا، اس کا ذائقہ بے مثال ہوگا اور اس کی خوشبو نہایت عمدہ ہوگی۔[3] اس کے بعد رزق کی تفسیر کی ہے۔ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ: یعنی مختلف انواع و اقسام کے پھل ہوں گے اور اللہ کے مخلص بندوں کو جنت میں عزت و تکریم حاصل ہوگی۔ آیت کریمہ میں فَوَاكِهُ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ لایا گیا ہے چوں کہ جنت میں ہر چیز تفکہ اور تلذذ کے لیے کھائی جائے گی۔ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ: یعنی باغات میں عیش و عشرت سے رہیں گے۔ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ: ہیروں اور جواہر سے مرصع خوبصورت تختوں پر براجماں ہوں گے، جب چاہیں گے ان تختوں پر بیٹھیں گے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مُّتَقٰبِلِیْنَ: یعنی ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اس طرح کہ کوئی کسی دوسرے کی پشت کی طرف نہیں بیٹھا ہوگا۔[4] یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ: اوپر کھانے کا ذکر ہوا اب مشروب کا ذکر ہے، یعنی خدام جنت ان کے پاس شراب طہور لائیں گے جو جنت کے چشموں سے جاری ہونے والی نہر سے بھر کے لائے گئے ہوں گے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنت کی شراب کا وصف بیان کیا گیا ہے چوں کہ وہ چشمے کی پانی کی طرح بہہ رہی ہوگا۔[5] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں جہاں بھی جام کا ذکر آیا ہے اس سے مراد شراب کا جام ہے اور المَعِین سے مراد جاری ہے۔[6] بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ: یہ شراب سفید رنگ کی ہوگی۔[7] جو پینے والوں کو لذت دے گی اور جو بھی اسے پیے گا کمال لذت سے سرشار ہو جائے گا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنت کی شراب دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوگی۔ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ: اس شراب میں ایسے اثرات نہیں ہوں گے جس سے خمار آئے اور عقلیں فاسد ہو جاتی ہوں، اس کے پینے سے نشہ نہیں چڑھے گا جیسے دنیا کی شراب سے نشہ چڑھ جاتا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو دنیوی شراب کی آفات سے پاک رکھا ہے چنانچہ اس شراب سے سر درد، پیٹ درد اور عقل کا فساد نہیں ہوگا۔ جنت کی شراب کا ذائقہ اس کی رنگت کی طرح عمدہ ہوگا۔ آیت کریمہ میں اَلْغَوْل سے مراد سر درد ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''غول'' سے مراد سر درد اور پیٹ درد ہے۔[8] یہ شراب کی سب سے عمدہ صفات ہیں جو بادہ حواروں کے لیے متحقق ہیں، ان صفات کے ہوتے ہوئے شراب طہور کی غیر عمدگی اور ضرر کی نفی ہوتی ہے، چنانچہ خمار نہیں ہوگا جو سر کو درد کر دے، نشہ نہیں ہوگا جو عقل کو لے

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۳۵۷ [2] حاشیہ صاوی علی الجلالین ۳/ ۳۳۷ [3] تفسیر ابی السعود ۴/ ۲۶۸ [4] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۷۷ [5] حاشیۃ الصاوی ۳/ ۳۳۷ [6] تفسیر الطبری ۲۳/ ۴ [7] عمدہ شراب سفید ہوتی ہے اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں ہوتی اور یہ جنت کی مخصوص ہوگی۔ [8] تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۷۹

ڈوبے اور نہ ہی اس میں بک بک اور بدخلقی ہوگی جو بیوی کے ساتھ ہم بستری کی لذت ہی کو ختم کر دے جیسا کہ دنیا کی شراب کا حال ہوتا ہے۔۔

جنت کی حوریں

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ:...... ان کے پاس پاک دامن موٹی موٹی آنکھوں والی خواتین ہوں گی جو نظریں صرف اپنے شوہروں پر مرکوز رکھیں گی، پاک دامنی اور حیا کی وجہ سے کسی اور کی طرف نہیں دیکھیں گی۔ [۱] عِيۡنٌ: یعنی عفت کے ساتھ ساتھ ان کی خوبصورت موٹی موٹی آنکھیں ہوں گی۔ طبری کہتے ہیں: یعنی عمدہ آنکھوں والی عورتیں۔ ''عِيۡنٌ'' عیناء کی جمع ہے یعنی حسین و جمیل موٹی آنکھوں والی۔ موٹی آنکھ سب آنکھوں سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔ [۲]

كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ:...... گویا وہ سیپوں میں چھپے ہوئے شاندار موتی ہوں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جیسا کہ سورۂ واقعہ میں ہے۔ وَحُوۡرٌ عِيۡنٌ ۝ كَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُـؤِ الۡمَكۡنُوۡنِ ۝ خوبصورت موٹی آنکھوں والی خواتین ہوں گی جیسے پوشیدہ موتی۔ (سورۃ الواقعہ، آیت ۲۲۔ ۲۳) [۳]

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الۡمَكۡنُوۡنِ سے مراد ایسی چیز ہے جسے کسی ہاتھ نے چھویا تک نہ ہو۔ بہر حال اس سے غرض جنت کی خواتین کا حسن و جمال بیان کرنا ہے یعنی جنت کی عورتیں کمال خوبصورتی کے ساتھ ساتھ نرم و نازک اور لطیف بدن کی مالک ہوں گی جیسے سیپیوں میں چھپے ہوئے موتی۔ كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ: کسی ہاتھ کو ان تک رسائی نہیں ملی ہوگی اور نہ ہی کوئی آنکھ ان کی طرف اٹھی ہوگی۔ اہل عرب عورت کو انڈے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسے انڈہ صاف اور سفید ہوتا ہے ایسے ہی خوبصورت عورت۔

خلاصۂ کلام

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان آیات میں اولاً رزق کا ذکر کیا گیا ہے جس سے اجسام کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوم: اکرام کا ذکر کیا جس سے نفوس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ پھر جگہ اور محل کا ذکر کیا اور وہ جنت ہے۔ پھر مانوسیت اور اجتماع کی لذت کا ذکر کیا۔ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ: اس سے اتم درجے کا سرور حاصل ہوتا ہے اور انس و محبت کمال درجے کی حاصل ہوتی ہے۔ پھر مشروب کی لذت کا ذکر کیا اور وہ شراب طہور ہوگی جو جام بھر بھر کے جنتیوں پر گھمائی جائے گی، جنتی اپنے تئیں شراب نہیں لیں گے بلکہ انہیں پینے کے لیے دی جائے گی، پھر آخر میں جنسی لذت کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ تمام لذتوں سے زیادہ پسندیدہ سمجھی جاتی ہے۔ اس لذت کے لیے خوبصورت خواتین ہوں گی۔

اہل جنت کی مجلسیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اہل جنت کے درمیان کس قسم کی گفتگو ہوگی جب کہ اہل جنت شراب طہور سے لطف اٹھا رہے ہوں گے اور آپس میں گفتگو کر کے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ: دنیا میں ان کے ساتھ جو کچھ گزرا اس کے متعلق ایک دوسرے سے باتیں کریں گے، اب کی نعمتوں کا ایک دوسرے سے تذکرہ کریں گے، دنیا کی حالت اور ایمان کے ثمرات کے موضوع پر ان کی گفتگو ہوگی۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّىۡ كَانَ لِىۡ قَرِيۡنٌ: اہل جنت میں سے ایک کہنے والے کہے گا دنیا میں میرا ایک دوست تھا جو میرا ہمنشین تھا اور وہ بعث بعد الموت کا انکار کرتا تھا۔ يَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِيۡنَ: وہ مجھ سے کہتا تھا کیا تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب کی تصدیق کرتے ہو؟: ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيۡنُوۡنَ: کیا جب ہم مر جائیں گے، بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں گے حتیٰ کے مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمارا حساب ہوگا اور ہمیں اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟ وہ یہ بات بطور تعجب، تکذیب اور استبعاد کہے گا۔ قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ: مؤمن اپنے دوستوں سے جنت میں کہے گا: کیا تم دوزخ کو جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو

---

[۱] مختصر ابن کثیر ۳/۱۷۹ [۲] تفسیر الطبری ۲۳/۳۶ [۳] تفسیر القرطبی ۱۵/۸۱

تاکہ ہم اس دوست کی حالت دیکھ سکیں؟ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ: وہ خود دوزخ کی طرف جھانکے گا اور وہ اپنے دوست کو دوزخ کی آگ میں جلتا ہوا دیکھے گا۔ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ: مؤمن اسے کھری کھری سناتے ہوئے مخاطب کرے گا اور اس سے کہے گا: اللہ کی قسم تو قریب تھا کہ مجھے گمراہ کر کے ہلاک کر دیتا۔ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ: یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا اور مجھے ایمان پر ثابت قدم نہ رکھتا تو میں آج تیرے ساتھ آگ میں جل رہا ہوتا اور اس عذاب جحیم کا سامنا کر رہا ہوتا، پھر مؤمن کافر کا تمسخر اُڑاتے ہوئے اسے مخاطب کرے گا۔ جیسے کہ کافر دنیا میں اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ: کیا تم اپنے اعتقاد پر قائم نہیں کہ ہم ایک ہی بار مر جائیں گے اور بس، نیز مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے، حساب و کتاب نہیں ہوگا اور کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ یہ تمسخر اڑانے کا اسلوب ہے۔ مؤمن یہ اسلوب کافر سے تشفی حاصل کرنے کے لیے استعمال کرے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس پر جو نعمتیں کی ہیں ان کا اظہار کرے گا۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: اہل جنت کا ان نعمتوں کو حاصل کرنا حقیقت میں بہت بڑی کامیابی ہے۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ: ایسی شاندار بدلے کے لیے واجب ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں اور کوشش کرنے والے محنت کریں۔

مفسرین کہتے ہیں: ان ایات میں دو شریکوں کے قصہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ ان دونوں کے پاس آٹھ ہزار درہم تھے، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ تر مشغول رہتا، تجارت کی طرف کوئی خاص خیال نہ کرتا اور دنیوی معاملات کی طرف بھی توجہ نہ دیتا۔ جب کہ دوسرا اپنے مال کی تکثیر اور بڑھوتری کی طرف متوجہ رہتا وہ ہمہ وقت مال میں اضافہ کرنے کے متعلق سوچتا رہتا تاہم وہ اپنے شریک سے علیحدہ ہو گیا، چوں کہ اس کا شریک تجارت میں کوتاہی کرتا۔ چنانچہ وہ جب بھی کوئی گھر خریدتا، یا باندی خریدتا یا باغ خریدتا یا کوئی اور مال خریدتا۔ اسے شریک کے سامنے لاتا اور اس پر فخر کرتا اور اپنے مال کے اضافے پر اتراتا، جب کہ مؤمن جب بھی اسے اس حال میں دیکھتا وہ اسی طرح کا مال خرید کر صدقہ کر دیتا تاکہ جنت میں اس کے بدلہ میں محل حاصل کرے، جب بھی اس کا دوست اس سے ملتا اسے کہتا تم نے اپنے مال کے ساتھ کیا کیا؟ مؤمن جواب دیتا: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کر دیا، وہ اس کی بات سن کر اس کا مذاق اڑاتا اور کہتا تو بڑا صدقہ کرنے والا آ گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا قصہ قرآن مجید میں بیان فرما دیا۔

بلاغت: ......ان آیات مبارکہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ: ......میں صنعت طباق ہے چوں کہ تمسخر تعجب کے مقابلہ میں آ رہا ہے۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ: میں ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے، چوں کہ مقتضائے کلام مخاطبین کی جانب سے انکار توحید کا مقتضی ہے۔ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ: میں اسلوب تہکمی ہے۔ ہدایت بطور تہکم وارد ہوئی ہے، چوں کہ ہدایت راہِ جنت کی طرف لے جاتی ہے نہ کہ دوزخ کی راہ کی طرف۔ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: میں ایجاز حذف ہے یعنی قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: قُوْلُوْا حذف کیا گیا ہے چوں کہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ: میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے، اصل میں یوں ہے۔ اِنَّهُمْ لَذَآئِقُوا: زیادت تقبیح کے لیے التفات کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: میں کنایہ ہے اور یہ حور عین سے کنایہ ہے چوں کہ حوریں پاک دامن ہوں گی اور وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ: میں تشبیہ مرسل ہے چوں کہ وجہ شبہ حذف کر دی گئی ہے۔ شِهَابٌ ثَاقِبٌ، عَذَابٌ وَّاصِبٌ، طِيْنٍ لَّازِبٍ: میں رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ

ا؎ تفسیر البحر المحیط ۷/ ۳۵۹

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ۟لَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾
فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ
الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ
فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً
فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾
مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا
تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ
كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾
فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ
مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ
لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا
لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾
وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾

ترجمہ: ...... کیا ضیافت کے اعتبار سے یہ بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ ﴿٦٢﴾ بے شک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ ﴿٦٣﴾ بلاشبہ وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی گہرائی میں سے نکلتا ہے۔ ﴿٦٤﴾ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے شیطانوں کا سرا۔ ﴿٦٥﴾ سو اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ بالضرور اس میں سے کھائیں گے سو اس سے اپنے پیٹوں کو بھر لیں گے۔ ﴿٦٦﴾ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس درخت کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ ﴿٦٧﴾ پھر بلاشبہ ان کا لوٹنا دوزخ کی طرف ہوگا۔ ﴿٦٨﴾ بے شک انہوں نے باپ دادوں کو گمراہی کی حالت میں پایا۔ ﴿٦٩﴾ پھر ان کے نقش قدم پر تیزی کے ساتھ چلتے رہے۔ ﴿٧٠﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے ہیں۔ ﴿٧١﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے ہیں۔ ﴿٧٢﴾ سو دیکھ لیجیے جن کو ڈرایا گیا ان کا کیا انجام ہوا۔ ﴿٧٣﴾ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔ ﴿٧٤﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ

نوح نے ہمیں پکارا سو ہم کیا ہی خوب ہیں فریاد سننے والے۔ ﴿۷۵﴾ اور ہم نے نوح کو اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔ ﴿۷۶﴾ اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے دیا۔ ﴿۷۷﴾ اور ہم نے ان کے لیے بعد کے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔ ﴿۷۸﴾ کہ نوح پر سلام ہے جہانوں میں۔ ﴿۷۹﴾ بلاشبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ﴿۸۰﴾ بلاشبہ وہ ہمارے مؤمن بندوں میں ہیں۔ ﴿۸۱﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا۔ ﴿۸۲﴾ اور بلاشبہ نوح کا اتباع کرنے والوں میں ابراہیم بھی تھے۔ ﴿۸۳﴾ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔ ﴿۸۴﴾ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔ ﴿۸۵﴾ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو۔ ﴿۸۶﴾ سو رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ﴿۸۷﴾ پھر ایک نظر اٹھا کر ستاروں کو دیکھا ﴿۸۸﴾ اور کہہ دیا کہ بے شک میں بیمار ہوں۔ ﴿۸۹﴾ سو وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر چلے گئے۔ ﴿۹۰﴾ سو وہ ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے، سو کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ ﴿۹۱﴾ تم کو کیا ہوا، تم بولتے نہیں؟ ﴿۹۲﴾ پھر ان پر قوت کے ساتھ متوجہ ہو کر مارنے لگے۔ ﴿۹۳﴾ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ﴿۹۴﴾ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: کیا تم اس چیز کی پوجا کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو۔ ﴿۹۵﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ ﴿۹۶﴾ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ ﴿۹۷﴾ سو انہوں نے ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کا ارادہ کیا، سو ہم نے ان لوگوں کو نیچا دیکھنے والا بنا دیا۔ ﴿۹۸﴾ اور ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب مجھے راہ بتا دے گا۔ ﴿۹۹﴾ اے میرے رب! مجھے نیک فرزند عطا فرما۔ ﴿۱۰۰﴾ سو ہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دی۔ ﴿۱۰۱﴾ سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے ذبح کرتا ہوں سو تو غور کر لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کر لیجیے، ان شاء اللہ آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ ﴿۱۰۲﴾ سو جب دونوں نے حکم کو مان لیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ ﴿۱۰۳﴾ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم ﴿۱۰۴﴾ تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بلاشبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ﴿۱۰۵﴾ بلاشبہ یہ کھلا ہوا امتحان ہے۔ ﴿۱۰۶﴾ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ ﴿۱۰۷﴾ اور بعد کے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات رہنے دی۔ ﴿۱۰۸﴾ کہ سلام ہو ابراہیم پر۔ ﴿۱۰۹﴾ ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ﴿۱۱۰﴾ بے شک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ﴿۱۱۱﴾ اور ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے، صالحین میں سے ہوں گے۔ ﴿۱۱۲﴾ اور ہم نے ابرہیم پر اور اسحاق پر برکت دی، اور ان کی نسل میں سے اچھے لوگ ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو صریحاً اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ﴿۱۱۳﴾

ربط و مناسبت: ...... اوپر مؤمنین وابرار کے لیے جنت کی نعمتوں کا ذکر ہوا اس کے مقابلہ میں بدکاروں کے لیے دوزخ کے عذاب کا ذکر ہوا، تا کہ دونوں فریقوں میں امتیاز ہو جائے اس کے بعد حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے قصے ذکر کیے ہیں اور ان کے ضمن میں پند و نصائح اور عبرت کی باتیں ذکر ہوئی ہیں۔

لغات: نُزُلًا: ...... النزل، ضیافت، مہمان نوازی، اکرام۔ اصل میں اس کھانے اور مشروب کو کہا جاتا ہے جو مہمانوں کے لیے تیار کیا جاتا ہو۔ طَلْعُهَا: پھل۔ پھل کو "طلع" کہا جاتا ہے چوں کہ پھول سے پھل طلوع ہوتا ہے۔ شَوْبًا: کسی چیز کے ساتھ مخلوط۔ مقولہ ہے "شاب الطعام" یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کھانے کے ساتھ کوئی اور چیز ملائی گئی ہو۔ يُهْرَعُونَ: وہ جلدی کرتے ہیں۔ فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الاهراع۔ جلدی بازی کرنا۔ مبرد کہتے ہیں: المهرع: برانگیختہ ہونے والا۔ محاورہ ہے۔ جاء فلان یهرع الی النار یعنی فلاں شخص آگ کی طرف برانگیختہ ہو کر جلدی سے آ رہا تھا۔ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص سردی کے مارے آگ کی طرف آ رہا ہو۔[1] شِيعَتِهِ: اعوان وانصار، مددگار۔ وہ لوگ جو کسی کے طریقہ پر چلیں۔ إِفْكًا: جھوٹ، کذب۔ سَقِيمٌ: بیمار، مریض۔ رَاغَ: "راغ الیه" کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا، پوشیدہ طور پر مائل ہونا۔ شاعر کہتا ہے:

یریك من طرف اللسان حلاوۃ ــــ ویروغ فيك كما يروغ الثعلب

"وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بڑی مٹھاس دکھائے گا لیکن تمہارے بارے میں ایسے مکر وفریب کرے گا جیسے لومڑی کرتی ہے۔"

---

[1] القرطبی ۱۵/ ۸۸

اہل جہنم کا کھانا زقوم درخت ہوگا

تفسیر: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ:.....کیا جنت کی نعمتیں ضیافت کے طور پر اچھی ہیں یا دوزخ میں پایا جانے والا؟ (زقوم درخت) بھلا ان دونوں میں سے کون سی چیز افضل ہے؟ چنانچہ مختلف انواع و اقسام کے پھل اہل جنت کا کھانا ہیں جب کہ زقوم کا درخت اہل دوزخ کا کھانا ہوگا۔ اس سے غرض اہل دوزخ کی توبیخ کرنا مقصود ہے۔ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ: ہم نے زقوم کے درخت کو اہل ضلالت کے لیے ابتلا و آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب کفار نے زقوم کا درخت تذکرہ سنا تو کہنے لگے: بھلا دوزخ میں کوئی درخت کیسے ہوسکتا ہے؟ چوں کہ آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے۔ ابو جہل اپنے دوستوں سے کہا کرتا تھا: کیا تم زقوم کو جانتے ہو؟ زقوم تو مکھن اور چھوہارے سے مخلوط حلوہ کو کہا کاتا ہے۔ پھر وہ مکھن اور چھوہاروں سے بنی کھچڑی لاتا اور کہتا: یہ زقوم کھایا۔ یہی وہ چیز ہے جس سے محمد ہمیں ڈراتا ہے۔[1] اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ: یعنی یہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے اگتا ہے اور پھر پورے جہنم میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ: اس درخت کا پھل نہایت قبیح اور بہت برا ہوتا ہے جو شیاطین کے سروں کی مانند ہوتا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زقوم کے پھل کو شیاطین کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اگر چہ شیطان کا سر مخاطبین کے نزدیک غیر معروف ہے لیکن اتنی بات دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ شیاطین نہایت قبیح صورت کی مخلوق ہیں۔[2] فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ: یہ کفار شدت بھوک کی وجہ سے اس درخت کا پھل کھانے پر مجبور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے پیٹ بھر جائیں گے۔ یہ اہل جنت کے رزق کے بدلے میں اہل دوزخ کا کھانا اور پھل ہوگا۔ حدیث میں ہے: ”اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں ٹپکا دیا جائے تو اہل زمین کی معیشت تباہ ہو جائے، بھلا اس آدمی کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہو؟[3] ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ: جب وہ زقوم سے پیٹ بھر لیں گے تو اس کے بعد انہیں شدید پیاس لگے گی جس پر انہیں کھولتے ہوئے پانی کا آمیزہ پلایا جائے جس کی تپش کھانے سے ملی ہوگی۔ یوں زقوم کی شدید کڑواہٹ اور اور کھولتے ہوئے پانی کی شدید تپش جمع ہوگی، اس سے ان کے عذاب کی سختی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ: پھر انہوں نے دوزخ کے بیچوں بیچ لوٹ کر جانا ہے اور یہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حمیم: جحیم سے باہر ہے، دوزخیوں کو حمیم پر لایا جائے گا تا کہ گرم کھولتا ہوا پانی پئیں اور پھر وہ جحیم پر آئیں گے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زقوم اور حمیم سے دوزخیوں کی مہمانی کی جائے گی جو انہیں دوزخ میں داخلے سے قبل دیا جائے گا۔[4]

کفار کا اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ:.....انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گمراہی پر پایا اور اسی حالت پر اُن کی اقتدا کی۔ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ: وہ بلا دلیل ان کے نقش قدم پر چلنے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دوڑنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جیسی کوئی شخص کسی چیز کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ: آپ کی قوم سے قبل بھی بہت ساری گذشتہ امتیں گمراہ ہوئیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ: ہم نے ان میں بہت سارے پیغمبروں کو بھیجا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے لیکن وہ گمراہی اور سرکشی میں آگے بڑھتے ہی گئی۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ: اے محمد! دیکھو! ان جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ کیا ہم نے ان کو ہلاک کر کے آنے والوں کے لیے عبرت نہیں بنا دیا؟ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ: لیکن اللہ تعالیٰ کے مومن بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے لیے خالص کر دیا ہے بلا شبہ وہ عذاب سے نجات پائیں گے۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے۔ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ: لام برائے قسم ہے۔ یعنی اللہ کی قسم جب قوم نوح نے نوح کی تکذیب کی تو نوح نے ہم سے فریاد کی، ہم انہیں خوب اچھا جواب دینے والے تھے اَلْمُجِيْبُوْنَ جمع کا

---

[1] تفسیر الطبری ۲۳/۱۳۷ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۱۸۲ [3] اخرجه الترمذی وقال حسن صحیح [4] تفسیر ابی السعود ۴/۲۷۱

صیغہ عظمت کے لیے ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس سورت مبارکہ میں سات قصے ذکر کیے ہیں: حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کا قصہ، موسیٰ وہارون علیہ السلام کا قصہ، حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ، حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ اور حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ۔ یہ سارے قصے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ہیں اور آپ کی امت کے کفار کو ڈرانا بھی مقصد ہے۔[1] وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ: ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے تھے کو نجات دی اور انہیں پانی میں ڈوب جانے سے بچا لیا۔ مفسرین کہتے ہیں: نجات پانے والے اسی (۸۰) مرد و عورت تھے۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ: اور ہم نے ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے بعد زمین میں ان کی نسل کو باقی رکھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اہل زمین سارے کے سارے حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔[2] تسہیل میں لکھا ہے: جب لوگ طوفان نوح میں غرق ہوئے، نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے کشتی میں نجات پائی، چنانچہ انسان کی نسل حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث سے چلی۔[3] وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ: ہم نے تا قیامت ہر آنے والی امت میں نوح کے لیے ذکر جمیل رکھ دی۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ: اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلامتی ہو۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: بندوں میں جو نیکی کرتا ہے ہم اسے اسی طرح اچھا بدلہ دیتے ہیں اور زمانہ بھر میں اس کا ذکر جمیل رہتا ہے۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ: نوح علیہ السلام خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے، کامل ایمان اور کامل یقین والے تھے۔ بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے: اس جلیل الشان عزت افزائی کی علت یوں بیان کی گئی کہ آپ علیہ السلام بندۂ مؤمن تھے، اس سے مقصد ایمان کی عظمت واضح کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ساری دنیا بھر دی، تاکہ ساری انسانیت کی زبانوں پر آپ کا ذکر جمیل رہے۔[4] ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ: ہم نے ان کفار کو غرق کر دیا جنہوں نے نوح علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا، ان میں سے کوئی نہیں باقی رہا جو دنیا کو دیکھ سکتا، نہ ان کا تذکرہ رہا اور نہ کوئی نشان باقی رہا۔

قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ: حضرت نوح علیہ السلام کے اعوان و انصار اور ان کے راستہ و سنت پر چلنے والوں میں سے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس (۲۶۴۰) سال کا وقفہ ہے۔ ان دونوں کے درمیانی وقفہ میں دو انبیائے کرام حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام گزرے ہیں۔[5] اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ: جب ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار کے پاس صاف ستھرا اور پاکیزہ دین لے کر آئے۔ جو شک و شبہ اور شرک سے خالی تھا۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر اور اپنی قوم کو ڈانٹتے ہوئے کہا: یہ بت اور مورتیاں کیا ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ استفہام میں انکار اور توبیخ ہے۔ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ: کیا تم جھوٹ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان مورتیوں کی عبادت کرتے ہو؟ اَئِفْكًا مفعول لہ ہے اور اٰلِهَةً مفعول بہ ہے۔ مفعول لہ کو مفعول بہ پر مقدم کیا گیا ہے چوں کہ مشرکین کی قباحت بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ باطل اور شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اصل عبارت اس طرح ہوگی۔ اَتُرِيْدُوْنَ اٰلِهَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِفْكًا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بدتر جھوٹ کو افک کہتے ہیں جو کلی طور پر بے سروپا ہو۔[6] فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: استفہام برائے توبیخ ہے یعنی تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دے گا جب کہ تم غیر اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہو۔ اور وہ تمہیں عذاب نہیں دے گا؟ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ اے قوم! تم لوگ کس قسم کے گمان میں پڑے ہوئے ہو اگر رب تعالیٰ کے ساتھ تمہاری ملاقات ہو وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، حالاں کہ تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو؟[7]

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۳۰۴ [2] تفسیر البحر المحیط ۷/ ۳۶۴ [3] تسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۷۲ [4] حاشیۃ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۱۵۷ [5] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۳۱ [6] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۹۲ [7] تفسیر الطبری ۲۳/ ۵۴

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ. فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ :...... جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو غیر اللہ کی عبادت کرنے پر ڈانٹ پلائی تو آپ علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے خداؤں کی حقیقت ان کے سامنے کھول کر رکھ دیں کہ نفع و نقصان ان کے قبضے میں نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام قوم سے الگ رہنا چاہتے تھے تا کہ بتوں کو پاش پاش کر دیں۔ چنانچہ جشن کے دن قوم کے ساتھ جانے سے حیلہ کر دیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا جیسا کہ نجومی دیکھتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ان کے دل میں وہم ڈال دیا کہ ستاروں کی دلالت سے معلوم ہوا کہ آئندہ آپ علیہ السلام بیمار ہو جائیں گے۔ اسی لیے آپ علیہ السلام نے فرمایا: إِنِّيْ سَقِيْمٌ: اگر میں تمہارے ساتھ چلا گیا تو بیمار ہو جاؤں گا۔ واضح رہے یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ توریہ ہے جو شرعاً جائز ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ توریہ جھوٹ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ آپ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ آپ بتوں کی عبادت سے بیمار ہیں۔[1] فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ: قوم نے آپ علیہ السلام سے اعراض کرنے کی وجہ سے آپ کو چھوڑ دیا اور اپنا جشن منانے چل دیے۔ فَرَاغَ إِلٰى اٰلِهَتِهِمْ: جب قوم جا چکی اور آپ علیہ السلام کو چھوڑ گئے تو آپ چپکے سے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جب قوم جا چکی تو آپ علیہ السلام چپکے سے اور جلدی کے ساتھ بتوں کی طرف چل دیے۔[2]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں سے خطاب اور بت شکنی

فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُوْنَ :...... یعنی کیا تم یہ کھانا نہیں کھاتے؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم کی عادت تھی کہ وہ بتوں کی آگے برکت اور قربانی کے لیے کھانے کی اشیاء رکھ دیتے تھے۔[3] مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ: بھلا تمہیں کیا ہوا جو میرے سوال کا جواب نہیں دیتے؟ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بتوں سے کھانے کی بات کرنا اور بول چال کے متعلق سوال کرنا استہزاء کے طور پر تھا، چوں کہ بت عبادت کرنے والوں سے درجہ سے کمتر ہیں اس لیے کہ بتوں کے عبادت گزار باتیں کرتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔[4] فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ: آپ علیہ السلام بتوں کی خبر لینے سب سے چھپ کر متوجہ ہوئے اور ہاتھ میں کلہاڑا لیے ان کا قصہ تمام کرنے لگے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بالیمین کی قید زور بازو پر دلالت کرتی ہے۔ نیز قوت آلہ قوت فعل کی مقتضی ہے۔[5] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دائیں ہاتھ کے ساتھ ضرب کو مخصوص کیا گیا ہے چوں کہ یہ ضرب پوری قوت کے ساتھ ہوتی ہے اور زیادہ شدید ہوتی ہے۔ فَأَقْبَلُوْا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ: آپ علیہ السلام کی طرف دوڑتے ہوئے آئے گویا جلدی میں وہ ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے، جب آپ علیہ السلام کے پاس پہنچے، کہنے لگے: تیری ہلاکت ہو، ہم ان کی پرستش کرتے ہیں اور تو ان کو توڑے جا رہا ہے؟ آپ علیہ السلام نے قوم کو کرارا جواب دیا۔ قَالَ أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ: کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم بناتے ہو اسے بھی، تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ بھلا خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی تم عبادت کیسے کرتے ہو۔ اے لوگو! کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے؟

ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مَا مصدریہ ہے اور معنی یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارا اعمال کا خالق ہے۔ ان مفسرین کے نزدیک یہ افعال عباد کی خلق کا قاعدہ ہے۔ جب کہ دوسرے مفسرین کی نزدیک 'مَا' موصولہ ہے اور معنی ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تمہارے بنائے ہوئے بتوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ یہ تفسیر سیاق کلام کے زیادہ لائق ہے اور مشرکین پر حجت قائم کرنے کے زیادہ مناسب ہے۔[6] قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ: بولے: ابراہیم کے لیے ایک عمارت بناؤ اور پھر اس میں خوب آگ جلاؤ، پھر اسے اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ مفسرین کہتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پر حجت قائم کر کے غلبہ پا لیا تو ان مشرکین نے سختی کا راستہ اپنایا اور آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ اسے دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دو اور اپنے خداؤں کا بدلہ لو۔ فَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَسْفَلِيْنَ: ان

---

[1] انظر اقوال المفسرین فی القرطبی ۱۵/ ۹۳ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۸۵ [3] جیسے ہمارے زمانے میں مشرکین کرتے ہیں [4] البحر المحیط ۷/ ۳۶۶ [5] البیضاوی ۲/ ۱۴۲ [6] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۸۳

کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چال چلنے کا ارادہ کیا اور آپ علیہ السلام کو ہلاک کرنے کا حیلہ کرنے لگے۔ تاہم آگ سے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو نجات دی، آگ ٹھنڈی کر دی اور سلامتی والی بنا دی۔ ان کفار کو ہم نے ذلیل و رسوا اور ہیچ کر دیا، چوں کہ ان کا مکر و فریب آپ علیہ السلام کے بارے میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

ہجرت ابراہیم علیہ السلام

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ: ...... جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات دی اور کفار کے مکر و فریب سے خلاصی دی تو وہاں سے آپ علیہ السلام نے ہجرت کر دی اور انہیں وہیں چھوڑ آئے۔ آیت کا معنی ہے کہ میں اپنی قوم کے شہر سے ہجرت کر رہا ہوں اور اس شہر کی طرف جا رہا ہوں جس میں جانے کا میرے رب نے مجھے حکم دیا۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے اپنی بیوی سارہ کے ساتھ سوائے شام ہجرت کی۔[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرزند صالح کی دعا اور باری تعالیٰ کی طرف سے قبولیت دعا

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ: ...... مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو نیک و صالح لوگوں میں سے ہو اور جو مجھے پردیس میں مانوس رکھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو بدلہ میں مطیع و فرماں بردار اولاد کے خواہش مند تھے۔[2] فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ: ہم نے ابراہیم کی دعا قبول کر لی اور انہیں بیٹے کی خوشخبری دی جو بڑا ہو کر حلیم و بردبار ہوگا۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین بشارتیں جمع کی ہیں: بیٹے کی بشارت دی، اور یہ کہ وہ جوانی کے زمانے کو پہنچے گا اور یہ کہ وہ بردبار ہوگا۔ چوں کہ کم سن لڑکا ان اوصاف کا حامل نہیں ہوتا۔ بھلا جب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کی خواہش ظاہر کی تو بیٹے نے عظیم بردباری کا مظاہرہ کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ بیٹے نے کہا تھا قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ: اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے کر گزریے، آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔[3]

دعائے ابراہیم علیہ السلام کا مصداق

جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی، چوں کہ ذبیح علیہ السلام کے قصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ: ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوشخبری دی جو کہ پیغمبر تھے اور نیک و صالح لوگوں میں سے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مبشر بہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔[4] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ: جب وہ لڑکا جوانی کے قریب پہنچ گیا اور اس قابل ہو گیا کہ اپنے والد کے ساتھ چل پھر سکے اور مختلف کاموں میں والد کا ہاتھ بٹا سکے۔ مفسرین کہتے ہیں: کہ یہ تیرہ سال کی عمر تھی قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ: یعنی مجھے خواب میں حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں ذبح کروں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: انبیا کے خواب وحی ہوتے ہیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انبیا علیہم السلام پر وحی بیداری میں بھی نازل ہوتی ہے اور سوتے ہوئے بھی۔ چوں کہ انبیا کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى: اس معاملہ میں غور کرو اور اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو خواب بتانے کا مقصد

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دل کی بات سے بیٹے کو آگاہ کیا تا کہ معاملہ آسان ہو جائے، نیز بیٹے کا امتحان بھی لینا چاہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے کتنا صبر کرے گا اور باپ کی کتنی اطاعت کرے گا۔[5] اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی حکم تھا اس میں ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے مشاورت کیوں کی؟ (جواب) ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس لیے مشاورت نہیں کی، تا کہ بیٹے کی رائے کی طرف رجوع کریں،

---

[1] القرطبی ۱۵/ ۹۷ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۸۶ [3] تفسیر ابی السعود ۴/ ۲۷۳ [4] دیکھیے ابن کثیر ۳/ ۱۸۶ [5] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۸۶

بلکہ اس لیے مشاورت کی، تا کہ بیٹے کا نقطۂ نظر معلوم ہو جائے اور وہ ثابت قدم رہیں اور بیٹا صبر پر آمادہ ہو جائے، چنانچہ بیٹے نے خوبصورت جواب دیا۔ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ: اللہ نے آپ کو جو مجھے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اسے کر گزریں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے یہ اس شخصیت کا جواب ہے جسے بردباری، صبر، حکم خداوندی کو بجالانے کا جذبہ اور تسلیم ورضا کا حوصلہ عطا کیا گیا ہے۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ: جب باپ بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا تا کہ اسے ذبح کر دیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ یعنی باپ نے بیٹے کو چہرے کے بل پچھاڑ دیا۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا: یہ "لما" کا جواب ہے۔ واو متحمہ ہے۔ یعنی ہم نے صدادی کہ اے ابراہیم! تمہیں جو حکم دیا گیا تھا وہ تم نے کر دکھایا، اور تمہارے خواب کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو چکا کہ تم نے ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو لٹا دیا۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گلا کاٹنے کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر بار بار چھری پوری قوت سے چلائی، لیکن گلے پر خراش تک نہ پڑی۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس قصے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے اور جب آپ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے بیٹے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بیٹا عطا کیا اور آپ کے دل میں بیٹے کی محبت رچی بسی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محبوب بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تا کہ دل سے غیر اللہ کی محبت نکل جائے اور دل محبوب حقیقی کے لیے خالی ہو جائے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کا حکم بجا لایا اور محبوب حقیقی کی محبت کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور بیٹے کو پہلو کے بل لٹا دیا تو بیٹے نے کہا: اے ابا جان! رسی کس کے باندھ دیں تا کہ میں ذبح کے دوران پھڑ کنے نہ پاؤں اور آپ کے کپڑے خون کے چھینٹوں سے بچے رہیں، ورنہ میری امی خون کے دھبے دیکھ کر غمزدہ ہوں گی۔ چھری کی دھار تیز کر لیں اور مجھے تیزی کے ساتھ ذبح کر دیں تا کہ موت کا مرحلہ آسانی سے گزر جائے۔ جب آپ میری امی کے پاس جائیں انہیں میرا سلام کہنا۔ اگر آپ میری قمیص والدہ کو واپس کر دیں تو اچھا ہوگا اور اس سے انہیں تسلی زیادہ ملے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے پر تم بہترین معاون ہو۔[1] اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: غم واندوہ دور کرنے کی یہ تعلیل ہے یعنی جیسے ہم نے آپ کی سختی کو دور کیا ایسے ہی ہم نیکوکاروں کی سختی دور کر کے انہیں بدلہ دیتے ہیں۔ ہم ان کی مشکل حل کرتے ہیں اور ان کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکالتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ: یقیناً یہ واضح ابتلاء اور کڑا امتحان تھا، جس میں مخلص اور منافق میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

امتحان میں کامیابی کا صلہ

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ: ...... ہم نے اس لڑکے کے بدلہ میں جنت سے عظیم الشان ذبیحہ فدیہ میں لا کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک عظیم الشان دنبہ جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا۔[2] وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ: تا قیامت آنے والے لوگوں میں ہم نے ان کی ثنائے جمیل قائم رکھی۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ: ہماری طرف سے تحسین وحوصلہ افزائی کا سلام ہو ابراہیم پر۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ: ثنائے جمیل میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے جزا کا ذکر مکرر لایا گیا ہے۔ اس کے اس امر کی تعلیل لائی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام راسخ الایمان، صاحب یقین اور مطمئن القلب تھے۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ: ہم نے اس واقعہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور لڑکے کی بشارت دی اور وہ اسحاق ہیں جو بعد میں پیغمبر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے نبی ہونے کی بشارت دی گئی جب بیٹا پیدا ہوا۔ یہ آیت اس امر میں صریح ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ: ہم نے دنیا و آخرت میں ابراہیم و اسحاق پر برکات نازل کیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ: ان کی اولاد میں نیکوکار بھی ہوئے اور بدکار بھی۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: محسن سے مراد مؤمن ہے اور ظالم سے مراد کافر ہے۔[3] ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں یہودیوں کے لیے وعید ہے، اور ان کی

---

[1] حاشیۃ للصاوی علی الجلالین ۳ / ۳۴۳ [2] مختصر ابن کثیر ۳ / ۱۸۷ [3] تفسیر الطبری ۲۳ / ۵۷

ایسی اولاد کے لیے بھی جو محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائی۔ آیت میں اس امر پر بھی دلیل ہے کہ نیک وصالح سے فاسق وفاجر پیدا ہوسکتا ہے، اس سے نیکوکار پر کوئی عیب نہیں اور نہ ہی اس کی شان میں کسی قسم کا نقص آتا ہے۔

بلاغت: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ :...... میں اسلوب تہکمی ہے۔ خَيْرٌ کے ساتھ تعبیر کرنے میں تہکم ہے۔ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ: میں تجنیس ناقص ہے۔ پہلے سے مراد پیغمبر ہیں اور دوسرے سے مراد امتیں ہیں۔ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ: میں تشبیہ ہے اور شاعت وہولناکی میں تشبیہ دی جارہی ہے، اسے تشبیہ مرسل کہا جاتا ہے۔ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ: میں استعارہ تبعیہ ہے۔ ہمہ تن اپنے رب کی طرف اخلاص کے ساتھ متوجہ ہونے کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کسی بادشاہ کے پاس قیمتی تحفہ لے کر جائے اور وہ رضامندی اور قبولیت سے کامران ہو۔ اس میں استعارہ تبعیہ ہے۔ مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ: میں صنعت طباق ہے۔ ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ: میں کنایہ لطیفہ ہے، یہ ثنائے جمیل سے کنایہ ہے۔ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ: میں خوبصورت فاصلہ بندی ہے اور یہ محسنات بدیعیہ اور خصائص قرآن میں سے ہے جو سماعت میں رس گھول دیتی ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا
هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا
فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ
اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ
اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع
وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ النصف
فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ
يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا
الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ

الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا
تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾
وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا
لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى
حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ
صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

ترجمہ: ......اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔(۱۱۴) اور دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔(۱۱۵) اور ہم نے ان کی مدد کی، سو وہی غالب ہونے والے تھے۔(۱۱۶) اور ہم نے انہیں واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب دی۔(۱۱۷) اور ہم نے انہیں صراط مستقیم کی ہدایت کی۔(۱۱۸) اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی۔(۱۱۹) کہ سلام ہو موسیٰ پر اور ہارون پر۔(۱۲۰) بلاشبہ ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں۔(۱۲۱) بے شک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔(۱۲۲) اور بلاشبہ الیاس پیغمبروں میں سے ہیں۔(۱۲۳) جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے۔(۱۲۴) کیا بعل کی عبادت کرتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑے ہوئے ہو۔(۱۲۵) جو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے۔(۱۲۶) سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔(۱۲۷) سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔(۱۲۸) اور بعد میں آنے والوں میں ان کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی۔(۱۲۹) کہ سلام ہو الیاس پر۔(۱۳۰) بلاشبہ ہم مخلصین کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔(۱۳۱) بے شک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔(۱۳۲) اور بلاشبہ لوط پیغمبروں میں سے ہیں۔(۱۳۳) جب کہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔(۱۳۴) سوائے بوڑھی عورت کے وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔(۱۳۵) پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔(۱۳۶) اور بلاشبہ تم ان پر ضرور گزرتے ہو صبح کے وقت۔(۱۳۷) اور رات کو، سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔(۱۳۸) اور بلاشبہ یونس پیغمبروں میں سے ہیں۔(۱۳۹) جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔(۱۴۰) سو قرعہ ڈالا سو وہ ہار جانے والوں میں سے ہو گئے۔(۱۴۱) سو مچھلی نے ان کا لقمہ بنا لیا اس حال میں کہ وہ صاحب ملامت ہو گئے۔(۱۴۲) سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔(۱۴۳) تو ضرور مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک ٹھہرے رہتے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔(۱۴۴) سو ہم نے انہیں ایک میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ سقیم تھے۔(۱۴۵) اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔(۱۴۶) اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا تھا۔(۱۴۷) سو وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا۔(۱۴۸) سو آپ ان سے دریافت فرما لیجیے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟(۱۴۹) کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اس حال میں کہ وہ حاضر تھے؟(۱۵۰) خبردار وہ اپنی سخن تراشی سے یوں کہتے ہیں(۱۵۱) کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔(۱۵۲) کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلہ میں چن لیا۔(۱۵۳) تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو؟(۱۵۴) کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟(۱۵۵) کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟(۱۵۶) سو لے آؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔(۱۵۷) اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان رشتہ داری قرار دے دی، حالاں کہ جنات کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔(۱۵۸) اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔(۱۵۹) مگر وہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں۔(۱۶۰) سو بلاشبہ تم اور تمہارے معبود(۱۶۱) اللہ تعالیٰ سے کسی کو نہیں پھیر سکتے۔(۱۶۲) مگر اسی کو جو دوزخ میں

داخل ہونے والا ہے۔⁽¹⁶³⁾ اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا مقام معلوم نہ ہو۔⁽¹⁶⁴⁾ اور بلا شبہ ہم صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔⁽¹⁶⁵⁾ اور بلا شبہ ہم تسبیح میں مشغول ہونے والے ہیں۔⁽¹⁶⁶⁾ اور یہ واقعی بات ہے کہ یہ لوگ یوں کہا کرتے تھے⁽¹⁶⁷⁾ کہ ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی ان نصیحتوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس تھیں⁽¹⁶⁸⁾ تو ہم ضرور اللہ کے خاص بندے ہوتے۔⁽¹⁶⁹⁾ سو ان لوگوں نے اس کا انکار کیا لہٰذا عنقریب جان لیں گے۔⁽¹⁷⁰⁾ اور ہمارا قول اپنے بندوں یعنی پیغمبروں کے لیے پہلے ہی سے طے شدہ ہے۔⁽¹⁷¹⁾ کہ بے شک انہیں کی مدد کی جائے گی۔⁽¹⁷²⁾ اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب ہوگا۔⁽¹⁷³⁾ سو آپ مختصر زمانہ تک ان سے اعراض فرمایے۔⁽¹⁷⁴⁾ اور ان کو دیکھتے رہیے، سو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔⁽¹⁷⁵⁾ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔⁽¹⁷⁶⁾ سو جب وہ ان کے میدان میں نازل ہو جائے گا تو ان لوگوں کی صبح بری ہوگی جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔⁽¹⁷⁷⁾ اور تھوڑے زمانہ تک آپ ان سے اعراض کیجیے⁽¹⁷⁸⁾ اور ان کو دیکھتے رہیے۔ سو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔⁽¹⁷⁹⁾ آپ کا رب جو رب العزت ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔⁽¹⁸⁰⁾ اور سلام ہو پیغمبروں پر۔⁽¹⁸¹⁾ اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے۔⁽¹⁸²⁾

ربط و تعارف: ......اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ، ذبیح علیہ السلام اور ان کے فدیہ کا قصہ ذکر ہوا۔ اس کے بعد بعض دوسرے انبیا مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام کے قصص ذکر کیے ہیں۔ ان قصص کے ضمن میں نصائح و مواعظ کو ذکر کیا گیا ہے، سورۂ مبارکہ اس پیغام پر ختم کی گئی ہے کہ غلبہ اور نصرت و فتح پیغمبروں اور ان کے متبعین کے حصہ میں آئی۔

لغات: اَبَقَ: ......وہ بھاگ گیا۔ اَلْمَشْحُوْنِ: بھری ہوئی۔ سَاهَمَ: اس نے قرعہ ڈالا۔ اَلْمُدْحَضِيْنَ: مغلوبین، محاورہ ہے: دحضت حجته، وادحضها الله: پھسلنا، حجت باطل ہو جانا۔ مغلوب کرنا و شکست دینا۔ شاعر کہتا ہے:

قتلنا المدحضين بكل فجٍّ ۔۔۔ فقد قرّت بقتلهم العيون

ہم نے شکست خوردہ لوگوں کو ہر گھاٹی میں خوب قتل کیا اور ان کے قتل سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

مُلِيْمٌ: ......ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت ہو۔ اَلْعَرَآءِ: چٹیل میدان، بے آب و گیاہ زمین۔ فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خالی جگہ۔ يَقْطِيْنٍ: کدو کی بیل۔ جوہری کہتے ہیں: ایسی بیل جس کا تنا نہ ہو جیسے کدو۔ سَاحَتِهِمْ: صحن۔

قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

تفسیر: وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ: ......لام برائے قسم ہے۔ معنی ہے: ہماری عزت و جلال کی قسم ہم نے انواع و اقسام کے احسانات و انعامات موسیٰ و ہارون پر کیے، انہیں دینی و دنیوی منافع جات سے ہم نے نوازا، من جملہ ان احسانات میں سے نبوت و رسالت بھی ہے۔ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ: ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو غم و اندوہ اور کڑی مشقت سے نجات دی۔ کرب عظیم سے مراد فرعون کا ظلم و استبداد اور بنی اسرائیل کو غلام بنانا ہے، نیز بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ رکھنا ہے۔ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ: ضمیر کا مرجع موسیٰ و ہارون اور بنی اسرائیل ہیں۔ یعنی ہم نے ان کو ان کے دشمنوں قبطیوں کے خلاف فتح مند کیا اور ہم نے ان کی مدد کی۔ بنی اسرائیل ان کے زیر دست تھے جب کہ اس کے بعد وہ قبطیوں پر غالب آ گئے۔ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ: ہم نے ان دونوں کو بیان کے اعتبار سے بلیغ کتاب عطا کی جو کہ حدود و احکام میں کامل تھی۔ کتاب سے مراد تورات ہے۔ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ: ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ دکھائی جس میں کسی قسم کی کجی نہیں تھی۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سیدھی راہ سے مراد دین اسلام ہے جسے اللہ نے اپنے انبیا کو دے کر مبعوث کیا۔[1] وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ: ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کی ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی چھوڑا۔ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ: ہماری طرف سے موسیٰ و ہارون پر سلام ہو۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ⁽¹²¹⁾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ: جو شخص اخلاص و احسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے ہم اس کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

[1] تفسیر الطبری ۲۳/ ۵۸

قصہ الیاس علیہ السلام

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: ...... حقیقت میں الیاس (بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں) ان شان والے پیغمبروں میں سے ہیں جنہیں ہم نے مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الیاس بن یاسین حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔[1] اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ: جب انہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا: کیا تم لوگ غیر اللہ کی عبادت کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو۔ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ: کیا تم بعل نامی بت کو پوجتے ہو اور اپنے پروردگار کی عبادت ترک کرتے ہو، حالاں کہ وہی تمہارا خالق ہے۔ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ: تم سب سے بہترین تخلیق کرنے والے کی عبادت ترک کر رہے ہو وہی تمہارا اور تمہارے آباؤاجداد کا پروردگار ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: بعل ایک بت کا نام ہے جسے بنی اسرائیل پوجتے تھے، اسی مناسبت سے ان کے شہر کا نام "بعلبک" پڑا۔ آیت کا معنی ہے: کیا تم ایسے خدا کو پوجتے ہو جسے تم نے خود تراش رکھا ہے اور وہ یہی بت ہے۔ جب کہ تم نے بہترین خالق کو چھوڑ رکھا ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے جو تمہارا اور تمہارے آباؤاجداد کا پروردگار ہے۔[2] فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ: ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی، بلاشبہ انہیں عذاب میں حاضر کیا جائے گا۔ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ: لیکن اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے عذاب سے نجات پائیں گے۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ: ہم نے تاقیامت الیاس علیہ السلام کے لیے اہل دنیا میں ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی چھوڑا۔ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ: ہماری طرف سے الیاس اور آل یاسین پر سلام ہو۔

الیاس اور آل یاسین کا مصداق

مفسرین کہتے ہیں: اِلْ يَاسِيْنَ سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مؤمنین ہیں، تغلیباً جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔ (جو کہ اصل میں اِلْ يَاسِيِّيْنَ تھا یائے نسبت تخفیف کے لیے حذف کر دی گئی۔) جیسے مہلب اور اس کی قوم کو "مہلبین" کہا جاتا ہے۔[3] طبری رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول ہے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام ہی کا نام ہے۔ یہ نام الیاس اور "الیاسین" دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ جیسے میکائیل اور میکال بولا جاتا ہے۔ گویا حضرت الیاس علیہ السلام کے دو نام ہیں: "الیاس" اور "اِلْ يَاسِيْنَ"۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ: اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ ان آیات کریمات میں ہر پیغمبر کے ذکر کے بعد سلام پر اختتام ہوا ہے اور یہ دو آیتیں ذکر کی گئی ہیں، ان سے احسان و ایمان کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ سارے پیغمبر علیہم السلام ان صفات جمیلہ کے ساتھ متصف تھے اسی لیے وہ تحسین و سلام کے مستحق ہیں صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

قصہ لوط علیہ السلام

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: ...... لوط علیہ السلام ہمارے پیغمبروں میں سے ایک ہیں جنہیں ہم نے ان کی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ: وہ وقت یاد کرو جب ہم ان کو عذاب سے نجات دی اور ان کے ساتھ جو ایمان والے تھے ان کے گھر والوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے۔ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ: البتہ ان کی بیوی جو ایمان نہیں لائی تھی اور وہ کافرہ تھی، وہ عذاب میں باقی رہ جانے والوں میں تھی اور وہ بھی ہلاک شدگان میں شامل تھی۔ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ: پھر ہم نے ان کی قوم کی مکذبین کو سختی سے ہلاک کر دیا، ان کی ہلاکت کی صورت یہ ہوئی کہ ہم نے ان کی بستی کو الٹ دیا، اس کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور نیچے کا اوپر اور آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی اسی لیے ان کی تباہی کو دَمَّرْنَا سے تعبیر کیا ہے۔

اے اہل مکہ! عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے؟

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ: ...... اے اہل مکہ! تم روزمرہ دوران سفر اُن کے ٹھکانوں پر سے گزرتے ہو۔ اور صبح و شام، دن رات ان کے کھنڈرات اور باقیات دیکھتے ہو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: تم ان کا مشاہدہ تو کرتے ہو لیکن عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ کیا تمہیں یہ خوف

---

[1] تفسیر ابوالسعود ۴/۲۷۶ [2] تفسیر القرطبی ۱۵/۱۱۶ [3] تفسیر الطبری ۲۳/۵۸

نہیں دامن گیر ہوتا کہ ان جیسے عذاب میں تم بھی مبتلا ہو سکتے ہو۔

قصہ یونس علیہ السلام

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ:...... یونس بھی ہمارے پیغمبروں میں سے ایک ہیں جنہیں ہم نے ان کی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ: اس وقت کو یاد کرو جب وہ لوگوں سے بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ: کشتی میں بیٹھے لوگوں نے قرعہ ڈالا اور آپ علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا، جس کی وجہ سے مغلوب ٹھہرے اور کشتی میں سوار لوگوں نے آپ علیہ السلام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام دل گرفتہ ہو گئے، قوم کو عذاب سے ڈرایا، لیکن قوم نہ سمجھی، آپ علیہ السلام نے غصہ میں قوم کو چھوڑا اور چلے گئے۔ غصے ہی کے عالم میں ساحل سمندر تک جا پہنچے اور وہاں لوگوں سے بھری ہوئی کشتی میں جا سوار ہوئے۔ کشتی تند و تیز آندھی اور موجوں کی زد میں آ گئی، ملاحوں نے کہا: کشتی میں ایک کوئی غلام بیٹھا ہے جو اپنے مالک سے بھاگ آیا ہے۔ اب کشتی کی نجات صرف اس میں ہے کہ اس غلام کو سمندر میں ڈال دیا جائے، چنانچہ کشتی میں سوار لوگوں نے قرعہ ڈالا جو حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا، لوگوں نے اٹھا کر آپ علیہ السلام کو سمندر میں ڈال دیا۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ:...... سمندر میں گرتے ہی مچھلی نے آپ کو نگل لیا، آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے بھیجا تھا اس سے الگ ہونے پر آپ علیہ السلام ملامت زدہ ہوئے آپ نے غصہ میں قوم کو پیچھے چھوڑ دیا اور رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر چل دیے۔ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ: اگر آپ علیہ السلام اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ ذکر نہ کرتے ہوتے۔ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ: تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت کی صبح تک رہتے۔ مچھلی کا پیٹ ہی ان کی قبر بن جاتا اور کبھی بھی نجات نہ پا سکتے۔ لیکن آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور استغفار کیا، مچھلی کے پیٹ ہی میں صرف اللہ کو پکارا اور کہا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﭕ (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۷)

"یا اللہ تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں اور تو پاک ہے، حقیقت میں، میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ: ہم نے مچھلی کے پیٹ سے یونس کو ساحل سمندر پر ڈال دیا، یہ ساحلی زمین بالکل چٹیل میدان تھی جس میں کوئی درخت نہیں تھا، آپ علیہ السلام اس کرب کی وجہ سے نہایت ناتواں ہو چکے تھے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ میں نے تیرا پیٹ یونس کے لیے قید خانہ بنایا ہے یونس کو تیری خوراک نہیں بنایا، اسی لیے آپ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں صحیح وسلامت رہے اور آپ کے بدن میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔[1] وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ: ہم یونس پر بیل نما درخت اگا دیا جو آپ پر سایہ کیے رکھتا اور دھوپ کی شدت سے آپ کو بچائے رکھتا یہ کدو کی بیل تھی جو چوڑے پتوں والی ہوتی ہے۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کدو کی بیل اس لیے اگائی چوں کہ اس کے پتے چوڑے اور بڑے ہوتے ہیں، جن کا اچھا خاصا سایہ ہوتا ہے اور کدو کی بیل کے نزدیک مکھیاں نہیں آتیں۔ جب کہ آپ علیہ السلام کا بدن مچھلی میں رہنے کی وجہ سے نازک ہو گیا تھا جو مکھیوں کا متحمل نہیں تھا۔[2] یہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اس کا لطف و کرم تھا، جب آپ علیہ السلام کے بدن کی قوت مکمل ہو گئی اور رو بصحت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوم کی طرف واپس کر دیا۔ اسی لیے ارشاد فرمایا: وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ: اس کے بعد ہم نے یونس کو ان کی قوم کی طرف بھیجا جن سے وہ بھاگ گئے تھے اور ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

مفسرین کہتے ہیں: یونس علیہ السلام کی قوم کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ ایک اور قول کے مطابق ستر ہزار تھی۔ یہ (مقام) موصل کے قریب نینویٰ کے رہنے والے تھے۔ آیت میں "او" "بل" کے معنی میں ہے۔ یعنی بلکہ وہ تعداد میں اس سے زیادہ تھے۔ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ: قوم یونس نے جب عذاب کی نشانیاں دیکھیں تو اس کی بعد وہ ایمان لے آئے اور مقررہ مدت تک ہم نے ان کو دنیا میں فائدہ اٹھانے کے لیے باقی رکھا۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۴/۷۷ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۱۷۶

تسہیل میں لکھا ہے: روایت ہے کہ قوم یونس اپنے بچوں اور مویشیوں کے بچھڑوں کو لے کر باہر آئے۔ بچوں اور ماؤں کو الگ الگ کر دیا اور آہ و بکا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب اٹھا لیا۔[1]

فرشتوں کے مؤنث اور اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ

پیغمبروں کے متعلق یہاں بات مکمل ہوئی اب کفار مکہ جو کہ تکذیب کے مرتکب تھے کی بات کی جارہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ: اے محمد! کفار مکہ سے پوچھیں (یہ سوال توبیخ ہے) کہ کفار یہ خیال کیوں رکھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ بیٹیاں اللہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور بیٹے اپنی لیے منتخب کرتے ہیں۔ وہ بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں اور بیٹیوں کی اپنی طرف نسبت نہیں کرتے، بھلا بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے پسند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے بیٹے مخصوص کر لیتے ہیں؟ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ: کفار کے بہتان پر ایک اور توبیخ ہے اور ان کا استہزا ہے یعنی بلکہ کیا ہم جب فرشتوں کو پیدا کیا اور انہیں مؤنث (لڑکیاں) بنایا کیا وہ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ یہ بہتان باندھتے ہیں؟ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ: اے لوگو! ہوشیار رہو، یہ مشرکین محض کذب و افترا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ: یہ قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔[2] اور ان کا یہ قول کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں محض جھوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ابو سعود کہتے ہیں: یہ جملہ مستانفہ ہے جو مشرکین کے فاسد و باطل مذہب کے ابطال کے لیے لایا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مشرکین کے اس خیال کی بنیاد صریحاً فک اور افترا قبیح پر ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ: یہ بھی توبیخ ہے، یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیاں پسند کر لیں اور مشرکین کو بیٹوں سے نواز دیا؟ مَا لَكُمْ ۚ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ: مشرکین کی سفاہت بیان کرنا مقصود ہے یعنی تم نے یہ ظالمانہ فیصلہ کس حکمت کی بنیاد پر کر دیا؟ بھلا خدا تعالیٰ نے تمہارے زعم کے مطابق نہایت حقیر چیز کو کیسے منتخب کر لیا؟ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: کیا تمہارے پاس تمیز اور ادراک نہیں کہ اس بات کے خطا ہونے کو پہچان سکو؟ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی کیا تم بداہت عقل سے اس قول کے بطلان کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ یہ بات تو ہر ذکی و غیر کے عقل میں آسکتی ہے۔[3]

اس باطل عقیدے پر کوئی دلیل ہو تو لے آؤ

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ: ...... ایک اور توبیخ ہے۔ کیا اس بات پر تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے؟ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: یہ نوشتہ لے آؤ جو تمہارے سچے ہونے پر شاہد بن سکے۔ اس سے غرض مشرکین کے عجز کو بیان کرنا ہے کہ مشرکین اپنے باطل نظریے پر کسی شرعی یا منطقی و عقلی دلیل سے استناد نہیں کرتے۔

مشرکین کا ایک اور باطل عقیدہ

یہاں سے مشرکین کے ایک اور من گھڑت افسانوی خیال کی طرف بات منتقل ہو رہی ہے۔ چنانچہ مشرکین کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان ایک واسطہ پایا جاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان ازدواج کا تعلق ہے اور جنات سے فرشتے پیدا ہوئے ہیں۔ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا: مشرکین اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان قرابت اور نسب کا تعلق جوڑتے ہیں، چنانچہ مشرکین ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ نکاح کا رشتہ قائم کر رکھا ہے جن سے فرشتے پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ اس بہتان سے پاک و منزہ ہے۔ مشرکین یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ فرشتے مؤنث ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ: شیاطین جانتے ہیں کہ انہیں عذاب میں پیش کیا جائے گا۔

---

[1] تفسیر التسہیل فی علوم التنزیل ۳/۱۷۶ [2] تفسیر ابی السعود ۴/۶۷۸ [3] سابقہ مرجع

صاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ مشرکین کی توبیخ وتکذیب میں مزید اضافہ ہے۔ گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ مشرکین جن کی تعظیم کرتے ہیں اور وہ جنہیں اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں وہ تمہارے حال اور تمہارے انجام سے بخوبی آگاہ ہیں۔[1] سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ: یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی شان میں جو باتیں بناتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پاک وبالاتر ہے۔ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ: یہ استثنا منقطع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک ومخلص بندے مشرکین کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ: اے کفار! تم اور وہ بت اور شیاطین جن کی تم عبادت کرتے ہو تم سب اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی کو بھی گمراہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے جس کے مقدر میں بدبختی لکھ دی ہو اور دوزخ کے عذاب کا فیصلہ اس کے حق میں ہو چکا ہو وہ بلاشبہ دوزخ کے عذاب میں جائے گا۔

فرشتوں کا اعترافِ بندگی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اعتراف کا ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ: ہم میں سے ہر فرشتے کا ایک مرتبہ اور مقام ہے اس کی ایک مقررہ ذمہ داری ہے وہ اپنی حد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے بعض کو رزق کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، بعض موت کے امور پر مامور ہیں، بعض وحی لے کر نازل ہوتے ہیں، ہر ایک کی عبادت کا ایک مقررہ مقام ہے، اسی مقام کے اندر اس کی عزت ومرتبہ ہے۔ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ: ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کے لیے صف بستہ رہتے ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ: ہم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور ان تمام امور کی اس سے نفی کرتے ہیں جو اس کی عظمت، اس کی کبریائی کے شایانِ شان نہیں ہوتے۔ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت میں ان لوگوں پر رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں[2] چوں کہ فرشتوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت وبندگی بجالاتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی پاکی اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔

کفار مکہ کا اپنی بات سے انحراف

وَاِنْ كَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ: ...... ضمیر کفار قریش کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ''اِنْ'' مخففہ ہے جس کا تعلق ''اِنَّ'' سے ہے۔ شان یہ ہے کہ کفار مکہ نزول قرآن سے پہلے کہا کرتے تھے: اگر پہلی کتابوں تورات اور انجیل کی طرح ہمارے اوپر بھی کوئی کتاب نازل ہوتی ہم پہلے لوگوں سے بڑھ کر اس آسمانی کتاب پر ایمان لانے والے ہوتے اور ہم اللہ تعالیٰ کی زیادہ اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والے ہوتے۔ لیکن جب قرآن عظیم آ گیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور کفر کرنے لگے۔ اسی لیے آگے ارشاد ہوا۔ فَكَفَرُوْا بِهٖ: انہوں نے کفر کر دیا اور قرآن مجید کی تکذیب کر دی جو کہ تمام آسمانی کتابوں میں سے افضل کتاب تھی۔ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ: عنقریب اس کا انجام دیکھ لیں گے۔ آیت میں کفار کے لیے وعید اور دھمکی ہے۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ: پیغمبروں کے ساتھ کیا ہوا ہمارا وعدہ اور فیصلہ گزر چکا ہے۔ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ: وہ یہ کہ ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی۔ یہاں سے سورہ مجادلہ کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب رہیں گے۔ (سورۃ المجادلۃ، آیت ۲۱)

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ: ...... حقیقت میں ہمارے لشکر کے لوگ یعنی مؤمنین ہی دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے۔ دنیا میں ان کو حجت ودلیل کے ذریعے غلبہ حاصل ہوگا اور آخرت میں جنت میں داخل ہو کر غالب رہیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا مؤمنین کی مدد کرنا یقینی امر ہے اور بعض معرکوں میں مؤمنین کو شکست ہو جانا اللہ تعالیٰ کی مدد پر قدح نہیں ہے، قاعدہ تو نصرت اور کامیابی کا ہے بعض اوقات مؤمنین جو مغلوب ہو جاتے ہیں اس کی وجہ کچھ کوتاہی یا آزمائش وابتلا ہے۔ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ: اے محمد! مشرکین سے اعراض کر لیں کچھ مدت کے لیے۔

---
[1] الصاوی علی الجلالین ۳/ ۸۴ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۷۷

یہاں تک کہ آپ کو ان سے لڑنے کا حکم مل جائے۔ وَّاَبۡصِرۡهُمۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ: آپ انہیں دیکھتے ہیں جب ان پر عذاب اترے گا اور وہ بھی اپنے کفر کا انجام دیکھ لیں گے۔ اَفَبِعَذَابِنَا يَسۡتَعۡجِلُوۡنَ: تہدید کے لیے استفہام انکاری ہے۔ یعنی بھلا کیا یہ لوگ اللہ کے عذاب کے لیے جلدی مطالبہ کر رہے ہیں؟ روایت ہے کہ جب یہ آیت فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ: نازل ہوئی تو مشرکین اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اور کہنے لگے یہ کب ہوگا؟ پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمۡ فَسَآءَ صَبَاحُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ: اس کو بعید نہ سمجھو چوں کہ جب مکذبین کے صحن میں عذاب نازل ہو کر آجاتا ہے تو یہ دن ان کے لیے بہت برا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو لشکر جرار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو صبح صبح کسی قوم پر چڑھ دوڑے اور ان کا استیصال کر دے۔ وَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ: تہدید (دھمکی) کی تاکید کے لیے یہ آیت مکرر لائی گئی ہے اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی جا رہی ہے۔ سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ: پاک ہے تمہارا پروردگار جو عزت و جبروت اور سطوت والا ہے اور وہ مشرکین کی بنائی ہوئی باتوں سے پاک و منزّہ ہے۔ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ: ہماری طرف سے اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں پر سلام ہو، شروع اور آخر میں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو کہ تمام مخلوق کا پالنہار ہے۔ کفار اللہ تعالیٰ کے بارے میں مختلف باتیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ان سے پاک قرار دیا ہے، اس سورۂ مبارکہ میں بہت سے شنیع اقوال ذکر کیے ہیں اور سورۂ مبارکہ کے آخر میں پیغمبروں پر سلام بھیجا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی گئی ہے۔ اس میں بندوں کو تعلیم دی جا رہی ہے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

تَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّتَذَرُوۡنَ:...... اور الۡبَنَاتِ عَلَى الۡبَنِيۡنَ: میں صنعت طباق ہے۔ اَلِرَبِّكَ الۡبَنَاتُ، اَمۡ خَلَقۡنَا الۡمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا، مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمۡ لَكُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِيۡنٌ: میں مسلسل توبیخ ہے۔ اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ: میں اِنَّ اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ ان تاکیدات سے مقصد معنی کی تحقیق ہے۔ اِذۡ اَبَقَ اِلَى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے اپنے رب کی اجازت کے بغیر بستی سے نکل جانے کو غلام کے بھاگ جان کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر چلا جائے۔ وَجَعَلُوۡا بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ الۡجِنَّةِ نَسَبًا: میں خطاب سے غیوبت کی طرف اشارہ ہے۔ مقصد اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ مشرکین خطاب کے اہل نہیں ہیں اور وہ رب تعالیٰ کی رحمت سے کوسوں دور ہیں۔ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمۡ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ کفار پر نازل کیے گئے عذاب کی مثال بیان کی گئی ہے ایک ایسے لشکر کے ساتھ جو اچانک کفار پر چڑھائی کر دے، جب کہ لشکر ان لوگوں کو نصیحت بھی کرے اور ڈرائے بھی لیکن وہ لوگ اس کی طرف مطلق التفات نہ کریں یہاں تک کہ لشکر ان کا استیصال کر دے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں اس جملہ کی کمال فصاحت صرف اسی صورت میں واضح ہوتی ہے جب اسے بطور تمثیل واضح کیا جائے۔[1]

فائدہ:...... ابن ابی حاتم نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص پورے پورے پیمانے سے اپنا حصہ لینا چاہتا ہو وہ مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھے سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۸۲﴾

الحمد للہ آج بروز پیر بتاریخ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بمطابق ۱۶ فروری ۲۰۱۵ء بعد نماز مغرب سورۂ صافات کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔ آمین

---

[1] الکشاف ۴/۵۲

سورۂ صٓ

تعارف:.....سورۂ ص مکیہ ہے، اس کے بھی وہی اہداف ہیں جو مکی سورتوں کے ہیں۔ اور اس میں اسلامی عقیدہ کے اصول پر زور دیا گیا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قرآن عظیم کی قسم اٹھائی گئی ہے، یہ قرآن نبی امی ﷺ پر نازل ہوا جو کہ فصیح و بلیغ مواعظ اور اخبار عجیبہ پر مشتمل ہے۔ قسم سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید حق ہے اور محمد ﷺ نبی مرسل ہیں۔

پھر سورۂ مبارکہ میں توحید، مشرکین کے انکار اور مشرکین کے دعوت توحید و رسالت کو ٹھکرانے کے متعلق بات ہوئی ہے۔

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ (سورہ ص، آیت ۵)

پھر سورۂ مبارکہ میں کفار مکہ کے لیے ایسے لوگوں کی مثالیں بیان کی گئیں ہیں جو مشرکین مکہ سے پہلے گزر چکے اور سرکشی پر اڑے رہے، تکذیب و گمراہی ان کا مقدر بنی رہی۔ ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر بھی ہوا۔

سورۂ مبارکہ میں بعض پیغمبروں کے قصے بھی بیان کیے گئے، جن میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی چوں کہ کفار مکہ آپ ﷺ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان قصص سے آپ کو تسلی دی گئی تا کہ آپ کا غم و حزن کم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام، ان کے بیٹے حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے۔ انبیائے کرام اور اولیاء عظام کی تسلی و تشفی کے لیے قصص بیان کرنا سنت خداوندی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ دلائل پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دراصل اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ نے فضول نہیں پیدا کی اور یہ کہ دار آخرت ناگزیر ہے تا کہ اس میں نیکوکار اور بدکار کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں پیغمبر علیہ السلام کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے جو کہ تمام پیغمبروں کی ہوتی ہے۔

وجہ تسمیہ:.....سورۂ کریمہ کا نام سورہ "ص" ہے، یہ حروف ہجا میں سے ایک حرف ہے۔ دراصل قرآن عظیم کے معجز ہونے کی طرف اس سے اشارہ کیا گیا ہے کہ ساری مخلوق کو اس کتاب کا چیلنج دیا گیا ہے۔ جب کہ یہ کتاب انہی حروف ہجا سے منظوم ہے۔

آيَاتُهَا ۸۸ | (۳۸) سُورَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ (۳۸) | رُكُوعَاتُهَا ۵

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ
قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا
سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ
امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ
اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا
عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۭ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾
اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ ع
وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ
ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ
كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ وقف لازم
تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى
بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَاۗءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ
وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ
نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاۗءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ السجدۃ ۱۰
ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ
النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ:.....صٓ: قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے۔ (۱) بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا تعصب میں اور مخالفت میں ہیں۔ (۲) ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا، سو انہوں نے پکارا اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا۔ (۳) اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا اور کافروں نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ (۴) کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ (۵) اور ان کے بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بلاشبہ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی مقصد ہے۔ (۶) ہم نے یہ بات گزشتہ مذہب میں نہیں سنی، بس یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے۔ (۷) کیا ہمارے درمیان سے اسی شخص پر کلام نازل ہوا' بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی کی وجہ سے شک میں ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا۔ (۸) کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں جو غالب ہے بخشش فرمانے والا ہے۔ (۹) کیا ان کے لیے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا اختیار حاصل ہے۔ سو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں۔ (۱۰) اس مقام پر لوگوں کی ایک بھیڑ ہے جو شکست خوردہ جماعتوں میں سے ہے۔ (۱۱) ان سے پہلے قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جو میخوں والا تھا (۱۲) اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔ (۱۳) وہ گروہ یہی لوگ تھے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا' سو میرا عذاب واقع ہو گیا۔ (۱۴) اور یہ لوگ بس ایک زوردار چیخ کے انتظار میں ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو گی۔ (۱۵) اور ان لوگوں نے کہا کہ اے رب! ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہمیں دے دیجیے۔ (۱۶) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور ہمارے بندہ داؤد کو یاد کیجیے جو قوت والے تھے۔ بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔ (۱۷) بے شک ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا، وہ تسبیح

میں مشغول ہوتے تھے شام کو اور اشراق کے وقت۔ ⑱ اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو جمع کیے ہوئے تھے۔ سب اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ⑲ اور ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کر دیا اور انہیں حکمت دے دی اور فصل خطاب دے دیا۔ ⑳ اور کیا آپ کے پاس جھگڑا کرنے والوں کی خبر پہنچی ہے جب کہ وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے۔ ㉑ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان کے آنے سے گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں، ہم دو اہل معاملہ ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجیے۔ ㉒ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانویں دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ مجھے دیدے اور بات چیت میں مجھے دباتا ہے۔ ㉓ داؤد نے کہا کہ بلاشبہ اس نے تجھ پر ظلم کیا کہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کا سوال کیا اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔ ㉔ سو ہم نے وہ ان کو معاف کر دیا اور بلاشبہ ان کے لیے ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔ ㉕ اے داؤد! بے شک ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجیے اور خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بہکا دے گی۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔ ㉖

لغات: عِزَّةٍ:...... قبول حق سے انکار کرنا اور تکبر کرنا۔ اصل میں اس کا معنی غلبہ اور سطوت ہے۔ اسی سے عرب کا قول ہے: ''مَنْ عَزَّ بَزَّ'' یعنی جو غلبہ پاتا ہے وہ زبردستی بھی کرتا ہے۔ شِقَاقٍ: مخالفت۔ مَنَاصٍ: المناص ٹھکانا، جائے پناہ، درد، خلاصی۔ عُجَابٌ: تعجب میں مبالغہ کرنا، انتہا کر دینا۔ خلیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: العجیب، العجب، العجاب یعنی تعجب میں حد کو تجاوز کر جانا۔ اخْتِلَاقٌ: جھوٹ، افترا، کذب۔ فَوَاقٍ: الفوائق استراحت، افاقہ۔ جوہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گائے یا اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیان کے وقفہ کو کہا جاتا ہے، چنانچہ اونٹنی یا گائے کا دودھ دوہا جاتا ہے پھر اس کا بچھڑا چھوڑا جاتا ہے تاکہ مزید دودھ تھنوں میں اتر آئے اس وقفے کو فواق کیا جاتا ہے۔ قِطَّنَا: القط: حصہ، نصیب۔ الْاَيْدِ: عبادت وطاعت میں قوت ملنا۔ تَسَوَّرُوا: انہوں نے چار دیواری بنائی، السور: دیوار۔ تُشْطِطْ: علمائے لغت کہتے ہیں۔ الشطط حد تجاوز کرنا۔ حق سے آگے نکل جانا۔ مقولہ ہے: ''شط فی الحکم'' حکم سے تجاوز کر جانا اور اس میں انصاف نہ کرنا۔ اصل میں اس کا معنی بُعد، دوری کا ہے۔

تفسیر: صٓ:...... حروف ہجا کے بارے میں بات گزر چکی ہے کہ ان میں اعجاز قرآن کی طرف اشارہ ہے۔[1] وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ: یہ قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم اٹھائی ہے۔ یعنی ذی مرتبہ، بلند وشرف وعظمت والے قرآن کی قسم ہے۔ جواب قسم حذف ہے وہ یہ ہے: ''حقیقت میں یہ قرآن معجز ہے اور محمد سچے ہیں۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذِي الذِّكْرِ کا معنی ذی شرف بیان کیا ہے۔

گزشتہ امتوں کی ہلاکت کی وجہ

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ:...... بلکہ کفار حمیت سے دوچار ہیں اور ایمان لانے سے تکبر کر رہے ہیں۔ اختلاف ونفرت میں ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار نے قرآن میں کوئی خلل نہیں پایا کہ جس کی وجہ سے وہ مرتکب کفر ہوئے ہوں بلکہ انہوں نے حق سے تکبر کرنے کی وجہ سے کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کفر کیا ہے۔[3] كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ: ہم نے اہل مکہ سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے، چوں کہ وہ بھی (ان کی طرح) حق سے منہ موڑتے تھے اور تکبر کرتے تھے۔ ابو سعود کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اہل مکہ کے لیے وعید ہے۔[4] فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ: نزول عذاب کے وقت نجات حاصل کرنے کے لیے فریاد کرنے لگے جب کہ اب ان کے بھاگنے اور نجات پانے کا وقت نہیں تھا۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: وہ امتیں جو ہلاک کی گئیں انہوں نے آہ وبکا اور فریاد کی اس وقت جب فریاد انہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی تھی۔ جب انہوں نے فریاد کی وہ وقت خلاصی

---

[1] سورۃ البقرہ کی ابتدا دیکھ لی جائے۔ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۱۹۶ [3] تفسیر البیضاوی ۲/۱۴۶ [4] ابو السعود ۴/۲۸۱

اور نجات کا نہیں تھا، "لات" لیس کے معنی میں ہے اصل میں "لا" نافیہ ہے اس پر تائے تانیث کا اضافہ کیا گیا ہے۔ [1]

کفار کا توحید اور محمد ﷺ کی بعثت پر تعجب

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ:...... مشرکین محمد ﷺ کی بعثت پر تعجب کرتے ہیں اور اس امر کو بعید سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجے۔ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ: کفار مکہ کہتے ہیں: محمد جادوگر ہے۔ کفار معجزات کو جادو کا اثر کہتے تھے۔ كَذَّابٌ: یعنی دعوائے رسالت کے کذب ہونے میں محمد مبالغہ کرتا ہے۔ آیت کریمہ میں "قَالَ الْكٰفِرُوْنَ" فرمایا ہے اور اسم ظاہر کی جگہ "وَقَالُوْا" نہیں فرمایا، چوں کہ کفار پر غصہ وغضب کرنا مقصود ہے اور ان کی مذمت کرنا مقصود ہے۔ کیوں کہ جرم کفران پر ثابت ہو چکا ہے اور ان پر کفر کی مہر لگ چکی ہے۔ چنانچہ صادق وامین ہستی پر اس طرح کی تہمت ایسی ہی لوگ لگاتے ہیں جو کفر وفسق میں حد سے بڑھے ہوئے ہوں۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا: کیا اس کا دعویٰ ہے کہ رب جو کہ معبود ہے وہ یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ: محمد جو کلمۂ توحید کی بات کرتا ہے یہ تعجب میں حد سے بڑھی ہوئی بات ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین (ان پر اللہ کی لعنت ہو) نے کلمۂ توحید کا انکار کیا اور شرک باللہ کے ترک پر تعجب کیا۔ مشرکین نے اپنے آباؤ اجداد سے شرک وکفر وراثت میں پائی ہے اور بتوں کی عبادت کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی ہے۔ جب رسول کریم ﷺ نے ان کو بتوں سے الگ ہونے اور توحید کا اقرار کرنے کی دعوت دی تو اس دعوت کو انہوں نے گراں سمجھا اور تعجب کرنے لگے اور کہا: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ [2]

شان نزول

مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش مکہ اکٹھے ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا: اپنے بھتیجے کو ہماری مخالفت سے روک دو، وہ ہمارے دین کو برا بتلاتا ہے، ہمارے خداؤں کی مذمت کرتا ہے اور ہماری سمجھ میں وہ بے وقوفی کر رہا ہے۔ چنانچہ ابوطالب نے نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور قریش کا مدعا آپ کے سامنے رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! میں ان سے صرف ایک کلمے کے اقرار کا مطالبہ کر رہا ہوں جس کی برکت سے وہ عجم کے مالک بن جائیں گے اور سارے عرب کو زیر نگیں کر لیں گے۔ ابوجہل اور مشرکین نے کہا: وہ ایک کلمہ کیا ہم اس کے ساتھ دس کلمات ماننے کو تیار ہیں۔ بتاؤ! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر لو۔ یہ سنتے ہی مشرکین بغلیں جھانکتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا: اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: [3] وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ: قریش کے اشراف اور گمراہیوں کے روسا چل پڑے اور رسول کریم ﷺ کے پاس نکل پڑے، ایک دوسرے سے کہنے لگے: چلو اور اپنے خداؤں کی عبادت پر ڈٹے رہو، محمد تمہیں جو خدائے یکتا کی دعوت دے رہا ہے اس کی طرف مطلق دھیان مت دو۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ: یہ معاملہ غور طلب ہے، اس کی آڑ میں محمد چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے پھیر دے تا کہ اسے تمہارے اوپر غلبہ اور سیادت حاصل ہو جائے، اس کی اطاعت سے گریز کرو اور باز رہو۔ [4] مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ: ہم نے اس طرح کی بات نصرانی دین میں بھی نہیں سنی جو کہ آخری دین ہے۔ وہ بھی تثلیث کے قائل ہیں توحید کی وہ بھی قائل نہیں۔ بھلا محمد کیسے دعویٰ کر رہا ہے کہ خدا ایک ہی ہے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مشرکین کی مراد قریش کا دین تھا یعنی ہم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین میں اس توحید کو نہیں پایا۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ: محمد جس توحید کا دعویٰ کر رہا ہے یہ محض جھوٹ اور افترا پردازی ہے۔ اس کے بعد مشرکین نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وحی کے خاص ہونے کا انکار کیا ہے۔

---

[1] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۷۹ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۹۷ [3] تفسیر الطبری ۲۳/ ۷۹ والبحر المحیط ۷/ ۳۸۲ [4] یہ ابن جریر کا بیان کردہ معنی ہے اور اس کی تفسیر میں مزید اقوال بھی ہیں جو تفسیر ابی سعود میں دیکھے جا سکتے ہیں ۴/ ۲۸۳

نبوت کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب پر اعتراض

ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا:...... استفہام برائے انکار ہے۔ یعنی کیا ہمارے علاوہ صرف محمد ہی پر قرآن نازل ہونا تھا حالاں کہ ہمارے درمیان محمد سے زیادہ مال دار لوگ بھی موجود ہیں، اس سے بڑھ کے عزت و مرتبے والے ہیں۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین سمجھتے تھے عزت و شرف پر بس انہی کی اجارہ داری ہے اور شرافت ان کا خاصہ ہے، درحقیقت یہ انکار اس حسد کی ترجمانی کرتا جو مرتبہ نبوت کے خلاف ان کے دلوں میں پل رہا ہے۔[1] بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ: مقدر عبارت سے عدول کیا جا رہا ہے اور اس کی تقدیر یہ ہے۔ ان کا قرآن سے انکار کرنا علم کے بل بوتے پر نہیں بلکہ شک کی بنیاد پر ہے اسی لیے وہ مرتکب کفر ہوئے ہیں۔ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ: بل برائے اضراب ہے اور یہ اضراب (عدول) انتقالی ہے۔ اس سے غرض تہدید ہے۔ معنی ہے: ان کے شک کرنے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ اگر وہ عذاب کا مزہ چھک لیں تو قرآن کا یقین کر لیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے۔

رسالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کا جواب

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ:...... مشرکین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص نبوت کو لے کر اعتراض کیا تھا ان کے اعتراض پر یہ رد ہے۔ آیت کا معنی ہے: کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں یہاں تک کہ وہ جسے چاہیں نبوت عطا کر دیں اور جسے چاہیں اس مرتبہ عظمٰی سے محروم رکھ دیں؟ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نوازے، چوں کہ اللہ تعالیٰ الْعَزِيْزِ: غالب ہے وہ مغلوب نہیں۔ الْوَهَّابِ: جسے چاہے جو بھی عطا کرے۔[2] اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا: کیا، آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ یہ انکار اور توبیخ ہے۔ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ: اگر اس میں ان کا کچھ حصہ ہے تو وہ سیڑھیوں کے ذریعے چڑھ کر آسمان تک پہنچ جائیں اور کائنات کا انتظام سنبھال لیں؟ یہ مشرکین کا تہکم اور استہزاء ہے۔

زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ غایت درجے کا تہکم ہے۔ یعنی اگر مشرکین خلائق کا انتظام سنبھال سکتے ہیں رحمت کی تقسیم کا عمل بجا لا سکتے ہیں، نیز ان کے پاس اگر ایسی حکمت عملی ہے جس سے وہ نبوت کے مستحق و غیر مستحق میں تمیز کر سکتے ہیں تو وہ ایسی سیڑھیوں پر چڑھ جائیں جو انہیں آسمانوں تک پہنچا دے اور وہاں جلوہ زن ہو کر عالم کا نظام چلائیں اور جس پر چاہیں وحی نازل کر لیں۔ یہ انتہا درجے کا تہکم ہے۔[3] جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ: تنکیر برائے تقلیل و تحقیر ہے۔ ''مَا'' تقلیل کی تاکید کے لیے ہے، یعنی وہ تو بس کافروں کا ایک چھوٹا سا لشکر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے خلاف سر اٹھا لیتا ہے، وہ تو تھوڑے سے ہیں جو شکست کھا کر بھاگ جائیں گے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اس کی پروا نہ کریں اور جو ہذیان بکتے ہیں اس کی طرف توجہ نہ دیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کے آباواجداد کے انجام کی خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ: کفار مکہ سے پہلے بہت سارے کفار قوموں نے (پیغمبروں اور اللہ کی دعوت) کی تکذیب کی ہے ان میں سے قوم نوح ہے، قوم ہود ہے (اور وہ قبیلۂ عاد ہے) ظالم فرعون ہے جو کہ مضبوط حکومت کا مالک تھا، یا بڑے بڑے لشکروں کا مالک تھا۔

فرعون کو ''ذوالاوتاد'' کہنے کی وجہ

بعض مفسرین کہتے ہیں: فرعون کو 'ذی الاوتاد' اس لیے کہتے ہیں کہ اوتاد وَد کی جمع ہے بمعنی میخ، فرعون جس کو سزا دینا چاہتا اس کے ہاتھ پاؤں میں چار میخیں گاڑ دیتا تھا یہاں تک کہ وہ مر جاتا۔ ایک اور قول کے مطابق ''ذُو الْاَوْتَادِ:'' کا معنی اہرام اور بڑی عمارتوں والا ہے۔ چوں کہ سرزمین مصر میں فرعونوں نے اہرام اور دوسری عمارتیں تعمیر کر رکھی تھیں۔[4] وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ: یعنی ثمود جو کہ قوم صالح ہے اور قوم لوط اور

---

[1] تفسیر الکشاف ۴/ ۵۶ [2] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۴۶ [3] تفسیر الکشاف ۴/ ۵۷ [4] یہ تیسرا قول ضحاک سے مروی ہے اور اسے بن عطیہ نے راجح قرار دیا ہے زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مضبوط حکومت سے استعارہ ہے۔

ایکہ (گھنے درختوں والوں) نے بھی جھٹلایا۔ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ سے مراد قوم شعیب ہے۔ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ: یہ وہ کفار ہیں جنہوں نے پیغمبروں پر لشکر کشی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا۔ ان کفار مکہ کو باز رہنا چاہیے چوں کہ یہ بھی اللہ کے رسول کی تکذیب کر رہے ہیں، چنانچہ جو عذاب ان کے اسلاف پر نازل ہوا ان پر بھی آسکتا ہے۔ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ: ان گروہوں اور امم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس نے اپنی طرف بھیجے گئے۔ پیغمبر کی تکذیب نہ کی ہو۔ فَحَقَّ عِقَابِ: چنانچہ ان پر میرا عذاب واجب ہوگیا۔ عقاب اصل میں "عقابی" تھا ضمیر متکلم مجرور متصل رعایت فاصلہ کے لیے حذف کردی گئی ہے۔ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً: یہ مشرکین یعنی کفار مکہ بس نفخہ اولیٰ (پہلی بار صور کے پھونکنے) کا انتظار کر رہے ہیں، جب اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونک ماریں گے اور سب لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ: اس چنگھاڑ کے لیے کوئی توقف اور تکرار نہیں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی اس کے لیے رجوع نہیں ہوگا۔ مفسرین کہتے ہیں: یعنی یہ نفخہ مقررہ وقت پر ہوگا، اس میں تاخیر نہیں ہوگی۔ چنانچہ اونٹنی کے دو مرتبہ دودھ دینے کے درمیانی وقفہ کے برابر بھی توقف نہیں ہوگا چوں کہ یہ نفخہ مقررہ وقت پر ہوگا، اس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوگا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی یہ نفخہ ایک بار ہوگا اور بس دوسری بار نہیں ہوگا اور نہ ہی ملتوی ہوگا۔[1]

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ:...... کفار مکہ استہزا اور مذاق کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! جس عذاب کا تو نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے اس عذاب میں سے ہمارا جو حصہ ہے وہ ہمیں جلدی دے دے اس سے قبل کہ قیامت آجائے، اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسے محمد کہتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: مشرکین یہ بات بر سبیل استہزا کہتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۔ کفار جلدی عذاب آجانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ (سورۃ العنکبوت، آیت ۵۳)

اللہ تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کی یاد دلا کر اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ:...... اے محمد! مشرکین کی تکذیب پر آپ صبر کریں اللہ تعالیٰ مشرکین کے خلاف آپ کی مدد کرے گا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور کفار کے لیے تہدید ہے۔[2] وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ: ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو۔ وہ صابر و شاکر نبی تھے، دین میں انہیں قوت حاصل تھی اور بدن کے اعتبار سے قوی تھے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور آدھی رات تک قیام اللیل کرتے تھے۔ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ: اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرتے تھے اور ہمہ وقت انابت الی اللہ میں مصروف رہتے تھے۔ اَلْاَوَّابُ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین کا مقالہ دین کی بے حرمتی کا تقاضا کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اذیتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا اور انبیا علیہم السلام کے قصص ذکر کیے۔ چنانچہ داؤد وسلیمان، ایوب وغیرہم علیہم السلام کے قصے ذکر کیے۔ ان انبیائے کرام نے اذیتوں پر صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمام تنگیاں دور کردیں اور انجام کار ان کے حالات اچھے ہوگئے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور نتیجتاً حالات آپ کے بھی اچھے ہوجائیں گے۔[3]

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ: ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو اس کام میں لگا دیا تھا کہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں۔ پہاڑ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۔ اے پہاڑو! تم بھی داؤد کے ساتھ تسبیح کرو۔ (سورۃ سبا، آیت ۱۰)

وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ:...... اور پرندے جو داؤد علیہ السلام کے پاس اکٹھے کیے ہوئے ہوتے وہ بھی ان کے ساتھ تسبیح میں شریک ہو جاتے تھے۔ پہاڑ اور پرندے اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح کے جو الفاظ بھی ادا کرتے۔ پرندے بھی ان کے ساتھ یہی الفاظ دہراتے، چنانچہ پرندے جب فضا میں پرواز کر رہے ہوتے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے گزرتے اس حال میں کہ حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت کر رہے ہوتے تو پرندے پرواز موقوف کر لیتے اور آپ علیہ السلام کے

---

[1] الکشاف ۴/۵۹ [2] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین [3] البحر المحیط ۷/۳۹۰

ساتھ تسبیح میں شامل ہوجاتے۔اسی طرح بلند و بالا پہاڑ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ تسبیح و تقدیس میں شامل ہوجاتے۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے "اَوَّابٌ" کا معنی مطیع وفرماں بردار کیا ہے۔[1] وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ: ہم نے داؤد علیہ السلام کی حکومت کو تقویت بخشی، ہم نے رعب و دبدبہ، شان و شوکت اور لشکر جرار کے ساتھ انہیں مضبوط کیا اور ان کے قدم جمائے۔وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ: ہم نے داؤد علیہ السلام کو نبوت فہم و فراست اور معاملات سلجھانے کی زبردست صلاحیت سے نوازا۔وَفَصْلَ الْخِطَابِ: ہم نے ان کو فیصلہ کن گفتگو کی صلاحیت عطا کی تھی جسے مخاطب فوراً سمجھ لیتا تھا۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فصل الخطاب سے مراد درست فیصلے کی صلاحیت اور فہم و فراست ہے۔قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا بیان۔مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت بہت مضبوط تھی، آپ علیہ السلام حکمت اور دانش مندی سے حکومت کے جملہ امور انجام دیتے تھے، آپ ہر معاملہ کے طے کرنے میں ٹھوس رائے رکھتے جو حکمت عملی کے عین مطابق ہوتی اور ہر معاملے پر آپ کی گرفت مضبوط تھی۔حکومت و سلطنت میں یہی چیز نکتہ کمال ہے۔

ایک عجیب وغریب واقعہ

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ:...... استفہام برائے تعجب ہے اور سامع کو جو بات سنائی جارہی ہے اس کی طرف شوق دلایا جارہا ہے۔جیسے آپ ہم نشین سے کہیں: کیا تمہیں معلوم ہے آج کیا واقعہ ہوا؟ آپ اس اسلوب کے ذریعے سامع کو شوق دلانا چاہ رہے ہوتے ہیں۔معنی ہے: اے محمد! کیا آپ کو جھگڑنے والی جماعت کی خبر ہے جو دیوار پھلانگ کر مسجد میں داؤد علیہ السلام کے پاس آگئے تھے درآں حالیکہ وہ وقت ان کی عبادت اور طاعت خداوندی کا وقت تھا؟ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ: جب وہ لوگ دیوار پھلانگ کر داؤد کے پاس آگئے اور وہ ان لوگوں سے ڈر گئے۔مفسرین کہتے ہیں: چوں کہ وہ لوگ بغیر اجازت کے اندر گھس آئے تھے اس لیے داؤد علیہ السلام ڈر گئے۔نیز ان لوگوں نے اندر آنے کے لیے دروازے کا راستہ بھی استعمال نہ کیا اور ایسے وقت میں آئے جو آپ علیہ السلام کی عبادت کا وقت تھا۔قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ: یعنی ہم سے ڈریں نہیں ہم دو گروہ ہیں جو آپس میں جھگڑ پڑے ہیں اور ایک دوسرے پر زیادتی کر دی ہے۔فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ: عدل و انصاف کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کریں اور فیصلے میں ظلم و زیادتی سے دور رہیں۔وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ: اور ہمیں سیدھا اور ٹھیک ٹھیک حق کا راستہ دکھا دیں۔اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۗ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ: یہ جھگڑنے والوں کے قصے کی ابتدا ہے یعنی ان میں سے ایک نے کہا: میرے اس ساتھی کے پاس ننانوے (۹۹) بھیڑیں ہیں جب کہ میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے۔[2]

مفسرین کہتے ہیں: بھیڑ عورت سے کنایہ ہے یعنی اس کے پاس ننانوے عورتیں ہیں اور میرے پاس ایک ہی عورت ہے۔فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا: یہ بھی مجھے سونپ دے اور میری ملکیت میں دے دے۔وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ: اور مقدمہ بازی میں یہ مجھ پر سبقت لے جاتا ہے اور گفتگو میں مجھے مغلوب کرلیتا ہے۔قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ: داؤد علیہ السلام نے مظہر سے کہا: حقیقت میں اس نے تجھ سے دنبی کا مطالبہ کرکے تجھ پر ظلم کیا ہے اور اس نے چاہا کہ وہ اپنی سو دنبیاں پوری کرلے۔وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: بہت سارے شرکا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کر دیتے ہیں۔اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ: ہاں البتہ وہ مؤمنین جو نیک اعمال کرتے ہوں وہ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے۔وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ: حضرت داؤد علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ اس واقعہ اور اس فیصلہ سے ہم نے ان کا امتحان لیا ہے۔فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ: آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گئے۔توبہ استغفار اور اظہار ندامت کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ابوحیان کہتے ہیں: مفسرین کے اس موقع پر بہت ساری باتیں ذکر کی ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے مرتبہ و مقام سے کسی طرح بھی مناسبت نہیں رکھتیں۔ہم ان باتوں کے تذکرہ سے دست کش ہوتے ہیں۔آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دیوار پھلانگ کر مسجد میں آنے والے انسان تھے، یہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس غیر راستے سے آئے اور ایسے وقت میں آئے جو لوگوں کے درمیان

---

[1] مختصر ابن کثیر ۲/۲۱۲ ان آیات کے ذیل میں اوریا اور اس بیوی کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جس کا تعلق محض اسرائیلیات سے ہے اور خالص جھوٹ ہے، بھلا عام آدمی کی طرف ایسے قصے کی نسبت کرنا اخلاق باختگی ہے چہ جائیکہ کسی پیغمبر کی طرف اس کی نسبت کی جائے۔حقیقت قصہ وہی ہے جو قرآن کے اندر بیان کر دیا گیا ہے اور بس۔

فیصلے کرنے کے لیے نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام یہ سمجھ کر خوفزدہ ہو گئے کہ یہ لوگ مجھے تنہائی میں اغوا کرنے آئے ہیں۔ جب آپ علیہ السلام کے لیے بات واضح ہوگئی کہ یہ لوگ جھگڑے کا فیصلہ چاہتے ہیں جیسا کہ اوپر آیات کریمہ میں گزر چکا ہے تو آپ علیہ السلام نے اس بدگمانی سے توبہ کی اور اللہ کے حضور استغفار کیا اور سجدے میں گر گئے۔ ہمارا قطعی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام معصوم عن الخطا ہیں، اگر ہم انبیاء کی طرف کسی غیر مناسب بات کی نسبت کر دیں تو شرائع باطل ہو جائیں گے۔ اور پھر احکام شریعت پر اعتماد باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو بیان کیا ہے ہم نے اس کی تفسیر کر دی ہے اور قصہ گوؤں نے جو کچھ کہا ہے ہم بیک جنبش قلم اسے رد کرتے ہیں۔[1] فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ: ہم نے داؤد کے متعلق چشم پوشی کی اور انہیں درگزر کر دیا۔ یعنی دو آدمیوں کے متعلق جو انہوں نے بدگمانی کی تھی وہ ہم نے ان کو بخش دی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی حسنات الابرار سیئات المقربین کے ضمن میں جو بدگمانی ان سے صادر ہوئی وہ ہم نے معاف کر دی۔ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى: ان کے لے ہمارے پاس مغفرت کے بعد قربت و کرامت کا مقام ہے۔ وَحُسْنَ مَاٰبٍ: اور آخرت میں بہترین ٹھکانا ہے۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ: ہم نے تمہیں لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے معاملات کا بہتر طریقے سے انتظام و تدبیر کرو۔ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ: لوگوں کے درمیان عدل و انصاف اور شریعت کے مطابق فیصلے کرو جو شریعت آپ پر نازل کی گئی ہے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: آپ فیصلوں میں خواہش نفس کی اتباع نہ کریں چوں کہ خواہش نفس کی اتباع آپ کو اللہ تعالیٰ کے سیدھے دین سے پھیر دے گی اور اس کی شریعت سے ہٹا دے گی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین سے منحرف ہوتے ہیں اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت سے کنارہ کش ہوتے ہیں قیامت کے دن انہیں شدید عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ: اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنا چھوڑ دیا اور اور سیدھی راہ کو بالکل بھول بیٹھے۔ نیز اس وجہ سے کہ انہوں نے روز قیامت پر ایمان نہیں لایا۔ چوں کہ اگر وہ روز قیامت پر ایمان لے آتے تو اس دن کی تیاری بھی کرتے۔ ابو حیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا داؤد علیہ السلام کو زمین پر خلیفہ بنانا آپ علیہ السلام کے مرتبہ و مقام پر دلالت کرتا ہے اور اس شخص کو دندان شکن جواب ہے جو منصب نبوت کی طرف غیر مناسب باتوں کی نسبت کرتا ہے۔

بلاغت:...... ان آیات کریمات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ:...... میں مجاز مرسل ہے۔ القرن سے مراد سو (۱۰۰) سال ہیں۔ اور اس زمانے کے لوگوں کو ہلاک کرنا مراد ہے، اس میں مجاز اً ہے۔ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ: میں اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے، تاکہ کفار پر کفر کی مہر ثبت ہو جائے۔ كَذَّابٌ. الْعَزِيْزِ. الْوَهَّابِ. اَوَّابٌ: مبالغہ کے صیغے ہیں۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ: میں ما تقلیل میں تاکید مزید کے لیے لایا گیا ہے اور جُنْدٌ میں تنوین برائے تقلیل و تحقیر ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ: میں جملہ خبریہ کی "انّ" اور "لام" کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے تاکہ تعجب و انکار میں اضافہ ہو جائے۔ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ: میں استعارہ بلیغہ ہے۔ چنانچہ فرعون کی بادشاہت کو زمین پر نصب خیمے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کی طنابیں مضبوط میخوں کے ساتھ باندھ کی گئی ہوں اور تند و تیز آندھی ان کو اکھاڑ نہ سکتی ہو۔ یہ استعارہ مکنیہ ہے اور میخوں کا ذکر تخییلیہ ہے۔ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ: میں طباق ہے۔ اور مراد صبح و شام ہے۔ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ: میں اسلوب تشویق ہے۔ یعنی خبر کے سننے کے بارے میں پہلے شوق پیدا کیا جا رہا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ: میں اطناب کا اسلوب ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ فَلْيَرْتَقُوْا فِى الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ: میں رعایت فاصلہ ہے اس سے کلام میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔

لطیف نکتہ:...... ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس آئے، ولید نے کہا: مجھے بتائیں کیا خلیفہ سے بھی حساب لیا جائے گا بلاشبہ آپ مفسر قرآن اور فقیہ ہیں؟ ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! میں کہتا ہوں: جی ہاں حساب لیا جائے گا۔ ولید نے کہا: اللہ تعالیٰ سے امان طلب کرو۔

---

[1] تفسیر البحر المحیط ۷ / ۳۹۳

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے امیر المومنین! کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام زیادہ ہے یا حضرت داؤد علیہ السلام کا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت اور نبوت عطا کر رکھی تھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈرایا ہے اور ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ: گویا ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ولید بن عبدالملک کو یہ شاندار نصیحت ہوگئی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ
الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾
وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾
فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا
بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ
لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ
رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا
عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ
اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ
وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ
ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾
وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ
الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾
مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا
مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

(حاشیہ: وقف لازم — الثلثة)

ترجمہ: ......اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بلا حکمت پیدا نہیں کیا۔ یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا سو ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے یعنی دوزخ کا داخلہ ہے۔﴿۲۷﴾ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے کیا ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے

جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔ کیا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے۔ ۲۸ یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے مبارک ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔ ۲۹ اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشش کر دیا اور وہ اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ ۳۰ جب پیش کیے گئے اس پر شام کے وقت ایسے گھوڑے جو سامنے کے ایک پاؤں پر کھڑے ہونے والے تھے عمدہ گھوڑے تھے۔ ۳۱ سو انہوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی اپنے رب کے ذکر کو چھوڑ کر یہاں تک کہ پردے میں چھپ گئے۔ ۳۲ انہیں مجھ پر واپس کرو، سو شروع کر دیا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کا چھونا۔ ۳۳ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے رجوع کیا۔ ۳۴ عرض کیا: اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا کیجیے جو میرے بعد کسی دوسرے کو میسر نہ ہو بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ ۳۵ سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں ان کو جانا ہوتا تھا۔ ۳۶ اور ان کے لیے شیاطین مسخر کر دیے، ہر بنانے والا اور غوطہ لگانے والا۔ ۳۷ اور ان کے علاوہ بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ ۳۸ یہ ہماری بخشش ہے، سو آپ احسان کریں یا روک لیں کوئی حساب نہیں۔ ۳۹ اور بلاشبہ ان کے لیے ہمارے پاس نزدیک ہے اور اچھا انجام ہے۔ ۴۰ اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجیے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے شیطان نے دکھ اور آزار پہنچایا ہے۔ ۴۱ اپنا پاؤں مارو، یہ غسل کرنے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا۔ ۴۲ اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور عطا کیے ہماری رحمت خاصہ کے سبب سے اور عقل والوں کی یادگار کے لیے۔ ۴۳ اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لے لو پھر اسے مار دو اور قسم نہ توڑو بلاشبہ ہم نے ان کو صابر پایا۔ اچھے بندے تھے وہ بے شک وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔ ۴۴ اور یاد کیجیے ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ۴۵ بے شک ہم نے انہیں ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا جو آخرت کی یاد ہے۔ ۴۶ اور بلاشبہ یہ بندے ہمارے نزدیک انتخاب کردہ اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ ۴۷ اور یاد کیجیے اسماعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو، اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے۔ ۴۸ یہ ایک نصیحت ہے اور بلاشبہ پرہیزگاروں کے لیے اچھا ٹھکانہ ہے۔ ۴۹ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے لیے دروازے کھلے ہوں گے۔ ۵۰ وہ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے، وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں طلب کریں گے۔ ۵۱ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔ ۵۲ یہ وہ ہے جس کا تم سے روزِ حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا تھا۔ ۵۳ بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے۔ جس کو ختم ہونا ہی نہیں۔ ۵۴

ربط وتعارف: ......مشرکین نے قرآن و رسالت اور حشر و نشر کا انکار کیا قبل ازیں اسی انکار کا ذکر ہوا ہے۔ اب ان آیات کریمات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا جا رہا ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ ان آیات میں بعث بعد الموت کے اثبات پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ پھر نزول قرآن کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جو کہ قصص قرآن کے ہدف کی تکمیل ہے۔

لغات: **اَلْاَلْبَابِ:** ......عقول، لُبٌّ کی جمع ہے۔ لُبُّ الشئی کسی چیز کا خلاصہ نچوڑ، اسی لیے عقل کو "لب" کہا جاتا ہے۔ **الصّٰفِنٰتُ:** تین ٹانگوں پر کھڑے ہونے والے گھوڑے۔ صافن کی جمع ہے۔ فراء کہتے ہیں: کلام عرب میں "الصافن" کھڑے گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ترکنا الخیل عاکفۃً علیه　　　مقلّدۃً اعنّتُها صفونا

ہم نے گھوڑوں کو چھوڑا اس حال میں کہ وہ اس مقتول پر منڈلا رہے تھے اور وہ نکیلوں کے ساتھ باندھے ہوئے تھے اور وہ کھڑے تھے۔

اَلْجِیَادُ: ...... تیز دوڑنے والے، دوڑ میں آگے بڑھ جانے والے مبرّ د کہتے ہیں: جیاد "جواد" کی جمع ہے۔ تیز چلنے والا گھوڑا، جیسے زیادہ خرچ کرنے والے آدمی کو جواد کہا جاتا ہے۔[1] **تَوَارَتْ:** وہ چھپ گئی۔ **رُخَآءً:** نرم، منقاد، زیردست، جہاں چاہے لے جائے۔ **الْاَصْفَادِ:** لوہے کی زنجیریں اور طوق، واحد صفدٌ ہے۔ حدیث میں ہے: صفدت الشیاطین یعنی ہتھکڑیوں کے ساتھ شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔

[1] التفسیر الکبیر الرازی ۲۶ / ۲۰۴

شاعر کہتا ہے:

فآبوا بالنهاب وبالسبايا　　　　وأبنا بالملوك مصفدينا

ہمارے دشمن ساز وسامان اور چند قیدی لے کر واپس لوٹے جب کہ ہم بادشاہوں کو ہتھکڑیوں میں جکڑ کر واپس لوٹے۔

ضِغْثًا:...... الضغث: تنکوں کا چھوٹا سا مٹھا۔ جس کی تیلیاں خشک بھی ہوں اور تر بھی۔ اصل میں خشک و تر سے مخلوط مٹھے کو کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ: خلط خواب۔

تخلیق کائنات بے مقصد نہیں

تفسیر: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا:...... ہم نے اس کائنات اور جو اس میں عجیب وغریب مخلوقات ہے کو فضول پیدا نہیں کیا۔ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: یعنی مذکور بالا کا پیدا کرنا کسی حکمت کے تحت نہیں ہے، یہ تو کفار فجار کا گمان ہے جو بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ: چنانچہ ان کفار کے لیے دوزخ کے عذاب کی صورت میں تباہی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس برے گمان کی توبیخ کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ: کیا ہم نیکوکار مؤمنین کو بدکار و مفسدین کفار کے برابر کر دیں گے؟ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ: یا ہم پرہیزگاروں کو فساق وفجار کے برابر کر دیں گے؟ آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نیکوکار اور بدکار برابر نہیں ہیں۔ پرہیزگار و فاسق برابر نہیں۔ آیت کریمہ میں حشر ونشر اور حساب پر استدلال ہے۔ نیز آیت میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ نے واضح کر دیا ہے۔ مؤمنین اور کفار کے درمیان برابری کر دینا اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کے خلاف ہے۔ جب معاملہ یوں ہے تو پھر ضروری ہوا کہ جزا وسزا کا عمل ہو، تاکہ فرمانبردار کو اچھا بدلہ ملے اور فاجر وفاسق کو برا بدلہ ملے۔ عقل سلیم بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جزا ومعاد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ظالم وباغی عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے، اس کا حال وکاروبار ترقی کرتا ہے اس کی اولاد بڑھتی رہتی ہے، اسے ظلم وبغاوت کی سزا نہیں ملتی کہ یکا یک قبر میں پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ ایک مطیع ومظلوم شخص نہایت تنگی میں زندگی بسر کرتا ہے اور ظلم کی چکی میں پستے ہوئے قبر میں جا پہنچتا ہے۔ چنانچہ حکیم وعلیم ذات کی حکمت ناگزیر ہے جس میں وہ انصاف کا ترازو قائم کر سکے۔ چنانچہ جب دنیا میں ظالم سے ظلم کا بدلہ نہ لیا گیا اور انصاف قائم نہ ہوا لامحالہ ایک اور جہان کا ہونا ضروری ہے جس میں جزا وسزا کا مکمل ہوگا اور مظلوم کی دادرسی ہوگی اور وہ آخرت کا جہان ہے۔[1]

نزول قرآن کا مقصد

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کی غایت بیان کی ہے اور وہ فکر وعمل ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ: اے محمد! یہ کتاب جو ہم نے تمہارے اوپر نازل کی ہے یہ عظیم وجلیل کتاب ہے اس کے دینی ودنیوی فائدے اور برکات وخیرات کثیر ہیں۔ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ: یہ کتاب ہم نے اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں، اور اس کی اسرار ورموز کو سمجھیں، اس کی حکمتوں پر آگاہی حاصل کریں۔ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ: اور تاکہ عقل والے لوگ اس قرآن سے نصیحت حاصل کریں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم قرآن کے حروف یاد کرنے اور اس کی حدود ضائع کرنے سے تدبر فی القرآن نہیں ہوتا، یہاں تک کہ ایسے لوگوں میں سے کوئی ایک کہہ گزرتا ہے کہ میں نے سارا قرآن پڑھا، صرف حرف پڑھا، بخدا وہ سارا قرآن چھوڑ رہا ہوتا ہے چوں کہ اس کے اخلاق اور اس کے عمل پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔[2] یا اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل رکھ جو قرآن کی تلاوت کرتے ہوں، اس میں غور وفکر کرتے ہوں اور اس کے مقتضا پر عمل کرتے ہوں۔ آمین۔

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۲۰۲ [2] تفسیر الکشاف ۴/ ۷۰

تذکرۂ سلیمان علیہ السلام

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ:...... حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا قصہ یہاں سے بیان کیا جارہا ہے۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کو نیک وصالح بیٹا عطا کیا، جس کا نام سلیمان ہے اور ہم نے اس کو نبوت سے سرفراز کیا۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں ہبہ سے مراد ہبہ نبوت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ یعنی نبوت میں سلیمان داؤد کے وارث بنے۔ (سورۃ النمل، آیت ۱۶)

ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اور اولاد بھی تھی۔ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ: سلیمان علیہ السلام بہت اچھے بندے تھے، چوں کہ آدم علیہ السلام توبہ کر کے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ: وہ وقت یاد کرو جب ایک دن شام کے وقت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑے پیش کیے گئے جو تین پاؤں پر کھڑے ہوتے اور چوتھے پاؤں کی سم کا کنارہ ساز مین پر ٹیکے ہوئے ہوتے۔ (یعنی عمدہ نسل کے گھوڑے تھے) اور چلنے میں نہایت تیز رفتار تھی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں گھوڑوں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں: الصافنات یعنی تین پاؤں پر کھڑے ہونے والی اور الجیاد یعنی تیز رفتار۔ اس سے مراد دونوں حالتوں یعنی رکے رہنے اور چلنے میں گھوڑوں کی خوبی اور کمال بیان کرنا ہے۔ چنانچہ جب رکے ہوئے ہوتے نہایت اطمینان کے ساتھ کھڑے ہوتے اور جب چلتے ہوا ہو جاتے تھے۔[1] فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ: میں نے گھوڑوں کی محبت کو فوقیت دی، یہاں تک کہ اس محبت نے مجھے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے والد سے ترکہ میں ہزاروں گھوڑے ملے تھے جو معائنہ کے لیے آپ علیہ السلام پر خدام نے پیش کیے، آپ علیہ السلام گھوڑوں کے حسن و جمال، ان کی چال ڈھال اور محبت میں محو ہو گئے یہاں تک آپ علیہ السلام رب تعالیٰ کا ذکر (عبادت) مقررہ وقت پر نہ کر سکے اور یہ شام کا وقت تھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ:...... حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور نظر سے اوجھل ہو گیا۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: ان گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ: چنانچہ آپ علیہ السلام ان گھوڑوں کو ذبح کرنے اور ان کی ٹانگیں کاٹنے لگے۔ آپ علیہ السلام نے تقرب الی اللہ کے لیے ایسا کیا، تاکہ گھوڑوں کا گوشت فقرا کے کھانے کا سامان بن جائے چوں کہ گھوڑوں نے ہی آپ علیہ السلام کو اللہ کی عبادت سے روک دیا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب گھوڑے آپ علیہ السلام کے پاس واپس لائے گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم تم مجھے رب تعالیٰ کی طاعت سے غافل نہیں کر سکتے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹنا شروع کر دیا، سدی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] رہا یہ قول کہ آپ علیہ السلام کو گھوڑوں نے نماز عصر سے غافل کر دیا تھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، سو یہ ضعیف قول ہے۔ چوں کہ کسی نبی کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز عصر چھوڑ دے۔ جب کہ نص عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ: صریح ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ:...... اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک اور آزمائش کی طرف اشارہ ہے، اس انتباہ کے بعد آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی اور رجوع کیا۔ شاید اسی آزمائش کا ذکر صحیح بخاری میں ہو جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے ساتھ ہم بستری کروں گا، ان میں سے ہر عورت ایک بچہ پیدا کرے گی جو شہسوار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ان عورتوں کے ساتھ شب باشی کی، تاہم صرف ایک عورت ہی حاملہ ٹھہری اور اس نے بھی وقت پر نامکمل بچہ

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی ۲۶ / ۲۰۴ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کی گردنوں اور پیشانیوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ یہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول ہے۔ جب کہ حسن بصری اور سدی کا قول اظہر ہے کہ آپ علیہ السلام نے تلوار سے گھوڑوں کی گردنیں کاٹنا شروع کر دیا چوں کہ گھوڑے طاعت خداوندی میں رکاوٹ بنے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے عوض آپ علیہ السلام کو ہوا عطا کی جو گھوڑوں سے تیز چلتی ہے۔

پیدا کیا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی خواہش کے مطابق بچے پیدا ہوتے جو سب کے سب شہسوار ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے۔[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض مفسرین نے اسلاف سے بے شمار روایات نقل کی ہیں، ان میں سے اکثر یا سب ہی از قسم اسرائیلیات ہیں اور ان میں سے اکثر منکر روایات ہیں۔ امام فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس آیت کی مختار تفسیر یہ ہے کہ آیت میں آزمائش سے مراد جسمانی آزمائش ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کسی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ضعف اور نقاہت بڑھ گئی تھی، شدت مرض کی وجہ سے حالت ایسی ہو گئی تھی گویا آپ ایک جسد ہیں جو تخت پر پڑا ہو، چنانچہ عرب ایسی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے محاورہ بولتے ہیں۔ "انه لحم على وضم" وہ گوشت کا ٹکڑا ہے جو قصائی کے تخت یا ٹوکی پر پڑا ہے، یعنی جسم بلا روح کے ہو گیا ہے۔ "ثم اناب" کا معنی ہے آپ علیہ السلام حالت صحت کی طرف لوٹ آئے اور صحت یاب ہو گئے۔[2]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ:...... یعنی جو کچھ (خلاف اولیٰ باتیں) مجھ سے صادر ہوا معاف فرما دے اور مجھے ایسی وسیع وعریض سلطنت عطا فرما جو میرے علاوہ کسی اور کو نہ ملے تاکہ یہ شاندار سلطنت میری نبوت پر دلالت کرے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ: یعنی وسیع فضل وکرم والا اور بہت زیادہ عطا کرنے والا۔

قبولیت دعا

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ:...... چنانچہ ہوا ہم نے ان کی اختیار میں دے دی چوں کہ اس میں ان کی دعا کی قبولیت ہے۔ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ: حضرت سلیمان علیہ السلام جہاں کا بھی قصد وارادہ کرتے ان کے حکم کے تابع ہو کر خوشگوار انداز سے چلتی تھی۔ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ: ہم نے جنات کو بھی ان کے حکم کے تابع کر دیا، وہ ان کو جو حکم دیتے بجا لاتے تھے۔ کچھ جنات عجیب عجیب عالی شان عمارات تعمیر کرتے تھے اور کچھ سمندر کے گہرائیوں میں غوطے لگا کر موتی اور مرجان نکالتے تھے۔ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ: جب کہ بعض دوسرے جنات جو سرکش تھے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑ دیے گئے تھے چوں کہ ان کا کفر اور تمرد اسی سزا کا مستحق تھا۔ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ: ہم نے سلیمان سے کہا: یہ وسیع عطا تمہارے لیے ہے، آپ جس کو چاہیں نوازیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں۔ اس بارے میں تمہارے اوپر کوئی حساب نہیں ہے۔ چوں کہ آپ کے ہاتھ آزاد ہیں اللہ نے آپ کو جو اختیارات اور نعمتیں عطا کی ہیں، جہاں چاہیں صرف کریں۔ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ: ان کا ہمارے ہاں ایک مرتبہ اور عالی شان مقام ہے دنیا میں، اور آخرت میں ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔

تذکرہ ایوب علیہ السلام

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ:...... یہ اس سورت کا تیسرا قصہ ہے۔ عَبْدَنَآ میں اضافت برائے تشریف ہے۔ یعنی اے محمد! ہمارے نیک صالح بندے ایوب علیہ السلام کو یاد رکھو! جنہیں مختلف آزمائشوں میں آزمایا گیا اور انہوں نے صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ: جب انہوں نے اپنے پروردگار کے نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کی کہ شیطان نے مجھے دکھ اور تکلیف میں ڈال دیا ہے اور میرے بدن میں شدید الم ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حضور حسن ادب کے اظہار کے لیے رنج ودکھ کی نسبت شیطان کی طرف کی۔ اگرچہ خیر وشر کا مالک صرف اللہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام مال، اہل خانہ اور جسم کی آزمائش میں مبتلا تھے، آپ علیہ السلام نے اٹھارہ سال اس آزمائش میں گزارے۔ ان کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔[3] اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ: ہم نے ایوب سے کہا: اپنا پاؤں زمین پر مارو، چنانچہ آپ علیہ السلام نے پاؤں زمین پر مارا، جس سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا جو نہایت صاف وشفاف تھا۔ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ: ہم نے ان سے کہا: یہ ایسا پانی

---

[1] اخرجہ البخاری [2] التفسیر الکبیر للرازی ۲۶/۲۰۸ [3] سورہ انبیا میں یہ قصہ گزر چکا ہے۔

ہے جس سے تم غسل کر سکتے ہو اور اسے پی بھی سکتے ہو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس پانی سے غسل کیا اور بدن کی تمام بیماری جاتی رہی، آپ نے پانی پیا جس سے بدن کے اندر کی بیماری ختم ہو گئی۔ ابو حیان کہتے ہیں: هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ: یعنی وہ چیز جس سے غسل کیا جائے (پانی)۔ وَّشَرَابٌ: پینے کی چیز۔ چنانچہ آپ کے غسل کرنے سے آپ کا ظاہری بدن صحت مند ہو جائے گا اور پینے سے باطن کی بیماریاں جاتی رہیں گی۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ دو چشمے پھوٹ پڑے تھی ایک کے پانی سے آپ علیہ السلام نے غسل کیا اور دوسرے سے پانی پیا اور شفا پائی۔[1] وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ: یعنی ایوب علیہ السلام کی اولاد میں سے جو مر گئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا بلکہ آپ علیہ السلام کو دگنی اولاد سے نوازا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حقیقت کے زیادہ قریب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو صحت کی دولت سے مالا مال کیا، مال عطا فرمایا، اور آپ کو طاقت بخشی یہاں تک کہ آپ کی نسل کثیر ہو گئی، آپ کی اولاد چند در چند بڑھ گئی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اولاد کو موت دے دی تھی اس کے بعد سب کو زندہ کر دیا۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جمہور مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں سے جن کو ہلاک کر دیا تھا انہیں زندہ کر دیا، بیماروں کو صحت دی اور جو لوگ جدا ہو گئے تھے انہیں آپ علیہ السلام کے ساتھ اکٹھا کر دیا۔[2] رَحْمَةً مِّنَّا: ایوب کے صبر و اخلاص کے نتیجے میں ہم نے محض اپنی رحمت کی وجہ سے ان کے ساتھ ایسا کیا۔ وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ: اور اہل عقل کی عبرت و نصیحت کے لیے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اہل عقل کی عبرت کے لیے تاکہ انہیں صبر کے انجام کا علم ہو جائے۔[3] وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ: اور ہم نے ایوب سے کہا: اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو اور پھر یہ اپنی بیوی کے مار دو تاکہ تمہاری قسم پوری ہو جائے اور حانث نہ ہو۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا قسم اٹھائی اور کیوں؟

مفسرین کہتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھائی ہوئی تھی کہ جب وہ صحت یاب ہو جائیں گے اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے۔ اس قسم کا سبب یہ تھا کہ ایوب علیہ السلام کی بیوی آپ علیہ السلام کی خدمت کرتی تھی، جب آپ علیہ السلام کا مرض بڑھ گیا، آزمائش میں شدت آ گئی تو شیطان نے آپ علیہ السلام کی بیوی کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تم کب تک صبر کرو گی؟ چنانچہ بیوی آپ علیہ السلام کے پاس آئی، اس کے دل میں کچھ ڈانٹنے کا انداز تھا اور وہ بولی: بھلا یہ آزمائش کب تک رہے گی؟ چنانچہ آپ علیہ السلام اس بات پر غصہ ہو گئے اور قسم اٹھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت بخشی وہ بیوی کو سو کوڑے ماریں گے، اس قسم کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے تنکوں کا مٹھا لیں اور ان تنکوں کی تعداد سو ہو اور پھر یہ مٹھا بیوی کے ماریں، یوں آپ علیہ السلام کی قسم پوری ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم محض اپنی رحمت کی بنا پر دیا، چوں کہ آپ علیہ السلام کی بیوی آپ علیہ السلام کی تیمارداری میں رہتی اور آپ کی آزمائش پر صبر کرتی، جو لوگ تقویٰ اور طاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ مشکل سے اسی طرح نکل جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا: یعنی ہم نے ایوب کو آزمائش میں ڈالا، تاہم انہیں مشکلات پر صبر کرنے والا پایا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ: ایوب اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف عبادت، توبہ اور انابت کے ذریعہ بہت زیادہ رجوع کرتے تھے۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ: ...... اے محمد! اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ پیغمبروں کو یاد کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو! جنہوں نے عبادت میں قوت اور دین میں بصیرت کو جمع رکھا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں اہل قوت تھے اور روشن عقل والے تھے۔[4] اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ: ہم نے ان کو عظیم الشان خالص خصلت کے ساتھ خاص کیا، وہ یہ کہ دنیا کی طرف ان کا مطلق التفات نہیں تھا اور وہ دار آخرت کی یاد میں رہتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ صرف آخرت کے لیے عمل کرتے تھے آخرت کے سوا ان کا کوئی مقصد اور پریشانی نہیں تھی۔[5] وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ؕ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ: اے محمد! ان پیغمبروں کو بھی یاد کرو یہ سب اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے تھے، صبر و تحمل میں ان کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں

---

[1]، [2] البحر المحیط ۷/۴۰۱ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۰۵ [4] تفسیر الطبری ۲۳/۱۰۹ [5] مختصر ابن کثیر ۳/۲۰۶

اذیتیں برداشت کرو۔ هٰذَا ذِكْرٌ: اے محمد! ہم نے پیغمبروں کی سیرت جو تمہارے اوپر بیان کی ہے یہ دنیا میں ان کا ذکر جمیل ہے اور دائمی شرف ہے جس سے انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

متقین کا اعزاز واکرام

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ:...... ہر وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی پیروی کرتا ہو اس کے لیے بہت اچھا ٹھکانا ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔ پھر اس کی تفسیر یوں فرمائی: جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ: ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے جنتیں ہیں جن کے دروازے مؤمنین کے انتظار کے لیے کھلے پڑے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنت کے دروازوں پر فرشتوں کی ذمہ داری لگا دی گئی ہے کہ جب وہ مؤمنین کو دیکھیں تو ان کے لیے دروازے کھول دیں اور انہیں سلام پیش کریں، چنانچہ مومنین فرشتوں کے گھیرے میں جنت میں داخل ہوں گے، نہایت عزت واحترام اور خوبصورت حالت میں جنت میں داخل ہوں گے۔ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا: نہایت عمدہ مسہریوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ: وہ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے انواع واقسام کے لذیذ پھل اور مختلف اقسام کے مشروبات طلب کریں گے۔ جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جو چیز بھی طلب کریں گے ان کے پاس حاضر ہو جائے گی، اور جس چیز کی بھی خواہش کریں گے خدام لے کر حاضر ہو جائیں گے۔ [1] صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے یں: آیت میں صرف پھلوں کے طلب کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ دراصل اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جنتیوں کے کھانے محض تفکہ اور تلذذ کے لیے ہوں گے نہ کہ غذا کے لیے چوں کہ جنت میں بھوک نہیں ہوگی۔ [2] وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ: ان کے پاس موٹی آنکھوں والی خوبصورت دوشیزائیں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گی اور وہ ہم عمر ہوں گی۔ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ: یہ دنیا میں ملنے والا بدلہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ: یہ نعمتیں ہماری طرف سے اہل جنت کو عطا ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوں گی اور نہ ہی ان میں کبھی انقطاع ہوگا۔

ظلال (تفسیر سید قطب رحمۃ اللہ علیہ) میں لکھا ہے: ان آیات میں دو متقابل مناظر کی منظر کشی کی گئی ہے جن کے مجموعہ اور جائزہ میں تقابل ہے اور ہیات وعلامات میں تقابل ہے، چنانچہ متقین کا منظر یوں بیان فرمایا: حُسْنَ مَاٰبٍ۔ اور کفار کا منظر یوں بیان کیا: شر مآب: تاہم متقی کے لیے بہشتیں ہوں گی جن کے دروازے کھلے ہوں گے۔ جنت میں متقین کے لیے ہر طرح کی راحت کا سامان ہوگا، اشیائے خورد ونوش ہوں گی، جنسی لذت کے لیے حوریں ہوں گی جو کمال شباب کے ساتھ ساتھ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: ہوں گی۔ ان کی نظریں کسی غیر کی طرف نہیں اٹھیں گی وہ سب کی سب دو شیزائیں اور ہم عمر ہوں گی۔ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ [3]

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۰۷ [2] حاشیۃ الصاوی ۳/۳۶۱ [3] فی ظلال القرآن

الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ
طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ
اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا
خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ
فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ
فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ
ع ۵ ۲۳ ۱۴ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

ترجمہ:......اس بات کو سمجھ لو، اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے برا ٹھکانا ہے۔ ﴿۵۵﴾ جہنم ہے، جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا بچھونا ہے۔ ﴿۵۶﴾ یہ عذاب ہے سو تم اس کو چکھ لو، حمیم ہے اور غساق ہے۔ ﴿۵۷﴾ اور اس کے سوا اسی طرح کے انواع عذاب ہیں۔ ﴿۵۸﴾ یہ جماعت ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہی ہے، جن کے لیے کوئی مرحبا نہیں ہے بے شک یہ لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں۔ ﴿۵۹﴾ وہ کہیں گے بلکہ تم ایسے ہو کہ تمہارے لیے مرحبا نہیں ہے تم نے اس کو ہمارے لیے آگے بڑھایا سو یہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی۔ ﴿۶۰﴾ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جس نے اس کو ہمارے آگے کیا اسے دوزخ میں دوگنا عذاب بڑھا دیجیے۔ ﴿۶۱﴾ اور وہ کہیں گے کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار یعنی برے لوگوں میں شمار کرتے ہیں تھے۔ ﴿۶۲﴾ کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ان کے دیکھنے سے آنکھیں چکرا رہی ہیں؟ ﴿۶۳﴾ بلاشبہ یہ حق ہے، دوزخ والوں کا جھگڑنا۔ ﴿۶۴﴾ آپ فرما دیجیے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے قہار ہے۔ ﴿۶۵﴾ وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کا رب ہے، عزیز ہے، غفار ہے۔ ﴿۶۶﴾ آپ فرما دیجیے کہ یہ بڑی خبر ہے۔ ﴿۶۷﴾ تم اس سے اعراض کیے ہوئے ہو۔ ﴿۶۸﴾ مجھے ملاء اعلیٰ کا کچھ علم نہیں ہے جب کہ وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ ﴿۶۹﴾ میری طرف تو یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ ﴿۷۰﴾ جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں کیچڑ سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ ﴿۷۱﴾ سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دو تو اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا۔ ﴿۷۲﴾ سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ﴿۷۳﴾ مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ ﴿۷۴﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے اس بات سے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، کیا تو نے تکبر کیا یا یہ کہ تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ ﴿۷۵﴾ ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے اور اسے کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔ ﴿۷۶﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو یہاں سے نکل جا کیوں کہ بلاشبہ تو مردود ہے۔ ﴿۷۷﴾ اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ ﴿۷۸﴾ ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دیجیے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ ﴿۷۹﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک تجھے مہلت دی گئی۔ ﴿۸۰﴾ وقت معلوم کے دن تک۔ ﴿۸۱﴾ ابلیس نے کہا! سو آپ

کی عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔ ﴿۸۲﴾ سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب ہوں گے۔ ﴿۸۳﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی کہا کرتا ہوں۔ ﴿۸۴﴾ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے ضرور بھر دوں گا جو تیرے پیچھے چلیں گے۔ ﴿۸۵﴾ آپ فرما دیجیے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ ﴿۸۶﴾ یہ تو صرف جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ ﴿۸۷﴾ اور کچھ عرصہ کے بعد تم اس کا حال ضرور جان لوگے۔ ﴿۸۸﴾

ربط وتعارف:...... اللہ تعالیٰ نے متقین کا مآل وانجام ذکر کیا اس کے بعد بدکار اور مجرمین کا حال ذکر کیا۔ پھر محمد ﷺ کے صدق رسالت پر بعض دلائل ذکر کیے اور سورۂ مبارکہ آدم وابلیس کے قصہ پر ختم کی، اس سے مقصد انسان کو اس کے بڑے دشمن اور اس کے وساوس سے ڈرانا اور ہوشیار کرنا ہے۔

لغات: غَسَّاقٌ:...... الغسّاق: کفار کے گوشت سے نکلنے والا کچ لہو اور پیپ۔ زَاغَتْ: وہ مائل ہوئی۔ سِخْرِيًّا: سین کی کسرہ کے ساتھ، بمعنی، مذاق، تمسخر۔ مُّقْتَحِمٌ: الاقتحام، تیزی سے سواری کرنا، داخل ہونا۔ سَوَّيْتُهٗ: میں نے اس کی تخلیق پوری طور پر مکمل کر دی۔ الْعَالِيْنَ: متکبرین، علیٰ فی الارض تکبر کرنا۔ رَجِيْمٌ: ستاروں اور شہاب ثاقب کے ساتھ رجم کیا ہوا۔

تفسیر: هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ:...... ھذا، مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیری عبارت یہ ہے: "الأمر ھذا" اور "ھذا" بمنزلہ "اما بعد" کے ہے۔ پھر فرمایا: وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ: اور وہ کفار جو پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں انہوں نے آخرت میں بہت برے ٹھکانے کی طرف جانا ہے، پھر اس ٹھکانے کی تفسیر بیان فرمائی: جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ: یعنی وہ جہنم ہے جس کا عذاب چکھیں گے اور اس کی آگ میں جلیں گے، یہ ان کا بہت برا بچھونا ہوگا۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اہل جنت کا ذکر مکمل ہوا تو اس کا اختتام "ھذا" اسم اشارہ سے کیا۔ اس کے بعد اہل دوزخ کا بیان ہے اور آیت میں لِلطّٰغِيْنَ سے مراد کفار ہیں۔[1] هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ: یہ دردناک عذاب ہے، بس اسے چکھو اور وہ کھولتا ہوا پانی ہے جو جلا دینے والا ہے۔ اور پیپ ہے جو اہل دوزخ کے ابدان سے بہہ رہی ہوگی۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی هٰذَا حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ فَلْيَذُوْقُوْهُ: حمیم ایسا کھولتا ہوا پانی جس کی حرارت انتہا کو پہنچ گئی ہو۔ غساق، اہل دوزخ کی کھالوں سے بہنے والی پیپ اور کچھ لہو۔[2] وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ: عذاب مذکور کی طرح کا ایک اور عذاب ہوگا جیسے زمہریر، سموم اور زقوم کا کھانا وغیرہ۔ کفار کے رؤسا جب دوزخ میں داخل ہوں گے ان سے کہا جائے گا: هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ: دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے: یہ تمہارے ساتھ ایک بڑا لشکر ہے جو گھسا چلا آ رہا ہے۔ یعنی تمہاری محبت میں گھسا چلا آ رہا ہے۔ جیسے دنیا میں تمہاری جہالت اور گمراہی کے ساتھ چلا آیا تھا۔ تمہارا آنا باعث نحوست ہے۔ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ: وہ دوزخ کی آگ چکھیں گے، وہ اس میں داخل ہوں گے جیسے تم داخل ہوئے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الاقتحام داخل ہونا اور گھسنا، یہ دوزخ کے داروغوں کا کلام ہے جو وہ کفار کے رؤسا سے کریں گے۔ اہل عرب آنے والے سے کہتے ہیں: مرحبا یعنی خوش آمدید، آپ کی آمد باعث مسرت ہے، تنگی کا باعث نہیں۔ پھر اس پر کلمہ "لا" نافیہ داخل کیا جو بددعا کا معنی دیتا ہے۔[3]

اہل دوزخ کا تحیہ اور باہمی جھگڑا

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ:...... متبعین اپنے گمراہ رؤسا جنہوں نے ان کو گمراہ کیا ہے سے کہیں گے: بلکہ پھٹکار تم پر ہو اور تمہارا ناس ہو۔ مفسرین کہتے ہیں: جب اتباع دوزخ میں داخل ہوں گے رؤسا ان سے ملیں گے اور کہیں گے: لَا مَرْحَبًا بِكُمْ: یعنی تمہیں یہاں خوشی اور بھلائی کا سامنا نہیں کرنا ہوگا۔ یہ اہل دوزخ کا تحیہ ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا (سورۃ الاعراف، آیت ۳۸)

جب بھی کوئی امت دوزخ میں داخل ہوگی پہلے سے موجود امت اس پر لعنت کرے گی۔

---

[1] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۸۷ [2] تفسیر الطبری ۲۳/ ۱۱۳ [3] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۸۸

اس موقع پر دوزخ میں داخل ہونے والے کہیں گے: بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ: یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہتا ہے: ''تحیة بینھم ضرب وجیع'' یعنی دھما چوکڑی...... ان کا تحیہ ہے۔ اسی طرح اہل دوزخ لعنت اور گالم گلوچ سے ایک دوسرے کا استقبال کریں گے۔ پھر اتباع اپنے اس قول سے علت بیان کریں گے۔ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ: تم ہی تو یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو اور تم ہی ہماری گمراہی کا سبب ہو، بہت بُرا ہے ہمارا ٹھکانا اور تمہارے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ: یہ بھی اتباع کے کلام میں سے ہے، چنانچہ اتباع اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے ان کے رؤسا کو دوگنا عذاب ہو، چنانچہ اتباع اپنے رؤسا کے لیے عذاب کی پیش کش کریں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ (سورۃ الاعراف، آیت ۳۸)

اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا انہیں دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔

ضعف دوگنا کے معنی میں ہے۔[۱] بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اتباع یہ بھی کہیں گے: رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا: یعنی دوگنا، یہ اس طرح ہوگا کہ جتنا عذاب ہو رہا ہوگا اس کی بمثل اور زیادہ عذاب ہوگا اور یوں دوگنا ہو جائے گا۔[۲] وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ: کفر رؤسا جو کہ آئمہ کفر وضلالت ہیں کہیں گے: کیا وجہ ہے ہم دوزخ میں ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم دنیا میں برے سمجھتے تھے؟ اس سے ان کی مراد مؤمنین ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان کی مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں گے۔ ابو جہل کہے گا: بلال کہاں ہے، صہیب کہاں ہے، عمار کدھر ہے؟ جب کہ یہ لوگ فردوس بریں میں ہوں گے۔ تف ہے ابو جہل پر! وہ مسکین ہی رہا جب کہ اس کا بیٹا (عکرمہ) مشرف بہ اسلام ہوا، اس کی بیٹی جویریہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئی، اس کی ماں بھی اسلام قبول کر چکی اس کا بھائی بھی مشرف بہ اسلام ہوا، بس وہی کفر کی گندگی میں لت پت رہا۔[۳] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دوزخ میں کفار کی یہ خبر دی گئی ہے، اہل دوزخ ان لوگوں کو گم پائیں گے جنہیں وہ گمراہی پر سمجھتے تھے اور وہ مؤمنین ہوں گے۔

چنانچہ ابو جہل کہے گا: کیا وجہ ہے میں بلال، عمار، صہیب اور فلاں فلاں کو یہاں نہیں دیکھ رہا؟ یہ ایک مثال ہے ورنہ سب ہی کفار کا یہی حال ہوگا اور وہ سمجھتے ہوں گے کہ مؤمنین بھی دوزخ میں ہیں چنانچہ جب کفار دوزخ میں داخل ہوں گے اور مؤمنین کو دوزخ میں نہیں پائیں گے تو کہیں گے:[۴] اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ: اپنے آپ کو تنبیہ کریں گے اور کہیں گے: کیا ہم نے ان مؤمنین کو دنیا میں مذاق اور ٹھٹھا بنا رکھا تھا؟ یا وہ ہمارے ساتھ دوزخ میں ہیں لیکن ہم انہیں دیکھ نہیں پا رہے؟ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار اپنے اوپر انکار کا اظہار کریں گے اور دل میں مؤمنین کے متعلق بہتری کا خیال رکھیں گی گویا وہ کہہ رہے ہوں گے وہ یہاں دوزخ میں نہیں ہیں، یا ان سے ہماری آنکھیں بچھڑ گئی ہیں جو ہم انہیں دیکھ نہیں پا رہے؟[۵] اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ: اے محمد! اہل دوزخ کے اقوال اور ان کے آپس کے جھگڑے کے متعلق ہم نے جو آپ کو خبر دی ہے یہ حقیقت ہے اور ناگزیر ہے، ہم نے آپ کو کفار کے دوزخ میں باہمی جھگڑے کے متعلق خبر دی ہے اور دوزخ میں ان کے مکالمہ کی خبر دی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس مکالمہ کو تخاصم (باہمی جھگڑے) کا نام دیا ہے چوں کہ رؤسا کا قول لَا مَرْحَبًا بِهِمْ: اور اتباع کا قول بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ: از باب خصومت ہے۔[۶]

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ: ...... توحید، معاد اور جزاء وسزا کے اثبات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم ذمہ داری کا یہ بیان ہے یعنی اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: میں تو تمام جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں، اگر تم ایمان نہ لائے تو اس کے عذاب کا تمہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ میں جادوگر، شاعر یا کاہن نہیں ہوں۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ: یعنی تمہارا کوئی رب نہیں ہے اور کوئی

---

[۱] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۸۸ [۲] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۵۱ [۳] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۲۲۴ [۴] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۰۷ [۵] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۵۱ [۶] التفسیر ۲۶/ ۲۲۳

معبود نہیں ہے مگر وہ ذات جو یکتا ہے، جسے مخلوق پر سطوت حاصل ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا: کائنات میں موجود مخلوقات وعجائب سب کا پیدا کرنے والا ہے، جو کائنات میں تصرف کرنے والا ہے، وہی مخلوقات کو وجود دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ: جو اپنے حکم پر غالب ہے اور مغلوب نہیں ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بخش دے اور وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے الْقَهَّارُ: فرمایا تو اس سے خوف اور ترہیب کا اظہار ہو گیا، اس کے بعد ایسا لفظ لایا جو رجا و ترغیب پر دلالت کرتا ہے اور رحمت وفضل وکرم پر دلالت کرنے والی تین صفات کا ذکر کیا: ''رب، عزیز اور غفار'' اللہ تعالیٰ کا رب ہونا ترغیب واحسان کو ظاہر کرتا ہے، اس کا عزیز ہونا اس کے ہر چیز پر قادر ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، اور اس کا غفار ہونا ترغیب ورجا کو ظاہر کرتا ہے یعنی اس کے فضل وکرم کی امید رکھنی چاہیے۔[1]

چنانچہ اگر انسان ستر سال تک کفر وضلالت پر ڈٹا رہے پھر وہ توبہ تائب ہو جائے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے معاف فرما دے گا۔ اور گناہ گاروں کی فہرست سے اس کا نام مٹا دے گا اور اسے نیکوکاروں کی درجات پر فائز کر دے گا۔ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ: اے محمد! کفار سے کہہ دیجیے: یہ قرآن جو میں تمہارے پاس لایا ہوں یہ اہم خبر اور عظیم الشان چیز ہے، تم اس سے غافل ہو، اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی اس کی قدر جانتے ہو۔ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ: آدم کی تخلیق کے متعلق فرشتوں کے اختلاف کرنے کی خبر مجھے کہاں ہوتی اگر مجھ پر وحی نازل نہ کی جاتی؟ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مقصد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر حجت قائم کرنا ہے، چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور کی خبر دی ہے جو آپ سے پہلے کسی کو معلوم نہیں تھے، فرشتوں کے اختلاف وجھگڑے سے قصۂ آدم کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۚ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت ۳۰)[2]

اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ:...... میری طرف وحی اس لیے بھیجی جاتی ہے کہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا پیغمبر ہوں تاکہ تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراؤں نذیر منذر (ڈرانے والا) کے معنی میں ہے۔

تخلیق انسان

اس کے بعد آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ: اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو بتایا کہ وہ مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہے، اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ: جب میں آدم کی تخلیق مکمل کر دوں اور اس میں روح پھونک دوں اے فرشتو! تم اس کی تعظیم اور اکرام کے لیے اسے سجدہ کرو۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ سجدۂ تعظیم وتحیہ سجدۂ عبادت نہیں تھا۔[3] فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ: سب فرشتوں نے حکم خدا تعالیٰ کی تعظیم کے پیش نظر آدم کو سجدہ کیا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ: لیکن ابلیس نے اللہ تعالیٰ کا حکم وطاعت بجا لانے سے انکار کیا اور اپنے آپ کو بالاتر سمجھا، آدم کو سجدہ کرنے سے باز رہا اور کافروں میں شامل ہو گیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سارے فرشتوں نے سوائے ابلیس کے اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لایا، ابلیس فرشتوں کی جنس میں سے نہیں تھا اور وہ جنات میں سے تھا۔[4] اس کی طبیعت اور جبلت نے حکم عدولی اور خیانت کی، آدم کو سجدہ کرنے سے منہ موڑا، اپنے رب سے مخاصمت کی، گویا اس نے آدم سے بالاتر ہونے کا دعویٰ کیا اور یوں کفر کا مرتکب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اپنی رحمت کے دروازے سے دور دھتکار دیا۔ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ: رب تعالیٰ نے ابلیس سے کہا: کس چیز نے تمہیں سجدے سے باز رکھا جب کہ میں نے آدم کو ماں باپ کے واسطہ کے بغیر پیدا کیا ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۶/ ۲۲۴ [2] التسہیل فی علوم التنزیل ۳/ ۱۸۹ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۲۲۷ [4] یہی صحیح قول ہے اور نصوص سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق کی نسبت اپنی طرف کی ہے ایسا تکریم آدم کے لیے کیا ہے، اگر چہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے جیسے روح، بیت، ناقہ اور مساجد کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ جب کہ لوگوں سے خطاب معروف چیز کے ساتھ کیا ہے۔ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ: کیا تو نے اب کی بار تکبر کر کے سجدہ سے انکار کیا یا تو پہلے سے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے تکبر کرنے والوں میں سے چلا آ رہا ہے۔ ابلیس کے سجدہ سے انکار کرنے پر یہ اسلوب بطور توبیخ اختیار کیا گیا ہے۔ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ: ابلیس لعین نے کہا: میں آدم سے افضل ہوں۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ: چوں کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں جب کہ آدم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ مٹی سے افضل ہے، بھلا افضل مفضول کو کیسے سجدہ کر سکتا ہے۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ: جنت سے نکل جا تجھ پر لعنت کر دی گئی ہے اور تجھے ہر طرح کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ: تجھے تا روز جزا اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ روز جزا کے بعد تجھے نہایت شنیع لعنت سے واسطہ پڑے گا۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ: یعنی مجھے اس دن تک مہلت دے جب مخلوقات کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابلیس مخلوق کو گمراہ کرنے کے لیے تھوڑی مہلت چاہتا تھا تا کہ انسان پر حملہ کر کے بدلہ لے سکے اور کلی طور پر موت سے اسے خلاصی مل جائے، چوں کہ مردوں کو دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد موت نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اسے نفخۂ اولیٰ (پہلی بار صور پھونکنے) تک اسے مہلت ہے۔[1] اس کی طلب کردہ مدت تک اسے مہلت نہیں۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۝ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ: تجھے نفخہ اولیٰ کے وقت تک مہلت ہے جس وقت لوگ مر جائیں گے اس وقت تیری مہلت ختم ہو جائے گی۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ: ابلیس ملعون نے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم میں سب بنی آدم کو بہکاؤں گا البتہ وہ لوگ جس کو تو نے اپنی عبادت کے لیے چن لیا ہے اور انہیں مجھ سے بچا لیا ہے۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ۝ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں حق سے قسم اٹھاتا ہوں اور حق بات کہتا ہوں کہ میں ضرور دوزخ کو تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے بھر دوں گا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ قسم اٹھائی ہے اور جملہ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ جملہ معترضہ ہے اور اس سے مقصد قسم کی تاکید ہے۔ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: میں تم سے تبلیغ رسالت پر اجرت نہیں مانگتا اور میں تصنع اور حیلہ بازی سے کام لینے والا نہیں ہوں یہاں تک کہ میں نے اپنی طرف سے نبوت گھڑ لی ہو اور قرآن بھی اپنی طرف سے تمہیں سنائے جا رہا ہوں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ: یہ قرآن تو جن وانس اور عقلا کے لیے نصیحت ہے۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ: تم عنقریب اس کی حقیقت اور سچائی سے آگاہ ہو جاؤ گے۔ یہ وعید و تہدید ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اے ابن آدم! موت کے وقت تجھے یقینی خبر مل جائے گی۔

بلاغت:...... ان آیات میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ؛ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ:...... میں مؤمنین و مفسدین اور متقین و فجار کے درمیان مقابلہ ہے۔ یہ بدیع کی نہایت لطیف انواع میں سے ہے۔ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ: کونچیں کاٹنے اور ذبح کرنے سے کنایہ ہے اور یہ بلیغ کنایہ ہے۔ فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ: میں طباق ہے چوں کہ اس کا معنی ہے: اعط من شئت وامنع من شئت۔

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ:...... میں مراعات ادب ہے، آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ضرر کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے جب کہ خیر و شر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ اَیْدِیْ (ہاتھ) کا قوت کے لیے استعارہ ہے اور اَبْصَارِ کا دینی بصیرت کے لیے استعارہ ہے۔ هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۴/ ۲۹۸

پھر ارشاد فرمایا: هٰذَا ۚ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ: میں حسن مقابلہ ہے، کیا خوبصورت منظر کشی کی گئی ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ: میں دو طرح کی تاکیدات لائی گئی ہیں پہلے لفظ کل کے ساتھ پھر اَجْمَعُوْنَ: کے ساتھ۔ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ: میں خوبصورت فاصلہ بندی ہے جو کہ خصائص قرآن میں سے ہے۔ یہ خوبصورت شیریں بیان انسانی نفس میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح روح جسد میں سرایت کیے ہوتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جب بھی قرآن عظیم کی تلاوت کی میرے رگ و ریشے میں یہی تاثر پیدا ہوا ہے، کانوں میں نہایت متاثر کن سماعت نے سماں باندھ دیا ہے اور مجھ پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوئی ہے کہ میں غیر شعوری طور پر جھوم اٹھا ہوں، لامحالہ یہ کیفیت نہیں ہو سکتی مگر قرآن کے اس عظیم الشان بیان کی وجہ سے۔ رسول کریم ﷺ نے سچ فرمایا کہ: ان من البیان لسحرًا: بے شک بعض بیان جادوئی اثر کے حامل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بتاریخ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ بمطابق ۶ مئی ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز مغرب سورۂ ص کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور میرے لیے ذریعہ نجات بنائے اور بقیہ اجزا کے ترجمہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورۃ الزمر

تعارف:......سورۂ زمر مکیہ ہے۔اس سورۂ مبارکہ میں عقیدہ توحید پر تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے، حتیٰ کہ عقیدہ توحید سورۂ مبارکہ کا محور اعظم اور بڑا موضوع بن گیا ہے، چوں کہ عقیدہ توحید ہی اصل ایمان اساسی عقیدہ ہے۔گو یا ہر عمل صالح کی اصل ہی عقیدہ توحید ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قرآن عظیم کے متعلق گفتگو کی گئی ہے جو کہ معجزۂ کبریٰ ہے یعنی نبی کریم ﷺ کا یہ دائمی معجزہ ہے۔اس میں رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔مشرکین کے غیر اللہ کی عبادت کرنے پر شبہ کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر قطعی دلائل کے ساتھ غیر اللہ اور بتوں کی عبادت کی تردید کی گئی ہے۔

اس کے بعد رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل و براہین قائم کیے گئے ہیں، یہ براہین آسمان و زمین کے پیدا کرنے، دن و رات، سورج و چاند کے پیدا کرنے اور رحم مادر میں انسان کی مختلف مراحل سے گزر کر پیدائش کے متعلق ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت و توحید پر بین دلائل ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں نہایت شفاف طریقے سے عقیدہ کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور دار الجزا میں کفار کے گھاٹے کی وضاحت کی گئی ہے چنانچہ کفار کو طرح طرح کے عذاب سے واسطہ پڑے گا، عذاب شش جہات سے انہیں گھیرے رکھے گا۔

سورۂ مبارکہ میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے والوں اور متعدد خداؤں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان واضح فرق بیان کیا گیا ہے۔چنانچہ یہ خدا نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں۔یہ ایک ایسے غلام کی مثال ہے جس میں بہت سارے افراد شریک ہوں اور وہ آپس میں جھگڑتے ہوں، جب کہ ایک اور غلام ایسا ہو جس کا مالک فرد واحد ہی ہو، پھر اس کے بعد مشرکین کی حالت ذکر کی گئی ہے کہ جب وہ توحید خداوندی سنتے ہیں تو ان کے دلوں کی حالت غیر ہو جاتی ہے اور جب بتوں کا ذکر سنتے ہیں تو ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد کچھ آیات میں انابت الی اللہ کی دعوت دی گئی ہے قبل اس کے کہ انہیں موت آن لے، یا اچانک عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ایسے وقت میں سوائے ندامت اور پشیمانی کے ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں آئے گا۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں نفخۂ صعق (پہلی بار صور پھونکنے جس سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے) پھر نفخۂ بعث (دوبارہ اٹھائے جانے کے لیے صور پھونکنے) کا ذکر ہوا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ قیامت کی ہولناکیاں اور شدائد کا ذکر ہوا ہے۔حشر اکبر پر سورۂ مبارکہ میں بات کی گئی ہے چنانچہ متقین جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور کفار داخل دوزخ ہوں گے۔اس منظر کو انبیا، صدیقین، شہدا اور ابرار دیکھ رہے ہوں گے جب کہ ان کی زبانیں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مصروف ہوں گی۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الزمر" ہے، الزمر، زمرۃ کی جمع ہے بمعنی جماعت، گروہ، سورۂ مبارکہ کے آخر میں اہل جنت کی جماعتوں اور اہل دوزخ کی جماعتوں کا ذکر ہوا ہے۔اہل جنت نہایت شان کے ساتھ جنت میں جائیں گے جب کہ اہل دوزخ ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔انہی گروہوں کی مناسبت سے سورۂ مبارکہ کا نام سورۃ الزمر ہے۔

اٰیَاتُهَا ۷۵	(۳۹) سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹)	رُكُوْعَاتُهَا ۸

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ
الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى وقف لازم
اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ
خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾ اِنْ تَكْفُرُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾
وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ
قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾
اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ
يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا ع
رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ
دِيْنِىْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ
ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ
مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:...... یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے۔① بلا شبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی سو آپ اللہ کی عبادت کیجیے اس طرح سے کہ اسی کے لیے دین خالص ہو۔② خبردار اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ شرکا بنا لیے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اسی لیے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں، جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں، بلا شبہ اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ بلا شبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو کافر ہو۔③ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے تو جسے چاہتا اپنی مخلوق میں سے منتخب فرمالیتا، وہ پاک ہے۔ وہ اللہ ہے، تنہا ہے، زبردست ہے④ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک جاری ہے، خبردار وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے۔⑤ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا، اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنائے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا فرماتا ہے ایک پیدائش دوسری پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ تین اندھیریوں میں۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے اسی کے لیے ملک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں پھرے جارہے ہو۔⑥ اگر تم کفر کرو، سو بلا شبہ اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند فرماتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے، سو وہ تمہیں تمہارے سب اعمال جتادے گا، بلا شبہ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔⑦ اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ اس بات کو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکار رہا تھا۔ اور اللہ کے لیے شریک تجویز کرنے لگتا ہے، تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کرے، آپ فرمادیجیے کہ تو اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کرلے، بلا شبہ تو دوزخ والوں میں سے ہے۔⑧ کیا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت میں لگا ہوا ہوتا ہے حالت سجدہ میں اور حالت قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کے رحمت کا امیدوار ہے، آپ فرمادیجیے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں اور جو جاننے والے نہیں ہیں، عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔⑨ آپ فرمادیجیے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیے ان کے لیے اچھا بدلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے، صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بغیر حساب دیا جائے گا۔⑩ آپ فرمادیجیے کہ بلا شبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس طرح اللہ کی عبادت کروں کہ عبادت اسی کے لیے خالص ہو۔⑪ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔⑫ آپ فرمادیجیے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔⑬ آپ فرمادیجیے کہ بے شک میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اس طرح سے کہ میری عبادت اسی کے لیے خالص ہے۔⑭ سو اسے چھوڑ کر تم جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرمادیجیے کہ بلا شبہ نقصان میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے جانوں سے اور اپنے اہل وعیال سے خسارہ میں پڑ گئے خبردار یہ صریح خسارہ ہے۔⑮ ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی شعلے ہوں گے، یہ وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو سو تم مجھ سے ڈرو۔⑯ اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا کہ شیطان کی عبادت کریں اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لیے خوشخبری ہے سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادیجیے۔⑰ جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی سے اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں۔⑱ سو جس شخص کے بارے میں عذاب کی بات طے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑالیں گے جو دوزخ میں ہے،⑲ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالا خانے بنے ہوئے ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا۔⑳

لغات: زُلْفٰی:...... نزدیکی، اسی سے ہے: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: یعنی جنت متقین کے قریب کردی جائے گی۔ يُكَوِّرُ: التکویر لپیٹنا۔ مقولہ ہے: كَوِّرِ العمامه یعنی عمامہ باندھو۔ خَوَّلَهٗ: اسے عطا کیا، اسے فلاں چیز کا مالک بنایا۔ قَانِتٌ: مطیع، فرمانبردار، عبادت گزار۔ اَنْدَادًا: بت، اصنام ظُلَلٌ: ظلة کی جمع ہے۔ وہ چیز جو انسان کو سایہ کرے۔ مثلاً چھت وغیرہ۔ الطَّاغُوْتَ: طغیان سے ہے، حد سے تجاوز کرنا، اس سے مراد ہر وہ

چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔ مثلاً پتھر، درخت، بت اور انسان وغیرہ۔ اَنَابُوْا: انہوں نے رجوع کیا۔ غُرَفٌ: جنت کی عالی شان بالا خانے۔ اسی سے ہے: اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (سورۃ الفرقان، آیت ۷۵)

تفسیر: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ:...... یعنی یہ قرآن اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ الْعَزِيْزِ: ایسی قادر ذات جسے مغلوب نہ کیا جاسکے۔ الْحَكِيْمِ: وہ ذات جو ہر کام حکمت و تدبیر کے ساتھ سرانجام دے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: اے محمد! ہم نے یہ قرآن عظیم آپ پر نازل کیا ہے جسے باطل زیر نہیں کرسکتا۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ: اس لیے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ بس خالص اسی کی عبادت ہو۔ اپنے عمل اور نیت سے غیر اللہ کا قصد نہ کرنا۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ: اے لوگو! ہوشیار رہو کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لیے ہو چوں کہ اللہ تعالیٰ خدائی کی صفات کے ساتھ متصف ہے اور پوشیدہ باتوں پر وہی مطلع ہے۔ خالص سے مراد ایسا عمل جو شرک و ریا سے پاک ہو۔

کفار کے حیلے اور اس کا جواب

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ:...... یہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں کہتے ہیں۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى: ہم تو ان خداؤں اور بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب لے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ صاوی کہتے ہیں: مشرکین سے جب پوچھا جاتا: تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تمہارا اور تمہارے آباواجداد کا رب کون ہے؟ تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے: تمہارا بتوں کو پوجنے کا کیا معنی ہے؟ جواب دیتے ہیں: تاکہ یہ بت ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کریں اور اس کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور ان باتوں کا تعلق دین سے ہے، چنانچہ مومنین کو جنت میں داخل کرے گا اور کفار کو دوزخ میں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا اور دین حق کی طرف اس کی راہنمائی نہیں کرتا جو رب تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہو اور کفر میں آگے بڑھ رہا ہو۔ آیت کریمہ میں کفار کے دعویٰ میں جھوٹے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا: بالفرض اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوتا۔ لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ: تو مخلوقات میں سے جسے چاہتا متبنّٰی کے طور پر بیٹا بنالیتا جب کہ معروف توالد کے طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا محال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنانا نہیں چاہا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ (سورہ مریم، آیت ۹۲)

مِمَّا يَخْلُقُ:...... یعنی اللہ تعالیٰ کی اپنی پیدا کردہ مخلوقات میں سے۔ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ: اللہ تعالیٰ شریک اور بیٹے سے پاک ہے چوں کہ وہی معبود حقیقی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی نظیر اور مثال سے پاک ہے۔ وہ اپنی عظمت اور جلال سے اپنے بندوں پر غالب ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد سے اپنے آپ کو منزہ قرار دیا ہے، پھر اپنا وصف یکتائی بیان کیا چوں کہ توحید اولاد کے منافی ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی لامحالہ وہ اولاد اس کی جنس میں سے ہوتی جب کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جنس نہیں ہے چوں کہ وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کے بعد اپنی صفت قہار بیان کی جو شرکا کی نفی پر دلالت کرتی ہے چوں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے غلبہ میں ہے اور اس کے زیردست ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کا شریک کیسے ہوسکتا ہے۔

توحید اور قدرت باری تعالیٰ کے دلائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، وحدانیت اور اپنی عظمت کے دلائل بیان کیے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: آسمانوں اور زمین کو برحق نہایت کامل طریقے سے اور واضح برہان کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ: ۵۵

رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر جیسے لباس پہننے والے پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رات کو دن پر یوں لپیٹ دیا جاتا ہے کہ رات دن پر چھا جاتی ہے یہاں تک کہ دن کی روشنی ختم ہو جاتی ہے اور دن کو رات پر یوں لپیٹ دیا جاتا ہے کہ رات کی تاریکی دن کے اجالے سے چھٹ جاتی ہے۔ یہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا معنی ہے: يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا: رات اور دن کو ایک دوسرے پر لپیٹ دیتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آرہا ہوتا ہے۔ (سورۃ الاعراف، آیت ۵۴)[1] وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ: سورج اور چاند کو انسانوں کے مصالح میں لگا دیا ہے۔ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى: ان میں سے ہر ایک مدت مقررہ تک کے لیے چل رہا ہے، پھر یہ مدت قیامت کے دن ختم ہو جائے گی جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے بجھ جائیں گے۔ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ: اللہ عزوجل کامل قدرت والا ہے اس پر کوئی چیز غلبہ نہیں پا سکتی۔ اس کی رحمت، مغفرت اور احسان عظیم ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جملہ حرف تنبیہ سے شروع کیا گیا ہے تا کہ مضمون جملہ کی طرف پوری طرح سے دھیان دیا جائے گویا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے بندو! ہوشیار رہو میں اپنے حکم پر غلبہ رکھتا ہوں، اپنی مخلوق کے گناہوں پر پردہ کرتا ہوں لہٰذا اپنی عبادت کو میرے لیے خالص رکھو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔[2]

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ:...... اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان یعنی آدم سے پیدا کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے غالب ہونے پر دلیل ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا: پھر آدم سے حوا کو پیدا کیا تا کہ انسانی نسل آگے چل سکے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: یعنی آدم سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا یعنی حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔[3] وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ: اور کھائے جانے والے جانوروں یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کو تمہارے لیے پیدا کیا۔ ہر نوع سے نر اور مادہ، یہ کل مل کر آٹھ جوڑے ہو جاتے ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اونٹ میں سے دو نر اور مادّہ، گائے میں سے دو نر اور مادّہ، بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ اور بکری میں سے بھی دو نر اور مادہ۔ ہر نر اور ہر مادہ ایک ایک مستقلاً زوج ہے۔[4] انہیں ازواج کا نام دیا چوں کہ نر مادہ کا زوج ہوتا ہے اور مادہ نر کا۔

مفسرین کہتے ہیں: آیت میں فرمایا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ: یعنی مویشیوں کے آٹھ جوڑے اتارے "اَلْاِنْزَالُ" اتارنا، اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلے کے نزول سے عبارت ہے۔ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بایں طور پیدا کرتا ہے کہ تم مختلف مراحل سے گزرتے ہو۔ چنانچہ ابتدا میں انسان نطفہ ہوتا ہے، پھر جما ہوا خون بن جاتا ہے اور پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے اور یوں انسان تخلیق کے آخری مرحلہ میں پہنچ جاتا ہے۔ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ: تین تاریکیوں سے مراد پیٹ کی تاریکی، رحم مادر کی تاریکی اور اس غلاف نما جھلی کی تاریکی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: یہی شان والا تمہارا رب ہے جو خالق ہے، مصور ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے۔ یہی تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ: اسی کی بادشاہت اور اسی کا تصرف ہے۔ وہی پیدا کرتا اور وہی مارتا ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: معبود برحق کوئی نہیں سوائے اللہ کے اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ: بھلا اس کی عبادت سے تم کیسے روگردانی کرتے ہو اور غیر اللہ کی عبادت میں کیسے مشغول ہوتے ہو؟

اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے

آباؤ اجداد کی یاد دلانے کے بعد کفار کو کفر سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور اس کی نعمتوں کے مشاہدہ کے بعد اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تمہارے ایمان، تمہاری شکر اور تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے۔ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ: وہ انسانوں میں کسی کے لیے بھی کفر پسند نہیں کرتا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگرچہ ایمان و کفر اللہ تعالیٰ کو نفع نہیں پہنچاتا لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کفر کو پسند نہیں کرتا، معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب کفر کی مدح نہیں کرتا، اور نہ ہی اسے کفر پر ثواب دیتا ہے اگرچہ کفر اس کی مشیت و قضا سے واقع ہوتا ہے۔ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ: اگر تم اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو گے تو وہ اس شکر کو تمہارے لیے پسند کرے گا

[1] تفسیر القرطبی ١٥/ ٢٣٥ [2] حاشیۃ الصاوی ٣/ ٣٦٦ [3] تفسیر الطبری ٢٣/ ١٢٣ [4] تفسیر القرطبی ١٥/ ٢٣٥

چوں کہ اس میں تمہارا نفع ہے، رب تعالیٰ کا نفع نہیں ہے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بندوں کے کفر سے رب تعالیٰ کی عدم رضا بندوں کی منفعت اور ان کی دفع مضرت کی وجہ سے ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نفع یا نقصان نہیں ہے۔ بندوں کے شکر سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بندوں کو نفع پہنچانے کی وجہ سے ہے چوں کہ شکر دونوں جہانوں کی کامیابی کا سبب ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں لفظوں میں فرق کیا اور فرمایا: وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ: اور یہاں فرمایا: يَرْضَهُ لَكُمْ: چوں کہ اول سے مراد تعمیم حکم ہے اور پھر اس کی تعلیل اپنے بندے ہونے سے بیان فرمائی۔[1] وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: کوئی نفس بھی کسی دوسرے نفس کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، بلکہ ہر ایک سے اس کے اپنے گناہوں کا مواخذہ ہوگا۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ: پھر تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے حساب لے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔ آیت میں تہدید ہے، مطیع کے لیے بشارت ہے۔

انسان کی ناشکری کا حال

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ:...... جب کوئی کافر آدمی فاقہ، مرض اور بلا کی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ: تو اس مصیبت سے نکلنے کے لیے اپنے پروردگار کے حضور گڑگڑانے لگتا ہے اور طاعت وعاجزی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ: پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عطا فرما دیتا ہے اور مصیبت سے اس کی جان آزاد ہو جاتی ہے۔ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ: وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس میں مبتلا ہوا تھا اور جس کے دور ہو جانے کی رب تعالیٰ کے حضور دعا کی تھی پھر وہ سرکشی اور تمرد پر اتر آتا ہے۔ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ: پھر عبادت میں اللہ کے ساتھ شرکاء ٹھہرانے لگتا ہے تا کہ اللہ کے دین اور اس کی طاعت سے لوگوں کو روکتا رہے۔ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا: امر برائے تہدید ہے۔ یعنی اس فانی دنیا سے عارضی نفع اٹھا لو اور کفر پر رہتے ہوئے لذت حاصل کر لو، یہ عمر بہت تھوڑی ہے اور یہ وقت بہت قلیل ہے۔ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ: پھر تیرا انجام دوزخ میں ہوگا اور تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہو گے۔

مؤمن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا:...... استفہام ہے اور اس کا جواب محذوف ہے چوں کہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ شخص جو مطیع ہو، راتوں کو عبادت میں مصروف رہتا ہو کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ مؤمن کافر کی طرح نہیں ہو سکتا۔[2] يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ: اس حال میں کہ وہ عذاب آخرت سے خائف ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی رحمت یعنی جنت کی آس لگائے رکھتا ہے، بھلا یہ متقی مؤمن کافر فاجر کے برابر ہو سکتا ہے؟ اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ: کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسے یہ دو برابر نہیں ہو سکتے ایسی ہی مطیع اور عاصی برابر نہیں ہو سکتے۔[3] اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ: عبرت اور نصیحت صرف اہل عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت اسرار عجیبہ پر دلالت کرتی ہے۔ اول اس میں عمل کے ذکر سے ابتدا کی گئی ہے۔ اور اس کا اختتام علم کے ذکر پر ہوا ہے۔ رہی بات عمل کی، سو وہ قنوت یعنی طاعت سجدہ اور قیام ہے۔ رہی بات علم کی سو اس کا ذکر یوں فرمایا: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ: اس سے پتہ چلا کہ انسان کا کمال ان دو چیزوں میں مضمر ہے۔ چنانچہ عمل ابتدا ہے اور علم، مکاشفہ اور انتہا ہے۔ کلام میں حذف بھی ہے تقدیری عبارت یوں ہے: أمن هو قانت كغيره: یہ حذف کلام میں حسن پیدا کر رہا ہے چوں کہ سیاق کلام کی اس پر دلالت ہے۔ چوں کہ اس آیت سے پہلے کافر کا ذکر ہوا ہے پھر اہل علم کی مثال دی، اس میں فضیلت علم پر تنبیہ کی گئی ہے۔[4]

---

[1] التفسیر ۲۶/۲۴۶ [2] تفسیر ابی السعود ۴/۳۰۲ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/۲۳۸ [4] انظر حاشیۃ زادہ علی البیضاوی ۳/۱۹۴

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ: ……اے محمد! میرے مؤمن بندوں سے کہہ دیجیے کہ ایمان اور تقویٰ کو جمع کر کے رکھیں۔تقویٰ سے مراد محارم سے دوری اختیار کرنا ہے۔

شانِ نزول

مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت کریمہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب انہوں نے ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔اس سے غرض ان کی دل جوئی اور ہجرت کی لیے انہیں ترغیب دینا ہے۔[1] تقویٰ کا معنیٰ: اوامر کا بجالانا اور نواہی سے اجتناب کرنا ہے۔گویا بندہ اس طرح سے اپنے اور دوزخ کے درمیان آڑ کھڑی کر لیتا ہے۔[2] لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ: جو شخص اس دنیا میں نیک اعمال کرتا ہے آخرت میں اس کے لیے بہت بڑی اچھائی ہے اور وہ جنت ہے۔وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ: اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے لہٰذا دارالکفر سے دارالایمان کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ایسی سرزمین میں (فی الحال) اقامت اختیار مت کرو جس میں رہتے ہوئے تم شعائرِ اسلام کو قائم نہ کر سکو۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ: صبر کرنے والوں کو بغیر حساب اور بغیر کسی حصر عدد، وزن اور کوتاہی کے بدلہ دیا جائے گا۔اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کے بدلے کا وزن نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اسے ناپا یا تولا جائے گا بلکہ بے حساب عطا کیا جائے گا۔[3] قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ: اے محمد کہہ دیجیے: کہ مجھے اخلاص کے ساتھ خالص اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص کر کے حکم دیا گیا ہے تا کہ اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ امت اس حکم کے بجالانے کی زیادہ حق دار ہے۔گویا اس سے ترغیب دینا مقصود ہے۔وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ: اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس امت میں سب سے پہلے مسلمان ہو جاؤں۔

اس امت کا سب سے پہلا فرماں بردار بندہ

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معاملہ اسی طرح کا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی۔ بتوں سے بیزاری کا اعلان کیا اور انہیں گرایا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی طرف دعوت دی۔[4] قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ: مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ بجالایا تو قیامت کے دن مجھے دوزخ میں عذاب دے گا۔صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مقصد امت کو عذاب سے ڈرانا ہے تا کہ امت گناہوں اور معصیت سے بچی رہے چوں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کمال طہارت اور کمال عصمت کے باوجود خائف ہیں تو دوسرے لوگ اس خوف کے زیادہ حق دار ہیں۔یہ تو انبیاء اور صالحین کی سنت ہے کہ وہ دوسروں کو ایسی صفات کی خبر دیتے ہیں جن سے خود متصف ہوتے ہیں تا کہ دوسرے لوگ بھی انہی جیسی ہو جائیں۔[5] قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے کہ میں صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔میں خالص اس کی طاعت و عبادت کرتا ہوں جو ہر طرح کے شائبہ سے پاک ہے۔یہ تکرار مضمون نہیں ہے چوں کہ (اول)……میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کا حکم دیا جا رہا ہے اور (دوم)……نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔(سوم)……امتثال امر کی خبر دی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ حصر کا فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہے۔گویا یوں فرمایا جا رہا ہے: میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتا۔فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ: صیغۂ امر ہے اس میں تہدید کا پہلو بھی ہے اور وعید کا بھی یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں اور خداؤں کی چاہو عبادت کرو، تم عنقریب اپنے کفر کا انجام دیکھ لو گے۔جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ: تم جو چاہو عمل کرو۔(سورہ فصلت، آیت ۴۰)

خسارے کی حقیقت

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: ……خسارے کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ خود بھی خسارے میں ہوں اور ان

[1] التسہیل لعلوم التنزیل ۳/۱۹۲ [2] حاشیۃ الصاوی ۳/۳۲۸ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۱۵ [4] تفسیر القرطبی ۱۵/۲۴۳ [5] حاشیۃ الصاوی ۳/۲۲۹

کے اہل خانہ بھی خسارے میں ہوں۔ چوں کہ وہ دائمی آگ کی طرف جارہے ہوتے ہیں، پس حقیقت میں یہی لوگ خسارے میں رہنے والے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنت میں ہر آدمی کو مکان، اہل خانہ اور خدام حاصل ہوں گے، سو جس شخص نے دنیا میں طاعت کا راستہ اختیار کیا اسے یہ درجات ملیں گے اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہوا تو ان سب نعمتوں اور احسانات سے محروم رہے گا۔ یوں وہ خود بھی خسارے میں رہے گا اور اس کے گھر والے بھی۔ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ: اے لوگو! ہوشیار رہو، یہی واضح خسارہ ہے جس کے بعد کوئی اور خسارہ نہیں ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں حرف تنبیہ کے ساتھ خسارہ کے بیان میں مبالغہ کیا گیا ہے اور ساتھ اسم اشارہ بھی لایا گیا ہے، اس سے مبالغہ میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ نیز "ھو" کے ساتھ کلام میں تاکید بھی پیدا کی گئی ہے اور خسران اور اس کی صفت کو معرف باللام لایا گیا ہے: اَلْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ: یعنی جو شخص معمولی سا غور بھی کرے گا اس کے لیے واضح ہو جائے گا کہ حقیقت میں یہی بڑا خسارہ ہے۔[1] کفار کا دنیا میں خسارہ بیان کیا گیا ہے اور اب آخرت میں ان کا حال و مآل بیان کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ: یعنی دوزخ کی آگ کفار کو اوپر اور نیچے سے ڈھانپ لے گی اور ہر طرف سے انہیں گھیر لے گی۔ اَلظُّلَلُ: سے مراد دوزخ کی آگ کی تہیں ہیں اور تہوں کو ظلل کا نام بطور تہکم دیا گیا ہے چوں کہ دوزخ کی آگ جلانے والی ہے جب کہ ظلہ (سائبان) تو تپش سے بچاتا ہے۔ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ: یہ عذاب شدید اور رسوا کن ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے اس کا ذکر کیا ہے تاکہ بندے گناہوں سے اجتناب کریں۔ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ: اے میرے دوست بندو! میرے عذاب سے ڈرو اور ایسے اعمال میں نہ پڑو جو میرے غضب کا موجب ہوں۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کو نصیحت ہے اور دوزخ کے احوال ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ مؤمنین کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانا مقصود ہے تاکہ رب تعالیٰ کی طاعت بجالا کر عذاب الٰہی سے بچاؤ کا سامان کر سکیں۔

مؤمنین کے لیے خوش خبری

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا:...... اوپر بتوں کے پجاریوں کو وعید سنائی گئی ہے اور اب اہل فضل اور اہل احسان کے وعدہ کا ذکر ہے۔ اس سے شرک و عصیان سے احتراز کرنا مقصود ہے تاکہ وعید کے ساتھ وعدہ مقرون ہو جائے اور کمال ترغیب و ترہیب حاصل ہو جائے۔ آیت کا معنی ہے: جو لوگ بتوں کی عبادت اور شیطان کی طاعت سے باز رہتے ہیں اور شیطان کی طاعت سے بالکلیہ دوری اختیار کرتے ہیں۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الطَّاغُوْتَ: کا معنی انتہا درجے کا طغیان اور سرکشی ہے جیسے رحموت اور عظموت۔ اس سے مراد شیطان ہے، بطور مبالغہ شیطان کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے۔ وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ: اور اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کی طرف رجوع کیا۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى: ان کے لیے نعمتوں والی بہشتوں کی عظیم خوشخبری ہے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِۙ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ: میرے پرہیزگار بندوں کو خوشخبری سنا دو جو حدیث اور کلام پاک کو غور سے سنتے ہیں اور اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد وہ آدمی ہے جو اچھی اور بری بات سنتا ہے اور آگے اچھی بات بیان کرتا ہے اور بری بات سے گریز کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے متقین کی ثنائے جمیل بیان کی ہے ان کی بصیرت کا بیان ہوا اور اچھے کلام کو اپنانے کا ذکر ہو، چنانچہ جب وہ کوئی بات سنتے ہیں اس میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ احسن الکلام سے مراد کلام اللہ ہے اور سب سے بہترین نمونہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ: میں اسم ظاہر کو فَبَشِّرْهُمْ :اسم ضمیر کی جگہ رکھا ہے اس سے مؤمنین کی تعظیم و تکریم مقصود ہے۔ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ: یہ وہ لوگ ہیں جو ان صفات جلیلہ کے ساتھ متصف ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور انہیں اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ: عقل سلیم کے مالک یہی لوگ ہیں اور انہی کے پاس فطرت مستقیمہ ہے۔ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ: بھلا وہ شخص جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدبختی مقدر بن چکی ہیں اس کا جواب محذوف ہے اور بعد میں آنے والی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے

[1] البحر المحیط ۷/ ۴۲۰

یعنی کیا اس کے مقدر میں ہدایت آ سکتی ہے؟ اس کے مقدر میں ہدایت نہیں آ سکتی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ: اے محمد! کیا آپ اس شخص کو بچا سکتے ہیں جو گمراہی اور ہلاکت میں پڑا ہو؟

شان نزول

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے قبول اسلام پر بہت زیادہ حریص تھے، حالاں کہ اللہ کی طرف سے بدبختی ان کا مقدر بن چکی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد ابولہب، اس کی اولاد اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے جو لوگ قبول اسلام سے دور رہے، وہ ہیں۔ اَفَاَنۡتَ: میں تکرار استفہام ہے، تاکہ طول کلام کی وجہ سے تاکید پیدا ہو۔ آیت کا معنی ہے: بھلا وہ شخص جس کے حق میں عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ اُسے بچا سکتے ہیں۔[1] لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ: لیکن مؤمنین جو نیکوکار اور دنیا میں تقویٰ اختیار کرنے والوں اللہ تعالیٰ کی شریعت اور طاعت اختیار کرنے والے ہوں۔ لَہُمۡ غُرَفٌ مِّنۡ فَوۡقِہَا غُرَفٌ مَّبۡنِیَّۃٌ: جنت میں ان کے عالی شان درجات ہوں گے اور شان دار بالاخانے ہوں گے جو ایک دوسرے کے اوپر ہوں گے۔ یہ بالاخانے زبرجد اور یاقوت سے بنے ہوں گے۔[2] تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ: محلات اور درختوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ الۡمِیۡعَادَ: اللہ تعالیٰ نے ان سے پکا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا چوں کہ وہ غالب اور قدرت والا ہے۔

تنبیہ: ...... علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ: سے یہ بات بطور فائدہ حاصل ہو رہی ہے کہ مؤمنین کو دین کے معاملہ میں نقاد بھی ہونا چاہیے تاکہ حسن واحسن اور فاضل وافضل میں فرق کریں۔ یوں اس میں مذاہب بھی داخل ہو جاتے ہیں اور وہ چیز اختیار کی جاتی ہے جو دلیل سے ثابت ہو اور جو زیادہ واضح ہو اور مذہب میں ایسا نہ ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے: مجبور گدھے کی طرح نہ ہو جاؤ جو ہر طرف پھیر لیا جاتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیۡعَ فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یُخۡرِجُ بِہٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا
اَلۡوَانُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۱﴾ ع ۱۲/۱۶
اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ
اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ٭ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ
الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَقُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ
یَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنۡ یَّتَّقِیۡ بِوَجۡہِہٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَقِیۡلَ
لِلظّٰلِمِیۡنَ ذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَکۡسِبُوۡنَ ﴿۲۴﴾ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَاَتٰىہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَیۡثُ لَا
یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَہُمُ اللّٰہُ الۡخِزۡیَ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَۃِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وقف لازم
وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۷﴾ۚ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ
لَّعَلَّہُمۡ یَتَّقُوۡنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیۡہِ شُرَکَآءُ مُتَشٰکِسُوۡنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ ہَلۡ

[1] تفسیر القرطبی ۱۵ / ۲۴۴ [2] یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۳ ۱۰ ۱۷

ترجمہ:......کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں، پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو تو اسے دیکھتا ہے پیلے رنگ کی حالت میں پھر وہ اسے چورا چورا بنا دیتا ہے، بلا شبہ اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔ ﴿۲۱﴾ سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے سخت ہیں، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ ﴿۲۲﴾ اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں، جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اس کے ذریعے وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ﴿۲۳﴾ کیا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرہ کو برے عذاب سے بچائے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم کمائی کرتے تھے اسے چکھ لو۔ ﴿۲۴﴾ ان لوگوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے جھٹلایا، سو ان کے پاس اس طور سے عذاب آیا کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا۔ ﴿۲۵﴾ سو اللہ نے انہیں دنیا والی زندگی میں رسوائی چکھا دی اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔ ﴿۲۶﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیے تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿۲۷﴾ وہ قرآن عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تا کہ یہ لوگ ڈریں۔ ﴿۲۸﴾ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص جس میں کئی ساجھی ہیں، جن میں آپس میں ضدا ضدی ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ایک ہی آدمی کے لیے سالم ہے کیا یہ دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿۲۹﴾ بلا شبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلا شبہ یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں، ﴿۳۰﴾ پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعی علیہ بنو گے۔ ﴿۳۱﴾

ربط و تعارف:......غیر اللہ کی عبادت کے حوالہ سے اُوپر مشرکین کے احوال اور ان کے گمراہیوں کا ذکر ہوا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بیان ہوئے پھر قرآن مجید کے تمام آسمانی کتابوں میں سے اشرف ہونے کا ذکر رہا۔ باوجود یہ کہ مشرکین قرآن عظیم کی فصاحت و بلاغت کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی اسے جھٹلاتے ہیں۔ پھر مشرک اور موحد کی واضح مثال بیان کی گئی ہے۔

لغات: سَلَكَهٗ:......اسے داخل کیا۔ يَنَابِيْعَ: ینبوع کی جمع ہے، زمین سے ابلنے والا چشمہ۔ يَهِيْجُ: خشک ہو جاتا ہے۔ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: هاجت الارض جب زمین کا سبزہ ختم ہو جائے۔ جوہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: هاجت النبت یعنی سبزہ خشک ہو گیا۔ حُطَامًا: چورا چورا ہو جانا۔ "تحطم العود" یعنی لکڑ خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔ شَرَحَ: کھول دیا، وسعت پیدا کی۔ قَسِيَةِ: قسا القلب، سخت ہو گیا یعنی معنیٰ "عتا اور عسا" کا ہے۔ قلبٌ قاسٍ سنگدلی جس میں نرمی نہ ہو۔ مَثَانِيَ: جس میں حکمت کی باتوں مواعظ اور امثال کا تکرار ہو۔ تَقْشَعِرُّ: رونگٹے کھڑی ہو جانا، خوفزدہ ہونا۔ الْخِزْيَ: ذلت، رسوائی۔ مُتَشٰكِسُوْنَ: باہم جھگڑنے والے، اختلاف کرنے والے۔

تفسیر: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً:......اے عقل مند انسان! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بادلوں سے پانی نازل کیا۔ فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ: پھر اس پانی کو زمین میں داخل کر کے اس سے چشمے جاری کر دیے۔

زمین کا تمام پانی در حقیقت آسمان کا پانی ہے

مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ چشموں کا پانی اصل میں بارش کا پانی ہوتا ہے جو زمین میں چلا جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ زمین سے باہر نکلتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: زمین میں جو پانی بھی ہوتا ہے وہ آسمان سے نازل کیا ہوا ہوتا ہے، لیکن زمین میں سوتے

اسے تبدیل کر دیتے ہیں (مختصر ابن کثیر ۳/۲۱۷) ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ: پھر آسمان سے نازل ہونے والے اس پانی اور چشموں سے نکلنے والے پانی سے انواع واقسام کی کھیتیاں اگائی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض کا رنگ سرخ ہوتا ہے، بعض کا سفید اور بعض کا زرد، مختلف اقسام کی جیسے گندم، چاول، ماش وغیرہ۔ بیضاوی کہتے ہیں: مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ: یعنی فصلوں کی مختلف اصناف جیسے گندم، جو وغیرہ یا مختلف کیفیات مراد ہیں جیسے سرسبز وشاداب فصلیں، سرخ وغیرہ۔ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا: پھر فصل خشک ہو جاتی ہے اور تم اسے زرد رنگ کی دیکھتے ہو۔ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا: پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ: اس مذکور میں وعظ اور نصیحت ہے اور عقل والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت ہے۔ آیت کریمہ میں انسانی زندگی کے لیے دنیوی زندگی کی مثال دی گئی ہے۔ بسا اوقات کسی انسان کی زندگی طویل ہو جاتی ہے تاہم اس کی بھی ایک انتہا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زرد رنگ ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء ٹوٹنے لگتے ہیں جیسے شادابی کے بعد کھیتی ہو جاتی ہے، پھر اس کا انجام موت ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسی طرح دنیا بھی ہری بھری، بارونق اور خوبصورت لگتی ہے پھر بدصورت بڑھیا بن جاتی ہے۔ اسی طرح جوانی سٹھیا جانے والے بڑھاپے میں بدل جاتی ہے اور پھر کمزوری اور ناتوانی مقدر بن جاتی ہے اور یوں آدمی موت کا ساماں بن جاتا ہے۔ چنانچہ سعادت مند کا اس کے بعد حال اچھا اور بھلا ہوتا ہے (مختصر ابن کثیر ۳/۲۱۷)

مؤمن اپنے رب کی طرف سے نورِ ہدایت پر ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ:...... اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے جس شخص کا سینہ کھول دیتا ہے اور اپنے نور سے اس کا دل منور کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ: وہ پوری بصیرت اور یقین کے ساتھ دین پر قائم ہوتا ہے، رب تعالیٰ کی ہدایت پر ثابت قدم ہوتا ہے چوں کہ نورِ حق سے اس کا دل منور ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں حذف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کر رہا ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: ''کمن ھو اعمی القلب'' یعنی کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو دل کا اندھا ہو اور اسلام سے روگردانی کیے ہوئے ہو؟ طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: جواب فہم سامعین پر چھوڑ دیا گیا ہے اور بعد والا جملہ اس پر دلالت کرتا ہے یعنی کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سخت کر دیا ہو اور اپنی یاد سے غافل کر دیا ہو یہاں تک کہ حق وہدایت کی اتباع سے روگرداں ہو؟ (تفسیر الطبری ۲۳/۱۳۴)

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ: ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت نرم نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے نہیں۔ ذِكْرِ اللّٰهِ: سے مراد قرآن مجید ہے جو انسانوں کے لیے نصیحت ہے۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: یہ وہ لوگ ہیں جو حق سے دور رہ کر سخت دل ہو چکے ہیں جب کہ حق بالکل واضح ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نور، ہدایت اور شفا ہونے پر دلالت ذکر کی ہے۔

قرآن کریم کی عظمت اور تاثیر

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ:...... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا ہے جو بہت خوبصورت اور عمدہ کلام ہے۔ ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ مبتدا ہے اور نزل مسند ہے جس کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ایسا منزل (یعنی قرآن) کی تفخیم وعظمت اور رفعت شان کو ظاہر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ (البحر المحیط ۷/۴۲۲)

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا: یعنی قرآن جس کا ایک حصہ فصاحت وبلاغت اور تناسب میں دوسرے حصے کے مشابہ ہے اور اس میں کوئی تعارض اور تناقض نہیں ہے۔ مَّثَانِيَ: جس میں مواعظ اور حلال وحرام کے متعلق احکام مکرر ذکر کیے گئے ہیں۔ اور اس میں قصص واخبار بار بار ذکر کیے گئے ہیں۔ جب کہ اس تکرار سے ملال نہیں ہوتا۔ طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مثانی یعنی مکرر لائی گئی چیز، چنانچہ قرآن مجید میں پہلی امتوں کے قصص، واقعات ان کی خبریں اور احکام ودلائل بار بار ذکر کیے گئے ہیں۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ: ان مؤمنین پر تلاوت قرآن کے وقت خشیت چھا جاتی ہے اور ان کے دل پسیج جاتے ہیں۔ ایسا

ہیبت خداوندی اور جلالت قرآن کی وجہ سے ہوتا ہے۔
ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ: ...... پھر ان کے دل اور جسم اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوجاتے ہیں اور سکون محسوس کرتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے جب رحمت واحسان کی آیات سماعت کرتے ہیں تو ان کے دل اور جسم نرم پڑ جاتے ہیں۔ اہل معرفت کہتے ہیں: اہل خشیت جب عالم جلال کی طرف نظر کرتے ہیں تو ان پر رعب اور جلال کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور اگر ان پر عالم جمال کے آثار عیاں ہوں تو عشرت کی کیفیت ان پر طاری ہوجاتی ہے۔ (التفسیر الکبیر ۲۶/ ۲۷۲)
ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سماع کلام اللہ کے وقت نیکوکاروں کی یہ صفت ہوتی ہے اور جب وعدہ و وعید اور خوف وتہدید کی آیات پڑھتے ہیں تو مارے خوف کے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ گویا وہ خوف ورجا کی کیفیت کے ساتھ متصف ہوجاتے ہیں (مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۱۷)
ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: یہ کلام پاک جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت ہے، اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ: اور اللہ تعالیٰ جسے رسوا کرتا ہے اس کے دل کو سخت اور تاریک بنادیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔
اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: بھلا جو شخص اپنے چہرے کو دوزخ کے سخت ترین عذاب کے آگے ڈھال بنالیتا ہے۔ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: کمن ھو آمن من العذاب کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو عذاب سے محفوظ ہو۔
مفسرین کہتے ہیں: چہرہ تمام اعضاء سے اشرف واعلیٰ ہوتا ہے۔ جب انسان کو چہرے میں کسی چیز سے گزند (نقصان) پہنچنے کا خوف ہوتا ہے تو چہرے کو ہاتھ سے بچاتا ہے جب کہ قیامت کے دن کفار کے ہاتھ باندھے ہوئے ہوں گے، چنانچہ جب کفار کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ کسی چیز سے بھی اپنے بچاؤ کا سامان نہیں کر پائیں گے، مجبوراً چہروں کو آگے کردیں گے۔
وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ: جہنم کے داروغے کفار سے کہیں گے: تم نے دنیا میں کفر و معاصی کے جو اعمال کمائے ہیں اب ان کا وبال چکھو۔ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ: ان کفار سے پہلے سابقہ امتیں بھی تکذیب کی مرتکب رہی ہیں تاہم عذاب نے وہاں سے آکر انہیں دبوچ لیا جہاں کا ان کے دل میں خیال تک بھی پیدا نہیں ہوا۔
فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: ...... اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ذلت اور رسوائی چکھادی۔
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ: اور آخرت کا عذاب جو کفار کے لیے تیار کیا گیا ہے وہ تو بہت ہی بڑا عذاب ہے۔
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: اگر ان کے پاس علم وفہم ہوتا تکذیب کے مرتکب نہ ہوتے۔
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: ہم اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کے نفع بخش مثالیں بیان کی ہیں اور واضح خبریں بیان کی ہیں جن کی انہیں حاجت پیش آتی ہے۔ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ: تاکہ لوگ ان امثال اور زواجر سے نصیحت حاصل کریں۔
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ: اس حال میں کہ یہ قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف، تناقض اور تعارض نہیں ہے۔
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ: تاکہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور محارم سے اجتناب کریں۔

مؤمن اور مشرک کی مثال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کی مثال بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ: اے

لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام ہو جس میں بہت سارے مالکان شرکا ہوں اور وہ بد خلق ہوں، ان کا (اس غلام کے حوالے سے) آپس میں اختلاف اور تنازع رہتا ہو، اسے ہر شریک اپنے کاموں میں کھینچتا ہو، ایک شریک اسے ایک کام میں لے جاتا ہو اور دوسرا دوسرے کام میں کھینچتا ہو، وہ حیران و پریشان ہو اور دل مسوس کے رہ جائے، وہ یہ فیصلہ بھی نہ کر پاتا ہو کہ کسے راضی رکھے۔

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ: جب کہ ایک اور غلام ہو جو پورے کا پورا ایک ہی شخص کی ملکیت میں ہو، اس کا مالک اچھے اخلاق کا مالک ہو، غلام بھی اپنے مالک کی اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ خدمت کرتا ہو اور مالک کی طرف سے بھی اسے اچھائی ملتی ہو۔

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا: کیا حسن حالت اور راحت قلب میں یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مؤمن موحد اور مشرک کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ آیت مشرک و مخلص کی مثال میں لائی گئی ہے۔[1]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت میں شرک کی قباحت اور توحید کی تحسین نہایت خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہے۔[2]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: جب مثال نہایت واضح ہے اس پر آیت کا اختتام ہو گیا۔ آیت کا معنی ہے: مشرکین پر حجت قائم ہو جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے بلکہ اکثر مشرکین حق کو جانتے ہی نہیں اور وہ فرط جہالت کے بسبب اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ: اے محمد! عنقریب موت آپ کو بھی آنی ہے جیسے ان لوگوں کو آئے گی اس دنیا میں دائماً کسی نے بھی نہیں رہنا۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ: پھر تم نے دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہونا ہے اور تم نے مظالم اور دین و دنیا کے معاملات کے بارے میں جھگڑا کرنا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

(تیئیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلك۔ نسیم)

پارہ نمبر ۲۴ ...... فَمَنْ اَظْلَمُ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ
يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ
ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ
يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا
يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ
مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ
اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ
عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ
لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا
لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ
اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ
قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:.....سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب کہ وہ اس کے پاس آیا، کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ ﴿۳۲﴾ اور جو شخص سچ کو لے کر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ ﴿۳۳﴾ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہی ہے جو وہ چاہیں، یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا۔ ﴿۳۴﴾ تاکہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کردے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے۔ ﴿۳۵﴾ کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے، اور وہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں، اور اللہ جسے گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ﴿۳۶﴾ اور جسے اللہ ہدایت دیدے سو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ عزت والا بدلہ لینے والا نہیں؟ ﴿۳۷﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو ضرور یوں کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا۔ آپ فرما دیجیے کہ تم ہی بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اس کی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر وہ مجھے رحمت سے نوازنے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ فرما دیجیے کہ کافی ہے مجھے اللہ! اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ ﴿۳۸﴾ آپ فرما دیجیے کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو، بے شک میں عمل کر رہا ہوں، سو تم عنقریب جان لوگے۔ ﴿۳۹﴾ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل کردے گا۔ اور اس پر ایسا عذاب نازل ہوتا ہے جو ٹھہر کر رہ جائے۔ ﴿۴۰﴾ بے شک ہم نے لوگوں کی لیے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی ہے، سو جو ہدایت پر آجائے یہ اس کی اپنے جان کے لیے ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لیے گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ ﴿۴۱﴾ اللہ قبض کرلیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سوتے وقت، پھر اسے روک لیتا ہے جس کے بارے میں موت کا فیصلہ فرما دیا اور دوسری کو اجل مقرر تک چھوڑ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔ ﴿۴۲﴾ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارش کرنے والے تجویز کر رکھے ہیں؟ آپ فرما دیجیے اگرچہ وہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ اور کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ ﴿۴۳﴾ آپ فرما دیجیے کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿۴۴﴾ پھر جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہو جاتے ہیں۔ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ ﴿۴۵﴾ آپ یوں کہیے کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے، غیب اور شہادت کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے ہیں۔ ﴿۴۶﴾ اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور ہو تو قیامت کے دن عذاب کی بدحالی کی وجہ سے وہ اس سب کو جان کے بدلہ میں دیدیں گے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں نہ تھا۔ ﴿۴۷﴾ اور انہوں نے جو عمل کیے تھے ان کے برے نتیجے ان کے لیے ظاہر ہو جائیں گے اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق بناتے تھے۔ ﴿۴۸﴾ سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ہنر کی وجہ سے ملا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ امتحان ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ ﴿۴۹﴾ یہ کلمہ ان سے پہلے لوگوں نے کہا سو جو کچھ کمائی کرتے تھے اس نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ ﴿۵۰﴾ سو انہوں نے جو برے اعمال کیے تھے ان کا بدلہ انہیں پہنچ گیا، اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ پہنچ جائے گا اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔ ﴿۵۱﴾ کیا انہوں نے نہیں جانا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے؟ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۵۲﴾

ربط وتعارف: ......اوپر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ مخلوق کو موت آنی ہے اور مؤمنین اور کفار اللہ تعالیٰ کے پاس توحید وشرک کے معاملہ میں جھگڑیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، اب ان آیات میں ہر فریق کی جزاء اور بدلہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد مشرکین کی قباحتیں ذکر کی گئیں ہیں اور یہ کہ کفار بتوں اور اپنے دیوتاؤں سے سفارش کی اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔

لغات: مَثْوًى: ......ٹھکانا، مقام "ثوی بالمکان" سے مشتق ہے، کسی جگہ میں ٹھہرنا۔ یُّخْزِیْهِ: وہ اسے ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ اشْمَاَزَّتْ: اس نے نفرت کی۔ فَاطِرَ: خالق، پیدا کرنے والا۔ یَحْتَسِبُوْنَ: وہ گمان کرتے ہیں، امید کرتے ہیں۔ مقولہ ہے: جاءہ الامر من حیث لا یحتسب۔ اسے ایسے معاملہ سے واسطہ پڑا جہاں سے اسے اس کا گمان بھی نہیں تھا۔ حَاقَ: انہیں گھیرے میں لے لیا ہر طرف سے۔ خَوَّلْنٰهُ: ہم نے اسے عطا کیا۔ مُعْجِزِیْنَ: عذاب سے آگے بڑھ جانے والے۔ یَقْدِرُ: وہ تنگی کرتا ہے۔

سب سے زیادہ ظالم کون ہیں؟

تفسیر: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ: ......استفہام انکاری ہے جو نفی کے معنی میں ہے یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے بایں طور کہ اس کی طرف شریک اور اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ: اور اس نے قرآن اور شریعت کو جھٹلا دیا جب شریعت اس کے پاس آئی اور بدون تدبر اور غور وفکر کے اسے جھٹلا دیا۔ یعنی جس کی یہ حالت ہو اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں بلاشبہ وہی بہت بڑا ظالم ہے۔ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ: کیا تکذیب کرنے والے ان کفار کا دوزخ میں ٹھکانا نہیں ہے؟ یہاں استفہام تقریری ہے یعنی کیوں نہیں، واقعی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ: یعنی وہ لوگ جو سچائی لے کر آئے، وہ انبیائے کرام ہیں اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی وہ پیغمبروں کے متبعین مؤمنین ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ: یہ وہ لوگ ہیں جو عمدہ صفات کے ساتھ متصف ہیں اور وہ اہل تقویٰ نیکوکار لوگ ہیں، جو ہر طرح کے احسان اور اکرام کے مستحق ہیں۔ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کے لیے جنت میں خواہش کی ہر چیز دستیاب ہوگی۔ حوریں، محلات، لذات اور طرح طرح کی نعمتیں ان کے لیے تیار ہوں گی۔ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ: ہر نیکوکار کا یہی بدلہ ہے جو اسے مل کر رہے گا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں: الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ: سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ: سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں[1] لیکن آیت کو عموم پر رکھنا مختار ہے تاکہ اس صفت میں تمام پیغمبر اور تمام مؤمنین داخل ہوجائیں، نیز عموم پر اگلا جملہ دلیل ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ: صیغۂ جمع کے ساتھ ہے۔ یہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مختار تفسیر ہے۔ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا: یہ لوگ جنہوں نے انبیا کی تصدیق کی اللہ تعالیٰ ان کے برے اعمال بخش دے گا، برے اعمال پر ان کی پکڑ نہیں ہوگی۔ وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: دنیا میں انہوں نے جو طاعات بجالائیں ان پر انہیں ثواب ملے گا بلکہ عمل سے نہایت افضل واحسن ثواب ملے گا۔

عدل اور فضل

مفسرین کہتے ہیں: عدل یہ ہے کہ نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہو اور پھر ان کا بدلہ دیا جائے جب کہ فضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیکوکار بندوں پر خصوصی تجلی فرمائے گا اور ان کے برے اعمال معاف کردے گا اور میزان میں برے اعمال کا کوئی حساب باقی نہیں رہے گا۔ فضل، کرم اور احسان سے مرتبہ میں بڑھ کر ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ: ہمزہ برائے تقریر ہے۔ یعنی کیا اللہ تعالیٰ بدخواہوں کے شر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کافی نہیں ہے؟ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت کریمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے چوں کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ یا تو ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے باز آجاؤ ورنہ تم جنون میں مبتلا ہوجاؤ گے۔[2] ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قریش کہتے تھے: محمد ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائے ورنہ ہم اپنے خداؤں کو اس پر مسلط کردیں گے پھر اسے بہت برے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے

---

[1] یہ تفسیر قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے۔ [2] تفسیر ابی السعود ۴/ ۳۱۰

یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے عبد کی اضافت برائے تعظیم ہے۔[1] وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: اے محمد! یہ کفار تمہیں اپنے خداؤں سے ڈراتے دھمکاتے ہیں حقیقت میں ان کے خدا نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ: اللہ تعالیٰ جس کے مقدر میں بدبختی لکھ دیتا ہے اور اسے گمراہ کر دیتا ہے پھر اسے ہدایت پر لانے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ: اللہ تعالیٰ جسے سعادت مندی سے نوازتا ہے، اسے راہِ حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور ہدایت والوں کے راستے پر چلنے کی اُسے توفیق دیتا ہے پھر اسے کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِی انْتِقَامٍ: اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی زبردست ہے۔ جو شخص اس کے در پر پناہ لیتا ہے اسے حسرت اور مایوسی نہیں ہوتی، وہ ذات اپنے دوستوں کے لیے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ آیت کریمہ میں مشرکین کے لیے وعید ہے اور مؤمنین کے لیے وعدہ ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ: یہ آیت کفار کے راستے کے غلط اور ہیچ ہونے پر دلیل ہے، یعنی اے محمد! اگر آپ ان کفار سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ کے خالقیت کے ساتھ متفرد ہونے پر برہان واضح ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ساری مخلوق جانتی ہے کہ معبود قادر موجود ہے اس میں مخلوق کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور فطرت سلیم اس علم پر شاہد عدل ہے، چنانچہ جو شخص آسمانوں اور زمین کے عجائب واحوال، نباتات وحیوانات کے عجائب احوال اور بدن انسانی کے عجیب احوال ومصالح عجیبہ میں غور وفکر کرتا ہے لامحالہ وہ معبود قادر وحکیم کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی لیے مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کا وجود تسلیم کرنے کا اقرار کرتے تھے۔[2]

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: ...... اے محمد! آپ مشرکین سے بطور توبیخ کہہ دیں (اس تحقیق کے بعد کہ اللہ تعالیٰ ہی اس عالم کا خالق ہے) کہ مجھے اپنے ان خداؤں کے بارے میں بتاؤ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ: مجھے بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی مصیبت میں گرفتار کرنا چاہے کیا یہ بت میری مصیبت کو دور کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں؟ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ: اگر اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچانا چاہے، کسی نعمت اور کشائش سے نوازنا چاہے کیا یہ بت اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے مجھے محروم رکھ سکتے ہیں۔ سوال کا جواب محذوف ہے چوں کہ یہاں کلام کی دلالت موجود ہے۔ یعنی کفار جواب دیں گے کہ بت مصیبت کو دور نہیں کر سکتے اور اللہ کی رحمت کو روک نہیں سکتے۔[3] قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ: اللہ مجھے کافی ہے میں کسی اور کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اعتماد کرنے والے صرف ایک اللہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ آیت سے غرض مشرکین پر حجت قائم کرنا ہے کہ بت نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل قائم کرنا ہے۔ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ: تم اپنے طریقہ مکر وفریب اور دھوکہ پر رہ کر عمل کرتے رہو۔ اِنِّيْ عَامِلٌ: میں اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہوں، اللہ کی طرف بلاتا رہوں گا اور دین حق کا اظہار کرتا رہوں گا۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ: عنقریب تم جان لوگے کہ کون ذلیل ورسوا کرنے والے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ: اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔ اس سے مراد دوزخ کا عذاب ہے، آیا کہ یہ عذاب مجھے ہوگا یا تمہیں ہوگا۔ اس سے مقصد تہدید ہے۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں وعید کے متعلق مبالغہ ہے۔ اس میں اس امر کا اظہار بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد، قوت اور تائید میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی رسوائی میں آپ کا غلبہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے موقع پر کفار کو ذلیل ورسوا کیا اور انہیں سخت عذاب میں بتلا کیا۔[4] اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ: اے محمد! یہ قرآن ہم نے تمہارے اوپر نازل کیا ہے جو اپنے بیان میں معجز ہے اور اس کی برہان واضح ہے، یہ تمام مخلوق کے لیے حق لے کر آیا ہے جس پر باطل کا گزر نہیں۔ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا: جس شخص نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اس کا نفع اسی کو ہوگا اور جو گمراہ ہوا اس کی گمراہی کا نقصان اور وبال اسی پر ہوگا۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ: آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ آپ انہیں ایمان پر مجبور کریں۔ صاوی کہتے ہیں: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور آیت

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۴۲۹ [2] التفسیر الکبیر ۲۶/ ۲۸۲ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۲۵۹ [4] تفسیر ابی السعود ۴/ ۳۱۰

کا معنی ہے: کفار کو ہدایت دینے کا اختیار آپ کے پاس نہیں ہے کہ آپ انہیں ایمان پر مجبور و مقہور کر دیں۔ ان کی ہدایت تو ہمارے اختیار میں ہے، اگر ہم چاہیں انہیں ہدایت دیں اور چاہیں تو انہیں گمراہی پر باقی رکھیں۔[1]

موت اور نیند کی حقیقت

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا: ...... جب عمریں پوری ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بدنوں سے روحوں کو قبض کر لیتا ہے، اس سے مراد وفات کبریٰ ہے۔ وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا: اور ان روحوں کو بھی قبض کر لیتا ہے جو نیند میں نہیں مرتیں اور اس سے مراد وفات صغریٰ ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: یہ آیت اعتبار کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ دو طرح سے موت دیتا ہے۔ (اول) ...... وفات کاملہ اور وہ موت ہے۔ (دوم) ...... وفات نوم یعنی نیند۔ چوں کہ سویا ہوا شخص بھی مردہ کی طرح ہوتا ہے اس لیے کہ وہ نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ (سورۃ الانعام، آیت ۶۰) وہی ذات تو ہے جو تمہیں رات کے وقت موت دے دیتی ہے۔

آیت کریمہ میں عطف ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے ویَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا۔[2]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہی صاحب تصرف ہے جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، وہی ذات ہے جو جانوں کو موت دیتی ہے اور اسی کے بھیجے ہوئے فرشتے جسموں سے روحیں قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ یعنی نیند کے وقت بھی۔[3] فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ: اور اس روح کو اپنے پاس روک لیتا ہے جس کے صاحب کے لیے موت کا فیصلہ کر لیا ہو، تو اس روح کو بدن کی طرف نہیں لوٹاتا۔ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی: اور سوئی ہوئی روحوں کو بیداری کے وقت بدن کی طرف لوٹا دیتا ہے مقررہ وقت تک کے لیے اور مقررہ وقت موت حقیقی کا وقت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: زندوں اور مردوں کی روحیں نیند میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں، ان کا آپس میں تعارف ہوتا ہے، جب روحیں اپنے اجساد کی طرف لوٹنا چاہتی ہیں تو جنہیں موت دینا ہوتا ہے ان روحوں کو روک لیا جاتا ہے جب کہ زندوں کے اجساد میں ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں۔[4] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم اور توحید پر تنبیہ کی گئی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت کا مالک ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اس پر اس کے علاوہ کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا۔[5] اسی لیے فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ: ان افعال عجیبہ میں واضح علامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے علم پر دلالت کرتی ہیں، ان لوگوں کے لیے جو ان علامات میں غور و فکر کرتے ہیں اور پھر عبرت پکڑتے ہیں۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ: ام اضراب کے لیے ہے یعنی کفار غور و فکر نہیں کرتے بلکہ انہوں نے تو بتوں اور دیوتاؤں کو اپنا سفارشی بنا رکھا ہے۔ کفار کی جہالت دیکھیے انہوں نے ایسی چیز کو سفارشی بنا لیا ہے جو کسی امر کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

بتوں کی سفارش محض جہالت ہے

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار نے غیر اللہ کو سفارشی بنا لیا تھا اس پر ان کی مذمت کی گئی ہے، حالاں کہ غیر اللہ کو سفارشی بنانے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جب کہ بت تو کسی چیز کے مالک نہیں، نہ ان کے پاس عقل ہے نہ سمجھ، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں بلکہ وہ تو جمادات ہیں جن کی حیوانات سے بھی زیادہ بری حالت ہے۔[6] قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ: استفہام برائے توبیخ ہے۔ یعنی اے محمد! کفار سے کہہ دیجیے: کیا تم نے بتوں کو سفارشی بنا لیا ہے اگر چہ وہ اس صفت پر جمادات ہیں جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور عقل و شعور سے بھی خالی ہیں؟

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۳/ ۴۷ [2] التسہیل ۳/ ۱۹۲ [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۲۲ [4] التسہیل ۳/ ۱۹۶ [5] القرطبی ۱۵/ ۲۶۳ [6] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۲۲

سفارش ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا:...... آپ کفار سے کہہ دیجیے۔ شفاعت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کر سکے گا۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات اور ملکوت میں تصرف کرنے والا ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ساری بادشاہت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کسی کے پاس اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کی رضا کے بغیر اس بارے میں کلام کر سکے۔[1] ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: پھر قیامت کے دن تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کے کچھ اور قبیح افعال کا ذکر کیا ہے۔ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ: اور جب تنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ کے ساتھ مشرکین کے خداؤں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور مشرکین کے سامنے کہا جاتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ: تو شدت کراہت کی وجہ سے ان مشرکین کے دل منقبض اور متنفر ہو جاتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ:...... اور جب بتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، یکا یک ان میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مشرکین کی قبائح کی ایک اور قسم بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ جب تم تنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور کہو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ تو مشرکین کے چہروں پر نفرت کے آثار نمایاں دکھائی دیں گے اور جب تم بتوں کا ذکر کرو گے تو ان کے دلوں میں فرحت وشادمانی کے آثار نمایاں دکھائی دیں گے، یہ چیز جہالت اور حماقت پر دلالت کرتی ہے چوں کہ اللہ کا ذکر تمام سعادات اور بھلائیوں کی جڑ ہے جب کہ بتوں کا ذکر جہالت اور حماقات کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کفار کا متنفر ہونا اور بتوں کے ذکر سے ان کا خوش ہونا کفار کی جہالت وحماقت پر قوی دلیل ہے۔[2] قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: کہہ دیجیے: اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: اے مخفی اور ظاہری امور کے جاننے والے! اے وہ ذات جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں جب کہ انسانوں سے بے شمار چیزیں پوشیدہ رہتی ہیں۔ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ: تو ہی مخلوقات کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا، لہٰذا میرے اور ان مشرکین کے درمیان فیصلہ کر دے۔ بحر میں لکھا ہے: اوپر یہ چیز بیان کی گئی ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نفرت کرتے ہیں اور بتوں کے ذکر پر خوش ہوتے ہیں اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اسمائے عظمیٰ سے پکاریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ اور مشرکین کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اس میں مشرکین کو وعید سنائی گئی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔[3] صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی: اے پیغمبر علیہ السلام دعا اور تضرع سے اللہ تعالیٰ کا سہارا پکڑیں چوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[4]

آخرت میں مال کام نہیں آئے گا

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا:...... اگر ان مشرکین جنہوں نے قرآن ورسول کی تکذیب کر کے اپنے اوپر ظلم کیا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ: اگر روئے زمین کے تمام اموال کے مالک ہوتے اور اس کے ساتھ اتنے اور کے مالک ہوتے لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: تو ان کے پاس جو اموال اور ذخائر ہوتے، قیامت کے دن عذاب سے اپنی جانیں بچانے کے لیے بطور فدیہ دے دیتے وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ: عذاب وسزا کی مختلف انواع واقسام ان کے سامنے ظاہر ہوں گی جن کا انہیں گمان تک بھی نہیں ہو گا۔ ابو سعود کہتے ہیں: یہ انتہا درجے کی وعید ہے اس کے بعد وعید کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ وعدہ میں اس کی نظیر یہ ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (سورۃ السجدہ، آیت ۱۷)

کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈکیں چھپا رکھی ہیں۔

---

[1] البیضاوی ۲/۱۵۴ [2] التفسیر الکبیر ۲۶/۲۸۶ [3] البحر المحیط ۷/۴۳۲ [4] حاشیۃ الصاوی ۳/۳۵۷

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا:......اس گھبراہٹ والے دن ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی۔وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: ہر طرف سے (شش جہات سے) انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی کفار کو عذاب گھیرے گا جس کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے تھے۔[1] فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا: جب یہ کافر انسان کسی سختی اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ کے حضور عاجزی شروع کر دیتا ہے۔ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا: پھر جب ہم اس کو اپنی بخشش وعنایت سے نعمتیں عطا کرتے ہیں۔قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ: تو یہ منکر کافر انسان کہتا ہے یہ تو مجھے اپنے ہنر سے ملا ہے جو میری کمائی اور تجارت سے تعلق رکھتا ہے۔

دنیا کا یہ مال ومتاع امتی کے لیے آزمائش ہے

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ:......حقیقت ایسی نہیں جیسے اس کا خیال ہوتا ہے بلکہ یہ اس کا امتحان اور آزمائش ہوتی ہے۔تاکہ ہم اسے جانچ لیں کہ آیا ہمارا مطیع بنتا ہے یا عاصی؟ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ ان کو عطا کیا گیا مال بطور امتحان ہے اسی لیے وہ اس پر اترانے لگتے ہیں۔قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: یہ بات تو ان سے پہلے والے کفار نے بھی کہی ہے جیسے قارون وغیرہ نے کہا تھا: اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ: یعنی یہ مال تو مجھے اپنے ذاتی ہنر سے ملا ہے۔(سورۃ القصص ۷۸) فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: سو انہوں نے جو اموال اپنے پاس جمع کر رکھی تھی اور نہ ہی انہوں نے جو کمائی کی تھی ان کے کچھ کام آسکی۔فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا: چنانچہ انہیں ان کے برے اعمال کی سزا مل کر رہی۔وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ: ان قریش میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے۔سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا: وہ اپنے برے اعمال کا بدلہ پائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگوں نے اپنے بُرے اعمال کا بدلہ پا لیا۔امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین پر عذاب آیا چنانچہ سات سال تک قحط میں پڑے رہے یہاں تک کہ مردار کھانے پر مجبور ہوئے اور بدر میں ان کے صنادید کا قتل عام ہوا۔[2] وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ: وہ ہمارے عذاب سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے اور نہ ہی بھاگ کر ہمیں عاجز کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہماری پکڑ سے بچ سکتے ہیں۔

رزق کی وسعت اور تنگی مقبولیت کی دلیل نہیں

اس کے بعد کفار کے زعم کا رد ہے چنانچہ فرمایا: اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ: کیا ان مشرکین کو علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم پر رزق کی وسعت کرتا ہے اور دوسری قوم پر رزق کی تنگی کر دیتا ہے۔لہٰذا رزق کا معاملہ کسی انسان کے ذکی اور بلید ہونے کے تابع نہیں ہے، رزق کا معاملہ تو قسمت اور حکمت کے تابع ہے۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: اوپر جو عبرت کی باتیں اور حجج ذکر کیے گئے ہیں یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کرتے ہوں۔قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں مؤمن کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے چوں کہ مؤمن ہی اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وسعت رزق بسا اوقات بطور استدراج ہوتی ہے اور بسا اوقات رزق سے تنگی کسی اور حکمت کے تحت کر دی جاتی ہے۔[3]

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۲۴ [2] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۵۶ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۲۶۷

لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ع
وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ
وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ع
اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ
الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ
نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ترجمہ:...... آپ فرما دیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بلاشبہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے۔﴿۵۳﴾ اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔﴿۵۴﴾ اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو۔﴿۵۵﴾ کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے

بارے میں تقصیر کی، اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق بنانے والوں میں سے تھا۔﴿۵۶﴾ یا کوئی شخص یوں نہ کہنے لگے کہ اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا۔﴿۵۷﴾ یا کوئی جان یوں کہنے لگے جب کہ وہ عذاب کو دیکھے کہ اگر میری واپسی ہو جاتی تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔﴿۵۸﴾ ہاں بات یہ ہے کہ تیرے پاس میری آیتیں آئیں، تو نے انہیں جھٹلا دیا اور تو نے تکبر اختیار کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔﴿۵۹﴾ اور اے مخاطب! تو قیامت کے دن دیکھے گا کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا دوزخ میں تکبر والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے﴿۶۰﴾ اور اللہ تقوے والوں کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا، انہیں تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔﴿۶۱﴾ اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے۔﴿۶۲﴾ اُسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔﴿۶۳﴾ آپ فرما دیجیے کہ اے جاہلو! کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کروں؟﴿۶۴﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے جو رسول تھے ان کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے مخاطب! اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل حبط ہو جائے گا اور تو نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔﴿۶۵﴾ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔﴿۶۶﴾ اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہیں کی جیسی عظمت کرنا لازم تھا حالاں کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں۔﴿۶۷﴾ اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہوں گے سب بے کار ہو جائیں گے، مگر جنہیں اللہ چاہے۔ پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہوئے دیکھتے ہوں گے۔﴿۶۸﴾ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامے رکھ دیے جائیں گے۔ اور پیغمبروں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا، اور لوگوں کے سامنے حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔﴿۶۹﴾ ہر جان کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔﴿۷۰﴾ اور کافر گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ کہیں گے: کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔﴿۷۱﴾ کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔﴿۷۲﴾ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انہیں جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر روانہ کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اس حال میں کہ اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے جنت کے محافظ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ رہو، سو تم اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ۔﴿۷۳﴾ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف ہے اللہ کے لیے جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں، سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔﴿۷۴﴾ اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے، اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب تعریف ہے اللہ کی لیے جو رب العالمین ہے۔﴿۷۵﴾

ربط و تعارف:...... اوپر کفار فجار کے احوال کا ذکر ہوا اور آخرت میں ان کو ملنے والی رسوائی اور ذلت کا ذکر ہوا اب مؤمنین کو انابت الی اللہ کی دعوت دی جا رہی ہے کہ وقت نکل جانے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو۔ سورت کا اختتام حشر اکبر یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے ظاہر ہونے پر کیا گیا ہے چوں کہ اس دن رب تعالیٰ کا عدل اور میزان مستقیم کا قیام ہوگا سعادت مند لوگ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے اور بد بخت دوزخ کی طرف۔ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴿۷۳﴾ (سورۃ الزمر، آیت ۷۳)

لغات: بَغْتَةً:...... اچانک، یکا یک۔ مَثْوًى: ٹھہرنے کی جگہ۔ مَقَالِيدُ: خزانے، چابیاں۔ زُمَرًا: جماعتیں۔ زمرۃ کی جمع ہے بمعنی جماعت خَزَنَتُهَا: داروغے، متعین چوکیدار۔ نَتَبَوَّأُ: تبوأ المکان: کسی جگہ اُترنا، ٹھہرنا، نزول کرنا۔ حَافِّينَ: چاروں طرف سے گھیر لینے والے۔

اللہ کی بے پایاں رحمت کا اعلان

تفسیر: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ : ......اے محمد! میرے مؤمن بندوں کو خبر کر دو جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کر کے افراط کا شکار ہوئے یعنی وہ معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ: یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا: وہ جسے چاہے اس کے سارے گناہ معاف کر دے، اگر چہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ: اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور وسیع رحمت والا ہے۔آیت کریمہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید رہنے کی دعوت دی جارہی ہے چوں کہ ارشاد ہوا ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ. ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں گناہ گاروں کو توبہ اور انابت الی اللہ کی دعوت دی جارہی ہے خواہ وہ کفار ہوں یا غیر کفار۔اور اس بات کی خبر دی جارہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔[1] وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور طاعت، خضوع اور عمل صالح کے ذریعہ اپنے آپ کو اللہ کے حضور جھکا دو۔مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ: اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہارے اوپر نازل ہو۔ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ: پھر تم ایسے کسی شخص کو نہیں پاؤں گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔[2] وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ: یعنی قرآن عظیم کی اتباع کرو اس کے اوامر بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو لازم پکڑ لو، اس میں تمہاری سعادت اور فلاح ہے۔مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ: اس سے پہلے کہ اچانک تمہارے اوپر عذاب آجائے دراں حالیکہ تم غفلت میں ہو، عذاب کے آنے کا تمہیں پتہ ہی نہ چلے کہ تم اس کا تدارک کر سکو۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ : ......ایسا نہ ہو کہ بعض نفوس کو یوں نہ کہنا پڑ جائے يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ: میں نے اللہ تعالیٰ کی طاعت بجالانے اور اس کا حق بجالانے میں جو کوتاہی اور تقصیر کی اس پر ہائے افسوس اور حسرت۔مجاہد کہتے ہیں: یعنی ہائے افسوس! جو میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم ضائع کیا۔[3] وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ: شان یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کا مذاق اڑاتا تھا اور اس کے دین کا تمسخر کرتا تھا۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کے دین اور اطاعت خدا کے ضائع کرنے کو اتنا کافی نہیں یہاں تک کہ اہل اللہ کا تمسخر نہ کر دے۔اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ: اَو برائے تنویع ہے، یعنی کافر وفاجر یا یہ بات کہے گا یا یہ بات۔معنی یہ ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں راہِ حق پر آجاتا اور طاعت کا راستہ اختیار کرتا اور اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہوتا۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجرم کافر حسرت کرے گا اور اس کے دل کا ارمان بن جائے گا کہ کاش وہ بھی نیکوکار محسنین میں سے ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں میں میرا بھی شمار ہوتا۔[4] اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ: جب یہ فاجر نفس عذاب کا مشاہدہ کرے گا اس وقت کہے گا: کاش دنیا کی طرف ایک مرتبہ اور لوٹا دیا جاتا، میں نیک اعمال کر لیتا، اپنی سیرت اچھی بنا لیتا اور طاعت خداوندی بجالاتا۔بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ: یلَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ : کا جواب ہے۔یعنی کیوں نہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہنچی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا اور کتابیں نازل کی ہیں۔فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ: یعنی تو نے آیات کی تکذیب کی اور ایمان سے منہ موڑا اور تکبر کیا، تو منکر تھا۔صاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کافر پہلے حسرت وارمان کا اظہار کرے گا، پھر واہی تباہی قسم کی حجتیں اور دلیلیں پیش کرے گا اور پھر دنیا میں ایک بار پھر واپس جانے کی تمنا ظاہر کرے گا۔[5] بالفرض اگر اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے لامحالہ وہ پھر گمراہی اور کفر کو اپنائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ (سورۃ الانعام، آیت ۲۸)

اگر انہیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو یہ اس گمراہی کو پھر اپنا لیں گے جس سے انہیں روکا جاتا تھا، حقیقت میں یہ جھوٹ بولتے ہیں۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ: ......اے مخاطب! قیامت کے دن تم ان لوگوں کو دیکھو گے جنہوں نے اللہ کے

---

[1] حاشیۃ الصاوی ۳/۷۶ [2] القرطبی ۱۵/۲۷۱ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۲۷ [4] الصاوی علی الجلالین ۴/۲۷۷

شرک ہونے اور اس کی اولاد ہونے کا جھوٹ بولا، ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور تاریکی میں ڈوبے ہوں گے بوجہ ان کے جھوٹ بولنے اور افترا باندھنے کے۔ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ: استفہام تقریری ہے یعنی ایمان اور طاعت خداوندی سے متکبرانہ انداز میں منہ موڑنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟ کیوں نہیں یقیناً ان کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔ اوپر کاذبین کا ذکر ہوا ہے اور آگے متقین کا ذکر کیا جارہا ہے۔

کامیابی متقین کا مقدر ہے

وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا بِمَفَازَتِهِمۡ:...... یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو نجات دے گا چوں کہ سعادت اور کامیابی ان کا مقدر ہے اور وہ اپنا مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے یعنی جنت ان کو مل گئی۔ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوۡٓءُ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ: انہیں کسی قسم کا غم، تنگی اور ملال نہیں ہوگا اور نہ ہی آخرت میں انہیں کوئی حزن ہوگا بلکہ وہ امن میں ہوں گے۔

فِىۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِيۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ (سورۃ القمر، آیت ۵۵)

''وہ قدرت والے مالک کے پاس سچائی کے ٹھکانے میں ہوں گے۔''

اس کے بعد الوہیت اور توحید کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں جب کہ اس سے پہلے وعدہ و وعید پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ: یعنی اللہ عزوجل تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے اور تمام مخلوقات کا موجد ہے اور کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ: وہ ہر چیز کی بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تمام اشیاء کے خزانے ہیں، ان خزانوں کا مالک اللہ کے سوا کوئی نہیں اور ان میں اس کے سوا کوئی تصرف کرنے والا نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مقالید سے مراد چابیاں ہیں، سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔[1] وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ: جن لوگوں نے قرآن کی ظاہری آیات اور معجزات کی تکذیب کی حقیقت میں وہی لوگ خسارے میں رہنے والے ہیں۔

کفار کی جہالت

قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ:...... اے محمد! کہہ دیجیے: اے جاہلو! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل قائم ہو جانے اور آیات قائم ہو جانے کے بعد میں تمہارا حکم مان لوں کہ غیر اللہ کی عبادت کروں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین کی جہالت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی عبادت کی دعوت دیتے تھے۔[2] وَلَقَدۡ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ: لام برائے قسم ہے یعنی اللہ کی قسم! تمہاری طرف وحی بھیجی گئی ہے جیسے تم سے پہلے انبیا کی طرف وحی بھیجی جاتی تھی۔ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ: یعنی اے محمد! اگر تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ گے تمہارے نیک اعمال ضائع کر دیے جائیں گے۔ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ: اور آخرت میں تم من جملہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ یہ بر سبیل فرض ہے ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرک سے معصوم ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں حاشا و کلا، آپ ہی تو ایمان و توحید کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کلام فرض کے طور پر وارد ہوا ہے، اس میں پیغمبروں کو ترغیب دی جارہی ہے اور کفار کو مایوس کیا جارہا ہے نیز شرک کی قباحت و شناعت کو واضح کرنا مقصود ہے۔[3] بَلِ اللّٰهَ فَاعۡبُدۡ: خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ: اپنے رب کے انعام پر اس کا شکر ادا کرو۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح سے نہیں پہچانا جس طرح اسے پہچاننے کا حق ہے اور نہ ہی اس طرح اللہ کی تعظیم کی جس طرح اس کی تعظیم کا حق ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اس طرح تعظیم نہیں کی جس طرح اللہ کی تعظیم کرنے کا حق ہے اور اپنے دلوں میں اس کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔

---

[1] القرطبی ۱۵/ ۲۷۴ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۲۸ [3] تفسیر ابی السعود ۴/ ۳۱۴

چوں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہرا دیا ہے، عبادت میں اللہ تعالیٰ اور شجر و حجر میں برابری کر دی۔ [1]

باری تعالیٰ کی عظمت وجلال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وجلال پر تنبیہ کی ہے۔ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: جملہ حالیہ ہے اور معنی یہ ہے: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہیں کی جس طرح اس کی تعظیم کا حق ہے حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدرت باہرہ کے ساتھ موصوف ہے یہ رب تعالیٰ عظمت وجلال کی انتہا ہے کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود قیامت کے دن رب تعالیٰ کی مٹھی میں ہوگی۔ [1] وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ: اور سارے آسمان اس کی قدرت سے لپٹے ہوئے ہوں گے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا منظر پیش کرنا ہے اور رب تعالیٰ کے جلال کی کنہ پر واقفیت حاصل کرنا ہے۔ مٹھی اور دائیں ہاتھ کو کسی معنی میں لیے بغیر مقصد جلالت وعظمت خداوندی ظاہر کرنا ہے۔ [2] حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا: پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے عارضی بادشاہ؟ [3] سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: اللہ تعالیٰ ان صفات نقص سے پاک ومنزہ ہے جو مشرکین بیان کرتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ہولناکیوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ: صور سینگ کی مانند ایک چیز ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونک ماریں گے۔ یہاں نفخہ سے مراد نفخہ صعق ہے، جو کہ نفخہ فزع کے بعد ہوگا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں نفخہ ثانیہ کا ذکر ہوا ہے جس سے اہل آسمان وزمین مر جائیں گے۔ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ: یعنی جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہوگا وہ بے ہوش مردہ ہو کر گر پڑے گا۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے باقی رکھ دے گا جیسے عرش کو اٹھانے والے فرشتے، حورعین اور ولدان۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى: پھر صور میں دوسری بار پھونکا جائے گا اور یہ نفخہ احیا ہے یعنی اس نفخہ سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ: یکا یک تمام مردہ مخلوقات قبروں سے اٹھ کھڑی ہوں گی، دیکھنے لگیں گے کہ انہیں کیا حکم دیا جائے گا۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا: قیامت کے دن ارض محشر اللہ تعالیٰ کے نور سے چمک اٹھے گی جب اللہ تعالیٰ انسانوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے تجلی ڈالے گا۔ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ: اور مخلوقات کے اعمال کے صحیفے حساب وکتاب کے لیے لاکر سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ: انبیا علیہم السلام کو بھی لایا جائے گا تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے کہ ان کی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔ آیت میں شہدا سے مراد حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں جو لوگوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر اعمال لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں بھی حاضر کیا جائے گا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شہدا سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید کر دیے گئے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ: اور تمام انسانوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ: اور آخرت میں ان کے اعمال کے اعتبار سے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی نہ ہی ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی عذاب میں اضافہ کر کے ظلم کیا جائے گا۔

ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انسانوں کی نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ: یعنی ہر انسان کو اس کے اچھے اور برے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے عمل سے بخوبی آگاہ ہے، اسے کسی کتاب اور گواہ کی حاجت نہیں بایں ہمہ نامہائے اعمال گواہی کے طور پر پیش کیے جائیں گے۔ ایسا الزام حجت کے لیے ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان تفریق بیان کی؟ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا: یعنی مجرمین کفار کو دوزخ کی طرف جماعتوں کی شکل میں ہانکا جائے گا۔ جیسے دنیا میں مجرمین کو جیل میں قید کرنے کے لیے ہانکا جاتا ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا: یہاں تک کہ جب دوزخ تک پہنچ جائیں گے، تو اچانک دوزخ کے دروازے کھول دیے جائیں گے، تا کہ دوزخ ان کا استقبال کرے۔ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ: ان سے بطور توبیخ (ڈانٹ کے طور پر) دوزخ کے داروغے کہیں

[1] تفسیر ابی السعود ۴/ ۳۱۴ [2] الکشاف ۴/ ۱۱۰ [3] اخرجہ الشیخان واللفظ للبخاری

گے: کیا تمہارے پاس انسانوں میں سے پیغمبر نہیں آئے جو تمہیں آسمان سے نازل کردہ کتابیں سناتے رہے؟ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا: اور تمہیں اس سخت گرمی والے دن سے ڈراتے رہے؟ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ: کہیں گے: بے شک ہمارے پاس پیغمبر آئے اور ہمیں ڈراتے رہے اور ہمارے اوپر حجت قائم کی لیکن ہم نے ان کی تکذیب کی اور ان کے مخالف رہے، چوں کہ ہمارے مقدر میں شقاوت لکھ دی گئی تھی۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ کفار کی طرف سے اعتراف ہے کہ ان پر حجت قائم ہو چکی۔ کلمہ عذاب سے مراد یہ ہے: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ میں نے ضرور جنات اور انسانوں سے دوزخ کو بھرنا ہے۔ (سورۃ السجدہ، آیت ۱۳)

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: ...... ان سے کہا جائے گا: دوزخ میں داخل ہو جاؤ، تاکہ اس کی آگ میں جلتے رہو اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں ٹھہرے رہو گے، یہ عذاب نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ ہی تمہیں یہاں سے کہیں منتقل کیا جائے گا۔ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ: دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے ان لوگوں کا جو ایمان سے متکبرانہ روگردانی کر گئے۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا: پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کو گروہوں کی شکل میں جنت کی طرف لایا جائے گا اس حال میں کہ وہ عمدہ قسم کے گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کے ہانکنے میں زمین آسمان کا فرق ہے

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل دوزخ کو ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کی طرف عذاب میں ڈالنے کے لیے ہانکا جائے گا جب کہ اہل جنت کی سواریوں کو عزت و احترام کے ساتھ جنت میں لے جانے کے لیے ہانکا جائے گا۔ اہل جنت کو جنت کی طرف سوار کر کے لایا جایا جائے گا جیسے بادشاہوں کے پاس وفود عزت و احترام کے ساتھ لائے جاتے ہیں، اہل دوزخ کے ہانکنے اور اہل جنت کی ہانکنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ [1] دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ (سورۃ ص، آیت ۵۰) ہمیشہ رہنے کے لیے جنت ہے جس کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا: جب اہل جنت جنت کے پاس آ جائیں گے اس کے دروازے پہلے سے کھلے پائیں گے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ: اہل جنت کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوں گے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت میں فُتِحَتْ: سے پہلے واؤ حرف عطف کا اضافہ کر دیا گیا ہے جب کہ کفار کا جب اوپر تذکرہ ہو رہا تھا وہاں واؤ عاطفہ نہیں لائی گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ جیل کے دروازے بند ہوتے ہیں یہاں تک کہ مجرمین لائے جائیں پھر دروازے کھولے جاتے ہیں اور مجرمین کو اندر داخل کر کے دروازے پھر بند کر دیے جاتے ہیں، جب کہ خوشی و سرور اور فرحت و شادمانی والی جگہوں کے دروازے پہلے سے ہی چوپٹ کھلے ہوتے ہیں گویا داخل ہونے والوں کے انتظار میں دروازے کھلے ہوتے ہیں، لہٰذا یہاں واؤ کا داخل کرنا مناسب رہا نہ کہ پہلی آیت میں۔ [2]

اہل جنت کا استقبال

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ: ...... دارو غہائے جنت اہل جنت سے کہیں گے: اے پرہیزگارو! نیکوکارو! تم پر سلامتی ہو۔ طِبْتُمْ: تم گناہوں کی آلودگی سے پاک ہوئے اور اب جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جائے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اذا کا جواب محذوف ہے چوں کہ اہل جنت کی تعظیم و تکریم پر سوق کلام کی دلالت موجود ہے، لہٰذا بیان کی ضرورت میں۔ [3] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تقدیر یہ ہے: اذا کان هذا اسعدوا یعنی جب جنتی جنت کے پاس آ جائیں گے تو سعادت، دائمی خوشی، سرور اور فرحت و شادمانی ان کا مقدر بن جائے گی۔ [4]

اہل جنت کا شکریہ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ: ...... جنتی جنت میں داخل ہوتے ہوئے کہیں گے: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچا

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۲۸۴ [2] حاشیۃ الصاوی ۳/ ۳۸۱ [3] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۴۷ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۳۲

کر دکھایا اور ہمیں جنت میں داخل کر دیا۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی طرف اشارہ ہے: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾ (سورہ مریم، آیت ۶۳) یہی وہ جنت ہے جو ہم اپنے پرہیزگاروں کو عطا کریں گے۔ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ: اور ہمیں جنت کی سرزمین کا مالک بنایا، اس میں ہم جسے چاہتے ہیں مالکوں کی طرح کا تصرف کرتے ہیں اور اس میں جہاں چاہتے ہیں جا اترتے ہیں۔ اس میں ہمارے ساتھ کوئی بھی جھگڑنے والا نہیں ہے۔ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ: اللہ تعالیٰ کی طاعت میں رہ کر عمل کرنے والوں کے لیے بہت اچھا اجر ہے اور وہ جنت ہے۔ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ: اے محمد! تم فرشتوں کو دیکھو گے اس حال میں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش کو گھیرے میں لیے حلقہ بنائے ہوں گے۔ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ: اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کر رہے ہوں گے۔ یہ تسبیح لذت حاصل کرنے کے لیے کریں گے نہ کہ عبادت کی غرض سے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ: اور انسانوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: اس کے عدل وانصاف پر مبنی فیصلے پر کہیں گے: تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: کہنے والے مومنین اور کفار ہوں گے۔ مومنین تو اللہ کے فضل وکرم پر حمد وثنا کریں گے جب کہ کفار اللہ تعالیٰ کے عدل پر اس کی تعریف کریں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ساری کائنات حمد وثنا کا نطق کرے گی۔ اسی لیے قول کا کسی قائل کی طرف اسناد نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسے مطلق چھوڑا، تا کہ تمام مخلوقات رب تعالیٰ کے لیے حمد وثنا کی گواہی دے۔[1]

بلاغت:...... ان آیات کریمات میں بیان وبدیع کی مختلف اقسام نمایاں ہیں۔

تكفروا...... وتشكروا، يرجو...... ويحذر، فوقهم...... وتحتهم، ضر...... ورحمة، الغيب...... والشهادة، يبسط...... ويقدر، اهتدى...... وضل...... الخ میں صنعت طباق ہے۔ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ اسی طرح أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ: میں بھی تجنیس اشتقاق ہے۔ لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ: میں اسلوب تہکمی ہے۔ سائبان کا اطلاق آتش دوزخ کے لیے کیا گیا ہے یہ بطور تہکم ہے چوں کہ آگ تو جلاتی ہے جب کہ سائبان تپش سے بچاتا ہے۔ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ: میں خوبصورت مقابلہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے۔ سرور اور اشمیزاز (بددلی) کے درمیان مقابلہ ہے اسی طرح سعداء اور اشقیاء کی آیات میں مقابلہ ہے۔ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ اور وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ الخ...... مقابلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ معانی کے درمیان مقابلہ ہو پھر ترتیب کے مطابق مقابل مقابل کو لایا جائے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ: میں ایجاز حذف ہے چوں کہ سیاق کی اس پر دلالت ہے۔ خبر حذف کر دی گئی ہے۔ کمن طبع الله على قلبه خبر محذوف ہے۔ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ: اور اعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ: میں امر برائے تہدید ہے۔ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ: میں مجاز مرسل ہے، سبب کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد سبب ہے چوں کہ گمراہی دخول فی النار کا سبب ہے۔

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ:...... میں استعارہ ہے، یعنی خیر وبھلائی کی چابیاں۔ چنانچہ خیرات وبرکات کو خزانوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس لیے مقالید کا لفظ مستعار ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت وفضل وکرم کے خزانے۔ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکمال قدرت کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جب کہ بظاہر بڑے بڑے اجرام دکھائی دینے والوں کی حقارت کی مثال ہے۔ چنانچہ زمین وآسمان کے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہونے کو تشبیہ دی گئی ہے ایسے شخص کے ساتھ جس نے کوئی بڑی چیز اپنی مٹھی میں پکڑ رکھی ہو۔ آسمانوں کا دائیں ہاتھ میں لپیٹا ہوا ہونا بھی بطور استعارہ تمثیلیہ کے ہے۔ تلخیص البیان میں ہے آیت میں استعارہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ایسی ہی ہے جیسے کسی نے کوئی چیز مٹھی میں پکڑ رکھی ہو اور اس پر پوری ہتھیلی لپٹی ہو اور وہ اس کی ملک میں ہو اور اس کا کوئی شریک نہ ہو جب کہ سارے آسمان اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں اور اس کی قدرت میں ہیں۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۳۳

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ...... جنب اللہ کنایہ ہے اللہ کے حق وطاعت سے۔ یہ لطیف کنایہ ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ: میں تکلم سے غیبوبت کی طرف التفات ہے۔ اصل میں یوں تھا: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ: علمائے بیان کہتے ہیں: آیت کریمہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ: میں معانی وبیان کی مختلف انواع ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: مخلوق پر اقبال خداوندی، ندا، عبادی میں اضافت برائے تشریف وتعظیم ہے: مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ: میں تکلم سے غیبوبت کی طرف التفات ہے۔ رَحْمَةِ: کی اضافت اسم جلالہ کی طرف ہے جوکہ جمع اسماوصفات کا جامع ہے۔ آخر میں ایسا جملہ لایا گیا ہے جس کے دونوں اطراف معرفہ ہیں اور جملہ انّ اور ضمیر فعل کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ میں آخری لفظ میں رعایت فاصلہ ہے۔ اس سے کلام کی خوبصورتی، رونق، بہجت اور شیرینی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یقیناً ذکر رحمٰن سے زبان چل پڑتی ہے۔ اور بدن کارواں رُواں تعجب وحیرت کی دریا میں غوطہ زن ہوجاتا ہے۔

الحمدللہ آج ۲ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰ جون ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ قبل از مغرب سورۂ زمر کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ بقیہ حصے کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اسے آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

سورہ غافر (سورہ مؤمن)

سورۂ غافر مکیہ ہے اس کی پچاسی (۸۵) آیات ہیں۔

تعارف:......سورۂ غافر مکیہ ہے، اس میں بھی عقیدہ کے متعلق امور بیان کیے گئے ہیں جیسے تمام مکی سورتوں میں عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سورۂ مبارکہ کا معرکہ ظاہرہ حق و باطل اور ہدایت و ضلالت ہے۔ اسی لیے سورۂ مبارکہ میں شدت کا پہلو اپنایا گیا ہے، چوں کہ حق کا اثر ہدایت ہے اور باطل کا اثر گمراہی ہے چنانچہ اسی معرکہ میں کشمکش کا پہلو دکھائی دیتا ہے، آخر کار کفار کا انجام جو کہ سراسر ناکامی ہے دکھایا گیا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی صفات حسنیٰ کے ساتھ کی گئی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفار کے مجادلہ اور جھگڑے کا ذکر ہے، جب کہ حق بالکل واضح ہے، اس کے باوجود کفار حق کے خلاف کھڑے ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں کفار کا انجام دکھایا گیا ہے چنانچہ وہ زبردست قدرت والی ذات کی پکڑ میں آتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔

اسی اثنا میں کہ کفار کے برے انجام کا خوفناک منظر چل رہا ہوتا ہے کہ سورۂ مبارکہ میں یکا یک حاملین عرش کا منظر دکھا دیا جاتا ہے۔ وہ فرشتے ہیں جنھوں نے عرش کو اٹھا رکھا ہے اور نہایت خشوع و خضوع سے اس عبادت میں مشغول ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں آخرت کے بعض مناظر اور کچھ ہولناکیوں کی منظر کشی کی گئی ہے چنانچہ لوگ حساب کے لیے محشر میں کھڑے ہوں گے، خالق و مالک اور قادر ذات کے سامنے بے بس ولاچار کھڑے ہوں گے، ان پر ہیبت طاری ہوگی، دل مارے خوف کے گلوں تک پہنچے ہوں گے، شدت خوف سے پھٹے جا رہے ہوں گے، اس خوفناک منظر اور نہایت شدید و گرمی والے دن انسان اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔ اگر دنیا میں اچھا رہا تو بدلہ بھی اچھا ملے گا، اگر برا رہا تو بدلہ بھی برا پائے گا۔

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں ایمان وطغیان (حق و باطل) کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو دعوت موسیٰ اور فرعون ظالم کے کردار سے ظاہر کی گئی ہے۔ چنانچہ فرعون اپنے تکبر و غرور اور سطوت کے بل بوتے پر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کا کام تمام کرنا چاہتا ہے کہ ایمان کی کرنیں عالم میں چار سو نہ پھیلنے پائیں۔ اسی اثنا میں ایک مؤمنانہ کردار سامنے آتا ہے جو قبل ازیں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں پیش نہیں کیا گیا اور وہ آل فرعون میں سے ایک مؤمن شخص ہے جو ابھی تک اپنے ایمان کو چھپائے رکھا تھا۔ وہ حق کو ظاہر کرتا ہے اور بات کھول کر سرکشوں کے سامنے لے آتا ہے۔ فرعون ظالم کی ہلاکت پر قصہ تمام ہوتا ہے۔ یوں فرعون اپنے اعوان و انصار کے ساتھ غرق آب ہوتا ہے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتا ہے۔

سورۂ مبارکہ میں بعض آیات کونیہ بھی لائی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر شاہد ہیں اور اس کی وحدانیت وجلال پر ناطق ہیں، جب کہ کفار اس ذات کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ سورۂ مبارکہ میں مؤمن اور کافر کی بینا اور نابینا شخص کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ مؤمن کو خدائی نور اور بصیرت حاصل ہوتی ہے جب کہ کافر تاریکیوں میں گم سم ہوتا ہے۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں مکذبین اور ظالم سرکشوں کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے اور کفار کے عذاب کا منظر پیش کیا گیا ہے جب کہ وہ دنیا میں غفلت کا شکار ہیں۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ غافر" ہے چوں کہ "غافر" اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے اور تیسری آیت کے شروع میں اس اسم مبارک کا ذکر ہے: غَافِرِ الذَّنۡبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ: سورۂ مبارکہ میں قصہ مؤمن کے دوران مغفرت کا ذکر مکرر لایا گیا ہے جو اسی تسمیہ کا غماز ہے۔ وَّاَنَا اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى الۡعَزِيۡزِ الۡغَفَّارِ: سورۂ مبارکہ کا دوسرا نام "سورۂ مؤمن" بھی ہے چوں کہ اس میں آل فرعون میں سے ایک مؤمن شخص کا ذکر ہوا ہے، اسی مناسبت سے سورۂ مبارکہ کا دوسرا نام سورۂ مؤمن ہے۔

رُكُوْعَاتُهَا ۹ | (۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۶۰) | اٰيَاتُهَا ۸۵

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ
ذِي الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ
تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ
بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾
وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ
حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً
وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ
عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾
وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا
رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ
بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ
يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ
لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ
يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:...... حٰمٓ ① یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔ ② گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ③ اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ سو آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا۔ ④ ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے ارادہ کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعہ جھگڑا کریں تا کہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، سو میں نے ان کو پکڑ لیا، سو کیسا تھا میرا عذاب۔ ⑤ اور اسی طرح آپ کے رب کا قول کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ دوزخ والے ہیں۔ ⑥ جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے ان کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب! کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے سو اُن لوگوں کو بخش دیجیے جنہوں نے توبہ کی اور آپ کے راستے کا اتباع کیا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ ⑦ اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل فرمایے جن کا آپ نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے آبا اور ازواج اور ذریتوں میں جو صالح ہوئے ان کو بھی داخل فرمایے بلاشبہ آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں ⑧ اور ان کو تکلیفوں سے بچایے، اور اس دن جسے آپ نے تکلیفوں سے بچا لیا سو آپ نے اس پر رحم فرما دیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ ⑨ بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا کہ یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا جو تم سے بغض ہے وہ اس بغض سے بہت بڑا ہے جو تمہیں خود اپنی جانوں سے ہے، تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر اختیار کرتے تھے۔ ⑩ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار زندگی دی۔ سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے؟ ⑪ یہ اس وجہ سے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے۔ سو فیصلہ اللہ ہی کے لیے ہے جو بلند ہے، بڑا ہے۔ ⑫ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اُتارتا ہے، اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو رجوع کرتے ہیں۔ ⑬ سو تم اللہ کو پکارو! دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ ⑭ وہ رفیع الدرجات ہے، عرش والا ہے، وہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ ⑮ جس دن وہ لوگ ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہ ہوگی، آج کس کے لیے ملک ہے؟ اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ ⑯ آج کے دن ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کے دن ظلم نہیں ہے، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ⑰ اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرایے جس وقت قلوب (دل) گلوں کے پاس ہوں گے گھٹن میں پڑے ہوئے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے، ⑱ وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جنہیں سینے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ⑲ اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ ⑳ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی بڑھ کر تھے، سو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کی گرفت فرمالی اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا۔ ㉑ یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو انہوں نے کفر کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بے شک وہ قوی ہے، سخت عذاب والا ہے۔ ㉒

لغات: غَافِرِ:...... الغفر: ستر کرنا، چھپانا، مٹا دینا۔ الطَّوْلِ: انعام کرنا، نوازنا، فضل کرنا۔ يُدْحِضُوْا وہ باطل کرتے ہیں، مقولہ ہے: الباطل

داحض مٹ جانے والا، چوں کہ باطل ٹھہرتا نہیں ختم ہوجاتا ہے۔ حَقَّتْ: واجب ہو، لازم ہوا۔ مَقْتُ: شدید بغض، نفرت۔ الرُّوحَ: وحی اور نبوت، وحی کو روح کا نام دیا گیا ہے چوں کہ دل وحی سے زندہ ہوتے ہیں جیسی بدن روح سے زندہ ہوتا ہے۔ التَّلَاقِ: حشر میں اجتماع کا ہونا۔ بٰرِزُوْنَ: ظاہر ہونے والے جنہیں کوئی چیز بھی نہ چھپائے۔ الْاٰزِفَةِ: قیامت کا نام ہے بمعنی، قریب آنے والی، چوں کہ قیامت بھی قریب ہی ہے۔ وَّاقٍ: ایسی چیز جو عذاب سے دفاع کرے۔

تفسیر: حٰمٓ:...... حروف مقطعات میں سے ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کرتے ہیں اور اس چیز کو بھی بتاتے ہیں کہ یہ معجز قرآن ان حروف ہجا سے منظوم ہے۔[1] تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ: یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ: جو کہ اپنی بادشاہت میں زبردست ہے اور اپنی مخلوق کے متعلق علم رکھتا ہے۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ: جو انسانوں کے گناہ معاف کردیتا ہے اور گناہ گاروں میں سے جو توبہ کرتا ہے اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ شَدِيْدِ الْعِقَابِ: تکبر اور سرکشی کرنے والے کو سخت سزا دینے والا ہے۔ ذِي الطَّوْلِ: جو کہ فضل واحسان اور انعام کرنے والا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ: بس وہی تمام مخلوقات کا مرجع ہے وہ مخلوق کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

مغفرت کو عقاب پر مقدم کرنے کی وجہ

مغفرت اور توبہ کو عقاب پر مقدم کیا گیا ہے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے اور یہ کہ اللہ کی رحمت اس کے عذاب پر سبقت لے جاتی ہے۔ اوپر یہ بات ذکر فرمائی کہ قرآن تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے اب معاندین کا ذکر ہے جو حق کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: قرآن کی آیات کے واضح ہوجانے اور اس کا اعجاز ظاہر ہوجانے کے بعد قرآن کے بارے میں صرف وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو اس کے حق ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے پیغمبروں سے عناد رکھتے ہیں۔ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ: یعنی اے عقل مند آدمی! کفار کا دنیا میں، رہائش گاہوں میں، کھیتیوں میں، ممالک وتجارات میں آنا جانا اور چلنا پھرنا تمہیں دھوکا میں نہ ڈال دے۔ چوں کہ کفار نہایت بدبخت لوگ ہیں، انہیں دنیا میں جو عیش وعشرت حاصل ہے وہ قلیل سامان ہے اور عارضی ہے اور ڈھل جانے والا سایہ ہے۔

کفار کے لیے عیش وعشرت کا سامان اور مہلت بطور اتمام حجت ہے

اور اگر میں نے انہیں مہلت دے رکھی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ان سے غافل میں اور انہیں جھوٹ دے رکھی ہے بلکہ ان نعمتوں کے بعد میں ان کی زبردست پکڑ کروں گا۔ التسہیل میں لکھا ہے آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے اور کفار کے لئے اس میں شدید وعید ہے۔[2] كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: کفار مکہ سے پہلے بہت سارے اقوام نے تکذیب کی ہے ان میں سے ایک قوم نوح ہے اور وہ اقوام ہیں جنہوں نے انبیا پر جتھوں کی صوت میں چڑھائی کی اور انہوں نے انبیا کرام کی تعلیمات کو قبول نہیں کیا، جیسے قوم عاد، ثمود، وفرعون کی قوم اور ان جیسے دوسرے لوگ۔ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ: تکذیب کرنے والی امتوں میں سے ہر امت نے اپنے پیغمبر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور انہیں گرفتار کرلینا چاہا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہر ممکن حربہ اختیار کیا تاکہ پیغمبر کو قتل کردیں اور ان میں سے بعض نے اپنے پیغمبر کو قتل بھی کیا۔[3] وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ: اور انہوں نے باطل کے سہارے پیغمبروں کے ساتھ جھگڑے کیے تاکہ واضح حق کو مٹا دیں۔ فَاَخَذْتُهُمْ: میں نے انہیں اپنی پکڑ میں لے کر ہلاک کردیا۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ: استفہام برائے تعجب ہے۔ ان کو ملنے والا میرا عذاب کیسا تھا؟ کیا شدید اور رسوا کن نہیں تھا؟ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا: اسی طرح تمہاری قوم میں سے جن لوگوں نے تکذیب

---

[1] تفصیل سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ [2] التسہیل ۴/۲ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۳۵

کی ہے ان پر تیرے رب کے عذاب کی بات پکی ہو چکی ہے جیسے ان سے پہلے کفار کے لیے پکی ہو چکی۔ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ: چوں کہ وہ دوزخی لوگ ہیں۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی وہ امتیں جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی جیسے ان پر میرا عذاب نازل ہوا اسی طرح آپ کی قوم میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر عذاب کی بات پکی ہو چکی ہے۔ کفار فجار کے ذکر کے بعد ملائکہ اطہار اور مؤمنین ابرار کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ: یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جنہوں نے عرش اٹھا رکھا ہے اور عرش کے آس پاس جو اشراف ملائکہ میں اور جو فرشتوں کے اکابرین ہیں، جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں، وہ صفات نقص سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات کمال بیان کر کے اس کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ وَيُؤْمِنُوْنَ: اور وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں اور وہ اللہ کی عبادت کرنے سے متکبرانہ انداز میں روگردانی نہیں کرتے۔

فرشتوں کا اللہ پر ایمان کا مطلب

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر تم سوال کرو کہ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: کا کیا فائدہ ہے چوں کہ حاملین عرش اور سب فرشتے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں؟ جواب یہ ہے اس سے ایمان کی فضیلت کا اظہار کرنا مقصود ہے اور اس کی ترغیب دینا ہے۔[1] وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: باوجود یہ کہ فرشتے عبادت میں مستغرق ہیں اور اس کی حمد وثنا تمجید وتقدیس میں ہمہ وقت لگے ہوئے ہیں پھر بھی مؤمنین کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں: رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا: یعنی اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کو احاطہ میں لے رکھا ہے۔

آدابِ دعا

مفسرین کہتے ہیں: رحمت وعلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کرنا یہ دعا سے قبل ثنا ہے اور انسانوں کو دعا وسوال کے آداب کی تعلیم بھی دی جارہی ہے۔ چنانچہ اللہ کے بندے آداب کی رعایت کے ساتھ دعا کی ابتدا کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے احسان وفضل اور انعام کا سوال کرتے ہیں۔[2] فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ: یا اللہ! وہ گناہ گار جو شرک ومعاصی سے توبہ کر لیں اور تیرے انبیا کے لائے ہوئے راستے پر چلیں ان کی بخشش فرما دے۔ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ: اور دوزخ کے عذاب سے ان کی حفاظت فرما۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ: اے ہمارے رب! انہیں نعمتوں والی بہشتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ: اور ان کے آباو اجداد، ازواج اور اولاد میں سے جو نیک وصالح ہوں انہیں بھی ہمیشہ رہنے والی بہشتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، تاکہ ان کی خوشی تکمیل کو پہنچے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی انہیں آپس میں جمع فرما دے، تاکہ جنت میں پڑوس کے ٹھکانوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔[3] اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: یعنی ایسا زبردست جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور اس پر کوئی چیز ممتنع نہیں، حکمت والا ہے یعنی جو کچھ بھی کرتا ہے وہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ: اس پر فرشتوں کی دعا مکمل ہو گئی یعنی اے پروردگار فحش اور بری باتوں سے انہیں بچا اور ان کی حفاظت فرما۔

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ: ...... تو نے جس شخص کو برائیوں اور فواحش سے بچا لیا وہ ان برائیوں کے نتائج اور انجام سے محفوظ رہا، بلاشبہ ایسے شخص پر تیرا لطف وکرم ہے اور تو نے اسے عذاب سے نجات دے دی۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: یعنی یہ بخشش اور دخول جنت اتنی بڑی کامیابی ہے کہ اس کے بعد کوئی اور کامیابی ہے ہی نہیں۔ مؤمنین کے احوال ذکر کیے گئے ہیں اب کفار کے کچھ احوال ذکر کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ: قیامت کے دن فرشتے بطور توبیخ آواز لگائیں گے کہ دنیا میں

---

[1] البحر المحیط ۷/ ۴۵۱ [2] ... [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۳۶

اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ بغض درج تمہاری اپنی جانوں کے بغض سے کہیں بڑھ کر ہے۔اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ: جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تم تکبر میں آ کر ایمان سے انکار کر دیتے تھے۔قتادہ کہتے ہیں: دنیا میں جب اہل کفر کے سامنے ایمان پیش کیا جاتا اور وہ انکار کر دیتے تو اللہ تعالیٰ کو ان سے بہت زیادہ بغض ہوتا تھا اور آج اللہ کے عذاب کو دیکھ کر اتنا زیادہ انہیں اپنی جانوں سے بغض نہیں ہوتا۔[1] قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ: جب کفار شدائد و احوال دیکھیں گے اس وقت کہیں گے: اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا: ہم نے دنیا میں جو گناہ اور زیادتیاں کی ہیں ہم ان کا اعتراف کرتے ہیں۔فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ: کیا تو ہمیں دنیا کی طرف دوبارہ نہیں لوٹا دیتا تاکہ ہم تیری طاعت میں نیک اعمال کر لیں؟ اور کیا تو ہمیں دوزخ سے نکالے گا تاکہ ہم نیکو کاروں کے راستے پر چل سکیں۔

دو موت اور دو زندگی

مفسرین کہتے ہیں: پہلی موت اس وقت ہے جب انسان عالم عدم میں ہوتا ہے۔دوسری موت دنیا میں مرنے کی موت ہے۔پہلی زندگی دنیا کی زندگی ہے اور دوسری زندگی قیامت کے بعد کی زندگی ہے۔کفار ایسا اس لیے کہیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہمدردی اور لطف و کرم مول لے سکیں جب کہ وہ قبل ازیں اللہ کے عذاب کا معاینہ کر چکے ہوں گے۔جب کہ وہ کفر کر چکے اور حق کا انکار بھی کر چکے: اسی لیے انہیں یہ جواب دیا۔ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ: یہ عذاب اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہارا داخلہ تمہاری کفر اور اللہ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہے۔چنانچہ جب تمہیں توحید کی دعوت دی جاتی تم کفر کر جاتے۔وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا: اور اگر تمہیں لات و عزیٰ کی طرف بلایا جاتا تم ان بتوں کی خدائی کی فوراً تصدیق کر لیتے تھے اور ان پر ایمان لے آتے۔فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ: فیصلے کا اختیار صرف ایک اللہ کے پاس ہے۔بتوں اور دیوتاؤں کے پاس نہیں، اب تمہاری نجات کی کوئی صورت نہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی شان ہے۔وہی عظمت والا ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے ایسے امور کا ذکر کر دیا ہے جو تہدید شدید کے موجب ہیں، اب ایسے امور کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اس کی حکمت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں تاکہ بتوں اور دیوتاؤں کی عبادت کے عدم جواز پر برہان قائم ہو جائے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا: هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ: اے لوگو! وہ اللہ ہی ہے جو تمہیں بہت ساری علامات دکھاتا ہے جو اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔یہ علامات اس کی مخلوقات، عالم بالا اور عالم اسفل میں پائی جاتی ہیں اور اس کے خالق و مالک اور مبدی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا: تمہارے لیے آسمان سے بارش نازل کی جو کہ رزق کا سبب ہے۔چوں کہ بارش کے پانی سے غلہ اگتا ہے اور درختوں پر پھل لگتے ہیں۔وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ: ان علامات سے نصیحت اور عبرت وہی حاصل کرتا ہے جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور نمود و نمائش اور نفاق سے پاک عمل صالح کر کے اللہ کی قربت حاصل کرے۔فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ: اے مؤمنین! اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تمہاری عبادت اور طاعت خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ: یہ مبالغہ کے لیے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے لیے اپنے دلوں کو خالص کر لو اگرچہ کفار کو تمہاری یہ ادا ناگوار گزرے اور تمہارے اخلاص سے وہ غصہ میں اور اس پر تمہارے ساتھ قتال پر اتر آئیں۔رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ: عظیم شان والا، بلند مرتبہ اور عالی مقام والا۔ ذُو الْعَرْشِ: عرش عظیم کا مالک ہے، مخلوقات سے عظیم تر ہے، مخلوقات میں کوئی اس کے مشابہ نہیں۔

عرش باری تعالیٰ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کے متعلق خبر دی ہے اور اپنے عرش کے مرتفع و بلند ہونے کی خبر دی ہے۔ذکر کیا گیا

[1] مختصر ابن کثیر ٣/ ٢٣٧۔

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش سرخ یاقوت سے بنا ہے اور اس کی وسعت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[۱] ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرش عظیم عالم علوی و سفلی کے اعراف اکناف کو محیط ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکوت و قدرت کے ماتحت ہے۔ عرش عظیم اور رب تعالیٰ کی قدرت عظیمہ رب تعالیٰ کی علوشان اور عظمت سلطان کی مقتضی ہے۔[۲] يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے منصب نبوت سے نوازتا ہے اور پھر اس پر وحی نازل کرتا ہے، نبوت اور رسالت کے ساتھ جسے چاہتا ہے مختص کر لیتا ہے۔ وحی کو روح اس لیے کہا گیا ہے چوں کہ وحی دلوں میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے جیسے بدن میں روح۔

وحی کو روح کا نام دینے کی وجہ

قرطبی کہتے ہیں: وحی کو روح کا نام اس لیے دیا گیا ہے چوں کہ لوگ وحی کے ذریعہ کفر کی موت سے زندہ ہوتے ہیں جیسے بدن روح سے زندہ ہوتا ہے۔[۳] لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ: تاکہ وہ پیغمبر جس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے وہ قیامت کبریٰ کے دن سے ڈرائے، چنانچہ قیامت دن اللہ تعالیٰ کی تمام انسانوں سے ملاقات ہوگی اور ان کے اعمال کا حساب کیا جائے گا۔ اور مخلوق حساب کے وقت اپنے خالق کے ساتھ ملاقات کرے گی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس دن اہل آسمان اہل زمین سے ملاقات کریں گے اور خالق و مخلوق کی ملاقات ہوگی۔[۴] يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ: اس دن لوگ کھلے عام دکھائی دیتے ہوں گے، کوئی چیز انہیں نہیں چھپائے گی، نہ کوئی پہاڑ، نہ کوئی ٹیلہ اور نہ کوئی عمارت انسانوں کے آگے اوٹ بنے گی چوں کہ انسان ہموار زمین میں ہوں گے اور وہ سرزمین محشر ہوگی۔

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ:...... انسانوں کے احوال و اعمال میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی پوشیدہ راز اللہ تعالیٰ پر مخفی رہے گا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں قیامت کے دن کی تخصیص کیوں کی گئی ہے جب کہ ہر دن، ہر زمانہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں؟ جواب یہ ہے کہ دنیا میں انسان مختلف چیزوں مثلاً دیواروں، عمارات، پہاڑوں، چٹانوں وغیرہ کے پیچھے چھپ کر گناہ کر لیتے ہیں اور یہ وہم کرتے ہیں کہ انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا، جب کہ قیامت کے دن یہ وہم بھی نہیں کر سکیں گے، گویا ادنیٰ وہم کو بھی کالعدم کرنے کے لیے آیت میں اس دن کی تخصیص کی گئی ہے۔[۵] لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ: اللہ تعالیٰ آواز لگائے گا، جب کہ سب مخلوق میدان محشر میں سرعام سن رہی ہوگی کہ آج بادشاہت کس کے پاس ہے؟ ساری مخلوق پر ہیبت طاری ہوگی اور مارے خوف کے خاموش رہے گی، خود اللہ تعالیٰ جواب دے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ: صرف تنہا اللہ تعالیٰ کو بادشاہت حاصل ہے اور ہر چیز اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خود اللہ تعالیٰ سوال کرے گا اور خود ہی جواب دے گا، چوں کہ جب کوئی بھی جواب نہیں دے گا تب خود ہی اللہ پاک جواب دے گا۔ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ: آج فیصلہ کے دن ہر نفس کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ: آج کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں ہوگا، نہ ہی ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی سزا میں اضافہ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ: اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے، کوئی امر بھی اسے کسی دوسری چیز سے غافل نہیں کر سکتا، ایک ہی وقت میں ساری مخلوقات کا حساب لے لے گا۔ قرطبی کہتے ہیں: جیسے مخلوق کو ایک ہی وقت میں رزق عطا کرتا ہے اسی طرح ایک ہی وقت میں سب کا حساب بھی لے سکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نصف دن بھی نہیں گزرے گا حتیٰ کہ اہل جنت جنت میں جا کر قیلولہ کریں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں جا پہنچیں گے۔[۶] وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ: قیامت کے اس خوفناک دن سے ان لوگوں کو ڈراؤ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الْاٰزِفَةِ: قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک نام ہے، چوں کہ قیامت قریب ہے اسی مناسبت سے اسے آزفہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ ''یعنی قریب آ چکی قریب آنے والی۔'' (سورۃ النجم، آیت ۵۷)

---

[۱] مختصر ابن کثیر ۳/۲۲۲ [۲] تفسیر ابی السعود ۵/۵ [۳] تفسیر القرطبی ۱۵/۲۹۹ [۴] مختصر ابن کثیر ۳/۲۳۸ [۵] الصاوی علی الجلالین ۴/۵ [۶] تفسیر القرطبی ۱۵/۳۰۱

میدان حشر میں شدت خوف کا منظر

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ:...... یعنی شدت خوف اور جزع وفزع کی وجہ سے دل گلوں تک پہنچ جائیں گے۔ کٰظِمِیْنَ: غم وحسرت اور کرب کی وجہ سے گھٹ رہے ہوں گے۔ تسہیل میں ہے کہ شدت خوف کی وجہ سے دل سینوں سے حلقوم تک پہنچ جائیں گے۔ ایسا حقیقتاً بھی ہوسکتا ہے اور اس سے مراد شدت خوف بھی ہوسکتی ہے، یعنی شدت خوف کو مجازاً اس سے تعبیر کردیا۔ حناجر، حنجرۃ کی جمع ہے بمعنی حلق۔[1] مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ: ظالموں کے لیے کوئی دوست نہیں ہوگا جو انہیں نفع پہنچا سکے۔ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ: اور کوئی سفارشی بھی نہیں ہوگا جو ان کی سفارش کرکے انہیں عذاب سے نکال سکے۔ یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ: اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھ کو خوب جانتا ہے جو چوری سے حرام کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا اور اس کے سامنے سے کوئی عورت گزرتی ہے اور وہ بدنظری کرنے لگتا ہے۔ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ: اللہ تعالیٰ سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں اور دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں۔ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ: سرے سے ان کا کوئی حکم ہی نہیں ہے بھلا وہ اللہ کے شریک کیسے بن سکتے ہیں۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں کفار کے لیے تہکم ہے چونکہ جماد کے بارے میں نہیں کہا جاتا کہ وہ فیصلہ کرے گا یا فیصلہ نہیں کرے گا۔ فیصلہ کرنا تو اشرف المخلوقات کا منصب اور صفت ہے۔[2] اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ: اللہ تعالیٰ انسانوں کے اقوال سنتا ہے اور ان کے افعال دیکھتا ہے۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ:...... کیا یہ مشرکین پہلے مکذبین کے آثار دیکھ کر ان سے عبرت نہیں پکڑتے؟ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ: اور دیکھتے کہ ان مکذبین پر کیسا عذاب نازل ہوا اور ان کا انجام کیا ہوا۔ عقلمند تو وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے۔ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً: وہ سابقہ لوگ تمہاری قوم کے کفار سے طاقتور وتوانا تھے۔ وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ: اور زمین میں ان کا آثار ونشانات کہیں زیادہ مضبوط تھے، ان کے قلعے، ان کے محلات اور لاؤ لشکر بہت مضبوط تھا۔ اس قوت وطاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا چونکہ وہ پیغمبروں کی تکذیب کے مرتکب ہوئے تھے۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ: ان کے گناہوں اور تکذیب کے بسبب اللہ تعالیٰ نے انہیں رسوائی کی ہلاکت سے تباہ کیا۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ: ان کے لیے کوئی نہیں تھا جو ان سے اللہ کے عذاب کو دور کرتا اور انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب دینے کا سبب ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ: اس عذاب کا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس پیغمبر کھلے معجزات اور واضح نشانیاں لے کر آتے تھے۔ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ: اس بیان وبرہان کے باوجود انہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا اور تباہی وبربادی ان کا مقدر بن گئی۔ اِنَّهٗ قَوِیٌّ: اللہ تعالیٰ قوت والا ہے اور اسے مغلوب نہیں کیا جاسکتا، اس کے پاس بڑی قوت اور طاقت ہے۔ شَدِیْدُ الْعِقَابِ: جو شخص اس کی نافرمانی کرتا ہے اسے سخت عذاب دیتا ہے، اور اس کا عذاب نہایت المناک اور دردناک ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے بچائے اور پناہ دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا
كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ
دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ

[1] التسہیل لعلوم التنزیل ۴/ ۲۴ [2] تفسیر ابی السعود ۵/ ۷

لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ ع
يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا
يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ
ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ
اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾
مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى
اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ
يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾
اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ
وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ ع
سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ
سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ النصف
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ
اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ
اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾
فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا
وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

ترجمہ:......اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ۔ (۲۳) فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا، سو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔ (۲۴) سو جب ان کے پاس ہمارے پاس سے حق لے کر آیا تو کہنے لگے کہ جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی۔ (۲۵) اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے یا زمین میں فساد پھیلا دے۔ (۲۶) اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: بلاشبہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔ (۲۷) اور آل فرعون میں سے ایک مؤمن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالاں کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمہیں بعض وہ مصائب پہنچ جائیں گے جن کی وہ بطورِ پیش گوئی خبر دے رہا ہے، بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا ہو بہت جھوٹا ہو۔ (۲۸) اے میری قوم! آج زمین میں تمہاری حکومت میں تم غلبہ پائے ہوئے ہو سو اگر اللہ کا عذاب ہم تک آ پہنچا تو ہمیں اس سے بچانے کے لیے کون مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تو تمہیں وہی رائے دوں گا جسے میں خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں وہی راہ بتاؤں گا جو ہدایت کا راستہ ہے۔ (۲۹) اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر سابقہ جماعتوں جیسا دن نہ آ پڑے۔ (۳۰) جیسا کہ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا، اور اللہ بندوں پر کسی طرح بھی ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (۳۱) اور اے میری قوم! بلاشبہ میں تمہارے بارے میں يَوْمَ التَّنَادِ کا اندیشہ رکھتا ہوں، (۳۲) جس دن تم پشت پھیر کر واپس لوٹو گے تمہارے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔ (۳۳) اور یہ بات واقعی ہے کہ یوسف علیہ السلام تمہارے پاس اس سے پہلے واضح معجزات لے کر آئے، سو وہ جو کچھ تمہارے پاس لائے تم اس میں برابر شک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اللہ ان کے بعد کسی رسول کو معبوث نہ فرمائے گا۔ اللہ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا ہو، شک میں پڑنے والا ہو۔ (۳۴) جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑے بازی کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ بڑے بغض کی چیز ہے۔ اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبار کے دل پر۔ (۳۵) اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان! میرے لیے ایک محل بنا دے! ہوسکتا ہے کہ میں راستوں میں پہنچ جاؤں۔ (۳۶) یعنی آسمان کے راستوں تک میری رسائی ہو جائے پھر میں موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا اور وہ راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی ہے۔ (۳۷) اور جو شخص ایمان لایا اس نے کہا کہ اے میری قوم! میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت والا راستہ بتاؤں گا۔ (۳۸) اے میری قوم! یہ دنیا والی زندگی تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے اور بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے۔ (۳۹) جس نے کوئی بھی برائی کی تو اس کا بدلہ صرف اسی قدر دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور حال یہ ہو کہ وہ مؤمن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ (۴۰) اور اے میری قوم! کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ (۴۱) تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف بلاتا ہوں۔ (۴۲) یہ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دیتے ہو اس کی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ جو لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ دوزخ والے ہیں، (۴۳) سو تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ (۴۴) سو اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے بچالیا اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا۔ (۴۵) صبح شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔ (۴۶)

ربط وتعارف:......اللہ تعالیٰ نے کفار پر نازل ہونے والے عذاب، ہلاکت اور تباہی کا ذکر کیا اس کے فوراً بعد فرعون کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو

ذکر کیا جا رہا ہے، رسول کریم ﷺ کو قریش مکہ کی طرف سے سخت اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں اور آپ کو تکذیب کا سامنا کرنا پڑتا تھا، قصہ موسیٰ کے ذریعہ آپ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اس میں سنت اللہ کا بیان بھی ہے کہ اللہ ظالموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ پھر آل فرعون کے ایک مؤمن کا موقف بیان کیا گیا ہے جو کہ کفر وطغیان پر تباہی کا پیغام ہے۔

لغات: اسْتَحْيُوا..... لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ ضَلٰلٍ: ضیاع، بطلان۔ عُذْتُ: میں نے پناہ لی، بچاؤ کیا۔ ظٰهِرِيْنَ: غلبہ پا جانے والے۔ بَأْسِ اللهِ: اللہ کا عذاب اور اس کا انتقام۔ دَأْبِ: عادت، طریقہ۔ التَّنَادِ: قیامت کے دن آواز کا لگنا سوئے محشر، یا ایک دوسرے کو پکارنا، امیہ بن الصلحت کا شعر ہے:

وبث الخلق فیها إذا دحاها — فهم سُكّانها حتّى التناد

جب زمین بنائی تو اس پر مخلوق پھیلا دی، یہی مخلوق اس زمین کے باشندے ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کو آواز لگائے جانے کا وقت آ جائے۔ عَاصِمٍ:...... مانع، دفاع کرنے والا۔ صَرْحًا: محل، عمارت، عالی شان عمارت۔ تَبَابٍ: خسارہ، ہلاکت۔ لَا جَرَمَ: لامحالہ، حقیقت میں۔ حَاقَ: نازل ہوا۔

بعثت موسیٰ اور قوم کا جواب

تفسیر: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ:...... لام مقام قسم میں ہے یعنی بخدا!، ہم نے اپنے پیغمبر موسیٰ کو کھلی نشانیوں، واضح دلائل اور برہان کے ساتھ بھیجا۔ برہان سے مراد ہاتھ اور عصا کا معجزہ ہے۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ: ظالم فرعون اور اس کے وزیر ہامان وقارون جو کہ بڑے بڑے خزانوں اور اموال کا مالک تھا کی طرف بھیجا۔ بحر میں لکھا ہے کہ قارون اور ہامان کا آیت میں خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے چوں کہ کفر میں ان کا ایک مرتبہ اور مقام تھا نیز یہ دونوں فرعون کے مشہور اتباع تھے۔ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ: وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ جو معجزات دکھاتا ہے یہ سراسر جادو ہے اور جس پیغام کا من جانب اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں یہ جھوٹا ہے۔ کذاب صیغۂ مبالغہ ہے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کھلے معجزات لے کر فرعونیوں کے پاس آئے وہ معجزات ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کر رکھی تھی۔ قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ: ان کے لڑکوں کو قتل کرو تا کہ ان کی آگے نسل نہ چل پائے اور اپنی خدمت گزاری کے لیے ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فرعون کی طرف سے یہ پہلا قتل نہیں تھا بلکہ جس زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت بھی فرعون نے قتل کی مہم چلائی اور اب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکا تو بوکھلا کر دوبارہ قتل کی مہم شروع کروا دی، تا کہ لوگ ایمان لانے سے باز رہیں، ڈر کے مارے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانیں اور تا کہ بنی اسرائیل کی تعداد بھی نہ بڑھنے پائے، کہیں بعد میں اکٹھے ہو کر فرعون کے خلاف محاذ نہ کھڑا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر طرح طرح کا عذاب بھیجا جیسے مینڈکوں کی بہتات، جوئیں، خون، طوفان وغیرہ ذالک۔ بالآخر فرعونی مصر سے نکلے اللہ تعالیٰ انہیں غرق آب کر دیا۔ یوں ان کی چالیں انہی پر پلٹ گئیں۔[1] وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ: ان کی تدابیر اور چالوں کا انجام خسارہ اور ہلاکت تھا چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام تر سعی کو ناکام بنا دیا۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى: ظالم فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو، تا کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔ وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ: وہ اب اپنے رب کو بلائے تا کہ وہی اسے بچا پائے، فرعون استہزا کے طور پر ایسا کہتا تھا۔ گویا وہ کہا کرتا تھا: موسیٰ جس پیغام کا من جانب اللہ ہونے کا ذکر کرتا ہے یہ تمہیں ہرگز برانگیختہ نہ کرے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، جب کہ میں ہی تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ اس بات سے اس کا مقصد یہ تھا وہ اپنی رعایا کو باور کرانا چاہتا تھا کہ وہ موسیٰ کو قتل کرنے سے محض اس لیے رکا ہوا ہے تا کہ موسیٰ کے ساتھیوں کے دلوں کی رعایت رکھے۔

---

[1] حاشیۃ الصاوی ۴/۶

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا اقدام کیوں نہیں کیا؟

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرعون علیہ لعنۃ اللہ کو موسیٰ علیہ السلام کے نبی برحق ہونے کا یقین تھا اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو نشانیاں لائی ہیں وہ جادو نہیں ہیں۔ لیکن اس میں خباثت تھی اور بڑا متکبر تھا، معمولی سی بات پر لوگوں کو قتل کر دیتا تھا، اسی لیے سفاک مشہور تھا۔ بھلا وہ ایک ایسے شخص کو قتل کیوں نہیں کر سکتا تھا جس کے بارے میں محسوس ہو چکا تھا کہ اس کے تحت کو گرادے گا، اس کی حکومت کو ختم کر دے گا، لیکن اسے یہ خوف دامن گیر تھا کہ اگر اس نے موسیٰ کو قتل کر دیا تو اسے بھی فوراً ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے اس کی باتیں اپنی قوم کی دل جوئی کے لیے تھیں اور یہ کہ وہی موسیٰ کے آگے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ درحقیقت وہ خوف کے مارے قتل کا اقدام نہیں کر سکتا تھا۔[1] اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ: مجھے خوف ہے کہ یہ تمہاری عبادت کے طریقہ کار کو تبدیل کر دے گا، تم میری عبادت کرتے ہو یہ تمہیں اپنے رب کی عبادت کی طرف پھیر دے گا۔ اَوۡ اَنۡ یُّظۡهِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ: یا یہ تمہارے ملک میں فتنہ اور فساد پھیلا دے گا اور اس کی وجہ سے ملک میں افراتفری پھیل جائے گی، قتل عام ہونے لگے گا۔ گویا فرعون واعظ بن گیا تھا۔[2] وَقَالَ مُوۡسٰۤی اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرتا ہوں اور اپنے آپ کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں وہی میری حفاظت کرے گا۔ مِّنۡ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤۡمِنُ بِیَوۡمِ الۡحِسَابِ: ہر ظالم، ضدی اور متکبر کے شر و فساد سے جو کہ ایمان سے دور ہے اور آخرت کی تصدیق نہیں کرتا۔ تسہیل میں لکھا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مِّنۡ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ کہا اور فرعون کا نام نہیں لیا، تاکہ کلام میں عموم پیدا ہو جائے اور فرعون کے علاوہ کو بھی بات شامل ہو جائے نیز اس لیے بھی تاکہ یہ قبیح وصف فرعون کے علاوہ اوروں میں بھی ثابت ہو جائے۔

آل فرعون کے ایک مرد مؤمن کا موسیٰ علیہ السلام کی حمایت اور قوم کو وعظ و نصیحت

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤۡمِنٌ ٭ۖ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَکۡتُمُ اِیۡمَانَهٗۤ:..... مفسرین کہتے ہیں: یہ مؤمن شخص فرعون کا چچا زاد تھا اور نسلاً قبطی تھا، اس نے فرعون سے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا، چنانچہ جب اس نے فرعون کو سنا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دے رہا ہے تو اسے یوں نصیحت کی: اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰهُ: استفہام انکاری ہے۔ یعنی کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو بے گناہ ہے اور اس کا صرف یہ جرم ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ میرا رب ہے۔ تم اس کے معاملہ میں کوئی غور و فکر نہیں کرتے۔ وَقَدۡ جَآءَکُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ مِنۡ رَّبِّکُمۡ: حالاں کہ وہ تمہارے پاس کھلے معجزات لے کر آیا ہے جن کا تم نے مشاہدہ کیا ہے اور وہ یہ معجزات اللہ کے پاس سے لایا ہے۔ وَاِنۡ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیۡهِ کَذِبُهٗ: اور اگر وہ دعوائے رسالت میں جھوٹا ہو تو اس کے جھوٹ کا ضرر و وبال کسی دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مرد مؤمن نے یہ بات اس وجہ سے نہیں کہی کہ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت میں کوئی شک تھا بلکہ نرمی کا پہلو اپنانے کی ترغیب دی اور اذیت سے دور رہنے کا عندیہ دیا۔[3] وَاِنۡ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ: اور اگر یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو یہ جس چیز سے تمہیں ڈرا رہا ہے یعنی عذاب سے تو اس میں سے کچھ نہ کچھ تمہارے اوپر پڑے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو گمراہی میں حد سے گزر جائے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے میں مبالغہ کرتا ہو۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بلندی شان کی طرف اشارہ ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت دی اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی۔ اس میں فرعون پر تعریض بھی ہے کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والا اور جھوٹا ہے، یعنی موسیٰ علیہ السلام کے اقدام میں حد سے تجاوز کرنے والا ہے اور اپنے دعوائے خدائی میں جھوٹا ہے۔ جس شخص میں یہ بری صفات پائی جاتی ہوں اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا بلکہ اس کی سوچ، اس کے نظریہ کو باطل کر دیتا ہے اور اس کا معاملہ منہدم ہو کر رہ جاتا ہے۔[4]

---

[1] البحر المحیط ۷/۴۵۹ [2] الظلال میں ہے کہ یہ وہی بات ہے جو ہر ظالم کے منہ پر ہوتی ہے۔ چنانچہ اسرائیل فلسطینیوں کو مفسد کہتا ہے، بھارت کشمیریوں کو، مصر میں الاخوان کو مفسد کہا جا رہا ہے العیاذ باللہ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/۳۰۷ [4] التفسیر الکبیر ۲۷/۵۹

استدراج مخاطب

بحر میں لکھا ہے: یہ علم بیان کی انواع میں سے ایک نوع ہے جسے ہمارے علما ''استدراج مخاطب'' کا نام دیتے ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ مؤمن مرد نے جب دیکھا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا عزم کیے ہوئے ہے اور قوم تکذیب پر تلی ہوئی ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کا ارادہ کر لیا اور ایسا طریقہ اپنایا تا کہ اس کی طرف داری کھل کر سامنے نہ آئے اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ موسیٰ کے حق میں متعصب ہے اور یہ اس کا پکا متبع ہے، اس لیے اس نے نہایت ملاطفت اور نرمی کا طریقہ اختیار کیا اور نصیحت کے انداز میں بات کی۔[1] اس لیے کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا: نام نہیں لیا بلکہ رجلًا کہا تا کہ فرعون سمجھیں کہ یہ موسیٰ کو جانتا ہی نہیں۔ پھر کہا: اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ: یہ بھی نہیں کہا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہے یا یہ اللہ کا نبی ہے اس سے فرعون سمجھ لیتے کہ یہ موسیٰ کے حق میں متعصب ہے اور پھر اس کی بات قبول نہ کرتے۔ پھر اس کے بعد کہا: وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا: کذب کو صدق پر مقدم کیا ہے چوں کہ اس میں فرعونیوں کی رائے کی موافقت ہے، پھر اس کے بعد کہا: وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا: جملہ شرطیہ لایا ہے یہ نہیں کہا کہ ''یہ سچا ہے۔'' اسی طرح کہا: يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ: یہ نہیں کہا کہ تمہیں جس عذاب سے ڈراتا ہے وہ سارا تمہارے اوپر آ ٹھہرے گا، بلکہ کہا کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے اوپر پڑے گا۔ اگر وہ ایسا کہہ دیتا تو فرعونی اسے متعصب سمجھ لیتے اور یہ کہتے کہ یہ تو موسیٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایسی بات کہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہیں کی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ:...... اس میں فرعون پر تعریض ہے چوں کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا ہے، چوں کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔[2] يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ: نہایت نرمی کے ساتھ نصیحت کو مکرر لایا یعنی اے میری قوم! تم نے سرزمین مصر میں بنی اسرائیل پر غلبہ پا لیا ہے اور آج تم نے ان کو اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا: یعنی اگر تم نے اللہ کے پیغمبر کو قتل کر دیا تو ہمیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مؤمن آدمی اپنے کلام میں جمع کی ضمیر لایا یعنی يَّنْصُرُنَا...... جَآءَنَا: چوں کہ وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ بھی انہی میں سے ہے اور جس چیز کی وہ انہیں نصیحت کرتا ہے اس میں وہ ان کا شریک ہے۔[3] اب یہاں فرعون گناہ کی عزت میں لپٹ گیا اور اپنی سطوت و سرکشی کا اظہار کرنے لگا۔

فرعون کا مردِ مؤمن کو جواب

قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى:...... میں تمہیں اپنی اسی رائے کا مشورہ دیتا ہوں جو میں نے ذکر کر دی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے تا کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ: میں اس رائے سے تمہیں درست اور سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں۔ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ: مردِ مومن نے کہا: مجھے تمہارا خوف ہے کہ تمہارے اوپر بھی اسی طرح اللہ کا عذاب نہ آ جائے جیسے انبیا علیہم السلام پر چڑھائی کرنے والے گروہوں پر اللہ کا عذاب آیا۔ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ: یہ گروہوں کی تفسیر ہے یعنی جیسے قوم نوح، قوم عاد، ثمود، جنہیں عذاب نے لپیٹ لیا، ہلاکت اور تباہی ان کا مقدر بنی چوں کہ انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی۔ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور ان لوگوں کے بعد کے مکذبین جیسے قوم لوط۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ: اللہ تعالیٰ بغیر گناہ کے بندوں کو عذاب نہیں دیتا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کی تباہی و بربادی عین عدل ہے چوں کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اس میں مبالغہ ہے چوں کہ ارادۂ ظلم کی بھی نفی کی ہے اور جو شخص ارادۂ ظلم سے بھی دور ہو وہ ظلم سے تو بہت زیادہ دور ہوتا ہے۔[4] وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ: مردِ مؤمن نے اولاً عذابِ دنیا سے ڈرایا پھر عذابِ آخرت سے ڈرایا۔ یعنی مجھے تمہارے اوپر حشرِ اکبر کے دن کا ڈر ہے، جو بڑا خوفناک دن ہوگا۔ اس دن گناہ گار کی تباہی اور ہلاکت کو پکاریں گے۔ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ جہنمی اب یہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔ (سورۃ الفرقان، آیت ۱۳)

---

[1] مبلغ کو اسی طرح کی حکمت اپنانا چاہیے۔ [2] البحر المحیط ۷/ ۴۶۱ [3] التفسیر الکبیر للرازی ۲۷/ ۵۹ [4] البحر المحیط ۷/ ۴۶۵

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ:...... جس دن تم دوزخ کے عذاب سے شکست خوردہ ہو کر پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ کفار جب دوزخ کی بھڑک کی آوازیں سنیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ جہنمی جس قطار میں بھی آئیں گے ہر طرف سے انہیں فرشتے ملیں گے، جو ان کے چہروں پر مار رہے ہوں گے وہ پھر اپنی اپنی جگہوں میں لوٹیں گے اور پھر جہنم انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ: ایسا کوئی بھی نہیں جو تمہیں اللہ کے عذاب سے بچائے اور عذاب سے تمہارا دفاع کرے۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ: یعنی جس شخص کو اللہ گمراہ کردے پھر راہ نجات کی طرف کوئی اس کی راہنمائی نہیں کرسکتا۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ: بخدا! موسیٰ سے پہلے تمہارے پاس یوسف بن یعقوب علیہ السلام واضح معجزات لے کر آئے۔ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ: تم برابر ان کی رسالت میں شک کرتے رہیں اور اللہ کے پاس سے جو تعلیمات لے کر آئے تم ان کا انکار کرتے رہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ان سے مراد ان کے آباد اجداد تھے۔ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا: یہاں تک کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوگئے۔ تم از روئے تمنا خواہش کا اظہار کرنے لگے کہ یوسف کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا جو رسالت کا دعویٰ کرے۔ تم یہ بات بلا دلیل اور بغیر کسی حجت کے کرتے تھے۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ یوسف علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق نہیں ہے، بھلا وہ تو اس میں برابر شک کرتے رہے، بلکہ معنی یہ ہے کہ اللہ کے پاس کوئی رسول نہیں جسے وہ مخلوق کی طرف بھیجے۔ اس میں رسول اور بعثت رسول کی نفی ہے۔[1]

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ:...... عصیان و نافرمانی میں جو شخص حد سے بڑھ جائے اس کو اللہ تعالیٰ ایسی ہی رسوا کن گمراہی سے دوچار کردیتا ہے چوں کہ وہ دین میں شک کرتا ہے حالاں کہ حج و براہین بالکل واضح ہوتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ: یہ مرد مومن کے کلام تمتہ ہے (یہاں اس کی بات پوری ہوجاتی ہے) جو لوگ بغیر کسی حجت و دلیل کے اللہ تعالیٰ کی شریعت میں جھگڑتے ہیں۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ نفرت والی ہے اور ان لوگوں کے ہاں بھی نفرت والی ہے جو ایمان لائے ہیں۔ بحر میں لکھا ہے: واعظ نے مخاطبت سے اسم غائب کی طرف عدول کردیا ہے اس سے محاورہ میں حسن پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کے دل بھی متکلم کی طرف مائل ہوتے ہیں، تاکہ خطاب سے ان لوگوں میں ناگواری نہ گزرے۔ كَبُرَ مَقْتًا: میں تعجب ہے اور بلا دلیل اللہ کی شریعت سے ان لوگوں کے جھگڑنے کو امر عظیم قرار دینا ہے، گویا کبائر کی مثال سے یہ گناہ خارج ہے۔[2] كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ: جیسے اللہ تعالیٰ نے ان جھگڑنے والوں کے دلوں پر مہر لگادی ہے اسی طرح گمراہی کی مہر ہر اس شخص کے دل پر لگا دیتا ہے جو ایمان سے تکبر کرے اور انسانوں پر ظلم ڈھائے، حتیٰ کہ وہ ہدایت کی راہ سمجھ ہی نہیں پاتا، حق قبول ہی نہیں کرتا۔ آیت میں دل کی صفت تکبر و جبروت سے لائی گئی ہے چوں کہ دل ہی تکبر اور ظلم کا مرکز ہے اور دل تمام اعضا کا بادشاہ ہے جب یہ فاسد ہوجاتا ہے تو جملہ اعضا فاسد ہوجاتے ہیں۔

فرعون کا انتہائی تکبر و تمسخر

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا:...... فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا میرے لیے بلند و بالا ایک عمارت بنا دو۔ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب مرد مومن نے دلوں میں اثر کرنے والی تقریر کی، فرعون کو خوف ہوا کہ لوگ اس کی باتوں میں نہ آجائیں، اس نے سوچا کہ موسیٰ کی لائی ہوئی توحید کا امتحان لے اس لیے اپنے وزیر ہامان کو عمارت بنانے کا حکم دیا۔ لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ: تاکہ میں اس عمارت کے ذریعے آسمانوں کے راستوں تک پہنچ پاؤں۔ اسباب کا لفظ تفخیم و بیان کے لیے مکرر لایا گیا ہے۔[3] فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى: پھر میں موسیٰ کے خدا کو کھلی آنکھوں دیکھ سکوں۔ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا: میں موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کہ میرے سوا کوئی اور بھی خدا ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: آسمان کے راستوں تک پہنچنا ممکن ہے، لیکن فرعون نے کہا: فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى یہ اللہ کا اقرار ہوگیا اسی لیے اس اقرار کا اگلے جملے سے تدارک کیا اور کہا: وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا[4] وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ: اسی تزئین کی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کردیا گیا یہاں

[1] البحر المحیط ۷/ ۴۶۴ [2] البحر المحیط ۷/ ۴۶۵ [3] البحر المحیط ۷/ ۴۶۵ [4] تفسیر القرطبی ۱۵/ ۳۱۷

تک کہ وہ اپنے برے عمل کو اچھا سمجھنے لگا۔ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ: اس کے گمراہ ہونے کی وجہ سے اسے ہدایت سے روک دیا گیا۔ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ: فرعون کی تدبیر، اس کا مکر وفریب خسارے اور ہلاکت میں ہے۔ چنانچہ اس کی بادشاہت دنیا میں غرق آب ہونے سے تباہ ہوئی اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل ہونے سے۔

مردمومن کا دوبارہ نصیحت

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ:...... مردمومن نے اہل فرعون کو دوبارہ نصیحت کی۔ مردمومن نے یہ نصیحت فرعون کی ملمع سازی کے بعد کی۔ اس نے اپنی قوم کو ایمان باللہ کی دعوت دی، قوم کو عارضی زندگی کی قیمت بتائی اور پھر دائمی زندگی کی نعمتوں کا شوق دلایا اور قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ آیت کا معنی ہے: اے میری قوم! میری بات مانو اور میرے راستہ پر چلو، میں تمہیں کامیابی کے راستے پر لے جاؤں گا۔

دنیا اور آخرت کی حقیقت

يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ:...... دنیا تو بس متاع عارضی ہے جو زائل ہو جائے گا، اسے ثبات ودوام حاصل نہیں۔ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ: یعنی آخرت ہی رہنے بسنے کی جگہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کا ٹھکانا ہے جس میں زوال نہیں اور وہاں سے کہیں انتقال نہیں، ہاں یا تو داخلہ ہمیشہ کے لیے جنت میں ہوگا یا دوزخ میں ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں: دارآخرت سے مراد جنت اور دوزخ ہے چوں کہ یہ دونوں جگہیں فانی نہیں ہیں۔[1] مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا: جس شخص نے اس دنیا میں برے اعمال کیے آخرت میں اسے انہی اعمال کے بقدر سزا ملے گی، اعمال کی مقدار سے زیادہ نہیں۔ ایسا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگا۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: جس نے دنیا میں نیک اعمال کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرط یہ کہ ایمان کے ساتھ اعمال کیے۔ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ: یہی لوگ نیکوکار ہیں جو نعمتوں والی بہشتوں میں داخل ہوں گے اور بغیر حساب کے انہیں بدلہ دیا جائے گا، بلکہ چند در چند بدلہ دیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا تقاضا ہے کہ نیکیوں کا بدلہ چند در چند ہو اور برائیاں جوں کی توں رہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بِغَيْرِ حِسَابٍ یعنی بدلے کی مقدار متعین نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ ثواب وبدلہ بہت زیادہ اور کثیر وعظیم عطا کرے گا۔ اس بدلہ کا خاتمہ نہ ہوگا۔ وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ: کیا وجہ ہے میں تمہیں ایمان کی طرف بلاتا ہوں جو بہشتوں تک پہنچانے والا ہے اور تم مجھے کفر کی طرف بلاتے ہو جو دوزخ تک پہنچانے والا ہے۔ استفہام برائے تعجب ہے، گویا اس نے یوں کہا: میں تمہارے اس حال سے تعجب کرتا ہوں۔ میں تمہیں نجات اور بھلائی کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ اور شر کی طرف بلا رہے ہو؟ پھر اس نے اس کی یوں وضاحت کی: تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ: تم مجھے اللہ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتے ہو اور یہ کہ میں ایسی خدا کی عبادت کروں جس کی خدائی پر کوئی دلیل اور برہان میرے پاس نہیں ہے، اور میں اس کی عبادت کروں جو الٰہ ہے ہی نہیں جیسے فرعون وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ: اور میں تمہیں صرف ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو کہ غالب ہے مغلوب نہیں اور بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ: حقیقت یہ ہے کہ تم مجھے جس خدا کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو۔

لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ:...... وہ اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے چوں کہ وہ پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی وہ کسی مصیبت کے دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے، نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ: ہم سب نے صرف ایک اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ: کفر وضلالت اور طغیان میں حد سے گزر جانے

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۴۵

والے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔ فَسَتَذۡكُرُوۡنَ مَاۤ اَقُوۡلُ لَكُمۡ: جب تمہارے اوپر عذاب نازل ہوگا اس وقت تمہیں میری باتوں کی سچائی یاد آئے گی۔ یہ وعید ہے اور کھلی دھمکی ہے۔ وَاُفَوِّضُ اَمۡرِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ: میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ قرطبی کہتے ہیں: اس دعا سے پتہ چلتا ہے کہ فرعونی مرد مؤمن کو دھمکاتے تھے اور اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔[1] اِنَّ اللّٰهَ بَصِيۡرٌ بِالۡعِبَادِ: اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال سے آگاہ ہے۔ اور اس پر بندوں کے احوال میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

ایمان اور کفر کا انجام

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا:...... اللہ تعالیٰ نے مرد مؤمن کو ان کے مکر و فریب کے تمام تر شدائد سے نجات دی اور ان کی انواع و اقسام کی اذیتوں سے خلاصی دی۔ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ: فرعون اور اس کی جماعت پر بہت برا عذاب نازل ہوا اور وہ دنیا میں ان کا غرق ہونا ہے اور آخرت میں دوزخ میں جلنا ہے۔ پھر اس برے عذاب کی تفسیر یوں بیان فرمائی: اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا: انہیں صبح و شام آگ میں جلایا جاتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آگ سے قبر کی آگ مراد ہے۔ آیت میں عذاب قبر کی بات ہو رہی ہے۔ چوں کہ عذاب آخرت کا مستقلاً بعد میں ذکر آ رہا ہے۔ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ: اور قیامت کے دن فرشتوں سے کہا جائے گا کہ فرعون اور اس کی قوم کو دوزخ کے عذاب میں داخل کرو جو کہ دنیا کے عذاب سے کہیں زیادہ شدید و سخت ہے۔

وَاِذۡ يَتَحَآجُّوۡنَ فِى النَّارِ فَيَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ
عَنَّا نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُلٌّ فِيۡهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ الۡعِبَادِ ﴿۴۸﴾
وَقَالَ الَّذِيۡنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادۡعُوۡا رَبَّكُمۡ يُخَفِّفۡ عَنَّا يَوۡمًا مِّنَ الۡعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ تَكُ
تَاۡتِيۡكُمۡ رُسُلُكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ؕ قَالُوۡا فَادۡعُوۡا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنۡصُرُ ع ۱۲ ۱۰
رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ الظّٰلِمِيۡنَ
مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡهُدٰى وَاَوۡرَثۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ
الۡكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَسَبِّحۡ
بِحَمۡدِ رَبِّكَ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِبۡكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰٮهُمۡ ۙ اِنۡ فِىۡ
صُدُوۡرِهِمۡ اِلَّا كِبۡرٌ مَّا هُمۡ بِبَالِغِيۡهِ ۚ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الۡمُسِىۡٓءُ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ
فِيۡهَا وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِىۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ

[1] القرطبی ۱۵/ ۳۱۸

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا
جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾

ع ۱۲ · وقف لازم

ترجمہ:......اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ کافر لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے، سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے۔ بے شک ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ ﴿۴۷﴾ جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے کہ بے شک ہم سب دوزخ میں ہیں بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ ﴿۴۸﴾ اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو وہ ہم سے ایک دن عذاب کا کچھ حصہ ہلکا کر دے۔ ﴿۴۹﴾ وہ جواب دیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلے ہوئے دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں ! آئے تو تھے۔ اس پر داروغہائے دوزخ جواب دیں گے کہ پھر تو تم ہی دعا کر لو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔ ﴿۵۰﴾ بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے ﴿۵۱﴾ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کام نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برے گھر میں رہنا ہے۔ ﴿۵۲﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ ﴿۵۳﴾ یہ کتاب ہدایت اور نصیحت تھی عقل والوں کے لیے۔ ﴿۵۴﴾ سو آپ صبر کیجیے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے گناہ کے لیے استغفار کیجیے اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے جو حمد کے ساتھ ہو۔ ﴿۵۵﴾ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے جو اُن کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر ہی ہے، وہ کبھی بھی اس تک پہنچنے والے نہیں ہیں سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجیے بلاشبہ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ ﴿۵۶﴾ البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿۵۷﴾ اور برابر نہیں نابینا اور دیکھنے والا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے برے لوگوں کے برابر نہیں ہیں، لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ ﴿۵۸﴾ بلاشبہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿۵۹﴾ اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب بحالت ذلت جہنم میں داخل ہوں گے۔ ﴿۶۰﴾ اللہ وہی ہے جس نے رات کو پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو ایسی چیز بنائی جس میں دیکھتے بھالتے ہیں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ ﴿۶۱﴾ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم کہاں اُلٹ کر جا رہے ہو۔ ﴿۶۲﴾ اسی طرح الٹے چلائے جاتے ہیں وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿۶۳﴾ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہری ہوئی چیز بنا دیا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنا دیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے۔ سو بابرکت ہے اللہ جو رب العلمین ہے۔ ﴿۶۴﴾ وہ زندہ ہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا، تم اسے پکارو اس طرح سے کہ خالص اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہو۔ سب تعریف ہے اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ﴿۶۵﴾ آپ فرما دیجیے

بلاشبہ میں اس سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو جب کہ میرے رب کے طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین ہی کا فرماں بردار بنوں۔ ﴿۶۶﴾

ربط وتعارف:.....اُوپر آل فرعون پر آنے والی عذاب اور تباہی کا ذکر ہوا اس کے بعد دوزخیوں کے آپس کے نزاع اور جھگڑے کا ذکر ہوا ہے، گناہ گاروں کی آہ وبکا اور چیخ وپکار کا ذکر ہے اس حال میں کہ وہ دوزخ میں ہوں گے اور دوزخ کی آگ انہیں جھلسا رہی ہوگی تاہم ان کی فریادوں کا انہیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت پر دلائل وبراہین ذکر کیے گئے ہیں تاکہ مشرکین پر حجت قائم ہو جائے۔

لغات: وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ:.....وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ خَزَنَةِ: خازن کی جمع ہے، داروغہ، جو کسی چیز کی نگرانی کر رہا ہو۔ الْاَشْهَادُ: شاہد کی جمع ہے۔ وہ شخص جو کسی دوسرے پر حجت کے ساتھ گواہی دے۔ دٰخِرِيْنَ: ذلیل ورسوا ہے۔ تُؤْفَكُوْنَ: تم ایمان سے کفر کی طرف پھیرے جاتے ہو۔ قَرَارًا: مستقر، ٹھکانا۔ اُسْلِمَ: میں سرنگوں ہوتا ہوں۔

دوزخیوں کا جھگڑا اور طلب مدد

تفسیر: وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ:.....یعنی وہ وقت یاد کرو جب رؤساء اور ان کے متبعین دوزخ کی آگ میں آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا: چنانچہ کمزور لوگ جو متبعین ہوں گے وہ تکبر کرنے والے رؤساء سے کہیں گے: ہم تو دنیا میں تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، جیسے خدام ہوتے ہیں، ہم تمہارے حکم کے آگے سروں کو جھکا دیتے تھے، تم نے ہمیں کفر وضلالت کی طرف بلایا ہم نے تمہارا کہا مان لیا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ: ہم جس عذاب میں پڑے ہیں کیا تم اس میں سے کچھ دور کر سکتے ہو؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ضعفا جانتے ہوں گے کہ ان کے رؤساء کو تخفیف عذاب پر کوئی قدرت نہیں ہوگی۔ اس بات سے ان کا مقصد رؤساء کو خجل ونادم کرنے کے سوا اس کے کچھ اور نہیں ہوگا، اس سے رؤساء کے دلوں کو اور زیادہ دکھ پہنچے گا چوں کہ رؤساء ہی نے ضعفاء کو طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا کرنے کی سعی کی ہے۔[1] قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ: رؤساء جواب میں کہیں گے: ہم بھی تو دوزخ کی آگ میں پڑے ہیں، اگر ہم تمہارے عذاب میں تخفیف کرنے پر قدرت رکھتے پہلے ہم اپنے عذاب سے بچنے کی سعی کرتے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ: اللہ نے دوٹوک فیصلہ کر دیا ہے۔ اب یہ فیصلہ ٹل نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ مؤمنین کو جنت میں داخل کر دیا اور کفار کو دوزخ میں، اب ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔

دوزخیوں کا فرشتوں سے تخفیف عذاب کی درخواست

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ:.....جب اہل دوزخ ایک دوسرے سے مایوس ہو جائیں گے دوزخ کے داروغوں کے پاس اپنی فریاد لے کر آئیں گے اور ان سے تخفیف عذاب کا مطالبہ کریں گے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ: میں ضمیر "ھا" کی جگہ اسم ظاہر جَهَنَّمَ: لایا گیا ہے، اس سے تہویل مزید مقصود ہے۔[2] ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ: اللہ تعالیٰ کو پکارو تاکہ وہی ہمارے عذاب میں کمی کر دے اگرچہ ایک دن کی مقدار کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ: فرشتے توبیخ کے طور پر انہیں جواب دیں گے: کیا تمہاری پاس پیغمبر واضح معجزات لے کر نہیں آئے اور تم نے ان کا انکار کر دیا اور تکذیب کے مرتکب ہوئے؟ قَالُوْا بَلٰى: کافر کہیں گے: بے شک پیغمبر ہمارے پاس آئے ہیں۔ قَالُوْا فَادْعُوْا: یعنی فرشتے دوزخیوں سے کہیں گے: تم خود اللہ تعالیٰ کو پکارو، ہم سے یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرشتوں کا یہ قول فَادْعُوْا: رجائے منفعت کے لیے نہیں ہوگا بلکہ ناامیدی اور رسوائی پر ایک طرح کی دلالت ہے۔ بھلا جب مقرب فرشتوں کی پکار نہیں سنی جائے گی تو کفار کی پکار کیسے سنی جائے گی؟[3] اس کے بعد فرشتوں نے تصریح کر دی ہے کہ کفار کی پکار بے سود ہے اور اس میں کچھ اثر نہیں۔ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ: یعنی تمہاری پکار کا کوئی نفع نہیں اور یہ بے اثر ہے چوں کہ کفار کی دعا و پکار خسارے اور تباہی

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۷۴ [2] تفسیر البیضاوی ۳/ ۱۵۳ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۷۴

کا ہی باعث بنے گی۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہم پیغمبروں اور مومنین کی مدد ونصرت کرتے ہیں، حجت، فتح مندی اور کفار سے انتقام لینے کے ساتھ اس دنیا کی زندگانی میں۔ وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ اور آخرت میں بھی ان کی مدد کریں گے جس دن گواہ حاضر ہوں گے اور وہ انسانوں کے اعمال کی گواہی دے گے، یہ گواہ فرشتے، انبیاء اور مومنین میں سے ہوں گے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اللہ تعالیٰ کا اپنے پیغمبر سے مدد ونصرت کا وعدہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں پیغمبر کو ان کے دشمنوں پر اللہ کی مدد ونصرت حاصل ہوگی۔

روزِ قیامت کفار کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ ...... یعنی قیامت کے دن کفار کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل شرک کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی چوں کہ ان کی معذرت بھی باطل کے ساتھ ہوگی۔[1] وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ: ان کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ: ان کے لیے دوزخ ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سُوْٓءُ الدَّارِ: سے مراد سوء عاقبت یعنی برا انجام ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى: اللہ کی قسم ہم نے موسیٰ بن عمران کو معجزات صحیفے اور شرائع عطا کیے جن سے دین کی ہدایت ملی۔[2] وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ: اور ہم نے انہیں علم نافع عطا کیا اور ہدایت دینے والی کتاب یعنی تورات عطا کی۔ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ: جو کہ عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے ہادی ہے اور انہیں نصیحت دینے والی ہے۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: اے محمد! مشرکین کی اذیتوں پر صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اور تمہارے متبعین کے ساتھ دشمنوں کے خلاف فتح ونصرت کا وعدہ کر رکھا ہے، اللہ کا وعدہ حق ہے اس کی مخالفت ممکن نہیں۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ وہ اپنے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت کے ساتھ مثال دی اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا اور فرمایا: فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا جیسے دوسرے پیغمبروں کی مدد کی اور فی الفور اپنا وعدہ پورا کرے گا، جیسے دوسرے پیغمبروں کے ساتھ کیے وعدے فوراً پورے کیے۔[3] وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ یعنی اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اس تفریط پر جو اولیٰ وافضل کے ترک سے سرزد ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کے حکم کا مطلب

صاوی کہتے ہیں: اس سے مقصود امت کو استغفار کی تعلیم کرنا ہے ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ قبل از نبوت اور بعد از نبوت آپ صغائر وکبائر سے پاک ہیں۔[4] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دراصل امت کو استغفار کی ترغیب دینا مقصود ہے۔[5] وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ: یعنی اپنے رب کی تسبیح وتقدیس پر صبح وشام مداومت رکھو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مواظبت کرنا ہے۔ تاکہ زبان ذکر خدا سے غافل نہ ہونے پائے یہاں تک کہ انسان نیکوکار فرشتوں کی جماعت میں شامل ہوجائے۔ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ: فرشتے رات کو اور دن کو اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور ناغہ نہیں کرتے۔ (سورۃ الانبیاء: آیت ۲۰) تسبیح سے مراد ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کو پاک قرار دینا ہے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو۔[6] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے سبب پر تنبیہ کی ہے جو کفار میں پایا جاتا ہے اور وہ اسی کے زور سے باطل پر اڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ: یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات میں جھگڑتے ہیں۔ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس اس پر کوئی حجت اور برہان نہیں ہے۔ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ: ان کے دلوں میں تو بس تکبر اور بڑھائی ہے جو انہیں تمہاری اتباع سے روکے ہوئے ہے۔ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ: یہ لوگ اپنے مراد یعنی اللہ کے نور کو بجھا دینے تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی آپ پر برتری حاصل کر کے اپنے مقصد کو پا سکتے ہیں۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ: یعنی کفار کے مکروفریب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت طلب کرو، حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی آپ کو ان کے شر سے دور رکھے گا چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے اقوال کو سنتا ہے اور ان

---

[1] تفسیر الطبری ۲۴/۵۲ [2] تفسیر ابی السعود ۵/۱۲ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/۷۷ [4] حاشیۃ الصاوی ۴/۱۱ [5] مر ابن کثیر ۳/۳۴۸ [6] التفسیر الکبیر ۲۷/۷۸

کے احوال کا علم رکھتا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و وحدانیت پر دلائل ذکر کیے ہیں۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ: لام، لام ابتدا ہے۔ یعنی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور بغیر نمونہ کے انہیں پیدا کرنا انسان کے پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ بھلا جو ذات آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ ان سے چھوٹی اور معمولی چیز یعنی انسان کو پیدا کرنے سے کیسے عاجز آسکتی ہے۔

بعث بعد الموت پر تخلیق کائنات سے استدلال

تسہیل میں ہے: اس سے غرض بعث بعد الموت پر استدلال کرنا ہے۔ چوں کہ وہی ذات الٰہ ہونے کی مستحق ہے جس نے اتنی بڑی جسامت و حجم والے آسمان و زمین بنائے، وہ ذات بطریق اولیٰ مرنے کے بعد انسانی جسموں کو پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔[1] وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے چوں کہ لوگوں پر جہالت کا غلبہ رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ غور و فکر نہیں کرتے۔ ان میں غفلت کا افراط ہے اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ: یعنی مؤمن اور کافر برابر نہیں ہوسکتے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ: اور نہ نیک و فاجر برابر ہوسکتے ہیں۔ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ: ان مثالوں سے تم لوگ نصیحت نہیں حاصل کرتے مگر بہت تھوڑی سی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے نابینا جسے آنکھوں سے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا اور بینا شخص جو تاحد نظر سب کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے، یہ دونوں برابر نہیں۔ اسی طرح مومنین جو نیکوکار ہیں وہ اور کفار و فجار برابر نہیں ہوسکتے۔ اتنے زیادہ لوگوں میں سے بہت تھوڑے ہیں جو اس سے نصیحت پکڑ پاتے ہیں۔[2] اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا: لامحالہ قیامت آکر رہے گی، بلا شک و بلا ریب قیامت آنے والی ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ: لیکن اکثر لوگ قیامت کے آنے کی تصدیق نہیں کرتے اسی لیے بعث بعد الموت اور جزا و سزا کی تکذیب کرتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اکثر لوگوں سے مراد کفار ہیں جو بعث بعد الموت اور قیامت کے منکرین ہیں۔[3]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا حکم اور قبولیت وعدہ

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ:...... مجھے پکاروں میں تمہارا جواب دیتا ہوں اور جس مطلوب کے لیے تم نے مجھے پکارا ہے وہ میں تمہیں عطا کروں گا، اور جو کچھ تم مجھ سے مانگو گے وہ میں تمہیں عطا کروں گا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اپنے فضل و کرم سے قبولیت کی ذمہ داری لی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے گریزاں رہتے ہیں اور تکبر کرجاتے ہیں وہ ذلیل و رسوا ہوکر دوزخ میں جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و وحدانیت کے آثار ذکر کیے ہیں۔

دن اور رات کی نعمت

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا:...... اللہ عزوجل نے اپنی قدرت و حکمت سے تمہارے لیے تاریک رات بنائی تاکہ تم اس میں راحت حاصل کرو اور دن بھر کے کام کاج کی تھکاوٹ اور سستی دور کرسکو اور روشن دن بنایا تاکہ تم اس میں اسباب رزق کے ذریعہ طلب معاش کرسکو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل و کرم کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر سخاوت اور احسان کرنے والا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی احسان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے فضل و انعام کا انکار کرتے ہیں۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ: صرف ایک اللہ پیدا کرنے والا اور مخلوق پر احسان کرنے والا ہے، اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے، وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ کے سوا وجود میں کوئی اور معبود نہیں ہے۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ: بھلا تم کیسے اللہ تعالیٰ

---

[1] التسہیل ۴/۸ [2] ابن کثیر ۳/۲۴۹ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/۸۰

کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پلٹے جاتے ہو۔ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں انہیں اسی طرح ہدایت اور حق سے پھیر دیا جاتا ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں حضور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے اور معنی یہ ہے کہ: اے محمد! آپ غمزدہ نہ ہوں اس بات پر کہ آپ کی قوم نے حق وہدایت کا انکار کردیا۔ ان سے پہلے لوگ بھی اسی طرح حق کا انکار کرتے رہے ہیں۔[1] اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو زندگی اور موت دونوں حالتوں میں تمہارے لیے قرار وسکون کی جگہ بنادیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زندگی کی حالت میں اور مرنے کے بعد ٹھکانا بنادیا ہے۔[2]
وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً: اور آسمان کو محفوظ چھت بنادیا جیسے کوئی قبہ بلند وبالا تمہارے اوپر بنالیا جائے۔

سب سے اچھی صورت انسان کی ہے

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اچھی صورت میں بنایا اور تمہیں اچھی شکلیں عطا کیں، تمہارے اعضاء میں خوبصورت تناسب رکھا اور تمہیں چوپایوں کی طرح اوندھا نہیں بنایا کہ تم چار ٹانگوں پر چلتے رہو۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان سے اچھی صورت والا کوئی حیوان نہیں بنایا۔[3] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں بنایا ہے۔ (سورۃ التین، آیت ۴)

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ: ......اور تمہیں انواع واقسام کی پاکیزہ آوازشعروالی کھانے پینے کی اشیاء عطا کیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: وہ ذات جوان افعال کی فاعل ہے اور جو اس طرح کی نعمتیں عطا کرنے والی ہے وہی ذات رب کہلانے کی مستحق ہے اور اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ: اللہ تعالیٰ بلند شان والا، بزرگی والا اور پاک ہے، ساری مخلوقات کا رب ہے، ربوبیت کے قابل صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ: صرف ایک اسی اللہ کی عبادت کرو، عبادت اور طاعت کو اس کے لیے خالص رکھو ظاہر ور باطن میں اور کہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: شکر وثنائے جمیل صرف اللہ کے لیے ہے جو کہ ساری مخلوقات کا مالک ہے، شکر وثناء ان بتوں اور خداؤں کے لیے نہیں جو کسی چیز کے مالک نہیں، جب اللہ تعالیٰ نے صفات جلال وعظمت بیان کیں تو اس کے بعد غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہے اور فرمایا:
قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اے محمد کہہ دیجیے: میرے عظیم وجلال رب نے مجھے ان خداؤں کی عبادت سے منع کیا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنی قوم کو اسی زجر وڈانٹ کے ساتھ مخاطب کریں چوں کہ وہ دلائل عقلیہ ونقلیہ کے بعد بھی غیر اللہ کی عبادت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔[4] لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ: جب اللہ تعالیٰ کے پاس سے واضح نشانیاں اور معجزات میرے پاس آگئے جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بینات یعنی واضح دلیل یہ ہے کہ الٰہ عالم کا صفات جلال وصفات عظمت کے ساتھ متصف ہونا ثابت ہے اور صراحت عقل اس بات کی شاہد ہے کہ یہ عبادت صرف اسی معبود والہ کے لائق ہے جو صفات جلال وصفات عظمت کے ساتھ متصف ہو۔ تراشے ہوئے بتوں اور معماری سے جوڑی ہوئی لکڑیوں کو معبودیت میں شریک ٹھہرانا بدبت عقل سے مردود ہے۔[5] وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کے آگے جھکوں اور اپنا دین اسی کے لیے خالص رکھوں اور اپنے آپ کو غیر اللہ کی عبادت سے پاک رکھوں۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا
اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۶۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى ع ۸ ۱۲

[1] حاشیۃ الصاوی ۴/۱۳ [2] التفسیر الکبیر ۲۷/۷۴ [3] الکشاف ۴/۱۴۷ [4] حاشیۃ الصاوی ۴/۱۳ [5] التفسیر الکبیر ۲۷/۸۵

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ
يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ
نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا
كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٧٨﴾ ع ٨/١٠/١٢
اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا
حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَي الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ڰ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ
وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا
بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ ع ٩/٧/١٢

ترجمہ: ...... اللہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا، پھر تمہیں اس حالت میں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو، پھر تا کہ تم اپنی طاقت کو پہنچ جاؤ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے اور تا کہ تم اجل مسمّٰی کو پہنچ جاؤ اور تا کہ تم سمجھ حاصل کرو۔﴿٦٧﴾ اللہ وہی ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی حکم کا فیصلہ فرماتا ہے تو یہی فرما دیتا ہے کہ ہو جا لہٰذا وہ ہو جاتا ہے۔﴿٦٨﴾ اے مخاطب! کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہیں۔﴿٦٩﴾ وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو جھٹلایا جس کو ہم نے رسولوں کے واسطہ سے بھیجا، سو عنقریب وہ لوگ جان لیں گے۔﴿٧٠﴾ جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی وہ گھسیٹے جائیں گے۔﴿٧١﴾ گرم پانی میں پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔﴿٧٢﴾ پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود غیر اللہ کہاں گئے جنہیں تم شریک بناتے تھے؟﴿٧٣﴾ وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کی عبادت کرتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو گمراہ فرماتا ہے۔﴿٧٤﴾ یہ اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم اکڑ مکڑ کرتے تھے۔﴿٧٥﴾ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اس میں ہمیشہ رہو گے، سو بُرا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔﴿٧٦﴾ سو آپ صبر کیجیے بے شک اللہ کا وعدہ

حق ہے سو اگر ہم آپ کو اس میں سے بعض چیزیں دکھا دیں جس کے بارے میں ہم نے انہیں پہلے سے بتا دیا ہے یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری ہی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔﴿۷۷﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان کر دیا اور ان میں بعض ایسے ہیں جن کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور کسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے، پھر جب اللہ کا حکم آ جائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل والے خسارہ میں رہ جائیں گے۔﴿۷۸﴾ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو، اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو۔﴿۷۹﴾ اور تمہارے لیے ان میں منافع ہیں، اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت پر پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر لدے ہوئے پھرتے ہو۔﴿۸۰﴾ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔﴿۸۱﴾ کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو وہ دیکھ لیتے کیا انجام ہوا۔ ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ تھے اور ان سے قوت میں بھی سخت تھے اور زمین میں بھی ان کی نشانیاں بہت ہیں، سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔﴿۸۲﴾ سو جب ان کے پاس ہمارے رسول دلیلیں لے کر آئے تو جو علم ان کے پاس تھا اس کی وجہ سے بڑے اترائے اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا مذاق بنایا کرتے تھے۔﴿۸۳﴾ سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایمان لائے اللہ پر جو تنہا ہے، اور ہم جن چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہیں۔﴿۸۴﴾ سو ان کے ایمان نے ان کو کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے اور اس موقع پر کفر کرنے والے خسارہ میں رہ گئے۔﴿۸۵﴾

ربط و تعارف: ...... آیات کریمہ میں قدرت و وحدانیت کے دلائل مسلسل بیان کیے جا رہے ہیں، تا ہم آفاق میں دلائل قدرت بیان کرنے کے بعد دلائل انفسی بیان کیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد قیامت کے دن مشرکین کے احوال کا ذکر ہے۔ سورۂ کریمہ کا اہل کفر کی تہدید و وعید کے ساتھ اختتام ہوا ہے۔

لغات: اَلْاَغْلٰلُ: ...... طوق، وہ زنجیر جو ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ دے۔ اَلْحَمِیْمِ: گرم، کھولتا ہوا پانی۔ یُسْجَرُوْنَ: ان کے ذریعے آگ جلائی جائے گی۔ سجر التنور: تنور جلا دیا۔ تَمْرَحُوْنَ: تم اتراتے ہو۔ مَثْوٰی: ٹھکانا، ٹھہرنے کی جگہ۔ خَلَتْ: گزر گئی۔

انسان کی اصلیت اور تخلیق انسانی کے مراحل

تفسیر: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ: ...... یہ تخلیق انسان کے مختلف مراحل کا ذکر ہے یعنی اے انسان! اللہ عزوجل نے محض اپنی قدرت سے تمہیں عدم سے وجود میں لایا، چنانچہ تمہاری اصل آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ان کی اولاد کو نطفہ سے پیدا کیا اور پھر جمے ہوئے خون سے ان مراحل کے آخر تک۔ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا: پھر جب جنین ماں کے پیٹ سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ ایک بچہ بن جاتا ہے۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ: پھر تم قوت و عقل میں اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہو اور یہ چالیس سال کی عمر ہوتی ہے۔ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا: پھر تم بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہو۔ امام فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کی عمر کو تین مرحلوں میں ترتیب دیا ہے۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا، یہ ترتیب عقل کے مطابق ہے، چنانچہ انسان اول عمر میں نشو و نما میں ہوتا ہے اسے بچپن کہا جاتا ہے۔ یہاں تک وہ کمال نشو و نما کو پہنچ جاتا ہے اور جسمانی اعتبار سے ضعف محسوس نہیں کرتا، اسے جوانی کہا جاتا ہے۔ پھر یہاں سے انسان کی رجعت شروع ہو جاتی ہے اور انسان میں ناتوانی اور نقص آ جاتا ہے اور یہ بڑھاپے اور شیخوخت کا مرحلہ ہے۔[1] وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ: تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو عالم دنیا میں آنے سے پہلے ہی موت کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ اس مردہ کو سقط کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ نا تمام بچہ جو وقت سے پہلے ہی مردہ حالت میں پیدا ہو جائے۔

مجاہد کہتے ہیں: یعنی سن شیخوخہ سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں۔ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى: اور اس لیے تا کہ تم ایک ایسے زمانہ تک پہنچو جو ہر شخص کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے۔ وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: اور یہ اس لیے تا کہ تم اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کو سمجھو اور ایمان لے آؤ کہ اللہ تعالیٰ واحد احد ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی ۲۷/۸۵

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ: ...... اللہ تعالیٰ زندہ کرنے پر اور مارنے پر قادر ہے۔فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ: اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کسی تھکاوٹ اور مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، بلکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو فوراً وجود دے دیتا ہے، اس میں تاخیر نہیں ہوتی۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کمال قدرت کی تمثیل ہے اور کسی چیز کو وجود بخشنے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔[1]

اللہ کی آیات میں جھگڑنے والے اور ان کا انجام

اس کے بعد موضوع کلام اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑنے والوں کی مذمت کی طرف لوٹ آیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ: استفہام برائے تعجب ہے۔یعنی اے سامع! تم اللہ تعالیٰ کی آیات میں ان جھگڑنے والوں کی حالت پر تعجب نہیں کرتے، ان کی عقلیں ہدایت سے گمراہی کی طرف کیسے پھیر دی گئی ہیں۔ان مجادلین کی وضاحت یوں فرمائی: اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن عظیم، آسمانی کتابوں اور شرائع کی تکذیب کی ہے۔فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ: عنقریب تکذیب کا انجام جان لیں گے۔اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ: یعنی جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور ان کے ہاتھ طوقوں اور زنجیروں کے ذریعے گردنوں سے باندھ دیے جائیں گے۔یُسْحَبُوْنَ ۝ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ: ان بیڑیوں کے ذریعے انہیں دوزخ کی آگ سے کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا پھر انہیں دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ زنجیر اور بیڑیاں طوقوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہوں گی اور یہ زنجیریں زبانیہ (دوزخ کے سپاہی فرشتے) کے ہاتھوں میں ہوں گی وہ انہیں منہ کے بل دوزخ کے کھولتے اور ابلتے ہوئے پانی کی طرف بسا اوقات کھینچیں گے اور بسا اوقات جحیم کی طرف کھینچیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۝ وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگا رہے ہوں گے۔(سورہ رحمٰن، آیت ۴۴)[2] ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: پھر بطور توبیخ ان سے کہا جائے گا: وہ دیوتے اور بت کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہراتے تھے۔

مشرکین کا اقرار وانکار

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا: ...... وہ کہیں گے: ہماری آنکھوں سے کہیں اوجھل ہو گئے، ہم انہیں دیکھ نہیں پا رہے اور نہ ہی ہم ان سے سفارش کے طلب گار ہیں۔بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا: بلکہ ہم تو کسی چیز کی اس سے پہلے عبادت نہیں کرتے تھے۔ مفسرین کہتے ہیں: کفار بتوں کی عبادت کا انکار کریں گے وہ ایسا اپنی اضطرابی کیفیت کی وجہ سے کریں گے۔كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ: جس طرح ان مکذبین کو گمراہ کیا ہے اسی طرح ہر کافر کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے۔ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ: یہ عذاب ان لایعنی اعمال کی وجہ سے ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے یعنی معصیت پر اظہار سرور، کثرت مال پر تفاخر اور محرمات پر دولت خرچ کرنا۔وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ: اور تمہارے اترانے اور فخر کرنے کے بسبب تمہیں عذاب ہو رہا ہے۔صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگرچہ یہ کفار کی مذمت میں آیات وارد ہوئی ہیں لیکن عموم مضمون کے پیش نظر ان کے ذیل میں ہر وہ شخص آیا ہے جو معصیت اللہ میں توسیع کرے اور لایعنی امور پر اترائے اور فخر کرے۔ اس وعید میں اس کا بھی حصہ ہے۔[3] اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا: جہنم کے سات دروازوں سے داخل ہو جاؤ، جو تمہارے لیے تقسیم کر دیے گئے ہیں اور تم ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہو گے۔فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ: دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا متکبرانہ انکار کرنے والوں کے لیے بہت بری سکونت ہے چوں کہ وہ ایمان وتوحید کے دلائل سے انکار کرنے والے ہیں۔ آیت میں مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ: کہا ہے مُدْخَلُ الْمُتَكَبِّرِیْنَ: نہیں کہا چوں کہ دخول کا عمل جز وقتی ہوتا ہے جب کہ ٹھہرنے کا عمل تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اگرچہ نظم کلام مدخل کا مقتضی ہے لیکن خاص بالزم، دائمی قیام ہے نہ کہ دخول۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۴ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۵۱ [3] حاشیۃ الصاوی ۴/ ۱۴

اے محمد! صبر کیجیے، اللہ کا وعدہ سچا ہے

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ: ...... یعنی اے محمد! قوم کی تکذیب پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو عذاب دینے کا جو وعدہ کر رکھا ہے لامحالہ وہ پورا ہو کر رہے ہے۔ صاوی لکھتے ہیں: آیت کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اور دشمن پر فتح و نصرت کا وعدہ ہے۔ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِيۡ نَعِدُهُمۡ: اگر ہم آپ کو وہ عذاب جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جواب شرط محذوف ہے اور تقدیری عبارت یہ ہے: ''فذلك هو المطلوب'' یا ''اولتقربه عينك'' یعنی یہی تو مطلوب ہے یا اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ: یا ہم اے محمد! کفار پر نزول عذاب سے پہلے آپ کو وفات دے دیں تو انہوں نے قیامت کے دن ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم ان سے سخت سے سخت انتقام لیں گے۔ اس کے بعد پیغمبروں کی خبریں ذکر کی گئی ہیں تاکہ رسول کریم ﷺ کو تسلی ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ: اے محمد! اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے کثیر پیغمبروں کو بھیجا ہے اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی پھر ان کی اقوام نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا اور ان کی تکذیب کی، لیکن انبیا ڈٹے رہے۔ آپ بھی صبر و استقامت میں ان کے نقش قدم پر رہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں کی مشکلات و مصائب کی طرف اشارہ کر کے رسول مقبول ﷺ کو تسلی دی ہے۔ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ: یعنی ان پیغمبروں میں سے بعض ایسے ہیں جن کے بارے میں آپ کو خبر کی ہے اور ان کے قصے آپ کو سنائے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے بارے میں آپ کو خبر نہیں دی اور ان کے قصے آپ کو نہیں سنائے۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ: کسی پیغمبر کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی کسی پیغمبر کے لیے درست ہے کہ وہ اپنی قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے کر آئے۔ یہ قریش پر رد ہے چوں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہمارے لیے صفا پہاڑی کو سونے کی بنا دو۔ اس کے علاوہ اور بہت سارے معجزات کی پیش کش کرتے تھے۔ فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالۡحَقِّ: جب ان کے عذاب کا مقررہ وقت آ جائے گا اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ: اس وقت یہ معاندین جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور ضد و عناد کی بنا پر معجزات کی تجاویز دیتے ہیں خسارے میں ہوں گے۔

اللہ کی نعمتیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَنۡعَامَ: وہ اللہ جو خدائی کا سزاوار ہے اسی نے تمہارے لیے چوپایوں کو مسخر کر دیا ہے، اونٹ، گائے، بھیڑ بکریاں تمہارے کام میں لگا دیے ہیں۔ ان سب کو تمہارے لیے اور تمہاری بھلائی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لِتَرۡكَبُوۡا مِنۡهَا وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ: تاکہ تم ان میں سے بعض جانوروں پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کے گوشت کھاؤ اور دودھ پیو۔ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ: اُن چوپایوں میں تمہارے لیے بہت سارے منافع ہیں۔ ان کے بال، اون، دودھ، مکھن، پنیر، گھی وغیرہ بہت ساری منافع کی چیزیں ہیں، جو انہی جانوروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ وَلِتَبۡلُغُوۡا عَلَيۡهَا حَاجَةً فِيۡ صُدُوۡرِكُمۡ: بوجھ لاد کر دور دراز کے اسفار پر جاتے ہو۔ وَعَلَيۡهَا وَعَلَى الۡفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ: یعنی ان اونٹوں پر سوار ہو کر خشکی کا سفر کرتے ہو اور کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کا سفر کرتے ہو۔ اونٹ اور کشتی کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے چوں کہ ان دونوں میں بہت ساری مناسبت پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اونٹ کو صحرائی جہاز کہا جاتا ہے۔ وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی وحدانیت پر آفاق انفس میں دلائل اور براہین اور حجج دکھاتا ہے۔ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنۡكِرُوۡنَ: کفار کے لیے توبیخ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر آیات و دلائل واضح ہیں اس کے باوجود تم توحید کا انکار کر رہے ہو۔ بھلا ان واضح نشانیوں میں سے کس نشانی کا تم انکار کرو گے؟ چوں کہ یہ دلائل واضح اور ظاہر ہونے کی وجہ سے انکار نہیں قبول کرتے۔ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِي الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ: استفہام انکاری ہے، یعنی یہ مشرکین زمین کے اطراف و اکناف میں سفر نہیں کرتے تاکہ انہیں سرکش متکبر کفار کے انجام کا علم ہو، اور پہلی امتوں کے آثار دیکھیں اور

ان سے عبرت حاصل کریں۔اور دیکھیں ان پر کفر وضلالت کے بسبب کون ساعذاب اور تباہی نازل ہوئی۔
كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ: ......وہ لوگ اہل مکہ سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں بھی ان سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھے، ان کے آثار، ان کی عمارات، محلات اور رہنے کی بڑی بڑی جگہیں ہنوز باقی ہیں۔فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: انہوں نے رہنے بسنے کے لیے جو عمارتیں بنا رکھی تھیں اور جو مال و دولت کما رکھی تھی کسی چیز نے بھی ان کو نفع نہیں پہنچایا اور نہ ہی ان سے عذاب کی کوئی چیز دور کر سکی۔فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ: جب ان کے پاس پیغمبر کھلے معجزات لے کر آئے۔فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ: تو کفار کے پاس جو دنیوی علمت ھا جو نور ہدایت اور نور وحی سے خالی تھا وہ اس پر اترانے لگے اور اس علم سے دھوکا کھا گئے۔وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: ان کے کفر کا بدلہ اور پیغمبروں اور آیات کی استہزا کا بدلہ اور جزا ان پر نازل ہوگئی یعنی عذاب۔

حالت یاس کا ایمان معتبر نہیں

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ: ......جب انہوں نے عذاب کی شدت دیکھیں اور عذاب کی ہولناکیاں اور شدائد دیکھے تو کہنے لگے ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائے۔وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ: ہم نے ان بتوں اور دیوتاؤں کا انکار کیا جنہیں ہم عبادت میں اللہ کے شریک ٹھہراتے تھے۔فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا: اس وقت انہیں ایمان کوئی نفع نہیں پہنچائے گا جب وہ عذاب کو دیکھ رہے ہوں چوں کہ یہ مجبوری اور لاچاری کا ایمان ہے۔سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں یہ سنت جاری کر دی ہے کہ عذاب کے سامنے دیکھتے ہوئے قبول ایمان نفع بخش نہیں ہوتا۔وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ: اس موقع پر کفار خسارے میں جا پڑے چوں کہ وہ توحید کا انکار کر گئے۔

بلاغت: ......سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ، اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا، صَادِقًا ... كَاذِبًا، غُدُوًّا وَّعَشِيًّا، يُحْيٖ وَيُمِيْتُ، الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ان سب میں طباق ہے۔ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا میں صنعت مقابلہ ہے، چنانچہ توحید اور شرک میں مقابلہ ہے، کفر اور ایمان میں مقابلہ ہے۔اسی طرح يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ میں بھی مقابلہ ہے اور محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا: میں مجاز مرسل ہے۔رزق کا اطلاق کیا ہے اور مراد بارش ہے چوں کہ تمام ارزاق کے لیے بارش سبب ہے، گویا مسبب بول کر سبب مراد لیا ہے۔وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ: میں استعارہ لطیفہ ہے۔اعمیٰ کافر کے لیے استعارہ ہے اور بصیر مؤمن کے لیے۔وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا: میں مجاز عقلی ہے چوں کہ شی کی اسناد اس کے زمانے کی طرف کی گئی ہے اس لیے کہ دن ابصار (دکھائی دینے) کا زمانہ ہے۔يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ: میں کنایہ ہے۔الرُّوْحَ: کنایہ ہے وحی سے چوں کہ وحی روح کی مانند ہے۔كَذَّابٌ، جَبَّارٌ، سَمِيْعٌ، بَصِيْرٌ، عَلِيْمٌ: الخ یہ سب مبالغہ کے صیغے ہیں۔تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ: میں تجنیس ناقص ہے۔اسی طرح صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ: میں بھی تجنیس ناقص ہے۔اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ: میں تاکید ہے اِن اور لام کے ساتھ۔مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: میں حصر ہے۔اَرْسَلْنَا رُسُلًا میں تجنیس اشتقاق ہے۔مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ: میں طباق سلب ہے۔

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ ...الخ

میں آیات کے آخری سروں میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت اور موافقت ہے۔یقیناً یہ انداز کلام دلوں کو مول لیتا ہے اور اعجاز قرآن کھل کر سامنے آتا ہے۔گویا الفاظ نہیں موتی ہیں جو خوبصورت لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

الحمدللہ آج بتاریخ ۵ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۳ جون ۲۰۱۵ء بروز منگل قبل از مغرب سورۂ غافر کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ذریعہ نجات بنائے اور بقیہ اجزا کی تفسیر کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سورہ حٰمٓ السَّجْدَۃِ

تعارف: ......سورۂ فصلت مکیہ ہے اور سورۂ غافر کے بعد ہوئی۔ اس سورۂ مبارکہ میں بھی عقائد اسلامیہ کو بیان کیا گیا ہے، یعنی توحید، رسالت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا۔ یہی عقائد مکی سورتوں کا اساسی ہدف ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قرآن مجید کے متعلق بات کی گئی ہے چنانچہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اس میں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی صدق رسالت پر دلائل و براہین ہیں۔ یہ کتاب حضور نبی کریم ﷺ کا دائمی معجزہ ہے۔

سورۂ مبارکہ میں وحی اور رسالت کے اثبات پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ بشر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا ہے اور نبوت عطا کر کے آپ کو اللہ تعالیٰ نے عزت و شرف بخشا ہے۔ ساری مخلوق میں خاتم الانبیا کے منصب جلیلہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب کیا ہے، تاکہ آپ داعی الی اللہ بن جائیں اور دین مستقیم کی طرف راستہ دکھانے والے بن جائیں۔

سورۂ مبارکہ میں خلق اول کی ابتدائے حیات کا منظر بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، لامحالہ ان کا پیدا کرنا غیر معمولی امر ہے جو کہ اعتراض کرنے والوں کی نظروں کو اللہ کی آیات سے نظر و فکر اور تدبر کی طرف موڑ دیتا ہے لیکن کفر کی تاریکیاں کفار اور ایمان کے درمیان حائل ہو جاتی ہیں جب کہ ساری کی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی عظمت کے نغمے گاتی ہے اور اس کی وحدانیت کی شاہد عدل ہے۔

سورۂ مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت اور ان کی جائے ہلاکت کا بھی ذکر ہوا ہے، اس ضمن میں قوت و سرکشی میں بے مثال اقوام کی مثالیں بیان کی گئی ہیں، جیسے قوم عاد جو کہ اپنی جرأت و جبروت و طاقت میں یہاں تک کہہ گزری مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً: قوت و طاقت میں ہم سے بڑھ کر کون ہے؟ چنانچہ ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہوا ہے۔ اس کے بعد قوم ثمود اور اس کی تباہی کا ذکر ہوا۔

کفار مجرمین کے بعد مؤمنین متقین کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے، چنانچہ مؤمنین ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں امن و امان کی زندگی عطا کر کے ان کا خاص اکرام کیا اور وہ جنت میں انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ عیش کی زندگی بسر کریں گے۔

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں کائنات میں پھیلی نشانیوں کے موضوع پر بھی گفتگو کی گئی ہے چنانچہ یہ نشانیاں وسیع کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں اور دعوت نظارہ دیتی ہیں، جب کہ کائنات ایسی بے شمار عجائب سے بھری پڑی ہے، لیکن کفر ملحدین ہیں جو تمام تر نشانیوں سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں بشریت سے اللہ تعالیٰ کے ایک وعدہ کا ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس کائنات کے بعض اسرار پر آگاہ کرے گا، تاکہ انسان ان اسرار کے ذریعہ قرآن عظیم کی دی ہوئی خبر کی سچائی پر استدلال کر سکیں وہ یہ کہ:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؀

وجہ تسمیہ: ......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ فصلت" ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں آیات کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور اپنی قدرت وحدانیت پر دلائل کی وضاحت کر دی ہے۔ نیز اپنے وجود و عظمت پر براہین قاطعہ قائم کر دیے ہیں۔

(سورۂ مبارکہ کا دوسرا نام "سورۂ حم سجدہ" ہے چوں کہ یہ سورۂ مبارکہ "سور حوامیم" کے مجموعے کا حصہ ہے اور سورۂ مبارکہ کی ابتدا حم سے ہوئی اور اس میں سجدۂ تلاوت بھی ہے۔ اسی مناسبت سے اسے حم سجدہ کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم)

آیاتھا ۵۴ (۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَدَنِيَّةٌ (۶۱) رُكُوْعَاتُهَا ۶

حٰمٓ (۱) تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۲) كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۳) بَشِيْرًا
وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (۴) وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ
الثلثة اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (۵) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى
اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (۶) الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ
ع ۱۵ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (۷) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۸)
قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۗ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۹)
وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۗ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (۱۰)
ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَآ اَتَيْنَا
طَآئِعِيْنَ (۱۱) فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۗ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا
بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۗ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۱۲) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ
صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (۱۳) اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۗ
قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۱۴) فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۗ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ
قُوَّةً ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (۱۵) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۶) وَاَمَّا ثَمُوْدُ
فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۷)
ع ۲/۱۶ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (۱۸)

ترجمہ: ......حٰمٓ (۱) یہ کلام ہے نازل کیا گیا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے۔ (۲) یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل طریقہ پر بیان کی گئی ہیں یعنی یہ قرآن ہے جو عربی ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ (۳) بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، سو اُن میں سے اکثر لوگوں نے اعراض کیا، سو وہ لوگ نہیں سنتے۔ (۴) اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف سے ہمیں بلاتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، سو تم کام کیے جاؤ بے شک ہم کام کرنے والے ہیں۔ (۵) آپ فرما دیجیے میں تو تمہارا ہی جیسا بشر ہوں

میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے لہٰذا تم ٹھیک طریقہ پر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے استغفار کرو، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو شرک کرنے والے ہیں۔ ⑥ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ ⑦ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ⑧ آپ فرما دیجیے کیا تم ایسی ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اس کے لیے شریک تجویز کرتے ہو، وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ ⑨ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنا دیے جو اس کے اوپر موجود ہیں اور اس نے زمین میں برکت دی، اور اس نے زمین میں اس کی غذائیں مقرر کر دیں چار دن میں، یہ پورے ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔ ⑩ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اس حال میں کہ وہ دھواں تھا، سو اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہیں۔ ⑪ سو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دے دی اور حفاظت کی چیز بنا دی، یہ تقدیر ہے عزیز کی، علیم کی۔ ⑫ پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجیے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی۔ ⑬ جب کہ ان کے پاس ان کے آگے سے اور پیچھے سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے نازل فرما دیتا، سو بلاشبہ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ ⑭ پھر وہ لوگ جو عاد والے تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس ذات نے انہیں پیدا فرمایا وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔ ⑮ سو ہم نے ان کے اوپر منحوس دنوں میں تیز ہوا بھیج دی تاکہ ہم انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں، اور یہ بات واقعی ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر رسوائی والا ہے اور ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ ⑯ اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انہیں ہدایت دی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انہیں عذاب کی آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا ان کی بد کرداریوں کی وجہ سے۔ ⑰ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور ڈرا کرتے تھے۔ ⑱

لغات: فُصِّلَتْ:...... اس کی تفصیل و وضاحت کی گئی ہے۔ اَكِنَّةٍ: کنان کی جمع ہے بمعنی پردہ۔ وَقْرٌ: ڈاٹ، کارک جس سے کسی چیز کو بند کر دیا جاتا ہے۔ یہاں ایسا ثقل مراد ہے جو کلام کی شنوائی سے روک دے۔ مَمْنُوْنٍ: مقطوع، کٹی ہوئی چیز، منَنت الحبل: یعنی میں نے رسی کاٹ دی سے ماخوذ ہے۔ شاعر کہتا ہے:

انی لعمرك ما بابي بذی غلق   علی الصديق ولا خيری بممنون

تیری عمر کی قسم میں مقام ذی غلق میں اپنے باپ کے پاس کسی دوست کے ساتھ نہیں تھا اور جو چیز ٹکڑے کر دی جائے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔

صَرْصَرًا:...... تند و تیز ٹھنڈی ہوا والی آندھی جس میں طوفان اور گرج و چمک ہو۔ نَّحِسَاتٍ: نحوست، سعادت کا متضاد ہے۔ شاعر کہتا ہے:

سواءٌ عليه أی حين أتيتُهٗ   أساعة نحس تتقى ام بأسعد

میں جب بھی اس کے پاس آؤں اس کے لیے برابر ہے، خواہ منحوس گھڑی ہو جس سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ مبارک گھڑی ہو۔

اَخْزٰی:...... سخت ذلیل و رسوا۔ الْهُوْنِ: اہانت، ذلت۔

تفسیر: حٰمٓ:...... حروف مقطعات ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کر رہے ہیں۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: یعنی یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو سب پر مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس نے انسانوں پر رحم کرنے کی غرض سے قرآن نازل کیا ہے۔ آیت میں "الرَّحْمٰنِ اور الرَّحِيْمِ" کو خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نزول قرآن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، بلاشک قرآن مجید قیامت تک باقی رہنے والی نعمت ہے۔ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ: ایسی کتاب ہے جس میں دینی اور دنیوی مصالح جمع ہیں، اس کے معانی بیان کیے گئے ہیں، اور احکام کی وضاحت کی گئی ہے۔ قصص، امثال، مواعظ اور احکام کے ذریعے، یہ کتاب بیان و کمال میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا: اس حال میں کہ یہ قرآن ہے عربی زبان میں، صاف واضح ہے جو کہ عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ: اس قوم کے لیے جو اس کی آیات اور دلائل اعجاز کی تفصیل کو سمجھتی ہے، بلاشبہ یہ کتاب بلاغت کے اعلیٰ مقام پر ہے، اس کے رموز و اسرار کا ذائقہ وہی چکھ سکتا

ہے جو زبان عربی کا عالم ہو۔ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ مؤمنین کو جنت کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اور کفار کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والی ہے۔ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ؕ اکثر مشرکین اس کتاب کی آیات میں غور وفکر کرنے سے روگردانی کرتے ہیں جب کہ یہ کتاب ان کی اپنی زبان میں نازل ہوئی ہے، یہ لوگ غور وفکر کی نیت سے قرآن نہیں سنتے۔

کفارِ مکہ کا قرآن سے اعراض

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ اس قوم کے اکثر لوگوں نے اعراض کر دیا ہے باوجود یہ کہ وہ اہل علم ہیں، لیکن وہ نظر تام سے نہیں دیکھتے بلکہ اعراض کر گئے ہیں، چنانچہ وہ اس اعراض کی وجہ سے براہین ودلائل پر غور نہیں کر پاتے۔ [1] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ سورۂ مبارکہ قریش کی توبیخ میں نازل ہوئی ہے چوں کہ وہ اعجاز قرآن پر غور نہیں کرتے اور قرآن کو اس نیت سے نہیں سنتے کہ ان کا سننا نفع بخش ثابت ہو۔ [2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی اور گمراہی کی خبر دی ہے۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مشرکین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں جب آپ انہیں ایمان کی دعوت دیتے ہیں: ہمارے دلوں پر دبیز (موٹے) پردے پڑے ہیں جس توحید اور ایمان کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو وہ ہمارے دلوں تک نہیں پہنچنے پاتا۔ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ: ہمارے کانوں میں ٹینٹ اور بہرہ پن ہے جو تمہاری بات ہمیں سننے نہیں دے رہا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین نے اپنے کانوں کو ایسے کانوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جن میں ٹینٹ پڑی ہو اور وہ بہرے ہوں چوں کہ وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں اور نہ ہی حق کو سننے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ [3] وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ؕ اے محمد! ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ رکاوٹ بنا ہوا ہے جو تمہاری بات کو ہمارے پاس نہیں آنے دیتا، ہم تمہاری اتباع سے معذرت کرتے ہیں چوں کہ ہمارے درمیان مانع موجود ہے۔ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ: یعنی تم اپنے طریقے پر عمل کرو ہم اپنے طریقے پر کرتے ہیں۔ تم اپنے دین پر ڈٹے رہو ہم اپنے دین پر ڈٹے رہیں گے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: میں تو صرف تم جیسا انسان ہوں۔ علاوہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت اور وحی کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے، میں تمہیں تمہارے خالق وموجد کی طرف بلاتا ہوں، جس کی وحدانیت پر عقلی ونقلی دلائل قائم ہو چکے ہیں میری تکذیب کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ: توحید وایمان پر استقامت دکھا کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اعمال میں اخلاص پیدا کرو اور اپنے سابقہ گناہوں کے لیے اس سے مغفرت طلب کرو۔ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ: ان مشرکین کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے جو خیر وبھلائی کے کام نہیں کرتے، صدقات نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مال خرچ کرتے ہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین کو بخل کا الزام دے کر جھنجھوڑا گیا ہے، یقیناً اس رزیلے سے اہل فضل نفرت کرتے ہیں، آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے پر بھی کفار کو عذاب ہوگا باوجود یہ کہ کفر پر عذاب تو ہوگا ہی۔ [4] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں زکوٰۃ سے مراد نفس کی زکوٰۃ ہے یعنی مشرکین اپنے نفوس کو شرک کی گندگی کو توحید کے پانی سے پاک نہیں کرتے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار نہیں کرتے۔ [5] وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ: وہ بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں اور حساب وجزا کی تکذیب کرتے ہیں۔ صاوی کہتے ہیں: آیت میں صرف زکوٰۃ کا ذکر ہوا ہے جب کہ اعمال تو اور بھی ہیں اور منع زکوٰۃ کو کفر کے ساتھ مقترن (ملایا) گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ مال حقیقت میں روح کا حقیقی بھائی ہے چنانچہ جب انسان مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کی قوت اور دین میں ثابت قدم رہنے پر دلیل بن جاتا ہے۔ [6] اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ: اوپر کفار کا حال اور ان کی وعید کا ذکر ہوا اب ان کے بالمقابل مؤمنین کے حال اور ان کے ساتھ کیے گئے وعدہ کا ذکر ہے۔ آیت کا معنی: جن لوگوں نے اللہ اور اس کی رسول کی تصدیق کی اور انہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کر لیا آخرت میں ان کے لیے اجر عظیم ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا بلکہ جنت کے دوام کے ساتھ وہ اجر بھی دائمی رہے گا۔

---

[1] البحر المحیط ۷ / ۴۸۳ [2] تفسیر القرطبی ۱۵ / ۳۳۷ [3] حاشیۃ الصاوی ۴ / ۱۷ [4] تفسیر القرطبی ۱۵ / ۳۴۰ [5] یہ قول ابن کثیر نے ذکر کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یہ مرجوح قول ہے اول قول راجح ہے اور وہی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول ہے۔ [6] الصاوی ۴ / ۱۷

دلائل قدرت و وحدانیت باری تعالیٰ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت پر دلائل ذکر کیے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ: استفہام برائے توبیخ و تعجب ہے، یعنی تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کرتے ہو حالاں کہ وہ معبود حقیقی اور بلند رتبے والا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، اس نے زمین دنوں میں پیدا کی ہے۔ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا: تم نے اللہ کے ساتھ شرکا ٹھہرا دیے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ: یہی ہے خالق و مبدع اور وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ بھلا حقیر و ناپاک بتوں کو الٰہیت اور معبودیت میں رب تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ صاوی کہتے ہیں: اَئِنَّكُمْ: میں استعمال برائے انکار و تشنیع ہے اور معنی: تم جانتے ہو کہ عالم بالا و عالم اسفل میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے پھر تم اس کا شریک کیوں ٹھہراتے ہو۔[1] وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا: اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے تا کہ زمین انسانوں کو لے کر ڈگمگا نہ جائے۔ وَبٰرَكَ فِيْهَا: اور زمین میں خیر و برکت رکھ دی چنانچہ پانی کے چشمے جاری کر دیے، کھیتیاں اگا دیں اور دودھ جاری کر دیا وغیر ذالك۔ وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا: اہل زمین کے لیے زمین میں روزیاں مقرر کر دیں اور ان کے لیے معاش کا انتظام کر دیا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زمین میں نہریں، درخت اور چوپائے پیدا کیے۔[2] فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ: یعنی پورے چار دنوں میں۔ جو لوگ خلق ارض کے متعلق سوال کریں ان کے لیے جواب چار دن میں پورے کے پورے، ان میں نہ کمی ہے نہ بیشی۔ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ: یعنی آسمان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا، اور اسے ٹھیک و درست بنانا چاہا درآں حالیکہ آسمان دھواں ہی دھواں تھا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دھویں سے مراد پانی کی بخارات ہیں جو اوپر فضا میں بلند ہوتے گئے۔ جب اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو بخارات بنتے گئے۔[3] فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا: میرا حکم مانو خواہ خوشی سے یا زبردستی۔ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ: یعنی آسمانوں اور زمین نے کہا ہم تیرا حکم بخوشی بجالاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو حکم

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بطور تمثیل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بنانا چاہا تو ان کا بنانا اللہ تعالیٰ کے لیے ممتنع نہیں تھا یعنی اللہ تعالیٰ انہیں آسانی سے بنا سکتا تھا، یہ دونوں اس بارے میں فرمانبردار مامور کے بمنزلہ تھے کہ جب اسے کسی امر کا حکم ملتا ہے وہ فوراً بجالاتا ہے۔[4] اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کے منظر کشی کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدورات میں اپنی قدرت کے آثار دکھا دیے جب کہ یہاں کوئی خطاب اور جواب نہیں تھا۔ جیسے کوئی کہنے والا کہتا ہے: دیوار نے مسمار کرنے والے سے کہا: تو مجھے کیوں توڑ رہا ہے؟ کہا: اس سے پوچھ جو مجھے کوٹ دیا ہے۔[5] (یعنی دیوار سے سوال و جواب ہو رہے ہیں فی الواقع دیوار میں سوال و جواب کی استعداد نہیں، لیکن زبان حال سے سوال جواب ہو رہا ہے۔) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کہا: تو اپنے سورج، چاند اور ستاروں کو طلوع کر دے اور زمین سے کہا: تو اپنے اوپر دریا بہا دے درخت اور پھل نکال دے۔ تم دونوں بخوشی ایسا کر گزرو یا زبردستی (بہر حال تم نے ایسا کرنا ہے) آسمان و زمین بولے: ہم دونوں تیرا حکم بخوشی بجالاتے ہیں۔[6] ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تفسیر مختار قرار دی ہے۔ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ: دونوں کے مقرر وقت میں سات آسمان بنا دیے یوں آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دنوں میں مکمل ہوئی، اللہ اگر چاہے پل جھپکنے میں آسمانوں اور زمین کو بنا ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ کو انسانوں کو بردباری اور حلم کی تعلیم دینا مقصود تھا۔ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا: اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں جو چاہا حکم بھیج دیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں ضرورت کا سامان مرتب کر دیا، یعنی فرشتے اور دیگر اشیاء جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا: ہم نے تمہارے قریب والے اسمان کو چمکتے ستاروں کے ساتھ زینت بخشی اور اسے محفوظ بنا دیا تا کہ ملاء اعلیٰ کی باتیں شیاطین نہ سننے پائیں۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ: یہ تخلیق او ابداع و ایجاد محض اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جو کہ اپنی بادشاہت میں غالب ہے

---

[1] الصاوی ۴ / ۱۸ [2] الکشاف ۴ / ۱۴۷ [3] مختصر ابن کثیر ۳ / ۲۵۷ [4] آیت کے مفہوم کو حقیقت پر محمول کرنے پر کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو زبان دے دی ہوگی اور وہ اقرار بجالائے ہوں گے۔ [5] الکشاف ۴ / ۱۴۸ [6] القرطبی ۱۵ / ۳۴۳

اور اپنی مخلوق کی مصالح کو جاننے والا ہے۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ : اس بیان و وضاحت کے بعد اگر یہ لوگ ایمان سے اعراض کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں تمہیں دردناک اور ہلاکت خیز عذاب سے ڈراتا ہوں جیسی ہلاکت قوم عاد اور ثمود کی ہوئی۔[1] مضارع کو ماضی سے تعبیر کیا ہے گویا ایسا متحقق ہو چکا۔ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ : یعنی جب ان کے پاس پیغمبر آئے اور ہر طرف سے ان کے ہدایت پر آنے کی کوشش کی اور ان کو راہ راست پہ لانے کے لیے ہر طرح کا حربہ آزمالیا لیکن ان کی طرف سے سرکشی اور اعراض کے سوا کچھ نہ ملا۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ : یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کے عبادت مت کرو۔ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً : اگر ہمارا رب کسی پیغمبر کو بھیجنا چاہتا تو کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتا نہ کہ کسی انسان کو۔ فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ : ہم تو بس تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں ہم تمہاری اتباع نہیں کر سکتے چوں کہ تم تو ہمارے جیسے ہی انسان ہو۔ کفار کے قول بِمَآ اُرْسِلْتُمْ : میں تہکم اور تمسخر ہے۔ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ : یہ عاد اور ثمود پر نازل ہونے والے عذاب کی تفصیل ہے یعنی رہی بات قوم عاد کی سو انہوں نے بغاوت کی، سرکشی پر اتر آئے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے تکبر کیا، ہود علیہ السلام پر اپنی برتری ظاہر کی، حالاں کہ انہیں تعظیم و برتری کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً : اپنی قوت و طاقت سے دھوکا کھاتے ہوئے کہنے لگے: ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہے، ہم اپنے آپ سے عذاب کو دور رکھ سکتے ہیں اور ہمیں اپنی قوت پر ناز ہے۔ ابوسعود کہتے ہیں: قوم عاد کے لوگ لمبے اور مضبوط جسموں کے مالک تھے۔ ان کی قوت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ ان میں سے کوئی شخص پہاڑ سے چٹان اکھاڑنا چاہتا اسے فوراً ہاتھ سے اکھاڑ پھینکتا تھا۔[2] اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً : یہ ان کے مقابلہ میں جملہ معترضہ ہے جو تعجیب کے لیے لایا گیا ہے اور معنی: حقیقت میں وہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ عظمت و جلال والا ہے نے ہی انہیں پیدا کیا ہے اور ساری کائنات اسی کی پیدا کردہ ہے۔ وہ تو قوت و قدرت میں اُن سے عظیم تر ہے۔ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ : اور وہ ہمارے معجزات کا انکار کرتے تھے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ جانتے تھے کہ یہ دین حق ہے لیکن مودع کی طرح انکار کر دیے تھے جیسے مودع ودیعت کا انکار کر دیتا ہے۔[3] فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا : یعنی ہم نے قوم عاد پر تند و تیز، سخت ٹھنڈی آندھی بھیجی جس میں طوفان اور ڈراؤنی آوازیں بھی تھیں، جو کہ آواز اور ٹھنڈک کی شدت ہی سے ہلاک کر دیتی تھی۔ فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ : یعنی نحوست والے دنوں میں جن میں کسی طرح کی برکت نہیں تھی۔ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں رسوا کن عذاب چکھا دیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عَذَابَ الْخِزْيِ : ذلت و رسوائی کا عذاب، سبب اس کا یہ تھا کہ انہوں نے ایمان سے متکبرانہ انداز میں انکار کر دیا تھا، چنانچہ اسی تکبر کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت و رسوائی سے دوچار کیا۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ : جب کہ آخرت میں عذاب دنیا کے عذاب کی بنسبت بہت بڑا، بہت سخت، نہایت رسوا کن اور سخت اہانت آمیز ہوگا، ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو اس عذاب سے انہیں بچا سکے۔

قوم ثمود کا انجام

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى : ......رہی بات ثمود کی ہم نے ان کے سامنے ہدایت کا راستہ کھول کھول کر واضح کر دیا اور سعادت کی راستے پر ان کی راہنمائی کی لیکن انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی اور ایمان پر کفر کو فوقیت دی۔ فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ : تو انہیں ذلت و رسوائی کے عذاب کی کڑک نے آن لیا۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ : انہیں عذاب ملنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے جرم کیا، سرکشی پر ڈٹے رہے اور اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر کڑک اور چنگاڑ بھیجی جو کہ ذلت، رسوائی کا عذاب تھا چوں کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اللہ کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ : اور ہم نے صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مؤمنین کو نجات دی اور اس عذاب سے انہیں بچا لیا۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/۲۱ [2] تفسیر ابی السعود ۵/۲۱ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/۱۱۲

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ
وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا
اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ
يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ
يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ
فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ
ع ۱۷ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ
لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ
الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ
ع ۱۸ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ
قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا
السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ
بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا
لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا
السجدۃ ۱۱ فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدة

ترجمہ: ...... اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے۔﴿۱۹﴾ یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس آجائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔﴿۲۰﴾ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں

گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے بولنے والا بنا دیا، جس نے ہر چیز کو بولنے والا بنایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿۲۱﴾ اور تم اس وجہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور لیکن تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جنہیں تم کرتے ہو۔ ﴿۲۲﴾ اور تمہارا یہ گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا ہے اس نے تمہیں ہلاک کر دیا، سو تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ ﴿۲۳﴾ سو اگر صبر کریں تو آگ ٹھکانہ ہے ان کے لیے، اور اگر راضی کرنا چاہیں تو ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔ ﴿۲۴﴾ اور ہم نے ان کے لیے ساتھیوں کو مسلط کر دیا سو انہوں نے ان کے لیے ان چیزوں کو مزین کر دیا جو ان کے آگے اور پیچھے ہیں اور ان پر بات ثابت ہو گئی ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہیں، بے شک وہ خسارہ والے ہیں۔ ﴿۲۵﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس کے درمیان شور مچایا کرو شاید تم غالب رہو۔ ﴿۲۶﴾ سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے اور ضرور بالضرور انہیں برے کاموں کی سزا دے دیں گے جنہیں وہ کیا کرتے تھے۔ ﴿۲۷﴾ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی جو آگ ہے، ان کے لیے اس میں ہمیشہ کا رہنا ہے اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ ﴿۲۸﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جنات میں سے اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انہیں دکھا دیجیے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے کر لیں تا کہ یہ دونوں گروہ خوب زیادہ ذلیلوں میں سے جائیں۔ ﴿۲۹﴾ بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ تم خوف نہ کرو اور رنج نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کی خبر سے، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿۳۰﴾ ہم دنیا والی زندگی میں تمہارے رفیق ہیں اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کی تمہارے نفسوں کو خواہش ہو گی اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے۔ ﴿۳۱﴾ یہ مہمانی کے طور پر ہے غفور رحیم کی طرف سے۔ ﴿۳۲﴾ اور اس سے اچھی کس کی بات ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور یوں کہا کہ بلاشبہ میں مسلمین میں سے ہوں۔ ﴿۳۳﴾ اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی آپ ایسے برتاؤ کے ساتھ دفع کیجیے جو اچھا طریقہ ہو پھر یکایک ایسا ہو گا جس شخص کو آپ سے دشمنی تھی گویا کہ وہ خالص دوست ہے۔ ﴿۳۴﴾ اور اس بات کا صرف ان لوگوں کو القا کیا جاتا ہے جو صبر والے ہیں اور اس بات کا القا اسی شخص کو ہوتا ہے جو بڑے نصیب والا ہو۔ ﴿۳۵﴾ اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ لیجیے، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ﴿۳۶﴾ اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور چاند ہے اور سورج ہے، مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ ﴿۳۷﴾ سو اگر وہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے مقرب ہیں وہ رات دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اُکتاتے نہیں ہیں۔ ﴿۳۸﴾

ربط وتعارف: ......اوپر عاد و ثمود اور ان پر آنے والے عذاب کا ذکر ہوا، اب ان آیات میں عام کفار کو ہونے والے عذاب کا ذکر ہے تا کہ اس سے پوری طرح عبرت حاصل ہو جائے۔

لغات: **يُوزَعُونَ:** ...... پہلے تو روک دیا جائے تا کہ آخری آدمی آ جائے اور سب جمع کر لیے جائیں۔ **تَسْتَتِرُونَ:** تم آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہو، چھپ جاتے ہو۔ **أَرْدٰكُمْ:** تمہیں ہلاک کر دیا، تمہیں ہلاکتوں میں ڈال دیا۔ **يَسْتَعْتِبُوا:** اللہ کی رضا طلب کرتے ہیں۔ **الْمُعْتَبِيْنَ:** عتاب سے رضامند کیا ہوا۔ نابغہ شاعر کہتا ہے:

فان أك مظلومًا فعبد ظلمته — وان تك ذا عتبىٰ فمثلك يعتب

اگر میں مظلوم ہوں تو پھر تم نے ایک عام بندے پر ظلم کر دیا اور اگر تو رضامند ہے تو تجھ جیسے آدمی کو رضامند کر لیا جاتا ہے۔

قَيَّضْنَا: ......ہم نے تیار کیا ہوا ہے۔ **نُزُلًا:** ضیافت، کرامت۔ **يَسْئَمُونَ:** وہ اُکتاتے ہیں۔

شانِ نزول: ......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کے پاس تین آدمی اکٹھے ہوئے، ان میں سے دو قریشی تھے اور ایک ثقفی تھا، دیکھنے میں موٹے تازے تھے لیکن عقل مندی سے خالی تھے، ان میں سے ایک بولا: کیا جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ اسے سنتا ہے؟ ایک نے

جواب دیا اگر ہم اونچی آوازیں بولیں تو اللہ سن لیتا ہے اور اگر دھیمی آواز میں بولیں تو نہیں سنتا، تیسرے نے کہا: اگر ہماری اونچی آواز کو سنتا ہے تو پھر دھیمی آواز کو بھی سنتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ [۱]

تفسیر: وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ:...... اس دن کو یاد کرو جب اللہ کے دشمن مجرمین کو محشر میں جمع کیا جائے گا تاکہ انہیں اکٹھا کر کے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے۔ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ: ان کے پہلے آدمی کو آخری آدمی کے آنے تک روک دیا جائے گا تاکہ سب اکٹھے ہو جائیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دوزخ کے فرشتے ان کے اول تا آخر کو روک لیں گے تاکہ سب جمع ہو جائیں۔ [۲]

روزِ قیامت اعضا کی گواہی

حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا:...... یہاں تک کہ جب حساب کے لیے کھڑے ہوں گے۔ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ان کے اعضا گواہ ہوں گے اور انہوں نے جو جو گناہ اور جرائم کیے ہوں گے ان کے خلاف ان جرائم کی گواہی دیں گے۔ حدیث میں ہے: دوزخی کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی پھر اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ گواہ ہو جاؤ۔ چنانچہ اعضا اس آدمی کے اعمال کے متعلق بولنا شروع کر دیں گے، پھر اس کے منہ سے مہر ہٹا دی جائے گی اور اعضا پر غصہ کرتے ہوئے کہے گا: تمہارے لیے دوری ہو اور تمہاری ہلاکت ہو، تمہارے لیے ہی تو میں لاغر ہوا ہوں۔ [۳]

کفار کا اپنے اعضا کو ڈانٹ اور اعضا کا جواب

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا:...... کفار اپنے جسم کے اعضا اور کھالوں سے بطور توبیخ اور ڈانٹتے ہوئے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں اقرار کیا اور ہمارے خلاف ہمارے افعال و اعمال کی کیوں گواہی دی، ہم تو صرف تمہارے لیے ہی جھگڑ رہے تھے؟ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ: اعضا معذرت کرتے ہوئے کہیں گے: ہمارے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں ہمیں تو اس اللہ نے قوت گویائی دی جو جمادات، انسان اور حیوانات کو گویائی عطا کرتا ہے، تم نے جو برائیاں اور جرائم کیے تھے ہم نے انہی کی گواہی دی ہے۔ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ: اسی اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدم سے وجود دیا اور تمہیں زندہ کیا بعد اس کے کہ تم کچھ بھی نہیں تھے۔ سو جو ذات اس چیز پر قدرت رکھتی ہے وہ ہمیں قوت گویائی دینے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: تم صرف ایک اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے: ہم اللہ کی قدرت سے بول پڑے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ ہر زندہ کو قوت گویائی دیتا ہے۔ چنانچہ جس ذات نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور پھر مرنے کے بعد وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گی اور جزا و سزا کے لیے تمہیں لوٹائے گی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس نے تمہارے اعضا کو گویائی عطا کر دی۔ [۴] وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ: تم دنیا میں تو ان گواہوں سے چھپ ہی نہیں سکتے تھے جب تم فواحش کا ارتکاب کرتے تھے۔ چوں کہ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ اعضا تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی گناہوں کے ارتکاب کے وقت تم لوگوں سے چھپ جاتے تھے تاکہ تمہاری رسوائی نہ ہو اور تمہیں گمان تک نہیں تھا کہ تمہارے اعضا بھی تو تمہارے خلاف گواہی دے سکتے ہیں۔ آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ مؤمن کے لیے مناسب یہ ہے کہ اسے ہر وقت خیال رہے کہ کوئی نہ کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ [۵] وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ: لیکن تمہارا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ بہت سارے پوشیدہ گناہوں کو نہیں جانتا، اسی لیے تم معصیت پر جرأت کر لیتے تھے۔ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ: تمہارا یہ قبیح گمان اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے کہ وہ بہت سارے پوشیدہ گناہوں کو نہیں جانتا، وہی تو اللہ ہے جس نے

---

[۱] تفسیر القرطبی ۱۵/۳۵۴ [۲] مختصر ابن کثیر ۳/۲۶۰ [۳] اخرجہ مسلم [۴] ... [۵] تفسیر البیضاوی ۲/۱۵۶

تمہیں ہلاکت اور تباہی میں ڈالا ہے اور انجام کار تمہیں دوزخ کی آگ میں ڈالے گا۔ فَاَصۡبَحۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ: تم نے اپنی سعادت، اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو ضائع کر دیا ہے، یہی تو مکمل خسارہ اور بدبختی ہے۔ فَاِنۡ یَّصۡبِرُوۡا فَالنَّارُ مَثۡوًی لَّهُمۡ: اگر یہ لوگ دوزخ کی آگ پر صبر کریں گے تو ان کے صبر کا نتیجہ بھی آگ ہی ہوگا، چنانچہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے، دوزخ سے ہٹ کر ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ وَاِنۡ یَّسۡتَعۡتِبُوۡا فَمَا هُمۡ مِّنَ الۡمُعۡتَبِیۡنَ: اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیں گے تو یہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی رضا مندی قبول کر لی جاتی ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: العتبیٰ: معتوب علیہ کا اس چیز کی طرف رجوع کرنا جو عاتب (عتاب کنندہ) کو راضی کر دے۔ مقولہ ہے استعتبتہ فأعتبنی: میں نے اسے رضا مند کرنا چاہا اس نے مجھے راضی کر دیا۔ وَقَیَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ: اور ہم نے ان کے لیے شیاطین اور انسانوں میں سے کچھ برے ساتھی تعینات کر رکھے تھے۔ فَزَیَّنُوۡا لَهُمۡ مَّا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ: جو ان کے سامنے ان کے قبیح اعمال کو خوبصورت کر کے دکھاتے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شیاطین ان کے اعمال کو آراستہ کر کے پیش کرتے تھے اور وہ اپنے آپ کو نیکوکار ہی سمجھتے تھے۔[1] وَحَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ: ان پر عذاب کی بات پکی اور متحقق ہو چکی ہے یعنی ان کی بدبختی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ: من جملہ جنات اور انسانوں کی امتوں میں سے جو پہلے گزر چکی ہیں اور وہ بدبخت و مجرمین ہیں ان کے ساتھ مل کر عذاب کی بات ان پر بھی سچی ہوئی۔ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ: کفار کے مستحق عذاب ہونے کی تعلیل ہے، یعنی اس لیے کہ وہ دنیا و آخرت میں خسارے میں رہے۔ اسی لیے وہ دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ ...... اوپر اللہ تعالیٰ نے قوم عاد اور قوم ثمود کے متعلق خبر دی اب مشرکین مکہ کے متعلق خبر دی جاری ہے۔ چنانچہ مشرکین مکہ نے قرآن عظیم کی تکذیب کی۔ آیت کا معنی ہے: کفار ایک دوسرے سے کہتے ہیں: جب محمد قرآن کی تلاوت کر رہا ہو، اس کی تلاوت نہ سنو بلکہ تم اپنی مشغولیت میں لگے رہو اور اس کی طرف توجہ ہی نہ دو۔ وَالۡغَوۡا فِیۡهِ لَعَلَّکُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ: جب وہ تلاوت قرآن کر رہا ہو تم اپنی آوازیں بلند کر لو اور شور برپا کر دو، تاکہ اس کی آواز کوئی نہ سننے پائے اور تم اس پر غلبہ حاصل کر لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابوجہل نے ایک مرتبہ کہا: جب محمد قرآن پڑھتا ہو تو اس کے سامنے زور زور سے چیخنا شروع کر دو تا کہ اسے پتہ ہی نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔[2] فَلَنُذِیۡقَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَذَابًا شَدِیۡدًا: بخدا! یہ کفار جو قرآن عظیم کا مذاق اڑاتے ہیں ضرور بضرور شدید عذاب کا مزہ چکھیں گے، اس عذاب میں کمی نہیں ہوگی اور نہ ہی کبھی ختم ہوگا۔ وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ: ہم ضرور بضرور ان کو ان کے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور ان کا بدلہ بھی نہایت برا اور نہایت قبیح ہوگا۔ ذٰلِکَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ: یعنی یہ شدید عذاب جو کہ بہت برا بدلہ ہے وہ دوزخ کی عذاب ہے جو کہ مجرمین اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا بدلہ ہے۔ لَهُمۡ فِیۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ: دوزخ میں ان کا ٹھکانا ہے وہاں سے کبھی بھی باہر نہیں نکالے جائیں گے۔ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ: قرآن کے انکار اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے استہزا پر یہ ان کا بدلہ ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار کے تلاوت قرآن کے مقابلہ میں لغویات بھگارنے کو جحود کا نام دیا ہے چوں کہ مشرکین کو یقین تھا کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے تو انہیں خوف ہوا کہ اگر لوگوں نے قرآن سن لیا تو اس پر ایمان لے آئیں گے اس لیے انہوں نے یہ فاسد طریقہ اپنی طرف سے گھڑ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کو قرآن کے معجز ہونے کا یقین تھا لیکن حسد کی وجہ سے اس کے منکر تھے۔[3]

روز قیامت کفار کا اپنے پیشواؤں پر غصہ

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ: ...... کفار جب دوزخ میں داخل ہوں گے کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! وہ لوگ ہمیں دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے۔ مستقبل کو صیغۂ ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے گویا یہ واقعہ محقق ہو چکا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الَّذَیۡنِ: سے بظاہر جنس مراد ہے یعنی ان دونوں انواع میں سے ہر گمراہ کرنے والا۔[4]

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۶۱ [2] القرطبی ۱۵/۳۵۶ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/۱۲۰ [4] البحر المحیط ۷/۴۹۵

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا:...... ہم انہیں اپنے قدموں تلے روند کر ان سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور اپنے دلوں کو ٹھنڈ پہنچانا چاہتے ہیں۔ لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ: تاکہ وہ دونوں انواع دوزخ کے نچلے سے نچلے درجے میں گرفتار عذاب ہوں۔ درک اسفل جہنم کا سخت ترین عذاب کا حصہ ہے چوں کہ یہ منافقین کا درجہ ہے۔ اوپر اشقیاء مجرمین کا حال ذکر ہوا اس کے بعد سعداء مؤمنین کا حال ذکر کیا جارہا ہے۔

مؤمنین اہل استقامت پر اللہ کا خصوصی انعام

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا:...... جو لوگ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لائے اور اللہ کے لیے خالص عمل کیا پھر توحید و ایمان پر ثابت قدم رہے حتیٰ کہ موت تک ڈٹے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ آیت کریمہ تلاوت کی اور پھر فرمایا: استقامت دکھاؤ، اللہ کی قسم! سیدھے راستے پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ڈٹے رہو ورنہ ایسا نہ ہو کہ تمہیں لومڑی جیسی چالیں چلنا پڑیں۔ مقصد و غرض یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر ڈٹے رہے اخلاق، اقوال اور افعال میں اللہ کی شریعت پر ثابت قدم رہے تو وہ پکے سچے مؤمنین ہوں اور سچے مسلمان ہیں۔ کسی عارف سے کرامت کی تعریف پوچھی گئی اس نے جواب میں کہا: استقامت عین کرامت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دعا کیا کرتے تھے: اے ہمارے پروردگار تو ہی ہمارا رب ہے ہمیں استقامت عطا فرما۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا: موت کے وقت ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں تاکہ پیش آنے والے حالات سے خوفزدہ نہ ہوں اور ان کی دلجوئی ہوتی رہے اور دنیا میں جو مال، اولاد، دوست و احباب چھوڑ کر آئے ہیں ان کے بچھڑنے پر انہیں ملال اور حزن نہ ہو۔[1]

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ:...... اور ہمیشہ ہمیشہ کی جنت کی تمہیں خوشخبری ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی زبانی تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ شیخ زادہ کہتے ہیں:[2] موت کے وقت فرشتے یہ خوشخبری لے کر مؤمنین کے پاس آتے ہیں تاکہ موت کی ہولناکی، قبر کی ہولناکی اور قیامت کے شدائد سے خوفزدہ نہ ہونے پائیں۔ مؤمن اپنے محافظین کو سر کے پاس کھڑے دیکھ رہا ہوگا اور وہ اس سے کہہ رہے ہوں گے: آج خوفزدہ اور غمزدہ نہ ہو، اور اس جنت کی خوشخبری پا کر خوش ہو جا جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ بلاشبہ تو آج بہت سارے ایسے امور دیکھے گا کہ ان جیسے تو نے قبل ازیں نہیں دیکھے ہوں گے تو نے ان سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہونا، وہ تیرے علاوہ کسی اور کے لیے ہیں۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ: ان سے فرشتے کہیں گے: ہم دنیا و آخرت میں تمہارے اعوان و انصار ہیں، ہم تمہیں اس راستے کی طرف راہنمائی کریں گے جس میں دونوں جہانوں کی بھلائی اور سعادت ہے۔

اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ:...... تمہارے لیے جنت میں وہ کچھ ہے جو تم چاہو گے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گے، یعنی انواع و اقسام کی لذات و شہوات، جنت میں تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تم طلب کرو گے اور جس کی تم تمنا کرو گے۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ: یہ ضیافت اور اکرام ہے رب تعالیٰ کی طرف سے جو وسیع مغفرت اور عظیم رحمت والا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ: جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کی طرف قول و فعل اور حال کے ساتھ بلائے اور اس نے اسلام کو اپنا دین اور مذہب بنالیا ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت ہر اس شخص کے لیے ہے جو خیر کی دعوت دیتا ہو اور وہ فی نفسہ ہدایت پر ہو۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت ہر اس آدمی کو شامل ہے جس میں تین باتیں پائی جاتی ہوں: یہ کہ وہ مؤمن ہو اور دین اسلام کا اعتقاد رکھتا ہو۔ وہ خیر پر عمل کرتا ہو اور خیر و بھلائی کی دعوت دیتا ہو۔ یہ صرف علمائے عاملین کا طبقہ ہو سکتا ہے۔[3] وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ: یعنی نیکی برائی کے برابر نہیں ہو سکتی بلکہ جزا میں ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: برائی کو اچھی خصلت کے ساتھ دفع

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۵/۳۵۸ [2] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/۲۶۱ [3] الکشاف ۴/۱۵۶

کردو، مثلاً غصے کو صبر سے ختم کرو اور جہالت کا بردباری کے ساتھ دفاع کرو اور برائی کا معافی کے ساتھ دفاع کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے اس کی جہالت کو بردباری سے دفع کرو۔[1] فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: جب تم ایسا کرو گے تمہارا دشمن دوست بن جائے گا اور تمہاری پکی و سچی محبت کا دم بھرے گا۔ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا: یہ بلند مرتبہ وہی شخص حاصل کرسکتا اور یہ خصلت حمیدہ اسی میں آسکتی ہے جو مجاہدہ کرے، اپنے نفس کو غصہ پینے پر مجبور کرے اور اذیتیں برداشت کرے۔ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ: اس عمدہ خصلت کو وہی شخص حاصل کرسکتا ہے جس کا سعادت اور خیر میں بڑا حصہ ہو۔

شیطان کے وسوسے سے بچنے کا طریقہ

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ:...... اگر شیطان تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے کہ تمہیں حسن خصلت حمیدہ اور خلق حسنہ کا حکم دیا گیا ہے اسے چھوڑ دو اور تمہیں غصہ وانتقام پر ابھارے تو ایسی حالت پیش آنے پر شیطان کے مکر وفریب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ: یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے افعال واعمال کو بخوبی جانتا ہے۔

دلائل قدرت باری تعالیٰ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ: یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے والی علامات میں سے دن اور رات کا پے در پے آنا، سورج اور چاند کا اپنے کام میں لگے رہنا بھی ہے۔ ان چیزوں کو انسانوں کے مصالح کے لیے مسخر کردیا ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ: یعنی مخلوق کے آگے سجدہ مت کرو بلکہ خالق کے آگے سجدہ کرو جس نے ان اشیا کو پیدا کیا اور انہیں وجود بخشا۔ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ: اگر تم تنہا ایک اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کر۔ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا: اگر کفار اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ: تو فرشتے دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے موجود ہیں۔ وَهُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ: اور وہ اس کی عبادت سے اکتاتے نہیں ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا
لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ
یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۴۰
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۝۴۱ۙ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝۴۲ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ۝۴۳ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ
ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ
وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓىِٕكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝۴۴ؒ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ ع

[1] القرطبی ۱۵/۳۶۱

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:.....اوراس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دبی ہوئی حالت میں دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کردیتے ہیں تو وہ اُبھر آتی ہے اور بڑھتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ ﴿۳۹﴾ بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا، تم کرلو جو چاہو، بے شک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔ ﴿۴۰﴾ بے شک جن لوگوں نے ذکر کے ساتھ کفر کیا جب وہ ان کے پاس آ گیا اور بیشک حال یہ ہے کہ وہ کتاب عزیز ہے۔ ﴿۴۱﴾ اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے اور نہ پیچھے سے، وہ اُتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے۔ ﴿۴۲﴾ آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لیے کہا گیا، بلاشبہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے ﴿۴۳﴾ اور اگر ہم اس کو قرآن عجمی بنادیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا، یہ کیا بات ہے کہ رسول عربی ہے اور کتاب عجمی ہے۔ آپ فرمادیجیے کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان پر گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دور سے پکارا جاتا ہے۔ ﴿۴۴﴾ اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے طے ہوچکی ہے تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور بلاشبہ یہ لوگ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿۴۵﴾ جس نے نیک عمل کیا سو وہ اس کی جان کے لیے ہے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ﴿۴۶﴾

ربط وتعارف:.....اُوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین ابرار کا ذکر کیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی وحدانیت پر دلائل قائم کیے۔ اب ان آیات میں ایسے اُمور ذکر کیے جو بعث بعد الموت پر دلالت کرتے ہیں، اس کے بعد انبیا علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر ہے اور سورت مبارکہ کے اختتام پر اشقیا مجرمین کا حال بیان کیا ہے اور منکرین قرآن پر رد کیا ہے۔

لغات: يُلْحِدُوْنَ:.....وہ حق اور قرآن سے اعراض کرتے ہیں۔ الالحاد: باطل کی طرف مائل ہوجانا، حق سے روگردانی کرنا۔ مقولہ ہے: الحد فی دین اللّٰہ یعنی اللہ کے دین سے اعراض کیا۔ ءَ اَعْجَمِيٌّ: عجمی زبان۔ وَقْرٌ: بہرہ پن جو سننے کے مانع ہو۔

بعث بعد الموت پر دلیل

تفسیر: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً:.....اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ پر دلالت کرنے والی علامات اور براہین میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم زمین کو خشک دیکھتے ہو، اس میں سبزہ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس حالت میں زمین ایسے آدمی کے مشابہ ہوتی ہے جو زیردست و مجبور ہو۔ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ: چنانچہ جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں اس میں تیزی سے حرکت آجاتی ہے، سبزہ کے ساتھ بڑھنے لگتی ہے اور انواع واقسام کی فصلیں اور پھل نکالنا شروع کردیتی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى: حقیقت میں جو معبود زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مردہ ہوجانے کے بعد وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی مردوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اللہ عزوجل کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی، جیسے اللہ تعالیٰ مردہ اور بنجر زمین سے سبزہ اگانے پر قادر ہے ایسے ہی وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیات میں الحاد کرنے والوں کو وعید سنائی ہے جب کہ ادلہ و براہین صاف واضح ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا: بے شک جو لوگ ہماری آیات پر طعنے کستے ہیں، ان کی تکذیب وانکار کرتے ہیں، ان کا معاملہ ہمارے اوپر مخفی نہیں ہے ہم تو ان کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ آیت میں کفار کے لیے وعید وتہدید ہے۔

الحاد کیا ہے؟

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الحاد کفر ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الحاد: تبدیلی کلام ہے اصل جگہ سے ہٹا کر غیر موضع پر رکھنا۔ اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ: بھلا وہ شخص جیسے خوف پر اس کی حالت میں دوزخ میں پھینک دیا جائے وہ افضل ہے یا وہ شخص جو اللہ کے عذاب سے مامون و بے خوف جنت میں بھیج دیا جائے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد کرنے والے دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے والے قیامت کے دن اَمن و سلامتی میں ہوں گے۔ گویا ان دونوں فریقوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔[1] اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ: اس زندگی میں تم جو چاہو عمل کرو۔ آیت میں اباحت عامہ نہیں دی جا رہی بلکہ یہ تہدید ہے جس پر وعید کے سائے گنے ہوئے ہیں، چوں کہ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر مطلع ہے، تمہارے احوال میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں ہے، وہ تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالذِّکۡرِ لَمَّا جَآءَہُمۡ: یقیناً جن لوگوں نے قرآن عظیم کی تکذیب کی جب وہ اللہ کی طرف سے ان کے پاس آیا۔ اِنَّ کی خبر محذوف ہے اس سے معاملہ کی ہولناکی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ گویا یوں کہا جا رہا ہے: ''انہیں ان کے کفر کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اس بدلے کی شفاعت و فظاعت قابل بیان نہیں۔ وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ: بلاشبہ یہ کتاب قوت حجت کے ساتھ غالب ہے۔ اس کی نظیر نہیں چوں کہ یہ اعجاز کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے ہر منکر کا دفعیہ کرتی ہے اور ہر معاند کا قلع قمع کرتی ہے۔ لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ: کسی طرف سے بھی اس پر باطل نہیں ٹپک سکتا اور اس میں طعنہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں باطل کے لیے کوئی راستہ نہیں چوں کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔[2] تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ: یہ اس معبود برحق کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنی شریعت سازی، اقوال اور افعال میں حکیم ہے اور اپنی مخلوق میں قابل حمد و ستائش ہے چوں کہ مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات بے شمار ہیں۔

پیغمبروں کے مقابلے میں ہر زمانے کے کفار کا جواب ایک جیسا رہا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر تسلی دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ: آپ کی قوم کے کفار آپ سے جو کچھ کہتے ہیں یہ اسی طرح کی اذیت بھری باتیں اور موذی کلام ہے جو پہلے پیغمبروں کو ان کے زمانے کے کفار کہا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام پر طعنے کرتے تھے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں تسلی دی ہے چوں کہ آپ کی قوم آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتی تھی اور آپ کی تکذیب کرتی تھی۔[3] اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَۃٍ وَّذُوۡ عِقَابٍ اَلِیۡمٍ: اے محمد! بلاشبہ آپ کا رب مومن کے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور کافروں کو سخت عذاب دینے والا ہے، لہٰذا اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجیے، وہی تمہارے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے کفار کی ضدہٹ دھرمی اور عناد کا ذکر ہے کہ وہ حق کے خلاف اڑے ہوئے ہیں جب کہ حق واضح ہو چکا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا وَلَوۡ جَعَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا: اگر ہم اس قرآن کو لغت عجم (عجمی زبان) میں نازل کرتے لَّقَالُوۡا لَوۡلَا فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ: تو مشرکین کہتے:

اس کی آیات کی تشریح و توضیح ایسی زبان میں کیوں نہیں کی گئی جسے ہم سمجھتے ہوں

اور یہ کہ یہ کتاب ہماری زبان میں کیوں نازل نہیں ہوئی۔ ءَاَعۡجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ: استہام انکاری ہے یعنی کیا قرآن عجمی ہے اور نبی عربی ہے؟ امام رازی کہتے ہیں: کفار ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کہتے تھے: قرآن کسی عجمی زبان میں کیوں نازل نہیں ہوا؟ چنانچہ کفار کو جواب دیا گیا کہ اگر تمہاری

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/۱۳۱ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۲۶۵ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/۳۶۷

تجویز پر عمل کر دیا جاتا تو پھر بھی تمہارا اعتراض ختم نہ ہوتا۔ اور تم کہنا شروع کر دیتے کہ قرآن عجمی ہے اور نبی عربی ہے (التفسیر الکبیر ۲۷/ ۱۳۳)
اس کے بعد امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے لے کر آخر تک کلام واحد ہے، اس کی بعض آیات بعض دوسری آیات کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہیں، چنانچہ رب تعالیٰ نے مشرکین کی بات سورۂ مبارکہ کی شروع میں حکایت کی ہے کہ ''قلوبنا فی اکنة'' الخ یعنی جس قرآن کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کے متعلق ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ بات ہمارے دلوں میں نہیں اترتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں آکر مشرکین کی مذکور بات پر رد کیا ہے کہ اگر قرآن کسی دوسری زبان میں نازل کر دیا جاتا تم کہتے قرآن تو عجمی زبان میں ہے جب کہ ہماری قوم عربی ہے۔ البتہ اس صورت میں ان کا اعتراض بجا ہوتا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ چوں کہ ہم قرآن سمجھ نہیں پا رہے۔ اب جب کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے تو ان کے لیے کیسے ممکن رہا کہ وہ کہیں: ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں؟ اس سے ظاہر ہوا کہ آیت کریمہ نظم کلام کے اعتبار سے بہت اعلیٰ معیار پر فائز ہے۔

قرآن سراسر ہدایت اور شفا ہے

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ: ...... اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: یہ قرآن مومنین کو گمراہی سے ہدایت دیتا ہے اور جہالت، شک وریب کی بیماریوں سے شفا دیتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ: جو لوگ اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے ان کے کانوں میں ٹینٹ پڑی ہے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے جو سماع کے مانع ہے، اسی لیے تلاوت قرآن میں شور و غل برپا کرتے ہیں۔ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى: یہ قرآن جس طرح مومنین کے لیے رحمت ہے اور شفا ہے اسی طرح یہ قرآن کفار کے لیے اندھیرے میں بھٹکنے کا سامان ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (سورۃ الاسراء: آیت ۸۲)

ہم نے جو قرآن نازل کیا ہے یہ مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں (مشرکین) کے لیے تو باعث خسارہ ہے۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے: قرآن مجید اپنی آیات کے واضح ہونے اور براہین کے عیاں ہونے کی وجہ سے حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے اور شک وریب کا ازالہ کرتا ہے۔ جہالت، کفر اور ریب وشک کی بیماریوں کے لیے شفا ہے، لہٰذا جو شخص اس میں شک کرے اور اس پر ایمان نہ لائے فی الواقع اس کا شک شہوات کی تاریکیوں میں پڑنے کی وجہ سے جنم لیتا ہے اور وہ قرآن کے رموز واسرار پر غور وفکر نہیں کرتا ورنہ سعادت وکامیابی اس کے قدم چوم لیتی (حاشیۃ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۲۶۵)

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ: یہ کفار جو قرآن کا انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے دور سے کسی شخص کو آواز دی جائے اور وہ آواز کو نہ سن سکتا ہو اور نہ ہی اس کے مدعا کو سمجھ سکتا ہو۔ آیت کا یہ حصہ بطور تمثیل کے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے چوپائے کی مثال مراد ہو سکتی ہے جو آواز کے مدعا کو کچھ بھی نہیں سمجھتا، اس کے نزدیک صرف آواز ہی آواز اور پکار ہی پکار ہے۔[1]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ: ...... اللہ کی قسم! ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عطا کی تاہم ان کی قوم نے اس میں اختلاف کیا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ نے اس کی تصدیق کی اور کچھ اس کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اے محمد! آپ اس بات پر غمزدہ نہ ہوں کہ آپ کی قوم آپ پر نازل کردہ کتاب میں اختلاف کر رہی ہے چوں کہ اس طرح کا اختلاف موسیٰ کی قوم نے بھی تورات کے بارے میں کیا ہے (تفسیر القرطبی ۱۵/ ۳۷۰)

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ: اگر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حساب وجزا کی تاخیر کا تا یوم قیامت فیصلہ نہ کیا ہوتا تو انہیں دنیا ہی میں عذاب ہو چکا ہوتا اور دنیا ہی میں ہلاکت ان کا مقدر بن چکی ہوتی۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۱۳۴

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ: یہ کفار قرآن عظیم کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں چوں کہ یہ لوگ بلید العقول ہیں اور ان کی بصیرتیں اندھی ہو چکی ہیں، اس لیے یہ سخت ریب اور اضطراب کا شکار ہیں۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا: جس شخص نے اس دنیا میں نیک اعمال کیے بلاشبہ اس کا نفع اسی کو ملے گا اور جس نے دنیا میں برے اعمال کیے ان کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ: اللہ تعالیٰ ظلم کی طرف منسوب نہیں ہے یہاں تک کہ بغیر گناہ کے کسی کو عذاب دے جب کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ صرف گناہ پر کسی کو عذاب دیتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کریمہ میں ظلام صیغہ مبالغہ نہیں یہ صیغۂ نسبت ہے جیسے عطار، نجار، تمار، چوں کہ اگر یہ اگر یہ صیغۂ مبالغہ ہوتا تو اس کا معنی ہوتا کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ظلم کرنے والا نہیں ہے ہاں البتہ کبھی کبھی ظلم کر لیتا ہے۔ جب کہ یہ معنی فاسد ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ پر ظلم کا اطلاق محال ہے۔

بلاغت:..... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہات نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا، طَوْعًا اَوْ كَرْهًا، مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ، اَلْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ، مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ، ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ، تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ، اَلْخَيْرِ، وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ: میں صنعت تضاد ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ: اور اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ، وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ: میں طباق سلب ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا: میں التفات ہے، اس سے پہلے قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ: آیا ہے یوں خطاب سے غیبوبت کی طرف التفات ہے۔

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آسمانوں اور زمین میں تاثیر کی بادشاہ کے حکم جو اس نے اپنی رعیت میں سے کسی کو دیا ہو کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ مشرکین نے جو کچھ کہا حقیقت میں ایسا نہیں ہے، چوں کہ وہ قرآن کا انذار اور تخویف سننے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے اور اس کے اثر کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اس چیز کو انہوں نے غلاف سے تعبیر کیا۔ اسی طرح شدت کراہیت کو وقر یعنی ڈاٹ سے تعبیر کیا ہے اور یہ استعارہ تصریحیہ ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ: میں بھی استعارہ ہے۔ مشرکین کی حالت کو مواعظ کے عدم قبول اور اعراض کے اعتبار سے ایسے شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جسے دور سے پکارا جاتا ہو، وہ آواز بھی نہ سنتا ہو اور نہ کچھ سمجھتا ہو۔ وجہ جامع عدم فہم ہے۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ: امر تہدیدی ہے، امر صیغۂ اصلیہ وعید و تہدید کے معنی میں ہے۔

كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ: میں تشبیہ مرسل ہے، حرف تشبیہ ذکر ہے جب کہ وجہ شبہ محذوف ہے اور یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ، اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى، اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ میں فصاحت و بلاغت کا نظارہ پیش کیا گیا ہے۔ بلاشبہ قرآنی اسلوب میں بلاغت کی تصویر پیش کرنے سے زبان قاصر ہے، آیت میں تعبیر وادا کے اعتبار سے فنی موزونیت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ خشوع، احتزاز، انتفاخ ارض کے الفاظ پر غور کیا جائے، چنانچہ مردہ زمین کو اللہ تعالیٰ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح قبروں میں پڑے مردوں کو زندہ کرے گا۔ گویا بعث بعد الموت کی خوبصورت منظر کشی کی گئی ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے۔

(چوبیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک)

پارہ نمبر ۲۵.....اِلَيۡهِ يُرَدُّ

اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ الجزء ۲۵
وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِيۡدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ
مِنۡ قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَيۡرِ ۡ وَاِنۡ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوۡسٌ
قَنُوۡطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ
وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۡ وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ
عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ ﴿۵۱﴾
قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرۡتُمۡ بِهٖ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ هُوَ فِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيۡهِمۡ
اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ
شَهِيۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:......اسی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا جاتا ہے' اور جو پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب اس کے علم میں ہے اور جس دن وہ پکارے گا کہاں ہیں میرے شرکا؟ وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کے ساتھ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی دعویدار نہیں ہے ﴿۴۷﴾ اور اس سے پہلے وہ جن کو پکارا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے اور وہ لوگ یقین کر لیں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ﴿۴۸﴾ انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں اکتاتا' اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح ناامید ہو جاتا ہے ﴿۴۹﴾ اور تکلیف پہنچ جانے کے بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لیے اس کے پاس بہتری ہوگی' سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور ضرور ان کے اعمال سے انہیں باخبر کر دیں گے اور ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے ﴿۵۰﴾ اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعا والا ہو جاتا ہے۔' ﴿۵۱﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی مخالفت میں پڑھ گیا۔ ﴿۵۲﴾ ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور ان کے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ بلاشبہ وہ حق ہے۔ کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ ﴿۵۳﴾ خبردار! وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے شک میں ہیں۔ خبردار! اس میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿۵۴﴾

لغات: اَكۡمَامِهَا:...... کم کی جمع ہے، **پھل کا چھلکا۔** مَّحِيۡصٍ: فرار، بھاگ جانا، بھاگنے کی جگہ۔ نَأَى: دوری اختیار کرنا، دور ہوا۔ اعراض کیا۔ الۡاٰفَاقِ: آسمان و زمین کی اطراف، کنارے۔ مِرۡيَةٍ: شک، بہت بڑا شک۔[1]

تفسیر: اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ:...... قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا قیامت کا علم کسی کو نہیں ہے۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی قیامت کے متعین وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو دھمکی دی ہے۔

---

[1] شک کے تین درجے ہیں: معمولی اور خفیف سا شک ریب کہلاتا ہے۔ درمیانے درجے کا شک اور اعلیٰ درجے کا مریہ کہلاتا ہے۔

اور یوں کہا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا: مطلب یہ ہے کہ ہر آدم کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔ اس پر گویا مسائل نے یوں سوال کر دیا: قیامت کا دن کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے

وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا: ...... پھلوں میں سے جو پھل بھی اپنے چھلکے اور غلاف سے باہر نکلتا ہے۔ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ: جس مادہ نے بھی اپنے پیٹ میں حمل اٹھار کھا ہے اور اسے جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے مگر یہ کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر نہیں نکلتا۔ زمین و آسمان میں زرہ کے برابر بھی کوئی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم سے غائب ہو۔ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مشرکین کو آواز دے گا کہاں میں میرے شرکا جو تمہارے زعم میں خدا ہیں؟ اس میں تہکم ہے۔ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ: مشرکین کہیں گے: ہم آپ کو حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو یہ گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب مشرکین قیامت کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو وہ بتوں سے بیزاری کا اعلان کریں گے اور بت ان سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ اور ایسے وقت میں ایمان اور توحید کا اعلان کریں گے جب ایمان نفع نہیں پہنچائے گا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ: دنیا میں جن مذعومہ معبود کی عبادت کرتے تھے وہ ان سے غائب ہو جائیں گے۔ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ: انہیں یقین ہو چلے گا کہ اب اللہ کے عذاب سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

انسان کی حرص اور ناامید

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ: ...... انسان اپنے لیے خیر وبھلائی کی دعا اور سوال کرنے سے اکتا تا نہیں ہے جیسے مثلاً مال، صحت، عزت اور حکومت وسلطنت۔ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ: اور اگر وہ فقر اور مرض وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ: اگر تنگی و آزمائش کے بعد ہم اسے آسودگی اور صحت عطا کر دیں۔ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ: تو کہتا ہے یہ تو میری کوشش اور محنت کا نتیجہ ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نعمت کو رحمت کا نام دیا ہے چوں کہ نعمت اللہ کی رحمت کے آثار میں سے ہے۔[2]

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً: میرا اعتقاد نہیں کہ قیامت بھی قائم ہوگی۔ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى: بالغرض اگر قیامت قائم بھی ہوگئی تو مجھے یقین ہے کہ میرا رب میرے ساتھ اچھا سلوک کرے گا جیسے اس دنیا میں میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ بدعملی اور عدم یقین کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اچھائی کی تمنا کیے ہوئے ہے۔[3] فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا: اللہ کی قسم! ہم ضرور ان کفار کو حقیقت اعمال سے آگاہ کریں گے اور ہم ضرور ان کو ان کے جرائم دکھائیں گے۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ: ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور وہ دوزخ کی آگ ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہے۔

انسان کی ناشکری اور بے صبری

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ: ...... اور جب ہم انسان پر انعام واحسان کرتے ہیں تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے سے روگردانی کرجاتا ہے اور اس کے اوامر کے آگے سرنگوں ہونے سے تکبر کرجاتا ہے اور فخر میں ناک چڑھا لیتا ہے۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ: اور جب یہ کسی ناگواری کا سامنا کرتا ہے تو لمبی لمبی دعائیں شروع کر دیتا ہے اور کثرت سے عاجزی وانکساری اور آہ وبکا شروع کر دیتا ہے۔ حق سے انکار کرنے والے انسان کا مزاج بھی ایسا ہی ہے کہ وہ مصیبت میں اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اور آسودگی میں اسے بھلا جاتا ہے۔

---

[1] اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ چلو اللہ تعالیٰ ہی بتا دیتا کہ قیامت کب آئے گی؟ خاص متعین وقت اللہ تعالیٰ کے خصوصی رازوں میں سے ایک راز ہے جو اس کے پاس ہے۔ اس راز سے پردہ اٹھانا حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔ [2] البحر المحیط ۷/ ۵۰۴ [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۲۷

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرض (چوڑائی، لمبائی) کثرت دعا کے لیے استعارہ ہے جیسے ''الغلظ'' (عذاب غلیظ) شدت عذاب کے لیے استعارہ ہے۔[1] قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ: اے محمد! کفار سے کہہ دیجیے: اے جماعت مشرکین مجھے خبر دو! یقیناً یہ قرآن من جانب اللہ ہے اور تم نے اس کا انکار کر دیا ہے، اس میں غور و فکر اور تدبر نہیں کیا بھلا تمہارا کیا حال ہوگا؟ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ: استفہام انکاری ہے جو نفی کی معنی میں ہے یعنی تم سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں ہے چوں کہ تمہاری مخالفت اور عداوت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسم موصول مَنْ اَضَلُّ: اسم ضمیر منکم کی جگہ لایا گیا ہے تاکہ مشرکین کے حال کی وضاحت ہو جائے اور ان کی مزید گمراہی کی تعلیل کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔[2] سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا: ہم ان مشرکین کے سامنے دلائل اور حجج پیش کریں گے جو قرآن کے حق اور منزل من اللہ ہونے پر دلالت کریں گے۔ فِي الْاٰفَاقِ: آسمانوں اور زمین کے کناروں اور اطراف سے ان دلائل کا تعلق ہوگا جیسے سورج چاند ستارے، درخت، سبزہ جات وغیرہ۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ: اور ان دلائل کا تعلق ان کی اپنی جانوں اور ان کی تخلیق سے ہوگا جو کہ عجائب قدرت کا مظہر ہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کے اپنے نفوس سے تعلق رکھنے والے دلائل سے مراد اللہ تعالیٰ کی لطیف کاریگری عجیب تخلیق، اور بدیع حکمت ہے یہاں تک کہ بول و براز کے خروج کے راستے دیکھ لیے جائیں چنانچہ انسان کھاتا پیتا ایک راستے سے ہے لیکن بول الگ راستے سے خارج ہوتا ہے اور براز الگ راستے سے آنکھیں دیکھ لے جیسے جو رب تعالیٰ کی تخلیق کا عجیب شاہکار ہیں۔ آنکھ کیا ہے؟ بس پانی کا ایک قطرہ ہے جو پل جھپکنے میں زمین سے آسمان تک دیکھ لیتا ہے۔ کانوں کو دیکھ لیجیے اللہ تعالیٰ نے ان میں تمیز کی کمال صلاحیت رکھ دی ہے کہ ہزاروں قسم کی آوازیں سن کر کان فوراً ان میں تمیز کر لیتا ہے۔[3] حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ: یہاں تک کہ قرآن کا حق و سچ ہونا ان پر عیاں ہو جائے۔ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ: کیا آپ کی سچائی پر بطور برہان کے انہیں یہ بات کافی نہیں کہ آپ کے رب سے زمین و آسمان میں کوئی چیز غائب اور پوشیدہ نہیں۔ اور یہ کہ وہ ہر چیز پر مطلع ہے اور اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ: اَلَآ کے ذریعہ جملہ کی ابتدا کی گئی ہے جو کہ حرف تنبیہ ہے اس کے ذریعے سامع کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ آگے جو بات کہی جا رہی ہے کمال توجہ چاہتی ہے۔ یعنی اے قوم! خبردار ہوشیار رہو کہ یہ مشرکین حساب و کتاب، بعث بعد الموت اور جزا و سزا کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، اسی لیے یہ غور و فکر نہیں کرتے۔ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ: خبردار! ہوشیار رہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ مشرکین کو ان کے کفر پر پورا پورا بدلہ دے گا۔

الحمد للہ سورہ حم سجدہ کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۷ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۵ جون ۲۰۱۵ء بروز جمعرات بوقت ظہر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ذخیرہ آخرت بنائے اور بقیہ حصے کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/۱۳۸ [2] تفسیر ابی السعود ۵/۷ [3] تفسیر القرطبی ۱۵/۳۷۵

سورہ شوریٰ

تعارف:...... یہ سورۂ مبارکہ بھی مکیہ ہے اور اس کا موضوع بھی وہی ہے جو دوسری مکی سورتوں کا ہے یعنی توحید، رسالت، بعث اور جزا سورت کا محور وحی اور رسالت ہے۔ یہی سورۂ مبارکہ کا اساسی ہدف ہے۔

وحی اور رسالت کے موضوعات سے سورۂ مبارکہ کی ابتدا کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے انبیا پر وہی وحی نازل کرتا ہے، جسے چاہتا ہے اس منصب کے لیے منتخب کرتا ہے تاکہ انسانیت کو شرک و گمراہی کی تاریکیوں سے نور ہدایت کی طرف لے آئے۔

سورۂ مبارکہ میں بعض مشرکین کی حالت پیش کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرتے ہیں یہ بہت بڑا بہتان ہے، قریب ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے۔ مشرکین گمراہی میں پڑے ہوتے ہیں جب کہ عالم بالا میں فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و عبادت میں مشغول ہوتے ہیں چنانچہ یہ اہل زمین کے، اہل کفر اور اہل آسمان کے، اہل ایمان کا خوبصورت تقابل ہے۔

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں پھر سے وحی و رسالت کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے کہ دین واحد ہے۔ اسی دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا کو مبعوث کیا ہے اور یہ کہ انبیا کے شرائع اگرچہ مختلف ہیں لیکن دین ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے نوح، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور سارے انبیا کو یہی دین دے کر بھیجا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى

سورۂ مبارکہ میں قرآن کے مکذبین کی خبر بھی لی گئی ہے، اور منکرین بعث و جزا پر بھی بات ہوئی ہے۔ چنانچہ مکذبین و منکرین کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جس دن سروں کے بال سفید ہو جائیں گے اور دل جسموں سے نکل کر اڑانے لگیں گے جب کہ وہ دنیا میں قیامت کو مذاق سمجھتے تھے اور قیامت کے جلدی آ جانے کا مطالبہ کرتے تھے۔

دکھائی دینے والے عالم میں پائے جانے والے دلائل ایمان پر گفتگو کرنے کے بعد انسانیت کو قبولیت حق، انقیاد اور رب تعالیٰ کے حکم کے آگے جھک جانے کی دعوت دی گئی ہے۔ کہ انسانیت اپنی فکر کر لے ایسا نہ ہو کہ اچانک قیامت آ جائے پھر مال و اولاد کسی کام نہ آئے گی۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ

سورۂ مبارکہ کی اختتام میں وحی اور قرآن پر بات کی گئی ہے جیسے صورت کی ابتدا میں وحی اور قرآن پر بات کی گئی ہے تاکہ ابتدا و اختتام میں مناسبت پیدا ہو جائے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝

وجہ تسمیہ:...... سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ شوریٰ" ہے چوں کہ اسلام میں شوریٰ کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور سورت مبارکہ میں اس کا ذکر ہے، مومنین کو نظام شوریٰ پر قائم رہنے کی تعلیم دی گئی ہے چوں کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کے دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

رُكُوْعَاتُهَا ۵	(۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ (۶۲)	اٰيَاتُهَا ۵۳

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَالَّذِيْنَ

اتخذوا من دونه أولياء الله حفيظ عليهم وما أنت عليهم بوكيل ۝٦ وكذلك أوحينا إليك
قرآنا عربيا لتنذر أم القرى ومن حولها وتنذر يوم الجمع لا ريب فيه فريق في الجنة وفريق
في السعير ۝٧ ولو شاء الله لجعلهم أمة واحدة ولكن يدخل من يشاء في رحمته والظالمون ما
لهم من ولي ولا نصير ۝٨ أم اتخذوا من دونه أولياء فالله هو الولي وهو يحيي الموتى وهو على
ع كل شيء قدير ۝٩ وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه إلى الله ذلكم الله ربي عليه توكلت وإليه
أنيب ۝١٠ فاطر السماوات والأرض جعل لكم من أنفسكم أزواجا ومن الأنعام أزواجا يذرؤكم
فيه ليس كمثله شيء وهو السميع البصير ۝١١ له مقاليد السماوات والأرض يبسط الرزق
لمن يشاء ويقدر إنه بكل شيء عليم ۝١٢ شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذي أوحينا
إليك وما وصينا به إبراهيم وموسى وعيسى أن أقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه كبر على
المشركين ما تدعوهم إليه الله يجتبي إليه من يشاء ويهدي إليه من ينيب ۝١٣ وما تفرقوا
إلا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم ولولا كلمة سبقت من ربك إلى أجل مسمى لقضي
بينهم وإن الذين أورثوا الكتاب من بعدهم لفي شك منه مريب ۝١٤ فلذلك فادع واستقم
كما أمرت ولا تتبع أهواءهم وقل آمنت بما أنزل الله من كتاب وأمرت لأعدل بينكم
الله ربنا وربكم لنا أعمالنا ولكم أعمالكم لا حجة بيننا وبينكم الله يجمع بيننا وإليه
المصير ۝١٥ والذين يحاجون في الله من بعد ما استجيب له حجتهم داحضة عند ربهم وعليهم
غضب ولهم عذاب شديد ۝١٦ الله الذي أنزل الكتاب بالحق والميزان وما يدريك لعل الساعة
قريب ۝١٧ يستعجل بها الذين لا يؤمنون بها والذين آمنوا مشفقون منها ويعلمون أنها
ع الحق ألا إن الذين يمارون في الساعة لفي ضلال بعيد ۝١٨

ترجمہ:...... حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ اسی طرح وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ جو عزیز ہے، حکیم ہے۔ ۝٣ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ برتر ہے بڑا ہے۔ ۝٤ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ خبردار! اللہ ہی مغفرت کرنے والا ہے۔ ۝٥ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز تجویز کر رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔ ۝٦ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی کی وحی

بھیجی تاکہ آپ ام القریٰ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں۔ ⑦ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا' اور وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے لیے کوئی دوست ہے اور نہ ہی مددگار۔ ⑧ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ⑨ اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، وہ اللہ میرا رب ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اس کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ ⑩ وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، اس نے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں مادرِ رحم میں پیدا فرماتا ہے۔ اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ ⑪ اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں، وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور کم کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ⑫ اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جس کی وصیت کی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو! مشرکین کو وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔ ⑬ اور یہ لوگ متفرق نہیں ہوئے مگر ضدا ضدی میں اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے وقت معین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلاشبہ ان کے بعد جنہیں کتاب دی گئی وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ ⑭ سو آپ اسی کی طرف بلایئے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجیے اور آپ فرمایئے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل فرمائیں میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں' اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں۔ اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف جانا ہے۔ ⑮ اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑے میں رہتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے ان کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ ⑯ اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا اور آپ کو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو۔ ⑰ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے' خبردار اس میں شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ⑱

لغات: يَتَفَطَّرْنَ: ...... پھٹ جاتے۔ الفطور: پھٹ جانا۔ اسی سے ہے: ''وَمَا لَهَا مِنْ فُطُوْرٍ'' فَاطِرُ: خالق، پیدا کرنے والا، مخترع۔ يَوْمَ الْجَمْعِ: روز قیامت چوں کہ اس دن مخلوق جمع ہو جائے گی۔ اُمَّ الْقُرٰى: مکہ مکرمہ۔ يَذْرَؤُكُمْ: وہ تمہیں پیدا کرے گا اور تمہیں کثیر تعداد میں کرے گا۔ مَقَالِيْدُ: اقلید کی جمع ہے، غیر قیاسی جمع ہے، چابیاں۔ شَرَعَ: بیان کیا، واضح کیا۔ جاری کیا۔ كَبُرَ: عظیم ہوا، بھاری ہوا۔ يُنِيْبُ: وہ واپس لوٹتا ہے، گناہ سے توبہ کرتا ہے۔ مُرِيْبٍ: ریب وقلق کی جگہ۔ دَاحِضَةٌ: باطل، زائل۔ مقولہ دحضت حجتہ یعنی اس کی دلیل اور حجت باطل رہے۔ دحضت رجلہ یعنی وہ پھسل گیا۔

تفسیر: حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ: ...... حروف مقطعات ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کرنے کے لیے لائے گئے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ شروع میں انسان غیر معروف حروف کا مجموعہ سن کر ہوشیار ہو جاتا ہے۔ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اے محمد! جس طرح تمہارے پروردگار نے یہ قرآن تمہاری طرف وحی کیا ہے اسی طرح آپ سے پہلے پیغمبروں پر کتابیں وحی کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی ملکیت، اس کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ: اللہ تعالیٰ مخلوق پر مرتبہ عالیشان رکھتا ہے، وہ تنہا عظمت و بڑھائی رکھتا ہے۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ: قریب ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے پھٹ جائیں۔ اور مشرکین جو اللہ کے لیے اولاد کا قول کرتے ہیں اس قول کی شناعت

وقباحت سے آسمان پھٹ پڑیں۔وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ : فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہیں اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ان صفات سے جو اس کے شایان شان نہیں۔وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ: اور زمین پر جو مؤمنین ہیں ان کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

مؤمنین کی عظمت شان

تسہیل میں ہے: آیت میں عموم ہے لیکن اس سے مراد خصوص ہے یعنی فرشتے صرف مومنین کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔جیسے سورۂ غافر میں گزرا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: فرشتے ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔(سورہ غافر، آیت ۷) اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ: اے قوم خبردار ہوشیار رہو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔اور ان پر رحم کرنے والا ہے چوں کہ ان کے کفر وعصیان کے باوجود ان پر عذاب لانے میں جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے۔قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے شروع میں ہیبت اور خوف دلایا جب کہ آخر میں نرمی کی اور بشارت دی۔[1] وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ: جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ: اللہ تعالیٰ ان کے احوال واعمال کی نگرانی کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی نگرانی سے کوئی چیز فوت نہیں ہونے پاتی، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا حساب لے گا۔وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ: اے محمد! آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں۔یہاں تک کہ آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور کردیں۔آپ تو بس ڈرسنانے والے ہیں۔وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا: یعنی جس طرح آپ سے پہلے اے محمد! ہم نے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی ہے اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید وحی کیا ہے جو کہ عربی زبان میں ہے اور یہ معجز کتاب ہے۔اس میں کوئی التباس اور پیچیدگی نہیں۔لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا: تاکہ اس قرآن کے ذریعہ آپ اہل مکہ اور اس کے مضافات کے شہروں میں رہنے والوں کو ڈرائیں۔

ام القریٰ ''مکہ مکرمہ'' ہے

امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اُمَّ الْقُرٰى: یعنی اصل القریٰ، تمام شہروں اور بستیوں کی اصل۔مکہ مکرمہ کو ام القریٰ اس کی عظمت وجلال کے پیش نظر کہا گیا ہے چوں کہ مکہ میں بیت اللہ ہے، مقام ابراہیم ہے اور دوسری جگہیں ہیں، اہل عرب ہر چیز کی اصل کو ''ام'' کہہ دیتے ہیں حتیٰ کہ قصیدہ کے متعلق بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ قصیدہ فلاں شخص کے امہات القصائد میں سے ہے۔[2] وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ: اور آپ اس خوفناک دن سے لوگوں کو ڈراتے ہیں جس دن ساری مخلوق حساب کے لیے ایک میدان میں جمع ہوگی لَا رَيْبَ فِيْهِ: اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں لامحالہ یہ دن برپا ہوکر رہے گا۔فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ: ایک جماعت جنت میں جائے گی اور وہ مومنین کی جماعت ہوگی اور ایک جماعت دوزخ میں جائے گی اور وہ کفار کی جماعت ہوگی۔چنانچہ حساب وکتاب کے بعد مخلوق دو حصوں میں بٹ جائے گی ایک حصہ اشقیا اور دوسرا سعدا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ان میں سے بعض شقی ہوں گے اور بعض خوش بخت۔(سورہ ہود، آیت ۱۰۵)

مذہب وملت کا اختلاف اللہ کی حکمت کے مطابق ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: ......یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سارے انسانوں کو ہدایت یافتہ بنادے ایک ہی دین ایک ہی ملت یعنی اسلام پر سب کو لے آئے۔ضحاک کہتے ہیں: یعنی سب ایک ہی دین پر ہوں، یا سب اہل ضلالت ہوں یا سب اہل ہدایت۔[3] وَلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ: لیکن اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اس سے وہی فعل سرزد ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔سو اللہ تعالیٰ جس آدمی کے بارے میں جانتا ہے کہ یہ ہدایت کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے اور اس ہدایت کی بدولت اسے جنت میں داخل کرے گا

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/۵ [2] التفسیر الکبیر ۲۷/۱۴۳ [3] تفسیر القرطبی ۱۶/۶

اور جس آدمی کے متعلق جانتا ہے کہ وہ گمراہی کو اختیار کرے گا اسے گمراہ کر دیتا ہے اور اس گمراہی کی وجہ سے اسے دوزخ میں داخل کر دے گا۔ اسی لیے آگے فرمایا۔ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ: کفار کا قیامت کے دن کوئی دوست نہیں ہوگا جس کی دوستی کا وہ دم بھر سکیں اور نہ کوئی مددگار ہوگا جو دوزخ کے عذاب سے بچانے میں ان کی مدد کر سکے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور اس امر پر توقیف بھی ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ لیکن جس کی قسمت میں سعادت لکھ دی گئی ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت یعنی دین اسلام میں داخل کرے گا۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ: استفہام انکاری ہے، بلکہ مشرکین نے اللہ کے علاوہ بہت سارے معبودان بنا رکھے ہیں، وہ ان سے مدد مانگتے ہیں اور انہیں سفارشی بنا رکھا ہے۔ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ: حقیقت میں صرف اللہ ہی رکھوالا اور مومنین کی مدد کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی والی نہیں۔ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى: اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، یہ بت جو نفع اور نقصان کے مالک نہیں یہ تو مُردوں کو زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، وہ اس امر کا حق رکھتا ہے کہ صرف اسی کو والی اور رکھوالا بنایا جائے اور باقی سب کو چھوڑ دیا جائے۔ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ: اے ایمان والو! تم دین و دنیا کے متعلق جس چیز کے بارے میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، اس میں اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب کے مطابق اس میں فیصلہ کیا جائے گا یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ: یعنی ان صفات کے ساتھ موصوف وہی میرا رب ہے، وہی میرا والی اور رکھوالا ہے اور وہی میرے معاملے کا مالک ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں اضمار ہے یعنی اے محمد ان سے کہہ دیجیے: یہی وہ ذات ہے جو مُردوں کو زندہ کرتی ہے اور اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرتی ہے۔ وہی میرا رب ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ: میں نے اپنے تمام معاملات میں صرف اسی پر بھروسہ کیا۔ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ: روزمرہ مجھے جتنی بھی مشکلات پیش آتی ہیں ان میں، میں صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ عبارت حصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی میں بھروسہ نہیں کرتا مگر اللہ پر اور میں رجوع نہیں کرتا مگر صرف اسی کی طرف اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جو لوگ غیر اللہ کو والی اور رکھوالا بنا لیتے ہیں ان کا راستہ سراسر غلط ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات جلیلہ بیان فرمائی ہیں۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مظاہر و آثار میں سے ہیں۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور انہیں بغیر نمونہ کے بنانے والا ہے۔ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا: اور اللہ نے اپنی قدرت سے تمہاری جنس میں سے عورتیں پیدا کیں۔ وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جانوروں کی مختلف اصناف نر اور مادہ جوڑے جوڑے پیدا کیے۔ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ: اور وہ اسی سبب سے تمہاری نسل چلاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نر و مادہ کا جوڑا نہ پیدا کرتا تو نسل آگے نہ چل سکتی۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ: یعنی اللہ تعالیٰ کا مثیل نہیں، اس کی نظیر نہیں، نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ ہی افعال میں۔ وہ واحد و یکتا ہے، بے نیاز ہے۔ اس سے غرض اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت سے پاک و منزہ قرار دینا ہے۔ كَمِثْلِهٖ: میں کاف نفی کی تاکید کے لیے ہے یعنی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب مثل کو نفس کے قائم مقام رکھتے ہیں۔ تم یوں کہو گے: مثلی لایقال له هٰذا یعنی انه لایقال لی هٰذا۔ آیت کا معنی ہے اللہ جل وعلا کی طرح کوئی چیز نہیں۔[1]

اللہ کا مثل کوئی نہیں

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس باب میں جو عقیدہ رکھا جائے وہ یہ کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ شریعت نے خالق اور مخلوق پر اس کا جو اطلاق کیا ہے سوان دونوں میں معنی حقیقی میں تشابہ نہیں ہے چوں کہ قدیم کی صفات مخلوق حادث کی صفات سے جدا ہیں۔ جب کہ مخلوق کی صفات اعراض و اغراض سے خالی نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ صفات نقص سے پاک و منزہ

---

[1] حاشیۃ الجمل علی الجلالین ۴/ ۵۵

ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں: توحید ایسی ذات کا اثبات ہے جو دوسری ذاتوں کے مشابہ نہ ہو اور صفات میں سے صفت معطل بھی نہ ہو۔ واسطی نے یہ اضافہ کیا ہے اور کہا ہے: اللہ کی ذات کی طرح کوئی ذات نہیں، اس کے اسم کی طرح کوئی اسم نہیں، اس کے فعل کی طرح کوئی فعل نہیں، بس یہی اہل حق یعنی اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے۔[1] وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ: اللہ تعالیٰ انسانوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کے احوال وافعال کو دیکھتا ہے۔

آسمان وزمین کے تمام خزانوں کا مالک اللہ ہے

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ:...... آسمان وزمین کے تمام خزانوں مثلاً بارش، سبزہ جات اور سب ضروریات کی کنجیاں اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے وسیع رزق عطا کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رزق کی تنگی کر دیتا ہے۔ یہ سب فیصلے اس کی حکمت الٰہیہ کے مطابق ہیں۔ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ: ماسبق کی تعلیل ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بندے کے لیے مالی آسودگی بہتر ہے یا مالی تنگی۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَّالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ: اے مومنین! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شریعت مطہرہ اور دین حنیف کی راہ ڈالی ہے۔ یہ وہی طریقہ ہے جس کا حکم پیغمبروں اور ارباب شرائع یعنی مشاہیر انبیا کو دیا ہے، جیسے نوح اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى: ہم نے اس راہ کا بطریق الزام ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا یعنی ان پیغمبروں کو اصول شرائع اور احکام کا حکم دیا۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں صرف چار انبیا کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے چوں کہ یہ اکابر انبیائے کرام ہیں اور اولوالعزم واصحاب الشرائع ہیں۔ چنانچہ ان مذکورہ انبیا میں سے ہر نبی کو مستقلاً شریعت ملی تھی۔ ان کے علاوہ جو انبیا ہیں وہ اپنے سے پہلے رسول کی شریعت کی تبلیغ کے لیے مبعوث ہوئے ہیں، حتیٰ کہ دین حنیف کا معاملہ مسلسل رسولوں کے ساتھ موکد ہوتا رہا اور انبیائے کرام اس کی آبیاری وحمایت کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ ایک کے بعد ایک اور ایک شریعت کے بعد دوسری آتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کو خیر ملل اور خیر امت کے ساتھ مکمل کیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا جو آخری نبی ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ہماری شریعت میں تمام شرائع سابقہ کے اصول اعتقادات اور اصول احکام جمع ہیں اگرچہ فروع میں اختلاف ہے۔[2] اسی لیے فرمایا: أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ: اور ہم نے حکم دیا کہ دین حق کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ آیت میں دین سے مراد دین اسلام یعنی توحید، طاعت خداوندی، اللہ کی کتابوں پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان، بعث بعد الموت اور جزا وسزا پر ایمان ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دین کو قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ یہی خالص دین جاری رہے، اختلاف سے محفوظ ہو اور وہ اصول جن میں شریعت کا اختلاف نہیں ہوتا اضطراب سے پاک رہے اور وہ اصول توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں۔ یہ سارے اصول بطور دین واحد مشروع ہیں اور ملت واحدہ ہیں۔[3]

دعوت توحید مشرکین پر بہت بھاری ہے

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ:...... عبادت خداوندی اور توحید جس کی طرف تم بلاتے ہو یہ چیز کفار پر نہایت گراں گزرتی ہے۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایمان وتوحید کے لیے منتخب فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف رجوع کرتا ہے اسے دین حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسے طاعت وہدایت کی توفیق دیتا ہے اور اس پر رحمت نازل کرتا ہے۔ وَمَا تَفَرَّقُوٓا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ: یہود ونصاریٰ جو کہ مختلف ادیان کے ماننے والے ہیں انہوں نے تفرقہ نہیں ڈالا مگر اس وقت جب ان پر نبی مرسل کی طرف سے حجج وبراہین قائم ہو گئیں۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ: انہوں نے دین میں تفرقہ آپس کی عداوت، حسد اور عناد کی وجہ سے ڈالا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى: اگر اللہ تعالیٰ نے تا یوم قیامت عذاب کی تاخیر کا فیصلہ نہ کیا ہوتا لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ: دنیا میں انہیں فوراً

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/۸ [2] الصاوی ۴/ ۳۲ [3] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۱

عذاب مل جاتا اور ان کا استیصال ہو جاتا۔[1] وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اہل کتاب میں سے جو لوگ باقی رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین ہوئے اپنے اسلاف کے بعد لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ: وہ تورات و انجیل کی بارے میں سخت اضطراب اور شک میں مبتلا ہیں، وہ حیرت اور ریب میں پڑے ہوئے ہیں چوں کہ انہیں اپنے دین اور کتاب کے متعلق پختہ یقین نہیں ہے، وہ تو بس اپنے آباو اسلاف کے مقلد ہیں اور ان کی تقلید بھی بلا دلیل ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ لوگ اپنی کتاب کو نہیں جانتے جیسی کہ وہ اصلی حالت میں تھی اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ایمان رکھنے کا حق ہے، بس وہ شک اور قلق کا شکار ہیں۔[2]

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیجیے اور دین پر استقامت اختیار کیجیے

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ: ...... اسی تفرقہ کی وجہ سے جو اہل کتاب میں پیدا ہو گیا تھا، ہم نے آپ کو اے محمد! حکم دیا کہ لوگوں کو دین حنیف کی طرف بلاؤ، اسی دین کا ہم نے تمام پیغمبروں کو حکم دیا۔ اے محمد! آپ بھی اسی دین پر قائم رہیں اور استقامت دکھائیں، لوگوں کو بھی اسی دین کی دعوت دیں۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ: مشرکین کی باطل خواہشات کا پیچھا نہ کرنا وہ آپ کو ترک توحید کی دعوت دیتے ہیں، جو ملت حنیفہ کے سراسر خلاف ہے۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ: یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب کی تصدیق کی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لاؤ چوں کہ اہل کتاب تفرقہ کا شکار ہو گئے تھے تو انہوں نے بعض آسمانی کتابوں پر ایمان لایا اور بعض کو چھوڑ دیا۔[3] وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرنے میں عدل و انصاف سے کام لوں۔ ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جب تمہارے درمیان جھگڑے کھڑے ہو جائیں تو میں عدل کی ساتھ فیصلہ کروں۔

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ: ...... اللہ تعالیٰ ہم سب کا خالق و مالک ہے اور وہی ہمارے امور کا متولی ہے، لہٰذا ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم تنہا اسی کی عبادت کریں لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ: ہمارے لیے ہمارے اعمال کا بدلہ ہے اور تمہارے لیے تمہارے اعمال کا بدلہ ہے، خواہ اعمال خیر ہوں یا اعمال شر، انہی کے مطابق بدلہ بھی خیر و شر ہوگا۔ ہمیں تمہاری نیکیوں کا کوئی فائدہ نہیں اور تمہارے گناہوں کا ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مشرکین سے بیزاری کا اعلان ہے یعنی ہم تم سے بریٔ الذمہ ہیں۔ جیسے سورہ یونس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ (سورہ یونس، آیت ۴۱)

اگر مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ میرے لیے میرے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔
تم میرے اعمال سے بری لازمہ ہو اور میں تمہارے عمال سے بری الذمہ ہوں۔[4]

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ: ...... ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی مناظرہ اور جنگ نہیں ہے چوں کہ حق واضح ہو چکا ہے، جیسے دوپہر کے وقت سورج چمک رہا ہوتا ہے جب کہ تم بغض و عناد پر اترے ہوئے ہو۔ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوٹوک فیصلہ کے لیے ہمیں جمع کرے گا، اللہ ہی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے، لہٰذا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، اچھے اعمال ہوئے تو بدلہ بھی اچھا دے گا اور اگر برے اعمال ہوئے تو بدلہ بھی برا ہوگا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے غرض یہ ہے کہ حق واضح ہو چکا ہے او رحجت قائم ہو چکی ہے، صرف ضد و عناد باقی ہے، ضد و عناد کے بعد کوئی حجت اور کوئی جھگڑا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کے درمیان فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔[5] وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں جھگڑتے ہیں تاکہ لوگوں کو ایمان سے روک دیں مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ: اس کے بعد کہ جب لوگوں نے اس دین کو قبول کر لیا اور اس میں داخل ہو گئے حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کی حجت باطل ہے، اللہ کے ہاں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ آیت بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس گروہ نے کچھ لوگوں کو دین اسلام سے روکنے کی کوشش کی اور باطل طریقہ سے ان کے

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۷۲ [2] تفسیر البیضاوی ۲/ ۳۷۴ [3] التفسیر الکبیر ۲/ ۱۵۸ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۷۳ [5] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۷۳ حاشیۃ الصاوی ۴/ ۳۳

ساتھ مناظرہ کرتے تھے۔[1] وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ: ان پر دنیا میں اللہ کا شدید غضب ہوگا اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: وہی تو اللہ ہے جس نے ساری آسمانی کتابیں نازل کیں اس حال میں کہ وہ حق و سچ ہیں، ان کے احکام ان میں بیان کی گئی شریعت اور اخبار سچائی پر مبنی ہیں۔ وَالْمِيْزَانَ: اور اللہ نے میزان نازل کیا۔

میزان کیا ہے؟

میزان سے مراد عدل و انصاف ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: عدل کو میزان کہا جاتا ہے چوں کہ میزان (ترازو) ہی کے ذریعے عدل و انصاف حاصل ہوتا ہے۔ یہ تسمیۃ الشی باسم السبب کے قبیل میں سے ہے۔ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ: اے مخاطب! تجھے کیا خبر ہو سکتا ہے قیامت کا وقت قریب ہو؟ عاقل کے لیے ضروری ہے کہ وہ قیامت سے ڈرتا رہے، ہوشیار رہے اور اس کے لیے تیاری کرتا رہے۔

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ: قیامت یوم حساب ہے گویا یوں کہا گیا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل اور مساوات کا حکم دیا ہے قبل اس سے کہ قیامت کا دن آ جائے جس میں حساب ہوگا اور اعمال کا وزن کیا جائے گا۔[2] يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا: مشرکین جو قیامت کی تصدیق نہیں کرتے وہ قیامت کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور بطور مذاق کہتے ہیں: قیامت کب آئے گی؟ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا: مومنین جو قیامت کی تصدیق کرتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں بلکہ سہمے ہوئے ہیں۔ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ: یقینی علم رکھتے ہیں کہ قیامت آ کر رہے گی، لامحالہ اس کا قیام ہوگا۔ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ: جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ حق سے بہت دور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں چوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس کی حکمت کا انکار کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿٢٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

[1] البحر المحیط ٧/ ٥١٣ [2] سابقہ مرجع ٧/ ٥١٣.

عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ
بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ
الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ
قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ
فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:......اللہ بندوں پر مہربان ہے، وہ رزق دیتا ہے جسے چاہے اور وہ قوی ہے، عزیز ہے۔﴿۱۹﴾ جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی بھی حصہ نہیں۔﴿۲۰﴾ کیا ان کے لیے شرکا ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین میں وہ چیزیں مشروع کردی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ اگر فیصلہ کی بات طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور بلاشبہ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔﴿۲۱﴾ آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالاں کہ وہ ان پر واقع ہوکر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا یہ بڑا فضل ہے۔﴿۲۲﴾ یہ وہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ آپ فرمادیجیے کہ میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں زیادہ خوبی کردیں گے اور بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدردان ہے﴿۲۳﴾ کہ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے سو اگر اللہ چاہے آپ کے دل پر مہر لگادے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت کرتا ہے بلاشبہ وہ سینوں کی چیزوں کو جاننے والا ہے۔﴿۲۴﴾ اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے وہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے﴿۲۶﴾ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے روزی فراخ کردے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے۔ ایک اندازہ کے ساتھ جو وہ چاہتا ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے﴿۲۷﴾ اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے اور وہ ولی ہے، مستحقِ حمد ہے۔﴿۲۸﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا اور جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیے ہیں اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے﴿۲۹﴾ اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے﴿۳۰﴾ اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔﴿۳۱﴾

ربط: ......قبل ازیں قیامت کا ذکر ہوا اس ضمن میں مومنین اور کفار کے حساب وجزا وسزا کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انہیں سزا اور عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا باوجودیہ کہ وہ نافرمانیوں کے بسبب جلدی عذاب مل جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد متقین کے انجام کا ذکر ہے اور آخرت میں مجرمین کے انجام کا ذکر ہے۔

لغات: لَطِيْفٌ: ......نرم دل، ہمدرد، رحیم۔ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ: حرث اصل میں زمین میں بیج بونے کو کہا جاتا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے غلے پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، اس کے بعد کا لفظ ثمرات حسرت عمال اور ان کے نتائج میں بھی استعمال کیا جانے لگا ہے۔ اور یہ استعمال بطور استعارہ کے ہے۔ الْفَصْلُ: سابقہ فیصلہ۔ يَّقْتَرِفُ: وہ کماتا ہے۔ رَوْضٰتِ: روضۃ کی جمع ہے، بمعنی باغ جہاں پھول اور درخت ہوں۔ الْغَيْثَ: بارش۔

بارش کو ''غیث'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ بارش بھی انسانوں کی فریاد رسی کرتی ہے۔ قَنَطُوْا: وہ مایوس ہوئے۔ بَثَّ: بکھیر دیا، پھیلا دیا۔ مُعْجِزِیْنَ: بھاگ کر اللہ کے عذاب سے جان بچانے والے۔

تفسیر: اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ:...... اللہ تعالیٰ مخلوق پر بڑا مہربان اور بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ ان پر خیر و بھلائی اور برکات کی بارش برسا دیتا ہے باوجود یہ کہ انسان سے اس کی نافرمانی بھی ہوتی ہے۔

اللہ کی مہربانی

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم نیک و بد دونوں پر یکساں ہے چنانچہ معصیت کی وجہ سے بدکو فاقوں نہیں مرنے دیتا۔[1] يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے کھلا رزق عطا کرتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا وسیع سال عطا کرنا اس کی حکمت ہے تا کہ لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف و کرم ہے۔ نیز ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر و تنگ دست کے ذریعے مالدار کا امتحان لینا چاہتا ہے اور فقیر کا مالدار کے ذریعے امتحان لینا چاہتا ہے، جیسے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا؟

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ (سورۃ الفرقان، آیت ۲۰)

ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائش میں ڈالا کہ کیا تم صبر کرتے ہو یا نہیں۔[2]

وَهُوَ الْقَوِيُّ:...... اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ الْعَزِيْزُ: یعنی غالب ہے اسے کوئی بھی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اُوپر بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور لطف و کرم والا ہے، انسانوں پر اس کے بڑے احسانات ہیں۔ آگے اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جب تک اس دنیا میں ہے وہ نیکیوں کی طلب میں سعی کرتا رہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ: جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کی نعمتیں لینا چاہتا ہے ہم اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کر دیتے ہیں، یعنی اس کی نیکیوں کو چند در چند بڑھا دیتے ہیں۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا: جو شخص اپنے عمل سے فقط متاع دنیا اور دنیا کی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہو ہم اسے دنیا کے عارضی متاع میں سے کچھ عطا کر دیتے ہیں جو اس کا نصیب میں ہوتا ہے۔ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ: جب کہ آخرت کے ثواب اور آخرت کی نعمتوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں وہ عمل جس سے فائدہ حاصل کیا جائے اسے حرث سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ بطور مجاز ہے اور دونوں میں فرق کیا گیا ہے۔ بایں طور کہ جو شخص آخرت کے لیے عمل کرے گا اس کی نیکیاں دو گنا کر دی جائیں گی اور جو دنیا کے لیے عمل کرے گا تو دنیا میں سے اسے کچھ دیا جائے گا بعینہ وہ نہیں جو وہ چاہتا ہوگا۔[3]

تسہیل میں لکھا ہے: حرث الاخرۃ۔ آخرت کے لیے عمل سے عبادت ہے، اسی طرح حدث دنیا بھی۔ یہ حرث ارض سے مستعار ہے چوں کہ کسان کھیتی میں کام کرتا ہے اور منفعت کا منتظر رہتا ہے۔ اس کے بعد کفار کی عبادت کا ذکر ہے کہ وہ عبادت تو کرتے ہیں مگر غیر اللہ کے لیے، ان کی عبادت پر نکیر کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ: استفہام برائے توبیخ ہے۔ کیا ان کفار کے شیاطین میں سے کچھ شرکا ہیں یا بتوں میں سے معبودان ہیں جنہوں نے شرک و عصیان کی راہ ڈالی ہو جب کہ اللہ نے اس راہ کا حکم نہیں دیا؟ شیخ زادہ کہتے ہیں: شرع کی اسناد بتوں کی طرف کی گئی ہے جب کہ بت تو جمادات ہیں، لہٰذا یہ اسناد مجازی ہے اور فعل کا اسناد سبب کی طرف ہے، مشاکلۃ اور تہکما اس راہ کو دین کہہ دیا گیا ہے۔[4] وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ: اگر اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں یہ فیصلہ نہ کر دیا ہوتا کہ ثواب اور عذاب قیامت کے دن ہوں گے تو کفار اور مومنین کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا وہ یہ کہ کفار کو فوراً عذاب دے دیا جاتا اور مومنین کو فوراً ثواب مل جاتا۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: کفار جنہوں نے کفر و معصیت کا راستہ اختیار کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

---

[1] البحر المحیط ۷/۵۱۴ [2] تفسیر القرطبی ۶/۱۸ [3] الکشاف ۴/۱۷۱ [4] حاشیۃ البیضاوی ۳/۲۷۵

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا:...... اے مخاطب! قیامت کے دن تو کفار ظالمین کو اپنے کیے ہوئے برے اعمال سے ڈرا اور سہما ہوا دیکھے گا، مارے خوف کے ان کی حالت غیر ہو رہی ہوگی۔ وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ: لامحالہ قیامت کے دن یہ بدلہ انہیں ضرور مل کر رہے گا خواہ خوفزدہ ہوں یا نہ ہوں۔

یہ بڑی کامیابی ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ:...... مومنین صالحین جنت کے باغات میں عیش کر رہے ہوں گے جو کہ پاکیزہ اور اعلیٰ منازل والی جگہ ہے۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ: جنت میں لذات، نعمتیں اور ثواب عظیم مومنین کو حاصل ہوگا اور جو کچھ چاہیں گے انہیں ملے گا۔ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہاں یہ اور کہاں وہ؟ یعنی جو شخص ذلت و رسوائی میں پڑا ہوا ہے اسے جنت کے باغات میں عیش کرنے والے سے کیا نسبت؟[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ: یعنی یہ نعمتیں اور یہ جزا بہت بڑی کامیابی ہے، اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ ایسا فضل ہے جس کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی عقل اس کی حقیقت تک پہنچ سکتی ہے چوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس فضل کو "کبیر" کہہ دیا تو کون ہو سکتا ہے جو اس کی مقدار بیان کر سکے۔[2] ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: یہ وہی اکرم و انعام ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بشارت دی ہے، تاکہ ان کا سرور بڑھ جائے اور رب تعالیٰ کی علامات کا شوق زیادہ ہوتا جائے۔

دعوت توحید پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى:...... اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے! میں تم سے تبلیغ رسالت پر مال و اجرت نہیں طلب کرتا۔ ہاں اللہ قرابت داری کے حق کی پاسداری کرو اور مجھے اذیت نہ پہنچاؤ، تاکہ میں اپنے رب کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں اس تبلیغ اور وعظ و نصیحت پر تم لوگوں سے مال نہیں طلب کرتا، میرا تم سے بس یہ مطالبہ ہے کہ مجھے آزاد چھوڑ دو تاکہ میں اپنے رب کی رسالت لوگوں تک پہنچا دوں۔ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت داری قائم ہے اس کا لحاظ رکھو اور مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہاں البتہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت داری ہے اسے جوڑے رکھو۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا: جو شخص طاعت بجا لاتا ہے ہم اس کے لیے اس کی طاعت کا ثواب دوگنا کر دیتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ: اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور نیکی کرنے والے کی نیکیوں کا قدردان ہے، اس کے ہاں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں ہوتا۔ اسی لیے وہ کثیر برائیوں کو بخش دیتا ہے اور تھوڑی نیکیوں کو بھی کثیر کر دیتا ہے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: بلکہ کیا کفار قریش کہتے ہیں کہ محمد نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور قرآن کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے؟ ابوحیان کہتے ہیں: یہ استفہام انکاری ہے اور اس مقالہ پر مشرکین کی توبیخ کی جا رہی ہے یعنی: قرآن جیسا کلام جھوٹ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے جب کہ تم قبل ازیں قرآن کے صدق کا اعتراف کر چکے ہو۔[4]

قرآن کے جھوٹ نہ ہونے پر دلیل

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ:...... بالفرض اگر آپ اللہ پر جھوٹ باندھ دیتے جیسے کفار مجرمین کا گمان ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے اور پھر آپ قرآن کو بھول جاتے اور آپ کے دل سے قرآن سلب کر لیا جاتا، لیکن آپ نے اللہ پر جھوٹ نہیں باندھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید کی اور آپ کو سیدھی راہ پر رکھا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ (سورۃ الحاقۃ، آیت ۴۴ تا ۴۶)

بالفرض اگر یہ پیغمبر ہماری طرف جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے، ہم اس کا دائیں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۷۵ [2] تفسیر القرطبی ۱۶/۲۰ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۷۵ [4] البحر المحیط ۷/۵۱۶

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار کے قول کہ محمد اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ بطلان پر یہ آیت استشہاد ہے، چنانچہ اگر ایسا ہوتا اللہ تعالیٰ انہیں ایسا کرنے سے لامحالہ روک دیتا اور پیغمبر کے دل پر مہر لگا دیتا اور پھر کوئی معنی بھی ان کے دل میں نہ کھٹکتا اور ایک حرف کا بھی نطق نہ کر سکتے۔[1] وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ: اور اللہ تعالیٰ تو باطل کو مٹاتا ہے۔ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ: اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے اور اپنے نازل کردہ کلام سے اس کی وضاحت کرتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: کلمات سے مراد حجتیں اور براہین ہیں۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: یعنی اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے اور ضمیر میں پوشیدہ اسرار کو بھی جانتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہو جاتا اور آپ کے دل پر مہر لگا دی جاتی۔[2] وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ: یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان جتلایا جا رہا ہے یعنی اللہ عز وجل اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جب وہ معاصی سے توبہ کر لیں اور صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ: اللہ تعالیٰ جس کے چاہتا ہے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، کیا صغیرہ کیا کبیرہ۔ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ: تم جو کچھ بھی کرتے ہو سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے کیے ہوئے اعمال خواہ خیر ہوں یا شر۔ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی دعا قبول کرتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اصل میں يَسْتَجِيْبُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: تھا لام حرف جر کو حذف کر دیا گیا ہے جیسے وَاِذَا كَالُوْهُمْ: میں لام حذف کر دیا گیا ہے اصل میں كَالُوْا لَهُمْ تھا۔[3] وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ: اہل ایمان جس جود و کرم کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بڑھ کر انہیں عطا کرتا ہے چوں کہ وہ جواد ہے کریم ہے اور البر الرحیم ہے۔ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ: رہی بات کفار کی سو ان کے لیے دوزخ کا دردناک عذاب ہے۔

وسعت رزق کو عام نہ کرنے کی حکمت

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ:...... اگر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو وسیع رزق عطا کر دیتا تو وہ سرکشی اور بغاوت پر اتر آتے اور زمین میں فساد برپا کر دیتے۔ پھر یہ زمین فتنہ و فساد، معاصی اور گناہوں سے بھر جاتی، چوں کہ مالی آسودگی طغیان کی موجب ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کی حاجت وضرورت سے زیادہ مال عطا کر دے تو وہ بغاوت اور ظلم پر اتر آئیں ایک دوسرے کے سر اتارنے لگیں۔ قتادہ کہتے ہیں: بہترین معاشی حالت وہ ہے جو غفلت اور طغیان کا باعث نہ بنے۔[4] وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ: لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق اپنے بندوں کے لیے رزق نازل کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: میرے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں مالی آسودگی راس آتی ہے اگر میں انہیں فقر و فاقہ سے دوچار کر دوں تو میں ان کا دین ان کے لیے خراب کرنے والا ہو جاؤں گا جب کہ میرے بندوں میں بعض ایسے ہیں جنہیں صرف فقر و فاقہ ہی راس آتا ہے اگر میں انہیں مالدار بنا دوں تو پھر میں ہی ان کے دین کو بگاڑ دوں گا۔[5] اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال سے بخوبی آگاہ ہے وہی عطا کرتا ہے اور وہی محروم رکھتا ہے، وہی وسیع رزق عطا کرتا ہے اور وہی رزق میں تنگی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکمت کے تقاضا کے مطابق رزق عطا کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا:...... آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کی ہوئی نعمتیں شمار کی ہیں، یعنی وہی ذات تو ہے جو بارش برساتی ہے زمین خشک سالی سے بنجر ہو چکی ہوتی ہے اور انسان مایوس ہو چکے ہوتے ہیں ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے پانی نازل کرتا ہے۔ وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ: وہی اپنے بندوں پر اپنی رحمتیں، خیرات و برکات نازل کرتا ہے۔ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ: اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کا والی اور رکھوالا ہے، وہی سزاوار حمد و ستائش ہے چوں کہ بندوں پر اس کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل اور اس کی حکمت کے عجائب جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں یہ ہیں کہ اس نے اس عجیب و غریب شکل و صورت میں زمین و آسمان پیدا کیے۔ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ: اور اس نے آسمان و زمین میں جو مخلوقات پھیلا دی ہے وہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کے عموم میں جن و انس، ملائکہ، حیوانات سبھی شامل ہیں، سب کی شکلیں جدا، رنگ جدا، اجناس و انواع جدا۔ مجاہد کہتے ہیں: اس

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/ ۴۴ [2] البحر المحیط ۷/ ۵۱۶ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۱۶۹ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۷۷ [5] کذا ذکرہ ابن کثیر عن انس

سے مراد فرشتے اور انسان ہیں۔ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ مخلوقات کو حشر و حساب اور جزا کے لیے جمع کرنے پر قادر ہے، جس وقت میں چاہے انہیں جمع کر دے گا۔

ہر مصیبت اعمال بد کا نتیجہ ہوتی ہے

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ:...... اے لوگو! تمہیں جو مصیبت بھی پہنچتی ہے خواہ اس کا تعلق تمہاری جانوں سے ہو یا تمہارے اموال سے ہو وہ تمہیں تمہاری معصیت کے بسبب پہنچتی ہے۔ جلال کہتے ہیں: آیت میں معاصی کو ایدی یعنی ہاتھوں سے تعبیر کیا ہے چوں کہ اکثر افعال ہاتھوں سے سرزد ہوتے ہیں۔[1] وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ: یعنی اللہ تعالیٰ کثیر گناہوں کو درگزر کر دیتا ہے اور ان پر سزا نہیں دیتا، اگر ہر گناہ پر تمہارا مواخذہ ہوتا تو ہلاک ہو جاتے۔ حدیث میں ہے: آدمی کو لکڑی سے ہلکی سے خراش بھی نہیں لگتی یا اس کے پاؤں کو ٹھوکر بھی نہیں لگتی یا اس کی کوئی رگ بھی نہیں پھڑکتی مگر کسی گناہ کی وجہ سے جب کہ اللہ تعالیٰ تو بہت سارے گناہوں کو درگزر کر دیتے ہیں۔[2] وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ: اے مشرکین! تم اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے فیصلے سے کہیں بچ کر بھاگ نہیں سکتے اگرچہ تم زمین کے اطراف و اکناف میں کیوں نہ بھاگ کر چلے جاؤ۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ: تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی نہیں جو تمہارا رکھوالا ہو اور تمہارے معاملات کی نگرانی کرتا ہو اور تمہاری مصلحتوں کی رعایت کرتا ہو، تمہارا کوئی مددگار نہیں جو اللہ کے عذاب اور اس کے انتقام سے تمہیں بچا سکے۔

فائدہ:...... انسان کو پیش آنے والے مصائب اس کے گناہوں کے کفارہ کے لیے ہوتے ہیں۔ رہی بات انبیا کی انہیں جو مصیبتیں پیش آتی ہیں ان سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں چوں کہ انبیا معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔

تنبیہ:...... بعض علما کہتے ہیں: یہ امر بعید نہیں کہ ستاروں اور عالم بالا میں فرشتوں کے علاوہ اور بھی مخلوق ہے جو انسان کے مشابہ ہو سکتی ہے اور وہاں زمین کے جانوروں کے مشابہ جانور بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مریخ پر زندگی کے پائے جانے پر فلکی دلائل دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ علما نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ: میرے خیال میں ممکن ہے کہ فضا میں انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق بھی ہو۔ رہی بات انسان کے سو یہ قطعی بات ہے کہ انسان کا وجود صرف اسی زمینی سیارے پر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الاعراف، آیت ۲۵)

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ
اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ
وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى
بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ
سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ

[1] تفسیر الجلالین ۴/۸۰ [2] کذا فی البحر المحیط وذکر الحدیث ابن کثیر من روایت ابی حاتم عن الحسن مرسلاً

بِغَيْرِ الْحَقِّ ط أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ وَمَنْ ع
يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ط وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ
مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ط وَقَالَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ
عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ
سَبِيْلٍ ﴿٤٦﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ
وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ط اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ط وَاِنَّآ
اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ج وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ
كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ
الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ
اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلِيٌّ
حَكِيْمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ
وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ط وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ
اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿٥٣﴾ ع

ترجمہ: ......اوران کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں۔﴿٣٢﴾ اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کے لیے۔﴿٣٣﴾ یا وہ انہیں کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرمادے اور بہت سو کو معاف کر دے﴿٣٤﴾ اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں، ان کے لیے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں﴿٣٥﴾ اور تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا والی زندگی کا سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں﴿٣٦﴾ اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب انہیں غصہ آ جائے تو معاف کر دیتے ہیں﴿٣٧﴾ اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں﴿٣٨﴾ اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ظلم پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔﴿٣٩﴾ اور برائی کا بدلہ برائی ہے اسی جیسی سو جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا﴿٤٠﴾ اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں۔﴿٤١﴾ الزام انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے﴿٤٢﴾ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔﴿٤٣﴾ اور اللہ جس کو

گمراہ کرے اس کے لیے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اے مخاطب! تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ یوں کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس کیے جانے کا کوئی راستہ ہے؟ ﴿۴۴﴾ اور تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جا رہے ہوں گے ذلت کی وجہ سے جھکے ہوئے چھپی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارے میں پڑ جانے والے وہ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے گھر والوں سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑ گئے، خبردار اس میں شک نہیں کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں رہیں گے، ﴿۴۵﴾ اور ان کے لیے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں۔ ﴿۴۶﴾ تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا ہوگا' تمہارے لئے اس دن پناہ لینے کی جگہ نہ ہوگی اور نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا۔ ﴿۴۷﴾ پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھا دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے۔ ﴿۴۸﴾ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں کا اور زمین کا ملک، وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے ﴿۴۹﴾ یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو جمع کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔ ﴿۵۰﴾ اور کسی بشر کے لیے یہ موقع نہیں ہے کہ وہ اللہ سے بات کرے ہاں وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات ہو سکتی ہے کہ اللہ کسی رسول کو بھیج دے پھر وہ رسول اس کی اجازت سے اس کی مشیت کے مطابق وحی پہنچا دے۔ بے شک وہ برتر ہے حکمت والا ہے ﴿۵۱﴾ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی وحی کی۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ ﴿۵۲﴾ جو اللہ کا راستہ ہے جس کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے' خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔ ﴿۵۳﴾

ربط وتعارف: ......اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل پیش کیے جو کہ آسمان اور زمین کی پیدائش اور ان میں پھیلائی گئی مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر ایک اور نشانی ذکر کی ہے جو اس کے قادر و حکیم ہونے پر دلالت کرتی ہے اور وہ پہاڑ جیسے بڑے بڑے جہازوں کا سمندر میں تیرنا ہے جن میں خوراک اور دیگر سامان لادا ہوتا ہے۔ پھر اثبات وحی اور صدق قرآن کے اثبات پر سورۂ مبارکہ کا اختتام ہوا ہے۔

لغات: اَلْجَوَارِ: ......جاریۃ کی جمع ہے بمعنی کشتی۔ اسے جاریۃ اس لیے کہتے ہیں چوں کہ کشتی بھی سطح سمندر پر جاری رہتی ہے۔ اَلْاَعْلَامِ: علم کی جمع ہے، بلند و بالا پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔ حضرت خنسا کا شعر ہے ۔

وانّ صخرًا لتأتمّ الهداة به　　　كأنّه علم في راسه نارٌ

صخر کو تو بڑے بڑے راہبر بھی اپنا راہنما مانتے تھے، گویا وہ ایک پہاڑ تھا جس کے اوپر آگ کا شعلہ چمک رہا ہو۔

رَوَاكِدَ: ......رکی ہوئی، ٹھہری ہوئی، رَکَدَ الْمَاءُ سے ہے، رکا ہوا پانی۔ مَّحِيصٍ: بھاگنے کی جگہ عذاب سے چھٹکارا۔ يُوْبِقْهُنَّ: وہ انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ اَلْفَوَاحِشَ: فَاحِشَةٌ کی جمع ہے، ایسا گناہ جس کی قباحت انتہا درجے کو پہنچی ہوئی ہو، جیسے زنا، قتل شرک وغیرہا۔ نَّكِيْرٍ: منکر، نازل ہونے والا عذاب جسے کوئی نہیں پسند کرتا۔ عَقِيْمًا: بانجھ۔

تفسیر: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ: ......اللہ تعالیٰ کی قدرت باہرہ اور سلطنت عظیمہ پر دلالت کرنے والی علامات میں سے ایک پہاڑوں جیسے جہازوں کا سطح سمندر پر چلنا ہے، جو اپنی ضخامت اور حجم کے ساتھ تیرتے رہتے ہیں۔ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ: اگر اللہ چاہے ہواؤں کو روک دے پھر یہ جہاز ساکن ہو کر رہ جائیں، ایک جگہ سے ملنے نہ پائیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: ان جہازوں اور کشتیوں کے چلنے میں بڑے عبرتیں اور نصیحتیں ہیں ہر اس مؤمن شخص کے لیے جو سختیوں میں صبر کرنے والا ہوتا ہے اور آسودہ حالی میں اللہ کا شکر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی آزمائشوں اور بلاؤں پر زیادہ صبر کرنے والا اور عطایا پر زیادہ شکر کرنے والا۔

بحری جہاز قدرت باری تعالیٰ کے عظیم دلائل میں سے ہے

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سمندر میں چلنے والے جہازوں کا ذکر اس لیے کیا گیا چوں کہ ان میں قدرت خداوندی کے عظیم دلائل ہیں۔ چنانچہ پانی جسم لطیف رکھتا ہے اس میں معمولی سی ثقیل چیز بھی ڈوب جاتی ہے، جب کہ بحری جہاز اپنے اوپر بھاری اور ثقیل چیزیں اٹھائے ہوتا ہے۔ اللہ نے پانی میں ایسی طاقت رکھ دی ہے جو اسے اپنی سطح پر اٹھائے رکھتا ہے اور ڈوبنے سے روکے رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو جہازوں کے چلنے کا سبب بنا دیا ہے۔ جب جہازوں کو روکنا چاہتا ہے ہوا کو روک دیتا ہے اور جہاز اپنی جگہ سے ہلنے نہیں پاتا۔[1] اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے ہواؤں کو تند و تیز آندھیوں میں بدل دے جو ان جہازوں کو پانی میں غرق کر کے رکھ دیں اور ان جہازوں میں سوار لوگوں کو بھی سمندر برد کر دیں بسبب اس کے کہ جو انہوں نے گناہ کر رکھے ہیں۔ وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ: بہت سارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ درگزر کر دیتا ہے اور انسانوں کو نجات دے دیتا ہے اور وہ ہلاکت سے بچ جاتے ہیں۔ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ: اور اس لیے تا کہ ان کفار کو علم ہو جائے جو باطل کے سہارے اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی ٹھکانا اور پناہ گاہ نہیں، اور اللہ کے عذاب سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

آخرت کی نعمتیں بہتر اور دائمی ہیں

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تا کہ کفار جب سمندر کے بیچوں بیچ ہوں اور چاروں طرف سے تیز ہواؤں نے انہیں گھیر رکھا ہو تو اس وقت انہیں معلوم ہو جائے کہ اب ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں اور اللہ کے سوا انہیں ہلاکت سے کوئی بچانے والا نہیں۔ یوں انجام کار تا کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کریں۔[2] فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: اے لوگو! تمہیں دنیا کی نعمتوں اور رونقوں میں سے جو کچھ دیا گیا ہے تو یہ نعمتیں اور رونقیں ختم ہو جانے والی ہیں، تم اپنی زندگی تک ان سے نفع اٹھا سکتے ہو پھر ختم۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: اللہ تعالیٰ کے پاس جو ثواب اور نعمتیں ہیں وہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بدرجہا افضل ہیں چوں کہ آخرت کی نعمتیں دائمی اور غیر منقطع ہیں، لہٰذا تم فانی چیز کو دائمی چیز پر فوقیت مت دو۔ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: یہ سب نعمتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اور دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش رہیں۔ وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ: اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنے تمام امور اسی کے سپرد کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ: یہی وہ مومنین ہیں جو کبیرہ گناہوں سے دور رہتے ہیں جیسے شرک، قتل، والدین کی نافرمانی وغیرہ۔ وَالْفَوَاحِشَ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فواحش سے مراد زنا ہے۔ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ: اور جب انہیں کسی پر غصہ آتا ہے تو وہ اسے درگزر کر دیتے ہیں۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: غصہ کے وقت معاف کر دینا اور بردباری سے کام لینا مکارم اخلاق میں سے ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ حلم و برداشت مروت میں مخل نہ ہو اور وہاں غصہ واجب بھی نہ ہو، جیسے مثلاً اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ حدود کو توڑا جا رہا ہو تو ایسی جگہ غصہ کرنا واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے کہ جس شخص کو غصہ دلایا جائے اور اسے غصہ نہ آئے تو وہ گدھا ہے انسان نہیں۔ شاعر کہتا ہے: "وحلم الفتٰی فی غیر موضعہ جھل" نوجوان کا غیر مقام میں غصہ کرنا جہالت ہے۔[3] وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ: جو لوگ اپنے پروردگار کی دعوت قبول کرتے ہیں یعنی توحید و ایمان قبول کرتے ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت ایمان دی جو انہوں نے بخوشی قبول کر لی۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: اور وہ آداب و شرائط کا لحاظ رکھ کر نماز ادا کرتے ہیں اور اوقات پر نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ: اور وہ اپنے معاملات کے بارے میں آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور جلد بازی سے کام نہیں لیتے۔ وہ دین و دنیا کے کسی بھی کام پر مشاورت کے بعد ہی حتمی قدم اٹھاتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ: اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔

---

[1] البحرالمحیط ۷/۵۲۰ [2] القرطبی ۱۶/۳۳ [3] الصاوی ۴/۴۰

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ:...... جو آدمی ان پر ظلم وزیادتی کرتا ہے اس سے انتقام لیتے ہیں، ظلم کے آگے سر نہیں جھکا لیتے۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ اپنے آپ کو زیردست کسی کے سامنے کرنے کو ناپسند کرتے ہیں، تاکہ فسق وفجار ان پر جری نہ ہو جائیں۔[۱] ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مومنین کے اور فضائل بیان ہوئے اور یہ ان کا وصف شجاعت ہے، یہ وصف معاف اور درگزر کرنے کے وصف کے منافی نہیں ہے چوں کہ یہ اپنے مقام پر ہے اور وہ اپنے مقام پر ہر وصف اپنے مقام پر محمود ہے۔[۲] وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا: ظلم وزیادتی کا بدلہ یہ ہے کہ ظالم سے انتقام لیا جائے لیکن برابری کے بدلہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ: اس کے بعد اس امر کا ذکر ہے کہ انتقام کا ہم مثل ہونا واجب ہے، انتقام میں زیادتی نہ ہو۔ برائی کو سیئہ کہا جاتا ہے چوں کہ برائی کے مرتکب پر ناگواری ہوتی ہے۔[۳] فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ: جس نے ظلم کو معاف کر دیا اور اس نے اپنے دشمن کے ساتھ صلح کر دی اللہ تعالیٰ اس پر اسے اجروثواب عطا کرے گا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عدل یعنی قصاص کو مشروع کیا ہے اور معاف کر دینے کی بھی بڑی فضیلت ہے چنانچہ جو شخص معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اجروثواب کو ضائع نہیں کرتا جیسا کہ حدیث میں آیا: اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے معاف کر دینے پر عزت ومرتبہ عطا کرتا ہے۔[۴]

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ:...... اللہ تعالیٰ ظلم میں ابتدا کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور انتقام میں حد سے بڑھ جانے والی کو بھی ناپسند کرتا ہے۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ: یعنی جو ظالم سے انتقام لے اور اس پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ: ان لوگوں پر کوئی سزا اور مواخذہ نہیں ہے چوں کہ انتقام لینا ان کے لیے مباح تھا اس لیے انہوں نے مباح پر عمل کیا ہے۔ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ: سزا اور مواخذہ تو حد سے تجاوز کرنے والوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم وزیادتی کر جاتے ہیں۔ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ: زمین پر فساد پھیلانے کی غرض سے تکبر کرتے ہیں، معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں، لوگوں کی جان ومال پر ظلم کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ: یہی ظالم باغی اور حد سے تجاوز کرنے والے ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے ان کے ظلم وزیادتی کے بسبب۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ: اور جو شخص اذیتوں پر صبر کر لے اور محض اللہ کے لیے انتقام لینا چھوڑ دے تو صبر کرنا اور درگزر کرنا قابل ستائش امور ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کی تاکید فرمائی ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صبر میں تکرار لایا ہے تاکہ اس کا اہتمام کیا جائے، نیز اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ صبر کا انجام بہت اچھا ہے۔[۵] وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ: یعنی اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دیتا ہے پھر اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اور نہ ہی حق کی طرف اسے کوئی ہدایت دینے والا ہوتا ہے۔ وَتَرَى الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ: اور تم کفار کو دیکھو گے جب وہ دوزخ کے عذاب کے مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔

روز قیامت کفار کا واپس دنیا میں آنے کا مطالبہ

یَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ:...... عذاب کی ہولناکیاں دیکھ لینے کی وجہ سے واپس دنیا میں آنے کا مطالبہ کریں گے۔ چنانچہ انہیں اس مطالبے کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ کہیں گے: کیا یہاں کوئی راستہ ہے جو واپس دنیا کی طرف لے جائے؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: واپس دنیا میں لوٹنے کا مطالبہ کریں گے تاکہ دنیا میں آکر طاعت خداوندی بجالائیں تاہم ان کے اس مطالبے کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔[۶] وَتَرٰىهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا: اے مخاطب! تو دیکھے گا کہ انہیں دوزخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ: ذلت ورسوائی سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ: خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے چوری چوری کن آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے جیسے واجب القتل انسان کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے اور وہ کن آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ نظریں بھر کر دیکھنے کی جسارت نہیں کر سکے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دزدیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے۔ قتادہ اور سری کہتے ہیں: شدت خوف کی وجہ سے کن انکھیوں سے دیکھیں گے۔[۷]

---

[۱] القرطبی ۱۶/۹ [۲] ابوالسعود ۵/۶ [۳] مختصر ابن کثیر ۳/۲۸۰ [۴] الصاوی ۴/۱ [۵] تفسیر الرطبی ۱۶/۵ [۶] تفسیر القرطبی ۱۶/۶ [۷] التفسیر الکبیر ۲۵/۱۷۸

حقیقی خسارہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ:......مومنین جنت میں کہیں گے جب کفار کو عذاب میں پڑے دیکھیں گے: حقیقت میں خسارہ وہی ہے جس میں یہ لوگ پڑے ہیں۔ دوزخ میں داخل ہو کر انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں رکھا ہے۔ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ: خبردار یہ لوگ دائمی عذاب میں ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ: ان کے اعوان وانصار نہیں ہوں گے جو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے ان کی مدد کریں جیسا کہ دنیا میں انہیں امید تھی۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ: اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دیتا ہے پھر اس کے لیے راستہ نہیں بچتا جس کے ذریعے دنیا میں وہ حق تک پہنچ پائے اور ایسا بھی راستہ نہیں بچتا جس کے ذریعے وہ آخرت میں جنت میں پہنچ پائے چوں کہ نجات کا راستہ بند کر دیا گیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دیتا وہ ہے پھر اس کے پاس خلاصی کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔[1] اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ: اے لوگو! تمہارا پروردگار تمہیں ایمان وطاعت کی دعوت دیتا ہے اسے قبول کرو۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ: اس سے قبل کہ قیامت کا خوفناک وہیبت ناک دن آ جائے جسے ٹالنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا چوں کہ اس دن کا کوئی مانع اور کوئی دافع نہیں ہے۔ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ: تمہارے پس بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا کہ تم اس کے ذریعے کہیں پناہ ڈھونڈ سکو۔ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ: اور تمہارے پاس کوئی ایسا اختیار بھی نہیں ہوگا جس کی بدولت تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انکار کر سکو۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تمہارے پاس اپنے کیے ہوئے اعمال کے انکار کا کوئی اختیار نہیں ہوگا چوں کہ تمہارے اعمال صحائف میں لکھے ہوں گے اور ان پر تمہارے اپنے جسمانی اعضا کی گواہی گزر چکی ہوگی۔[2] فَاِنْ اَعْرَضُوْا: اس تفصیل کے بعد بھی اگر مشرکین ایمان سے روگردانی کریں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے انکار کریں۔ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا: اے محمد! ہم نے تمہیں ان کے اعمال پر نگران اور محاسب بنا کر نہیں بھیجا۔ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ: آپ کے ذمہ تو اپنے رب تعالیٰ کی رسالت کی تبلیغ ہے اور آپ نے اس منصب کو نبھا دیا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے، اس میں آپ کے لیے مانوسیت ہے اور آپ کے فکر مند ہونے کا ازالہ ہے۔[3]

انسان کا مزاج

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انسان کے مزاج میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا: انسان سے جنس انسان مراد ہے چوں کہ آگے اِنْ تُصِبْهُمْ آ رہا ہے۔ معنی: جب ہم مختلف نعمتوں صحت، مال، امن وغیرہ کے ساتھ انسان کا اکرام وعزت کرتے ہیں تو وہ تکبر کرنے لگتا ہے اور اترانے لگتا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ: اگر انسان پر کوئی مصیبت، آزمائش قحط وغیرہ پڑ جائے بسبب اس کے اپنے برے اعمال اور گناہوں کے تو وہ انکار اور ناشکری میں مبالغہ کرنے لگتا ہے، اسے نعمت اور آسودگی بھول جاتی ہے اور آزمائش وتنگی ہی یاد رہتی ہے۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اوپر نعمت کے احسان کے بیان کی ابتدا اِذَا کے ساتھ کی گئی ہے جب کہ مصیبت وبلا کا بیان اِنْ کے ساتھ کیا گیا ہے، وجہ فرق یہ ہے کہ نعمت وآسودگی کا حصول متحقق ہوتا ہے، جب کہ آزمائش ومصیبت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے۔ نیز رب تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب رہتی ہے۔[4] امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دنیا کی نعمتیں اگرچہ عظیم وکثیر ہی کیوں نہ ہوں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہیں، جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ پانی کی حیثیت، اسی لیے دنیا کی نعمتوں کے عطا کو "ذوق" چکھنے سے تعبیر کیا ہے۔ واضح کر دیا کہ انسان دنیا میں اس حقیر مقدار (معمولی سی) کے مل جانے پر اترانے لگتا ہے، پھولا نہیں سماتا، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا، عجب وتکبر کا شکار ہو جاتا

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۱۸۲ [2] تفسیر ابی السعود ۵/ ۳۷ [3] البحر المحیط ۷/ ۵۲۵ [4] الصاوی ۴/ ۴۱

ہے اور سمجھتا ہے اس کی ساری مرادیں اور تمنائیں پوری ہو گئی ہیں، یہ اس لیے کہ وہ دنیا اور آخرت کے حالات سے جاہل ہوتا ہے۔[1] لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ: اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک ہے، عالم بالا عالم زیریں سب اس کی ملکیت ہے، کائنات میں اسی کا تصرف ہے وہی خلق وایجاد کا مختار ہے۔ آیت سے مقصد یہ ہے کہ انسان کے پاس جو مال اور جاہ ومرتبہ ہے وہ اس پر ہرگز نہ اترائے۔ اور یہ کہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے، اسی کے قبضہ قدرت میں آسمانوں اور زمین کے تصرفات ہیں، وہی عطا کرتا ہے اور وہی منع کرتا ہے، اس کے فیصلہ کو رد کرنے والا کوئی نہیں اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ یَہَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بیٹیوں کے ساتھ اسے مخصوص کر دیتا ہے اور اسے اولاد نرینہ سے محروم رکھتا ہے۔ وَّیَہَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ: اور جسے چاہتا ہے بیٹوں کے ساتھ اسے مخصوص کر دیتا ہے اور بیٹیوں سے اسے محروم کر دیتا ہے۔ اَوْ یُزَوِّجُہُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا: یا اولاد کی دونوں انواع عطا کر دیتا ہے۔ بیٹے بھی ہوتے ہیں اور بیٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا: جسے چاہتا ہے بانجھ ہی رکھتا ہے یعنی بعض مردوں کو بانجھ بنا دیتا ہے ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور بعض عورتوں کو بانجھ بنا دیتا ہے اور ان کے ہاں بھی اولاد نہیں ہوتی۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اولاد کے اعتبار سے انسان کے مختلف احوال رکھے ہیں جو کہ رب تعالیٰ کی مشیت کے مقتضا کے مطابق ہیں۔ چنانچہ بعض کو صرف بیٹے دیتا ہے بعض کو صرف بیٹیاں، بعض کو دونوں اور بعض کو سرے سے ہی محروم رکھتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات میں اپنی قدرت نافذ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔[2] اسی لیے فرمایا اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ: اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی علم وقدرت والی ہے، وہی کام کرتا ہے جس میں حکمت ومصلحت ہوتی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی چار قسمیں بنائی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے جنہیں صرف بیٹیاں عطا کرتا ہے، اور بعض کو صرف بیٹے دیتا ہے، اور ان میں سے بعض کو دونوں قسم کی اولاد سے نوازتا ہے اور ان میں سے بعض کو بیٹے اور بیٹیوں دونوں سے محروم رکھتا ہے، وہ لا اولاد ہی رہتا ہے اس کی نسل آگے نہیں چلتی۔ پاک ہے وہ ذات جو علم وقدرت والی ہے۔[3] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی اور اس کی اقسام وانواع کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا: کسی انسان کے لیے بھی صحیح نہیں خواہ وہ جو بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو، الا یہ کہ وحی کے ذریعہ خواہ وحی نوم میں ہو یا الہام کے ذریعے چوں کہ انبیا کے خواب بھی حق ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں آیا ہے۔

اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُکَ
میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ (سورۃ الصافات، آیت ۱۰۲)

اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ: ...... یا اللہ تعالیٰ پردے کے پیچھے سے اس کے ساتھ ہم کلام ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلام ہوا۔ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ: یا کسی فرشتے کو بھیجے جو پیغمبر تک وحی پہنچا دے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اور اللہ تعالیٰ جو حکم چاہے بذریعہ وحی پیغمبر تک بھیجے جیسے جبرائیل امین انبیا کے پاس وحی لے کر آتے تھے۔

باری تعالیٰ سے ہم کلامی کے اقسام

تسہیل میں لکھا ہے: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ بندوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کے تین صورتیں ہیں:

اول: ......وحی بطریق الہام ونوم
دوم: ...... پردے کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا جائے۔
سوم: ......فرشتے کے ذریعے وحی یہ تیسری صورت انبیا کے ساتھ خاص ہے۔

دوسری صورت حضرت موسیٰ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص تھی، چنانچہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ من وراء حجاب کلام کیا۔ جب کہ پہلی صورت انبیا واولیا کے لیے برابر ہے۔[4] صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الہام غیر انبیا کے لیے بھی واقع ہو سکتا ہے جیسے اولیا کے لیے۔ ہاں البتہ اولیا کے الہام میں بسا اوقات شیطان کا جھوٹ بھی خلط ہو جاتا ہے چوں کہ اولیا معصومین نہیں ہوتے۔ بخلاف انبیا

---

[1] تفسیر کبیر ۲۷/۱۸۴ [2] تفسیر البیضاوی ۲/۱۷۶ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۸۳ [4] التسہیل ۴/۲۴

کے سوان کا الہام شیطانی خلط سے محفوظ ہوتا ہے۔ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ: وہ اونچی شان والا ہے، مخلوقات کی صفات سے بالاتر ہے۔ اپنے افعال اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے۔ اس کے افعال حکمت پر صادر ہوتے ہیں۔ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا: اے محمد! جیسے ہم نے آپ کے علاوہ دوسرے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید وحی کیا ہے۔ وحی کو روح کہا ہے چوں کہ وحی میں نفوس کی زندگی ہے اور جہالت موت ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: اے اہل قرآن! قرآن نے تمہارے دلوں میں کیا بویا ہے؟ قرآن تو دلوں کی بہار ہے جیسے بارش فصلوں کے لیے تیار ہوتی ہے۔[1] مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ: اے محمد! آپ کو وحی سے پہلے معلوم نہیں تھا کہ قرآن کیا ہے؟ اور آپ کو ایمان کے شرائع کا بھی علم نہیں تھا اور اس کے معالم و احکام کا تفصیلاً علم نہیں تھا۔ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا: لیکن ہم نے اس قرآن کو نور اور روشنی بنایا ہے، اس کے ذریعے ہم اپنے پرہیزگار بندوں کو ہدایت دیتے ہیں۔ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ: اے محمد! حقیقت میں تم سیدھے دین یعنی اسلام کی طرف راستہ دکھاتے ہو۔ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ: یہ دین جس میں کوئی کجی نہیں ہے یہ اللہ کا دین ہے جس کی کائنات میں ہر چیز پر ملکیت ہے، مخلوق ہے اور بندے ہیں۔ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ: یاد رکھو! سارے معاملات صرف ایک اللہ کی طرف لوٹیں گے وہی انسانوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور اس کا فیصلہ انصاف و عدل پر مبنی ہوگا اور دوٹوک فیصلہ ہوگا۔

بلاغت:...... اس سورۃ کی مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہات نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى: میں مجاز مرسل ہے، یعنی لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى. اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ: میں اَلَاۤ اِنَّ اور ضمیر فصل کے ساتھ تاکیدات لائی گئی ہیں۔ الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ. یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ. ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا: میں طباق ہے۔ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا: میں طباق سلب ہے۔ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ: میں استعارہ ہے۔ چنانچہ وہ عمل جو آخرت کے لیے ہو اسے کھیتی کی ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یہ استعارہ تمثیلیہ ہے جو کہ لطیف استعارات میں سے ہے۔ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ: میں حسن مقابلہ ہے۔ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ: میں عام کا عطف خاص پر کیا گیا ہے، چنانچہ غیث خاص ہے اور رحمت عام ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ وجہ شبہ محذوف ہے۔ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا: میں حسن تقسیم ہے۔ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: ہیں مبالغہ کے صیغے میں یعنی بہت زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر ادا کرنے والا۔ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا: میں مشاکلت ہے، دوسری کو سیئۃ کہا ہے چوں کہ وہ صورت میں پہلی کے مشابہ ہے۔

آیات میں رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے اور یہ صنف قرآن مجید میں بہت پائی جاتی ہے۔

الحمد للہ سورۃ شوریٰ کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۹ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۷ جون ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۵۵

سورۃ الزخرف

تعارف:...... یہ مکی سورت ہے اس میں بھی مکی سورتوں کی طرح عقیدہ اسلامیہ کی اساس اور اصول ایمان بیان کیے گئے ہیں۔ یعنی توحید، رسالت، بعث و جزا جیسے موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں وحی اور قرآن کے صدق کا اثبات کیا گیا ہے۔ اسی قرآن کو اللہ تعالیٰ نے نبی امی پر نازل کیا جو فصیح ترین زبان و بیان میں ہے تا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بن جائے۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ دلائل اس وسیع و عریض کائنات سے تعلق رکھتے ہیں، آسمان و زمین میں پائے جاتے ہیں، پہاڑوں، صحراؤں، سمندروں، دریاؤں، آسمان سے برستے پانی، پانی کی سطح پر چلتے جہازوں اور اللہ تعالیٰ کے انسان کے لیے مسخر کیے ہوئے جانوروں میں بھی اس کی قدرت و وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں جاہلی معاشرہ کی منظر کشی بھی کی گئی ہے کہ جاہلی معاشرہ خرافات اور توہمات کا ملغوبہ تھا، چنانچہ اہل جاہلیت بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے اس کے باوجود اللہ کے لیے بیٹیاں پسند کرتے تھے۔ یہ ان کی انتہا درجے کی جہالت اور بے وقوفی ہے، ان کا گمان تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ آیات مبارکہ نے ان خرافات کی درستی کی اور نفوس کو فطرت کی تعلیم دی۔

سورۂ مبارکہ میں اختصار کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر بات کی گئی ہے تاہم مشرکین کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کی ملت پر قائم ہیں، سورۂ مبارکہ میں ان کے اس دعویٰ کی تکذیب کی گئی ہے اور یہ دلچسپ امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے آدمی ہیں جنہوں نے بتوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔

سورۂ مبارکہ میں مشرکین کے ایک کمزور و باطل شبہ پر تنقید کی گئی ہے، مشرکین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتراض کرتے تھے اور یہ تجویز پیش کرتے تھے کہ رسالت کسی مالدار اور صاحب جاہ و مرتبہ کو کیوں نہیں ملی، کیا ایک یتیم و فقیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملنا تھا؟ آیات میں کھول کر وضاحت کر دی گئی ہے کہ جاہ و ثروت انسانی کرامت و شرافت کے لیے میزان نہیں ہے۔ یہ دنیا حقیر و ذلیل ہے، اگر چاہے کفار پر اس کے دروازے کھول دے اور اپنے مومن بندوں پر بند کر دے۔

سورۂ مبارکہ میں موسیٰ و فرعون کا قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس قصہ سے اوپر بیان کی گئی حقیقت کی تاکید مقصود ہے۔ یہ وہی ظالم فرعون ہے جو اپنی بادشاہت پر دھوکا کھا گیا اور موسیٰ علیہ السلام پر فخر و تکبر کرنے لگا جیسے یہ رؤسائے قریش حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تکبر ظاہر کرتے تھے۔ دونوں کا نتیجہ غرق و تباہی ہوا۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں آخرت کے احوال اور شدائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں اشقیا مجرمین کی حالت بھی بیان کی گئی ہے۔ جب کہ وہ دوزخ کی آگ میں الٹے پلٹے جائیں گے۔

وجہ تسمیہ:...... سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الزخرف" ہے۔ چوں کہ اس میں شاندار تمثیل ہے اور یہ تمثیل ختم ہو جانے والی دنیا کی ہے۔ چنانچہ یہ دنیا بظاہر بڑی آراستہ و مزین لگتی ہے، اس کی مثال بیان کی گئی ہے کسی آراستہ چمکتی ہوئی چیز کے ساتھ جس سے اکثر لوگ دھوکا کھا جائیں۔ اسی طرح اس دنیا کی عارضی چمک دمک سے بھی بہت سارے لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں حالاں کہ یہ دنیا اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا نیکوکاروں کو بھی دی ہے اور فساق و فجار کو بھی۔

اچھے لوگ بھی اس دنیا میں اپنا حصہ لیتے ہیں اور برے لوگ بھی رہی بات آخرت کی، سو اللہ تعالیٰ آخرت کی چمک دمک اور آرائشیں صرف اپنے پرہیزگار بندوں کو سونپے گا۔ دنیا دار فانی ہے اور آخرت دار بقا ہے۔

آیاتُها ۸۹ — (۴۳) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) — رُكُوْعَاتُهَا ۷

حٰمٓ ۚ (۱) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ (۲) اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ (۳) وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا
لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ؕ (۴) اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ (۵) وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ
نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ (۶) وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۷) فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا
وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ (۸) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ
الْعَلِيْمُ ۙ (۹) الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ (۱۰) وَالَّذِيْ
نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (۱۱) وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ
كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ (۱۲) لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ
رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ (۱۳) وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا
لَمُنْقَلِبُوْنَ (۱۴) وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ (۱۵) اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ ع
وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ (۱۶) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۱۷)
اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (۱۸) وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ
اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ (۱۹) وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ
مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ؕ (۲۰) اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ (۲۱)
بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (۲۲) وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ
قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۲۳) قٰلَ اَوَلَوْ
جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۲۴) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۠ (۲۵) ع

ترجمہ:...... حٰمٓ (۱) قسم ہے واضح کتاب کی۔ (۲) بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو (۳) اور بلاشبہ وہ ام الکتاب میں ہمارے پاس ہے، بلند ہے، حکمت والا ہے۔ (۴) کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے ہٹالیں گے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے ہو۔ (۵) اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے۔ (۶) اور ان کے پاس جو بھی کوئی نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے۔ (۷) پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کردیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی یہ حالت گزر چکی ہے۔ (۸) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو

ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیز علیم نے پیدا فرمایا، ⑨ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنادیا اور تمہارے لیے اس نے راستے بنادیے تاکہ تم ہدایت پاؤ ⑩ اور جس نے ایک انداز سے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مُردہ زمین کو زندہ کردیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ ⑪ اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے لیے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جس پر تم سوار ہوتے ہو۔ ⑫ تاکہ تم ان کی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر فرمادیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے ⑬ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ⑭ اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے جزو ٹھہرادیا۔ بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے۔ ⑮ کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کردیا ⑯ اور جب ان میں سے کسی ایک کو اس کی بشارت دی جاتی ہے جسے اس نے بطور مثال رحمان کے لیے تجویز کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا ہے۔ ⑰ کیا جو زیور میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان نہ دے سکے۔ ⑱ اور ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔ ⑲ اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض اٹکل سے بات کرتے ہیں۔ ⑳ کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ ㉑ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کے مطابق راہ یاب ہیں۔ ㉒ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتدا کرنے والے ہیں۔ ㉓ ان کے پیغمبر نے کہا: کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی چیز لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ ㉔ سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو دیکھ لیجیے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ ㉕

لغات: صَفْحًا:...... روگردانی۔ مقولہ ہے ضربت عنہ صَفْحًا میں اس نے اعراض کیا، اسے چھوڑ دیا۔ بَطْشًا: قوت، انتقام بطش بہ سختی کے ساتھ اسے پکڑا۔ مَهْدًا: بچھونا۔ چٹائی۔ اَنْشَرْنَا: ہم نے زندہ کیا۔ النشور: زندہ کرنا مرنے کے بعد۔ تَسْتَوُا: تم بیٹھ، سوار ہو۔ مُقْرِنِيْنَ: طاقت رکھنے والی۔ كَظِيْمٌ: غم وغیظ سے بھرا ہوا۔ يَخْرُصُوْنَ: وہ جھوٹ بولتے ہیں، اندازہ کرتے ہیں۔ اُمَّةٍ: دین، طریقہ۔ مُتْرَفُوْهَا: خواہشات میں ڈوبے ہوئے، عیش پسند۔

تفسیر: حٰمٓ:...... حروف مقطعات میں سے ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے لائے جاتے ہیں۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ: یہ قسم ہے جو اللہ نے اٹھائی ہے یعنی میں اس قرآن کی قسم اٹھاتا ہوں جو بالکل واضح اور جلی ہے، جو ہدایت کے راستے کو گمراہی کے راستے سے ممتاز کرتا ہے اور انسانیت جن شرعی احکام ودلائل کی محتاج ہے وہ انہیں بیان کرتا ہے۔

قرآن کی عظمت شان

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا:...... یہ مقسم علیہ ہے، یعنی ہم نے یہ قرآن عربی زبان میں نازل کیا، جو کمال فصاحت وبلاغت پر مشتمل ہے، اس کا اسلوب محکم ہے اور بیان معجز ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: تاکہ تم اس کے احکام سمجھ سکو، اور اس کے معانی میں تدبر کرو، اور تاکہ تم اس بات کو سمجھ جاؤ کہ قرآن کا حکیمانہ اسلوب بشری طاقت سے باہر ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم اٹھائی ہے کہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو کہ بلاغت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ اس وضاحت سے مقسم اور مقسم علیہ میں مناسبت پیدا ہوگئی ہے، اس امر پر تنبیہ کرنے کے لیے قرآن سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں ہے لہٰذا اس کی قسم اٹھائی، یہ چیز قرآن کے شرف ومرتبے اور عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ [1] وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا: یہ قرآن ہمارے پاس لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ: بلند شان والا اور عظیم مرتبے والا ہے، زبردست حکمت والا اور اونچے مرتبے والا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/۲۸۸

ملاء اعلیٰ میں قرآن کا شرف بیان کیا، تاکہ اہل زمین بھی اس کے شرف وعظمت کا اقرار کریں، آیت کا معنی: قرآن ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے مرتبے اور مقام پر ہے اور شرف وفضل والا ہے۔[1]

اے کفار! تمہاری ضد وعناد کی وجہ سے وحی نہیں روکی جاسکتی

اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا:...... استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم تم سے اعراض کرنے کی وجہ سے تمہیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے؟ اور ہم تمہیں چوپایوں کی طرح خیال کرتے ہیں کہ اس وجہ سے تمہیں قرآن کا وعظ کرنا چھوڑ دیں؟ اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ: اس وجہ سے کہ حقیقت میں تم تکذیب وعصیان میں حد سے تجاوز کر جانے والے ہو؟ نہیں بلکہ ہم تمہیں نصیحت اور وعظ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تم راہِ حق کی طرف لوٹ آؤ۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جس وقت اوائل مشرکین اس قرآن کو رد کیا اگر اس وقت اٹھالیا جاتے تو مشرکین ہلاک کردیے جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے قرآن کا نزول جاری رکھا یہاں تک کہ بیس سال تک انہیں اس کی طرف بلایا جاتا رہا۔[2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قتادہ کا قول لطیف المعنیٰ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم اور رحمت کی بدولت مشرکین کو خیر کی طرف بلانا نہیں چھوڑا اگرچہ مشرکین اس سے روگردانی کرتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتا رہا تاکہ وہ شخص اس سے ہدایت حاصل کرے جس کے مقدر میں ہدایت لکھ دی گئی ہے، اور جس کے مقدر میں بدبختی اور شقاوت لکھ دی گئی ہے اس پر تاکہ حجت قائم ہوجاتے۔[3]

سامان عبرت

وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِىٍّ فِى الۡاَوَّلِيۡنَ:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے یعنی کتنے زیادہ انبیا ہم نے پچھلی امتوں میں بھیجے ہیں۔ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ: ان کے پاس جو نبی بھی آیا اس کا مذاق اڑایا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے اور معنی ہے: اے محمد! آپ تسلی رکھیں اور غمگین نہ ہو، جو مشکلات آپ کو پیش آرہی ہیں آپ سے پہلے انبیا کو بھی پیش آئی ہیں۔[4] فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا: ہم نے ایسی قوم کو بھی ہلاک کیا ہے جو کفار مکہ سے زیادہ طاقتور اور سرکش تھی۔ وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ: قرآن میں ان کی ہلاکت کے قصے گزر چکے ہیں تاکہ ان کے بعد آنے والے مکذبین کے لیے عبرت اور نصیحت بن جائیں۔

امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار مکہ کفر وتکذیب میں اپنے سے پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ انہیں ہوشیار ہوجانا چاہیے کہ ان پر بھی پہلی امتوں جیسا عذاب نازل ہوسکتا ہے، ہم نے ان کے قصے عبرت کے لیے بیان کردیے ہیں۔[5] وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ: اے محمد! اگر ان مشرکین سے آپ سوال کریں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو اس عجیب وغریب شکل وصورت میں پیدا کیا ہے؟ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ: وہ ضرور کہیں گے کہ صرف ایک اللہ نے جو غالب اور علم والا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے خالق اور موجد ہونے کا اقرار کریں گے لیکن بعد میں اس کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت اور نافرمانی ہے۔[6] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات جلیلہ بیان فرمائی ہیں جو اس کی کمال قدرت اور حکمت پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا: وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونے کی طرح پھیلا دیا، اسی پر تمہیں قرار وسکون ملتا ہے اس پر تم چلتے ہو اور سوتے ہو۔ وَّجَعَلَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا: زمین میں تمہارے لیے راستے بنائے تم اپنے اسفار میں ان راستوں پر چلتے ہو۔ لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ: تاکہ تم خالق وحکیم ذات کی قدرت کی طرف راہ پاؤ، وہی تو ہے جو اس عجیب نظام کا چلانے والا ہے۔

بعث بعد الموت

وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ:...... اسی نے اپنی قدرت سے آسمان سے متعین مقدار اور وزن کے ساتھ پانی نازل کیا جو بحسب حاجت اور

[1] مختصر ابن کثیر ٣/ ٢٨٤ [2] التفسیر الکبیر ٢٧/ ١٩٥-١٧١ [3] مختصر ابن کثیر ٣/ ٢٨٥ [4] الصاوی ٤/ ٤٠ [5] التفسیر الکبیر ٢٧/ ١٩٥ [6] تفسیر القرطبی ١٦/ ٦٤

بحسب کفایت ہوتا ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اتنی مقدار میں جو نفع پہنچاتی ہے، نقصان وضرر نہیں پہنچاتی۔[1] فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا: اس پانی کے ذریعے ہم مردہ وبنجر زمین کو سبزہ کے ساتھ زندہ کر دیتے ہیں۔ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا: وہی تو ہے جس نے حیوانات اور نباتات وغیرہ کی مختلف انواع واقسام پیدا کیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ازواج بمعنی انواع واقسام ہے، جیسے میٹھا، کٹھا، سفید، سیاہ، نر و مادہ۔[2] وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ: اور تمہارے لیے سمندر میں بیڑے مسخر کر دیے ہیں اور خشکی میں اونٹ مسخر کر دیے ہیں، جو تمہارے اسفار کے دوران سواری کے کام آتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ نے بحری جہازوں اور اونٹوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا اور تمہارے کام میں لگا دیا، ان سے کام لینا تمہارے لیے آسان کر دیا، تم اونٹوں کا گوشت کھاتے ہو اور ان پر سواری بھی کرتے ہو۔[3] لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ: تاکہ تم اس سواری کی پشت پر جم کر بیٹھ سکو۔ خواہ وہ سواری کشتی ہو یا اونٹ ہو۔ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ: تاکہ جب تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی اس نعمت جلیلہ کو یاد کرو اور پھر اپنے دلوں سے اس کا شکر ادا کرو۔ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا: اور تاکہ تم اپنی زبانوں سے سوار ہوتے وقت کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری پر سوار ہونا ہمارے لیے آسان کر دیا۔ وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ: ورنہ ہم تو اس پر سوار ہونے کی قدرت نہیں رکھتے تھے، اگر اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے مسخر نہ کر دیتا ہمارے لیے اس پر سوار ہونا دشوار کام تھا۔ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ: بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اور موت کے بعد اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

دعائے سفر کا مقصد

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیے میں لکھا ہے: ذکر نعمت سے اس کا تصور مراد نہیں اور یہ بھی مراد نہیں کہ یہ نعمت دل میں کھٹکے بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنی بات یاد رہے کہ یہ نعمت علیم وحکیم اور قادر ذات کی تدبیر سے حاصل ہوئی ہے جو کہ رب تعالیٰ کی طاعت وعبادت کا تقاضا کرتی ہے، حقیقت میں جو شخص اس بات میں غور وفکر اور تدبر کرتا ہے کہ وہ سواری جس پر یہ سوار ہونا چاہتا ہے چاہے بحری بیڑا ہو یا جانور ہو (یا آج کی مروجہ سواریاں ہوں) وہ راکب کی بنسبت قوت وجثہ میں کہیں بڑھ کے ہے، بایں ہمہ وہ سواری راکب کے لیے مسخر ہے اور سوار اسے جس طرف چاہتا ہے موڑ لیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اس بات میں غور وفکر کرتا ہے کہ سمندر اور ہوا کو اللہ نے پیدا کیا اور ان دونوں کو اس کے کام میں لگا دیا باوجود یہ کہ شدید خوف اور خطرات لاحق ہوتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی معرفت میں ڈوب جاتا ہے، اس کی قدرت اور حکمت کا اعتراف کرنے لگتا ہے، یہ استغراق اسے یوں کہنے پر مجبور کرتا ہے: سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ۔[4] اوپر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اعتراف کا ذکر کیا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا خالق مانتے ہیں اب آگے مشرکین کی جہالت ونادانی پر دلائل ذکر کیے جا رہے ہیں کہ وہ اس اعتراف کے باوجود غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا: مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی اولاد بنا ڈالی ہے چوں کہ وہ کہتے ہیں: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

انسان بڑا ناشکرا اور گستاخ ہے

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ: ...... یہ بات کرنے والا حقیقت میں کفر میں مبالغہ کرنے والا ہے اور بہت بڑا منکر اور سرکش ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفران کی بظاہر صورت یہ بنتی ہے کہ اولاد کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا فرط جہالت کی وجہ سے ہے اور اس کی شان کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے ہے۔[5] اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ: ان کی حالت پر انکار وتعجب ہے یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے؟ ابن کثیر کہتے ہیں: یہ مشرکین پر انتہا درجے کا انکار اور رد ہے۔[6] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انکار ذکر کیا ہے: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا: اور جب مشرکین میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے جس کی وہ اللہ کے لیے مثال بناتا ہے اور بیٹیوں کی اللہ کی طرف نسبت کرتا ہے۔ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ: گھٹن اور حزن کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، وہ بری خبر سن کر غیض وغم سے بھر جاتا ہے۔

---

[1] تفسیر البیضاوی ۲/۱۷۷ [2] حاشیۃ الجمل علی الجلالین ۴/۷۷ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۸۵ [4] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/۲۹۱ [5] تفسیر البیضاوی ۲/۷۷

[6] تفسیر ابن کثیر ۳/۲۸۶

کفار کم عقلی اور غلط سوچ

امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ سے مقصد ان کی کم عقلی پر تنبیہ کرنا ہے اور ان کی غلط سوچ پر قدغن لگانا ہے، چنانچہ جس چیز کے نقص کی حالت اس حد تک پہنچی ہو عقل مند کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اس نقص والی چیز کو اللہ کے لیے ثابت کرے۔ حکایت نقل کی جاتی ہے کہ عرب میں ایک شخص نے اپنا گھر محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ اس کی بیوی نے بیٹی کو جنم دے دیا تھا۔[1] اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ: کیا وہ اللہ کے لیے ایسی اولاد مقرر کرتے ہیں جو زیب وزینت میں نشوونما پاتی ہے اور زیورات میں پروان چڑھتی ہے یعنی لڑکیاں؟ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ: جو شخص مناظرہ میں اپنی حجت کا اظہار نہ کر سکے اس کی رائے نہایت کمزور ہوتی ہے۔ بھلا جس کی یہ حالت ہو کیا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے؟ تسہیل میں لکھا ہے: اس سے مقصد ان مشرکین پر رد کرنا ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ گویا یوں کہا: کیا تم ایسی صنف کو اللہ کے حصے میں ڈالتے ہو جو زیورات میں نشوونما پاتی ہو؟ یعنی زیورات استعمال کرتے ہوئے پلتی اور بڑھتی ہے۔ یہ تو صفت نقص ہے، اس کے بعد ایک اور صفت نقص کا ذکر ہے۔ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ: یعنی عورت جب مخاصمت (مقدمہ بازی) پر اتر آئے یا گفتگو کرے تو اپنی ناقص عقل کی وجہ سے اپنی حجت ودلیل کو بیان کرنے پر قدرت نہیں رکھتی، اکثر عورتوں کی بات نامکمل اور فاسد ہوتی ہے، بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی بات کھول کر مکمل بیان کر سکیں۔ بھلا اس صنف کو اللہ کی طرف کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے جس میں ایسے نقائص پائے جاتے ہو۔[2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عورت صورت اور معنی دونوں میں ناقص ہے چنانچہ عورت اپنی شکل وصورت کی کمی زیورات سے پوری کرتی ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

وما الحليّ الّا زينة من نقيصة ـــ يتمم من حسن إذا الحسن قصّرا

زیورات تو نقص وکمی کی وجہ سے آراستگی کر لینے کا نام ہے اور جب حسن سے کمی رہ جاتی ہے تو زیور اس کمی کو پورا کر دیتا ہے۔

رہی بات معنی کے اعتبار سے عورت کے ناقص ہونے کی، سو عورت انتقام لینے سے عاجز ہے جیسے کسی عربی کو بیٹی کی بشارت دی گئی تو اس نے کہا: "بیٹے کا نعم البدل نہیں ہو سکتی چوں کہ اس کی مدد رونا دھونا ہے اور اس کا احسان چوری ہے۔"[3] وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا: مشرکین کا ایک اور کفر ہے جو ان کے شنیع قول کے ضمن میں ہے یعنی مکار عرب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فرشتے (جو اللہ تعالیٰ کے کامل بندے ہیں اور اللہ کے ہاں عزت والے ہیں) مؤنث (لڑکیاں) ہیں۔ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ: جس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو پیدا کر رہا تھا کیا اس وقت مشرکین ادھر حاضر تھے یہاں تک کہ انہی پتہ چل گیا کہ فرشتے مونث ہیں؟ یہ مشرکین کی تجہیل اور تہکم ہے۔ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْـَٔلُوْنَ: ہم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ مشرکین کے نامہائے اعمال میں ان کی جھوٹی گواہی لکھ لیں، پھر قیامت کے دن اس بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا۔ یہ تہدید کے ساتھ شدید وعید ہے۔

کفار کے اقوال شنیعہ کفریہ

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کی طرف سے تین شنیع اقوال نقل کیے ہیں:

اول:...... مشرکین نے اللہ کی طرف اولاد منسوب کی۔ دوم:...... اللہ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کی نہ کہ لڑکوں کی۔

سوم:...... انہوں نے مقرب فرشتوں کو مونث قرار دے دیا۔

ان تین دعاوی پر مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں، کوئی حجت نہیں۔ قرآن کریم نے ان اقوال کی تکذیب کی ہے، وہ پھر بھی گمراہی میں بڑھتے گئے اور سمجھتے تھے کہ ہماری گمراہی اللہ کی رضا مندی سے ہے۔ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ: مذاق کے طور پر کہتے ہیں اور تمسخر اڑاتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا ہم ان فرشتوں اور بتوں کی عبادت نہ کرتے، جب ہماری عبادت اللہ کی مشیت کے مطابق واقع ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/۲۰۱ [2] التسہیل ۴/۲۶ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۸۷۔ کہاوت کا معنی یہ ہے کہ اگر بیٹی میری مدد کو آئے گی تو اس کے پیچھے اس کے بچے رو رہے ہوں گے اور اگر میرے ساتھ احسان کرے گی لامحالہ اپنے خاوند کا مال چوری کرے گی اور میرے ساتھ احسان کرے گی۔

اللہ اس پر راضی ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بات ان کی حق ہے لیکن اس سے مراد باطل کو لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے جب کہ مشیت غیر رضا ہے، لہٰذا مشیت کے سہارے حجت پکڑنا صحیح نہیں۔ چنانچہ اگر وہ بتوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہم کہہ سکتے کہ اللہ نے ان سے یہی ارادہ کیا ہے۔[1] ان کی اللہ تعالیٰ نے یوں تکذیب کی ہے۔ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ: مشرکین کے پاس اس قول پر کوئی حجت اور برہان نہیں ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ: وہ تو اللہ پر صرف جھوٹ بولتے اور اندازوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں۔ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ: مشرکین پر ایک اور رد ہے۔ یعنی بھلا کیا ہم نے ان کو قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جسے تھامے ہوئے ہیں اور اس کی توجیہات پر عمل کرتے ہیں؟ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کیا انہوں نے قرآن سے پہلے کسی آسمانی کتاب میں یہ باطل پایا ہے یہاں تک کہ اس پر کار بند ہو گئے اور اسے تھام لیا؟[2]

کفار کے پاس اندھی تقلید کے علاوہ کوئی دلیل نہیں

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ:...... بل اضراب کے لیے ہے، اضراب کا معنی ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف منتقل ہونا ہے۔ آیت کا معنی: یعنی وہ اپنے دعویٰ پر کوئی عقلی اور نہ ہی نقلی حجت لائے بلکہ وہ عدم استناد کا اعتراف کرتے ہیں، ان کے پاس آباؤ اجداد کی تقلید کے سوا کچھ نہیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: دین اور طریقہ کو امۃ کہا جاتا ہے چوں کہ دین اور طریقہ کا قصد کیا جاتا ہے۔[3] وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ: ہم تو ان کے طریقہ پر چلتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر کار بند ہیں۔ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ: جس طرح یہ کفار بغیر کسی حجت و برہان کے اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے پہلے مکذبین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ ہم نے آپ سے پہلے جس امت میں جو رسول بھی مبعوث کیا۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ: مگر یہ کہ اس بستی کے آسودہ حال لوگوں جنہیں عیش و عشرت نے اترانے پر مجبور کر دیا تھا اور نفسانی خواہشات اور لہو و لعب کی راہ حق میں مشقت برداشت کرنے سے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ نے کہا: ہم نے اپنے اسلاف کو ایک دین اور ایک ملت پر پایا ہے اور ہم انہی کے راستے پر چلتے ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے، اور اس بات پر دلالت بھی ہے کہ اس طرح کی تقلید پرانی گمراہی ہے چوں کہ ان کے اسلاف ایسی سند نہیں تھے جس پر اعتماد کیا جائے۔ آیت میں مترفین (آسودہ حال لوگوں) کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے چوں کہ عیش کوشی نے ان کو اندھی تقلید سے باہر نکلنے ہی نہیں دیا۔[4] یہاں مُّقْتَدُوْنَ: کہا اور اوپر مُّهْتَدُوْنَ: کہا، یہ محض تفنن کے لیے ورنہ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ: ہر نبی نے اپنی قوم سے کہا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب سے ڈرایا: کیا تم اپنے آباؤ اجداد کی اقتدا کرتے رہو گے۔ اگر میں تمہارے پاس ایسا دین لے کر آؤں جو تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے زیادہ ہدایت والا اور زیادہ راہِ راست پر لانے والا ہو؟ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ: تم توحید، ایمان، بعث و نشور جن تعلیمات و عقائد کو لے کر آئے ہو ہم انہیں ماننے والے نہیں ہیں۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ: ہم نے تکذیب کرنے والی امتوں سے انتقام لیا اور انہیں انواع و اقسام کے عذاب سے دوچار کیا، دیکھو ان کا مآل و حال کیا ہوا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾
وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ
وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۷۳ [2] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۰۶ [3] تفسیر ابی السعود ۵/ ۴۲ [4] تفسیر البیضاوی ۲/ ۱۷۸

الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ
مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ
وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ
لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾
وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَنْ يَّعْشُ
عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ
اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾
وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى
الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤١﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ
وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ:......اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔﴿٢٦﴾ سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا' سو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے۔﴿٢٧﴾ اور اس نے اپنے بعد میں آنے والی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تا کہ وہ باز آئیں۔﴿٢٨﴾ بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گیا۔﴿٢٩﴾ اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں۔﴿٣٠﴾ اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟﴿٣١﴾ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے درمیان دنیا والی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے بعض کو بعض پر درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔﴿٣٢﴾ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں﴿٣٣﴾ اور گھروں کے لیے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں﴿٣٤﴾ اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ صرف دنیا والی زندگی کا سامان ہے۔ اور آپ کے رب کے پاس آخرت متقیوں کے لیے بہتر ہے۔﴿٣٥﴾ اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے﴿٣٦﴾ اور بلاشبہ وہ ان کو راستہ سے روکتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔﴿٣٧﴾ یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب والی دوری ہوتی سو تو برا ساتھی تھا﴿٣٨﴾ اور جب تم نے ظلم کیا تو آج تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم عذاب میں شریک ہو۔﴿٣٩﴾ کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے یا اندھوں کو ہدایت دے

دیں گے اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں۔ ۞۴۰ سو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ۞۴۱ یا ہم آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے سو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ ۞۴۲ سو آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہئے، بلاشبہ آپ صراط مستقیم پر ہیں ۞۴۳ اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا ۞۴۴ اور اپنے رسولوں میں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے دریافت کر لیجیے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود تجویز کیے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟ ۞۴۵

ربط:......اوپر کی آیات میں مشرکین کی اندھی تقلید کا ذکر ہوا ہے اور اب یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے جن پر عرب فخر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور بتوں کی عبادت سے بیزاری کا اعلان کیا تھا۔ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اندھی تقلید کے مقابلہ میں تقلید حق بھی ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید ہے۔

لغت: بَرَآءٌ:......مصدر ہے اور بری کے معنیٰ میں ہے یعنی بیزاری کرنے والا۔ مقولہ ہے: ''وتبرأتُ من الامر'' میں نے اس بات سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کی۔ عَقِبِهٖ: اولاد، نسل۔ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: العقب: بیٹا اور بیٹے کی اولاد۔ سُخْرِيًّا: کام میں لگا ہوا۔ مَعَارِجَ: سیڑھی، معراج کی جمع ہے۔ اوپر چڑھنے کا آلہ، جیسے سیڑھی وغیرہ۔ يَظْهَرُوْنَ: وہ اوپر چڑھتے ہیں۔ زُخْرُفٌ: سونے اور چاندی کے ساتھ کی ہوئی آراستگی۔ يَّعْشُ: وہ پیش کیا جاتا ہے اس کی اصل ''عشی البصر'' ہے یعنی نظر کا کمزور ہونا۔ خلیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: العشو کمزور نظر سے دیکھنا۔

ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے بیزاری کا اعلان

تفسیر: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ:......اے محمد! وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ اور مشرک قوم سے کہا: میں ان بتوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں جنہیں تم پوجتے ہو اور اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ: لیکن میرا رب وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور مجھے عدم سے وجود میں لایا، بلاشبہ وہ مجھے حق کی طرف ہدایت دینے والا ہے اور سعادت کا راستہ دکھانے والا ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ: اور ابراہیم علیہ السلام اس کلمہ کو یعنی کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں باقی رکھا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں توحید کے پرستار کبھی ختم نہیں ہوئے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ: اس امید پر کہ ان میں سے جو مشرکین ہیں وہ ایمان کی طرف لوٹ آئیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی لا الٰہ الا اللہ یہ کلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تا قیامت باقی رہے گا۔[1]

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ:......بلکہ میں نے اہل مکہ اور ان کی آباؤ اجداد (جو کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے) کو عمر اور نعمت کی مدد سے فائدہ پہنچایا۔ چنانچہ انہوں نے مہلت سے دھوکا کھالیا اور وہ عیش کوشی میں مشغول رہے، خواہشات کی اتباع کرتے رہے اور کلمہ توحید کو چھوڑ دیا۔ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ: یہاں تک کہ ان کے پاس رسول آیا جس نے پیغام رسالت دیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کی اسے تائید حاصل تھی۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نظم آیت کی وجہ یہ ہے کہ جب مشرکین آباؤ اجداد کی اندھی تقلید پر ڈٹ گئے اور حجت و برہان میں غور و فکر نہ کیا تو طویل مہلت سے دھوکا کھا گئے اور دنیا کی عیش و عشرت سے دھوکے میں پڑ گئے۔ چنانچہ انہوں نے حق سے روگردانی کر لی۔[2] وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ: اور جب ان کے پاس قرآن آ گیا تاکہ انہیں غفلت سے بیدار کرے اور انہیں توحید کی طرف ہدایت دے تو وہ سرکشی اور گمراہی میں آگے بڑھتے ہی گئے، اور قرآن کے بارے میں کہنے لگے یہ تو جادو ہے۔ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ: اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں، ہم تصدیق نہیں کرتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین نے قرآن کو جادو کہا، اس کا کفر کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تحقیر کی اور اپنے سابقہ کفر حق سے دنا اور حق کی اہانت سے جا ملے۔[3]

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۸۸ [2] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۰۸ [3] تفسیر ابی السعود ۵/ ۴۳

نزولِ قرآن پر کفار کا اعتراض اور اس کا جواب

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ...... مشرکین کہنے لگے: یہ قرآن مکہ یا طائف کی کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ مفسرین کہتے ہیں: ان کی مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ تھا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی۔ قریش محمد ﷺ پر نزولِ قرآن کو مستبعد سمجھتے تھے کہ یہ تو فقیر اور یتیم ہے، وہ تجویز دیتے تھے کہ قرآن کسی رئیس پر نازل ہونا چاہیے۔ چوں کہ ان کا گمان تھا کہ عظیم وہی ہوسکتا ہے جس کے پاس مرتبہ اور دولت ہو۔ ہر زمانے میں اور ہر جگہ جاہلین کی یہی رائے رہی ہے، لیکن حقیقت میں عظمت کا معیار اللہ کے پاس ہے اور عقلاء بھی اسی کو عظیم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ عظیم تو وہ ہے جس میں نفس کی عظمت اور روح کی بلندی ہو، بھلا محمد ﷺ سے نفس میں عظیم اور روح میں بلند کون ہوسکتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر یوں رد کیا ہے: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ: کیا وہ نبوت عطا کرتے ہیں اور وہ انسانوں میں سے جسے چاہتے ہیں نبوت کے لیے مخصوص کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ تجاویز دینی شروع کر دی ہیں کہ فلاں مالدار کو نبوت ملنی چاہیے تھی۔ فلاں بڑے پر قرآن نازل ہونا چاہیے تھا؟ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: ہم نے اپنی حکمت سے اس کو مالدار بنا دیا اور اس کو فقیر، اموال و رزق میں ہم ہی نے ان کے درمیان تفاوت رکھا۔ جب معیشت کا معاملہ (جو کہ حقیر معاملہ ہے) ہم نے اپنے پاس رکھا ہے کہ جیسے چاہا معیشت کی تقسیم کی بھلا امر نبوت جو نہایت اہم، اعلیٰ وارفع معاملہ ہے ہم اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

تسہیل میں لکھا ہے: جیسے ہم نے دنیا میں معاش کو تقسیم کیا ہے ایسے ہی ہم مواہیب وعطایا کو تقسیم کرتے ہیں، جب ہم نے حقیر و فانی چیز کو یوں ہی نہیں چھوڑا بھلا جو اعلیٰ وارفع اور باقی رہنے والی چیز ہے اسے یوں ہی کیسے چھوڑ جاسکتا ہے۔[1] وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ: ہم نے رزق و معاش کے اعتبار سے مخلوق میں درجات و مراتب رکھے ہیں۔ مثلاً اگر ایک مالدار ہے تو دوسرا فقیر ہے اور تیسرا متوسط الحال ہے۔

تقسیمِ معاش میں تفاوت کی حکمت

لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ...... تاکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے مسخر ہو اور ایک دوسرے کی خدمت کریں اور یوں نظامِ زندگی قائم رہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لوگوں کو رزق و معاش میں متفاوت رکھنے سے مقصد یہ ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے سے نفع حاصل کریں۔ اگر سب لوگ احوال میں برابر ہوئے تو کوئی بھی کسی دوسرے کی خدمت کرنے کو تیار نہ ہوتا اور یوں دنیا کا نظام بگڑ جاتا۔[2] ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سُخْرِيًّا: سین کی ضمہ کے ساتھ ہے اور تسخیر سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی خدمت لینا، دوسرے کی خدمات سے استفادہ کرنا۔ یہ السخریۃ بمعنی تمسخر اور مذاق اڑانا سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تاکہ لوگ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اجتماعی منافع جات تک پہنچیں۔ اگر کوئی شخص اپنے تمام معاملات واشغال کا خود ذمہ دار اور کفیل بن جائے لامحالہ وہ اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھتا، یوں اس کی صلاحیتیں ضائع ہوجائیں گی اور وہ ہلاکت کا شکار ہوجائے گا۔ نَحْنُ قَسَمْنَا: میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا پر پل پڑنے سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔[3] قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تم کتنے ایسے مال داروں سے ملوگے جو کمزور و ناتواں ہوں گے، ان کے پاس کوئی تدبیر اور حیلہ نہیں ہوتا اور ان کی زبان و بول چال میں بھی عیب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تم نہایت حیلہ ساز و بازی گر سے ملوگے اور وہ زبان سے بھی بڑا تیز وطرار ہوگا لیکن تنگدست و فقیر ہوگا۔ اسی لیے امام شافعی کہتے ہیں:

ومن الدليل على القضاء وكونه ... بؤس اللبيب وطيب عيش الأحمق

قضا وقدر کے ہونے پر یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ عقل مند تنگدست ہے اور احمق مال داری کی عیش میں زندگی گزار رہا ہے۔

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ: ...... اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو نبوت کا انعام کیا ہے یہ لوگوں کے پاس جمع کی ہوئی حقیر دنیا سے بدرجہا افضل ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حقارت اور دناءت کو بیان کیا ہے۔

---

[1] التسہیل ۴/۲۸ [2] الصاوی ۴/۴۸ [3] البحر المحیط ۸/۱۳

اللہ کی نظر میں مال و دولت کی حیثیت

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ :...... اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ کافروں کو آسودہ حال اور فراخی میں دیکھ کر کفر کی طرف راغب ہو جائیں گے اور زمین پر صرف کافروں کی امت واحدہ ہو جائے گی تو ہم اس دنیا کو کافروں کے لیے مخصوص کر دیتے اور ان کے بلند و بالا عالی شان محلات بنا دیتے، جن میں طرح طرح کی زینت ہوتی اور نقش و نگار سے آراستہ ہوتے اور ان کی چھتیں خالص چاندی کی ہوتیں۔ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ: ہم ان کی سیڑھیاں بھی چاندی کی بنا دیتے جن پر چڑھ کر اوپر جاتے ہیں۔ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا: ان کے گھروں کے دروازے بھی چاندی کے ہوتے اور تخت بھی چاندی کے ہوتے، گویا مکمل عیش و عشرت اور آسودگی میں ہوتے۔ عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ: چاندی کے ان تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوتے۔ وَزُخْرُفًا: بلکہ طرح طرح کی آرائش سونے کی ہوتی یعنی چھت، دروازے اور تخت سونے اور چاندی کے ہوتے۔ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: یہ ساری نعمتیں جو ہم کفار کو دنیا ہی میں دے دیتے مگر یہ سب دنیا کی زندگی کی عارضی چیز ہے جس سے کچھ نفع اٹھالیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ حقیر اور ختم ہو جانے والی ہے۔ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ: جنت اور اس کی لذات، نعمتیں جو بیان میں نہیں سما سکتیں وہ پرہیزگاروں کے ساتھ خاص ہیں ان میں کوئی اور شریک نہیں ہوگا۔

مفسرین کہتے ہیں: آیات کا سیاق و سباق دنیا کی حقارت کو بیان کر رہا ہے، اس کی حقارت کے پیش نظر اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہوتا تو اس دنیا کو کفار ہی کے لیے مخصوص کر دیتا، اور کفار کے گھر، ان کی سیڑھیاں اور چھتیں سونے اور چاندی کی بنا دی جاتیں اور کافر کو اس دنیا سے پورا پورا حصہ ملتا ساری نعمتیں اور عشرتیں اس کے پاس ہوتیں چوں کہ آخرت میں اس کا کوئی نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خصوصی رحم و کرم ہے کہ اس نے بعض کفار کو مالدار بنا دیا ہے اور بعض کو فقیر و محتاج، بعض مومنین کو مالدار بنا دیا اور بعض کو تنگدست۔ حدیث میں ہے: اگر یہ دنیا اللہ کی نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی پینے کو نہ ملتا۔[1]

ایک اعتراض اور اس کا جواب

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب کفار پر دنیا کی وسعت نہیں کی گئی بوجہ اندیشہ فتنہ کے کہ سارے لوگ کفر پر اتفاق کر لیں گے، بھلا مسلمانوں پر دنیا کی وسعت کیوں نہ کر دی گئی تا کہ سب لوگ اسلام میں داخل ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں پر دنیا کی وسعت بھی فساد اور بگاڑ کی باعث ہے، چنانچہ لوگ دنیا کی خاطر اسلام میں داخل ہوتے اور یہ تو منافقین کا دین بن جاتا، لہٰذا حکمت اسی حقیقت کی متقاضی ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے کہ فریقین میں سے بعض کو مالدار بنا دیا اور بعض کو فقراء اور فقر کو مالداری پر غلبہ دیا ہے۔[2]

قرآن سے روگردانی کی سزا

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ:...... جو شخص قرآن سے روگردانی کرتا ہے اور اس سے غافل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کر جاتا ہے۔ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا: ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو لگاتار اس کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور اسے گمراہی پر ڈالے رکھتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ (سورہ مریم، آیت ۸۳)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیاطین کو بھیجا اور وہ انہیں خوب اچھالتے ہیں اور معاصی پر ابھارتے ہیں۔

فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ:...... وہ اس کا پکا مصاحب بن جائے جو اس سے کبھی جدا ہی نہ ہونے پائے۔ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ یعنی شیاطین ان گمراہ کفار کو ہدایت کے راستے سے روکتے ہیں۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ: کفار گمان کرتے ہیں کہ وہ نور و بصیرت اور ہدایت پر ہیں۔

---

[1] اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح [2] الکشاف ۴/ ۱۹۷

روز قیامت کفار کا شیطان پر غصہ

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا:...... یہاں تک کہ جب کافر اپنے قرین (مصاحب) کے ساتھ ہمارے پاس آئے گا در آں حالیکہ ان کو زنجیروں میں جکڑا گیا ہوگا۔قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ: کافر اپنے شیطان ساتھی سے کہے گا: اے کاش! میرے اور اس کے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ حائل ہوتا۔فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ: تو میرا بہت بُرا ساتھی ہے چوں کہ تو ہی میری بدبختی کا سبب ہے، تو باطل کو آراستہ کر کے میرے سامنے پیش کرتا تھا۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جوں ہی کافر کو دوبارہ زندہ کی جائے گا ایک شیطان کو فوراً اس کا قرین بنا دیا جائے گا، وہ اس سے الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ دوزخ میں بھی جائے گا۔وَلَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ: تمہارا عذاب میں مشترک ہونا تمہیں ہرگز نفع نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی تمہارے عذاب میں زرہ برابر بھی کمی کرے گا چوں کہ تم ظلم پر قائم رہے۔ ہر ایک کا حصہ بھرپور ہوگا۔

تسہیل میں لکھا ہے: مشرکین کو عذاب میں ان کا مشترک ہونا نفع نہیں پہنچائے گا، جب وہ دوزخ میں اپنے جیسوں کو عذاب میں دیکھیں گے تو اس سے انہیں زرہ برابر بھی راحت نصیب نہیں ہوگی، ورنہ دنیا میں جب کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی جیسی مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے تو طبعاً مصیبت ودرد میں کمی محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس توہم کو بھی ختم کر دیا کہ دوزخ میں اشتراک بھی ان کے لیے باعث راحت نہیں ہوگا۔[1] اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ: اے محمد! کیا آپ ان کفار کو سنانے پر قدرت رکھتے ہیں جو بہرے اور اندھے ہیں۔ اور جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں؟ یہ چیز آپ کے اختیار میں نہیں ہے اس لیے آپ تنگ دل نہ ہوں کہ یہ کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو ایمان کی طرف لانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے۔ بہت محنت کرتے لیکن مشرکین تھے کہ ہر دن ان کی سرکشی، گمراہی اور حق سے دوری میں میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔

ہم کفار سے انتقام ضرور لیں گے

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ:...... اگر ان سے انتقام لینے سے پہلے آپ کی وفات ہو جاتی ہے تو ہم آپ کی وفات کے بعد ان سے انتقام لیں گے۔اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ: اے محمد! یا ہم تمہیں وہ عذاب دکھا دیں جس کا ہم نے مشرکین کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے آپ کی زندگی کے اندر ہی تو ہم اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے قبضہ قدرت میں ہیں، وہ ہمیں عاجز کر کے کہیں جا نہیں سکتے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان بدر میں دکھا دیا۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ ہم ان سے انتقام لیں اور انہیں عذاب دیں آپ کی زندگی میں یا آپ کی وفات کے بعد، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور مشرکین کو پیشانیوں کے بل گرا کر دکھا دیا۔[2]

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ:...... اے محمد! جو قرآن ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ: بے شک آپ واضح، حق اور سیدھے راستے پر ہیں جو جنت میں پہنچانے والا ہے۔وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ: حقیقت میں یہ قرآن عظیم آپ کے لیے اور آپ کی قوم قریش کے لیے شرف عظیم ہے، چوں کہ یہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا اور انہی میں سے ایک آدمی پر نازل ہوا، یہ ایک بڑی نعمت تھی عنقریب تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت میں ذِكْرٌ: بمعنی شرف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش اور سارے عرب ہیں، چنانچہ انہوں نے اسلام کے ذریعے دنیا و آخرت کا شرف حاصل کیا، اتنی بات ہی کافی ہے کہ عرب نے مشرق ومغرب کو فتح کیا، ان میں خلافت چلی اور انہی میں بادشاہت رہی۔[3] یہ قرآن ہر ماننے والے کے لیے شرف ہے، یہ آیت اللہ کے اس فرمان کی نظیر ہے۔

---

[1] التسہیل ۴/۲۹ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۲۹۰ [3] التسہیل ۴/۲۹

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰)

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا شرف ہے کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

کسی نبی نے بھی غیر اللہ کی دعوت نہیں دی

وَسۡـئَلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ :...... یہ علی سبیل الفرض ہے اور کلام میں حذف بھی ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے! ان کنت یا محمد! شاکافی امر التوحید فاسال...... الآیۃ۔ یعنی اے محمد! اگر آپ توحید کے معاملہ میں شک کرتے ہوں تو آپ سے پہلے جو رسول ہوئے ہیں ان سے سوال کرلو۔ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ: کیا یہاں پیغمبروں میں سے کوئی ایسا ہوا ہے جس نے غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دی ہو؟ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـئَلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ‌ ۚ (سورہ یونس، آیت ۹۴)

اگر آپ ہماری نازل کردہ کتاب کے متعلق شک کرتے ہوں تو ان لوگوں سے سوال کرلیں
جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے تھے (یعنی اہل کتاب سے پوچھ لو)۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے مراد اس امر پر استشہاد پیش کرنا مقصود ہے کہ تمام انبیا کا توحید پر اجماع ہے اور اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بدعت نہیں گھڑلی یہاں تک کہ آپ کی تکذیب کی جائے اور آپ سے عداوت کا سلوک کیا جائے۔[1] ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بظاہر سامع سے خطاب ہے اور آیت میں سوال، ادیان انبیا میں نظر و فکر کرنے سے مجاز ہے، کیا کسی ملت میں بتوں کی عبادت کی اجازت دی گئی؟ یہ ایسا ہی ہے جیسے شعرا اپنی شاعری میں در و دیوار سے سوال کر لیتے ہیں جیسے مثلاً: زمین سے پوچھو کس نے دریا کھود کر بہا دیے، کس نے درخت لگائے، کس نے پھل اتارے؟ اگرچہ ان سوالات کے جوابات میں تمہیں کوئی بھی آواز یہ سنائی دے یقیناً اعتبار ہی تمہارے سوال کا جواب ہوگا۔ یہ سب باب مجاز میں سے ہے۔[2]

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۴۶ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ
بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَضۡحَكُوۡنَ ۝۴۷ وَمَا نُرِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا‌ ۚ وَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ
لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۝۴۸ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ‌ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ۝۴۹ فَلَمَّا
كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ۝۵۰ وَنَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَيۡسَ لِىۡ
مُلۡكُ مِصۡرَ وَهٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِىۡ‌ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝۵۱ اَمۡ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ مَهِيۡنٌ ۙ
وَّلَا يَكَادُ يُبِيۡنُ ۝۵۲ فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِىَ عَلَيۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِيۡنَ ۝۵۳ فَاسۡتَخَفَّ
قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ‌ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ۝۵۴ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انْتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۵۵
فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ ۝۵۶ وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ۝۵۷ ع ۱۱
وَقَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَ‌ ؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا‌ ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ۝۵۸ اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ

[1] تفسیر ابی السعود ۵/۴۵ [2] البحر المحیط ۸/۱۹

اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰۤـئِكَةً فِى الۡاَرۡضِ
يَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوۡنِ‌ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ
الشَّيۡطٰنُ‌ۚ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ
وَلِاُبَيِّنَ لَـكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ‌ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ
فَاعۡبُدُوۡهُ‌ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۶۴﴾

ترجمہ:......اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کے بڑے لوگوں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، لہٰذا موسیٰ نے کہا بے شک میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ ﴿۴۶﴾ سو جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو یکایک وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے۔ ﴿۴۷﴾ اور ہم انہیں جو بھی کوئی نشانی دیتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ باز آجائیں۔ ﴿۴۸﴾ اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر! تو ہمارے لیے اپنے رب سے اس بات کی دُعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے، بلاشبہ ہم ہدایت پانے والے بن جائیں گے۔ ﴿۴۹﴾ سو جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو یکایک وہ عہد کو توڑ رہے ہیں ﴿۵۰﴾ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرے لیے مصر کا ملک نہیں ہے؟ اور یہ نہریں جاری ہیں میرے نیچے کیا تم نہیں دیکھتے ﴿۵۱﴾ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلت والا ہے اور وہ واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا۔ ﴿۵۲﴾ سو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے سامنے فرشتے آجاتے لگا تار جماعتیں بنا کر۔ ﴿۵۳﴾ سو اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا سو انہوں نے اس کی اطاعت کی بلاشبہ وہ لوگ فاسقین تھے۔ ﴿۵۴﴾ سو جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ ﴿۵۵﴾ پھر ہم نے انہیں آئندہ آنے والوں کے لیے سلف اور نمونہ بنا دیا۔ ﴿۵۶﴾ اور جب ان کے سامنے ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس کی وجہ سے چیخ رہے ہیں ﴿۵۷﴾ اور انہوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ ان لوگوں نے یہ بات جو آپ سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کے طور پر ہے، ﴿۵۸﴾ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں۔ وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنا دیا ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے ﴿۶۰﴾ اور بے شک وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں سو تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے ﴿۶۱﴾ اور شیطان تمہیں ہرگز نہ روک دے بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿۶۲﴾ اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تا کہ میں تمہارے لیے بعض وہ باتیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعات کرو۔ ﴿۶۳﴾ بلاشبہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، سو تم اس کی عبادت کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ ﴿۶۴﴾

ربط وتعارف:......اوپر کی آیات میں ذکر ہوا کہ قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر نبوت پر یہ اعتراض کیا کہ نبوت کے لیے کسی مالدار و صاحب جاہ و مرتبہ کو کیوں منتخب نہیں کیا گیا، کیا اسی فقیر و یتیم پر ہی وحی نازل ہونا تھی۔ اب ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ذکر کیا جا رہا ہے اس سے اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عناد و طغیان ایک ہی منطق سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔ اگرچہ زمانہ مختلف ہو، چنانچہ مشرکین مکہ سے پہلے فرعون گزرا ہے اس کے پاس مال تھا حکومت تھی، جاہ و مرتبہ تھا لیکن اس نے دعوت حق قبول نہیں کی، اس کے پاس بھی یہی حجت تھی کہ موسیٰ کی بنسبت اس کے پاس مال زیادہ ہے اور موسیٰ سے بڑھ کر اس کا مرتبہ ہے، چنانچہ ان آیات مبارکہ سے اسی ضعیف شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے۔

لغات: يَنۡكُثُوۡنَ:......وہ عہد توڑتے ہیں۔ مَهِيۡنٌ: حقیر چیز جس کا مرتبہ و مکان نہ ہو۔ اٰسَفُوۡنَا: انہوں نے ہمیں غضب و غصہ دلایا۔ سَلَفًا: قدوہ، پیشوا، نمونہ۔ يَصِدُّوۡنَ: بکسر الصاد وہ چیختے اور چلاتے ہیں۔ اور صاد کی ضمہ کے ساتھ بمعنی اعراض کرنا اور لوگوں کو روکنا۔ جوہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

صَدَّ یَصُدُّ صَدِیْدًا یعنی چیخنا چلانا۔ ضمہ کے ساتھ مصدر صدود بمعنی اعرض کرنا، روکنا اور کسرہ کے ساتھ چیخ و پکار۔[1] امام فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ دونوں برابر ہیں۔ تَمْتَرُنَّ: الامتراء، شک کرنا، المریہ: شک۔

شانِ نزول: ...... مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قریش کی ایک جماعت نے کہا کہ محمد چاہتا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں جیسے نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کرتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۷﴾[2]

تفسیر: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ: ...... اللہ کی قسم ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف معجزات دے کر بھیجا جو ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے۔ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: میں اللہ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف آیا ہوں اور مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ: جب موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنس پڑے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ اس لیے ہنسے تاکہ اپنے ماتحتوں کو یہ یقین دلائیں کہ یہ معجزات جادو ہیں، اور وہ اس جیسے جادو پر قدرت رکھتے ہیں۔[3] وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا: ہم نے جو بھی عذاب کی نشان لائی مثلاً جیسے طوفان، ٹڈی دل، جوئیں وغیرہ تو وہ پہلی نشانی سے زیادہ واضح اور اس سے بڑھ کر تھی۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے: وہ نشانیاں اعجاز میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی تھی، دیکھنے والا گمان کرتا تھا کہ وہ دوسری نشانی سے بڑی ہے۔[4] وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ: ہم نے مختلف قسم کے عذاب کی انہیں سزا دی تاکہ وہ کفر و تکذیب سے حق کی طرف لوٹ آئیں۔ وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ: جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھتے کہتے: اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو تاکہ یہ عذاب اور مصیبت ہمارے اوپر سے دور کر دے۔ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ: اس عہد کی بدولت یعنی تمہاری دعا قبول ہونے کے وعدہ کی بدولت جو تمہارے رب نے تم سے کر رکھا ہے۔ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ: اگر تمہاری دعا کی وجہ سے یہ عذاب ہمارے اوپر سے ہٹا دیا گیا تو ہم تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: ان کا قول يَا أَيُّهَا السَّاحِرُ: نقص و حقارت کے پیش نظر نہیں تھا بلکہ ان کے زعم کے مطابق یہ لقب تعظیم کا تھا چونکہ ان کے زمانے میں جادو افضل علم سمجھا جاتا تھا اور قابل مذمت نہیں تھا، اس لیے تعظیم کے طور پر جادوگر کہہ کر پکارا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کا معنی عالم ہے: یعنی اے عالم! جادوگر ان کے نزدیک دی مرتبہ اور بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا وہ لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ: جب ہم نے ان کے اوپر سے عذاب اٹھا دیا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی بدولت تو فوراً انہوں نے عہد توڑ دیا اور حسب سابق کفر و عصیان پر ڈٹے رہے۔

فرعون کا اپنی قوم سے خطاب

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ: ...... یعنی فرعون نے قبطیوں کے روساء اور عظماء کو بلایا جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھے اور اندیشہ محسوس کیا کہ قبطی اس پر ایمان نہ لے آئیں۔ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي: فخریہ انداز میں کہنے لگا: کیا مصر کا وسیع و عریض ملک میری ملکیت نہیں ہے؟ اور دریائے نیل سے نکالی گئی بہت ساری نہریں میرے محلات کے نیچے سے نہیں بہتیں؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرعون کی نہروں میں سے چار بڑی تھیں: نہر فلک، نہر طولون، نہر دمیاط اور نہر تینس یہ ساری دریائے نیل سے نکالی گئی تھیں۔[5] قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرعون کے باغات اور نہریں اس کے محلات کے نیچے تھیں۔[6] أَفَلَا تُبْصِرُونَ: کیا تم میری عظمت اور میری بادشاہت کی وسعت اور موسیٰ کی قلت و ذلت نہیں دیکھ رہے؟ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ: بلکہ میں تو اس حقیر و ضعیف سے بہتر ہوں جس کے پاس نہ عزت ہے نہ مرتبہ ہے اور نہ حکومت ہے۔ وہ تو اپنی ضروریات و حاجات پوری کرنے کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے چونکہ اس کی کوئی عزت ہے ہی نہیں۔ اس کی مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ: اس کی زبان میں فصاحت کا ہونا بھی ناممکن ہے وہ تو اپنا مدعا و مقصود بھی واضح طریقہ سے بیان نہیں کر سکتا،

---
[1] دیکھیے الصحاح، لسان العرب، القاموس المحیط [2] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۰۲ [3] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۹۷ [4] الصاوی ۴/ ۵۱ [5] الصاوی ۴/ ۵۱ [6] البحر المحیط ۸/ ۲۲

بھلا وہ رسالت کے لیے کیسے صلاحیت رکھتا ہے؟ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرعون نے یہ باتیں دراصل موسیٰ علیہ السلام پر افترا کے طور پر کہیں اور لوگوں کی نظر میں آپ علیہ السلام کی تنقیص کی چوں کہ آپ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ لکنت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ختم کر دی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی:

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ لوگ میری بات سمجھ پائیں۔ (سورہ طٰہٰ، آیت ۲۷۔۲۸)[1]

فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ:...... اللہ نے اس پر سونے کے کڑے کیوں نہیں ڈالے جو اس کی عزت و شریعت اور اس کی نبوت پر دلالت کرتے؟ مجاہد کہتے ہیں: یہ لوگ جب کسی آدمی کو اپنا سردار بنانا چاہتے اسے سونے کے دو کڑے پہناتے اور اس کے گلے میں سونے کا ہار ڈالتے تھے اور اس کی سیادت اور سرداری کی علامت سمجھی جاتی تھی۔[2] اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ: یا اس کے ساتھ فرشتے آتے جو اس کی خدمت بجالاتے اور اس کے ساتھ ہوتے اور اس کی سچائی کی گواہی دیتے۔ ابوحیان کہتے ہیں: جب فرعون نے عزت و بادشاہت کے اوصاف بیان کر کے اپنی تعریف کی اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موازنہ کیا، آپ علیہ السلام کے نقائص میں بیان کیا کہ یہ کمزور ہے اور اس کے پاس اعوان و انصار نہیں۔ پھر اس نے خود اعتراض کر ڈالا کہ اگر یہ سچا ہے تو اس کے رب نے اسے سلطنت کیوں نہیں دی، اسے سونے کے کڑے کیوں نہیں پہنائے اور اس کے ساتھ اس کے اعوان و انصار بنا کر فرشتے کیوں نہیں بھیجے۔[3]

فرعون کی قوم کی حماقت اور بے وقوفی

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ:...... یوں فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنالیا چوں کہ ان کے پاس عقل مندی نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔ چنانچہ فرعون انہیں جس گمراہی اور باطل کی دعوت دیتا تھا اس کی قوم نے فوراً اس کا کہا مان لیا اور اس کی اطاعت کر لی۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ: قوم نے اس کی بات اس لیے مان لی چوں کہ وہ تھے ہی فاسق لوگ اور اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے تھے۔ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ: جب انہوں نے ہمیں غیظ و غضب دلایا تو ہم نے ان سے سخت انتقام لیا اور مختلف قسم کے عذابات ان پر نازل کیے۔ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ: انجام کار ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا اور سب کے سب ڈوب مرے، ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔

مفسرین کہتے ہیں: فرعون نے اپنی عظمت، سلطنت اور اپنے تخت تلے بہتی ہوئی نہروں سے دھوکا کھایا اور تکبر کیا۔ اس نے جس جنس پر فخر و تکبر کیا اسی جنس کے عذاب میں بھی مرا۔ نہروں پر فخر کیا اسی پانی میں ڈوب کے مرا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی چیز پر فخر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں اسے ہلاک کرتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ: ہم نے فرعون کو بعد میں آنے والے کفار کے لیے نمونہ بنا دیا یعنی عذاب و تباہی کے استحقاق میں فرعون نمونہ بن گیا۔ مثلاً اس سے عبرت حاصل کریں ورنہ ان کا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی فرعون کفار قریش کے لیے نمونہ بن گیا ہے وہ بھی دوزخ میں جائیں گے اور وہ بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بن گیا۔[4]

شانِ نزول

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ:...... جب قرآن میں عیسیٰ بن مریم کا ذکر آیا اور اللہ کے علاوہ معبودانِ باطلہ کی مثال بیان کی گئی یکایک مشرکین قریش چیخ اٹھے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت ۹۸)

”تم اور اللہ کے علاوہ جن معبودان کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔“

تو ابن زبعریٰ کہنے لگا: کیا یہ حکم صرف ہمارے ہی لیے ہیں یا سب امتوں کے لیے ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: یہ تمہارے لیے تمہارے خداؤں کے لیے اور ساری امتوں کے لیے ہے۔ کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم پھر تو میں تم پر بازی لے گیا، کیا نصاریٰ مسیح کی عبادت نہیں

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/۶۰ [2] تفسیر القرطبی ۱۶/۱۰۰ [3] البحر المحیط ۸/۲۲ [4] تفسیر القرطبی ۱۶/۱۰۲

کرتے؟ کیا یہود عزیر کی عبادت نہیں کرتے؟ کیا بنو فلاں فرشتوں کی عبادت نہیں کرتے؟ اگر یہ لوگ دوزخ میں ہوں گے تو پھر ہم راضی ہیں کہ ہم اپنے معبودان کے ہمراہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ وحی کے انتظار میں خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، کفار سمجھے کہ انہوں نے الزام حجت کر دیا، مشرکین ہنس پڑے، شور ہوا اور آوازیں بلند ہونے لگیں۔[1] اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۱)

بے شک جن لوگوں کے متعلق ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے وہ دوزخ سے دور رہیں گے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر ابن زبعریٰ آیت کریمہ میں غور وفکر کرتا اسے اعتراض ہی نہ سوجھتا،[2] چوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ: ما لایا گیا ہے اس کی بجائے مَنْ تَعْبُدُوْنَ: نہیں فرمایا۔ چنانچہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے، آیت میں اس سے مراد بت ہیں مسیح عزیر اور فرشتے مراد نہیں ہیں۔ اگرچہ لوگوں نے انہیں بھی خدا بنالیا ہو۔[3]

وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ:...... یعنی ہمارے معبودان بہتر ہیں یا عیسیٰ ابن مریم؟ اگر عیسیٰ دوزخ میں ہوں گے تو ہمارے معبودان بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا: مشرکین کے اس قول کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ لڑنا چاہتے ہیں اور دشمنی ومخالفت ان کا مقصد ہے، وہ حق کی طلب میں نہیں ہیں۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ: بلکہ یہ لوگ سخت جھگڑالو ہیں اور باطل پر اڑے ہوئے ہیں۔ تسہیل میں لکھا ہے: یعنی مشرکین نے آپ کے لیے یہ مثال محض جھگڑا کرنے کے لیے بیان کی ہے اور بلاوجہ جدل ان کا مقصد ہے۔ (جدل: مناظرہ میں مدمقابل پر غلبہ کا قصد کرنا خواہ غلبہ حق کے ساتھ ہو یا باطل کے ساتھ)۔ ابن زبعریٰ اور اس جیسے معترضین پر یہ بات مخفی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے اس قول ''حصب جهنم'' میں داخل نہیں ہیں، لیکن انہوں نے مغالطے کا ارادہ کیا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کیا کہ وہ تو بس جھگڑنے والے لوگ ہیں۔[4] اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ: عیسیٰ تو اور بندوں کی طرح ہمارے ایک بندے ہیں جن پر ہم نے نبوت سے انعام کیا اور انہیں رسالت عطا کر کے شرف بخشا۔ وہ معبود نہیں ہے اور نہ ہی خدا کا بیٹا ہے جیسا کہ نصاریٰ کا زعم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بنی اسرائیل کے لیے عبرت ہے

وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ:...... ہم نے انہیں نشانی اور عبرت بنا دیا ہے بنی اسرائیل کے لیے تا کہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال کریں چوں کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے ماں سے پیدا کیے گئے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم نے ان کو عجیب عبرت بنا دیا ہے چوں کہ ہم نے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے جیسے آدم کو ماں اور باپ کے بغیر پیدا کر دیا۔[5] وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ: اگر ہم چاہیں تمہارے بدلے میں فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں رہیں اور وہی تمہارے جانشین ہوں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تمہاری جگہ فرشتے زمین کو آباد کریں۔[6] وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ: یعنی عیسیٰ قرب قیامت کی علامت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ چوں کہ قیامت سے تھوڑا پہلے اللہ تعالیٰ انہیں آسمان سے اتاریں گے۔ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا: قیامت کے بارے میں شک مت کرو، لامحالہ قیامت آ کر رہے گی۔

حدیث میں ہے: عنقریب عیسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان انصاف پسند حکم وقاضی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔[7] وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ: اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دیجیے: میرے راستے کی اتباع کرو اور میری لائی ہوئی شریعت پر چلو، بلاشبہ میں تمہیں جس دین کی طرف بلا رہا ہوں یہی سیدھا دین اور سیدھا راستہ ہے۔ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ: یعنی شیطان کے وسوسوں سے دھوکا مت کھاؤ، ہوشیار ہو کہ شیطان تمہیں اتباع حق سے روک نہ دے چوں کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اسی نے تو تمہارے باپ آدم کو جنت سے نکالا تھا۔ اور ان سے نور کا لباس چھین لیا تھا۔ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ: اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزات لے کر آئے اور واضح

---

[1] الصاوی ۴/ ۵۲ [2] تفسیر ابی السعود ۵/ ۷ [3] القرطبی ۱۶/ ۱۰۳ [4] التسہیل ۴/ ۲ [5] القرطبی ۱۶/ ۱۰۵ [6] القرطبی ۱۶/ ۱۰۵ [7] رواہ البخاری

شریعت لائی تو انہوں نے (بنی اسرائیل میں) اعلان کیا کہ میں تمہارے پاس وہ شریعت لایا ہوں جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ: میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ دین کی جن معاملات میں تم اختلاف کرتے ہو تا کہ میں انہیں واضح کردوں۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے یوں کہا: بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ: بعض کا لفظ لائے کل کا لفظ نہیں لائے چوں کہ انبیائے کرام امور دین بیان کرتے ہیں امور دنیا نہیں بیان کرتے۔[1] طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی امور دینیہ نہ کہ دنیویہ۔[2] فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ: یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر بجالا کر اور نواہی سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، لہٰذا میں جو شرعی ذمہ داریاں تم تک پہنچاتا ہوں ان میں میری اتباع کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ: اللہ تعالیٰ ہی رب اور معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی رب نہیں، خالص اسی کی طاعت وعبادت کرو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی میں اور تم سب اللہ کے بندے ہیں، ہم سب اسی کے محتاج ہیں ہم سب صرف تنہا اسی کی عبادت کرنے میں مشترک ہیں۔[3] هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ: یہ توحید اور شرائع پر عمل پیرا ہونا سیدھا راستہ ہے جو جنت کی طرف لے جاتا ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ
اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا ع ۱۱
مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ
وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ
اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ
عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ
وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا
يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾
وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

[1] التسہیل ۴/۲۳ [2] ایضاً [3] مختصر ابن کثیر ۳/۲۹۵

وقف لازم

مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ:......سو جماعتوں نے آپس میں اپنے درمیان اختلاف کرلیا' سو جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اس دن کے عذاب سے جو دردناک ہوگا۔﴿۶۵﴾ یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کررہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔﴿۶۶﴾ اس دن دوست آپس میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔﴿۶۷﴾ اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہوگے۔﴿۶۸﴾ جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے۔﴿۶۹﴾ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوشی خوشی داخل ہوجاؤ۔﴿۷۰﴾ ان پر سونے کی رکابیاں اور آبخورے لائے جائیں گے اور اس میں وہ چیزیں ہوں گی جنہیں نفس چاہتے ہوں گے اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گے اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو﴿۷۱﴾ اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلہ میں ہے جو تم کرتے تھے۔﴿۷۲﴾ تمہارے لیے اس میں بہت میوے ہیں ان میں سے تم کھارہے ہو۔﴿۷۳﴾ بلاشبہ مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔﴿۷۴﴾ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں ناامید ہوکر پڑے رہیں گے﴿۷۵﴾ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے﴿۷۶﴾ اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام تمام کردے۔ وہ جواب دیں گے کہ بے شک تم اسی میں رہوگے۔﴿۷۷﴾ بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لائے اور لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں۔﴿۷۸﴾ کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کرلی ہے' سو ہم مضبوط تدبیر اختیار کرنے والے ہیں۔﴿۷۹﴾ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کی چپکی باتوں کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو' ہاں! ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرستادے) ان کے پاس لکھتے ہیں۔﴿۸۰﴾ آپ فرمادیجیے کہ اگر رحمٰن کے لیے اولاد ہو تو سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں۔﴿۸۱﴾ آسمانوں اور زمین کا رب جو عرش کا بھی رب ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔﴿۸۲﴾ سو آپ ان کو چھوڑیئے باتوں میں لگیں کھیلا کریں یہاں تک کہ اس دن سے ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔﴿۸۳﴾ اور اللہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے۔﴿۸۴﴾ اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے لیے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔﴿۸۵﴾ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں﴿۸۶﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ یہی کہیں گے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا۔ سو یہ لوگ کدھر اُلٹے جارہے ہیں؟﴿۸۷﴾ اور اسے رسول کی اس بات کی خبر ہے کہ اے میرے رب! بلاشبہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔﴿۸۸﴾ سو آپ ان سے اعراض کیجیے اور کہہ دیجیے کہ میرا اسلام ہے سو وہ عنقریب جان لیں گے۔﴿۸۹﴾

ربط وتعارف:......اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت کا ذکر کیا ان آیات میں اہل کتاب کی گمراہی کا ذکر کیا، چنانچہ اہل کتاب تفرقہ کا شکار ہوگئے اور مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ بعض نے کہا: عیسیٰ خدا ہے۔ بعض نے کہا: تین کا تیسرا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکیاں ذکر کیں اور سورۂ مبارکہ کا اختتام معبود حق کی صفات کے بیان پر ہوا۔

لغات: اَلْاَخِلَّآءُ:......خلیل کی جمع ہے، گہرے دوست کو کہا جاتا ہے۔ تُحْبَرُوْنَ: تم فرحت وسرور میں ہوگے۔ الحبور: سرور، فرحت۔ اَكْوَاب: کوب کی جمع ہے، یہاں جس میں کنڈا نہ ہو۔ مُبْلِسُوْنَ: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجانے والے، مایوسی کی وجہ سے حزیں۔ اَبْرَمُوْا: کسی چیز کو محکم کرنا۔ الابرام: احکام یعنی پختہ ومضبوط کرنا۔ يُؤْفَكُوْنَ: انہیں الٹا دیا جاتا ہے۔ اور وہ پھیر دیے جاتے ہیں۔

سبب نزول:......مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے دارالندوہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چال چلنے کے متعلق مشاورت کی اور آپ کو ابوجہل کی رائے کے مطابق قتل کرنے پر سب نے اتفاق کرلیا کہ ہر قبیلے سے ایک آدمی آپ پر حملہ آور ہوگا یوں آپ کو قتل کردیا جائے اور خون بہا کے مطالبہ پر سارے قبائل مل کر دوگنی دیت دے دیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ [1]

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۹۵

تفسیر: فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ:...... نصاریٰ کے فرقوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اختلاف کیا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مختلف گروہوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض یہ اقرار کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہی حق بھی ہے۔ ان میں سے بعض کا دعویٰ تھا کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔ بعض تو انہیں خدا ہی کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے برے اقوال سے برتر و بالا ہے۔ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ: ان ظالم کافروں کے لیے قیامت کے دن کی وجہ سے ہلاکت اور تباہی ہے۔ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً: یہ مشرکین مکذبین بس صرف قیامت کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے سامنے اچانک آ جائے۔ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ: اور وہ روز قیامت سے غافل ہیں چوں کہ دنیوی امور میں مشغول رہتے ہیں وہ قیامت کے دن نادم ہوں گے جب کہ اب انہیں ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

احوال قیامت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے احوال ذکر کیے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ: سارے دوست اور احباب قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ البتہ وہ دوست جن کی دوستی اور محبت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی۔ (ان کی دوستی باقی رہے گی)۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر وہ دوستی اور محبت جو غیر اللہ کے لیے ہو وہ قیامت کے دن عداوت میں بدل جائے گی، ہاں البتہ وہ دوستی جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو وہ قائم و دائم رہے گی۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہر دوستی قیامت کے دن عداوت میں بدل جائے گی۔ البتہ متقین کی دوستی ان کی عزت و تکریم اور تطییب قلب کے لیے باقی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یٰعِبَادِ: اے میرے مومن بندو! چوں کہ مومنین ہی رب تعالیٰ کی بندگی کرتے رہے۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ: خوف نہیں ہے۔ الْیَوْمَ: آج کے اس سخت دن میں۔ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ: جو دنیا تم سے فوت ہو چکی اس پر تم غمگین نہ ہو گے، پھر اپنے بندوں کی وضاحت یوں فرمائی: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھک گئے اور اس کی طاعت بجا لائی۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ: اسے کہا جائے گا: تم اپنی مومن بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، جنت میں تم عیش و عشرت میں رہو گے۔

جنت کی نعمتیں

یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ:...... اہل جنت کے آگے سونے کے برتن لائے جائیں گے جن میں کھانا سجا ہوا ہوگا اور سونے کے پیالے لائے جائیں گے اور جام جن میں وہ مشروب سے لطف اندوز ہوں گے۔ سب برتن اور جام سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَاۡ (سورۃ الانسان، آیت ۱۵)

جنتیوں کے سامنے چاندی کے برتن پیش کیے جائیں گے اور شیشے کے جام پیش کیے جائیں گے۔

حدیث میں ہے: ریشم نہ پہنو اور دیباج بھی نہ پہنو، سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہیں کھاؤ پیو، سونے چاندی کے پلیٹوں میں کھانا نہ کھاؤ، چوں کہ یہ سونے کی برتن دنیا میں کفار کے لیے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے ہوں گے۔[2] وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ: جنت میں وہ تمام لذائذ اور خواہشات کی اشیا موجود ہوگی جنہیں نفس چاہتا ہوگا، خوبصورت مناظر ہوں گے جنہیں آنکھیں دیکھ کر ٹھنڈی ہوں گی۔ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ: اس حال میں کہ تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، وہاں سے نکالے نہیں جاؤ گے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ تمام نعمت اور سرور کی تکمیل ہے چنانچہ ہر زائل ہونے والی نعمت خوف زوال کی موجب ہوتی ہے۔[3] کہ ان آیات میں جنت کا ذکر ہوا یہ خوشی اور سرور کی جگہ ہے اور جنت کی نعمتوں

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۹۵ [2] رواہ الشیخان [3] تفسیر ابو سعود ۵/۴۹

کا ذکر کیا گیا، اولاً کھانے کی اشیا کا ذکر ہوا پھر مشروبات کا پھر اس تفصیل کے بعد بیان کلی ذکر کیا کہ جنت میں خواہش کی وہ تمام چیزیں ہوں گی جو دل چاہیں گے اور آنکھوں کو جن سے لذت ملے گی۔ پھر جنت میں ہمیشہ ہمیشہ داخلے کے ذکر سے تمام نعمت کا ذکر ہوا، یہ انواع واقسام کی نعمتوں کا خلاصہ ہے چوں کہ نعمتیں یا تو وہ ہوں گی جن کی دلوں کو خواہش ہوگی یا وہ ہوں گی جن سے آنکھیں لذت اٹھاتی ہوں۔[۱] وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: یہ جنت جس کے اوپر بہت سارے اوصاف بیان کیے گئے ہیں یہ تمہیں تمہارے نیک اعمال کے بسبب عطا کی جائے گی جو تم نے دنیا میں آخرت کے لیے کیے۔

جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تمہارے اعمال صالحہ اللہ کی رحمت کا سبب ہیں چنانچہ کوئی شخص بھی محض اپنے عمل کی بدولت جنت میں داخل نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہوگا، درجات کا فرق بحسب اعمال صالحہ ہوتا ہے۔[۲] حدیث میں ہے: کوئی شخص بھی نہیں بجز اس کے کہ اس کے لیے ایک ٹھکانا جنت میں ہوتا ہے اور ایک ٹھکانا دوزخ میں، کافر دوزخ میں مومن کے ٹھکانے کا وارث بنتا ہے اور مومن جنت میں کافر کے ٹھکانے کا وارث بنتا ہے، یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ[۳] لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُوْنَ: تمہارے لیے جنت میں انواع واقسام کے پھل ہوں گے (جب کہ کھانا اور مشروبات ان کے علاوہ ہے) ان پھلوں کو تم لذت کے لیے کھاؤ گے۔ مفسرین کہتے ہیں: اہل جنت پھلوں میں سے کچھ کھائیں گے جب کہ باقی پھل دار ختوں پر دائمی لگے رہیں گے۔ اے مخاطب! تمہیں جنت میں کوئی درخت بھی پھلوں سے خالی نہیں دکھائی دے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ پھلوں سے آراستہ ہوں گے، چوں کہ جو پھل بھی کھایا جائے گا اس کا متبادل پھل درختوں پر آ جائے گا۔ حدیث میں ہے: جنت میں کوئی شخص بھی پھل کو درخت سے اتارے گا فوراً اس کی جگہ درخت پر دوسرا پھل اُگ جائے گا۔[۴] اوپر نیکوکاروں کا ذکر ہوا ہے آگے بدکاروں کا ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ: کفار جو گناہ وجرم میں رسوخ رکھتے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے سخت عذاب میں رہیں گے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجرمین سے مراد کفار ہیں چوں کہ مومنین کے مقابلہ میں مجرمین کا ذکر آیا ہے مراد کفار ہیں۔[۵] لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ: لمحہ بھر کے لیے بھی عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ: کفار اس عذاب میں ہر طرح کی بھلائی سے محروم ومایوس ہوں گے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ: ہم نے ان کو عذاب دے کر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظالم ہیں چوں کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو عذاب پر پیش کیا۔

دوزخیوں کا تمنائے موت

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ: ...... کفار داروغہ جہنم مالک کو پکاریں گے اور کہیں گے: اللہ تعالیٰ کو چاہیے کہ ہمیں موت دے دے تاکہ ہمیں اس عذاب سے راحت ملے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہماری روحیں نکال دے تاکہ ہم اس دردناک عذاب سے خلاصی پائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فرشتہ انہیں ایک ہزار سال کی بعد جواب دے گا۔[۶] قَالَ إِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ: وہ انہیں جواب دے گا تم ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مقیم رہو گے۔ عذاب سے نہ موت تمہیں چھٹکارا دلا سکتی ہے نہ کوئی اور چیز۔ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ: توبیخ کے لیے خطاب ہے یعنی اے کفار! ہم تمہارے پاس صاف واضح حق لے کر آئے لیکن تم اللہ تعالیٰ کے دین کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے ناک بھوں چڑھاتے تھے، چوں کہ یہ دین تمہاری خواہشات واھوا کے خلاف تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ جملہ علت کی مانند ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کفار مکہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے نفرت ہے اور دین حق کو قبول کرنے سے انہیں سخت چڑ ہے۔[۷]

---

[۱] حاشیہ زادہ ۳/ ۳۰۴ [۲] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۹۶ [۳] اخرجہ ابن ابی حاتم [۴] تفسیر ابی السعود ۵/ ۴۹ [۵] الصاوی ۴/ ۵۴ [۶] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۹۶ [۷] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۲۶

کفار کی منصوبے اور باری تعالیٰ کا جواب

اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ:...... کفار قریش کے متعلق بات کی جارہی ہے یعنی کیا قریش مکہ محمد ﷺ کے بارے میں کوئی چال چلنے کا کوئی فیصلہ طے کر چکے ہیں؟ اور ہم بھی پھر ان کی حمایت و مدد میں کچھ طے کریں وران کی تباہی و ہلاکت کے بارے میں کچھ فیصلہ کریں۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت قریش مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے چوں کہ انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر آپ کو شہید کرنے کے متعلق مشاورت کی تھی۔[1] اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ: یا ان کا گمان ہے کہ ان کے دلوں میں جو بات پیدا ہوتی ہے وہ ہم نہیں سنتے۔ تسہیل میں ہے: سر وہ ہے جو دل میں ہو اور نجویٰ وہ کلام ہے جو سرگوشی کے زمرے میں آئے۔[2] بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیۡهِمۡ یَكۡتُبُوۡنَ: کیوں نہیں! ہم تو ان کی پوشیدہ اور اعلانیہ باتوں سب کو سنتے ہیں۔ ہمارے حفاظتی فرشتے ان کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق اور اسود بن عبد یغوث کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ دونوں ایک جگہ اکٹھے ہوئے، اخنس نے کہا بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ ہماری خفیہ بات اور راز کو سنتا ہے؟ دوسرا بولا: ہماری سرگوشی کو تو سنتا ہے لیکن ہمارے راز اور پوشیدہ بات کو نہیں سنتا۔[3] قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے، بالفرض اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا (اولاد کے طور پر) ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک و منزہ ہے اور وہ بیوی کے تصور سے بھی بالاتر ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ایسا ہی ہے جیسے تم اپنے مقابل مناظر سے کہو اگر دلیل سے تمہاری کہی ہوئی بات ثابت ہو جائے تو سب سے پہلے میں اس کا عقیدہ اختیار کروں گا۔ یہ استبعاد میں مبالغہ ہے۔[4] طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کلام میں ملاطفت و نرمی کا پہلو اختیار کیا گیا ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کلام سے اللہ کی اولاد کا ہونا صحیح لازم نہیں آتا بلکہ اس سے اولاد کی نفی کرنا مراد ہے، جو نہایت بلیغانہ طریقے کی گئی ہے۔ اولاد کا انکار عناد کی وجہ سے نہیں بلکہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ اس کا اعتراف کرتے چوں کہ آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ آپ کے لیے کیا صحیح ہے کیا چیز صحیح نہیں ہے۔ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ: اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے اور عظمت و جلال والا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کا رب ہے۔ وہ کافروں کی بیان کردہ صفات سے پاک و منزہ ہے۔ فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَیَلۡعَبُوۡا: کفار مکہ کو اپنی جہالت اور گمراہی میں پڑے رہنے دو کہ وہ اپنے باطل میں گھسے رہیں اور اپنی دنیا میں کھیلتے رہیں۔ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ: اس شدید و خوفناک دن تک جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے وہ اس دن جان لیں گے کہ ان کا حال اور انجام کیسا ہو گا۔

وَهُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ: ...... اللہ عزوجل آسمان میں معبود ہے اور وہی زمین میں بھی معبود ہے چوں کہ وہی الٰہ حق ہے، آسمان و زمین میں وہی عبادت کا حقدار ہے۔ تسہیل میں ہے: اللہ ہی اہل آسمان اور اہل زمین کا معبود ہے۔[5] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ آسمان والوں کا بھی معبود ہے اور زمین والوں کا بھی، آسمان والے اور زمین والے اسی کی عبادت کرتے ہیں اور سب اس کے آگے سرنگوں ہیں۔[6] وَهُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ: اللہ تعالیٰ مخلوق کی تدبیر و انتظام میں حکمت سے کام لیتا ہے اور انسانوں کے مصالح سے باخبر ہے۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل کی مانند ہے۔ وَتَبٰرَكَ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا: عظمت اور بزرگی والا ہے وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، آسمانوں اور زمین کے درمیان جو مخلوقات ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جنات یا فرشتے اللہ تعالیٰ ان سب کا مالک ہے، وہ بلا روک ٹوک کائنات میں تصرف کرنے والا ہے۔ وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ: صرف اللہ کی پاس قیامت کے قیام کے وقت کا علم ہے۔ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ: ساری مخلوقات نے صرف اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور پھر ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/۱۱۸ [2] التسہیل ۴/۳۳ [3] التسہیل ۴/۳۳ [4] تفسیر القرطبی ۱۶/۱۱۹ [5] التسہیل ۴/۳۳ [6] المختصر ۳/۲۹۸

مشرکین کے معبودوں کو سفارش کا حق نہیں

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ :...... اللہ کے علاوہ جن بتوں اور خداؤں کی مشرکین عبادت کرتے ہیں ان میں سے کسی کے پاس اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے ہاں کسی کی سفارش کرے چوں کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش کا حق کسی کو نہیں حاصل ہوگا۔ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ: ہاں البتہ جو شخص حق کی گواہی دے اور علم وبصیرت کے ساتھ ایمان لائے تو اس کی سفارش اللہ کے ہاں نفع پہنچائے گی۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ: اور انہیں اس کا علم بھی ہو کہ شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتی۔ مفسرین کہتے ہیں: مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ : سے حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر علیہم السلام اور فرشتے مراد ہیں چوں کہ وہ حق اور اللہ کے لیے وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شفاعت مومنین کو نفع پہنچائے گی، اگر چہ ان کی عبادت کی گئی۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ: اے محمد! اگر آپ کفار مکہ سے پوچھیں کس نے ان کو پیدا کیا؟ ضرور جواب میں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ مشرکین اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ ہی خالق ہے اس کے باوجود غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ: بھلا یہ مشرکین کیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پھر جاتے ہیں، ان میں بے وقوفی اور جہالت انتہا درجے کی ہے۔ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُونَ: اور اللہ کو محمد کی اس بات کا بھی علم ہے جو انہوں نے اپنے رب سے شکوہ کے طور پر کہی کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ معاندین ہیں، ہٹ دھرم ہیں میری رسالت کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ ہی قرآن کو مانتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے جس میں انہوں نے اپنی قوم کی اپنے رب سے شکایت کی ہے۔[1] فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ : اے محمد! ان سے اعراض کر جائیں اور چشم پوشی برتیں۔ آپ ان سے ایسا مقابلہ نہ کریں جیسا وہ آپ سے کرتے ہیں۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سلام سے مراد درگزر کرنا اور صرف نظر کرنا ہے یعنی کفار سے بیزاری کا اعلان کرنا ہے، آیت میں کفار کو سلام کرنے کی مشروعیت نہیں بیان کی جا رہی۔[2] قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اولاً درگزر اور روگردانی کا حکم دیا گیا پھر ان سے قتال کا حکم دیا گیا چنانچہ درگزر کرنے کا حکم تلوار کے حکم سے منسوخ ہو چکا ہے۔[3] فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ: عنقریب اپنے جرائم اور تکذیب کا انجام پالیں گے۔ آیت میں مشرکین کے لیے وعید و تہدید ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔[4]

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہات نمایاں ہیں تاہم ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا:...... میں تشبیہ بلیغ ہے صرف تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیا گیا۔ یوں تشبیہ بلیغ ہوگئی یعنی **جَعَلَ الْأَرْضَ كَالْمَهْدِ**۔

فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا: میں استعارہ تبعیہ ہے۔ نزول بارش سے پہلے کی خشک زمین کو مردہ انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے پھر اسے بارش کی وجہ سے زندہ کر دیا۔ یوں یہ استعارہ تبعیہ ہو گیا۔ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ: میں صیغہ مبالغہ کے ساتھ انّ سے اور لام کی تاکیدات لائی گئی ہیں۔ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ: میں توبیخ کے لیے اسلوب تہکمی ہے۔ نیز بنات اور بنین کے الفاظ میں صنعت طباق ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ: میں مجاز مرسل ہے۔ کلمہ سے مراد جملہ ہے اور وہ یہ ہے إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ: جملے کو مجازاً کلمہ کہہ دیا ہے۔ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ: میں استعارہ ہے کفار کو بہرے گونگے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا: میں تجنیس اشتقاق ہے بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ: میں حذف ایجاز ہے۔ ای اکواب من ذھب دلالت سابق کی وجہ سے ظرف کو حذف کر دیا گیا ہے۔ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ: میں عام کا خاص کے بعد ذکر ہے، اس سے پہلے بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ: آیا ہے۔ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم: میں صنعت طباق ہے۔ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ، مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ، وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ: میں خوبصورت سجع بندی ہے اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۂ زخرف کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۹ جون ۲۰۱۵ء بروز سوموار بعد نماز عصر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبول بخشے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

---

[1] المختصر ۳/۱۹۸ [2] الصاوی ۴/۵۶ [3] تفسیر القرطبی ۱۶/۱۲۴ [4] ابو السعود ۵/۵۱

سورۃ الدخان

تعارف:......سورۂ دخان میں بھی انہی موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے جو مکی سورتوں کا اہم اہداف ہیں یعنی توحید، رسالت اور بعث بعد الموت۔ تاکہ عقیدہ اور ایمان کے ارکان پختہ ہو جائیں۔

سورت کی ابتدا میں قرآن عظیم کے بارے میں بات ہوئی ہے جو کہ عظیم معجزہ ہے، جو تا قیامت زندہ وجاوید رہے گا۔ سورۂ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برکت والی رات میں یہ قرآن نازل کیا جو افضل رات ہے اور وہ لیلۃ القدر ہے، اس رات میں مخلوقات کے امور کی تفصیل وتدبیر ہوتی ہے۔

اس کے بعد قرآن عظیم کے بارے میں مشرکین کا موقف بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں جب کہ اس کی آیات وبرائین بالکل واضح ہیں۔

سورۂ مبارکہ میں قوم فرعون اور ان کی سرکشی کے نتیجہ میں ان پر نازل ہونے والے عذاب، ان کی ہلاکت وتباہی کے بعد ان کی آثار یعنی ان کے چھوڑے ہوئے محلات، گھر بار، باغات، نہریں، چشمے وغیرہ کا ذکر ہوا ہے، یہ سب کچھ بنی اسرائیل کو وراثت میں ملا، پھر بنی اسرائیل کے تشتت، بغاوت اور نافرمانی کا ذکر ہوا ہے۔

مشرکین مکہ کا بھی ذکر ہوا ہے کہ وہ بعث بعد الموت کے منکر ہیں اور دوبارہ زندگی کو بعید سمجھتے ہیں اسی لیے پیغمبر ﷺ کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔ سورۂ مبارکہ میں یہ امر بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ مشرکین سابقہ قوموں سے زیادہ طاقتور اور مضبوط نہیں ہیں اور نہ ہی سابقہ امتوں سے عزیز ہیں اللہ کا قانون سرکشوں کو ہلاک کرنے میں تبدیل نہیں ہوتا۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۃ الدخان'' ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے دخان (دھویں) کو کفار کے ڈرانے دھمکانے کی نشانی اور علامت بنایا ہے چنانچہ کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے قحط وبھوک کے عذاب میں مبتلا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر دھواں بھیج دیا یہاں تک کہ قریب الرگ ہو گئے، پھر نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔

اٰيَاتُهَا ۵۹ | (۴۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴) | رُكُوْعَاتُهَا ۳

حٰمٓ ۝۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝۳ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ
اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝۴ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝۵ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝۷ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ (وقف لازم)
وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝۹ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰
يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى
وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝۱۴ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا (وقف لازم)
اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ۝۱۵ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝۱۶ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ (وقف لازم، وقف لازم)
فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝۱۷ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۸ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا

عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۚ﴿۱۹﴾ وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ
فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ
الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ
وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:......حٰمٓ: ① قسم ہے کتاب مبین کی۔ ② بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں۔ ③ اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ④ جو ہماری طرف سے بطور حکم کے صادر ہوتا ہے۔ بلاشبہ ہم بھیجنے والے۔ ⑤ آپ کے رب کی طرف سے رحمت کے طور پر، بلاشبہ وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ ⑥ وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ ⑦ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تم سے پہلے جو تمہارے باپ دادے گزر گئے ان کا رب ہے۔ ⑧ بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔ ⑨ سو آپ اس دن کا انتظار کیجیے جس دن آسمان کی طرف دیکھنے والے کو واضح طور پر دھواں نظر آئے گا۔ ⑩ وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔ ⑪ اے ہمارے رب! ہم سے عذاب کو دور کر دیجیے، بلاشبہ ہم ایمان لیے آئیں گے۔ ⑫ کہاں ہے ان کو نصیحت حالاں کہ ان کے پاس رسول مبین آ گیا۔ ⑬ پھر اس سے انہوں نے اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ ⑭ بلاشبہ ہم عذاب کو تھوڑے وقت کے لیے ہٹا دیں گے۔ بے شک تم لوٹنے والے ہو۔ ⑮ جس روز ہم بڑی پکڑ کریں گے، بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں۔ ⑯ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس رسول کریم آیا ⑰ کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کر دو بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں ⑱ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں ⑲ اور بلاشبہ میں اپنے رب اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگ سار کر دو ⑳ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ رہو۔ ㉑ پھر موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم قوم ہیں۔ ㉒ سو تم میرے بندوں کو رات کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ ㉓ اور سمندر کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جانے والا ہے ㉔ ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے ㉕ اور کھیتیاں اور اچھے مکانات ㉖ اور عیش کے سامان چھوڑ دیے جن میں وہ خوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے ㉗ اور ہم نے ان چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا۔ ㉘ سو نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین اور ان کو مہلت نہ دی گئی۔ ㉙

لغات: یُفْرَقُ: ......واضح کر دیا جاتا ہے، تفصیل کر دی جاتی ہے۔ اِرْتَقِبْ: تو انتظار کر۔ یَغْشٰی: وہ ڈھانپ لیا جاتا ہے، اس پر پردہ کر لیا جاتا ہے۔ نَبْطِشُ: ہم سختی سے اس کی پکڑ کریں گے۔ فَتَنَّا: ہم نے آزمایا، امتحان لیا۔ تَعْلُوْا: تم تکبر کرتے ہو۔ عُذْتُ: میں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی۔ اَسْرِ: رات کو چلو۔ رَهْوًا: ساکن۔ شاعر کہتا ہے:

والخیل تمزع رهوًا فی اعنّتها کالطیر تنجو من الشؤبوب ذی البرد

گھوڑے آرام و سکون سے اپنی لگاموں میں چھلانگ لگائے ہیں جیسے گھنے بادلوں کے دوش پر پرندے سکون کے ساتھ محو پرواز ہوتے ہیں۔

جوہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "رها البحر" سمندر سکون میں آ گیا۔ "جاءت الخیل رهوًا" گھوڑے، سکون کے ساتھ آئے۔ مُنْظَرِیْنَ: مہلت دیے ہوئے۔ وَّنَعْمَةٍ: نون کی فتحہ کے ساتھ بمعنی عیش و عشرت آسودگی اور نون کی کسرہ کے ساتھ بمعنی احسان، عطیہ، انعام۔

شان نزول: ......ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ تنگ کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قحط کی

بدعا دی جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط آیا تھا، چنانچہ اہل مکہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ بوسیدہ ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوئے حتیٰ کہ قحط زدہ آدمی آسمان کی طرف دیکھا شدت بھوک کی وجہ سے اسے دھواں ہی دھواں دکھائی دیتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ: چنانچہ کچھ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! بنو مضر کے لیے بارش طلب کرو وہ ہلاک ہوئے جارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی برسنے کے لیے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی۔ اس پر یہ آیت اتری: اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ: جب اہل مکہ آسائش وسہولت میں ہوئے پھر کفر وضلالت کی طرف پلٹ گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ۔[1]

تفسیر: حٰمٓ: ...... حروف مقطعات میں سے ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے لائے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل گزر چکی ہے۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ: اس واضح قرآن کی میں قسم اٹھاتا ہوں جو ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے، جس کا اعجاز بالکل واضح ہے، اس کے احکام واضح ہیں۔ جواب قسم یہ ہے۔

قرآن برکت والی رات میں نازل ہوا

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ: ...... ہم نے قرآن فضیلت والی رات میں نازل کیا اور یہ "لیلۃ القدر" ہے جو رمضان المبارک میں برکت والی رات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۵)

"رمضان کا مہینہ جس میں ہم نے قرآن مجید نازل کیا" ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لیلۃ القدر میں قرآن کا نزول کیسے ہوا۔ چوں کہ آسمان دنیا کی طرف یکبارگی قرآن نازل کیا گیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔[2] لہٰذا آیت کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے لیلۃ القدر میں انزال قرآن کی ابتدا کی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس رات کے وصف میں برکت کا ذکر کیا گیا ہے چوں کہ اس رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر برکات، خیرات اور ثواب نازل کرتا ہے۔[3] اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ: تاکہ آپ اس قرآن کے ذریعے مخلوق کو ڈرائیں۔ چوں کہ ہماری شان اور ہمارا دستور یہ ہے کہ ہم لوگوں کو عذاب وسزا سے ڈرائے بغیر نہیں چھوڑ سکتے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہوجائے۔

بابرکت اور فیصلوں والی رات

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ: ...... لیلۃ القدر میں ہر محکم امر کی تفصیل کر دی جاتی ہے اور ہر معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کے رزق، ان کی عمریں اور ان کے جملہ احوال کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ آئندہ سال تک دنیا کے معاملات کے فیصلے کر لیتا ہے۔ مثلاً زندگی، موت، رزق وغیرہ۔ مفسرین کہتے ہیں: اس رات میں اللہ تعالیٰ لوح محفوظ سے منسوخ کر دیتے ہیں، اس سال بندوں کے رزق، ان کی عمریں، خیر وشر کے جملہ امور، یہ نیک سخت ہے یا بدبخت، حتیٰ کہ ایک آدمی بازاروں میں چلتا ہے۔ نکاح کرتا ہے اس کے ہاں اولاد ہوتی ہے حالاں کہ اس کا نام مُردوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔[4] اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا: ہر وہ معاملہ جو اس رات میں طے ہوتا ہے اور ہم جو انسانوں کے معاملات فرشتوں کی طرف وحی کرتے ہیں، وہ طے شدہ معاملہ ہماری طرف سے ہوتا ہے۔ وہ ہمارے علم اور ہماری تدبیر سے طے پاتا ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ: ہم انبیا کو انسانوں کی طرف بھیج دیتے ہیں اور انہیں شرائع کے ساتھ بھیجتے ہیں تاکہ انسانوں کو سیدھی راہ دکھائیں۔ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ: ہم ایسا اس لیے کرتے ہیں چوں کہ انسانوں پر ہماری مہربانی اور رحمت ہوتی ہے۔ بحر میں لکھا ہے رَّبِّكَ: اسم ظاہر رکھا ہے اور مقام رَحْمَةً مِّنَّا: اسم ضمیر کا مقتضی ہے۔ دراصل اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ربوبیت بندوں پر رحمت کی مقتضی ہے۔

---

[1] الحدیث اخرجہ البخاری عن ابن مسعود [2] التسہیل ۴/۴۴ [3] حاشیہ زادہ ۳/۱۰ [4] البحر المحیط ۸/۳۳

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ:...... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سنتا ہے اور ان کے افعال واحوال کو بخوبی جانتا ہے۔ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۘ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ: وہ ذات جس نے قرآن نازل کیا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ان دونوں کو پیدا کرنے والا اور ان کا مالک ہے، اگر تم اہل ایمان اور اہل یقین ہو۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ: یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی رب نہیں چوں کہ وہی صفات جلال اور صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہی اور وہی زندوں کو مارتا ہے۔ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ: وہ تمہارا بھی خالق ہے اور تم سے جو امتیں پہلے گزر چکی ہیں ان کا بھی خالق ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے مقصد یہ ہے کہ جب نازل کرنے والا اس عظیم الشان جلال وکمال کے ساتھ متصف ہے تو نازل کی گئی کتاب بھی انتہا درجے کی عظیم الشان اور عظیم المرتبت ہوگی۔[1] بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ: ان سے اگر کوئی ایمان کی بات ظاہر ہو بھی جاتی ہے تو حقیقت میں اس کا اعتقاد اور یقین نہیں رکھتے ہوتے۔ مثلاً ان کا کہنا کہ اللہ ہمارا خالق ہے بلکہ وہ تو بعث بعد الموت میں شک کرتے ہیں، حقیقت میں وہ کھیل رہے ہیں اور مذاق کر رہے ہیں۔ شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں خطاب سے غیبوبت کی طرف التفات ہے۔ چنانچہ فرمایا: بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ: مشرکین کی تحقیر وتذلیل کے لیے یہ اسلوب اپنایا گیا ہے چوں کہ وہ خطاب کے اہل نہیں اس لیے کہ وہ اہل شک ہیں، ان کے افعال ہنسی مذاق اور کھیل کود کے قبیل سے ہیں اور وہ براہین قاطعہ کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے، حق وباطل کے درمیان امتیاز نہیں کرتے۔[2] مذکورہ بالا آیت میں مشرکین کی حماقت اور ان کے عصیان کا ذکر ہوا اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ: اے محمد! آپ ان کے عذاب کے منتظر رہیں جب آسمان گہرا دھواں ظاہر کرے گا جسے ہر کس وناکس دیکھے گا۔

دُخان مبین سے کیا مراد ہے؟

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب قریش نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں انتہا کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بد دعا دی اور فرمایا: یا اللہ! مضر پر اور زیادہ سختی کر اور ان پر ایسا قحط مسلط کر دے جیسا تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط مسلط کیا تھا۔ چنانچہ اہل مکہ سخت بھوک اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک مُردار کھانے پر مجبور ہو گئے، فضائی آلودگی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ ایک شخص اگر اپنے دوست سے بات کر رہا ہوتا وہ اس کی آواز ہی سن سکتا تھا اور فضا میں پھیلے دھویں کی وجہ سے اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دھواں، رومی، چاند، البطشہ (سخت پکڑ) اور لزام سب قریب قریب کے واقعات ہیں۔[3] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سورۂ مبارکہ میں جس دھویں کا ذکر ہے اس/ کا وقوع نہیں ہوا بلکہ یہ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جس کا ظہور قریب قیامت کے وقت ہوگا، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام کا اثر ہوتا ہے جب کہ کفار ومنافقین کے سر اس سے پگھل جائیں گے اور آدمی کا سر ایسے لگے گا جیسے بھونی ہوئی سری ہوتی ہے، آدمی صبح کے وقت نشہ میں دھت کی طرح اٹھے گا اس کا پیٹ دھویں سے بھر جائے گا پھر اس کی ناک کان اور دبر سے نکلے گا۔[4] يَّغۡشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ: کفار قریش کو یہ عذاب ہر طرف سے گھیر لے گا اور جب وہ دھویں کی مصیبت سے دوچار ہوں گے تو کہیں گے: یہ تو دردناک عذاب ہے۔ رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ: فریادی بن کر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے اوپر سے یہ عذاب اٹھا دے، ہم محمد اور قرآن پر ایمان لے آئیں گے اگر تو نے یہ عذاب اٹھا لیا۔ بیضاوی کہتے ہیں: قریش سے عذاب اٹھا لینے پر یہ وعدہ ایمان ہو گیا تھا۔[5] اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى: مشرکین کی ایمان کو مستبعد قرار دیا جا رہا ہے یعنی عذاب دور کر دینے پر یہ کہاں سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں گے۔ وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ: حالاں کہ ان کے پاس پیغمبر واضح رسالت لے کر آیا ہے۔ اس کے پاس واضح نشانیاں اور کھلے معجزات تھے، بایں ہمہ وہ ایمان نہیں لائے اور نہ ہی پیغمبر کی اتباع کی۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۴۱ [2] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۱۱ [3] البحر المحیط ۸/ ۳۴ دھویں کا ذکر ہو چکا۔ رومیوں سے مراد اہل روم کی شکست کے بعد فتح، چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور بطشہ سے مراد اہل مکہ پر عذاب اور لزام سے مراد عذاب کا لزوم ہے واللہ اعلم۔ [4] ابن مسعود کا قول اظہر ہے جب کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ [5] البیضاوی ۳/ ۳۱۲

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ: ...... پھر انہوں نے پیغمبر سے اعراض کیا اور اس پر بہتان باندھنے لگے اور پیغمبر کو جنون سے منسوب کرنے لگے۔ حاشا وکلا۔ بھلا جس قوم کی یہ حالت اور یہ صفت ہو کیا وہ عبرت اور نصیحت حاصل کرے گی۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جوں جوں قرآن نازل ہوتا گیا اس کے متعلق قریش مکہ کے دو اقوال سامنے آئے گئے۔ بعض کہتے: محمد یہ کلام کسی سے سیکھ کر آیا ہے اور بعض کہتے: محمد مجنون ہے اور کوئی جن اس پر یہ کلام ڈال دیتا ہے۔[1] اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ: ہم تھوڑے وقت کے لیے تم سے عذاب دور کریں گے تم پھر شرک وعصیان کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مقصد اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ وہ وعدہ وفا نہیں ہیں، عجز و بیچارگی کی عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و بکا اور عاجزی شروع کر دیتے ہیں اور جب خوف اور مصیبت دور ہو جاتی ہے تو وہ کفر کی طرف پھر لوٹ جاتے ہیں، وہ ایسا اسلاف کی تقلید میں کرتے ہیں۔[2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط کا عذاب دور ہو گیا تو قریش مکہ پھر کفر وعصیان کی طرف لوٹ گئے۔ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ: اس دن کو یاد کرو جس دن کفار ہماری سب سے بڑی پکڑ میں آئیں گے اور ہم ان سے انتقام لیں گے۔

بطشۃ الکبریٰ کیا ہے؟

البطش: قوت و مضبوطی کے ساتھ سخت پکڑ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بطشہ کبریٰ سے مراد جنگ بدر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بطشہ کبریٰ سے مراد روز قیامت ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بظاہر اس سے مراد قیامت کا دن ہے اگرچہ بدر کا دن بھی بطشہ کبری ہے۔[3] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول واضح قول ہے چوں کہ یوم بدر اس عظیم وصف وشدت کو نہیں پہنچتا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ انتقام تام قیامت کے دن ہوگا۔ جب اس کا وصف کبریٰ بیان کیا تو ضروری ہے کہ بطشہ کی تمام انواع میں سب سے بڑی نوع ہو علی الاطلاق اور یہ تو صرف قیامت کے دن کی صفت ہے۔[4] اس کے بعد مشرکین کو قوم فرعون پر نازل ہونے والے عذاب کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ: ...... ہم نے مشرکین سے پہلے قوم فرعون یعنی مصر کے قبطیوں کو آزمایا۔ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ: ان کے پاس شریف الحسب والنسب پیغمبر آیا جو اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا تھا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے سپرد کرو اور انہیں عذاب سے خلاصی دو جیسے سورہ طٰہٰ میں فرمایا فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ: یعنی بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو اور انہیں عذاب نہ دو۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ: میں پیغمبر ہوں اور میرے پاس وحی کی امانت ہے اور مجھ پر کوئی تہمت نہیں ہے۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور میری نصیحت قبول کرو۔ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ: یعنی اللہ تعالیٰ پر تکبر نہ کرو اور اس کی طاعت سے اپنے آپ کو بالاتر نہ سمجھو۔ اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: میں تمہارے پاس واضح حجت لے کر آیا ہوں اور روشن برہان لے کر آیا ہوں، ہر عقل مند ان کا اعتراف کرتا ہے۔ وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم مجھے قتل کرو۔ قرطبی کہتے ہیں: گویا قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دیتی تھی اس لیے آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔[5] وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ: اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے جب کہ میں تمہارے پاس حجت وبرہان لے آیا تو مجھے اذیتیں نہ پہنچاؤ اور میرا راستہ خالی کر دو۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی مجھ سے تعرض نہ کرو اور معاملہ صلح جوئی پر چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔[6] فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بددعا دی جب انہوں نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی اور یوں فرمایا: یا اللہ یہ لوگ مجرم ہیں ان سے انتقام لے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۴۴ [2] سابقہ مرجع [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۲۰۲ [4] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۴۴ [5] یہ ابن عباس کا قول ہے تسہیل میں سے مختار قرار دیا گیا ہے۔
[6] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۳۵ [7] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۰۲

موسیٰ علیہ السلام کو ہجرت کا حکم

فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ:......کلام میں حذف ہے اور تقدیری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی اور اس سے کہا: بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے کر نکلو، فرعون اور اس قوم کی تمہارا پیچھے کرے گی اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا: اور تم سمندر کو ٹھہرا ہوا اور پھٹنے والا چھوڑ دینا اپنے گزر جانے کے بعد۔ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ: فرعون اور اس کی قوم سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔ تسہیل میں لکھا ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر عبور کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر دوبارہ عصا مارنا چاہا تا کہ سمندر مل جائے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سمندر کو اسی حالت پر ساکن چھوڑ دو جیسے تمہارے داخل ہونے کے وقت تھا، تا کہ فرعون اور اس کی قوم بھی اس میں داخل ہو اور وہ سب اس میں غرق ہو جائیں۔[1] اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر اس لیے دی تا کہ ان کا دل فرعونیوں کی اذیتوں سے فارغ ہو جائے اور انہیں اطمینان ہو جائے کہ فرعونی بنی اسرائیل کو نہیں پکڑ سکتے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کی ہلاکت کی خبر دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: كم تکثیر کے لیے ہے۔ یعنی قوم فرعون نے بے شمار باغات، باغیچے، لہریں اور چشمے اپنے پیچھے چھوڑے۔ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ: بے شمار کھیتیاں جن میں طرح طرح کی فصلیں اگی ہوئی تھیں، اس کے علاوہ مکانات اور محلات اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مَقَامٍ كَرِيْمٍ: سے ان کی خوبصورت بیٹھکیں اور رہائش گاہیں ہیں۔[2] وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ: خوبصورت و بارونق عیش و عشرت کے سامان جن میں وہ پر تعیش اور رام دہ زندگی گزارتے تھے گویا انہیں دنیا کا سکون حاصل تھا۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ قوم فرعون نے سمندر میں غرق ہونے کے بعد پانچ چیزوں کو اپنے پیچھے چھوڑا۔ باغات، چشمے، کھیت، رہنے کی خوبصورت جگہیں اور زندگی کی رونقیں اور خوبصورتیاں۔[3] كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ: ہم نے قوم فرعون سے ایسا ہی کیا کہ انہیں ہلاک کر کے ان کا ملک اور ان کے گھر بار ایک اور قوم کو سونپ دیے اور وہ قوم قبطیوں کے ہاتھوں میں غلام تھی یعنی بنی اسرائیل۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس قوم سے مراد بنی اسرائیل ہے چنانچہ فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد ان کی املاک پر بنی اسرائیل نے قبضہ کر لیا اور مصر کے شہروں کے وہی مالک بن گئے۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۳۷)

اور ہم نے اس قوم کو وارث بنا دیا جو کمزور سمجھی جاتی تھی، ہم نے اسے زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا، اس سرزمین میں ہم نے برکت نازل کی تھی۔

دسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ہم نے اس سرزمین کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۵۹)[4]

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ:......ان کے مفقود ہونے پر کسی نے آنسو نہیں بہائے اور کوئی بھی غمگین نہیں ہوا۔ اور مخلوق پر ان کی موت کا کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ: انہیں کسی دوسرے وقت تک کی مہلت نہیں دی گئی بلکہ دنیا میں انہیں جلد از جلد عذاب دے دیا گیا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کسی سردار کی موت پر عرب کہتے ہیں: اس کے لیے آسمان و زمین رو دیے یعنی اس کی موت کی مصیبت عام تھی حتیٰ کہ زمین و آسمان، ہوا اور بجلی تک سب رو دیے۔ شاعر کہتا ہے:

فیا شجر الخابور مالك مورقًا كأنك لم تجزع لموت طريف

''اے خابور کے درختو! بھلا تم پتوں سے کیوں گنجان ہو گویا تم نے کسی بڑے آدمی کی موت پر جزع و فزع کیا ہی نہیں۔''

مبالغۃً یہ محاورہ بولا جاتا ہے یعنی تمثیل و تخییل میں اس سے مبالغہ پیدا ہو جاتا ہے، اور معنی ہے: قوم فرعون ہلاک ہوئی تا ہم ان کی ہلاکت کی

---

[1] التسہیل ۴/ ۵ [2] البحر المحیط ۸/ ۶ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/ ۲۴۶ [4] مختصر ابن تفسیر ۳/ ۳۰۳

مصیبت کوئی بڑی بات نہیں تھی اور انہیں مفقود پایا ہی نہیں گیا۔ ایک اور تفسیر کے مطابق مضاف محذوف ہے یعنی مابکی علیھم اھل السماء واھل الارض۔[1]

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾
وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾
اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ
يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ
رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي ع ۱۳ ۱۵
الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ
عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ
فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ
وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ
الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۴ ۱۶

ترجمہ:...... اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی ﴿۳۰﴾ جو فرعون کی طرف سے تھا۔ بے شک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا ﴿۳۱﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے جہاں والوں پر فوقیت دی ﴿۳۲﴾ اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں انعام تھا واضح طور پر۔ ﴿۳۳﴾ بلاشبہ یہ لوگ کہتے ہیں ﴿۳۴﴾ کہ بس یہی ہماری پہلی موت ہے اور ہم دوبارہ زندہ کیے جانے والے نہیں ہیں ﴿۳۵﴾ سو تم ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ ﴿۳۶﴾ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ وہ مجرم تھے ﴿۳۷﴾ اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں ﴿۳۸﴾ ہم نے ان کو نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿۳۹﴾ بلاشبہ فیصلہ کا دن ان سب کا وقت مقرر ہے ﴿۴۰﴾ جس دن کوئی تعلق رکھنے والا کسی تعلق رکھنے والے کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ﴿۴۱﴾ مگر جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک وہ عزیز ہے رحیم ہے۔ ﴿۴۲﴾ بلاشبہ زقوم کا درخت ﴿۴۳﴾ گناہ گار کا کھانا ہوگا ﴿۴۴﴾ جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا' وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا ﴿۴۵﴾ جیسے گرم پانی کھولتا ہے ﴿۴۶﴾ اس کو پکڑو پھر اسے گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ' ﴿۴۷﴾ پھر اس کے سر پر گرم پانی کے عذاب سے ڈال دو، ﴿۴۸﴾ تو چکھ

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۳۹

لے بیشک تو معزز مکرم ہے۔﴿۴۹﴾ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔﴿۵۰﴾ بلاشبہ متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔﴿۵۱﴾ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔﴿۵۲﴾ وہ سندس اور استبرق کا لباس پہنے ہوں گے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔﴿۵۳﴾ یہ بات اسی طرح سے ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے ﴿۵۴﴾ وہ لوگ اس میں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگائیں گے ﴿۵۵﴾ پہلی موت جو انہیں دنیا میں آ چکی تھی اس کے سوا موت کو نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا ﴿۵۶﴾ جو آپ کے رب کی طرف سے فضل ہوگا یہ بڑی کامیابی ہوگی۔﴿۵۷﴾ سو بات یہی ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں ﴿۵۸﴾ سو آپ انتظار کیجیے، بلاشبہ وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔﴿۵۹﴾

ربط وتعارف:......اوپر کی آیات میں فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت وتباہی کا ذکر ہوا ہے اس کے بعد بنی اسرائیل پر کیے گئے احسانات کا ذکر کیا ہے، تاکہ وہ اپنے رب کا شکر ادا کریں۔ اس کے بعد کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور انتقام سے ڈرایا گیا ہے۔ سورۂ مبارکہ کے آخر میں اشقیا وسعدا کا قیامت کے دن حال بیان کیا گیا ہے۔

لغات: عَالِيًا:......متکبر بَلٰٓؤًا: امتحان، آزمائش۔ مُنْشَرِيْنَ: موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ أنشرہ: احیاہ یعنی اسے زندہ کیا۔ قَوْمُ تُبَّعٍ: یمن کے بادشاہوں میں سے ہے، یمن کے بادشاہ کا لقب تبع ہے جیسے قیصر امام کے بادشاہ کا لقب، کسریٰ اہل فارس کے بادشاہ کا اور خلیفہ مسلمانوں کے بادشاہ کا۔ يَوْمَ الْفَصْلِ: قیامت کا دن۔ مَوْلًى: قریبی مددگار، رکھوالا۔ كَالْمُهْلِ: پگھلا ہوا تانبا۔ الْاَثِيْمِ: گناہ گار، فاجر۔ اعْتِلُوْهُ: اسے کھینچو۔ سُنْدُسٍ: باریک ریشم۔ اِسْتَبْرَقٍ: دبیز ریشم۔ عِيْنٌ: عینا کی جمع خوبصورت موٹی آنکھوں والی دوشیزائیں۔ ارْتَقِبْ انتظار کر۔

تفسیر: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ:......اللہ کی قسم ہم نے بنی اسرائیل کو نہایت سخت عذاب سے نجات دی، یہ عذاب اہانت آمیز اور رسوا کن تھا۔ تفصیل اس عذاب کی یہ ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اور سخت محنت کے کاموں میں ان سے خدمت لیتے تھے۔ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ: فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی، فرعون نہایت متکبر اور ظالم تھا اور ظلم وستم میں حد سے بڑھ جانے والا تھا۔ صاوی کہتے ہیں: بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی نعمت ہے۔ اس سے مقصود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مومنین کو مشرکین کے ظلم سے نجات دے گا، چنانچہ مشرکین ظلم وستم میں فرعون اور اس کی قوم کی حد ظلم تک نہیں پہنچے۔[۱]

بنی اسرائیل کی فضیل

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ:......ہم نے بنی اسرائیل کو ان کے زمانے کے لوگوں پر ترجیح اور فضیلت دی اور ہمیں ان کے استحقاق کا علم تھا۔ قتادہ کہتے ہیں: یعنی اس زمانے کے لوگوں پر ترجیح دی، نہ کہ امت محمدیہ پر۔ چوں کہ امت محمدیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ: ہم نے ان کو دلائل، براہین اور خارق عادت معجزات دیے۔ جن میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے امتحان ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیات سے مراد معجزات ہیں جیسے سمندر کا پھٹ جانا، بادلوں کا سایہ کرنا، من وسلویٰ کا نزول وغیرہا۔ یہ ایسی خارق عادت نشانیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کیں۔[۲]

اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ: کفار قریش کہتے ہیں: ہمیں صرف ایک ہی بار موت آئے گی اور وہ دنیا کی موت ہے۔ هٰٓؤُلَاۗءِ: اشارہ برائے تحقیر ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۂ مبارکہ کے شروع میں کفار مکہ کے متعلق بات ہوئی پھر فرعون اور اس کا قصہ بیان کیا گیا، اس سے استدلال کرنا مقصود ہے کہ مشرکین فرعون اور اس کی قوم کی طرح کفر وضلالت پر مصر ہیں۔ اب پھر کفار مکہ کی طرف بات لوٹ آئی ہے، اور اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى: سے مشرکین کی غرض بعث بعد الموت کا انکار ہے۔ گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے پھر دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے اور نہ کوئی اور

---

[۱] الصاوی ۴/۴۸ [۲] تفسیر القرطبی ۱۶/۱۴۴

زندگی ہوگی اور نہ پھر سے اٹھنا ہوگا، اور پھر یوں صراحت کر دی۔ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ: اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ فَأْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مومنین سے علی سبیل عجز خطاب ہے، یعنی ہمارے سامنے ہمارے آباؤ اجداد کو زندہ کرلاؤ تا کہ وہ ہمیں تمہارے سچے ہونے کی خبر دیں، اگر تم سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین نے حشر ونشر کی نفی پر یوں حجت پکڑی کہ اگر واقعی مردوں کو زندہ کیا جائے گا تو وہ لوگ جو مر چکے ہیں انہیں زندہ کر کے ہمارے سامنے پیش کرو تا کہ تمہارے دعویٰ کے سچ ہونے پر ہمارے پاس دلیل ہو جائے۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ بات کہنے والا ابوجہل تھا، اس نے کہا: اے محمد! اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ہمارے آباؤ اجداد سے دو آدمیوں کو ہمارے سامنے زندہ کرلاؤ۔ ان میں سے ایک قصی بن کلاب ہو، وہ سچا آدمی تھا ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد اس کے ساتھ کیا ہوا؟

کفار مکہ کا انجام گزشتہ کفار سے جیسا ہوگا

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ: ...... استفہام انکاری ہے، یعنی کیا مشرکین زیادہ طاقتور ہیں یا اہل سبا، شاہان یمن؟ جن کے پاس مال ودولت کفار مکہ سے کہیں زیادہ ہے۔ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ: ان سے پہلے جو سرکش امتیں گزری ہیں ہم نے انہیں ہلاک کر دیا ان کے شہروں کو تباہ کر دیا اور انہیں تتر بتر کر دیا۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان سے مراد عاد، ثمود اور ان جیسی دوسری سرکش اقوام ہیں جو کفار مکہ سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جنگجو تھیں۔ اللہ نے ان کو بھی ہلاک کر دیا اور ان کی قوت ان کے کچھ کام نہ آسکی، لہٰذا ان مشرکین کا ہلاک کرنا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ: یہ کفار کی ہلاکت کی تعلیل ہے یعنی ہم نے انہیں ہلاک وتباہ کیا بسبب ان کے گناہ گار ہونے کے آیت میں قریش کے لیے وعید وتہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کر سکتا ہے جو قوم تبع کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کے دلائل ذکر کیے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ: ہم نے اس کائنات اور جو کچھ اس میں ہے کو فضول وعبث نہیں پیدا کیا۔ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان مخلوقات ہے کو عدل اور واضح حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، تا کہ نیکوکار کو اس کی نیکی کا بدلہ ملے اور بدکار کو اس کی بُرائی کا بدلہ ملے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے اور بعث وجزا کا انکار کرتے ہیں۔

دارِ جزا کا ہونا ضروری ہے

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو پیدا کیا اور پھر ان کی معیشت کے اسباب پیدا کیے، یعنی بلند آسمان اور سطح زمین اور ان دونوں کے درمیان جو مخلوقات پائی جاتی ہے، پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا مکلف بنایا چنانچہ بعض تو ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا، لہٰذا دار جزا کا ہونا ضروری ہوا، جس میں نیکوکار کو اس کی نیکی کا ثواب ملے اور بدکار کو اس کی برائی کی سزا۔ اور اس لیے تا کہ ہر انسان کو اس کے کیے کا بدلہ ملے، اگر بعث بعد الموت اور جزا کا تصور ہی نہ ہوتا تو پھر اس مخلوق کو پیدا کرنا عبث وفضول کام ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ فضول سے پاک ومنزہ ہے۔ اسی لیے بعد میں فرمایا: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ: یعنی قیامت کا ساری مخلوقات کے حساب کا دن مقرر ہے۔ قیامت کو "یوم الفصل" کہا جاتا ہے چوں کہ اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کرے گا جیسا کہ سورۂ ممتحنہ میں فرمایا:

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ۔ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ: ...... یعنی اس خوفناک دن میں کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے کا دفاع نہیں کر سکے گا، کوئی دوست اپنے دوست کے کام نہیں آئے گا اور کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچائے گا اور نہ کوئی کسی کی مدد کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْــًٔا ۔ (سورہ لقمان، آیت ۳۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی والد اپنی اولاد کو نفع نہیں پہنچائے گا اور نہ اولاد اپنے والد کو نفع پہنچائے گی۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ: ...... استثنا متصل ہے یعنی کوئی قریبی رشتہ دار اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے کام نہیں آئے گا، ہاں البتہ مومنین کو ایک دوسرے کی

سفارش کی اجازت دی جائے گی۔[1] ایک دوسری تفسیر کے مطابق یہ استثنا منقطع ہے یعنی لیکن جس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے وہ سفارش کر سکتا ہے اور دوسرے کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مراد مومن ہے چنانچہ انبیا اور فرشتے اس کی سفارش کریں گے۔[2] اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے والا ہے اور اپنے دوستوں پر رحم کرنے والا ہے۔ قیامت پر دلائل ذکر کرنے کے بعد اس خوفناک دن کے کچھ اوصاف ذکر کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے کفار کے لیے وعید ذکر فرمائی پھر نیکوکاروں کا وعدہ ذکر کیا تا کہ ترغیب و ترہیب جمع ہو جائے۔

جہنم میں کفار کا کھانا زقوم ہوگا

چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ: حقیقت میں یہ خبیث درخت یعنی زقوم کا درخت جو دوزخ کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے ہر ہر فاسق و فاجر کا کھانا ہوگا اس کے لیے کوئی اور کھانا نہیں ہوگا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الاثیم صفت مبالغہ ہے، گناہ گار کو اثیم کہا جاتا ہے اور اس کی تفسیر مشرک سے کی گئی ہے۔ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ: یہ درخت اپنی شناعت و قباحت میں ایسا ہے کہ جب انسان اسے کھائے گا تو وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوگی اور وہ انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ: جیسے سخت گرم ابلا ہوا پانی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زقوم کا درخت اللہ تعالیٰ نے جہنم میں پیدا کر رکھا ہے اور اسے شجرۂ ملعونہ کا نام دیا ہے۔ جب دوزخی بھوکے ہوں گے بے چین ہو کر اسی درخت کو نوچیں گے۔ یہ ان کے پیٹوں میں ایسے کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔ پیٹ میں اس درخت کے بننے والے مواد کو اللہ تعالیٰ نے تانبے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پگھلا ہوا ہو۔ الاثیم الفاجر سے مراد ابوجہل ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتا تھا: محمد نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جہنم میں زقوم ہوگا، زقوم تو گھی اور کھجور سے بنی ثرید ہے، پھر وہ کھجوریں اور گھی لایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: لو زقوم کھاؤ۔ وہ بدبخت کلام پاک کا مذاق اڑانا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ: دوزخ کے فرشتوں سے کہا جائے گا: اس فاجر ذلیل و رسوا کو پکڑو اور سختی کے ساتھ کھینچ کر اسے دوزخ کے وسط میں پھینک دو۔ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ: پھر اس فاجر و فاسق کے سر کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ: استہزا اور اہانت کے طور پر اس سے کہا جائے گا: یہ عذاب چکھ تو بڑا معزز اور مکرم تھا۔ عکرمہ کہتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل سے ملاقات ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے کہوں: اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى: یعنی تیرے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ (سورۃ القیامۃ، آیت ۳۴) ابوجہل نے کہا: تم مجھے کس چیز سے دھمکاتے ہو! اللہ کی قسم! تو اور تیرا رب مجھے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ میں تو وہ شخص ہوں جس نے وادی بطحا کو عزت دی اور اپنی قوم کا سر عزت سے بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کو جنگ بدر میں ذلیل و رسوا کر کے قتل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1] اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ: یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم دنیا میں شک کرتے تھے۔ آج اس کا مزہ چکھو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ نہیں پا رہے۔ (سورۃ الطور، آیت ۱۵)

معنی کے اعتبار سے آیت میں جمع کی توفیق اس طرح ہوگی کہ ''الاثیم'' سے جنس اُثیم مراد ہے۔

متقین کو حاصل ہونے والی نعمتیں

اوپر اہل دوزخ کے احوال بیان ہوئے یہاں سے اہل جنت کے احوال بیان کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ: جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ اس کے اوامر کا امتثال کرتے ہیں اور نواہی سے اجتناب کرتے ہیں وہ آج ایسی جگہ ہوں گے جہاں آفات، مشقات اور ناگواریوں سے بے خوف مقیم ہوں گے۔ مراد جنت ہے، اسی لیے بعد میں فرمایا فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: بارونق بہشتوں میں ہوں گی اور ان کے آس پاس چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ: اور وہ جنت میں باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے

---

[1] البحر المحیط ۸/۳۹ [2] التفسیر الکبیر ۲۷/۲۵۱ [3] القرطبی ۱۶/۱۵۱

پہنیں گے۔ مُّتَقٰبِلِيْنَ: مجالس میں اپنے سامنے بیٹھے ہوں گے تاکہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے رہیں۔ كَذٰلِكَ ۣ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ: اسی طرح ہم نے ان کا طرح طرح کا اکرام کیا اور ہم جنت میں خوبصورت دوشیزاؤں کے ساتھ ان کی شادیاں کرائیں گے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم انہیں حورعین کے ساتھ جوڑ دیں گے۔ الحوراء گوری۔ العیناء: موٹی آنکھوں والی دوشیزہ۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا وصف بیان فرمایا: چوں کہ باغات اور نہریں سیر و تفریح کے بڑے بڑے اسباب میں سے ہیں، ان سے غم غلط بھی ہوتا ہے۔ اس کے بعد خوبصورت گوریوں کا ذکر ہوا چوں کہ عورتوں سے ہی سعادت انسان کی تکمیل ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے: تین چیزیں دل سے حزن ملال کو دور کرتی ہیں: بہتا ہوا پانی، سبزہ اور حسین چہرہ۔ آگے مزید نعمتوں کا بیان ہے: يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ: جنتی جنت میں خدام سے پھلوں کی تمام انواع سامنے پیش کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ جنت میں بدہضمی اور بیماریوں کا خوف نہیں ہوگا۔ نہ تھکاوٹ ہوگی اور نہ ہی کسی قسم کی دقت۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى: یہ استثنا منقطع ہے یعنی اہل جنت جنت میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے لیکن انہوں نے دنیا میں پہلی موت کا مزہ چکھ لیا، اب جنت میں موت کی دہرائی نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ عیش و آرام سے مقیم رہنا ہے۔ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ: اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے شدید عذاب سے نجات اور خلاصی دے دی ہے۔ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ: اللہ تعالیٰ نے ایسا محض اپنے فضل و کرم سے کیا ہے۔

آخرت کی کامیابی سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: ...... یہ نعمتیں جو انہیں دی گئی ہیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اس کے بعد کوئی اور کامیابی رہتی ہی نہیں۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ: ہم نے آپ کی زبان (زبان عرب) میں قرآن سہیل کر دیا ہے تاکہ اہل عرب نصیحت حاصل کریں اور کفر سے باز آجائیں۔ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ: اے محمد! کفار پر جو عذاب نازل ہوگا اس کا آپ بھی انتظار کریں اور کفار بھی آپ کی موت کا انتظار کریں، جان لیں گے دنیا و آخرت میں کامیابی اور فتح کس کو نصیب ہوتی ہے۔ آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وعدہ ہے اور مشرکین کے لیے وعید ہے۔

بلاغت: ...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں تاہم ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ، الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ: ...... صیغہائے مبالغہ ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ: میں طباق ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ: میں ایمان کے لیے ہمت کو حرکت دی جارہی ہے۔ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ: حذف ایجاز ہے۔ ای قلنا بأن أسر۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ: میں استعارۂ لطیفہ ہے۔ یعنی فرعونیوں کی ہلاکت پر کوئی چیز متغیر نہیں ہوئی، ان کے آثار منقطع ہونے پر آسمان و زمین غمزدہ نہیں ہوئے۔ اہل عرب تعظیم میں کہہ دیتے ہیں: ''فلاں پر آسمان و زمین رو دیے اور فلاں کے لیے دنیا تاریک ہوگئی'' اور تحقیر میں کہہ دیتے ہیں: ''فلاں شخص مر گیا اس کے لیے پہاڑ نہیں جھکے۔'' فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: میں اسلوب تعجیز ہے۔ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ: میں تہکم و تمسخر ہے۔ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ: میں حسرت و ارمان کا اظہار ہے۔ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔

مختلف آیات میں خوبصورت سجع بندی کی بلا تکلف رعایت کی گئی ہے جس سے کلام کی رونق اور حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مثلاً:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝

الحمد للہ سورۂ دخان کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ بمطابق ۳۰ جون ۲۰۱۵ء بروز منگل قبل از مغرب مکمل ہوا

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ اجزا کی تکمیل کی توفیق دے۔ آمین

سورۃ الجاثیۃ

تعارف:......سورۃ الجاثیہ مکیہ ہے، بجز آیت نمبر ۱۴ کے، سو وہ مدنی ہے۔ اور یہ سورت سورۃ الدخان کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں بھی اسلامی عقائد پر گفتگو کی گئی ہے۔ جیسے ایمان باللہ، وحدانیت، ایمان بالقرآن، نبوت محمد ﷺ، ایمان بالآخرت، بعث بعد الموت اور جزا۔ سورۂ مبارکہ کا محور رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل و براہین کا قائم کرنا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قرآن کریم پر بات کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے اور اپنے بندوں پر خصوصی رحمت کی ہے اور یہ کتاب روشن چراغ ہے جو بشریت کو روشن ہو کر سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

پھر اس کائنات میں پھیلی ہوئی مختلف نشانیوں کا ذکر ہوا ہے، چنانچہ وسیع و عریض آسمانوں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں۔ انسان، حیوانات اور ساری مخلوقات کی تخلیق میں نشانیاں ہیں، دن و رات کے پے در پے آنے میں نشانیاں ہیں، ہواؤں اور بارشوں میں نشانیاں ہیں۔ یہ ساری نشانیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کی وحدانیت کے نغمے گاتی ہیں۔ سورۂ مبارکہ میں مکذبین کا ذکر ہوا ہے جو قرآن تو سنتے ہیں لیکن تکبر کر جاتے ہیں اور منہ موڑ لیتے ہیں جب کہ قرآن انہیں عذاب دوزخ سے ڈراتا بھی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر کی ہوئی نعمتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ انسانوں کو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ان میں غور و فکر کرنا چاہیے، تاکہ یہ بات جان لیں کہ صرف اللہ ہی ان نعمتوں کا مصدر ہے خواہ نعمتیں ظاہری ہوں یا باطنی۔

سورۂ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی اکرام کا بھی ذکر ہوا ہے لیکن انہوں نے اس فضل و احسان کا جواب انکار اور عصیان سے دیا۔ پیغمبروں کی دعوت کے متعلق کفار کے موقف کا جائزہ لیا گیا ہے اور یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل میں کفار مجرمین نیکوکاروں کے برابر نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی اشرار، ابرار کے برابر ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد مشرکین کی گمراہی کا سبب بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ ان کی طبیعت میں جرم ہے اور انہوں نے خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے حتیٰ کہ ان کی بصیرت ہی اس وجہ سے معدوم ہو چکی ہے اور اب انہیں راہ حق دکھائی ہی نہیں دیتی۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں یوم جزا کا ذکر ہے، چنانچہ اس دن انسانیت دو گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا دوزخ میں۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام "الجاثیہ" ہے چوں کہ سورۂ مبارکہ میں قیامت کے ہولناک مناظر کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور لوگ قیامت کے دن حساب و کتاب کے لیے سخت پریشان ہوں گے اور پریشانی کے عالم ہی میں گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے، پریشانی کے عالم میں اسی حالت میں بیٹھنے والوں کو "الجاثیہ" کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور حق ہے کہ اس دن بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ (سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۸)

اٰیَاتُهَا ۳۷ ﴿۴۵﴾ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ﴿۶۵﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۴

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾
وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ
السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ

اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾
يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا
عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا
يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا
هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ ع ۱۱ ۱۴
لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا
لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ
اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾
اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾
هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: ......حٰمٓ ① اتارنا ہے کتاب کا اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے، حکیم ہے۔② بلاشبہ آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں مؤمنین کے لیے③ اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے ان کے پیدا کرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں④ اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے اتارا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرما دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔⑤ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔ سو یہ لوگ اللہ کے اور اس کی آیات کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔⑥ بڑی خرابی ہے ہر جھوٹے کے لیے جو نافرمان ہے⑦ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے روبرو پڑھی جاتی ہے پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں، سو ایسے شخص کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے⑧ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی کو جان لیتا ہے تو ان کا مذاق بناتا ہے، ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔⑨ ان کے آگے دوزخ ہے۔ انہوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا اور اللہ کے سوا انہوں نے جو کارساز بنائے۔ ان میں سے انہیں کوئی بھی کچھ نفع نہیں دے گا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔⑩ یہ ایک بڑی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ ان کے لیے عذاب ہے، سختی والا، دردناک۔⑪ اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل سے

تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو⑫ اور جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر بنا دیا۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔⑬ آپ ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے ایام کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ہر قوم کو اس کی جزا دے جو وہ کماتے ہیں۔⑭ جو شخص نیک کام کرے سو وہ اسی کی جان کے لیے ہے اور جو شخص کوئی بُرا کام کرے اس کا وبال اسی کے نفس پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔⑮ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم عطا کیا اور نبوت دی اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور جہانوں پر فضیلت دی⑯ اور ہم نے دین کے بارے میں انہیں کھلی کھلی دلیلیں عطا کیں۔ سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپ کی ضدا ضدی کی وجہ سے۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے۔⑰ پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا۔ سو آپ اس کا اتباع کیجیے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجیے جو نہیں جانتے۔⑱ بلاشبہ وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں کچھ نفع نہیں دے سکتے، اور بے شک ظلم کرنے والے ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔⑲ یہ قرآن لوگوں کے لیے دانش مندیوں کا اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔⑳

لغات: یَبُثُّ: ...... وہ پھیلاتا ہے۔ تَصۡرِیۡفِ: الٹنا پلٹنا۔ مقولہ ہے: ''صرف اللّٰہ الریح'' یعنی اللہ نے ایک طرف سے دوسری طرف آندھی کا رخ موڑ دیا۔ وَیۡلٌ: عذاب اور تباہی کے لیے استعمال ہونے والا کلمہ ہے۔ اَفَّاكٍ: جھوٹا، کتاب، الافك جھوٹا۔ اَثِیۡمٍ: زیادہ گناہ کرنے والا۔ رِّجۡزٍ: سخت عذاب۔ یُصِرُّ: کسی چیز پر اصرار کرنا، سختی کے ساتھ کسی حالت پر باقی رہنے کا عزم کرنا اصرار کہلاتا ہے۔ یُغۡنِیۡ: وہ نفع دیتا ہے۔ وہ دفاع کرتا ہے۔ اسی سے ہے۔ ما اغنی عنہ مالہ بَصَآئِرُ: دلائل، نشانیاں۔

تفسیر: حٰمٓ: ...... حروف مقطعات میں ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے لائے گئے ہیں۔ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ: یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے جو کہ اپنی بادشاہت میں غالب و زبردست ہے اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے، اس سے جو فعل بھی صادر ہوتا ہے اس میں بندوں کی مصلحت ہے اور اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔

وحدانیت وقدرت باری تعالیٰ کے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے دلائل کے متعلق خبر دی ہے۔ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان مخلوقات ہے، احوال غریبہ میں اور امور بدیعہ میں، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت پر علامات اور نشانیاں ہیں، لیکن یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں۔ وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ: اے لوگو! تمہاری تخلیق میں جو نطفہ سے شروع ہوتی ہے اور پھر مختلف مراحل سے گزر کر تمام ہوتی ہے میں اور سطح زمین پر پھیلائی ہوئی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات جو زمین پر رینگتی ہے میں، بے شمار کھلی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو رب العالمین کی قدرت کا یقین و اذعان رکھتے ہیں۔ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ: دن و رات کے تعاقب میں اس حال میں کہ دونوں مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور ان میں وقفہ نہیں ہونے پارہا۔ رات ہے جو تاریکی کا سامان ہے اور دن ہے جو اجالا لے کر آتا ہے اور ایک محکم نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ: اور اللہ تعالیٰ نے بادلوں سے جو بارش نازل کی ہے جس میں انسانوں کی زندگی ہے اور جس پر انسانوں کے معاش و رزق کا دار و مدار ہے اور اس میں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بارش کو رزق کہا ہے چوں کہ بارش ہی سے رزق کا حصول ممکن ہے۔[1] فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا: اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی سے زمین کو زندہ کر دیا بعد اس کے کہ زمین خشک تھی، اس میں سبزہ نہیں تھا اور نہ فصلیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین سے انواع و اقسام کی فصلیں اور پھل نکال دیے۔ وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ: شمالاً و جنوباً ہواؤں کے الٹنے اور پلٹنے میں۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۰۸

اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ:...... اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر واضح اور کھلی نشانیاں ہیں، ان لوگوں کے لیے جن کے پاس عقل ہے اور بصیرت کی روشنی ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تین آیات میں چھ دلائل ذکر کیے ہیں۔ پہلی آیت میں کہا: لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: دوسری آیت کے آخر میں یُّوْقِنُوْنَ: اور تیسری آیت کے آخر میں یَّعْقِلُوْنَ: اس تغایر کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ان کے لیے کسی صانع کا ہونا ضروری ہے اور جب اپنی ذات میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کا ایمان بڑھنے لگتا ہے اور وہ یقین کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور جب سارے حوادث میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے اور علم میں استحکام آ جاتا ہے۔[1] تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ: یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور اس کی علامات اور براہین ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اے محمد! یہ دلائل ہم نے واضح حق کے ساتھ آپ پر بیان کیے ہیں ان میں کوئی شک اور التباس نہیں ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ: جب کفار مکہ نے کلام اللہ کی تصدیق نہیں کی اور اللہ کی لائی ہوئی حجج و براہین پر ایمان نہیں لایا اس کے بعد بھلا وہ کون سے کلام پر ایمان لائیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے۔ آیت کی غرض یہ ہے کہ قرآن کے بیان و اعجاز کے واضح ہونے کی بعد کفار کی تکذیب کو نہایت سنگین جرم ظاہر کر کے بیان کرنا ہے۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ: ہر جھوٹے کذاب کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بہت بڑی وعید ہے۔ اَلْاَفَّاكِ: "کذاب۔ الاثیم" گناہوں کے ارتکاب میں مبالغہ کرنے والا۔[2] یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ: جو قرآن کی آیات سنتا ہے جب اسے پڑھ کر سنائی جا رہی ہوں، یہ آیات صاف واضح اور ان میں کوئی خفا نہیں۔ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا: وہ پھر اپنی حالت کفر پر برقرار رہتا ہے، کفر و ضلالت میں آگے بڑھتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی آیات سے متکبرانہ انداز میں منہ موڑ لیتا ہے گویا اس نے سنی ہی نہیں۔ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ: اے محمد! اسے دردناک و شدید عذاب کی خبر سنا دو۔ عذاب کی خبر کو بشارت کا نام دیا ہے ایسا تہکماً ہے چوں کہ بشارت تو خوش کن خبر کی ہوتی ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت میں ثم کے ساتھ عطف کیا گیا ہے، سماع آیات اللہ کے بعد اصرار علی الکفر کے استعظام اور عقل و طبع میں اس کے استبعاد کی وجہ سے۔[3]

مفسرین کہتے ہیں: یہ آیات نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ عجمیوں کے قصے کہانیاں اور لطیفے تلاش کر کے لاتا اور لوگوں کو ان کے سننے سنانے میں مصروف رکھتا اور قرآن کی طرف انہیں نہ آنے دیتا۔ لیکن آیت کے مضمون میں عموم ہے یعنی ہر اس شخص کے بارے میں ہے جس میں یہ بری صفات پائی جاتی ہوں۔ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آیات نازل کی ہیں ان میں سے کوئی آیت اگر اس تک پہنچ جائے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ: یہ جو جھوٹے اور قرآن کا مذاق اڑانے والے لوگ ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے جو انہیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ: ان کے آگے دوزخ بھی آ رہی ہے جو ان کا انتظار کر رہی ہے چوں کہ یہ دنیا میں اپنے آپ کو عزت والا کہتے تھے اور حق سے روگردانی کرتے تھے۔ وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْئًا: وہ دنیا میں جس مال و اولاد کے مالک ہوئے ہیں وہ انہیں کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔ وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ: یعنی انہیں وہ بت بھی کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ: ان کے لیے دائمی دردناک عذاب ہے۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا: میں نفی لائی گئی ہے باوجود یہ کہ بتوں کا فائدہ نہ پہنچانا مال و اولاد کے فائدہ نہ پہنچانے سے اظہر و اوضح ہے۔ دراصل بتوں کا نفع پہنچانا مشرکین کے زعم فاسد پر مبنی ہے کہ وہ بتوں کی شفاعت میں طمع رکھتے تھے، اس میں مشرکین پر تہکم بھی ہے۔ هٰذَا هُدًی: یہ قرآن اس شخص کے لیے مکمل ہدایت ہے جو اس پر ایمان لائے اور اس کی اتباع کرے۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ: ان لوگوں کے لیے سخت قسم کا دردناک و المناک عذاب ہے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الرجز سے مراد سخت عذاب ہے اور اٰیٰتِ رَبِّهِمْ: سے مراد قرآن ہے۔[4]

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/۲۶۱ [2] الصاوی ۴/۶۳ [3] التسہیل ۴/۳۸ [4] الکشاف ۴/۲۲۷

اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتیں

اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام کے عذاب سے کفار کو ڈرایا اور دھمکایا اور اب انہیں نعمتیں یاد دلائیں تاکہ وہ اللہ کا شکر کریں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کریں، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور حکمت سے سمندر کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے باوجود یہ کہ سمندر اتنا زیادہ وسیع وعریض ہے لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ: تاکہ سطح سمندر پر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے کشتیاں چلیں اور اس میں ڈوب نہ جائیں۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پانی کی سطح کو ایسا ملائم بنا دیا ہے کہ بحری بیڑے اس کی سطح پر چلتے رہتے ہیں اور لکڑی کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے اور ڈوبتی نہیں اس چیز پر اللہ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا۔[1] وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ: تاکہ تم تجارت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو، اس میں غوطے لگا کر ہیرے اور موتی نکالو اور اس میں مچھلیاں شکار کرو۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے دیے ہوئے رزق پر اس کا شکر کرو۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت کا ذکر کیا اور اپنے بندوں پر احسان ونعمت کا ذکر کر دیا، پھر بیان کیا کہ اس نے مخلوقات کے منافع کے لیے بہت کچھ پیدا کیا ہے، یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور اس کی خلق سے ہے، انسانوں پر اس کا احسان اور انعام ہے۔[2] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ: یعنی اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے ستارے، پہاڑ، سمندر، دریا، سبزہ، درخت سب کا سب اس کے فضل واحسان سے ہے اور یہ سب تمہارے لیے ہے اور اسی کی طرف سے ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ: اوپر مذکور میں عبرت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب کاریگری اور تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں اور پھر اس کی قدرت، وحدانیت پر استدلال کر کے ایمان لے آتے ہیں۔

فضائل خلاق

اوپر توحید وقدرت اور حکمت کے دلائل بیان کیے اب فضائل اخلاق اور محاسن افعال کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ: اے محمد! مومنین سے کہہ دیجیے کہ کفار کو درگزر کر دیں اور ان سے اذیت زدہ اور وحشت زدہ جو افعال سرزد ہوتے ہیں انہیں معاف کر دیں۔ مقاتل کہتے ہیں: کفار میں سے ایک آدمی نے مکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے درگزر اور معاف کرنے کا حکم دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ: یعنی وہ اللہ کی پکڑ اور عذاب سے نہیں ڈرتے چونکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی انہیں امید ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ کفار کی اذیتوں پر صبر کریں تاکہ یہ چیز ان کے لیے تالیف قلب کا سامان بن جائے، پھر جب کفار کفر وعناد پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے جلاد وجہاد کو مشروع کر دیا۔[3] لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: اس میں وعید وتہدید ہے۔ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ مجرم کفار کو ان کے کفر وگناہگاری پر پورا پورا بدلہ دے۔ قوماً نکرہ ہے اور یہ تنکیر برائے تحقیر ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا: جس شخص نے دنیا میں نیکی کی اس کا نفع اسی کو ملے گا اور جس نے برائی کی اس کا ضرر اور نقصان بھی اسی کو ملے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ ایک شخص کے عمل کا بدلہ کسی دوسرے کو ملے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ: پھر قیامت کے دن تم نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نیکوکار کو اس کی نیکی کا اور بدکار کو اس کی بدی کا۔

انصاف خاصہ

اوپر انعامات عامہ کا ذکر ہوا اب انعامات خاصہ کا ذکر ہے یعنی بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کیے ان کا ذکر ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ: اللہ کی قسم ہم نے بنی اسرائیل کو تورات عطا کی، لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی اور ان

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۷/۲۶۲ [2] تفسیر ۱۶/۱۶۰ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۳۰۹

میں انبیاء ورسول بھیجے۔وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ: اور ہم نے انہیں کھانے پینے کی انواع واقسام کی نعمتیں عطا کیں۔وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس زمانے کی ساری امتوں پر فضیلت دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی

صاوی کہتے ہیں: مقصود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دینا ہے گویا اللہ تعالیٰ یوں فرمارہا ہے: اے محمد! حزیں وغمگین نہ ہو کہ آپ کی قوم کفر پر مصر ہے، اس لیے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی، عظیم نعمتوں سے نوازا انہوں نے پھر بھی اللہ کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ کفر پر مصر رہے، یہی حالت آپ کی قوم کی بھی ہے، اس لیے آپ غمزدہ نہ ہوں۔[1] وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ: اور ہم نے ان کے لیے تورات میں شریعت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کھل کر بیان کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت، ان کی نبوت کے شواہد کہ وہ تہامہ سے یثرب کی طرف ہجرت کریں گے اور اہل یثرب ان کی مدد کریں گے وغیرہ امور تورات میں بیان کیے تھے۔[2] فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ: اس بارے میں (یعنی دین میں) انہوں نے تبھی اختلاف کیا جب ان کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدق پر دلائل وبراہین اور حجج آ گئیں۔بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ: ایسا انہوں نے حسد، ضد اور طلب ریاست کی وجہ سے کیا۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا مقصد اس حالت سے تعجب کرنا ہے۔ چوں کہ علم سے اختلاف ختم ہوتا ہے یہاں تو علم حصول اختلاف کا سبب ہے چوں کہ ان کا مقصود طلب علم سے نفس علم نہیں بلکہ ان کا مقصود طلب ریاست ہے۔ اسی لیے انہیں علم آ جانے کے بعد عناد پر قائم رہے۔[3]

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ: ......اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن انسانوں کے درمیان ان کے اختلافی معاملات کے متعلق فیصلہ کرے گا۔ آیت میں مشرکین کی لیے زجر ہے کہ وہ سابقہ سرکش امتوں کے راستے پر چل رہے ہیں۔ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا: اے محمد! پھر ہم نے آپ کو سیدھے راستے پر چلایا اور واضح شریعت پر کاربند کیا، لہٰذا آپ کا رب آپ کی طرف جو دین قیم وحی کرتا ہے اس کی اتباع کرو۔وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ: یعنی مشرکین کی گمراہیوں کے پیچھے مت چلو۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جاہلوں کی آرا جو خواہشات کے تابع ہیں کے پیچھے مت چلو۔ جُہلا سے مراد رؤسائے قریش ہیں چوں کہ وہ کہتے تھے کہ اپنے آباواجداد کے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا: اگر آپ نے کفار کی گمراہی وضلالت کی حمایت کر دی تو کفار عذاب کو آپ سے دور نہیں کر سکتے۔وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ: ظالم لوگ (مشرکین) دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی دوست نہیں ہوگا۔

متقین کا دوست اللہ ہے

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ: ......اللہ تعالیٰ مومنین متقین کا دنیا وآخرت میں دوست ہے۔هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ: یہ قرآن لوگوں کے لیے اور روشنی ہے اور دلوں میں پائی جانے والی بصیرتوں کے بمنزلہ ہے۔ یہ اس شخص کے لیے رحمت ہے جو اس پر ایمان ویقین رکھے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً
مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ ع ۱۸
بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى
سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ

[1] الصاوی ۴/۶۵ [2] حاشیۃ الجمل ۴/۱۱۶ [3] التفسیر الکبیر ۲۷/۲۶۵

إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا
يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾ ع
وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ هَٰذَا
كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ
آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ
لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ
سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ
يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٣٤﴾ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ
الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾ ع

ترجمہ:......جن لوگوں نے برے کام کیے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے۔ یہ بُرا فیصلہ کرتے ہیں﴿۲۱﴾ اور اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور تاکہ ہر جان کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔﴿۲۲﴾ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سو کون ہے جو اللہ کے بعد اس شخص کو ہدایت دے گا۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟﴿۲۳﴾ اور ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا والی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو ہلاک نہیں کرے گا مگر زمانہ اور انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں۔ یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں۔﴿۲۴﴾ اور جب ان کے اوپر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔﴿۲۵﴾ آپ فرما دیجیے اللہ تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر موت دیتا ہے۔ پھر تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔﴿۲۶﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ میں پڑ جائیں گے﴿۲۷﴾ اور اے مخاطب! تو ہر امت کو دیکھے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی۔ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔﴿۲۸﴾ یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے۔ بے شک ہم لکھوا لیتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے۔﴿۲۹﴾ سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے۔﴿۳۰﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا۔ کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں آئیں

جو تم پر پڑھی جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم مجرم قوم تھے۔ (۳۱) اور جب کہا گیا کہ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے، ہم تو بس یوں ہی خیال کرتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔ (۳۲) اور جو عمل انہوں نے کیے تھے ان کے برے نتیجے ظاہر ہو گئے اور جس چیز کی وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہوگئی (۳۳) اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھولتے ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہیں۔ (۳۴) یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنالیا اور دنیا والی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا۔ سو آج وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے یوں کہا جائے گا کہ راضی کرلو۔ (۳۵) سو اللہ ہی کے لیے سب تعریف جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے سارے جہانوں کا۔ (۳۶) اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ عزیز ہے، حکیم ہے۔ (۳۷)

ربط و تعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی گمراہیوں کا ذکر کیا اور واضح کیا کہ قرآن نور اور ہدایت ہے، اس کے بعد ایک تقابل کا ذکر ہوا کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں اور نہ ہی نیکوکار اور فاسق و فاجر، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں، پھر بعث و نشور پر دلائل کا ذکر ہوا۔

لغات: اِجْتَرَحُوا: ...... انہوں نے کمایا، کیا۔ غِشٰوَۃً: پردہ، عشّی الشئی: اس چیز کو ڈھانپ لیا۔ جَاثِیَۃً: شدید خوف کی وجہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ نَسْتَنْسِخُ: ہم لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ حَاقَ: نازل ہوا، گھیر لیا۔ یُسْتَعْتَبُوْنَ: ان سے رب تعالیٰ کی رضامندی طلب کی جائے گی۔ اَلْکِبْرِیَآءُ: عظمت جلال، بادشاہی۔

سببِ نزول:...... روایت ہے کہ ایک رات ابوجہل نے بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے ساتھ ولید بن مغیرہ بھی تھا، حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں باتیں کرنے لگے، ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم مجھے علم ہے کہ محمد سچا ہے۔ ولید نے کہا: بس رک جا، تمہیں کیسے پتہ چلا؟ ابوجہل بولا: اے ابو عبدالشمس! ہم بچپن میں اسے صادق و امین کہتے تھے اور جب وہ عقل مند ہو گیا اور اس میں سمجھ بوجھ آ گئی ہم اسے کذاب اور خائن کہنے لگے۔ اللہ کی قسم: مجھے علم ہے کہ وہ سچا ہے۔ ولید نے کہا: پھر کس چیز نے تمہیں اس پر ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے سے روکا ہے؟ ابوجہل نے کہا: قریش کی لڑکیاں میرے بارے میں باتیں کریں گی کہ میں نے ابوطالب کے یتیم کی اتباع اختیار کر لی ہے اور اس کی وجہ میری شکست سمجھی جائے گی۔ لات و عزیٰ کی قسم میں اس کی اتباع نہیں کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۲۳)[1]

مؤمن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے

تفسیر: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ: ...... استفہام انکاری ہے یعنی کیا کفار فجار جنہوں نے معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: ہم انہیں نیک مومنین کے برابر کر دیں گے۔ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ: حیات و موت میں ہم انہیں برابر کر دیں گے؟ یہ ممکن نہیں کہ ہم دنیا میں یا آخرت میں کفار فجار کو مسلمانوں کے مساوی کر دیں، چوں کہ مومنین تقویٰ و طہارت کی زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ کفار کفر و معصیت اور گندگی والی زندگی گزارتے ہیں، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ (۱۸) (سورۃ السجدہ، آیت ۱۸)

بھلا جو شخص مومن ہو کیا وہ کافر فاسق کی طرح ہو سکتا ہے، برابر نہیں ہو سکتا۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مؤمن مؤمن مرتا ہے اور مؤمن اٹھایا جاتا ہے جب کہ کافر کافر مرتا ہے اور کافر اٹھایا جاتا ہے۔[2] سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ: ان کفار نے اپنے اور مومنین کے درمیان یکسانیت کا جو فیصلہ کیا ہے حقیقت میں یہ بہت برا فیصلہ ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انہوں نے ہمارے متعلق بہت برا گمان کیا اور ہمارے عدل و انصاف کے متعلق برا سوچ کہ ہم نیک لوگوں اور فجار میں برابری کر دیں گے، جیسے جھاڑیوں سے انگور

[1] رواہ مقاتل، کذا فی القرطبی ۱۶/ ۱۷۰ [2] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۶۶

نہیں حاصل ہوتے ایسے ہی فساق وفجار نیک لوگوں کی منزل ومقام نہیں پا سکتے۔[1] وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے عدل کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور معاملہ برحق ہے تاکہ رب تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کی جائے۔ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ: تاکہ ہر انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے خواہ اس کا عمل خیر ہو یا شر، ایسا نہیں ہوگا کہ مومن کے ثواب میں کمی کر دی جائے یا کافر کے عذاب میں بلاوجہ اضافہ کر دیا جائے۔ شیخ زادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اظہار حق کے لیے پیدا کیے ہیں، ان دونوں کی تخلیق من جملہ اللہ تعالیٰ کی حکمت وعدل کا حصہ ہے۔ اس سے لازمی ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے، اس سے ثابت ہوا کہ مخلوق کا حشر حساب وکتاب کے لیے ضروری ہے۔[2]

کافر اپنی خواہش کو اپنا دین بنالیتا ہے

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ:...... اے محمد! مجھے خبر دو اس آدمی کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کر دے اور اپنی خواہش کی عبادت کرنے لگے۔ بحر میں لکھا ہے: یعنی وہ اپنے نفس کی خواہش کا مطیع ہوتا ہے، اس کا نفس اسے جو کہتا ہے وہی بجا لاتا ہے۔ گویا وہ اپنے نفس کی اس طرح عبادت کرتا ہے جیسے آدمی خدا کی عبادت کرتا ہے۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کافر اپنی خواہش کو اپنا دین بنالیتا ہے، اس کا نفس اسے جو خواہش پیش کرتا ہے وہ اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ: اللہ نے اس بدبخت کو گمراہ کر دیا اس حال میں کہ وہ حق کا علم رکھتا ہے، اس سے جاہل نہیں ہے۔ ایسے آدمی کی قباحت اس سے زیادہ سخت ہے جو جہالت کی وجہ سے گمراہ ہو جائے چوں کہ وہ محض عناد کی وجہ سے حق و ہدایت سے اعراض کرتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (سورۃ النمل، آیت ۱۴)

انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، حالاں کہ ان کے دلوں میں آیات کا یقین تھا، انہوں نے محض ظلم وسرکشی کی وجہ سے انکار کیا۔

وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ:...... اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی ہے چوں کہ وہ مواعظ کا اثر ہی نہیں لیتا اور نہ ہی آیات وانذار میں غور وفکر کرتا ہے۔ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً: اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے یہاں تک کہ وہ رشد وہدایت کو دیکھ ہی نہیں پاتا اور نہ ہی کسی ایسی حجت کو دیکھ پاتا ہے جس کی روشنی سے مستفید ہو سکے۔ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ: بھلا کون ہے جو اسے ہدایت دے سکے بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کیا ہو۔ کوئی بھی اس پر قدرت نہیں رکھتا۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: کیا تم عبرت نہیں حاصل کرتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کفار کے چار اوصاف بیان کیے ہیں:

اول:...... عبادت ہوائے نفس۔ دوم:...... علم کے باوجود ان کا گمراہ ہو جانا۔ سوم:...... ان کے کانوں اور دلوں پر مہر کا لگ جانا۔

چہارم:...... ان کی آنکھوں پر پردے کا پڑ جانا۔ ہر وصف موجب ضلالت ہے لہٰذا کفار تک ہدایت کا پہنچانا ممکن ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے انکار قیامت کا متعلق مشرکین کا ایک شبہ ذکر کیا ہے، یہ شبہ دراصل معبود قادر کے انکار پر منتج ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا: مشرکین کہتے ہیں: زندگی تو صرف یہی دنیوی زندگی ہے، ہم میں سے بعض زندہ رہتے ہیں اور بعض مرجاتے ہیں۔ کوئی آخرت نہیں اور کوئی بعث ونشور نہیں۔

دہریوں کا باطل عقیدہ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ دہریوں کا قول ہے اور ان مشرکین کا جو دہریوں کے موافق ہوں چنانچہ وہ معاد کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ایک قوم مرجاتی ہے اور دوسری زندہ رہتی ہے، معاد اور قیامت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دہریے فلاسفہ کا قول ہے جو صانع کے منکر ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۱۱ [2] حاشیۃ زادہ ۳/۳۲۵ [3] البحر المحیط ۸/۴۸

کہ ہر چھتیس (۳۶) ہزار سال کے بعد اور چیز لوٹ کر اپنی اصل پر آ جاتی ہے۔[1] وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ: ہمیں تو صرف مرور زمانہ ہلاک کر دیتا ہے اور ایام کے گردش سے مرنے والے مر جاتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دہریوں کی مراد یہ ہے کہ حیات وموت کا موجب طبائع کی تاثیرات اور افلاک کی حرکات ہیں، کسی خالق مختار کے اثبات کی کوئی حاجت نہیں۔ اس گمراہ گروہ نے اپنے عقیدہ میں اللہ کے انکار اور بعث وقیامت کے انکار کو جمع کر رکھا ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ: ان کے پاس عقل ونقل کی کوئی سند نہیں، اسی لیے بغیر کسی حجت ودلیل کے اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کر رہے ہیں۔ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ: اور جب مشرکین پر قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہیں جو بعث ونشور پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: صریح حق کے انکار کرنے میں ان کا تمسک صرف اسی حجت سے ہے کہ: ہمارے آباواجداد کو زندہ کر کے لے آؤ، اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ایسا کر لاؤ۔ مشرکین کے قول باطل کو تہکماً حجت کہا گیا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ: ...... اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا۔ ابتداً تم نطفہ کی شکل میں تھے اور جب تمہاری عمریں پوری ہو جاتی ہیں وہی تمہیں موت دیتا ہے یعنی موت وحیات کا اختیار اللہ کے پاس ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ زمانہ کی گردش سے لوگ مر جاتے ہیں اور کچھ زندہ رہ جاتے ہیں۔ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ: مرنے کے بعد (مقررہ وقت پر) تمہیں حساب اور جزا کے لیے اٹھائے گا جیسے تمہیں دنیا میں زندہ کیا تھا۔ سو جو ذات ابتدا میں زندہ کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ بعد میں بھی زندہ کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔ اور حکمت اس امر کی مقتضی ہے کہ لوگوں کو حساب کے لیے قیامت کے دن جمع کیا جائے۔ اس دن میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت، قصور فہم اور کوتاہی نظر کی وجہ سے اللہ کی قدرت کو نہیں جانتے اور یوں بعث بعد الموت اور جزا کا انکار کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد حشر ونشر کے امکان کا ذکر ہے اور یوم قیامت کے احوال کی تفصیل ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ ساری کائنات، عالم بالا وعالم زیریں سب کا مالک ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ: قیامت کے دن کفار جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہیں خسارہ میں ہوں گے۔

قیامت کی ہولناکی اور خوف کا عالم

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً: ...... اے مخاطب! تم تمام امتوں میں سے ہر امت کو اس دن کے خوف اور ہولناکی کی وجہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھے دیکھو گے، جیسے حاکم کے سامنے خوفزدہ مجرمین بیٹھے ہوتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اس وقت ہوگا جب دوزخ کو لایا جائے گا اور دوزخ پھنکار رہی ہوگی اس وقت ہر آدمی گھٹنوں کے بل بیٹھ جائے گا۔[3] كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا: ہر امت کو ان کے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اس خوفناک دن میں لوگوں سے کہا جائے گا: تم نے اپنے اعمال کا بدلہ پالیا، خواہ بدلہ اچھا رہا یا برا۔ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ: یہ کتاب تمہارے اوپر حق وسچ کی گواہی دے رہی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: اگر یہ شبہ ظاہر کیا جائے کہ کتاب کی اضافت کبھی لوگوں کی طرف کر دی گئی ہے اور کبھی اللہ کی طرف۔[4] چنانچہ لوگوں کی طرف اس لیے اضافت کی گئی چوں کہ لوگوں کے اعمال اس میں ثابت ہیں اور اللہ کی طرف اضافت اس لیے کی گئی چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا مالک وخالق ہے، اسی نے ہی تو فرشتوں کو اس میں اعمال درج کرنے کا حکم دیا ہے۔[5]

نامۂ اعمال مرتب کرنے کا طریقہ کار

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: ...... حقیقت میں ہم ہی نے فرشتوں کو تمہارے اعمال لکھنے کا حکم دیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: تنسخ یہاں تک

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۱۱ [2] التفسیر الکبیر ۲۷/۲۵ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۳۱۲ [4] کتاب سے مراد وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہے، یعنی نامہ اعمال [5] التسہیل ۴/۴۰

تب (اعمال لکھے جاتے ہیں) کے معنی میں ہے۔ حقیقت میں نسخ ایک چیز کو اصل سے دوسری طرف نقل کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرشتے انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں اور پھر انہیں لے کر آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ پھر یہ ذمہ داران فرشتے اپنی کتاب کا حفظہ (کرام کا تبین) فرشتوں کے دفتر کے ساتھ تقابل کرتے ہیں، یہ وہ اعمال ہوتے ہیں جو ہر لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے ظاہر کر دیے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ازل سے لوح محفوظ میں لکھ دیے ہیں، چنانچہ ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ استنساخ کا یہی معنی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: استنساخ تو وہی ہوتا ہے جو اصل سے نقل کیا جائے۔[1] کیا تم عرب نہیں ہو؟ (یعنی استنساخ کا معنی نہیں جانتے۔) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مطیعین اور عاصین کے احوال بیان کیے ہیں۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ: رہی بات مومنین صالحین کی جو دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں (آخرت میں) جنت میں داخل کرے گا، جنت کو رحمت کا نام دیا گیا ہے چوں کہ یہ رحمت خداوندی کے نزول کی جگہ ہے۔ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ: یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ جو صاف واضح ہے اور اس کے بعد کوئی اور کامیابی ہے ہی نہیں۔

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ:...... رہی بات کفار کی سو بطور توبیخ اور ڈانٹ ان سے کہا جائے گا، کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے تمہیں اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر نہیں سنائیں؟ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ: تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے تکبر کیا اور آیات کو سننے سے روگردانی کی، تم لوگ تو بس گناہوں کے خوگر ہو چکے تھے۔ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ: جب تم سے کہا جاتا تھا کہ بعث بعد الموت کا مرحلہ لامحالہ ہو کر رہے گا۔ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا: اور بلاشک وبلا ریب قیامت آ کر رہے گی۔ قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ: تم اپنی انتہا درجے کی سرکشی اور گمراہی کی وجہ سے کہتے تھے: قیامت ہے کیا چیز؟ کیا وہ حق ہے یا باطل؟ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: کفار کے وقوع کو مستبعد سمجھتے تھے اور ایسا بطور انکار کہتے تھے۔[2] إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا: ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے البتہ ہم نے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ آخرت بھی ہوگی، ہم اسے وہم سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ: ہم یقین کی حد تک آیت کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ انکار قیامت کی تاکید ہے۔ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا: آخرت میں ان کے سامنے ان کے اعمال کے قبائح ظاہر ہوں گے۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ:...... ان پر عذاب نازل ہوگا اور انہیں گھیرے میں لے لے گا جب کہ دنیا میں یہ عذاب کا مذاق اڑاتے تھے۔ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا: ان سے کہا جائے گا! آج کے دن تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا اور ہم تمہارے ساتھ بھول جانے والے آدمی جیسا معاملہ کریں گے، جیسے تم نے طاعت کو دنیا میں چھوڑ دیا تھا جب کہ یہی طاعت آج کے دن کا توشہ تھی اور تم نے آخرت کے لیے اعمال نہیں کیے۔ وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ: دوزخ کی آگ میں تمہارا پکا ٹھکانا ہوگا۔ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ: کوئی ایسا نہیں جو تمہاری مدد کر سکے اور تمہیں اللہ کے عذاب سے خلاصی دلا سکے۔ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا: ہم تمہیں یہ جزا اور بدلہ اس لیے دے رہے ہیں چوں کہ تم اللہ کے کلام کا تمسخر کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا: دنیا کی جھوٹی آرائشوں اور عارضی رونقوں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، حتیٰ کہ تم سمجھ بیٹھے کہ دنیا کی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی ہے ہی نہیں، بعث بعد الموت اور نشور کے متعلق تمہارا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ سو آج طے پا گیا کہ تمہیں دوزخ کی آگ سے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ اور نہ ہی ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ توبہ اور طاعت سے اپنے رب کو راضی کر لیں، چوں کہ اس دن توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: تمام تر تعریف اللہ کے لیے ہیں وہی سزاوار حمد وستائش ہے اس کے سوا کوئی نہیں، چوں کہ وہی ساری مخلوقات اور کائنات کا خالق ومالک ہے۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ: وہی عظمت وجلال کا مستحق ہے، آسمانوں اور زمین میں

---

[1] البحر المحیط ۸/۵۱ [2] الجمل ۴/۱۲۲

بقا و کمال کا مستحق وہی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: وہی غالب ہے جو مغلوب نہیں، اپنی کاریگری، فعل اور تدبیر میں وہی حکیم ہے۔

بلاغت: ......اس سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں، ان میں سے مختصراً کچھ حسب ذیل ہیں:

إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ: میں انّ اور لام کے ساتھ تاکیدات پائی گئی ہیں، چوں کہ مخاطبین اللہ کی توحید کے منکرین ہیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ: فعال اور فعیل صیغہائے مبالغہ ہیں۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ: میں اسلوب تہکمی ہے چوں کہ بشارت خوش کن خبر پر ہوتی ہے بری خبر میں بشارت کا استعمال تہکماً ہے۔

وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِّزْقٍ: میں مجاز مرسل ہے، چنانچہ آسمان سے رزق نہیں بلکہ بارش نازل ہوتی ہے، جو رزق کا سبب ہے، مسبب بول کر سبب مراد لیا ہے۔

يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا: میں تشبیہ مرسل ہے۔

هٰذَا هُدًى: مصدر کے ذکر سے مبالغہ پیدا کیا گیا ہے گویا قرآن عین ہدایت ہے۔

سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ: میں تکرار لفظ سے اطناب لایا گیا ہے ایسا احسان جتلانے کے لیے کیا گیا ہے۔

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ: میں طباق سلب ہے۔

فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ: میں مجاز مرسل ہے۔ مراد جنت ہیں چوں کہ جنت نزول رحمت کی جگہ ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا: اور نَمُوتُ وَنَحْيَا: اور يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ: میں طباق ہے۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ نطق کا استعارہ ہے شہادت کے لیے، یہاں استعارہ حقیقت سے ابلغ ہے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا: میں خطاب سے غیبوبت کی طرف التفات ہے۔

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ کفار کو عذاب میں چھوڑ دینے کی مثال بیان کی گئی ہے ایسے شخص سے جو کسی جگہ قید کر دیا گیا ہو پھر جیلر اسے کھانا پانی دینا بھول جائے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے، یہ بطریق استعارہ تمثیلہ کے ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم تمہیں دوزخ میں چھوڑ دیں گے اور تمہارے ساتھ بھول جانے والا جیسا معاملہ کریں گے چوں کہ اللہ تعالیٰ نسیان سے پاک ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الجاثیہ کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد از عشا مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبول بخشے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

(پچیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذٰلك)

پارہ نمبر ۲۶ ...... حٰمٓ

سورۃ الاحقاف

تعارف: ...... سورۂ احقاف مکیہ ہے اس میں بھی بنیادی عقائد اور اصول کبریٰ جیسے توحید، رسالت، معاد، جزا وغیرہ بیان کے گئے ہیں۔ رسالت اور رسول سورۂ مبارکہ کا محور ہے اور محمد ﷺ کے لیے رسالت کا اثبات کیا گیا ہے۔

سورۂ مبارکہ کے شروع میں قرآن عظیم کے متعلق بات کی گئی ہے جو کہ منزل من اللہ ہے، پھر مشرکین کے خداؤں پر بات کی گئی ہے، مشرکین ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کا زعم باطل ہے کہ بت ان کے سفارشی ہوں گے، بتوں کی عبادت کے متعلق ان کی خطا اور گمراہی کی نشاندہی کی گئی ہے چوں کہ یہ بت نہ سنتے ہیں اور نہ ہی نفع ونقصان کے مالک ہیں پھر قرآن کے متعلق مشرکین کے شبہ پر بات کی گئی ہے اس شبہ کا مضبوط دلیل سے رد کیا گیا ہے۔

پھر بشریت کی ہدایت وضلالت کے دو نمونے پیش کیے گئے ہیں، ولد صالح کا نمونہ پیش کیا گیا ہے جو فطرت مستقیمہ کا مالک ہے، والدین کے ساتھ حسن سلوک رکھتا ہے جوں جوں اس کی عمر میں سال کا اضافہ ہوتا ہے اس کے تقویٰ، نیکی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرا ولد شقی کا نمونہ ہے جو فطرت سے انحراف کیے ہوئے ہے، والدین کا نافرمان ہے اور ایمان وبعث ونشور کا مذاق اڑاتا ہے، پھر دونوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ پھر سورۂ مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کا قوم کے ساتھ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ان کی قوم عاد نے پورے شہر میں معصیت وسرکشی کا طوفان برپا کر رکھا تھا اور انہوں نے اپنی قوت وطاقت سے دھوکا کھایا، ان کے نتیجہ پر بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تند وتیز آندھی سے انہیں ہلاک کیا۔ دراصل اس قصہ سے کفار قریش کو ڈرانا مقصود ہے چوں کہ یہ بھی رسول کریم ﷺ کی تکذیب کے مرتکب میں، تکبر کرتے ہیں، اور معصیت کے خوگر ہیں، اللہ تعالیٰ کے اوامر سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں جنات کے ایک گروہ کا قصہ بیان ہوا ہے، اس گروہ نے قرآن مجید سنا اور اس پر ایمان لے آئے اور پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے اور انہیں ایمان وتوحید کی دعوت دی اور کفر ومعصیت سے ڈرایا۔ دراصل جنات کی مثال دے کر انسانوں کی نصیحت وعبرت حاصل کرنے کا درس دیا جا رہا ہے۔

وجہ تسمیہ: ...... سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۃ الاحقاف'' ہے، الاحقاف: حقف کی جمع ہے بمعنی تودہ ریت، ٹیلہ، چنانچہ قوم عاد نے اپنے مساکن ریت کے تودوں اور ٹیلوں میں بنا رکھے تھے، جو سرزمین یمن میں واقع تھے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

اٰیَاتُھَا ۳۵ ﴿۴۶﴾ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ﴿۶۶﴾ رُکُوْعَاتُھَا ۴

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ
اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ

لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا
بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ
مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا
تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ
الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ
وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ ع ۱
خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى
اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲
اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ
كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ
قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ
وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚۛ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ
مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۱۶ وَالَّذِيْ
قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِيْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ
وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا
عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹

ترجمہ:.....حٰمٓ ① یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے ہے جو عزیز ہے، حکیم ہے۔ ② ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو مگر حق کے ساتھ اور ایک میعاد معین کے لیے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کیے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے۔ ③ آپ فرما دیجیے کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ان کے بارے میں بتاؤ' مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے اجزا میں سے کیا پیدا کیا؟ کیا ان کے لیے آسمانوں

میں کوئی ساجھا ہے؟ لے آؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے ہو یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو منقول ہو کر آیا ہو اگر تم سچے ہو۔ (۴) اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہو جو قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں۔ (۵) اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے (۶) اور جب ان پر واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب ان کے پاس آ گیا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ (۷) اور کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں یوں کہا کہ اگر یہ ایمان لانا کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے کیوں نہیں بڑھ جاتے اور جب قرآن کے ذریعہ انہوں نے ہدایت نہ پائی تو یوں کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ (۱۱) اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو پیشوا تھی اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے جو تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور خوشخبری ہے اچھے کام کرنے والوں کے لیے۔ (۱۲) بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ (۱۳) یہ جنت والے ہیں وہ اس پر ہمیشہ رہیں گے۔ ان کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۱۴) اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ کی مدت میں ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہتا کہ اے میرے رب! مجھے اس بات پر قائم رکھئے کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کروں جس کا آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا ہے اور اس بات پر بھی مجھے قائم رکھیے کہ میں نیک عمل کروں، جس سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لیے صلاحیت پیدا فرما دیجیے! بے شک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور بلاشبہ فرماں برداروں میں سے ہوں۔ (۱۵) یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کر دیں گے، جنت والوں میں شامل کرتے ہوئے۔ سچے وعدہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا (۱۶) اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اُف ہے تمہارے لیے کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا حالاں کہ مجھ سے پہلے امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے تیرا ناس ہو، ایمان لے آ! بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچ ہے۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں۔ (۱۷) یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں، بلاشبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں (۱۸) اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے درجات ہیں اور تاکہ اللہ ان کے اعمال کی پوری جزا دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۱۹)

لغات: شِرْكٌ:.....شرکت، نصیب، حصہ۔ اَوْ اَثٰرَةٍ: کسی چیز کا بقیہ حصہ۔ تُفِيْضُوْنَ: پھیل جانا، آگے بڑھ جانا، آنسو بہانا، باتوں میں لگ جانا۔ بِدْعًا: باء کی کسرہ کے ساتھ بمعنی مبتدع، بنانے والا۔ رازی کہتے ہیں: البدع والبدیع دونوں المبدع کا معنی میں ہے یعنی بغیر نمونہ کے چیز بنانے والا، موجد۔ اِفْكٌ: کذب، جھوٹ۔ كُرْهًا: جبراً، زبردستی۔ فِصٰلُهٗ: دودھ چھوڑانا۔ اَوْزِعْنِيْٓ: مجھے الہام کر۔ اُفٍّ: کلمہ زجر۔ خَلَتْ: گزر گئی۔

تفسیر: حٰمٓ:.....حروف مقطعات میں سے ہیں جو اعجاز قرآن پر تنبیہ کرنے کے لیے لائے گئے ہیں کہ یہ قرآن بھی ایسے ہی حروف ہجا سے منظوم ہے۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ: یہ عظیم کتاب منزل من اللہ ہے جو اپنی بادشاہت میں زبردست ہے۔ اور کاریگری میں حکیم ہے۔

تخلیق کائنات بے مقصد نہیں

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ:.....ہم نے آسمانوں کو زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان مخلوقات ہے کو فضول نہیں پیدا کیا، بلکہ حکمت کے تحت ہم نے انہیں پیدا کیا ہے تاکہ یہ چیزیں ہماری وحدانیت اور کمال قدرت پر دلالت کریں۔ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى: تا زمانہ متعین اور وہ ان کے فنا کا وقت یعنی روز قیامت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۸)

جس دن زمین اس کے علاوہ اور زمین میں بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سارے لوگ ایک اللہ کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے جو یکتا اور غالب ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ:......یعنی یہ کفار عذاب جس سے ڈرائے جاتے ہیں اور آخرت کی ہولناکیاں جن کا انہیں ڈر سنایا جاتا ہے سے روگردانی کرتے ہیں اور غور و فکر نہیں کرتے اور نہ ہی اس دن کے لیے تیاری کرتے ہیں۔

اپنے شرک پر کوئی دلیل پیش کرو

اللہ برحق کے وجود کو بیان کرنے کے بعد بتوں کے پرستاروں پر رد ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اے محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجیے: مجھے ان بتوں کے بارے میں خبر دیجیے جنہیں تم پوجتے ہو، تمہارا گمان ہے کہ وہ تمہارے خدا ہیں۔ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ: مجھے بتاؤ اور خبر دو تمہارے خداؤں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے حالاں کہ تم انہیں خدا مانتے ہو یا کوئی انسان یا کوئی جانور تخلیق کیا ہے مجھے دکھاؤ؟ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ: یا آسمانوں کی تخلیق میں اللہ کے ساتھ ان کا کوئی حصہ اور نصیب ہے؟ اِيْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ: کوئی آسمانی کتاب میرے پاس لے آؤ جو اللہ کی طرف سے منزل ہو اور قرآن سے پہلے کی ہو، وہ کتاب تمہیں بتوں کی عبادت کا حکم دیتی ہو؟ امر برائے تعجیز ہے چوں کہ مشرکین کی پاس ایسی کوئی کتاب نہیں جو اشراک باللہ پر دلالت کرتی ہو بلکہ سب آسمانی کتابیں توحید کا پیغام سناتی ہیں۔[1] اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ: یا کوئی علمی روایت لے آؤ جس کا تعلق اولین کے علوم سے ہو اور وہ اس شرک کی گواہ ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔

بحر میں لکھا ہے: مشرکین سے مطالبہ کیا گیا کہ کوئی ایسی کتاب پیش کرو جو غیر اللہ کی عبادت کی صحت پر گواہ بن جائے یا پہلے لوگوں کی کوئی علمی روایت پیش کرو جو تمہارے دعویٰ پر گواہی ہو؟ اس سے غرض مشرکین کو ڈانٹ پلانا ہے چوں کہ تمام آسمانی کتابوں میں توحید اور ابطال شرک کا پیغام ہے، مشرکین کے پاس نہ کوئی عقلی سند ہے اور نہ ہی نقلی۔[2]

شرک سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی گمراہی کے متعلق خبر دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ: اس آدمی سے بڑھ کر کوئی بھی گمراہ اور جاہل نہیں ہوسکتا جو بہرے اور گونگے بتوں کی عبادت کرتا ہے۔ جو پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، محتاجوں کی حاجت روائی نہیں کر سکتے، چوں کہ یہ نرے جمادات ہیں، نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ عقل رکھتے ہیں۔ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ: اور وہ عبادت کرنے والوں کی پکار ونداکو نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ اس میں مشرکین اور بتوں پر تہکم ہے۔ بتوں کے لیے ہم ضمیر مرفوع منفصل لائی گئی ہے جو عقلاء کے لیے خاص ہے جب کہ بت تو جمادات ہیں؟ جواب یہ ہے کہ جب مشرکین بتوں کی عبادت کرتے ہیں تو انہوں نے جمادات کو بمنزلہ عقلاء اتارا ہے، لہٰذا عقلا کا لبادہ پہنا کر تردید کی گئی ہے۔ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً: اور قیامت کے دن جب لوگوں کو حساب و کتاب کے لیے جمع کیا جائے گا تو بت اپنے عبادت گزاروں کے دشمن بن جائیں گے۔ گویا الٹا انہیں نقصان دیں گے، کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ: بت اپنے عبادت گزاروں سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بتوں کو زندہ کرے گا اور وہ اپنے پجاریوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہیں گے:

تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ٘ مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ۝۶۳ (سورۃ القصص، آیت ۶۳)

اے اللہ! ہم تیرے حضور ان کی عبادت سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] اگر کہا جائے کہ ہندوؤں کے مقدس ویدوں میں بتوں کی پوجا کا حکم ہے اور وہ قرآن سے پہلے کی کتابیں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ تو منزل من اللہ ہے ہی نہیں یہ قدیم ہندوؤں کی اپنی لکھی ہوئی منتروں پر مشتمل ہیں۔ [2] البحر المحیط ۸/ ۵۵

كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ (سورہ مریم، آیت ۸۲)

ہرگز نہیں بت تو ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے سراسر خلاف ہوں گے۔

کفار کا قرآن پر الزام

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ: جب کفار پر قرآن کی واضح اور دوٹوک آیات پڑھی جاتی ہیں اور جو اس امر کا علان کرتی ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ قرآن برحق جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ: یہ تو جادو ہے اور اس کے جادو ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ الَّذِينَ كَفَرُوا: اسم ظاہر ہے جو اسم ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے دراصل کفار پر کفر وضلالت کی مہر ثبت کرنا مقصود ہے۔ بحر میں لکھا ہے: لَمَّا جَاءَهُمْ: میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ کفار کو جو آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان میں غور وفکر نہیں کرتے، بلکہ سنتے ہی فوراً جادو کے ساتھ اسے جوڑ دیتے ہیں۔ کفار نے جادو کی۔ مُّبِينٌ: صفت لائی ہے یعنی یہ قرآن کھلم کھلا جادو ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ [1]

کفار کے الزام افترا کا جواب

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ...... یا کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہ انکار توبیخی ہے۔ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا: بالفرض اگر میں نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو مجھے اللہ ہی کافی ہے وہی مجھے اس افترا پردازی پر سزا دے گا۔ تم مجھ سے اللہ کے عذاب کو دور کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ہو، بھلا میں تمہاری وجہ سے اسے کیسے گھڑ سکتا ہوں اور اللہ کے عذاب سے کیسے تعرض کر سکتا ہوں؟ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم قرآن مجید کے بارے میں باتیں کرتے ہو اور جو رد وقدح کرتے ہو کہ قرآن شعر ہے، جادو ہے، افترا ہے وغیرہ۔ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ: اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے، وہ میری سچائی اور تبلیغ کی گواہی دے گا اور تمہارے خلاف انکار وتکذیب کی گواہی دے گا۔ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو بخش دیتا ہے اور اپنے مومن بندوں کے لیے مہربان ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں کفار سے مغفرت اور رحمت کا وعدہ ہے، اگر وہ کفر وضلالت سے لوٹ آئیں اور توبہ کر لیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کے حلم کا اظہار بھی ہے چوں کہ وہ عذاب دینے میں جلد بازی نہیں کر رہا۔ [2]

قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ...... میں اس جہان میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں اور میں کوئی ایسی چیز نہیں لے آیا جو مجھ سے پہلے کسی نے بھی نہ لائی ہو، بلکہ میں وہ پیغام لے کر آیا ہوں جو مجھ سے پہلے بہت سارے لوگ لے کر آئے ہیں، بھلا تم مجھ پر کیوں انکار کرتے ہو؟ البدع اور البدیع ایسی چیز جس کی مثال نہ دیکھی گئی ہو۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی میں کوئی ایسی چیز نہیں لے آیا جس کی نظیر مجھ سے پہلے نہ ملتی ہو یہاں تک کہ تم نے اسے اوپری سمجھ کر رد کر دی ہو، جب کہ مجھ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیا مبعوث کیے ہیں۔ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ: مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کیا فیصلہ کرے گا اور تمہارے بارے میں کیا کرے گا، اللہ تعالیٰ کی تقدیر غائب ہے۔ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ: میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ مجھ پر نازل کرتا ہے، میں اپنی طرف سے کسی چیز کو نہیں گھڑتا۔ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ: [3] میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں جو تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں، میرا ڈرانا واضح ہے اور جو شواہد اور معجزات کے ساتھ لیس ہے۔ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ: اے محمد! کہہ دیجیے: اے مشرکین کی جماعت! مجھے خبر دو اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہو حالاں کہ تم اس کا انکار کر چکے ہو، اس پر ایمان نہیں لائے۔ جواب شرط محذوف ہے یعنی "کیف یکون حالکم" اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ: حالاں کہ صدق قرآن پر بنی اسرائیل کے ایک عالم نے گواہی بھی دی ہے وہ تو اس پر ایمان لے

[1] البحر المحیط ۸/۵۶ [2] البحر المحیط ۸/۵۶ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۳۱۶

آیا جب کہ تم تکبر کر گئے اور انکار کر بیٹھے، بھلا تمہارا کیا حال ہوگا، کیا تم لوگوں میں سب سے زیادہ گمراہ اور زیادہ ظالم نہیں ہو؟ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جواب شرط محذوف ہے اور اس کا ماحصل یہ ہے: اگر قرآن من جانب اللہ ہو اور تم اس کا انکار کر چکے تو کیا تم ظالم نہیں ہو؟ اس محذوف پر یہ فرمان دلالت کرتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾:[1] جو شخص فاسق و فاجر ہو اللہ تعالیٰ اسے خیر و ایمان کی توفیق نہیں دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق

مفسرین کہتے ہیں: بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت عبداللہ بن سلام خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتحان لیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھا تو یقین کر لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا، جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ نبی منتظر ہیں۔ عرض کی: میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا، ان کو اللہ کے نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ اولاد باپ یا ماں کے مشابہ کیوں ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جواب دیا۔ کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں[2] ...... الخ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے شبہ پر رد کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِ﴾: کفار مکہ نے مومنین کے بارے میں کہا: اگر یہ قرآن اور دین حق و سچ اور خیر ہوتا تو یہ فقرا، ضعفا ہمارے اوپر سبقت نہ لے جاتے۔ ان کی مراد حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت صہیب اور حضرت حباب رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ تھے جو کمزور اور غلام تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔[3] ﴿وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ﴾: جب ان بدبختوں نے قرآن سے ہدایت نہ لی جب کہ اعجاز قرآن صاف واضح ہے کہنے لگے یہ تو پرانا جھوٹ ہے جو پہلے لوگوں سے منقول چلا آ رہا ہے۔ اب کی اسے محمد لے کر آ گیا ہے اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾: قرآن سے پہلے تورات کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا جو رہنما ہے، اللہ کے دین اور شرائع میں اس کی اقتدا کی جاتی ہے جیسے امام کی اقتدا کی جاتی ہے اور یہ کتاب رحمت ہے اس شخص کے لیے جو اس پر ایمان لائے اور اس پر عمل کرے۔ امام فخر کہتے ہیں: اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ مشرکین صحت قرآن پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے۔ اگر یہ خیر ہوتا تو ضعفا و تنگدست و محتاجین ہمارے اوپر سبقت نہ لے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کر دیا کہ تم نے اس بات پر نزاع کھڑا نہیں کیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کو رہنما بنایا، یہی تورات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دے رہی ہے۔ جب تم نے تسلیم کر لیا کہ تورات اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے تو اس کا حکم بھی تسلیم کر لو کہ محمد اللہ کے برحق پیغمبر نہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔[4]

قرآن عظیم الشان کتاب ہے

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا﴾: ...... یہ قرآن عظیم الشان کتاب ہے اور اس سے پہلے جتنی کتابیں آئیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور یہ فصیح عربی زبان میں ہے۔ بھلا قرآن کا کیسے انکار کرتے ہیں جب کہ یہ افصح کتاب ہے ازروئے بیان اظہر کتاب ہے ازروئے برہان، تورات سے ابلغ کتاب ہے ازروئے اعجاز ﴿لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ﴾: تاکہ ظالم کفار مکہ کو دوزخ کے عذاب سے ڈرائے اور نیک مومنین کو جنت کی خوشخبری دے۔ اوپر مشرکین مکذبین کے احوال بیان ہوئے اب مومنین کے احوال بیان کیے جا رہے ہیں ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾: بے شک جن لوگوں نے ایمان، توحید اور استقامت کو جمع کیا ﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ﴾: آخرت میں انہیں کوئی پریشانی اور ناگواری نہیں پیش آئے گی ﴿وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾: انہوں نے جو کچھ دنیا میں چھوڑا اس پر حزین و غمگین نہیں ہوں گے ﴿اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾: یہی وہ لوگ ہیں جو دین میں استقامت دکھانے والے ہیں اور وہ اہل جنت ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

---

[1] تفسیر الکشاف ۴/۲۳۶ [2] قصہ اسلام عبداللہ بن سلام متصلۃ فی صحیح البخاری [3] مختصر ابن کثیر ۳/۳۱۸ [4] التفسیر الکبیر للرازی ۲۸/۱۲

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ...... یہ نعمتیں انہیں نیک اعمال کے بدلے میں ملیں گی۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا: جب والدین کی رضا اللہ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضی اللہ کی ناراضی ہے تو اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک پر ابھارا۔ آیت کا معنی ہے! ہم نے انسان کو دوٹوک حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اس کے بعد حسن سلوک کا سبب بیان فرمادیا: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا: اس کی ماں اسے بڑی تکلیف اور مشقت سے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا ہے اور بڑی مصیبت اور مشقت سے اسے جنم دیا ہے۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا: اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھنے کی مدت اور دودھ پلانے کی مدت اڑھائی سال ہے، چنانچہ ماں اس عرصے تک مسلسل مشقتیں برداشت کرتی رہتی ہے۔

اولاد کے لیے والدہ کی مشقتیں

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں ایک دو مشقتیں بیان ہوئی ہیں جب کہ اس کے علاوہ اور بھی بہت ہیں مثلاً جنسی خواہش کے پورا کرنے میں تھکاوٹ در کاوٹ، متلی کا بار بار آنا، بوجھل پن اور طرح طرح کی تکلیفیں جو حاملہ عورتوں کو پیش آتی ہیں۔ اسی طرح پیدائش کے وقت دردِ زہ کا برداشت کرنا وغیرہا۔ علما نے سورۂ لقمان کی آیت وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اور اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور یہ صحیح اور مضبوط استنباط ہے۔[1] حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ: یہاں تک کہ جب یہ بچہ زندگی کے اگلے مرحلہ یعنی پوری توانائی، قوت و عقل مندی کو پہنچا۔ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً: جوانی اور قوت کے ایام گزارتے ہوئے چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ عقل و رشد تک پہنچنے کی آخری عمر ہے یعنی چالیس سال کی عمر میں عقل و رشد کامل ہو جاتی ہے۔[2] قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ: تو وہ اللہ کے حضور دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے میرے پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو نعمتیں اور احسانات کیے ہیں ان کے شکر کی مجھے توفیق عطا فرما، حتیٰ کہ میرے والدین نے مجھے بچپن میں پالا پوسا اور بڑا کیا۔ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ: اور مجھے توفیق عطا فرما تا کہ میں نیک اعمال کروں جو تجھے راضی کردے۔

وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ: اور میری اولاد و نسل کو نیک و صالح بنادے۔ شیخ زادہ کہتے ہیں: دعا کرنے والے نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کی ہیں:

اول: ...... اللہ تعالیٰ اپنی نعمت و احسان پر شکر کی توفیق دے۔ دوم: ...... یہ کہ اللہ تعالیٰ طاعت کی توفیق دے۔

سوم: ...... یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو نیک و صالح بنادے۔ یہی چیز بشری سعادت کا کمال ہے۔[3]

اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: ...... اے میرے رب! میں تیرے حضور تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور میں ان لوگوں میں شامل ہوتا ہوں جنہوں نے اسلام کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔

تجدید توبہ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص چالیس سال کی عمر کو پہنچے وہ توبہ و استغفار اور انابت الی اللہ میں تجدید کرے اور توبہ پر عزم کرے۔[4] اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا: وہ لوگ جو مذکورہ بالا صفات کے حاملین ہوں ہم ان کی طاعات کو قبول کرتے ہیں اور ان کے اعمال پر انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔ وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ: اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو درگزر کریں گے اور انہیں اہل جنت میں شامل کریں گے، معافی اور بخشش سے ہم ان کا اکرام کریں گے۔ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ: یہ سچا وعدہ جو ہم نے پیغمبروں کی زبانی ان سے کر رکھا ہے کہ ہم نیکوکاروں کے نیک اعمال قبول کریں گے اور گناہگاروں کے گناہوں کو درگزر کریں گے۔

نافرمان اولاد

اوپر اللہ تعالیٰ نے نیکوکار انسان کی مثال بیان فرمائی جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک رکھتا ہے اور اللہ کا نیک بندہ ہے، اس کا انجام بھی بتایا۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۱۹ [2] علما نے لکھا ہے اسی لیے کوئی نبی چالیس سال سے قبل مبعوث نہیں ہوا۔ [3] حاشیۃ البضاوی ۳/۲۳۶ [4] مختصر ابن کثیر ۳/۳۲۰، الحمد للہ بندہ ناچیز چھ ماہ کے بعد عمر عزیز کے چالیس سال پورے کرلے گا، گویا بندہ چالیس سال کا ہو چکا اور اللہ کے حضور توبہ ثابت ہوتا ہے اور وفد کو دعا کا ورد کرتا ہے۔ وللہ الحمد ولا فخر

اب ایک ایسے شخص کی مثال بیان کی جارہی ہے جو اپنے والدین کا نافرمان ہے، اس کا انجام بھی بتایا جارہا ہے کہ بدبختی اور ذلت اس کا مقدر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ: رہی بات اس بیٹے کی جو فاسق وفاجر ہے اور جب اس کے والدین اسے ایمان کی دعوت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے: اف ہے تمہارے لیے یعنی اس دعوت پر تمہارے لیے قباحت ہے۔ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ: کیا تم مجھے ڈرادھمکا رہے ہو کہ مرنے کے بعد مجھے دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ حالاں کہ مجھ سے پہلے بے شمار امتیں گزر چکیں ان میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا۔ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ: اس کے والدین اللہ کے حضور سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دولت اسلام سے سرفراز کرنے اور اس سے کہتے ہیں: تیری ہلاکت ہو، اللہ تعالیٰ پر ایمان لا اور بعث ونشور کی تصدیق کر، ورنہ تو ہلاک ہوجائے گا۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، اس میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ: یہ بدبخت کہتا ہے: یہ جو تم مجھ سے دوبارہ اٹھائے جانے کی بات کرتے ہو یہ تو خرافات اور باطل باتیں ہیں جو پہلے لوگوں کے قصے ہیں اور کتابوں میں لکھ دیے گئے، حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ: یہ وہی مجرمین ہیں جن پر اللہ کا فیصلہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ اہل دوزخ ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان پر عذاب واجب ہوچکا۔ یہی اللہ کا کلمہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور مجھے ان کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔[1] فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: یہ دوزخ کے جملہ گروہوں میں شامل ہوگا جو اس سے پہلے گزر چکے اور وہ کفار وفجار تھے ان کا تعلق انسانوں میں سے بھی ہے اور جنات میں سے بھی۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ: یہ لوگ کافر تھے ان کی آخرت ضائع ہوئی اور وہ خسارے میں رہے۔ یہ ان کفار کے دخول جنت کی علت بیان کی گئی ہے۔

آیت کا مصداق کوئی ہے؟

امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں ان کے قبول اسلام سے پہلے نازل ہوئی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مضمون آیت سے شخص متعین مراد نہیں ہوگا بلکہ ہر وہ شخص مراد ہوگا جس میں یہ صفات پائی جاتی ہوں اور یہ ہر وہ شخص ہے جسے اس کے والدین دین اسلام کی دعوت دین اور وہ انکار کردے، اس پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے وصف میں کہا ہے کہ وہ اپنے والدین سے ''اف لکما'' کہتا ہے اور وہ منجملہ ان لوگوں میں شامل ہے جن پر کلمۂ عذاب ثابت ہوچکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور اس کا بہت اچھا اسلام رہا اور آپ رضی اللہ عنہ سادات مسلمین میں سے تھے۔ لہٰذا آیت کو اسی پس منظر پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا: مومنین اور کفار میں سے ہر ایک کے مراتب اور منازل ہیں، یہ مراتب ان کے اعمال کے اعتبار سے ہیں۔ چنانچہ مومنین کے مراتب جنت عالیہ میں ہیں اور کفار کے مراتب دوزخ میں ہوں گے۔ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ: تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اعمال کا پورا پورا بدلہ دے، مومنین کو درجات کے اعتبار سے بدلہ ملے گا اور کفار کو درکات کے اعتبار سے۔[2] ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی اور عذاب میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ ع ۲

[1] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۹۸۔ [2] درجات جنت کے ہوتے ہیں جو نیچے سے اوپر جاتے ہیں جب کہ درکات دوزخ کے ہیں جو اوپر سے نیچے جاتے ہیں۔ جنت کا اعلیٰ درجہ سب سے اوپر کا ہے، دوزخ کا سب سے بدتر کہ سب سے نیچے کا ہے۔

خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۲۱ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ
اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۲ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ
اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۳ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا
عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۴ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا
فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۲۵ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ
مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ
اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۲۶ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۷ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۸ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ
نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ
مُّنْذِرِيْنَ ۝۲۹ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى
الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ
وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۱ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ
اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۲ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ
بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۳ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي
النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴ فَاصْبِرْ
كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ
يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵

ترجمہ: ......اور جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذتوں کو اپنی دنیا والی زندگی میں ختم کرلیا اور ان سے نفع حاصل کرلیا، سو آج تمہیں سزا کے طور پر ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس سبب سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس سبب سے تم نافرمانی کرتے تھے۔ ۝۲۰ اور قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجیے جب کہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور حال یہ ہے کہ ان سے پہلے اور پیچھے ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ ۝۲۱ وہ لوگ کہنے لگے: کیا تو

ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹادے؟ سو تو جس کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اس کو لے آ! اگر سچوں میں سے ہے۔﴿۲۲﴾ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ بات پہنچاتا ہوں جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ جہالت کی باتیں کر رہے ہو۔﴿۲۳﴾ سو جب انہوں نے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔﴿۲۴﴾ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کردے گی۔ سو وہ اس حال میں ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا ہم ایسے ہی مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔﴿۲۵﴾ اور ہم نے انہیں ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو سننے کی قوت دی اور آنکھیں بھی اور دل بھی، سو انہیں فائدہ نہ دیا ان کے کانوں نے اور ان کی آنکھوں نے اور ان کے دلوں نے کچھ بھی اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انہیں اسی چیز نے آ گھیرا جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔﴿۲۶﴾ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کردیا جو تمہارے آس پاس تھیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بیان کردیں تاکہ وہ باز آجائیں۔﴿۲۷﴾ سو اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے تقرب حاصل کرنے کے لیے معبود بنا رکھا تھا؟ بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہو گئے اور ان پر ان کی تراشی ہوئی بات ہے اور وہ بات ہے جس کو وہ جھوٹ بتاتے ہیں۔﴿۲۸﴾ اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے۔ سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر چلے گئے۔﴿۲۹﴾ کہنے لگے: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والی ہے۔﴿۳۰﴾ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں سخت عذاب سے بچادے گا۔﴿۳۱﴾ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں اور اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی ولی نہ ہوگا۔ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔﴿۳۲﴾ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کرے ہاں! اسے ضرور قدرت ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔﴿۳۳﴾ اور جس روز کافر لوگ آگ پر پیش کیے جائیں گے کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے کہ قسم ہے ہمارے رب کی یہ ضرور امر واقعی ہے! ارشاد ہوگا تو چکھو لو عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔﴿۳۴﴾ سو آپ صبر کیجیے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا اور ان لوگوں کے لیے جلدی نہ کیجیے جس دن یہ لوگ وعدہ کی چیز کو دیکھیں گے گویا صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ یہ پہنچادینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی کرنے والے ہی۔﴿۳۵﴾

ربط و تعارف: ......اوپر اللہ تعالیٰ نے بعض اشقیا کے احوال کا ذکر کیا، اس کے بعد آخرت میں کفار فجار کا حال ذکر کیا، پھر قوم عاد کا قصہ ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا جب کہ انہیں اپنی قوت و طاقت پر بڑا ناز تھا۔ دراصل کفار قریش کو یہ نصیحت دینا مقصود ہے کہ تکذیب و معصیت کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ سورۂ مبارکہ کے آخر میں جنات کے ایک گروہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو قرآن سن کر اس پر ایمان لے آئے اور پھر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی۔

لغات: اَلْهُوْنِ: ......ذلت و رسوائی۔ اَلْاَحْقَافِ: ریت یا مٹی کے تودے۔ ٹیلے، قوم عاد کی بستی کو احقاف کہا جاتا ہے لِتَاْفِكَنَا: تاکہ تم ہمیں پھیر دو۔ الافک: کذب عَارِضًا: بادل جو افق میں پھیلے ہوں تُدَمِّرُ: تو ہلاک کردے گا۔ التدمیر: ہلاکت، تباہی صَرَفْنَا: ہمیں اٹھایا اور متوجہ کیا یَعْیَ: وہ کمزور ہوتا ہے، عاجز ہوتا ہے الاعیا: تھکاوٹ عجز۔

تفسیر: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ: ......اے محمد! مشرکین کو یاد کرائیں جب دوزخ کی آگ سے پردہ اٹھا لیا جائے گا اور دوزخ کفار کے لیے ظاہر ہو جائے گی، انہیں دوزخ کے قریب کردیا جائے گا اور وہ دوزخ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا: کلام میں حذف ہے۔ یعنی کفار سے بطور توبیخ اور بطور ڈانٹ کہا جائے گا: تم اپنی اچھی چیزیں ختم کر چکے یعنی تم نے دنیا کی لذائذ

اور خواہشات کو پالیا ہے، اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ باقی نہیں رہا ہے۔ بحر میں لکھا ہے: آیت میں طیبات سے مراد کھانے پینے، اوڑھنے، بچھونے، پہننے، سوار ہونے کی عمدہ چیزیں، لذات اور عیش و عشرت کی چیزیں ہیں۔ وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا: تم دنیا میں لذات وطیبات سے لطف اٹھا چکے اور ان سے نفع حاصل کر چکے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت سے مراد یہ ہے کہ تم ایمان نہیں لائے یہاں تک کہ تم آخرت کی نعمتیں حاصل کرتے، بلکہ تم دنیا کی شہوات، خواہشات اور لذات میں مشغول رہے، ایمان وطاعت کی طرف تم نے کوئی توجہ نہ دی، کفر ومعاصی میں تم نے اپنی جوانی ضائع کردی، فانی دنیا کو باقی رہنے والی آخرت پر ترجیح دی اب تمہارے لیے کوئی نعمت باقی نہیں رہی۔ اسی لیے اس کے بعد فرمایا: فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ: آج جزا کے دن تم نے ذلت ورسوائی والا عذاب پالیا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ: اس وجہ سے کہ تم نے دنیا میں ایمان وطاعت سے تکبر کیا۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ: تمہارے فسق اور اللہ کی طاعت سے نکل جانے کی وجہ سے۔

آسودہ حال اور خوش حال زندگی ممنوع نہیں

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت خوش حال وآسودہ حال زندگی بسر کرنے کے مانع نہیں ہے، چوں کہ آیت کفار کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافر کی توبیخ کی ہے، چوں کہ وہ دنیا سے فائدہ اٹھاتا ہے اور انعام کرنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتا، جب کہ مومن اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ آیت میں مومن کی توبیخ نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ (سورۃ الاعراف، آیت ۳۲)

آپ کہہ دیجیے کہ کس نے اللہ کی دی ہوئی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے اور اس کی عطا کی ہوئی پاکیزہ چیزیں یعنی رزق کو حرام قرار دیا ہے۔

ہاں البتہ عیش وعشرت اور عیاشی سے احتراز کرنا افضل ہے۔ اسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول محمول کیا جائے گا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اگر میں چاہتا تم سب سے عمدہ اور لذیذ میرا کھانا ہوتا اور تم سب سے زیادہ خوبصورت لباس میرا ہوتا لیکن میں اپنی اچھی عمدہ چیزوں کو اپنی آخرت کی زندگی کے لیے بچا کر رکھتا ہوں۔[1] التسہیل میں ہے: یہ آیت کفار کے لیے ہے چوں کہ اس سے پہلے ذکر ہوا: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اس کے باوجود یہ آیت مومنین اہل تقویٰ کے لیے وعظ ونصیحت بھی ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابر بن عبداللہ سے کہا تھا: (جابر رضی اللہ عنہ گوشت خرید رہے تھے) کیا تم میں سے کسی آدمی کے دل میں جو خواہش بھی پیدا ہوتی ہے وہ اسے اپنے پیٹ میں ٹھونس لیتا ہے، کیا تم نہیں ڈرتے ہو کہ اس آیت کے مصداق بن جاؤ: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔[2]

قصہ قوم عاد

اس کے بعد قوم عاد کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ: ...... اے محمد! ان مشرکین سے اللہ کے نبی ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ قصہ یاد کرو، تا کہ یہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ: جب انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا کہ اگر ایمان نہ لائے تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اس حال میں کہ ان کی قوم ٹیلوں میں مقیم تھی۔ احقاف سے مراد سرزمین یمن میں ریت کے تودوں کے ٹیلے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: الاحقاف حقف کی جمع ہے بمعنی ریت کا ٹیلہ جو پہاڑ نما ہو۔ قتادہ کہتے ہیں: ان لوگوں کا یمن میں ایک قبیلہ تھا اور ساحل سمندر کے قریب ریت کے ٹیلوں میں رہتے تھے اور اس جگہ کا نام شحر ہے۔[3] وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ: ہود علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد بھی بہت سارے پیغمبر گزرے ہیں جو اپنی امتوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے ہود سے پہلے بھی انبیاء بھیجے اور ان کے بعد بھی۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۸/۲۵ [2] التسہیل ۴/۴۴ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۳۲۲

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت توحید اور قوم کا جواب

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ: ......یعنی حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو یہ کہتے ہوئے ڈرایا کہ: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ: یعنی اگر تم نے غیر اللہ کی عبادت کی تو مجھے تمہارے اوپر خوفناک دن کے عذاب کا ڈر ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا: ہود علیہ السلام کے ڈرانے کے جواب میں انہوں نے کہا: اے ہود کیا تم آئے ہو تا کہ ہمیں اپنے معبودان کی عبادت سے پھیر دو؟ استفہام برائے تسفیہ وتجہیل ہے۔فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ: جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ عذاب لیتے آؤ، اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم عاد نے جلد از جلد عذاب آنے کا مطالبہ کر دیا چوں کہ ان کے زعم میں عذاب مستبعد تھا۔قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ: ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا: عذاب کے وقت کا علم میرے پاس نہیں ہے۔ یہ علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ: میں تو اللہ تعالیٰ کی رسالت کو تم تک پہنچانے والا ہوں۔وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ: لیکن میں تمہیں جاہل قوم پاتا ہوں چوں کہ تم عذاب کے جلد آ جانے کا مطالبہ کرتے ہو۔فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ: جب انہوں نے آسمان کے کنارے پر پھیلا ہوا بادل دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف سے آ رہا تھا تو وہ (بارش کی) خوشی میں کود پڑے۔قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا: کہنے لگے: یہ بادل ہیں جو ہمارے اوپر بارش برسائیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: قوم عاد ایک عرصہ سے بارش سے محروم تھی اور قحط کا سامنا کر رہی تھی، جب بادل ظاہر ہوئے تو وہ سمجھے ابھی بارش ہونے والی ہے خوش ہو گئے اور کودنے لگے۔ اور کہنے لگے: یہ بادل چھائے ہیں جو ہمارے اوپر بارش برسائیں گے۔بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ: ان سے ہود علیہ السلام نے کہا: معاملہ ایسا نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو کہ یہ بارش ہے بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کا تم نے جلدی آ جانے کا مطالبہ کیا تھا۔ پھر اس کی تفسیر یوں کی: رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ: یہ تباہی مچا دینے والی تند و تیز آندھی ہے جس میں دردناک اور نہایت رسوا کن عذاب ہے۔تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا: جس چیز پر بھی اس عذاب کا گزر ہو گا اسے تباہ اور ہلاک کر کے چھوڑے گا، انسان، حیوان مال جو کچھ بھی ہے سب اس کی لپیٹ میں آئے گا۔

قوم عاد کا عذاب

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پہلے آندھی قوم عاد پر آئی ان کے مردوں اور مویشیوں کو لپیٹ میں لیا اور زمین سے اوپر انہیں اٹھا لیا اور آسمان کی طرف پر کی مانند الٹتے پلٹتے اڑتے تھے پھر انہیں زمین پر دے مارا، پھر آندھی ان کے گھروں میں داخل ہوئی جب کہ انہوں نے گھروں کے دروازے مقفل کر رکھے تھے، آندھی نے دروازے اکھاڑ ڈالے۔ اس حالت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا: اندھی نے ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا جس پر سے بھی آندھی کا گزر ہوا انسان، مویشی مال وغیرہ سب تباہ کر دیا۔ التدمیر کا معنی ہلاکت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بادل چھائے ہوئے دیکھتے یا تیز ہوا چلتی دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر افسردگی کے آثار دکھائی دیتے تھے، میں عرض کرتی۔ اے اللہ کے رسول! بادل کو دیکھ کر لوگ خوش ہوتے ہیں، امید کرتے ہیں کہ ان بادلوں میں بارش ہوگی، لیکن میں ایسے موقع پر آپ کے چہرے پر ناگواری کی اثرات دیکھتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! میں بے خوف نہیں ہو سکتا، ممکن ہے کہ ان بادلوں میں عذاب ہو، ایک قوم ہوا کے عذاب میں مبتلا ہوئی، جب کہ ایک قوم نے عذاب کو دیکھا اور کہا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا: یہ بادل چاہتے ہیں جو ہمارے اوپر مینہ برسائیں گے۔[1] فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ: قوم عاد ہلاک شدگان ہو گئی اور صرف ان کی رہائشی جگہیں دکھائی دیتی تھیں چوں کہ آندھی نے ان کے آثار میں صرف درو دیار ہی باقی چھوڑے تھے۔كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ: جیسی سزا ہم نے قوم عاد کو دی ایسی سزا ہم مجرم نافرمان کو دیتے ہیں۔ امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مقصود اہل مکہ کو ڈرانا اور انہیں

---

[1] الحدیث اخرجہ البخاری

خوف دلاتا ہے۔ اسی لیے بعد میں فرمایا: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ: اِنْ نافیہ ہے اور ما کے معنی میں ہے، یعنی ہم نے قوم عاد کو ایسی چیز دی تھی جو اہل مکہ ہم نے تمہیں نہیں دی یعنی قوت، وسعت، طویل طویل عمریں۔ آیت میں اہل مکہ سے خطاب ہے اور دھمکی دی جارہی ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً: ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل دیے تا کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانیں اور پھر ان سے خالق منعم پر استدلال کریں۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ: یہ حواس انہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ ہی اللہ کے عذاب کو روک سکے۔

یہ حواس اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے

امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ ہم نے ان پر نعمتوں کے دروازے کھول دیے، ہم نے ان کو کان دیے لیکن انہوں نے کان دلائل کے سننے میں استعمال نہیں کیے، ہم نے ان کو آنکھیں دیں لیکن عبرت کے لیے انہوں نے آنکھیں استعمال نہیں کیں، ہم نے انہیں دل دیے لیکن معرفت خداوندی کی طلب میں انہوں نے دل استعمال نہیں کیے، بلکہ انہوں نے یہ حواس وقوی دنیا طلبی اور لذات طلبی میں لگائے رکھے، اب کچھ شک نہیں کہ یہ حواس اور قویٰ انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔

اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ:...... یہ ما سبق کی علت ہے چوں کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: جس عذاب کی یہ جلدی مچاتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے اس نے ان سب کو گھیرے میں لے لیا۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى: اہل مکہ کو ایک اور ڈر سنایا جارہا ہے۔ یعنی اے اہل مکہ! ہم نے بہت ساری بستیوں کو ہلاک کیا جو تمہارے مضافات میں ہیں جیسے عاد، ثمود، سبا اور قوم لوط کی بستیاں، مراد اہل قریٰ کا ہلاک کرنا ہے۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ: ہم نے حجج، دلائل، مواعظ اور نشانیاں مکرر لائی ہیں۔ ہم نے ان کو واضح کیا اور کھول کھول کے بیان کیا تا کہ وہ کفر وضلالت سے واپس لوٹ آئیں۔ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً: ان کے خداؤں نے ان کی مدد کیوں نہ کی، حالاں کہ وہ ان کے زعم میں انہیں اللہ کے قریب کرتے تھے اور انہیں سفارشی بنا رکھا تھا تا کہ ان سے اللہ کے عذاب کو دور کریں۔ لو لا تخضیضیہ ہے اور ھلاّ کے معنی میں ہے۔ اور اس کا معنی نفی ہے یعنی ان کے خداؤں نے ان کی مدد نہیں کی اور نہ ہی انہیں اللہ کے عذاب سے بچایا۔ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ: بلکہ وہ ان کی مدد سے غائب ہو گئے، بلکہ وہ تو خود مدد کے زیادہ محتاج ہیں۔ دوست تو مصیبت کے وقت کام آتا ہے۔ ابو سعود کہتے ہیں: آیت میں تہکم ہے، گویا ان کا مدد نہ کرنا ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہے۔[1] وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ: جس مصیبت میں یہ پھنسے ہیں وہ ان کا جھوٹ اور افتراء ہے جو انہوں نے اللہ پر باندھا ہے۔ چوں کہ ان کا زعم ہے کہ بت اللہ کے شرکاء ہیں اور اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہیں۔

جنات کا قرآن سننا اور ایمان لا کر اپنی قوم کو دعوت دینا

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ:...... اے محمد! یاد کرو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تمہاری طرف متوجہ کر دیا تا کہ وہ قرآن سنیں۔ بیضاوی کہتے ہیں نفر کا اطلاق دس سے کم افراد پر ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی نخلہ میں ملی تھی جب آپ طائف سے واپس آرہے تھے اور آپ نے تہجد میں قرآن پڑھا۔ اسے سننے کے لیے جنات کی جماعت آئی۔[2] فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا: جب تلاوت قرآن کے وقت جنات حاضر ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ اور قرآن سنو۔ قرطبی کہتے ہیں: یہ مشرکین کی توبیخ ہے یعنی جنات نے قرآن سنا تو وہ اس پر ایمان لے آئے اور انہیں یقین ہو چلا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے جب کہ تم نے قرآن سے رو گردانی کی اور کفر پر مصر رہے۔[3] فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ: جب قرأت قرآن سے فراغت ہوئی تو جنات کا یہ گروہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آیا اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے لگا کہ اگر ایمان نہ لائے تو اللہ کے عذاب میں جائیں گے۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/۶۹ [2] البیضاوی ۲/۳۴۱ [3] تفسیر القرطبی ۱۶/۲۱۰۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم کو بھی ڈرانا معتبر ہوگا جب وہ خود دولت ایمان سے سرفراز ہوں گے چوں کہ دوسروں کو بھی سماع قرآن اور تصدیق قرآن کی دعوت دیں گے جب اس پر ایمان لائیں گے۔[1] قَالُوۡا يٰقَوۡمَنَاۤ اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى: ہم نے ایک عجیب کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد ایک پیغمبر پر نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنات کے اس گروہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر نہیں سنی ہوگی۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ: اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی ہے۔ يَهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ وَاِلٰى طَرِيۡقٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ: یہ قرآن واضح حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور سیدھا دین دکھاتا ہے۔ يٰقَوۡمَنَاۤ اَجِيۡبُوۡا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوۡا بِهٖ: یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو جو وہ تمہیں ایمان کی دعوت دیتا ہے اسے قبول کرلو اور اس کی رسالت کی تصدیق کرو۔ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ: تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ وَيُجِرۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ: اور تمہیں جلدی خلاصی دوں گا اور سخت دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ وَمَنۡ لَّا يُجِبۡ دَاعِىَ اللّٰهِ فَلَيۡسَ بِمُعۡجِزٍ فِى الۡاَرۡضِ: یہ ترغیب کے بعد ترہیب ہے، جس شخص نے اللہ پر ایمان نہ لایا اور اس کے رسول کی دعوت قبول نہ کی وہ اللہ تعالیٰ کی طلب وتلاش سے کہیں باہر نہیں جا سکتا اور نہ ہی بھاگ کر اسے عاجز کرسکتا ہے۔ وَلَيۡسَ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءُ: اور اس کے کوئی مددگار نہیں ہوں گے جو اللہ کے عذاب کو اس سے روک سکیں۔ اُولٰۤئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ: یہ لوگ جو اللہ کی دعوت قبول نہیں کریں گے وہ کھلم کھلے خسارے میں ہیں۔ یہاں جنات کی بات مکمل ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلائل ذکر کیے ہیں۔

دلائل وحدانیت وقدرت باری تعالیٰ

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ:...... کیا یہ کفار جو بعث ونشور کے منکر ہیں جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو عظمت وقدرت والا ہے اسی نے ابتداءً بغیر کسی نمونہ سابقہ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ: اور ان کی تخلیق کا مرحلہ انجام دینے میں اسے ذرہ بھی تھکن نہیں ہوئی۔ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡـىِۦَ الۡمَوۡتٰى: کیا وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے اور کیا اعضا بکھر جانے کے بعد انہیں زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ: کیوں نہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اسے کوئی چیز بھی عاجز نہیں کرسکتی جیسے اس نے اول والا میں مخلوق کو پیدا کیا ہے دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا۔ وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَلَى النَّارِ: اے محمد! ان مشرکین کو روز آخرت کی ہولناکیاں اور شدائد یاد کراؤ جنہیں وہ دیکھیں گے اور اس دن کی انہیں یاد دلاؤ جب انہیں دوزخ پر پیش کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ: کیا یہ عذاب جسے تم آج چکھ رہے ہو کیا حق نہیں ہے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۞ یعنی کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ نہیں پا رہے۔ (سورۃ الطور، آیت ۱۵)

قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا:...... کہیں گے بلاشبہ اے ہمارے رب! تیری عزت کی قسم، مشرکین قسم کے ساتھ کلام میں تاکید پیدا کریں گے چوں کہ عذاب سے خلاصی پانے کی انہیں طمع ہوگی۔ امام فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے مقصود مشرکین سے تہکم کرنا ہے، اور انہیں وعید سنانا ہے چوں کہ وہ اللہ کے وعدہ اور وعید کا مذاق اڑاتے تھے۔ حالاں کہ وہ اعلان کرتے پھرتے تھے: وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ۞ یعنی ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔[2] قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ: مشرکین سے کہا جائے گا: اپنے کفر کے بسبب دردناک والمناک عذاب کا مزہ چکھو۔

اے محمد! صبر کیجیے

فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ:...... یعنی اے محمد! مشرکین کی اذیتوں پر صبر کرو، جیسے مشاہیر پیغمبروں نے صبر کیا اور مشاہیر پیغمبروں سے مراد حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ وَلَا تَسۡتَعۡجِلْ لَّهُمۡ: کفار کے لیے عذاب کے جلدی آجانے کی بددعا نہ کرو چوں کہ لامحالہ عذاب ان پر نازل ہو کر رہے گا۔ كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَ مَا يُوۡعَدُوۡنَ ۙ لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ: وہ جب آخرت میں

[1] التفسیر الکبیر ۲۸ / ۳۲، [2] التفسیر الکبیر ۲۸ / ۳۴

عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے انہیں یوں لگے گا گویا وہ دنیا میں ایک دن کی گھڑی بھر ٹھہرے، انہیں ایسا اس لیے لگے گا چوں کہ وہ شدت عذاب کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔ بَلٰغٌ: یہ پیغام ہے جو پہنچا دیا گیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرا دیا گیا۔ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ: ہلاکت اور تباہی نہیں ہے مگر ان کافروں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے ہیں۔

تنبیہ:...... مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ پہلے جنات آسمانوں سے باتیں چوری کر لیتے تھے جب آسمانوں میں شہاب ثاقب کی چوکیداری مقرر کر دی گئی تو ابلیس نے کہا: آسمان میں یہ نئی تبدیلی اس لیے لائی گئی ہے چوں کہ دنیا میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے، چنانچہ اس نے زمین پر اپنے کارندے بھیجے تاکہ اس واقعہ کا سراغ لگائیں۔ چنانچہ جنات کا جتھا نصیبین سے تہامہ کی طرف تلاش وجستجو میں بڑھتا چلا گیا، یہ اشراف جنات تھے، جب بطن نخلہ میں پہنچے تو وہاں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نماز میں تلاوت کلام پاک کرتے سنا، کلام پاک کو غور سے سننا شروع کیا اور ایک دوسرے سے کہا خاموش رہو۔ جب آپ ﷺ نے قرأت مکمل کر لی تو جنات ایمان لے آئے اور پھر اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے واپس لوٹ گئے اور قوم کو ایمان کی دعوت دی۔ اس کے بعد گروہ در گروہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ۔

بلاغت:...... سورۂ کریم میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ:...... میں امر برائے تعجیز ہے۔ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ، وَشَهِدَ شَاهِدٌ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ آمن ...... وَكَفَرْتُمْ، لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى میں طباق ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ: عام ہے اس کے بعد خاص کا ذکر ہے اور وہ یہ ہے: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا. اہتمام مزید کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ: میں طباق ہے۔ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: میں صیغۂ حصر ہے۔ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا: میں استعارہ ہے، مراتب کے لیے درجات کا استعارہ ہے۔ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا: میں توبیخ کے لیے ایجاز حذف ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: یقال لهم اذهبتم ...... الخ۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً: کے بعد فرمایا: فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ: یوں تکرار لفظ کے ساتھ اطناب کا اسلوب ہے۔ ایسا تقبیح مزید اور تشنیع مزید کے لیے کیا گیا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ، وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ، وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ...... الخ میں رعایت فاصلہ ہے جس سے کلام کے حسن و جمال کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اور یہ پہلو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ الاحقاف کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۲ جولائی ۲۰۱۵ء شب جمعہ بعد نماز تراویح مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

سورۂ محمد

تعارف:......سورۂ محمد مدنی سورتوں میں سے ہے۔ اس میں بقیہ مدنی سورتوں کی طرح احکام شریعت بیان کیے گئے ہیں۔ سورۂ مبارکہ میں احکام قتال، احکام قید وغنائم اور منافقین کے احوال بیان ہوئے ہیں، لیکن سورت کا محور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

سورہ مبارکہ کی ابتدا میں ہی کفار کا تعارف کرایا گیا ہے اور پھر ان کے ساتھ اعلان جنگ کیا گیا ہے، چوں کہ کفار اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں، انہوں نے اسلام کے ساتھ محاذ آرائی کا اعلان کر رکھا ہے، رسول کریم ﷺ کی تکذیب کی ہے، دعوت محمدیہ کے آگے رکاوٹ بن گئے ہیں اس لیے ان کے ساتھ جنگ کے سوا کوئی اور چارۂ کار ہے ہی نہیں۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿١﴾

اس کے بعد مؤمنین کو کفار کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے کہ مجاہدین اپنی تلواروں سے ان کا قلع قمع کر دیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین کفر کی گندگی سے پاک ہو جائے اور کفار کی قوت وشان وشوکت باقی نہ رہے۔ قتل وجراحت کے بعد کفار کو قیدی بنانے کا حکم دیا گیا۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۟ ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾

اس کے بعد فتح مندی اور نصرت کا طریقہ بتایا گیا ہے، مومنین کے لیے اللہ کی نصرت کی شرائط وضع کی گئی ہیں اور یہ شریعت کی پابندی سے ممکن ہو پاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾

کفار مکہ کے لیے سابقہ سرکش امتوں کی مثالیں بیان کی گئی ہیں اور واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے تباہ وہلاک کیا، ان کی ہلاکت کا سبب ان کا کفر اور طغیان تھا۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾

سورہ مبارکہ میں منافقین کی صفات بیان کی گئی ہیں، منافقین جو کہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے بڑا خطرناک چیلنج ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی ریشہ دوانیوں اور خباثتوں سے پردہ اٹھایا ہے، ان کی مکر وفریب کو آشکارہ کر دیا ہے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾

سورہ کریمہ کے آخر میں مسلمانوں کو کامیابی وفتح مندی کے راستے کی دعوت دی گئی ہے کہ جہاد ہی وہ واحد راستہ ہے جسے اختیار کر کے ضعف وسستی سے نکل کر شر وبغاوت کی قوتوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ صلح کی دعوت سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ دراصل اس سے مومنین کو حیاۃ وبقا کی حرص دلائی گئی ہے چوں کہ حیات دنیوی فانی ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ابرار کے لیے بہتر ہے۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾

سورہ کریمہ کا اختتام دعوت الی الجہاد سے ہوا ہے جیسے ابتدا اس سے ہوئی اس سے مومنین کے عزائم کو ابھارنا ہے۔ یوں ابتدا واختتام میں لطیف موافقت بھی ہو گئی۔

آیَاتُهَا ۳۸ | (۴۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ (۹۵) | رُكُوْعَاتُهَا ۴

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا
بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ
اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۤ
فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڟ ذٰلِكَ ڕ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ
لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۴﴾ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ
بَالَهُمْ ﴿۵﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ
اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى
لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ ع ۱
كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً
مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ
سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ
وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ
فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ
اَمْعَاۗءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا
زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاۗءَ
اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاۗءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ:...... جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع فرما دیا۔ ① اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ ان کے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور ان کے حال کو درست فرما دے گا۔ ② یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔ ③ سو جب کافروں سے تمہاری مڈ بھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح سے ان کی خون ریزی کر دو تو خوب مضبوط باندھ دو، پھر اسکے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا ان کی جانوں کا بدلہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو نہ رکھ دے، یہ اسی طرح ہے اور اگر اللہ چاہے تو ان سے انتقام لے لے اور لیکن تا کہ تم میں بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہ فرمائے گا۔ ④ وہ انہیں عنقریب مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کا حال درست فرما دے گا ⑤ اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا۔ ⑥ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ ⑦ اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ ⑧ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو مکروہ جانا جو اللہ نے نازل فرمائی، سو اس نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ ⑨ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے اسی قسم کی چیزیں ہیں۔ ⑩ یہ اس وجہ سے کہ اللہ ایمان والوں کا مولیٰ ہے اور بے شک کافروں کے لیے کوئی بھی مولیٰ نہیں۔ ⑪ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہے ⑫ اور بہت سی بستیاں تھیں جن کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ یہ بستیاں آپ کی بستی سے زیادہ سخت تھیں، جنہوں نے آپ کو نکال دیا، ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ ⑬ جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو اچھی چیز بتائی گئی اور جو نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔ ⑭ جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی۔ کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پلایا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ ⑮ اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ ⑯ اور جو لوگ صحیح راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔ ⑰ سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اس پر دفعتہ آ پڑے، سو اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں سو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا؟ ⑱ تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔ ⑲

لغات: كَفَّرَ: ...... مٹا دیا، زائل کر دیا۔ أَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ: تم نے ان میں قتل، جراحت اور قید و بند کو اکثر کر دیا۔ مصباح میں ہے: أثخن في الارض۔ سخت خونریزی کرنا و أثخنته الجراحة سست کیا، کمزور کیا۔ الۡوَثَاقَ: ہتھکڑیاں۔ مَنًّا: بغیر فدیہ کے قیدی کو رہا کر دینا۔ أَوۡزَارَهَا: آلات اسلحہ، محاورہ ہے: ''وضعت الحرب أوزاها'' یعنی لڑائی ختم ہوگئی۔ اصل میں اوزار اثقال کے معنی میں ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وأعددت للحرب أوزارها ‏ ‏ ‏ رماحًا طوالًا وخيلًا ذكورًا

میں نے جنگ کے لیے اوزار (اسلحہ اور بوجھ) تیار کر رکھا ہے لمبے لمبے تیر اور نر گھوڑے۔

فَتَعۡسًا:...... ہلاکت۔ اٰسِنٍ: متغیر، بدبودار۔ حَمِيۡمًا: سخت گرم۔ اٰنِفًا: ابھی ابھی۔ استانف الأمر: ابتدا کر دینا۔ اَشۡرَاطُهَا: علامات۔

بغیر ایمان کے اعمال صالحہ مقبول نہیں

تفسیر: اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ:...... یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا ہے آیت کا معنی ہے: جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کر دیا، اسلام سے روگردانی کر دی اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ: ان کے اعمال ضائع کر دیے، اس پر انہیں کوئی ثواب نہیں چوں کہ یہ اعمال اللہ کے لیے نہیں اس لیے باطل ہیں۔

اعمال سے مراد، مشرکین کی اعمال صالحہ مثلاً مستحقین کو کھانا کھلانا، صلہ رحمی کرنا اور مہمانوں کو کھانا کھلانا وغیرہ۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں: اضلال اعمال حقیقت میں اعمال ضائع کرنا ہے، انہیں قبول کرنے والا کوئی نہیں اور ان پر کوئی ثواب نہیں جیسے گمشدہ اونٹنی کو "ضالة من الابل" کہا جاتا ہے، اس کا کوئی مالک نہیں ہوتا جو اس کی حفاظت کرے اور اس کا خیال رکھے۔ اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو انہوں نے کفر میں کیے اور انہیں مکارم الاخلاق کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً صلہ رحمی، قیدی چھوڑانا، مہمان نوازی، پڑوس کا خیال رکھنا اور غلام وغیرہ آزاد کرنا۔[1] وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جن لوگوں نے ایمان صادق اور اعمال صالحہ کو جمع کیا۔ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ: اور انہوں نے اللہ کے رسول محمد ﷺ پر نازل کیے گئے قرآن کی تصدیق کی کہ اس تصدیق میں شک کا گزر نہ ہوا۔ یہ جملہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس سے اہتمام مزید اعتنائے کمال مقصود ہے، اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایمان اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔[2] اسی لیے تاکید لائی گئی۔ وَهُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ: اور یہ ثابت، موکد اور قطعی بات ہے کہ قرآن، کلام اللہ اور منزل من اللہ ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور اس سے سابقہ جملہ کی تاکید مقصود ہے۔ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ: ان کے پہلے گناہ اور بوجھ مٹا دیے۔ وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ: اور ان کی حالت سنوار دی اور دین و دنیا کی حالت بہتر ہوگی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کے ضلالت پر ہونے اور مومنین کے ہدایت پر ہونے کی وجہ بتا دی ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ: کفار کے اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ان کی گمراہی اور بے راہ روی ہے اور انہوں نے حق کی بجائے باطل کو اختیار کر لیا ہے۔ وَاَنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ: جب کہ مومنین ہدایت کے راستے پر چلے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے گئے حق کو مضبوطی سے پکڑے رکھا ہے۔ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَهُمۡ: یعنی اس واضح بیان کی مثال۔ اللہ تعالیٰ نے فریقین مومنین و کفار میں سے ہر ایک کی بات واضح کر دی ہے اور وہ کھلی دلیل ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور نصیحت پکڑیں۔

اعلان جہاد

کفار کے ساتھ اعلان حرب کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ: جب تم کفار کو جنگ کے دوران پالو تو تلواروں کے ساتھ ان کا صفایا کر دو۔ تسہیل میں لکھا ہے: اصل میں عبارت یوں ہے۔ فاضربوا الرقاب ضربًا۔ پھر فعل کو حذف کر دیا گیا اور مصدر کو فعل کے قائم مقام بنا دیا گیا اور یہ جملہ أقتلوهم یعنی انہیں قتل کرو کے معنی میں ہے۔ لیکن اس مفہوم کو فَضَرۡبَ الرِّقَابِ: کی فصیح عبارت سے تعبیر اس لیے کیا گیا چوں کہ قتل میں غالب اوقات گردنیں ماری جاتی ہیں۔[3]

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ: یہاں تک کہ جب تم کفار کو شکست دے چکو، قتل اور زخم زیادہ سے زیادہ ہو جائیں اور ان کے پاس مقابلہ کی قوت باقی نہ رہے تو انہیں قید کر لو اور ان کے قتل سے رک جاؤ۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فَضَرۡبَ الرِّقَابِ: کی عبارت میں سختی اور شدت ہے جو قتل کے لفظ میں نہیں پائی جاتی، چوں کہ اس عبارت سے قتل کی نہایت سنگین صورت ظاہر کی گئی ہے اور وہ دھڑ سے سر کو الگ کر دینا ہے۔ تاہم سورۃ الانفال

---

[1] الکشاف ۴/۲۵۰ [2] الصاوی ۴/۸۱ [3] التسہیل ۴/۴۶

میں تو اس سے بھی زیادہ سختی دکھائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ (سورۃ الانفال، آیت ۱۲)

کفار کی گردنوں پر مارا اور ان کے پورے پورے کاٹ پھینکو۔

اور اَثْخَنْتُمُوْهُمْ کا معنی: تم انہیں زیادہ سے زیادہ قتل کر چکو اور قتل میں زیادہ سختی اور شدت دکھا چکو۔ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ: انہیں قید کر لو۔ الوثاق، رسی وغیرہ جس سے کسی چیز کو باندھا جاتا ہے۔[1] فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً: ان کو قید کرنے کے بعد تمہیں اختیار حاصل ہوگا یا تم ان پر احسان کر دو کہ انہیں بغیر کسی مالی معاوضہ کے مفت میں چھوڑ دو یا ان سے مال لو جوان کی جانوں کا فدیہ ہو، لیکن یہ کفار کی شوکت توڑنے کے بعد درحالیکہ کہ انہیں قتل کرکے اور قیدی بنا کر عاجز کر چکو۔ حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا: یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے، اس کے آلات واوزار رکھ دیے جائیں، مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جنگ ختم ہو جائے اور یہ اسلام کی عزت اور مشرکین کی ذلت سے ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ: اس کے متعلق معاملہ وہی ہے جو مذکور ہو چکا، اگر اللہ تعالیٰ چاہے ان سے بدلہ لے سکتا ہے اور اپنی قدرت سے انہیں ہلاک کر سکتا ہے، اے مومنین علاوہ اس کے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ یہ ذمہ داری سونپے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دنیا میں انہیں عذاب وسزا دے کر ان سے انتقام لے لے۔[2] وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ: لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تمہاری ثابت قدمی کا امتحان لے۔ یوں سچے ایمان والا کھوٹے ایمان والے سے ممتاز ہو جائے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے اور تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو ممتاز کر دے۔

تاکہ مومنین کو کفار سے آزمائے اور کفار کو مومنین سے آزمائے، یوں مومنین میں سے جو قتل کر دیا جائے وہ جنت میں جائے گا اور جو کفار میں سے قتل کر دیا جائے وہ دوزخ میں جائے گا۔ اسی لیے فرمایا: وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے گئے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو باطل نہیں کرے گا، بلکہ ان کے اعمال کو برکت دے گا اور وہ دوگنا اور چند در چند ہو جائیں گے۔ سَيَهْدِيْهِمْ: اللہ تعالیٰ انہیں ایسے راستے کی طرف راہنمائی کرے گا جو انہیں دنیا اور آخرت میں نفع پہنچائے گا۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کی توفیق دے گا اور انہیں جنت کی راہ دکھائے گا۔ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ: اور ان کی حالت کو سنوار دے گا۔ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ: اور انہیں نعمتوں والی جنت میں داخل کرے گا، انہیں اپنی اپنی منزل اور ٹھکانے کی ایسی پہچان کروا دی ہوگی کہ ہر شخص اپنی منزل تک آسانی اور سہولت کے ساتھ پہنچ جائے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل جنت اپنے محلات اور منازل کی طرف ایسے راہ پائیں گے کہ ان سے ذرہ برابر بھی حظانہ ہوگی گویا وہ جب سے پیدا کیے گئے یہاں ہی سکونت پذیر ہیں۔[3] حدیث میں ہے: قسم اس ذات کی جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنتی جنت میں اپنی منزل کی طرف اتنا جلدی راہ پائے گا کہ دنیا میں اپنے گھر کی طرف اتنا جلدی راہ نہیں پاتا۔[4]

خدمت دین کی فضیلت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ:...... اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو تمہارے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ: اور تمہیں جنگ کے مختلف مواقع میں ثابت قدم رکھے گا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ: جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے ہلاکت اور شقاوت ہے۔ یہ کفار پر ذلت ورسوائی کی بددعا کی جا رہی ہے۔ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ: اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال باطل اور ضائع کر دیے چونکہ یہ اعمال شیطان کی طاعت میں تھے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ: یہ ذلت ورسوائی اور ان کے اعمال کا ضائع کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں اور شرائع کو ناپسند کرتے تھے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی کفار قرآن اور اس میں

[1] الکشاف ۴/۲۵۱ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۳۳۰ [3] البحر المحیط ۸/۷۵ [4] جزء من الحدیث رواہ البخاری

نازل ہونے والی شرعی ذمہ داریوں اور احکام کا انکار کرتے تھے، وہ اس سب کچھ کو بلا مقصد سمجھتے تھے اور ان کا تمام تر مطمع نظر ان کی شہوات وخواہشات تھیں اس لیے قرآن، شرائع اور احکام ان پر گراں گزرے۔[1] فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ: اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے، چوں کہ ایمان قبول اعمال کی شرط اول ہے اور شرک عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفر کے انجام سے ڈرایا ہے۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: کیا ان لوگوں نے سفر کر کے سابقہ سرکش امتوں مثلاً عاد، ثمود، قوم لوط وغیرہا پر نازل ہونے والے عذاب کو نہیں دیکھا اور ان کا انجام کیسا تھا؟ ان کے در و دیوار کے آثار ان کی خبریں دیتے ہیں۔ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ: اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں مال واولاد جو عطا کی تھی اس کا صفایا کر دیا، یہ ان کی مکمل تباہی تھی۔ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ: ابلغ ہے بنسبت دَمَّرَهُمْ: کے چوں کہ دَمَّرَ عَلَيْهِمْ: کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے مال ومتاع اور اولاد سمیت تباہ کر دیا، یعنی ان پر ایسی تباہ کن ہلاکت پڑی کہ کچھ بھی باقی نہ بچا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا: کفار مکہ کے لیے ایسے ہی تباہ کن عذاب وانجام کی مثالیں ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا رکھوالا اور مددگار ہے۔ وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ: کافروں کا کوئی معین ومددگار نہیں اور کوئی بھی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ اس کے بعد فریقین کا آخرت میں انجام بیان کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: اللہ تعالیٰ مومنین کو بہشتوں میں داخل کرے گا جس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، جو کسی کان نے نہیں سنیں اور نہ کسی دل میں کھٹکیں۔

کفار کی مثال جانوروں جیسی ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ: ...... کفار دنیا میں شہوات ولذائذ سے عارضی نفع اٹھاتے ہیں اور چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں، ان کا تمام تر مطمع نظر پیٹ اور شرم گاہ کو سیر کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ: دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے اور آخرت میں ان کی منزل ہے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ کفار دنیا کے مال ومتاع سے تھوڑے دنوں نفع اٹھائیں گے، وہ انجام سے بے فکر غفلت میں پڑے کھائے جا رہے ہیں جیسے صبح وشام چوپایے کھاتے ہیں۔ اور وہ اپنے انجام یعنی ذبح کرنے سے غافل ہوتے ہیں، یہی حال کفار کا ہے اور آخرت میں ان کی منزل دوزخ ہے۔[2] اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ: کتنے، سرکش وظالم بستیوں والے ہیں جو اہل مکہ سے زیادہ طاقتور تھے، جن اہل مکہ نے آپ کو شہر سے نکالا۔ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ: ہم نے انہیں مختلف اقسام کے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیا، کسی نے بھی ان کی مدد نہیں کی۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور غار میں جا کر چھپ گئے پھر وہاں سے مدینہ ہجرت کر گئے، اس دوران آپ نے مکہ کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کو سب شہروں میں سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر تیری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تجھ سے باہر نہ نکلتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[3]

اللہ کے بندے اور ہوائے نفس کے بندے برابر نہیں

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ: ...... جو شخص اپنے دین کے معاملہ میں حجت وبصیرت، ثبات ویقین پر قائم ہو تو کیا وہ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ: اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی عمل قبیح کو آراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اسے بڑا خوبصورت دیکھ رہا ہو؟ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ: اور گمراہی میں وہ منہمک ہوں یہاں تک کہ خواہش نفس کے بندے بن گئے ہوں؟ یقیناً یہ اس جیسا نہیں ہو سکتا۔ اِتَّبَعُوْا: جمع کا صیغہ لایا ہے مَنْ: موصولہ کے معنی کی رعایت سے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ: سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ: سے ابو جہل اور کفار قریش مراد ہیں، لیکن الفاظ سے عموم مراد لینا اولیٰ ہے چوں کہ غرض اللہ کے بندے اور ہوائے نفس کے بندے میں فرق واضح کرنا ہے۔ اسی لیے بعد میں

---

[1] الکشاف ۴/ ۲۵۳ [2] الکشاف ۴/ ۲۵۲ [3] حاشیۃ الجمل علی الجلالین ۴/ ۱۴۵

بڑے فرق سے وضاحت کردی ہے اور یہ فرق جنت اور دوزخ میں واضح کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ: عجیب وغریب شان والی جنت جس کا اللہ تعالیٰ نے نیک وصالح لوگوں سے وعدہ کرلیا ہے اور وہ پرہیز گاروں کے لیے تیار کردی ہے اس کی شان یہ ہے کہ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ: اس میں ایسے پانی سے نہریں جاری کردی گئی ہیں جس کی بو کبھی متغیر نہیں ہوتی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنت کی نہریں مشک کے پہاڑ سے پھوٹتی ہیں۔[۱] وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ: اور اس میں دودھ کی بہتی نہریں ہوں گی، ان نہروں کا دودھ نہایت سفید، شیریں اور دسومت والا، جو کبھی کھٹا نہیں ہوگا اور نہ خراب ہوگا جیسا کہ دنیا میں دودھ خراب ہوجاتا ہے۔ حدیث مرفوع میں ہے: یہ دودھ مویشیوں کے تھنوں سے نکلا ہوا نہیں ہوگا۔[۲] وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ: نہایت لذیذ شراب کی بہتی نہریں ہوں گی جس سے پینے والوں کو بھرپور لطف حاصل ہوگا۔ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ: جنت کی شراب کی صفات میں لذیذ ہونا بھی بیان کیا ہے چوں کہ دنیا کی شراب کا نہایت برا ذائقہ ہوتا ہے اس سے وہی لذت اٹھا سکتا ہے جو فاسد مزاج کا مالک ہو، جب کہ آخرت کی شراب کا ذائقہ نہایت لذیذ اور بو نہایت خوشگوار، اہل جنت اسے محض لذت کے لیے نوش کریں گے۔ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى: اور شہد کی بہتی ہوئی نہریں ہوں گی جو نہایت صاف وشفاف ان کا رنگ عمدہ، بو نہایت مزیدار، یہ شہد مکھی کے پیٹ سے نہیں نکلا ہوگا۔ ابو سعود کہتے ہیں: عَسَلٍ مُّصَفًّى: یعنی اس میں چھتے کی باقیات نہیں ہوں گی اور نہ ہی مکھیوں کا فضلہ اس میں شامل ہوگا۔[۳] وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ: اہل جنت کے لیے جنت میں انواع واقسام کے پھل اور میوے ہوں گے۔ بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے: مشروب کے بعد میوہ جات کا ذکر ہے، دراصل اس طرف اشارہ ہے کہ اہل جنت لذت کے لیے کھائیں پئیں گے نہ کہ حاجت کے لیے۔[۴]

جنت کی روحانی نعمت

وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ:...... متقین کے لیے جنت میں ان نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور روحانی نعمت ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت، رحمت اور اس کی رضا ہے۔ حدیث میں ہے "میں نے اپنی رضا مندی تمہارے اوپر نازل کردی ہے اس کے بعد میں تمہارے اوپر ناراض نہیں ہوں گا۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جنت میں کھانے پینے کے متعلق شرعی تکالیف اٹھالی جائیں گی جب کہ دنیا میں کھانے پینے پر حساب مرتب ہوتا ہے جب کہ آخرت کی نعمتوں پر کوئی حساب نہیں ہوگا۔ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ: بھلا کیا (متقی انسان) اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟ استفہام انکاری ہے یعنی جنت کی نعمتوں سے لطف اٹھانے والا اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہے گا۔ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ: اہل دوزخ کو جنت کے لذیذ مشروبات کی بجائے کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو اس کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اور وہ اس کے دبر سے باہر نکل جائیں گی۔[۵] کفار کا حال ذکر کرنے کے بعد منافقین کا حال ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ: اے محمد! ان منافقین کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو بڑے غور سے آپ کی باتیں سنتی ہے۔ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ: حتیٰ کہ جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر باہر نکل جاتے ہیں: قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا: تو وہ علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہتے ہیں: محمد نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے منافقین کی بلادت اور قلت فہم کے بارے میں خبر دی ہے چنانچہ منافقین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور آپ کی باتوں کو غور سے سنتے تھے اور آپ سے کچھ سمجھتے نہیں تھے۔ اور جب مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے تو علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے کہ محمد نے کیا کہا تھا؟ آپ نے جو فرمایا ہوتا وہ سمجھتے نہیں تھے اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔[۶] أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ: یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگادی ہے۔ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ: اور وہ اپنی باطل خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ: رہی بات پرہیز گار مومنین کی، سو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کردیا ہے اور انہیں رشد وہدایت سے نواز دیا ہے۔

---

[۱] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۳۲ [۲] سابقہ مرجع [۳] تفسیر ابوالسعود ۵/ ۷۴ [۴] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۳۴۸ [۵] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۲۳۷ [۶] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۳۳

امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں وضاحت فرمادی کہ وہ بات غور سے سنتا ہے لیکن اس سے نفع نہیں اٹھاتا، اعادہ کا طالب ہوتا ہے لیکن استفادہ نہیں کرتا۔ پھر آگے واضح کر دیا کہ ہدایت یافتہ مومن کا حال منافق کی حال کے برخلاف ہے، چنانچہ مومن جو بات غور سے سنتا ہے اس سے نفع اٹھاتا ہے اور سمجھتا ہے اور اس کے پاس جو علم ہوتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ اس تقابل میں ایک فائدہ ہے کہ منافق کے عذر کا خاتمہ ہوگیا چنانچہ اگر منافق کہتا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات دقیق ہونے کی وجہ سے نہیں سمجھی تو اس پر رد کیا جاسکتا ہے کہ مومن نے کیسے سمجھ لی اور اس سے استنباط کیسے کرلیا، یہ دلوں کو مقصود میں لگا دینے سے حاصل ہوتا ہے خفائے مطلوب سے نہیں۔[1] فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً: منافقین تو صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آن پڑے گی درآں حالیکہ وہ غفلت میں چل پھر رہے ہوں گے؟

قیامت کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا:...... قیامت کی (کچھ) علامات تو ظاہر ہو چکی ہیں، ان میں سے ایک ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبعوث ہونا ہے۔ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ: جب قیامت آجائے گی تو ان کے پاس نصیحت کہاں سے آئے گی چوں کہ اس وقت ندامت اور توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا؟ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: اے محمد! آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو علم ہے آپ اس پر قائم ودائم رہیں۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مغفرت طلب کریں، مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی طلب کریں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ: اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہاری نقل وحرکت اور آخرت میں تمہارے ٹھکانے کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا آخرت کے لیے توشہ تیار رکھو۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۲۰ طَاعَةٌ
وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ
اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۲۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى
اَبْصَارَهُمْ ۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۲۴ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۲۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ
كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ښ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۲۶ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ
الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۲۷ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ
فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۲۸ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۲۹ وَلَوْ نَشَاۗءُ ع
لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۳۰
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۳۱ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاۗقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۸/۵۸

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوْا
وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا
فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ
مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا
يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾

ترجمہ:......اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی؟ سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو گئی ہو، سو عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔(۲۰) ان کی اطاعات اور بات چیت معلوم ہے پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچا وعدہ کرتے تو ان کے لیے بہت ہی بہتر ہوتا۔(۲۱) سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع رحمی کر دو۔(۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا، پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔(۲۳) سو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔(۲۴) بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے، اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت ظاہر ہو گئی تھی، شیطان نے ان کے سامنے مزین کر دیا اور انہیں تاخیر والی باتیں سمجھا دیں۔(۲۵) یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کو ناپسند کیا کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے۔(۲۶) سو ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی جانوں کو قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کے پشتوں پر مار رہے ہوں گے۔(۲۷) یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور انہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔(۲۸) کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کو دلوں میں مرض ہے کہ اللہ ان کے کینوں کو نکالے گا(۲۹) اور اگر ہم چاہتے تو آپ کو انہیں دکھا دیتے سو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بالضرور بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے(۳۰) اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تا کہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تا کہ ہم اعمال کو جانچ لیں۔(۳۱) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت ظاہر ہو گئی یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا۔(۳۲) اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔(۳۳) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا پھر وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا۔(۳۴) سو تم سست نہ بنو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔(۳۵) دنیا والی زندگی بس لہو و لعب ہے اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطا فرما دے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہ فرمائے گا۔(۳۶) اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی ناگواری کو ظاہر فرما دے گا۔(۳۷) خبردار! تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو

وہ اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے۔ ۳۸

ربط وتعارف:...... سورۂ مبارکہ کے شروع میں کفار پر بات ہوئی پھر مومنین کے متعلق بات ہوئی اور اب ان آیات میں منافقین کے متعلق بات ہو رہی ہے۔ سورۂ مبارکہ کے بڑے حصہ میں اس موضوع پر بات کی گئی ہے چوں کہ منافقین اسلام اور مسلمانوں دونوں کے لیے بڑا خطرہ تھے۔ آیات سے کریمہ میں جہاد کے متعلق بھی گفتگو ہوئی ہے، اس کے متعلق منافقین کا موقف واضح کیا گیا ہے۔

لغات: سَوَّلَ...... آراستہ کیا، سہل کیا۔ اَضْغَانَهُمْ: کینہ۔ جوہری کہتے ہیں: الضغن والضغينة بمعنی کینہ۔ سِيْمٰهُمْ: ان کی علامت۔ السَّلْمِ: صلح۔ يُحْفِكُمْ: وہ تم سے لپٹ جاتا ہے۔ يَتِرَكُمْ: وہ تمہیں گھٹاتا ہے، نقصان پہنچاتا ہے۔

حکم جہاد اور منافقین

تفسیر: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ...... مخلص مومنین جہاد کے شوق اور ثواب پر حرص کی وجہ سے کہتے ہیں: ایسی کوئی سورت نازل کیوں نہیں کی جاتی جس میں جہاد کا حکم ہو۔ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ: اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے اس میں قتال کا صریح حکم ہوتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مُّحْكَمَةٌ: یعنی جو منسوخ نہیں ہوئی، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر وہ سورت جس میں جہاد کا حکم ہے وہ محکم ہے اور وہی سورت منافقین پر گراں گزرتی ہے۔ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: تم منافقین کو دیکھو گے جن دلوں میں شک اور نفاق ہے۔ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ: اے محمد! آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ سلامتی اور کاہلی کی وجہ سے ان کی نظریں چکرائی ہوئی ہوتی ہیں جیسے موت کی غشی کے وقت کوئی شخص دیکھ رہا ہوتا ہے۔ فَاَوْلٰى لَهُمْ: ان کے لیے ہلاکت تسہیل میں ہے: یہ کلمہ تہدید ہے اور بددعا کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سورۂ قیامت میں ہے۔ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى: ہلاکت ہے تمہارے لیے پس ہلاکت ہے۔ (سورۃ القیامۃ، آیت ۳۴)

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ...... یہ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے۔ ای طاعة لك يامحمد اور قول جميل طيب خير لهم یعنی اے محمد: تمہاری طاعت بہتر ہے اور اچھی بات ان کے لیے بہتر ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کلام مستانف ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیری عبارت خَيْرٌ لَّهُمْ: ہے۔ مبتدا نکرہ جائز ہے بشرط یہ کہ اس میں تخصیص پیدا کر دی جائے۔ یہاں بھی صفت کے ساتھ تخصیص لائی گئی ہے۔ ای طاعة مخلصة وقول معرف خَيْرٌ لَّهُمْ۔[1] فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ: چنانچہ جب جہاد کی فرضیت کا حکم پکا ہو جائے۔ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ: اگر یہ لوگ اپنی نیتوں کو خالص کر لیں اور صدقِ یقین کے ساتھ جہاد کریں تو یہ چیز ان کے لیے پیچھے ہٹنے اور عصیان ونافرمانی سے بہتر ہے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ: اگر تم اسلام سے اعراض کر جاؤ اور جاہلیت کے دین کی طرف لوٹ جاؤ تو ایسی صورت میں تم سے یہی امید ہے کہ تم زمین میں کفر ومعاصی اور قطع رحمی سے فساد پھیلاؤ گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی قوم اللہ کی کتاب سے اعراض کرتی ہے وہ زمین پر حرام خون بہاتی ہے، قطع رحمی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اتر آتی ہے۔

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ زمانہ فترت کے متعلق بات ہو رہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ: یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ: حق کی بات سننے سے انہیں بہرہ کر دیا ہے اور راہِ ہدایت کے سمجھنے سے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ لہٰذا راہ ہدایت انہیں نہیں سجھائی دیتی۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے کہ جو شخص بھی ایسا کرتا ہے اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے، اس کے کانوں اور آنکھوں کا انتفاع سلب ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ حق کے لیے منقاد نہیں ہوتا اگرچہ وہ حق کو سن لے، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو چوپایوں کی مانند قرار دیا ہے جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ: استفہام توبیخی ہے یعنی کیا یہ لوگ

[1] التفسیر الکبیر ۲۸/ ۶۲

قرآن سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس میں تدبر وغور نہیں کرتے تاکہ اس کے مواعظ وزواجر کو دیکھیں حتیٰ کہ وہ ہلاکتوں میں نہ پڑے۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا: اَم بَل کے معنی میں ہے۔ یہاں کفار کے عدم تدبر پر توبیخ سے ظلمت قلوب پر توبیخ کی طرف کلام کا انتقال ہو رہا ہے، حتیٰ کہ ان کے دل غور وفکر اور تدبر کو قبول ہی نہیں کرتے۔ آیت کا معنی ہے بلکہ ان کے دل پتھر ہو گئے ہیں ان پر تاریکی چھائی ہوئی ہے گویا ان کے دل لوہے کے تالوں سے مقفل ہو چکے ہیں۔ اب ان تک نور کی رسائی ہی نہیں ہو پا رہی اور نہ ایمان پہنچ پاتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دل کو معرفت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور جب اس میں معرفت نہ ہو گویا وہ ہے ہی نہیں، جیسا کہ کسی نے موذی انسان کے بارے میں کہا: یہ تو انسان نہیں یہ تو درندہ ہے۔ اسی طرح آیت میں بھی کہا گیا ہے کہ یہ دل نہیں بلکہ پتھر ہے۔[1] اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی: یعنی ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹ گئے جب کہ دلائل اور معجزات سے راہ ہدایت واضح ہو چکی تھی پھر انہوں نے کفر اختیار کیا۔ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰی لَهُمْ: یہ چیز شیطان نے ان کے لیے آراستہ کر دیا اور انہیں لمبی لمبی امیدیں دلا کر دھوکا دیا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ: یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے یہود سے کہا جنہوں نے قرآن کو حسد وعداوت کی وجہ سے ناپسند کیا۔ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ: بعض معاملات جن کا تم ہمیں حکم دو گے میں ہم تمہاری بات مانیں گے، جیسے جہاد میں شریک نہ ہونا اور مسلمانوں کو بد دل کرنا۔

اللہ تعالیٰ منافقین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ: ...... اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھی ہیں جیسے مکر وفریب، ضد وعداوت اور اسلام و مسلمانوں کی خلاف سازشیں۔ مفسرین کہتے ہیں: منافقین نے یہودیوں سے یہ بات خفیۃً کہی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کر دیا اور انہیں رسوا کر دیا۔ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ: اس وقت کیا حال ہو گا جب عذاب کے فرشتے ان کی روحیں نکالنے کے لیے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور ان کے پاس لوہے کی ہتھوڑے ہوں گے ان سے ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر ماریں گے؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی تخویف ہے یعنی اگر عذاب موخر ہو جائے تو عمر پوری ہونے پر موت کے وقت انہیں عذاب ہو گا۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: منافقین میں سے جو بھی معصیت پر مرتا ہے فرشتے اس کے چہرے اور پیٹھ پر ہتھوڑے برساتے ہیں۔[3]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ: ...... یہ عذاب اس وجہ سے ہو گا چوں کہ یہ لوگ نفاق کی راستے پر چلے ہیں اور جہاد ایمان جیسے امور سے اللہ راضی ہوتا ہے ان امور کو انہوں نے ناپسند کیا اور ان پر ناگوار گزرے۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ: تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا چوں کہ یہ اعمال انہوں نے ایمان کی حالت میں نہیں کیے۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ: منافقین جن کے دلوں میں شک اور نفاق ہے کیا وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حقیقت مومنین کے سامنے ہرگز نہیں رکھے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بغض وعناد کو ظاہر نہیں کرے گا؟ لامحالہ اللہ تعالیٰ ان کی حقیقت کھول کھول کر سامنے لائے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ: اے محمد! اگر ہم چاہیں تو منافقین کے متعین لوگ آپ کو دکھا دیں، تم ان کی علامات سے انہیں پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر پردہ رکھا ہے تاکہ ان کا اور ان کے قرابتدار مسلمانوں کا لحاظ رہے۔ شاید کبھی توبہ کر کے راہ راست پر آ جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کو پہچان لیا

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ: ...... اے محمد! آپ منافقین کو ان کی گفتگو سے پہچان لیں گے، وہ ایسی باتیں کریں گے جن کا ظاہر اسلام اور باطن کفر ہو گا۔ کلبی کہتے ہیں: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جس منافق نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہچان لیا۔[4]

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ: اللہ تعالیٰ پر تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے لہٰذا وہ تمہارے قصد کے مطابق تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی ۲۸/ ۶۶ [2] القرطبی ۱۶/ ۲۵۰ [3] البحر المحیط ۸/ ۸۴ [4] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۲۵۳

آیت میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ: اے لوگو! ہم جہاد کے ذریعے ضرور تمہارا امتحان لیں گے تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم میں سے کون کون اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں۔ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ: اور ہم تمہارے اعمال کا بھی امتحان لیں گے کہ تمہارے اچھے اعمال کون سے ہیں اور برے اعمال کون سے۔ تسہیل میں ہے: حَتّٰى نَعْلَمَ: سے علم ظاہری مراد ہے جس پر اقامت حجت ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حجت قائم کرنا چاہتا ہے فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جب یہ آیت تلاوت کرتے تو کہا کرتے تھے: اے اللہ ہمیں آزمائش میں نہ ڈالنا اور ہمارا امتحان نہ لینا چوں کہ جب تو ہمارا امتحان لے گا ہمیں رسوا کر دے گا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: جن لوگوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے منع کیا۔ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى: انہوں نے پیغمبر سے عداوت کی اور وہ پیغمبر کی طاعت سے باہر نکل گئے اس کے بعد کہ ان کے سامنے پیغمبر کا سچا ہونا دلائل اور معجزات سے ثابت ہو چکا۔ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ: وہ کفر کے ذریعہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا۔ مثلاً انہوں نے جو صدقات کیے یا صلہ رحمی کی تو ایمان معدوم ہونے کی وجہ سے اکارت کر دیے۔ اب ان کے اعمال کا انہیں آخرت میں ثواب نہیں ملے گا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ: یعنی اللہ تعالیٰ کی اوامر اور پیغمبر کے اوامر بجا لاؤ۔ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ: کفر، نفاق، عجب وریا جیسے رزائل اور گناہوں سے اپنے اعمال اکارت نہ کرو، جیسے منافقین نے اپنے اعمال اکارت کیے۔

کفار کی مغفرت نہیں ہو گی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ:...... جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور لوگوں کو ہدایت و ایمان کے راستے سے روکا۔ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ: اور پھر وہ حالت کفر پر مر گئے۔ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ: اللہ تعالیٰ کسی حالت میں بھی ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ جو شخص کفر پر مرا اس کی بخشش نہیں ہے، چوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ: یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا۔ ابو سعود کہتے ہیں: یہ حکم ہر کافر کے لیے عام ہے جو کفر پر ہی مر جائے اگر چہ یہ آیت اصحاب قلیب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ: کمزوری نہ دکھاؤ کہ جنگ کے دوران تم کفار کو صلح کی دعوت دینے لگو۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ: حقیقت میں تم ہی عزت والے ہو اور غالب تم ہی آ کر رہو گے چوں کہ تم صاحب ایمان ہو۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ: اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ: اور وہ تمہارا اعمال کے ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وَاللّٰهُ مَعَكُمْ: میں اللہ تعالیٰ نے دشمن پر فتح و نصرت کی عظیم بشارت دے دی ہے۔[2]

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ:...... یعنی دنیاوی زندگی زائل ہو جانے والی ہے، اسے دوام و ثبات حاصل نہیں ہے، بس یہ دنیا تو لہو و لعب کی مانند ہے جس سے بچے کھیل کود کرتے ہوں۔ شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے لذائذ اقدام الی الجہاد کے مانع نہیں ہو سکتے چوں کہ دنیا بمنزلہ لہو و لعب کے ہے اس لیے کہ دنیا جلدی نکل جاتی ہے اور بہت جلد ختم ہو جائے گی، جب کہ آخرت باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا دنیا اور اس کی لذات و شہوات جہاد میں سستی اور جہاد میں عدم شمولیت کا سبب نہ بنیں۔[3] وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ: اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس سے ڈرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ اور ثواب عطا کرے گا۔ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ: اللہ تعالیٰ تم سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ تم اپنا سارا مال خرچ کر دو بلکہ اللہ تعالیٰ تم سے فرض زکوٰۃ کا مطالبہ کرتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اسے تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے اموال میں اللہ تعالیٰ نے صدقات و زکوٰۃ اس لیے فرض کی ہے تا کہ تم اپنے فقرا بھائیوں کی غمخواری کر سکو اور اس کا ثواب تمہیں ملے۔[4]

---

[1] ابو السعود ۵ / ۸۷، [2] مختصر ابن کثیر ۳ / ۳۳۸، [3] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳ / ۳۵۲، [4] مختصر ابن کثیر ۳ / ۳۳۸

اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡهَا فَیُحۡفِکُمۡ تَبۡخَلُوۡا:...... اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اموال کے خرچ کرنے کا مطالبہ کردے اور خرچ کرنے کے لیے تمہارے اوپر دباؤ ڈالے تم بخل کر جاؤ گے۔ وَیُخۡرِجۡ اَضۡغَانَکُمۡ: اور وہ تمہارے دل کے رزائل یعنی بخل اور انفاق فی سبیل اللہ کی ناپسندیدگی کو ظاہر کردے گا۔ تسہیل میں لکھا ہے: یہ اس لیے کہ انسانی فطرت میں مال کی محبت رکھ دی گئی ہے جس شخص کے ساتھ اس کے محبوب کے متعلق جھگڑا کیا جائے تو اس کی پوشیدہ باتیں اور راز ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے شرعی ذمہ داریوں کے حوالے سے اپنے بندوں پر سختی نہیں کی۔[1] هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ: اے مخاطبین تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اور تمہیں انہی امور کا مکلف بنایا گیا ہے جو تمہاری طاقت میں ہیں۔ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ: تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو خرچ کرنے سے رک جاتے ہیں اور بخل کرتے ہیں۔ وَمَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ: جس شخص نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کیا تو اس کے بخل کا نقصان اسی پر پڑے گا، چوں کہ بخل نے اسے اجر و ثواب سے روک دیا ہے۔ صاوی کہتے ہیں: بخل یبخل اگر علیٰ کے ساتھ متعدی ہو رہا ہو تو اس وقت شح کے معنی میں ہوگا اور اگر عن کے ساتھ متعدی ہو رہا تو اس وقت أمسك کے معنی میں ہوگا۔[2]

اللہ کو تمہارے اموال کی کوئی حاجت نہیں

وَاللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ:...... اللہ تعالیٰ تمہارے خرچ کرنے سے بے نیاز ہے اور اسے تمہارے اموال کی کوئی حاجت نہیں ہے بلکہ تمہیں اللہ کے محتاج ہو۔ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ: اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اتباع اوامر سے روگردانی کر دی تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایک اور قوم لے آئے گا جو تمہاری بنسبت اللہ تعالیٰ کی زیادہ فرمانبردار اور طاعت شعار ہوگی۔ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ: پھر وہ تمہاری طرح انفاق فی سبیل اللہ میں بخل نہیں کریں گے اور وہ سب بخشش کرنے والے اور سخی ہوں گے۔

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ:...... اور وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: میں پہلی اور دوسری آیت میں حسن مقابلہ ہے۔ اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ: میں خاص کو عام کے بعد ذکر کیا گیا ہے، اس میں نکتہ تعظیم و اعتناء شان ہے۔ تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَهَا: میں استعارہ تبعیہ ہے، ترک قتال کو اوزار رکھ دینے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور الوضع سے تضع فعل سے مشتق ہے جو ترک اور انتہا کے معنی میں ہے بطور استعارہ تبعیہ کے۔ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ: میں مجاز مرسل ہے، جزو بول کر کل مراد لیا ہے۔ منًّا و...... وفداءً، اٰمَنُوۡا...... وَکَفَرُوۡا، الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ: میں طباق ہے۔ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ:...... میں مجاز عقلی ہے چوں کہ عزم کی نسبت امر کی طرف کی گئی ہے جب کہ عزم کی نسبت تو اہل عزم کی طرف ہوتی ہے، جیسے نهاره صائم. فَهَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ:...... میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے، اس لیے تو بیخ اور تشدید مزید مقصود ہے۔ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا: میں استعارہ تصریحیہ ہے۔ کفار کے دلوں کو مقفل دروازوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ لطیف استعارات میں سے ہے۔ فِیۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُهٗ ۚ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ: میں لفظ انہار کو مکرر لایا گیا ہے جو اطناب کی صورت ہے ایسا تشویق جنت کے لیے کیا گیا ہے۔ ارۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِهِمۡ: میں کنایہ ہے۔ ارتداد، ایمان کے بعد کفر سے کنایہ ہے۔ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ. وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ. وَاَعۡمٰۤی اَبۡصَارَهُمۡ...... الخ میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت کی گئی ہے۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمدللہ سورۂ محمد کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۴ جولائی ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ اجزا کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] التسہیل ۴/ ۵۰ [2] حاشیۃ الصاوی ۴/ ۸۹

سورۃ الفتح

تعارف:......یہ سورۂ مبارکہ بھی مدینہ ہے، اس میں بھی مدنی سورتوں کی طرح احکام، معاملات، عبادات اور اخلاقیات کو بیان کیا گیا ہے۔
سورۂ مبارکہ میں صلح حدیبیہ جو حضور نبی کریم ﷺ اور مشرکین کے درمیان طے پائی تھی پر بات کی گئی ہے، یہی صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ یوں مسلمانوں کی عزت، غلبہ، نصرت و تمکین شان تمام کو پہنچی اور لوگ دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١

سورۂ مبارکہ میں بیعت رضوان پر گفتگو کی گئی ہے، دراصل یہ صحابہ کرام کی جہاد فی سبیل اللہ پر بیعت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو بابرکت کیا اور اس کا ذکر جمیل قرآن مجید میں کیا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝١٨

تاہم اعراب میں سے کچھ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا پیچھے رہ گئے تھے اور منافقین میں سے بھی بعض لوگ جو رسول کریم ﷺ اور مومنین کے بارے میں بدگمانی رکھتے تھے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ میں نہیں نکلے تھے۔ چند آیات میں ان کی فضیحت کی گئی ہے اور ان کے باطنی خبث کو آشکار کیا گیا ہے:

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝١٥

سورۂ مبارکہ میں رسول کریم ﷺ کے ایک خواب کے متعلق بھی گفتگو ہوئی ہے جو آپ نے مدینہ منورہ میں دیکھا تھا، آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہو گئے۔ خواب یہ تھا کہ آپ ﷺ دیکھتے ہیں گویا آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ میں امن و سلامتی کے ساتھ مطمئن داخل ہو رہے ہیں، یہ سچا خواب متحقق ہوا اور آپ ﷺ مومنین کے ساتھ بنسبت عمرہ امن و سلامتی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝٢٧

سورۂ مبارکہ کے آخر میں رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثنائے خیر کی گئی ہے:

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝٢٩

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام سورۃ الفتح ہے اور پہلی آیت ہی میں فتح مبین کا ذکر ہے اسی مناسبت سے سورت کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١

فضیلت سورۂ مبارکہ:......رسول کریم ﷺ جب صلح حدیبیہ سے واپس جا رہے تھے تو واپسی میں یہ سورت آپ پر نازل ہوئی، نزول کے بعد آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١
اخرجہ الامام احمد۔

آيَاتُهَا ۲۹ (۴۸) سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱) رُكُوْعَاتُهَا ۴

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ ﴿۵﴾ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ
وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ
اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا
عَظِيْمًا ۧ ﴿۱۰﴾ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ ع
بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى
اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ
لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ
قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ
الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ
اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

ع ۲ النصف

ترجمہ:...... بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی ① تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے ② اور اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہو۔ ③ اللہ وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تا کہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے ④ تا کہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے تا کہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے ⑤ اور تا کہ اللہ منافق مردوں، منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان رکھنے والے ہیں، ان پر برائی کی مصیبت پڑنے والی ہے اور اللہ ان پر غصہ ہوا، ان پر لعنت کر دی اور ان کے لیے جہنم تیار کر دی اور برا ٹھکانہ ہے ⑥ اور اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے، حکیم ہے۔ ⑦ بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ⑧ تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو، اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ ⑨ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، سو جو شخص عہد توڑ دے گا اس کا توڑنا اسی کی جان پر ہوگا اور جو شخص اس عہد کو پورا کر دے جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو وہ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ ⑩ عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا، سو آپ ہمارے لیے استغفار کیجیے، وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ آپ فرما دیجیے: سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کے لیے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو اگر وہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے، ⑪ بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اور مؤمنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو ⑫ اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے ⑬ اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا' وہ بخش دے جسے چاہے' اور عذاب دے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ ⑭ جب تم اموال غنیمت لینے کے لیے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیے گئے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ تمہارے پیچھے چلیں، وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ آپ فرما دیجیے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو' اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے' سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا۔ ⑮ آپ ان دیہاتیوں سے فرما دیجیے جو پیچھے ڈال دیے گئے تھے کہ تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے، تم ان سے قتال کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے' سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا اس سے پہلے روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ ⑯ نابینا پر کوئی گناہ نہیں اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں' اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

لغات: اَلسَّكِيْنَةَ:...... سکون، اطمینان، ثبات۔ اَلسَّوْءِ: حزن وملال، مدد، دکھ۔ جوہری کہتے ہیں: ساء ہ سوءًا بالفتح ومساءۃً سرور کی ضد ناخوشی، اسم السوء ضمہ کے ساتھ اور دائرۃ السوء یعنی ہزیمت، شر تُعَزِّرُوْهُ: تم اس کی تعظیم کرتے ہو اور اس کی مدد کرتے ہو۔ اس سے اذیت کو دور کرتے ہو۔ حدود کے باب میں تعزیر کو بھی تعزیر اس لیے کہتے ہیں چوں کہ تعزیر فعل قبیح سے روکتی ہے۔ نَكَثَ: بیعت اور عہد توڑنا۔
بُوْرًا: ہلاک شدگان۔ جوہری: بُوْرًا کہتے ہیں: البور، فاسد مرد جو ہلاک ہو جائے اور اس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ قومًا بورًا بائر کی جمع ہے، ہار

فلان یعنی فلاں ہلاک ہوا۔ حَرَجٌ: گناہ۔

سببِ نزول: ...... ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کی طرف سفر کا ارادہ کیا تو مدینہ کے کچھ اعراب پیچھے رہ گئے، حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی ساتھ جانے کا مطالبہ کیا تھا، آپ نے عمرہ کے لیے احرام باندھا اور ہدی کو ہانکا، تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ آپ جنگ نہیں کرنا چاہتے، تاہم اعراب (دیہات کے لوگوں) نے سستی دکھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے اور طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ...... الآیۃ

فتح مبین

تفسیر: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا: ...... اے محمد! ہم نے تمہارے لیے مکہ فتح کرلیا اور یہ فتح کھلی فتح ہے اور ہم نے تمہارے دشمنوں پر کھلی فتح کا حکم لگا دیا ہے۔ فتح سے مراد فتح مکہ ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اس کا وعدہ کردیا اور ماضی کے صیغہ سے اسے تعبیر کیا ہے بوجہ اس کے تحقق کے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کو یہ بڑی زبردست بشارت دی گئی۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ فتح مکہ ہے اور یہ سورت حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر نازل ہوئی۔ سورۂ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتح کا وعدہ کردیا گیا ہے اور اس کے لیے ماضی کا لفظ لایا گیا ہے چنانچہ اخبار میں اللہ تعالیٰ کی یہی عادت ہے۔ نیز یہ خبر اپنے تحقق اور تیقن سے اتنی پختہ ہے گویا اس کا وجود ہوچکا۔ اس میں فتح کی عظمت شان اور اس کی فخامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔[1] لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ: اے محمد! تاکہ اللہ تعالیٰ وہ ساری باتیں جو ترک اولیٰ کے زمرے میں آتی ہیں انہیں معاف کردے۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ترک اولیٰ کو ذنب (گناہ) کا نام دیا گیا ہے آپ کے منصب جلیل کے پیش نظر۔[2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، اس میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔ نیز اس میں آپ کا شرف عظیم ہے چوں کہ آپ مطلقاً اکمل بشر ہیں اور دنیا وآخرت میں سید البشر ہیں آپ کے تمام امور طاعت، نیکی اور استقامت اعلیٰ مرتبہ کے تھے کہ اس مرتبہ کو آپ کے سوا کوئی پا ہی نہیں سکتا، نہ اولین میں سے اور نہ آخرین میں سے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار تھے تو اللہ نے آپ کو فتح مبین کی بشارت دی اور آپ کے اگلے پچھلے تمام قصور معاف کردیے۔[3]

وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ: ...... اور دین اسلام کی سربلندی سے اپنی نعمت کو تمہارے اوپر مکمل کردے گا۔ وَ یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا: اور آپ کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے گا جو آپ کو سیدھا جنت میں پہنچادے گا اور وہ راستہ دین اسلام کا راستہ ہے۔ وَّ یَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا: اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہاری زبردست مدد کرے گا اس میں عزت وغلبہ ہوگا، اللہ نے آپ کے لیے دنیا وآخرت کی عزت جمع کردی ہے۔ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ: اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں میں سکون واطمینان نازل کردیا ہے۔ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ: دلوں میں عقیدہ کے راسخ ہوجانے اور اللہ تعالیٰ پر توکل ہونے کے ساتھ تاکہ ان کا ایمان وتصدیق بڑھ جائے۔ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کے تمام کے تمام لشکر، فرشتوں، جنات، حیوانات، کڑک وبجلی، زلزلے، زمین میں دھنسا، غرق کے لشکر اور ایسے لشکر جن کا کوئی شمار نہیں اور نہ وہ مغلوب ہوسکتے ہیں وہ سب اللہ ہی کے لیے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے مسلط کردیتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ مشرکین پر صرف ایک فرشتہ بھیج دے ان کا کلی طور پر استیصال کرکے رکھ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جہاد مشروع کیا ہے چوں کہ اس میں حجت قاطعہ اور حکمت بالغہ ہے۔[4] اسی لیے فرمایا: وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا: یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے احوال سے باخبر ہے اور اپنی تقدیر وتدبیر میں حکیم ہے۔

---

[1] الکشاف ۴/۳۶۲ بعض مفسرین نے فتح سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے۔ [2] ابوالسعود ۵/۸۰ [3] ... [4] مختصر ابن کثیر ۳/۳۴۰، ۳۴۱

اللہ نے مومنین کے دلوں پر اطمینان اتارا

مفسرین کہتے ہیں: جن مومنین کے دلوں پر سکینہ نازل کی وہ اہل حدیبیہ ہیں، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ جنگ کرنے پر بیعت لی تھی جب کہ بیعت سے پہلے ایسی حالت پیش آئی تھی دلوں کو ہلا دینے والی تھی۔ وہ یہ کہ کفار نے آپ کو دخول مکہ سے روک دیا تھا اور صحابۂ کرام اپنا مقصود پورا ہونے کے بغیر ہی واپس لوٹ گئے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی ایمان سے رجوع نہیں کیا حالاں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو زبردست حالات سے کا سامنا کرنا پڑا تھا اور زبردست جھٹکے دیے گئے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کیا ہم مسلمان حق پر نہیں ہیں؟ اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں اتنی ذلت کیوں دکھا رہے ہیں؟ فرمایا: بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے...... الخ[1] لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا: تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی طاعت اور جہاد کی بدولت انہیں بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں داخل رہیں گے۔ وَيُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ: اور ان کی خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دے گا۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِيۡمًا: یعنی بہشتوں میں داخل کرنا اور گناہوں کا مٹانا بہت بڑی کامیابی اور سعادت ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور سعادت نہیں ہے۔ چوں کہ جنت کی نعمتوں کے بعد کوئی اور نعمت نہیں ہے۔ وَّيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ اہل نفاق اور اہل شرک کو عذاب دے۔ منافقین کو مشرکین پر اس لیے مقدم کیا ہے چوں کہ منافقین مشرکین کی بنسبت زیادہ خطرناک تھے اور ان کا ضرر زیادہ تھا۔

منافقین کے بُرے گمان

الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ: ...... جو اپنے رب کے بارے میں بہت برے گمان رکھتے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور مومنین کی مدد نہیں کرے گا۔ اور مشرکین ان سب کا صفایا کر دیں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ يَّنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِلٰٓى اَهۡلِيۡهِمۡ اَبَدًا (سورۃ الفتح، آیت ۱۲)

بلکہ تمہارا گمان ہے کہ پیغمبر اور مومنین اپنے گھر والوں کی طرف ہرگز واپس نہیں لوٹیں گے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین کا گمان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس نہیں جائیں گے اور نہ ہی آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کوئی۔[2] عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ: منافقین کے لیے بددعا ہے، مومنین کے لیے انہوں نے جس ہلاکت اور بربادی کی بدخواہی کر رکھی ہے وہی ان پر پڑے۔ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا: ہم نے دوزخ میں ان کے لیے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے اور یہی آگ اہل نفاق اور اہل ضلالت کا ٹھکانا ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: دشمنان اسلام کفار و منافقین سے انتقام لینے کی تاکید ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنود کا ذکر مکرر ہو چکا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے لشکر کبھی نزول رحمت کے لیے ہوتے ہیں اور کبھی عذاب کے لیے ہوتے ہیں۔ اولاً جنود کا ذکر ہوا وہ مومنین پر نزول رحمت کے بیان میں ہوا اور ثانیاً کفار پر عذاب نازل کرنے کے حوالہ سے بیان ہوا۔[3] وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا: اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت و سلطنت میں غالب و زبردست ہے اور اپنی کاریگری و تدبیر میں حکیم ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اولاً خلق و تدبیر کے معاملہ میں ذکر کی اور اس کے ذیل میں عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا: ذکر کیا۔ بلاشبہ اس میں حسن ترتیب کی انتہا ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے لشکر مومنین کی نصرت کے لیے نازل کرتا ہے اور عذاب کے لشکر کافروں کو ہلاک کرنے کے لے نازل کرتا ہے۔[4] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان جتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب رسالت سے سرفراز کیا ہے اور ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

---

[1] تفصیل صحیح بخاری اور سیرہ ابن ہشام میں دیکھ لی جائے۔ [2] تفسیر القرطبی ۱۶ / ۲۶۵ [3] التفسیر الکبیر ۲۸ / ۸۴ [4] الصاوی ۴ / ۹۲

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا:......اور آپ مومنین کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور کافروں کو دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ: اے لوگو! ہم نے پیغمبر کو بھیجا ہے تا کہ تم اپنے رب پر اور اپنے رسول پر ایمان لے آؤ جیسے کہ ایمان لانے کا حق ہے، پورے اعتقاد و یقین کے ساتھ ایمان ہو کہ اس میں شک وریب کا گزر نہ ہو۔ وَتُعَزِّرُوۡهُ: اور تا کہ تم پیغمبر کی تعظیم وتکریم کرو۔ وَتُوَقِّرُوۡهُ: اور تا کہ تم پیغمبر کی تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کا احترام کرو اور ان کے معاملہ کو جلیل القدر سمجھو۔ دونوں جملوں میں ضمیر منصوب کا مرجع حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا: اور تا کہ تم صبح وشام اپنے رب کی تسبیح و پاکی بیان کرو۔[1] تا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل جڑا رہے۔

بیعت رضوان کا مقام ومرتبہ

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ:......اے محمد! حدیبیہ میں جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت رضوان کر رہے ہیں، حقیقت میں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ آیت میں نبی کریم ﷺ کی تشریف وتعظیم ہے چوں کہ بیعت رسول کو بیعت رب تعالیٰ کے بمنزلہ اتارا ہے چوں کہ پیغمبر ﷺ اللہ تعالیٰ کے سفیر اور معبر ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں بیعت سے مراد مقام حدیبیہ میں ہونے والی بیعت رضوان ہے جب صحابہ کرام نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر مر مٹنے کی بیعت کی تھی جیسا کہ شیخین نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ اور اسے بیعت رضوان کا نام دیا گیا، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

لَقَدۡ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ يُبَايِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ (سورۃ الفتح، آیت ۱۸)

اللہ تعالیٰ مومنین سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہے

يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ:......ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہے اور ان کے اقوال سنتا ہے، ان کی جگہ دیکھ رہا ہے، ان کی ظاہری اور باطنی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کی واسطہ سے خود اللہ تعالیٰ بیعت لینے والا ہے۔[2] علامہ زمخشری کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ پیغمبر کا ہاتھ جو بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں کے اوپر ہے، وہ اللہ کا ہاتھ ہے اور معنی ہے: جس نے پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء: آیت ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ:......جس نے بیعت توڑ دی اس کے توڑنے کا وبال اور ضرر اسی پر پڑے گا۔ چوں کہ اس نے اللہ کے عہد و میثاق کو توڑ کر اپنے آپ کو ثواب سے محروم کیا اور عذاب لازم کر دیا۔ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيۡهُ اللّٰهَ: جس شخص نے عہد پورا کر دیا۔ فَسَيُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا: اللہ تعالیٰ اسے ثواب عظیم عطا فرمائے گا اور وہ جنت ہے۔

منافقین کے حیلے بہانے

سَيَقُوۡلُ لَكَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ:......اے محمد! مدینہ کے دیہاتیوں میں سے حدیبیہ کے موقع پر جو منافقین پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ نکلے نہیں ہیں وہ آپ سے کہیں گے۔ شَغَلَتۡنَاۤ اَمۡوَالُنَا وَاَهۡلُوۡنَا فَاسۡتَغۡفِرۡ لَنَا: چوں کہ ہم اپنے اموال واولاد میں مشغول رہے اس لیے آپ کے ساتھ نکلنے سے قاصر رہے، اب آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں۔ چوں کہ پیچھے رہ جانا ہمارے اختیار سے نہیں تھا بلکہ

[1] دوسرے قول کے مطابق ضمیر تمام جملوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۳۴۲

ہماری اضطراری کیفیت تھی۔ تسہیل میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے پیچھے رہ جانے والوں کو مخلفین کا نام دیا ہے۔ لانهم تخلفوا عن غزوة الحديبية. چوں کہ وہ غزوہ حدیبیہ سے پیچھے رہے اور مجاہدین کے ساتھ شریک نہیں ہوئے اور اعراب سے مراد عرب کے اہل دیہات ہیں۔ رسول کریم ﷺ مکہ کی طرف عمرہ کی نیت سے نکلے تھے اور اعراب نے سمجھا رسول کریم ﷺ قریش اور دوسرے قبیلوں جیسے دشمنوں کا سامنا کرنے جا رہے ہیں، انہیں گمان ہوا کہ آپ اور مومنین اس سفر سے واپس نہیں لوٹیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان بدخواہوں کو اس سورت مبارکہ میں ذلیل و رسوا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ان کے مدینہ واپس پہنچنے سے پہلے ہی ان کی باتوں سے آگاہ کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ لوگ معذرت کرنے میں جھوٹے ہیں۔[1] يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ: ان کے منہ کی کہی ہوئی باتیں ان کے دلوں کی باتوں کے برخلاف ہوتی ہیں، یہی تو نفاق محض ہے۔ معذرت کرنے میں جھوٹے ہیں اور طلب استغفار کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی، چوں کہ وہ یہ بات نمود و نمائش کے لیے کرتے ہیں جو صدق و توبہ کے بغیر ہے۔ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا: آپ ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دیجیے: اللہ کی مشیت اور اس کی قضا سے کس نے تمہیں روکا اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی ایسے امر سے ملحق کرنا چاہتا ہے جو تمہارے لیے باعث ضرر ہو جیسے شکست وغیرہ، یا ایسے امر سے ملحق کرنا چاہتا ہو جس میں تمہارا نفع ہو جیسے مدد و نصرت اور مال غنیمت؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین نے سوچا کہ پیچھے رہ جانے سے ان کی مصیبت ٹل جائے گی اور انہیں نفع حاصل ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کر دیا اور ان کا خیال دھرا کا دھرا رہا۔ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا: معاملہ ایسا نہیں جیسا تمہارا زعم ہے بلکہ تمہارے دلوں میں جو کذب و نفاق ہے اللہ تعالیٰ اس پر آگاہ ہے۔

منافقین کے دلوں کا راز

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے رازوں کو ظاہر کر دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا: بلکہ اے منافقین تمہارا گمان ہے کہ محمد اور اس کے اصحاب مدینہ ہرگز نہیں لوٹیں گے۔ وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ: ان کے دلوں میں گمراہی آراستہ کر دی گئی ہے۔ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ: اور تم گمان کرتے تھے کہ قتل سے مسلمانوں کا استیصال کر دیا جائے گا اور ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آئے گا۔ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا: اور تم اللہ کے ہاں ہلاک شدگان ہو، اس کے عذاب و عتاب کے مستحق ہو چکے ہو۔ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ: اور پیچھے رہ جانے والوں کا حال بیان کیا، ان کے ظن فاسد کی بات ہوئی کہ ظن فاسد کفر تک پہنچا دیتا ہے پھر عمومی طور پر انہیں توبہ اور ایمان پر ابھارا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچائی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا۔ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا: ہم نے کافروں کے لیے سخت شعلہ زن آگ تیار کر رکھی ہے۔ یہ منافقین کے لیے وعید ہے۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ: جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لیے ہے، اس سب میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے رحمت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ منافقین نے طلب استغفار کی استدعا کی تھی آیت میں ان کی تمام تر امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا ہے۔ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا: عمرہ حدیبیہ میں جو لوگ جان بوجھ کر پیچھے رہے اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ نہیں گئے وہ اس وقت کہیں گے جب تم خیبر کے مال غنیمت کو حاصل کرنے جاؤ گے۔ ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ: ہمیں چھوڑ نا ہم تمہارے ساتھ خیبر جائیں گے تاکہ تمہارے ساتھ مل کر جنگ لڑیں گے۔

خیبر کا مال غنیمت صرف اہل حدیبیہ کے لیے ہے

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ: ...... وہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو بدلنا چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل حدیبیہ کے ساتھ کیا تھا کہ فتوحات خیبر سے حاصل ہونے والی غنیمتیں اہل حدیبیہ کے لیے مخصوص ہیں، ان میں کوئی اور شریک نہیں ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے خیبر کی غنائم اہل حدیبیہ کے لیے فتح مکہ کے عوض مخصوص کر دی تھیں چوں کہ مسلمان صلح کر کے حدیبیہ سے واپس چلے گئے تھے۔ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا: آپ منافقین سے کہہ

---

[1] التسہیل ۴/ ۵۲

دیجیے: تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاسکتے چوں کہ خیبر کی غنیمت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ: یہی حکم اللہ تعالیٰ نے نازل کردیا ہے کہ خیبر کی غنیمت ان مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ اور وہاں سے ہمارے لوٹنے سے پہلے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا: تم یہ بھی کہہ گزرو گے کہ یہ اللہ کا حکم نہیں ہے بلکہ تم مال غنیمت میں ہمیں شریک کرنے پر حسد کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے کہا: بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا: بلکہ حقیقت یہ ہے کہ منافقین بہت کم سمجھتے ہیں اور ان کی قلیل سمجھ کا مدار بھی غنائم اور امور دنیا ہیں۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ: ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے (بار بار یہ اسم دہرایا جارہا ہے اس سے اس کی شناعت اور مذمت کا اظہار مقصود ہے) تمہیں عنقریب ایک سخت قوم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی جائے گی۔ اور وہ قوم قبیلہ بنوحنیفہ ہے جو کہ مسلیمہ کذاب کی قوم ہے اور وہ مرتد ہوگئے تھے۔ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ: یا تم ان سے قتال کرو گے یا وہ تمہارے دین میں بدون قتال کے داخل ہوجائیں گے۔ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا: اگر تم اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مان لو اور لڑنے کے لیے نکل پڑو تو اللہ تمہیں غنیمت عطا کرے گا، تمہیں کامیاب وکامران کرے گا، دنیا میں تمہاری مدد ہوگی اور آخرت میں جنت ملے گی۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا: اگر تم (دوبارہ) جہاد میں جانے سے جان بوجھ کر پیچھے رہے جیسے حدیبیہ کو موقع پر پیچھے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں دردناک والمناک عذاب دے گا۔

ترکِ جہاد کے اعذار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے اعذاء کا ذکر کیا ہے جن میں ترک جہاد کی اجازت ہے۔ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ: ان لوگوں کے جہاد میں ترک خروج پر کوئی گناہ نہیں چوں کہ ان میں بظاہر عذر پایا جاتا ہے اور یہ معذورین ہیں۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: جو شخص اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مانتا ہے اللہ اسے بہشتوں میں داخل کرے گا اور ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہے گا۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا: اور جس نے بلا عذر جہاد سے جی چرایا اللہ تعالیٰ اسے شدید عذاب دے گا، دنیا میں اس کی ذلت ورسوائی ہوگی اور آخرت میں اسے دوزخ کے عذاب میں جلنا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ
اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾
سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ
وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَــــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ

رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ
قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ
التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا ع ۹ ۱۱
بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ
مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع ۴ ۱۲

ترجمہ:...... بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔ ﴿۱۸﴾ اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۹﴾ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے سر دست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تا کہ یہ اہل ایمان کے لیے نمونہ ہو جائے اور تا کہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے ﴿۲۰﴾ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطۂ علمی میں لیے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۱﴾ اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں تو پشت پھیر لیتے پھر نہ کوئی کارساز پائے اور نہ کوئی مددگار۔ ﴿۲۲﴾ یہ پہلے سے اللہ کا دستور رہا ہے۔ اور اے مخاطب تو اس کے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا۔ ﴿۲۳﴾ اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔ ﴿۲۴﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکا ہوا رہ گیا' اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا' اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بے خبری میں ضرر پہنچ جاتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے یہ مسلمان مرد و عورت جدا ہو جاتے تو ہم ان کو دردناک عذاب دیتے جو اہل مکہ میں سے کافر تھے۔ ﴿۲۵﴾ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ﴿۲۶﴾ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، ان شاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سروں کو مونڈنے والے ہوں گے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہوں گے، تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا' سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرما دی ﴿۲۷﴾ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر

دے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ ۲۸ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب! تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجود میں ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کو تلاش کرتے ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں۔ ان کی یہ مثال توریت میں ہے اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیت ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہوگئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

ربط اوپر کی آیات میں منافقین کا ذکر ہوا جو حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ جان بوجھ کر شریک نہ ہوئے اور حیلے بہانے تراش کر پیچھے مدینہ ہی میں پڑے رہے، پھر مومنین مجاہدین کی بیعت رضوان کا ذکر ہوا جو کہ رب تعالیٰ کی رضا کی مہر کی حیثیت رکھتی ہے اور آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثنائے جمیل ہے۔

لغات: أَظْفَرَكُمْ: ...... تمہیں سربلندی دی، برتری دی، کسی چیز سے کامیاب ہونا، اس پر غلبہ پانا۔[1] مَعْكُوفًا: اسی سے اعتکاف ہے بمعنی قید کیا ہوا۔ مَعَرَّةٌ: عیب، خارش سے ہونے والی تکلیف ومشقت۔ العر: خارش۔ تَزَيَّلُوا: تم امتیاز رکھو۔ الْحَمِيَّةَ: غیرت، غصہ۔ سِيمَاهُمْ: ان کی علامات۔ شَطْئَهُ: الشطء: کونپل۔ جوہری کہتے ہیں: شطء الزرع والنبات: یعنی فصل اور سبزے کی کونپل جمع اشطاء ہے۔[2] آزَرَهُ: اسے مضبوط کیا، اس کی مدد کی اور اسے سخت بنایا۔

سبب نزول: ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ کے اسی (۸۰) آدمیوں کے لگ بھگ مقام تنعیم کی طرف سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسلحہ اٹھائے ہوئے آئے اور وہ معاہدہ توڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دفاع کیا اور ان کے ارادے خاک میں ملا دیے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾

بیعت رضوان کا سبب

تفسیر: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ: ...... لام قسم محذوف کے مقام میں ہے، یعنی اللہ کی قسم! اے محمد! اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوگیا جب انہوں نے آپ کے دست اقدس پر مقام حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی۔

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اس بیعت کا سبب یہ تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغرض عمرہ مقام حدیبیہ میں پہنچے تو آپ نے اہل مکہ کو خبر دینے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر بھیجا کہ ہم محض عمرہ کی غرض سے آئے ہیں اور جنگ کا کوئی ارادہ نہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ نے قتل کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرمٹنے پر بیعت لی کہ ہم مکہ میں اب جنگ کی نیت سے داخل ہوں گے۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں، جب اہل مکہ کو بیعت کی خبر ہوئی تو وہ کافی مرغوب ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ صلح کی کوشش شروع کر دیں، تاہم صلح کے اہم نکات یہ تھے کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور مکہ میں صرف تین دن قیام کریں اور پھر واپس چلے جائیں۔ اہل مکہ کے ساتھ صلح کے بعد مسلمان حزین و غمگین واپس لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی کے لیے یہ سورت حدیبیہ سے واپسی کے بعد نازل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتھ پر بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ سو تھی، انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوتی لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ ...... الآیۃ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی سچائی اور وفاداری کو اس وقت معلوم کر لیا جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دشمن سے لڑنے کی بیعت کر لی۔

---

[1] البحر ۸/۲۸۸ [2] الصحاح للجوہری

نزول سکینہ اور فتح خیبر

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ :...... اللہ تعالیٰ نے ان کو بیعت کے وقت سکون قلب اور اطمینان عطا کیا۔ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا: اللہ تعالیٰ نے ان کو بیعت رضوان کے بدلہ میں فتح خیبر عطا کی، اور اس کی فتح کے ضمن میں دوسرے فوائد بھی نصرت وغلبہ، مال غنیمت اور آخرت کا اجر وثواب عطا کیا۔ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا: خیبر کی فتوحات سے حاصل ہونے والی غنیمتیں جو ان کے قبضہ میں آئیں اللہ تعالیٰ نے وہ سب ان کو عطا کر دیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے مراد وہ تمام امور جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ پر جاری کیے مثلاً دشمن کے ساتھ مسلمانوں کی صلح، فتح خیبر سے حاصل ہونے والی غنیمتیں، مختلف ممالک کی فتوحات پھر دنیا و آخرت میں مسلمانوں کو ملنے والی عزت ونصرت اور سربلندی۔ [1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے اور اپنی تدبیر وکاریگری میں حکیم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دشمن پر تمہیں فتح دی اور تمہاری نصرت فرمائی اور ان کی سرزمین، غنیمت اور ان کے اموال اور درودیار کا تمہیں مالک بنا دیا۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا: اے مومنین کی جماعت! تمہارے جہاد اور صبر پر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کثیر فتوحات اور غنائم کا وعدہ کر دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے تا قیامت کی غنیمتیں مراد ہیں۔ [2]

بحر میں لکھا ہے: اسلام کی فتوحات کا دائرہ بڑا وسیع رہا ہے، مسلمانوں نے بے شمار فتوحات حاصل کیں جن کے ضمن میں بے شمار و بے حساب غنیمتیں ہاتھ لگیں، مشرق ومغرب کی غنیمتیں مسلمانوں نے سمیٹی ہیں، یہاں تک کہ ہندوستان وسوڈان تک کے علاقے فتح کیے اور غنائم حاصل کیں۔ ان فتوحات سے اللہ تعالیٰ کے وعدے کی تصدیق ہوتی ہے۔ شاہان غانہ میں سے ایک بادشاہ ہمارے پاس آیا اس نے افریقہ کی پچیس سے زائد مملکتیں فتح کر رکھی تھیں اور ان علاقوں کے لوگوں نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا، اور بعض شاہان نے اس کے ساتھ حج بھی کیا۔ [3] فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں خیبر کی غنیمتیں بغیر کسی سخت مشقت وقتال کے عطا کر دیں۔ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھوں کو روک دیا کہ وہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچاتے۔ مفسرین کہتے ہیں: اس سے اہل خیبر اور ان کے حلیف قبیلے بنو اسد اور بنو عطفان مراد ہیں، وہ بھی اہل خیبر کی نصرت کے لیے آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: تا کہ غنائم، فتح مکہ اور مسجد حرام میں دخول واضح علامت بن جائے اور تم اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو پہچان سکو۔ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا: اور تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے جو جنت کی نعمتوں تک پہنچانے والا ہو اور یہ راستہ اللہ تعالیٰ جہاد اور اخلاص سے دکھائے گا۔

فتح اور غنیمت اصل بدلے کا کچھ حصہ ہے

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو فتوحات اور غنائم عطا کی ہیں یہ کل ثواب نہیں ہیں بلکہ اصل بدلہ تو آگے آیا چاہتا ہے، یہ تو بدلے کا کچھ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیشتر دنیا میں تمہیں دے دیا ہے تا کہ تم اس سے نفع اٹھاؤ اور بعد میں آنے والوں کے لیے علامت بن جائے جو اللہ کے وعدہ کے سچے ہونے پر دلالت کرے۔ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا: ایک اور غنیمت بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسان کر دی ہے، تم اپنی قدرت سے اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وہ غنیمت تمہیں عطا کر دی۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے اپنی قابو میں کر لیا ہے اور تمہیں ہبہ کر دے گا۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی چیز کو چاروں اطراف سے گھیر رکھا ہو اور وہ کہیں جا نہ سکتی ہو۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اسے کوئی چیز بھی عاجز نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی نصرت اور دشمنوں کی ہزیمت پر قادر ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے: دوسری غنیمت اور متعین فتح جو تمہارے بس میں نہیں تھی اللہ نے وہ تمہارے لیے آسان کر دی اور اسے اپنے احاطہ میں لے لیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ یہ نعمت اپنے

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۴۵ [2] تفسیر القرطبی ۱۶/۲۷۸ [3] التفسیر الکبیر ۲۸/۹۶

بندوں کو عطا کرے گا جس کا انہیں گمان بھی نہیں تھا۔ آیت کریمہ میں نعمت سے مراد فتح مکہ ہے اور یہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کی مختار تفسیر ہے۔[1] وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ: دوسری نعمت کے ذکر کے بعد مومنین کو ایک یاد دہانی کرائی جارہی ہے کہ اگر اہل مکہ تمہارے ساتھ جنگ کریں اور تمہاری ان کے ساتھ صلح نہ ہو پائے وہ مغلوب ہو جائیں گے اور تمہارے سامنے سے شکست کھا کر بھاگ جائیں گے اور ٹھہر نہیں سکیں گے۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا: پھر وہ کسی ایسے آدمی کو نہیں پائیں گے جو ان کی رکھوالی کر سکے اور اللہ کے عذاب سے بچنے میں ان کی مدد کر سکے۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ: یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو پہلی امتوں سے چلا آرہا ہے یعنی کافروں کو شکست دینا اور مومنین کی مدد کرنا۔ بحر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا و اولیا کے لیے قدیم سے دستور قائم کر رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے اس دستور کی اشارہ ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ: اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا: اللہ تعالیٰ کے دستور میں تغیر و تبدیل نہیں ہوتا۔

اللہ نے کفار مکہ کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ:...... اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی قدرت اور تدبیر سے کفار مکہ کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا جیسے حدیبیہ میں تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا اور یہ جگہ شہر حرام سے قریب تھی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان جتلایا جارہا ہے اپنے مومن بندوں پر، جب مشرکین کے ہاتھوں کو ان سے روک لیا چنانچہ مشرکین مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور مومنین کے ہاتھ بھی مشرکین سے روک لیے چنانچہ مسجد حرام کے پاس ان سے قتال نہیں کیا بلکہ دونوں فریق محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان صلح کی فضا پیدا کر دی، اس میں مومنین کی بھلائی تھی اور دنیا و آخرت میں ان کے لیے اچھا انجام تھا۔[2] مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ: اس کے بعد کہ جب تم نے ان کو قیدی بنا لیا اور انہیں اپنے قابو میں کر لیا۔ جلال کہتے ہیں: اسی مشرکین مسلمانوں کے معسکر کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے تاکہ کہیں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں، تاہم مسلمانوں نے بڑی ہوشیاری سے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا اور آزاد بھی کر دیا۔ یہی واقعہ صلح کا سبب بنا۔[3] التسہیل میں لکھا ہے: روایت ہے کہ قریش کے چند نوجوانوں کی ایک جماعت حدیبیہ کی طرف نکلی تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں گھس کر فساد برپا کر دیں، تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ایک دستہ کے ساتھ ان کی خبر لینے بھیجا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں شکست دی اور ان میں سے چند کو گرفتار بھی کر لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا۔ گویا یوں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ہاتھوں کو روک لیا اور انہیں شکست دی اور قیدی بنائے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں کو کفار سے روک دیا یعنی قیدی جو لائے گئے تھے انہیں چھوڑ دیا اور وہ قتل سے محفوظ رہے۔[4]

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا:...... اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال و احوال کو بخوبی دیکھتا ہے، جس چیز میں تمہاری مصلحت ہے اسے بھی جانتا ہے۔ اسی لیے تمہیں کافروں سے روک دیا اور تمہارے اوپر رحمت کی۔ نیز بیت اللہ کی حرمت کا لحاظ بھی تھا تاکہ اس میں خونریزی نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مشرکین ہلاکت، عذاب اور تباہی کے مستحق تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: یہی وہ کفار قریش ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے اللہ اور اللہ کے رسول کا انکار کرنے والے ہیں، انہوں نے ہی حدیبیہ والے سال مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور مناسک عمرہ ادا نہیں کرنے دیے۔ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ: بیت اللہ کی نذر کیے گئے جانوروں کو بھی روک دیا گیا یعنی ہدی کے جانور جو حرم میں ذبح کرنے کے لیے لائے گئے تھے مشرکین نے وہ بھی حرم میں نہ جانے دیے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی قریش نے مسلمانوں کو حدیبیہ والے سال مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے احرام باندھا لیکن آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔ مشرکین ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن قومی عصبی بے جا جذبہ اور جاہلی غیرت نے انہیں ایسا کرنے پر اکسایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبیخ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمدردی کا پہلو ڈال دیا۔[5]

---

[1] البحر المحیط ۸/ ۹۷۔ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۴۶ [3] التسہیل ۴/ ۵۴۔ [4] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۱۷۶

حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ:...... اگر مکہ میں کمزور مسلمان مرد وعورت نہ ہوتے جنہوں نے مشرکین کے خوف سے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا۔ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ: تم انہیں متعین کر کے نہیں جانتے چوں کہ وہ مشرکین کے ساتھ مخلوط ہیں۔ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ: اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم ان کے ایمان سے لاعلم رہ کر انہیں قتل کر دیتے، ان کے قتل کی وجہ سے تمہارے اوپر گناہ اور عیب ہوتا۔ لولا کا جواب محذوف ہے اور تقدیری عبارت کا حاصل یہ ہے: تو اللہ تعالیٰ تمہیں مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتا اور تمہیں مشرکین پر مسلط کر دیتا۔ صاوی کہتے ہیں: لولا کا جواب محذف ہے اور جلال نے اس کی تقدیری عبارت یوں بیان کی ہے: تمہیں مکہ فتح کرنے کی اجازت دے دیتا، آپ کا معنی ہے: اگر یہ بات ناپسند نہ ہوتی کہ تم کافروں میں پھنسے کمزور مسلمانوں کو ہلاک کر دو گے درآں حالیکہ تم ان سے ناواقف ہو تو ان کو ہلاک کرنے کے بدلہ میں تمہیں کڑی آزمائش سے گزرنا پڑتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا۔[1] تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح مکہ کی اجازت دے دیتا۔ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لیے کیا تا کہ کمزور مسلمانوں کو مشرکین کے درمیان سے نجات دے دے اور ان میں سے اکثر اسلام کی طرف لوٹ جائیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں مشرکین کے ساتھ لڑنے کی اجازت نہیں دی تا کہ صلح ہو جانے کے بعد اہل مکہ میں سے جس نے تقدیر میں اسلام قبول کرنا ہے وہ اسلام قبول کر لے، چنانچہ بہت سوں نے اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام اچھا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور جنت میں داخل کیا۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا: ہاں البتہ اگر وہ جدا ہوتے ایک دوسرے کی تمیز کر دیتے اور کافروں سے الگ ہو جاتے تو ہم کفار کو سخت سزا دیتے، وہ قتل کیے جاتے، قیدی بنا لیے جاتے اور جلاوطن کر دیے جاتے۔

کفار کی جاہلی غیرت وعصبیت

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ:...... جب کافروں کے دلوں میں جاہلی غیرت وعصبیت داخل ہوگئی اور باطل پر غرور ان کے دل میں آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے معاہدہ نامہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''لکھنا چھوڑ دیا اور محمد رسول اللہ بھی انہیں گوارا نہ ہو سکا اور کہنے لگے: اگر ہمیں تمہارے رسول اللہ ہونے کا یقین ہوتا ہم تمہاری اتباع کر لیتے لیکن تم اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھو۔ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ: جو کہ نری جاہلیت کی حمیت اور جاہلی عصبیت تھی۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور وقار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے دلوں میں ڈال دیا اور ان پر جاہلی عصبیت کا کوئی اثر نہیں ہوا، جیسے کہ مشرکین کو جاہلیت کی عصبیت نے زیر کر لیا تھا۔ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى: اور ان کے لیے کلمہ تقویٰ کو اختیار کیا اور وہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے، یہ جمہور کا قول ہے۔ بظاہر کلمہ تقویٰ سے مراد مسلمانوں کا اخلاص، طاعت اور طاعت رسول ہے، اور جب صلح کے دفعات لکھے جا رہے تھے اس وقت مسلمانوں کا عصائے طاعت نہ توڑنا۔ بظاہر یہ صلح مسلمانوں کے حقوق کے سراسر خلاف تھی، اللہ تعالیٰ نے مومنین کو طاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ثابت قدم رکھا، اس صلح میں آخر کار ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے لیے بھلائی ہی بھلائی تھی۔ وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا: مسلمان کفار کی بنسبت اس فضیلت کے زیادہ حق دار تھے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی دین اور صحبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا: اللہ تعالیٰ اس فضیلت کے اہل کو بخوبی جانتا ہے، اللہ نے اسے خیر وتکریم کے ساتھ مخصوص کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا خواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کا ذکر کیا ہے، یہ برحق خواب ہے چوں کہ یہ وحی کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] الصاوی ۴/ ۹۸

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ: ...... لام مقام قسم میں ہے اور قد برائے تحقیق ہے یعنی اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے خواب کو سچ اور محقق کر دکھایا، اس میں شیطان نے دخل نہیں دیا چوں کہ یہ حق خواب تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے، آپ نے بیت اللہ کا طوف کیا، پھر بعض صحابہ سر مونڈ دیے اور بعض نے بال ترشوائے، آپ نے صحابہ کو خواب سنایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سن کر خوش ہو گئے، چنانچہ جب آپ مقام حدیبیہ میں پہنچے تو مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر صلح کا واقعہ پیش آیا۔ منافقین نے یہاں بھی شکوک و شبہات کا اظہار کیا، کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم نے حلق اور قصر نہیں کروایا اور نہ ہی بیت اللہ کو دیکھا بھلا یہ خواب کیسا ہوا؟ بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس بارے میں کچھ تردد سا آ گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ پیغمبر علیہ السلام کا خواب حق و سچ تھا اور آپ نے خواب میں جو کچھ دیکھا سچ بتایا جھوٹ نہیں بولا، لیکن خواب میں یہ بات متعین نہیں تھی کہ ۶ ہجری میں مکہ مکرمہ عمرہ کے لیے جائیں گے، آپ نے تو صرف مکہ میں داخل ہونے کی مجرد صورت دیکھی تھی، تاہم آئندہ سال اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا۔ آگے اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ: ...... اے محمد! تم اور تمہارے اصحاب ضرور مسجد حرام میں اللہ کی مشیت کے مطابق۔ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ: تم مسجد حرام میں دخل ہو گئے درآں حالیکہ تم دشمن سے امن میں ہوں گے اور امن و سلامتی کے ساتھ مناسک عمرہ ادا کرو گے، پھر تم میں سے بعض اپنے سروں کو مونڈیں گے اور بعض قصر کریں گے۔ لَا تَخَافُوْنَ: بے خوف و خطر، پہلے اٰمنین کہہ دیا اور اب لَا تَخَافُوْنَ: فرمایا اس میں تکرار نہیں ہے چوں کہ حرم میں داخلہ کے وقت، حرم میں ٹھہرے رہتے اور حرم سے باہر نکلنے کے وقت امن و سلامتی مراد ہے۔ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا: صلح میں اللہ تعالیٰ نے جو حکمت، خیر اور مصلحت رکھی ہے وہ صرف اللہ کو معلوم ہے تمہیں نہیں معلوم۔[1] ابن جزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس مدت کے دوران اسلام کا جو غلبہ مقدر کر رکھا تھا وہ مراد ہے، چنانچہ جب صلح منعقد ہوئی، جنگ کا ماحول ختم ہوا تو لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ چنانچہ غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ تھے اور دو سال بعد جب مکہ فتح کرنے والے تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا: اس سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیشگی فتح دے دیا اور وہ صلح حدیبیہ ہے۔

بیعت رضوان عظیم فتح ہے

صلح حدیبیہ کو فتح کہا گیا ہے چوں کہ اس پر جلیل القدر اثرات اور عمدہ انجام مرتب ہوا، اسی لیے بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ ”تم فتح مکہ کو فتح کہتے ہو جب کہ فتح مکہ بھی ایک فتح ہے لیکن ہم حدیبیہ کے موقع پر ہونے والی بیعت رضوان کو عظیم فتح کہتے ہیں۔“[2]

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ: اللہ عزوجل نے محمد کو ہدایت کاملہ اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ: تاکہ تمام ادیان پر اسلام کو سربلندی عطا فرمائے اور تمام آسمانی شرائع پر اسے برتری دے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا: اور اللہ تعالیٰ اس بات پر بطور گواہ کافی ہے کہ محمد اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد اصحاب رسول کی ثنائے جمیل ہے اور رسول کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ: یہ پیغمبر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد ہے یہ اللہ کے برحق رسول ہیں، ایسا نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ: اور پیغمبر کے اصحاب ابرار و اخیار کافروں پر نہایت سخت ہیں اور آپس میں ہمدرد و رحم دل ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ مومنین پر نہایت نرم دل اور کافروں پر نہایت گراں و سخت ہیں (سورۃ المائدہ، آیت ۵۴)

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جو شخص ان کے دین کی مخالفت کرتا ہے اس کے مقابلے میں سختی اور تصلب دکھاتے ہیں اور دین میں جوان کے موافق ہوتا ہے اس کے لیے نرمی اور ہمدردی کرتے ہیں۔[3] مفسرین کہتے ہیں: یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مسلمانوں کو سختی کا حکم دیا ہوا ہے جیسا کہ

---

[1] التسہیل لعلوم التنزیل ۴/۵۶ [2] الحدیث اخرجہ البخاری [3] ابو السعود ۵/۸۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً: چاہیے کہ کفار تمہارے اندر سختی پائیں، چنانچہ مسلمانوں کی کفار کے او پر سختی یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ مسلمان کافروں کے کپڑوں سے بھی بچتے تھے کہ وہ ان کے جسموں کو نہ چھونے پائیں اور آپس کی محبت اور رحم دلی کا یہ عالم تھا کہ جب ایک صحابی اپنے مسلمان بھائی کو دیکھتا اس سے مصافحہ کرتا اور فرط محبت میں اس سے لپٹ جاتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم رات کے وقت راہب اور دن میں شیر لگتے تھے

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا:......اے سامع! تم انہیں کثرت عبادت، نماز کی وجہ سے رکوع وسجدہ میں دیکھو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم رات کے وقت راہب لگتے ہیں اور دن کے وقت شیر ہوتے تھے۔ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا: اور وہ اپنی عبادت سے اللہ کی رحمت اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کثرت نماز سے صحابہ کا وصف بیان کیا چوں کہ یہ خیر الاعمال ہے، پھر اخلاص کا وصف بیان فرمایا اور پھر اعمال سے ان کی ثواب کی نیت اللہ کی رضامندی ہوتی ہے اور ثواب، جنت ہے جو اللہ کے فضل اور اس کی رضا پر مشتمل ہے۔[1] سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ: ان کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ کثرت سجود اور کثرت نماز کی وجہ سے ان کی جبینوں پر نشان ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سحر گاہی اور تہجد کی علامات ان کے چہروں پر دمک رہی ہیں۔ ابن جریج کہتے ہیں: یہ علامت وقار و سنجیدگی اور رونق ہے جو چہروں سے ٹپکتی ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد خشوع اور تواضع ہے۔ منصور کہتے ہیں: میں نے فرمان باری تعالیٰ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ: کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: کیا اس سے مراد وہ نشان ہے جو دونوں آنکھوں کے درمیان جبین پر نمایاں ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایسا نہیں، بسا اوقات تو یہ نشان بکری کے گھٹنوں کے نشان کی طرح کسی آدمی کے ماتھے پر عیاں ہوجاتا ہے جب کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سنگ دل ہوتا ہے، لیکن اس علامت سے مراد وہ نور ہے جو خشوع وخضوع کی وجہ سے نمایاں ہوجاتا ہے۔[2] ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ: صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ اوصاف تورات میں بھی ثبت ہیں کہ وہ کافروں پر کوہِ گراں ہیں، آپس میں شیر وشکر ہیں اور نماز وسجود کی کثرت سے ان کے چہرے نور سے دمک رہے ہوں۔

انجیل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ:......انجیل میں ان کی مثال یہ بیان کی گئی ہے: جیسے کھیت میں کاشت کیا ہوا بیج جو زمین سے اپنی کونپل نکال دیتا ہے۔ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ: پھر اسے مضبوط کیا یہاں تک کہ اس کا تنا موٹا ہوگیا۔ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ: پھر کھیتی تنے کے بل بوتے پر کھڑی ہوگئی۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ: کھیتی کو کاشتکار دیکھ دیکھ کے خوش ہوتے ہیں، چنانچہ کھیتی اپنی قوت، مضبوطی، حسن منظر سے خوبصورت سماں باندھ دیتی ہے یہ سب ترقی اس لیے تاکہ کفار کے دل جلیں۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مثال غایت بیان کے درجے پر ہے۔ چنانچہ کھیتی سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کونپل سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو قلیل تعداد میں تھے وہ کثیر ہوگئے اور جو کمزور تھے وہ طاقتور ہوگئے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بیان فرمائی ہے یعنی وہ ابتدا میں قلیل تھے پھر ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دعوت کی ابتدا کی تو آپ نے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں کی، تاہم ایک کے بعد ایک آپ کی دعوت کو قبول کرتے گئے یہاں تک کہ آپ کا معاملہ قوی اور مضبوط ہوتا گیا۔ جیسے بوئے ہوئے بیج سے اگنے والی کونپل نہایت کمزور سی ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ پختہ ہوتی جاتی ہے اور اس کا تنا مضبوط ہوجاتا ہے اور اپنے سہارے کھڑا رہتا ہے۔ یہ مثال نہایت صحیح اور بیان میں قوی تر ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا: اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ آخرت میں بخشش کا وعدہ کر رکھا ہے اور ان کے لیے اجر عظیم اور نعمتوں والی جنت میں عزت کی روزی ہے۔ یا اللہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت عطا فرما۔

بلاغت:......سورۂ کریمہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۵۵ [2] تفسیر القرطبی ۱۶/ ۲۹۳

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا. نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ، وَمَنْ اَوْفٰى. اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا. يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ. مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ. اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ: میں طباق ہے۔

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: اور وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ:...... میں حسن مقابلہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ: میں استعارہ تصریحیہ مکنیہ ہے۔ چنانچہ جانوں کی قربانی پیش کرنے کے معاہدہ کو تجارتی سامان کے دینے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مشبہ بہ کا اسم مشبہ کے لیے مستعار ہے اور بیع سے یہاں یعون مشتق ہے جو یُعَاوِدُوْنَ کے معنی ہے۔ اور استعارہ مکنیہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ: میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی متابعت پر اللہ تعالیٰ کے اطلاع پانے کو بادشاہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے امراء اور رعایا کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ پھر مشبہ بہ کا ذکر لپیٹ دیا گیا ہے اور ایک رمزی اس پر دال ہے اور اس کے لیے لوازم کو ثابت کیا گیا ہے اور وہ ہاتھ ہے۔ یوں یہ استعارہ مکنیہ ہے، گویا آیت میں دو استعارات ہیں۔ لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ: میں کنایہ ہے اور یہ ترکیب ہزیمت سے کنایہ ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا:...... میں ماضی کو مضارع کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا، ایسا صورت بیعت کے استحضار کے لیے کیا ہے۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ: میں ضمیر غایب سے ضمیر خطاب کی طرف التفات ہے اور اس سے پہلے یہ ترکیب ہے: فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ: اس سے مومنین کا شرف و مرتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ: میں لفظ حرج کے تکرار سے اطناب کی صنعت لائی گئی ہے تاکہ اہل عذر سے گناہ کی نفی میں تاکید پیدا ہو جائے۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا: میں تشبیہ تمثیلی ہے چوں کہ وجہ شبہ متعدد سے کشید کی جاتی ہے۔ آیات کے سروں میں رعایت فاصلہ رکھی گئی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمدللہ سورۃ الفتح کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۶ جون ۲۰۱۵ء بروز پیر بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو غیرت ایمانی اور صحابہ جیسا ایمان عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سورۃ الحجرات

تعارف: ......سورۂ مبارکہ مدینہ ہے، اس میں حقائق تربیت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ نیز اس میں اخلاق فاضلہ کا بیان ہے۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے اس سورت کا دوسرا نام سورۃ الاخلاق رکھا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں مومنین کو ایک عالیشان ادب کی تربیت دی گئی ہے وہ یہ کہ رسول مقبول ﷺ کی مشاورت اور آپ کے حکم کے بغیر کسی بات کو دوٹوک سمجھ کر نہ اپنائیں اور نہ ہی اپنے رائے پر بھروسہ کریں بلکہ آپ سے مشورہ لینا اور آپ کے ارشادات حکیمہ سے تمسک کرنا ضروری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

پھر اس کے بعد ایک اور ادب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ جب صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے ساتھ گفتگو کر رہے ہوں تو آپ کی تعظیم واحترام کا تقاضا ہے کہ آپ کے سامنے آواز دھیمی رکھی جائے۔ چوں کہ آپ ﷺ عام لوگوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں، مومنین پر واجب ہے کہ آپ کے ساتھ مخاطبت میں آپ کی توقیر وتعظیم کا خیال رکھیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْـهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَــهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَــطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

ادب خاص کے بعد ادب عام پر بات کی گئی ہے چوں کہ اس سے معاشرتی مضبوطی میں اضافہ ہوتا ہے اور معاشرہ اجتماعی فسادات سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ یہ کہ غیر متحققہ اور غیر ثابت باتوں کو پھیلانے سے مومنین کو باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بالخصوص اگر کوئی بات غیر عادل یا تہمت زدہ شخص سے صادر ہو جائے تو اسے آگے پھیلانے سے قطعاً گریز کیا جائے، چنانچہ کسی فاسق وفاجر کی نقل کی ہوئی ایک بات بڑی جنگ کا سبب بن جاتی ہے، کتنی ایسی خبریں ہوتی ہیں جو سننے والا بغیر تحقیق کے آگے کر جاتا ہے اور اس کا انجام بڑا وبال ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَــهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥

سورۂ مبارکہ دو جھگڑنے والوں کے درمیان صلح وصفائی کرانے کی دعوت دیتی ہے تاکہ معاشرہ کی اصلاح کا پہلو نمایاں رہے۔

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨

سورۂ مبارکہ میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے، تمسخر کرنے، طعنہ دینے، غیبت، جاسوسی، مومنین کے ساتھ بدگمانی سے منع کیا گیا ہے اس کے برعکس مکارم اخلاق اور فضائل اجتماعیہ کی دعوت دی گئی ہے۔ سورۂ مبارکہ میں غیبت سے منع کرنے کے لیے کیا شاندار انداز اپنایا گیا ہے گویا غیبت کرنے والا اپنے مُردہ بھائی کے پاس بیٹھا ہوتا ہے اور اس کی لاش سے گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا ہوتا ہے۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

کیا خوب نفرت دلائی گئی ہے۔

سورت کے آخر میں اعراب (دیہاتیوں) کے ایک مغالطہ پر بات کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اعراب صرف زبان سے کلمہ ایمان کے ادا کر لینے کو ایمان خیال کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اپنے ایمان کو جتلاتے ہیں۔ سورۂ مبارکہ میں ایمان اور اسلام کی حقیقت بیان کر دی گئی ہے، اس کے ساتھ ساتھ کامل مومن کی شرائط یعنی ایمان، اخلاص جہاد اور عمل صالح بھی بیان کر دی گئی ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮

وجہ تسمیہ: ......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الحجرات" ہے، حجرات حجرۃ کی جمع ہے بمعنی گھر، سورۂ مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کی حرمت کا بیان آیا ہے، انہی گھروں کو حجرات کہا گیا ہے جن میں امہات المومنین رہتی تھیں۔

اٰیَاتُھَا ۱۸ | (۴۹) سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) | رُكُوْعَاتُھَا ۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ
مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ
مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ
وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ⑦ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑧
وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى
فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ ع ١٠ ١ ١٢ الثلثة
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى
اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ
الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ
الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ
اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ترجمہ: ......اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے پہلے سبقت مت کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔① اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط (ضائع) ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔② بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خاص کر دیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔③ بے شک جو

لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں ④ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف نکل آتے تو ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ⑤ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچادو پھر اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔ ⑥ اور تم جان لو کہ بے شک تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ اور لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا ہے۔ یہ لوگ ہدایت والے ہیں۔ ⑦ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔ ⑧ اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ سو اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ⑨ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ⑩ اے ایمان والو! نہ تو مرد، مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو۔ اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ ⑪ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اس کو برا سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے، مہربان ہے۔ ⑫

لغات: یَغُضُّوْنَ: ...... وہ آواز دھیمی رکھتے ہیں۔ فَاسِقٌ: شرع کی حدود سے باہر نکلنے والا۔ اصل اشتقاق کے اعتبار سے یہ معنی کیا گیا ہے اور یہ عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے "فسقت الرطبة" یعنی چھلکے سے علیحدہ ہونا، باہر نکالنا۔ فاسق کو فاسق اس لیے کہتے ہیں چوں کہ وہ طاعت سے نکل جاتا ہے۔ نَبَاٍ: اہم خبر، راغب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مطلق خبر کو نبا نہیں کہا جاتا یہاں تک کہ اس سے کوئی بڑا علم یا غلبہ ظن حاصل نہ ہو جائے۔ عَنِتُّمْ: تم ہلاکت میں پڑے۔ اللسان میں ہے: العنت = ہلاکت، اعنته: ہلاکت میں ڈالا۔ الرّٰشِدُوْنَ: راشد کی جمع ہے، اچھے کاموں کی طرف جانے والا۔ تَفِیْٓءَ: وہ لوٹتی ہے۔ بَغَتْ: وہ ظلم کرتی ہے، حد سے تجاوز کرتی ہے۔ تَلْمِزُوْٓا: تم عیب لگاتے ہو۔

سبب نزول، الف: ...... روایت ہے کہ بعض دیہاتی ازواج مطہرات کے حجرات کی طرف سے آئے اور بلند آواز سے پکارنے لگے: اے محمد باہر نکلو، اے محمد! باہر آؤ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ④

سبب نزول، ب: ...... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حارث بن ضرار کے پاس اموال زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، حارث نے اپنی قوم سے اپنے پاس مال جمع کر رکھا تھا، جب ولید، حارث بن ضرار کی بستی کے قریب پہنچے ان سے خوفزدہ ہو کر واپس لوٹ آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا: اے اللہ کے رسول! یہ لوگ مرتد ہو چکے ہیں اور زکوۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ⑥ [1]

سبب نزول، ج: ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا اگر آپ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس جائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ کچھ مسلمان بھی تھے، جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ بولا: مجھ سے دور رہو چوں کہ تمہارے گدھے کی بدبو سے مجھے اذیت پہنچتی ہے، اس پر ایک انصاری صحابی نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ کا گدھا تیری خوشبو سے بدر جہا افضل ہے۔

[1] تفصیل مختصر ابن کثیر میں دیکھیے ۳/ ۳۵۸

چنانچہ عبداللہ بن ابی کے حق میں اس کی قوم کا ایک آدمی انصاری صحابی پر غصہ ہوا اور انصاری کی حمایت میں اس کی قوم کے کچھ لوگ کھڑے ہو گئے، تاہم ان لوگوں نے چھڑیوں، ہاتھوں اور جوتوں سے ایک دوسرے کی پٹائی شروع کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا‌ ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ‌ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ۞ [1]

اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھنے کا معنی

تفسیر: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ:...... اے ایمان والو! صفت ایمان کے ساتھ متصف لوگو اور کتاب اللہ کی تصدیق کرنے والو! کسی امر یا کسی فعل میں اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

مفعول کو عموم کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے تاکہ سامع کا ذہن ہر اس چیز کی طرف جائے جسے لے کر آگے بڑھنا ممکن قرار پاتا ہو۔ خواہ وہ قول ہو یا فعل، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوا تو اس کی جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہل نہ کی جائے، دستر خوان پر کھانا سجا ہو تو اس سے پہلے ابتدا نہ کی جائے، جب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کہیں جا رہے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھیں۔ اسی طرح کے مختلف امور۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ سے پہلے بات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: اپنے دین کی شرائع میں سے کوئی بات اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پوری نہ کرو۔[2] امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فیصلہ سے پہلے کسی بات کو قطعی قرار نہ دو۔ ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی ذکر آیت میں تعظیماً ہوا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ: ان امور میں اللہ سے ڈرو جن کا تمہیں حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو سنتا ہے اور تمہاری نیتوں اور تمہارے احوال سے بخوبی واقف ہے۔ اسم جلیل کا اظہار نفس میں خوف و ہیبت کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و احترام کے وجوب کا حکم دیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرو تو اپنی آوازوں کو دھیمی رکھو اور آواز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے وقت زور سے بولنے کی حد تک مت پہنچو، جیسے تم باتوں میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولتے ہو، اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر مخاطب کرو اور نہ ہی کنیت سے مخاطب کرو۔ البتہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسے صفاتی اسماء سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرو، چوں کہ ایسا کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے اور آداب کی رعایت بھی ہے۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت بعض گنوار دیہاتوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارتے تھے اور آپ کی توقیر و تعظیم کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ: اس خوف سے کہ کہیں تمہارے اعمال نہ ضائع ہو جائیں اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو سکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں آواز بلند کرنے اور زور زور سے بولنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے جو موجب کفر اور باعث ضیاع عمل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی تعظیم

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی جہری آواز تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو کہا: میں ہی وہ شخص ہوں جس کی آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بلند ہو جاتی ہے، میں دوزخی ہوں اور میرا عمل ضائع ہو گیا، اس خوف کے مارے ثابت رضی اللہ عنہ غمگین ہو کر گھر میں بیٹھ رہے، تاہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ کو گم پایا، بعض صحابہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں

---

[1] اخرجہ الشیخان [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۵۷ دین وہی ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول کا مرضی ہو۔

غیر حاضر پایا ہے بھلا کیا وجہ ہے؟ جواب دیا: میری آواز حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بلند ہو جاتی ہے میرا عمل ضائع ہو گیا ہے اور میں اہل دوزخ میں شامل ہو گیا ہوں، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سارا ماجرا آپ ﷺ کے گوش گزار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ تو اہل جنت میں سے ہے۔[1] ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم راضی ہو کہ تم قابل تعریف حالت میں زندگی بسر کرو، شہید کیے جاؤ اور جنت میں داخل ہو؟ عرض کیا: میں اللہ اور اللہ کے رسول کی بشارت سے راضی ہوں، میں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کبھی بھی بلند نہیں کروں گا۔[2] اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی: جو لوگ رسول کریم ﷺ کے حضور میں اپنی آواز دھیمی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر لیا ہے، انہیں تقویٰ کا عادی بنا دیا ہے اور تقویٰ ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو تقویٰ کا اہل اور محل قرار دے دیا ہے۔ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ: آخرت میں ان کے گناہوں کی بخشش ہے اور ثواب عظیم ہے جو نعمتوں والی جنت کی صورت میں ملے گا۔ اس کے بعد گنوار دیہاتیوں کی مذمت کی گئی ہے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کو آوازیں دے کر اذیت پہنچائی تھی۔

چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ: جو لوگ حجروں کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں۔ حجروں سے ازواج مطہرات کے گھر مراد ہیں۔ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ: ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں۔ چوں کہ عقل حسن اداب کا مقتضی ہے اور بڑے لوگوں سے مخاطبت کے وقت رعایت آداب کا تقاضا کرتا ہے۔ بالخصوص جو شخصیت اس عظیم منصب پر ہو، اس کی تو شان ہی جدا ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آپ ﷺ کو حجروں کے پیچھے سے پکارنے والے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس تھے۔ یہ دونوں قبیلہ بنی تمیم کے ستر آدمیوں کا وفد لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا اور آتے ہی کہنے لگے: اے محمد! باہر نکلو۔[3] وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ: اگر یہ پکارنے والے رسول کریم ﷺ کو آوازیں دے کر اذیت نہ پہنچاتے اور صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ صبر ان کے لیے اچھا ہوتا، اللہ کے ہاں اور لوگوں کے نزدیک اس سلوک کو افضل سمجھا جاتا چوں کہ اس میں مقام نبوت کے آداب کی رعایت ہے۔ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ: اللہ تعالیٰ انسانوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور مومنین پر رحم کرنے والا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت اور معمولی ڈانٹ پر اکتفا کیا ہے اور ان پر عذاب نازل نہیں کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بلا تحقیق خبریں سننے اور پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔

غیر معتبر آدمی کی خبروں کی تحقیق کرو

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ:...... جب تمہارے پاس کوئی غیر معتبر آدمی آ جائے (جس کی سچائی اور عدالت کا اعتبار نہ ہو) اور وہ تمہیں کوئی خبر دے۔ فَتَبَیَّنُوۡۤا: اس خبر کے صحیح ہونے کی تحقیق کر لو۔ اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَہَالَۃٍ: کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو درآں حالیکہ حقیقت حال سے تم ناواقف ہو۔ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ: پھر تمہیں اپنے کیے پر سخت ندامت اٹھانی پڑے۔ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ: اے مومنین! جان رکھو تمہارے درمیان رسول معظم، نبی مکرم موجود ہیں جو خواہش نفس کی اتباع سے معصوم ہیں۔ لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ: اگر پیغمبر علیہ السلام تمہاری طرح طرح کی باتوں کو سننا کر دیں اور تمہارے ارادوں کے اظہار پر کان لگانا شروع کر دیں اور جو مختلف معاملات میں تم پیغمبر علیہ السلام کو مشورے دیتے ہو ان میں سے اکثر میں تمہاری بات ماننا شروع کر دیں تم مشقت اور ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جان لو! تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں ان کی تعظیم و توقیر کرو، وہ تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں اور تمہارے اوپر بڑے مہربان ہیں۔ اگر پیغمبر نے تمہاری پسند کی ساری باتوں کو ماننا شروع کر دیا تو یہ بات تمہیں مشقت اور حرج تک پہنچا دے گی۔[4]

---

[1] الحدیث اخرجہ احمد [2] ذکر الروایۃ ابن جریر الطبری [3] تفسیر البیضاوی ۳/۲۷ [4] مختصر ابن کثیر ۳/۳۶۱

اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان کو محبوب اور کفر قابل نفرت بنا دیا

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ:...... لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تمہاری بصیرتوں کو منور کر دیا ہے اور تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے۔ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ: اور اسے تمہارے دلوں میں خوبصورت و پرکشش بنا دیا ہے حتیٰ کہ تمہارے نزدیک ہر چیز سے بڑھ کر قیمتی سرمایہ بنا دیا ہے۔ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ: اور تمہارے دلوں میں انواع واقسام کی برائیوں مثلاً کفر، فسق وفجور، معاصی اور طاعت خداوندی سے روگردانی وغیرہ کو ناپسندیدہ اور قابل نفرت بنا دیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فسوق سے کبائر مراد ہیں اور عصیان سے معاصی۔[1] اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ: یہی لوگ جو جلیل القدر صفات کے ساتھ متصف ہیں، سیدھے راستے اور ہدایت پر چلنے والے ہیں، سیرت وسلوک میں رشد وہدایت پر ہیں۔ جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے یعنی یہی لوگ رشد وہدایت پر ہیں کوئی اور نہیں۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً: یہ عطاء اللہ تعالیٰ کا تمہارے اوپر فضل وانعام ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: اللہ تعالیٰ مستحق ہدایت کو جانتا ہے، اپنی تخلیق وکاریگری میں حکمت والا ہے۔ اس کے بعد بری خبروں پر مرتب ہونے والے برے انجام یعنی لڑائی، جھگڑا اور بغض وعداوت کا ذکر ہے۔

مسلمانوں میں اختلاف کے وقت صحیح طرزِ عمل

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا:...... اگر تمہارے مومنین بھائیوں میں سے دو جماعتوں کے درمیان لڑائی کا واقعہ کھڑا ہو جائے اور دونوں جماعتیں لڑنے پر آمادہ ہو جائیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کروا دو، دونوں جماعتوں کے درمیان صلح صفائی کے لیے خوب کوشش کرو۔ اقْتَتَلُوْا: جمع کا صیغہ باعتبار معنی کے لایا گیا ہے اور بَيْنَهُمَا: تثنیہ لفظ کے اعتبار سے لایا گیا ہے۔ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى: اگر ان دو میں سے ایک جماعت دوسری پر ظلم کر دے اور ظلم میں حد سے بڑھ جائے اور صلح پر آمادہ نہ ہو صرف اور صرف ظلم وزیادتی پر اڑی ہو۔ فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ: ظلم وزیادتی کرنے والی جماعت سے قتال کرو۔[2] یہاں تک کہ وہ جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت کی طرف لوٹ آئے، ظلم وزیادتی سے باز آ جائے اور اسلامی بھائی چارے کے مقتضیٰ پر چل پڑے۔ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا: اگر ظلم کرنے والی جماعت پلٹ آئے اور لڑائی کا خیال ترک کر دے تو ان دونوں کے درمیان عدل وانصاف سے صلح کروا دو، دونوں جماعتوں میں سے کسی پر بھی ظلم نہ ہونے پائے، اور اپنے تمام معاملات وامور میں عدل وانصاف کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ: اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے جو اپنے فیصلوں میں ظلم نہیں کرتے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اوس اور خزرج کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لڑائی ہو گئی تھی جو صرف چھڑیوں اور جوتوں تک محدود رہی تھی۔ آیت کریمہ میں اس امر پر دلیل ہے کہ باغی گروہ مومن رہتا ہے اور یہ کہ اگر لڑائی سے دست کش ہو جائے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور یہ کہ صلح میں خیر خواہی اور کوشش کرنا ضروری ہے۔[3]

مسلمان آپس میں بھائی ہیں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ:...... مومنین تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں، انہیں رابطہ ایمان جمع رکھتا ہے، کسی طرح روا نہیں کہ ان کی آپس میں عداوت یا بغض ہو۔ مفسرین کہتے ہیں: انما کلمۂ حصر ہے گویا یوں فرمایا جا رہا ہے: لا اخوۃ الا بین المؤمنین. یعنی بھائی چارہ نہیں ہوتا مگر مومنین کے درمیان۔ چنانچہ مومن اور کافر کے درمیان کوئی اخوت نہیں۔ آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلامی اخوت نسبی اخوت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے، چنانچہ اسلامی اخوت کے بغیر نسبی اخوت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ: یعنی اپنے مومنین بھائیوں کے درمیان صلح کرواؤ، تفرقہ نہ ہونے دو جو تمہاری اجتماعیت میں در آئے اور بغض وعداوت اپنا کام دکھاتی رہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ: اللہ تعالیٰ کے اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کر کے اللہ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم اللہ کی رحمت پا سکو اور اس کی جنت میں جا سکو۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۶۲ [2] قتال کا لفظ آیا ہے جہاد کا نہیں، اس سے مقصد محض ڈرانا دھمکانا ہے۔ [3] تفسیر البیضاوی ۳/ ۲۷۱

کسی کا مذاق نہ اڑائیے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ:...... اے مومنین کی جماعت! اے وہ کہ جو صفت ایمان سے متصف ہیں، اے وہ کہ جو کتاب اللہ اور اللہ کے رسول کی تصدیق کرتے ہیں! کوئی جماعت کسی دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے اور نہ ہی کوئی فرد کسی دوسرے فرد کا مذاق اڑائے۔ ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جارہا ہو وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو۔ کتنے غبار آلود دو عام سی چادروں میں لپٹے ہوئے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھالیں اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔[1] وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ: اور عورتیں بھی دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ جن عورتوں کا مذاق اڑایا گیا ہے وہ اللہ کے ہاں مذاق اڑانے والیوں سے بہتر اور افضل ہوں۔

ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو

وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ:...... اور ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور ایک دوسرے کو برے القاب سے بھی مت پکارو۔ آیت میں اَنْفُسَكُمْ: کہا ہے چوں کہ مسلمان ایک کی طرح ہیں۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ: مومن ہونے کے بعد کسی انسان کو فاسق کا نام دینا بہت برا ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں: آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارنا فسق ہے، فسق اور ایمان کو جمع رکھنا قبیح امر ہے۔[2] وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ: جس نے طعنہ زنی اور لقب زنی سے توبہ نہ کی حقیقت میں یہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ چوں کہ انہوں نے اپنے آپ کو عذاب کے لیے پیش کر دیا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ: تہمت، خیانت اور بدگمانی سے بچو یعنی اپنے گھر والوں اور عامۃ الناس کے متعلق بدگمانی کا شکار نہ ہو۔ بدگمانی کی تعبیر میں کثرت کا ذکر آیا ہے، یہ اس لیے تاکہ انسان ہر طرح کے گمان سے محتاط رہے، فوراً بدگمانی کا شکار نہ ہو بلکہ غور وفکر اور تامل کرے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ: بعض بدگمانیوں میں گناہ ہوتا ہے اور بدگمانی کرنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے مومن بھائی کے منہ سے جو بات بھی نکلے اس کے متعلق حسن ظن رکھو اور خیر وبھلائی میں تمہارے پاس اس کے لیے کوئی نہ کوئی ٹھکانا ہو۔[3] وَلَا تَجَسَّسُوْا: مسلمانوں کی خفیہ باتوں کی کھوج لگانے میں مت پڑ جاؤ اور ان کے عیب نہ تلاش کرو۔

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا:...... اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کا بُرا ذکر نہ کرو۔ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا: غیبت کی شناعت کے لیے تمثیل ہے اور اس کے قباحت بیان کر دی ہے کہ اس سے زیادہ اس کی قباحت بیان کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی، یعنی کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے دراں حالیکہ وہ مُردہ ہو؟ فَكَرِهْتُمُوْهُ: چنانچہ تم لوگ جس طرح اس چیز کو طبعاً ناپسند کرتے ہو اسی طرح شرعاً غیبت کو بھی ناپسند کرو۔ چنانچہ غیبت کی سزا مُردے کا گوشت کھانے کی سزا سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مردہ مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جب انسان کسی عام انسان کا گوشت کھانا ناپسند کرتا ہے، چہ جائے کہ وہ اس کا بھائی ہو اور پھر چہ جائے کہ وہ مردہ ہو۔ اس لیے واجب ہے کہ غیبت کو اتنا ہی زیادہ ناپسند کیا جائے جتنا کہ مردہ مسلمان بھائی کے گوشت کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ: اللہ سے ڈرو اور اس کے عذاب سے ہوشیار رہو، لہٰذا اوامر بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ: اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور عظیم رحمت والا ہے، لیکن اس آدمی کے لیے جو اللہ سے ڈرے اور اس کے حضور توبہ کرے۔ آیت میں توبہ کی ترغیب دی جارہی ہے اور ندامت واعتراف کی طرف جلدی کرنے پر ابھارا جارہا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجائے۔

---

[1] ھذا حدیث صحیح [2] تفسیر البیضاوی ۳/ ۷۳ [3] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۶۴

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا
اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ
شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا
تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ
ع۸ ۲ ۱۴ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:......اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تا کہ آپس میں شناخت کرسکو، بے شک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا ہے، باخبر ہے۔﴿۱۳﴾ دیہات کے رہنے والوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرمادیجیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم ظاہری فرمانبردار ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور گر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔﴿۱۴﴾ ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔﴿۱۵﴾ آپ فرمادیجیے: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔﴿۱۶﴾ وہ آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے، آپ فرمادیجیے کہ مجھ پر احسان نہ دھرو بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دیا اگر تم سچے ہو۔﴿۱۷﴾ بے شک اللہ آسمان اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔﴿۱۸﴾

ربط:......اوپر اللہ تعالیٰ نے مکارم اخلاق کی دعوت دی اور بُری عادات سے منع کیا، مؤمنین کو بعض قبیح افعال سے باز رہنے کی تاکید کی، اب ان آیات میں تمام لوگوں کو تعارف، باہمی الفت کی دعوت دی جارہی ہے اور حسب ونسب پر فخر کرنے سے منع کیا جارہا ہے اور پھر مومن کامل کی صفات بیان کی ہیں۔

لغات: يَلِتْكُمْ:......وہ کم کرتا ہے۔ وَّقَبَآئِلَ: قبیلہ کی جمع ہے، ایسی جماعت جو حسب ونسب کے ربط وضبط میں آتی ہو۔ قبیلہ شعب سے اخص ہے چوں کہ شعب جمع عظیم ہے جو کسی اصل واحد کی طرف منسوب ہو۔ چنانچہ شعب قبیلے کا جامع ہے اور قبیلہ اپنے اندر بطون اور افخاذ کو جمع کرتا ہے۔ يَرْتَابُوْا: وہ شک کرتے ہیں۔ يَمُنُّوْنَ: المن احسان، کسی پر اچھائی کرنا۔ لغوی معنی کاٹنا ہے، اسی سے ہے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔

سبب نزول:......ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بنو اسد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم نے اسلام قبول کیا ہے حالاں کہ عرب آپ کے ساتھ لڑتے رہے ہیں ہم آپ کے ساتھ نہیں لڑے۔ بنو اسد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلانے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

اختلاف قوم وقبیلہ کی حکمت

تفسیر: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى:...... آیت کریمہ میں تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی ہم نے اپنی قدرت سے تمہیں اصل واحد سے پیدا کیا ہے تم سب کو ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا کیا ہے، لہٰذا آباواجداد پر تفاخر کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی، حسب ونسب کسی شمار میں نہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے۔ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا: تمہیں مختلف قوموں اور متعدد خاندانوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تمہارا آپس میں تعارف اور باہمی الفت پیدا ہو نہ کہ تفاخر اور باہمی مخالفت کے لیے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ انسان اپنا نسب پہچان لے اور کہا جائے فلاں بن فلاں، فلاں قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ لِتَعَارَفُوْا: اصل میں تَتَعَارَفُوْا: تھا تخفیف کے لیے ایک تاء حذف کر دی گئی ہے۔ شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: وہ حکمت جس کے تحت تمہیں قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ تاکہ تم ایک دوسرے کا نسب پہچان سکو اور تاکہ کوئی غیر آباء کی طرف منسوب نہ ہو۔ قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ تم اپنے آباواجداد پر فخر کرو۔ نسب پر اگرچہ عرف اور شریعت میں اعتبار کیا جاتا ہے حتیٰ کہ شریف النسب عورت کا نکاح نبطی سے نہیں کیا جائے گا، ہاں البتہ ایمان وتقویٰ کے مقابلہ میں نسب کی کچھ حیثیت نہیں ہے، جیسے طلوع آفتاب کے وقت ستارے دکھائی نہیں دیتے۔[1]

فضیلت کا معیار تقویٰ ہے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ:...... لوگوں میں فضیلت حقیقت میں تقویٰ کی بنیاد پر ہے، نہ کہ حسب ونسب پر جو شخص دنیا میں شرف حاصل کرنا چاہتا ہے اور آخرت میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے یعنی تقویٰ اختیار کرے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ لوگوں میں زیادہ عزت والا ہو وہ تقویٰ اختیار کرے۔[2]

حدیث میں ہے: لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ شخص جو نیکوکار متقی اور اللہ کے ہاں عزت والا ہو اور دوسرا وہ شخص ہے جو فاسق فاجر ہے بدبخت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان کی ظاہری اور باطنی باتوں کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کون متقی ہے کون شقی اور کون صالح ہے اور کون طالح۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ اپنی پاکی نہ بیان کرو اللہ تعالیٰ پرہیزگار کو خوب جانتا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا: اعراب (دیہاتیوں) کا خیال ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں، اے محمد! آپ ان سے کہہ دیجیے! کہ تم ابھی تک ایمان نہیں لائے چوں کہ ایمان تصدیق ہے ساتھ یقین واعتماد اور اطمینان قلبی کے۔ تمہیں یہ مقام حاصل نہیں ہے ورنہ تم پیغمبر علیہ السلام پر اسلام کا احسان نہ جتلاتے، ہاں البتہ تم کہو: ہم نے قتل اور قید کے خوف کے مارے سر تسلیم خم کر لیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت بنی اسد کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ لوگ قحط کے مارے مدینہ آئے اور شہادتین کا اظہار کیا۔ یہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے: ہم آپ کے پاس ساز وسامان اور اپنے اہل وعیال لے کر آئے ہیں، ہم نے آپ کے ساتھ قتال نہیں کیا جیسے فلاں اور فلاں قبیلے سے آپ کے ساتھ قتال کیا ہے۔ یہ لوگ صدقات لینے کے خواہش مند تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلا رہے تھے۔

ایمان کا مرتبہ اسلام سے اعلیٰ

آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ ایمان کا مرتبہ اسلام سے اعلیٰ ہے، اسلام ظاہری انقیاد اور سر تسلیم خم کرنے کو کہا جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ: ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور تم حقیقت ایمان تک نہیں پہنچے۔ لفظ لَمَّا توقع کا فائدہ

[1] حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/۲۷۵ [2] البیضاوی ۳/۲۷۵

دیتا ہے گویا یوں فرمایا ہے: محاسن اسلام پر تمہارے اطلاع پانے سے عنقریب تمہیں ایمان حاصل ہو جائے گا اور تم ایمان کی حلاوت سے لطف اٹھاؤ گے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اس آیت میں مذکورین اعراب منافقین نہیں تھے، وہ مسلمان تھے ہاں البتہ ایمان ان کے دلوں میں ابھی مستحکم نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے لیے اعلیٰ مقام کا دعویٰ کر دیا جس تک ابھی پہنچے نہیں تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے انہیں ادب سکھا دیا۔ اگر یہ لوگ منافقین ہوتے جیسا کہ امام بخاری کی رائے ہے تو لامحالہ ان کی سرزنش ہوتی اور ان پر عتاب نازل ہوتا۔[1] وَاِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـئًا: اگر تم سچے اخلاص اور ایمان کامل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے اور رسول اللہ ﷺ پر احسان نہیں جتلاؤ گے تو تمہارے اجر و ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ عظیم بخشش والا اور بڑی رحمت والا ہے۔ یہ دونوں صیغے مبالغہ کے صیغے ہیں چوں کہ وزن فعول اور فعیل مبالغہ کے اوزان میں سے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کامل مومنین سچے ایمان والوں کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ: دعوائے ایمان میں سچے مومنین تو وہ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول کی تصدیق کریں اللہ کی توحید کا اقرار کریں، پیغمبر علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کریں اور ان چیزوں پر راسخ یقین اور کامل ایمان رکھیں۔ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا: پھر انہیں شک نہ گزرے اور اپنے ایمان میں ڈگمگائیں نہیں بلکہ تصدیق و یقین پر ثابت قدم رہیں۔ وَجٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ: اور وہ اپنے اموال اور جانیں اللہ کے راستے میں صرف کریں اور اس کی خوشنودی کے لیے لگائیں۔ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ: یہی وہ لوگ ہیں جو دعوائے ایمان میں سچے ہیں۔

مومنین کاملین کی صفات

اللہ تعالیٰ نے مومنین کاملین کی تین صفات بیان فرمائی ہیں:

اول:...... اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق جازم۔ دوم:...... پھر شک کا نہ ہونا۔ سوم:...... مال و جان سے جہاد فی سبیل اللہ۔

جس میں یہ اوصاف جمع ہو جائیں وہ کامل مومن ہے۔ قُلۡ اَتُعَلِّمُوۡنَ اللّٰهَ بِدِيۡنِكُمۡ: استفہام برائے انکار ہے یعنی اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دیجیے: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دلوں کی باتیں بتاتے ہو؟ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ: اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے احوال سے واقف ہے اس پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ: اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے اور ہر چیز پر اس کی نگرانی ہے۔ ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی نہ اس سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی۔ يَمُنُّوۡنَ عَلَيۡكَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا: اے محمد! یہ لوگ اپنے اسلام کو تمہارے اوپر احسان شمار کرتے ہیں اور اس پر تعریف و ثنا جمیل کے مستحق بنتے ہیں۔ قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَىَّ اِسۡلَامَكُمۡ: آپ ان سے کہہ دیجیے: مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتلاؤ چوں کہ اس کا نفع تمہارے ہی اوپر لوٹ کر آئے گا۔ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ هَدٰٮكُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ: بلکہ اللہ تعالیٰ کا تمہارے اوپر بہت بڑا احسان ہے، اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی، ایمان پر ثابت قدم رکھا، اگر تم دعوائے ایمان میں سچے ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی نظروں سے پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ: اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال پر مطلع ہے اس پر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور احاطۂ علم کی بات میں تکرار لایا ہے تاکہ وسعت علم پر دلالت ہو اور اس امر پر دلالت ہو کہ چھوٹی بڑی چیز اللہ کے علم میں ہے۔ پوشیدہ و اعلانیہ، ظاہر و باطن سب کو جانتا ہے، سب کچھ اس کے وسیع علم میں ہے۔

بلاغت:...... اس سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ:...... میں استعارہ تمثیلیہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی جناب میں ابتدائے رائے اور کسی معاملہ کی قطعیت کو کسی بادشاہ کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے آگے کچھ لوگ چل رہے ہوں جب کہ آداب کا تقاضا ہو کہ وہ بادشاہ کے پیچھے چلیں نہ کہ آگے۔ یہ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے، چوں کہ حرف تشبیہ موجود ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۶۹

اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ: ......غیبوبت ہے، اس سے پہلے خطاب ہے-حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ: یوں خطاب سے غیبوبت کی طرف التفات ہے-حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ: اور وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ: میں حسن مقابلہ ہے-وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا: میں طباق ہے-وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے-اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا: میں تشبیہ تمثیلی ہے۔غیبت کے لیے مثال بیان کی گئی ہے ایک ایسے شخص کے ساتھ جو مُردے کی گوشت کھا رہا ہو۔آیت میں غیبت کی قباحت کے لیے نہایت قبیح منظر کھینچا گیا ہے اور اس میں مبالغہ بھی ہے-اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا: میں طباق سلب ہے-اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ: میں توبیخ کے لیے استفہام انکاری ہے-اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: میں تشبیہ بلیغ ہے، اصل کلام یوں ہے-اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَاِخْوَةٍ: وجہ شبہ اور اداۃ تشبیہ حذف کر دیے گئے ہیں اور وجہ شبہ تراحم وتناصر ہے۔

تنبیہ: ......سورۂ حجرات کا دوسرا نام "سورۃ الاخلاق والآداب" ہے، سورۂ مبارکہ میں مکارم اخلاق اور فضائل اعمال کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ سورۂ مبارکہ میں وصف ایمان کے ساتھ پانچ بار ندا آئی ہے اور ہر بار کسی اچھے خلق اور کسی فضیلت کی طرف ہوا ہے۔یہ عالیشان آداب ہیں انہیں ہم چند فقرات میں پیش کرتے ہیں۔

اول: ......اللہ اور اس کے رسول کے اوامر کی طاعت وانقیاد کا واجب ہونا اور اپنی رائے یا قول میں آگے نہ بڑھنا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

دوم: ......پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام اور تعظیم شان يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

سوم: ......اخبار میں وجوب تحقیق يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶

چہارم: ......لوگوں کا مذاق اڑانے سے ممانعت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱

پنجم: ...... جاسوسی، غیبت اور بدگمانی سے ممانعت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲

لطیف نکتہ: ......ایک عالم سے مشاجرات صحابہ کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے جواب دیا: ان جنگوں میں جو خون بہا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس سے پاک رکھا ہے اب ہم اپنی زبانوں کو اس میں ملوث (آلودہ) نہیں کرنا چاہتے۔صحابہ کے آپس میں جھگڑے ایسے ہی ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان جھگڑے ہوئے۔

الحمد للہ سورۂ حجرات کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۸ جولائی ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد سحری مکمل ہوا اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ اجزا کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سورۃ ق

سورۃ ق مکیہ ہے اور اس کی پینتالیس (۴۵) آیات ہیں۔

تعارف: ......سورۂ ق مکیہ ہے، اس میں بھی مکی سورتوں کے اہم موضوعات اسلامی عقائد توحید، رسالت اور بعث پر گفتگو کی گئی ہے، بعث ونشور سورۂ مبارکہ کا محوری موضوع ہے، اس پر برہان ناصح اور دوٹوک حجت پیش کی گئی ہے، یہ سورت دل ودماغ کو ہلاتی ہے اور جھنجھوڑ کے رکھ لیتی ہے، نفس میں ارتعاش پیدا کرتی ہے اور ترغیب وترہیب کے پیغامات سے سرشاری کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے اور خوف کے مارے رعشہ بھی طاری ہو جاتا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا اساسی قضیہ سے ہوئی ہے جس کا کفار قریش انکار کرتے تھے اور اس پر انتہا درجے کا تعجب کرتے تھے اور وہ حیات بعد الموت کا قضیہ ہے:

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③

اس کے بعد مشرکین جو بعث بعد الموت کے منکرین ہیں کی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، چنانچہ دکھائی دینے والی یہ کائنات رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا شاہکار ہے اور آسمان وزمین، پانی، سبزہ، پھل ومیوہ جات، شجر وحجر اور کھیتی میں اس کی قدرت کاملہ کی زبردست دلائل ہیں۔ کائنات میں پھیلے انہی دلائل وبراہین کی طرف مشرکین کو دعوت نظارہ دیا گیا ہے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥

سابقہ امتوں میں جو لوگ انبیا کی تکذیب کرتے تھے ان پر بھی بات کی گئی ہے اور ان پر نازل ہونے والے مختلف الانواع عذابات کا بھی ذکر ہوا ہے، تاکہ کفار مکہ اس سے عبرت حاصل کریں:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ⑫

سورۂ مبارکہ میں موت کی کیفیت، حشر کا منظر، حساب کی ہولناکی اور کفار کو درپیش شدائد اور ان کے دخول جہنم پر بھی بات ہوئی ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں "صیحۂ حق" پر گفتگو ہوئی ہے، یہ وہ گرجدار چنگھاڑ ہوگی جس سے سب لوگ قبور سے باہر نکل آئیں گے جیسے ٹڈی دل۔ صیحۂ حق سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے، اس کے بعد لوگوں کو حساب اور جزا کے لیے ہانکا جائے گا، اس دن کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا، اس میں بعث ونشور کا اثبات ہے۔:

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ㊶ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ㊷

اٰيَاتُهَا ٤٥ | (٥٠) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (٣٤) | رُكُوْعَاتُهَا ٣

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ②
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ
حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ
كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا

المنزل ۷

بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿٩﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿١٠﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً
مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿١٢﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ
وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿١٣﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ
الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ ع ١٥
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ
تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ
كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:...... قٓ: قسم ہے قرآن مجید کی ① بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا، سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے ② جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے؟ یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے۔③ ہم ان کے ان اجزا کو جانتے ہیں جن کو زمین کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے ④ بلکہ سچی بات کو جب کہ وہ ان کو پہنچی ہے جھٹلاتے ہیں، غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔⑤ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں ⑥ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگائیں ⑦ جو ذریعہ ہیں دانائی کا اور نصیحت کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کے لیے ⑧ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ ⑨ اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندے ہوئے ہوتے ہیں۔⑩ بندوں کو رزق دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو زندہ کیا' اسی طرح نکلنا ہوگا۔⑪ ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اصحاب رأس نے اور ثمود نے اور عاد نے ⑫ اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے ⑬ اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا، ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہوگئی ⑭ کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں۔⑮ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان وسوسوں کو جو اس کے جی میں آتے ہیں اور ہم اس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔⑯ جبکہ دو لینے والے لے لیتے ہیں جو داہنی طرف سے بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں ⑰ اور کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگران تیار ہے ⑱ اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی یہ وہ ہے جس سے تو ہٹتا تھا۔⑲ اور صور پھونکا جائے گا، یہ وعید کا دن ہے ⑳ اور ہر شخص اس طرح سے آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور شہید ہوگا۔㉑ واقعی بات یہ ہے کہ تو اس کی طرف سے غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹایا، سو آج سے تیری نگاہ تیز ہے۔㉒

لغات: مَّرِيْجٍ: ...... خلط شدہ، ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مرج الامر و مرج الدین یعنی معاملہ یا دین خلط کا شکار ہوگیا، گڈمڈ ہوجانا۔ اسی سے ہے مرج الخاتم یعنی انگوٹھی اتارنے کے لیے ہلائی۔ فُرُوْجٍ: فرج کی جمع بمعنی پھٹن، درز، شقوق پھٹنیں۔ بٰسِقٰتٍ: لمبی لمبی۔ نَّضِيْدٌ: تہہ در تہہ۔ لَبْسٍ: حیرت، التباس، شک، اضطراب۔ وَاَحْيَيْنَا: ہم عاجز ہوئے۔ رَقِيْبٌ: نگہبان، انسان کے اعمال پر شاہد۔ عَتِيْدٌ: حاضر، موجود، اسی سے ہے۔ أعتدت لهن متكأ مقولہ ہے: فَرَسٌ عَتِيْدٌ دوڑنے کے لیے تیار گھوڑا۔ حَدِيْدٌ: تیز، نفوذ والی چیز۔

تفسیر: قٓ: ...... حروف مقطعات میں سے ہے جو اعجاز قرآن پر دلالت کرتے ہیں۔ ان حروف سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ معجز قرآن انہی جیسے

حروف ہجائیہ سے منظوم ہے۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ: قسم ہے، جواب قسم محذوف ہے یعنی سب قرآن کریم کی قسم اٹھاتا ہوں جو تمام آسمانی کتابوں پر شرف و بزرگی رکھتا ہے۔ البتہ تمہیں ضرور بضرور موت کے بعد اٹھایا جائے گا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: جواب قسم محذوف ہے۔ اور وہ بعد میں آنے والے کلام کا مضمون ہے یعنی اثبات نبوت اور اثبات معاد، تقدیری عبارت یوں ہے: بلاشبہ اے محمد! آپ پیغمبر ہیں اور بعث بعد الموت حق ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں: قرآن مقسم بہ ہے، المجید قرآن کی صفت ہے، اس کا معنی ہے: قرآن دوسری کتب پر شرف و مرتبہ والا ہے۔ اور جواب قسم محذوف ہے اور مابعد کا مضمون اس پر دلالت کرتا ہے: تقدیری عبارت کا ماحصل یہ ہے: آپ بعث بعد الموت کا ڈر سنانے والے بن کر آئیں ہیں۔ تاہم مشرکین نے قبول نہیں کیا۔

قرآن کوئی عجیب چیز نہیں ہے

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ: ...... مشرکین اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ انسانوں میں سے ان کی طرف رسول بھیج دیا گیا جو انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرسناتا ہے۔ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ: کفار مکہ نے کہا: یہ تو انتہائی اوپری اور عجیب چیز ہے۔ آیت میں کفار کے تعجب کا انکار ہے کہ قرآن کوئی عجیب چیز نہیں۔ کفار پیغمبر علیہ السلام کے صدق، ان کی امانت اور نصیحت کو اچھی طرح جان چکے ہیں۔ کفار کے لیے واجب تھا کہ وہ ایمان کی طرف جلد از جلد آئیں، اس پر تعجب نہ کریں اور اس کا مذاق نہ اڑائیں۔ اس کے بعد کفار کے تعجب کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا: جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم مٹی بن جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ہمیں لوٹا دیا جائے گا؟ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ: دوبارہ زندہ ہونے کی بات تو بہت دور کی بات ہے اور ایسا ہونا محال ہے۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ: ہم جانتے ہیں ان کے اجساد سے زمین جو کچھ کمی کرے گی اور ان کے گوشت، بال اور خون کھائے گی، کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں، یہاں تک کہ اعادہ ہمارے اوپر مشکل ہو جائے۔ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ: ہمارے وسیع علم کے باوجود ہمارے پاس محفوظ کتاب ہے جس میں انسانوں کی تعداد اور ان کے نام لکھے ہوئے محفوظ ہیں، ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ زمین جو کھائے گی۔ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ: اضراب ہے یعنی کفار کے تعجب سے زیادہ تعجب والی بات تو کفار مکہ کی تکذیب ہے کہ انہوں نے قرآن عظیم کی تکذیب کی ہے جب قرآن ان کے پاس آ گیا، باوجود یہ کہ اس کی آیات روشن ہیں اور اس کا بیان واضح ہے۔

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ: ...... حقیقت میں کفار مکہ خلط شدہ مضطرب بات کا شکار ہیں، چنانچہ بسا اوقات پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے، بسا اوقات کہتے ہیں شاعر ہے، کبھی کہتے ہیں کاہن ہے۔ اسی طرح قرآن کے بارے میں بھی ان کے خیالات مختلف ہے کبھی کہتے ہیں یہ جادو ہے، کبھی کہتے ہیں یہ شاعری ہے یا پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ: کیا یہ لوگ غور و فکر اور عبرت کی نظر سے آسمان کی بلندی اور اس کے استحکام کی طرف نہیں دیکھتے اور پھر تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ جو ذات آسمان کے بنانے پر قدرت رکھتی ہے وہ انسان کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ اٹھانے پر بھی قدرت رکھتی ہے؟ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا: بغیر ستونوں کے کیسے ہم نے آسمان کو بلند و بالا بنا دیا اور ستاروں کے ساتھ اسے زینت بخشی۔ وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ: آسمان میں رخنے اور پھٹنیں نہیں ہیں۔

زمین اور اس کی نعمتیں

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا: ...... ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں وسعت پیدا کی۔ وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ: اور ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے تاکہ زمین ڈولنے نہ پائے۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ: اور زمین میں ہم نے ہر نوع کا خوبصورت سبزہ اُگایا جو اپنے پرکشش منظر سے دیکھنے والے کو خوش کر دیتا ہے۔ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ: تاکہ ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی عجیب مخلوقات میں غور و فکر کرتا ہے اس کے لیے بصیرت و نصیحت کا سامان بن جائے۔ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا: ہم نے بادلوں سے پانی نازل کیا جو کثیر المنافع اور

بہت برکت والا ہے۔ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الۡحَصِيۡدِ: اس پانی سے ہم نے سرسبز و شاداب باغات، پھل دار درخت، کاٹی ہوئی کھیتی سے حاصل شدہ غلہ جیسے گندم، جو اور دوسرے تمام غلہ جات اگائے۔ وَالنَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ: اور ہم نے کھجور کے لمبے لمبے درخت اگائے جو تنے پر سیدھے کھڑے رہتے ہیں۔ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ: جن کے تہہ بہ تہہ خوشے ہوتے ہیں۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے خوشوں کی کثرت اور ان کا تہہ بہ تہہ ہونا اور پھل کا وافر ہونا مراد ہے۔ شروع میں پھل جب انار کے دانوں کی طرح ظاہر ہوتا ہے اسے منضد کہتے ہیں اور جب پھل ایک دوسرے سے جڑا رہتا ہے تو وہ نضید ہے اور جب پھل چھلکے سے باہر آ جاتا ہے تو وہ نضید نہیں رہتا۔[1] رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ: ہم نے یہ ساری چیزیں پیدا کی ہیں تاکہ انسانوں کے لیے رزق بن جائیں اور مخلوق ان سے نفع اٹھائے۔

بعث بعد الموت کی مثال

وَاَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا: ......اس پانی سے ہم نے قحط زدہ خشک و بنجر زمین میں سبزہ اگایا۔ كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ: جیسے ہم نے زمین کو مُردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اسی طرح ہم تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کریں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مُردہ زمین بنجر ہوتی ہے اور جب اس پر بارش برستی ہے اس میں زرخیزی آ جاتی ہے اور نشوونما کے قابل ہو جاتی ہے چنانچہ سبزے کے بارونق اور فرحت بخش جوڑے اگا دیتی ہے، تاحد نظر سبزہ اور پھول ہی پھول ہوتے ہیں جو دیکھنے والے کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں، جب کہ اس سے پہلے زمین میں کوئی سبزہ نہیں ہوتا، پھر یہ سبزہ لہلہانے اور جھومنے لگتا ہے۔ حقیقت میں یہ بعث بعد الموت کی مثال ہے، چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مُردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی زندہ کرے گا۔[2] اس کے بعد کفار مکہ کو سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کی یاد دہانی کرائی ہے تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ: ان کافروں سے پہلے قوم نوح نے بھی تکذیب کی ہے۔ وَّاَصۡحٰبُ الرَّسِّ: انہیں اصحاب بئر بھی کہا جاتا ہے۔ رس کنواں ہے، یہ قوم ثمود کے بچے کھچے لوگ تھے جو آ کر پرانے کنویں پر آباد ہو گئے تھے۔ اور پھر اس کنویں سمیت زمین میں دھنس گئے۔ وَثَمُوۡدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ وَاِخۡوَانُ لُوۡطٍ: قوم لوط کو اخوان لوط کہا ہے چوں کہ لوط علیہ السلام نے اس قوم میں شادی کی تھی اور یہ قوم آپ علیہ السلام کی سسرال تھی اس مناسبت سے اخوان کہا۔

وَّاَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ: ......اور گھنے جنگل والے، مراد قوم شعیب ہے، ایکہ کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے۔ چوں کہ ان کے چاروں طرف گھنے باغات تھے۔ گویا گھنے باغات اور درختوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ وَقَوۡمُ تُبَّعٍ: مفسرین کہتے ہیں: تبع سے مراد یمن کا وہ بادشاہ ہے جو سلام لایا اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی لیکن قوم نے اس کی تکذیب کر دی، یہ تبع یمانی ہے۔[3] كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ: ان سب مذکورین نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الرسل مفرد کی جگہ جمع کا صیغہ لایا گیا ہے چوں کہ جس نے ایک پیغمبر کی تکذیب کی گویا اس نے سارے پیغمبروں کی تکذیب کی، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ۨالۡمُرۡسَلِيۡنَ: قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا (سورۃ الشعراء، آیت ۱۰۵)[4] فَحَقَّ وَعِيۡدِ: ان پر میری وعید اور میرا عذاب واجب ہو چکا۔ آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور مجرم کفار کو تہدید و دھمکی دی جا رہی ہے۔ اَفَعَيِيۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ: کیا ہم پہلی بار مخلوقات کو پیدا کرنے سے عاجز آ گئے تھے کہ اب ان کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز آ جائیں گے؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ منکرین بعث کے لیے توبیخ ہے اور ان کے قول ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ: کا جواب ہے۔ مراد یہ ہے کہ ابتدائے خلق نے ہمیں عاجز نہیں کیا جب کہ اعادہ تو ابتدا سے زیادہ سہل ہوتا ہے، بھلا ہم بعث بعد الموت اور اعادہ سے کیسے عاجز آئیں گے بَلۡ هُمۡ فِىۡ لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ: بلکہ یہ لوگ تو بعث و نشور کے متعلق خلط، شبہ اور حیرت کا شکار ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: خلق کا لفظ نکرہ لایا گیا ہے اور جدید اس کی صفت ہے اور الخلق الثانی نہیں کیا، دراصل کفار کے استبعاد پر تنبیہ کرنا مقصود ہے اور یہ کہ یہ خلق عظیم ہے اس کی شان کو مہتم بالشان سمجھنا واجب ہے۔[5]

---

[1] البحر المحیط ۸/ ۱۲۲ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۷۲ [3] الجمل علی الجلالین ۴/ ۱۹۱ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۷۲ [5] تفسیر روح المعانی ۲۶/ ۱۷۸

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی وسعت علم اور کمال قدرت پر متنبہ کیا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ: ہم نے جنس انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل و خاطر میں جو خیالات گردش کر رہے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں، انسان کے مافی الضمیر کے رازہائے خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو ہم جانتے ہیں ہمارے اوپر کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اللہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ: ...... ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ حَبْلِ الْوَرِيدِ: سے مراد شہ رگ ہے جو گردن میں ایک بڑی رگ ہوتی ہے اور دل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں اور یہ قربت قربت علم ہے۔ یعنی ہمیں اس کے احوال کا علم ہے اور اس کی پوشیدہ باتوں میں سے کوئی بات بھی ہمارے اوپر مخفی نہیں ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کے بہت قریب ہے۔ یہ بہت زیادہ قرب کی تمثیل ہے جیسے کہ عرب کا قول ہے: ھو منی معقد الازار یعنی فلاں شخص میرے ازار باندھنے کی جگہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ ہمارے فرشتے انسان کے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حلول واتحاد بالا جماع اللہ تعالیٰ کی ذات سے منفی کیے ہوئے ہیں، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ (سورۃ الواقعہ، آیت ۸۵)
ہم تمہاری نسبت اس کے زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔

آیت میں فرشتوں کا قریب ہونا مراد ہے۔[2] إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ: جب دو ذمہ دار فرشتے انسان سے ملاقات کرتے ہیں ایک فرشتہ دائیں جانب انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور ایک فرشتہ انسان کی بائیں جانب برائیاں لکھتا ہے۔ کلام میں حذف ہے، اس کی تقدیر یہ ہے عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ: پہلے قعید کو حذف کر دیا گیا ہے چوں کہ دوسرا اس پر دلالت کرتا ہے۔

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں

مجاہد کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو دن رات دو، دو فرشتوں کے سپرد کیا ہوا ہے، جو ان کے عمل کی حفاظت کرتے ہیں اور الزام حجت کے لیے اس کے عمل کا اثر لکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک دائیں جانب ہوتا ہے جو نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا بائیں جانب ہوتا ہے جو برائیاں لکھتا ہے۔ اسی مفہوم کو آیت میں بیان فرمایا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نگران فرشتوں سے زیادہ انسان کے احوال کا جاننے والا ہے۔ چنانچہ جب دو لکھنے والے فرشتے انسان کی ہر بات کو لکھتے ہیں تو اسی میں اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی نگرانی سے بے نیاز ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے، فرشتوں سے جو باتیں پوشیدہ رہتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی جانتا ہے۔ لیکن حکمت اس بات کی مقتضی ہے کہ فرشتے اعمال کی کتابت کریں تا کہ قیامت کے دن جب گواہوں کا گزر ہوگا صحیفے پیش کیے جائیں۔ چنانچہ جب بندے کو اس سارے کارروائی کا علم ہوتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے تو نیکیاں کرنے کی اسے اور زیادہ رغبت ملتی ہے اور برائیوں سے زیادہ باز رہنے کی کوشش کرتا ہے۔[3] مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ: انسان خیر و شر کا جو کلمہ بھی نکالتا ہے مگر یہ کہ اس کے پاس ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کی نگرانی کر رہا ہوتا ہے اور اس کی ہر بات لکھ رہا ہوتا ہے۔ عَتِيدٌ: جو ہر وقت حاضر باش رہتا ہے، انسان جہاں بھی جاتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس چیز کا اس کو حکم دیا جاتا ہے اسے لکھتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انسان خیر و شر کی جو بات بھی کرتا ہے فرشتے اسے لکھتے ہیں۔[4] حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا صحیفہ لپیٹ لیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا:

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱۴)
اپنا نامۂ اعمال پڑھ آج کے دن تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو کافی ہے۔

---

[1] تفسیر البحر المحیط ۸/۱۲۳ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۳۷۳ [3] تفسیر روح المعانی ۲۶/۱۷۹ [4] تفسیر ابن کثیر ۳/۳۷۴

موت کی سختی

وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ:...... موت کی غشی اور شدت جو انسان کو ڈھانپ لے گی اور اس کی عقل پر غلبہ پالے گی حقیقت میں آیا چاہتی ہے۔ اور وہ آخرت کی ہولناکیاں ساتھ لے کر آئے گی اور پھر منکر اسے کھلی آنکھوں دیکھ لے گا۔ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ: یہ وہی حقیقت ہے جس سے تو بھاگتا تھا اور اس سے اعراض کرتا تھا۔ حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت نقل کرتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی غشی طاری ہوئی تو آپ نے پیشانی سے پسینہ صاف کرنے لگے اور ساتھ فرما رہے تھے: سبحان اللہ! موت کی بہت ساری سختیاں ہیں۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوۡرِؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡوَعِيۡدِ: صور میں پھونک ماری جائے گی، یہ نفخہ بعث ہوگا، یہ وہی دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے کفار کو مبتلائے عذاب کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ: ہر انسان آئے گا خواہ نیک ہو یا بد اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے، ایک اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہوگا اور دوسرا اس کے اعمال کی گواہی دے رہا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سائق تو فرشتہ ہوگا البتہ شہید (گواہ) اس کے اپنے اعضا ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝٢٤ (سورۃ النور، آیت ۲۴)

جس دن انسانوں پر ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

لَقَدۡ كُنۡتَ فِيۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا:...... اے انسان! تو اس دن کے حوالے سے غفلت میں تھا۔ فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ: وہ پردہ ہم نے ہٹا دیا جو دنیا میں تیرے دل، تیرے کانوں اور تیری آنکھوں پر پڑا ہوا تھا۔ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ: آج تیری نظر تیز ہو چکی ہے اور جو چیزیں تجھ سے اوجھل تھیں موانع زائل ہونے پر تو انہیں دیکھ رہا ہے۔

وَقَالَ قَرِيۡنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيۡدٌ ۝٢٣ اَلۡقِيَا فِيۡ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيۡدٍ ۝٢٤ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ
مُّرِيۡبِ ۝٢٥ الَّذِيۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلۡقِيٰهُ فِي الۡعَذَابِ الشَّدِيۡدِ ۝٢٦ قَالَ قَرِيۡنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ
اَطۡغَيۡتُهٗ وَلٰكِنۡ كَانَ فِيۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ۝٢٧ قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَيَّ وَقَدۡ قَدَّمۡتُ اِلَيۡكُمۡ بِالۡوَعِيۡدِ ۝٢٨
مَا يُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَيَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ۝٢٩ يَوۡمَ نَقُوۡلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امۡتَلَاۡتِ وَتَقُوۡلُ هَلۡ
مِنۡ مَّزِيۡدٍ ۝٣٠ وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ غَيۡرَ بَعِيۡدٍ ۝٣١ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيۡظٍ ۝٣٢
مَنۡ خَشِيَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِيۡبِ ۝٣٣ ادۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ ۝٣٤ لَهُمۡ
مَّا يَشَآءُوۡنَ فِيۡهَا وَلَدَيۡنَا مَزِيۡدٌ ۝٣٥ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هُمۡ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا
فَنَقَّبُوۡا فِي الۡبِلَادِ ؕ هَلۡ مِنۡ مَّحِيۡصٍ ۝٣٦ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَى السَّمۡعَ وَهُوَ
شَهِيۡدٌ ۝٣٧ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ ۝٣٨
فَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ ۝٣٩ وَمِنَ الَّيۡلِ
فَسَبِّحۡهُ وَاَدۡبَارَ السُّجُوۡدِ ۝٤٠ وَاسۡتَمِعۡ يَوۡمَ يُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ۝٤١ يَّوۡمَ يَسۡمَعُوۡنَ

الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ
الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾ ع ۱۶

ترجمہ: ......اور اس کا ساتھی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے (۲۳) ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنے والے ضدی کو۔ (۲۴) خیر سے منع کرنے والے کو، حد سے بڑھنے والے کو، شبہ میں ڈالنے والے کو۔ (۲۵) جس نے اللہ کے سوا دوسرا معبود تجویز کر دیا، سو اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ (۲۶) اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا۔ (۲۷) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا میرے سامنے جھگڑا مت کرو اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی۔ (۲۸) میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ (۲۹) جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے (۳۰) اور متقیوں کے لیے جنت قریب کی جائے گی دور نہ رہے گی۔ (۳۱) یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر ایسے شخص کے لیے جو زجوع کرنے والا پابندی کرنے والا ہو (۳۲) جو بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا (۳۳) اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ' یہ ہمیشگی والا دن ہے۔ (۳۴) ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے (۳۵) اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں' سو وہ شہروں میں چلتے پھرتے رہے، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟ (۳۶) بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو ایسی حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو (۳۷) اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا' اور ہم کو تھکن نے چھوا تک نہیں۔ (۳۸) سو آپ ان باتوں پر صبر کیجیے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح وتحمید بیان کیجیے (۳۹) اور رات کے حصہ میں بھی اس کی تسبیح بیان کیجیے اور سجدوں کے بعد بھی۔ (۴۰) اے مخاطب! اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا (۴۱) جس روز چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہوگا۔ (۴۲) بے شک ہم زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے (۴۳) جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی جب کہ دوڑتے ہوں گے، یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے۔ (۴۴) ہم خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو، آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجیے جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔ (۴۵)

ربط: ......قبل ازیں مشرکین کے انکار بعث ونشور کا ذکر ہوا اور پھر بعث ونشور پر براہین وادلہ قائم کیے گئے، اب ان آیات میں ان ہولناکیوں اور شدائد کا ذکر ہے جن کا سامنا آخرت میں کافر کو کرنا ہوگا۔ اور ان نعمتوں کا ذکر ہے جو مومن کو جنت میں ملیں گی۔ سورہ مبارکہ کے اختتام میں بعث کے دلائل اور اس کے احوال کا ذکر ہے۔

لغات: أُزْلِفَتِ: ......قریب کی جائے گی، زلف یزلف: قریب ہوا۔ أَوَّابٍ: اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ بَطْشًا: گرفت۔ نَقَّبُوا: انہوں نے چکر لگائے وچلے، اصل میں معنی تحقیق کرنا ہے، کھوج لگانا۔ شاعر کہتا ہے:

نقبوا في البلاد من حذر الموت   وجالوا في الأرض كل مجال

موت کے ڈر سے انہوں نے شہروں میں کھوج لگالی اور زمین میں ہر طرف چکر کاٹ لیے۔

مَحِيصٍ: ...... بھاگنے کی جگہ۔ لُغُوبٍ: تھکان۔

شانِ نزول: ......قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہود کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے یہ چھ دن اس طرح ہیں کہ پہلا دن اتوار اور آخری جمعہ تھا، یوں چھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ تھک گیا اور ساتویں دن آرام کیا، اس لیے ہفتہ کے دن کو ''یوم الراحۃ'' کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور یہ آیت نازل ہوتے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۸ [1]

تفسیر: وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ:...... نگران فرشتے کہیں گے، یہ وہ تفصیل ہے جس کی بنی آدم پر مجھے ذمہ داری سونپی گئی تھی پھر وہ اس کے اعمال کا دفتر حاضر کرے گا۔

کفار کا انجام

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ:...... اللہ تعالیٰ ان دونوں فرشتوں ''سائق اور شہید'' سے کہیں گے ہر کافر کو دوزخ میں ڈال دو جو حق کے معاند ہے اور یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ: اپنے مال میں واجب ہر حق کے منع کرنے میں مبالغہ کرنے والے کو۔ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ: جو ظالم بھی ہے اور دین حق میں شک کرنے والا ہے۔ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ فَاَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ: اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دو۔ اَلْقِيَاهُ کا لفظ مکرر لایا گیا ہے بوجہ تاکید کے۔ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ: اس کا ساتھی شیطان کہے گا: اے ہمارے رب میں نے تو اسے گمراہ نہیں کیا۔ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ: لیکن یہ تو اپنے اختیار سے گمراہ ہوا ہے، اور اسی نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی ہے، اس پر کوئی جبر واکراہ نہیں ہوا۔ آیت میں محذوف ہے اور اس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے اور وہ یہ ہے: یارب! ان شیطانی ھو الذی اطغانی۔ یعنی میرے شیطان نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ اس کا قرین کہے گا: اے ہمارے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود گمراہ ہوا ہے اور یہ حق کے خلاف تھا۔ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ: اللہ تعالیٰ کفار اور ان کے شیاطین ساتھیوں سے کہے گا: یہاں میرے پاس مت جھگڑو، اب تمہیں اس جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جب کہ اس سے پہلے پیغمبروں کی زبانی تمہیں ڈرسنایا اور اپنے سخت عذاب سے تمہیں ڈرایا لیکن آیات اور ڈر سنانے والوں کا تمہیں کوئی نفع نہ ہوا۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ: میرے کلام میں تغیر نہیں کیا جاسکتا اور کافروں کو عذاب دینے کے بارے میں جو میرا حکم آیا ہے اسے بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ مفسرین کہتے ہیں: مراد کافر کو عذاب دینے کا وعدہ ہے اور اسے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے داخل کرنے کا وعدہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳ (سورۃ السجدہ، آیت ۱۳)

[2] میں نے دوزخ کو جنات اور انسانوں سے بھرنا ہے۔

وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ:...... میں ظالم نہیں ہوں، حتیٰ کہ میں کسی کو اس کے استحقاق کے بغیر عذاب دے دوں یا کسی کو جرم کے بغیر سزا دے دوں۔ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ: اس خوفناک دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ دوزخ سے کہے گا کیا تو بھر گئی ہے، دوزخ آگے سے کہے گی کیا یہاں کچھ اور بھی ہیں؟

دوزخ کی وسعت

حدیث میں ہے: دوزخ میں لگاتار لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا مگر دوزخ کہے گی کیا اور بھی ہیں، یہاں تک کہ اللہ رب العزت دوزخ میں اپنا پاؤں رکھے گا، تب دوزخ کہے گی۔ بس، بس، تیری عزت کی قسم، تیری کرم کی قسم میری کفایت کردی گئی ہے، پھر دوزخ سکڑنا شروع ہوجائے گی۔[3] بظاہر سوال وجواب دونوں اپنی حقیقت پر محمول ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، چنانچہ جمادات شجر وحجر کا گویا ہونا عقلاً ممکن ہے اور شرعاً ایسا ہوا ہے چنانچہ ایک چیونٹی نے کلام کیا اور یہ کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے کہ مسلمان آخری زمانے میں یہودیوں سے لڑیں گے، حتیٰ کہ یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے پناہ ڈھونڈیں گے، اللہ تعالیٰ درختوں اور پتھروں کو قوت گویائی دے دیں گے اور درخت بول پڑے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے...... الخ دوسری تفسیر کے مطابق آیت میں تمثیل ہے۔ امر یہ ایسے ہی ہے جیسے اہل عرب کا مقولہ:

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۷۸ [2] حاشیہ الجمل ۴/ ۱۹۶ والقرطبی ۱۷/ ۱۷ [3] الحدیث من روایۃ البخاری ومسلم

قال الحائط للمسمار لم تشقني ؟دیوار نے مسمار (کیل ٹھوکنے والے) کرنے والے سے کہا: مجھے کیوں توڑ رہا ہے؟ آیت میں تمثیل ہے اور اس میں دوزخ کی وسعت کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ دوزخ کے اطراف اتنے پھیل جائیں گے کہ اگر تمام کفار اور گناہ گار دوزخ میں ڈال دیے جائیں سب اس میں سما جائیں گے۔ اشقیا و کفار کا حال بیان کرنے کے بعد سعداء کا حال ذکر کیا جا رہا ہے۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ: جنت متقین مومنین کے قریب کی جائے گی اور وہ دور نہیں ہوگی اور اہل جنت اسے سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔ اس میں اہل جنت کا اور زیادہ اکرام ہے۔ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ: اہل جنت سے کہا جائے گا: یہ جو نعمتیں تمہیں دکھائی دیتی ہیں، یہ وہی ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر اس بندے سے کیا ہوا ہے جو توبہ کرنے والا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے، اللہ کے وعدہ اور اس کے حکم کی حفاظت کرنے والا ہے۔

خشیت الٰہی کا بدلہ جنت ہے

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ:...... جس شخص نے اپنے دل میں خوف خدا رکھا اور اس کی بن دیکھے اطاعت کی جو اس کی قوت یقین کی بدولت ہے اور توبہ کرنے والا دل خشوع وخضوع سے بھرا ہوا لے کر آیا۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ: ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ عذاب، غم، وحزن اور ملال سے بے خوف ہو کر، یہی یوم بقا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، چوں کہ جنت میں موت نہیں ہوگی اور نہ فنا ہوگی۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا: جنت میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھیں لذت محسوس کریں گی۔ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ: ہمارے پاس تو اس سے کہیں زیادہ انعامات واکرامات ہیں۔ اور وہ دیدار خداوندی ہے۔ اس کے بعد کفار مکہ کو سابقہ مکذبین پر نازل ہونے والے عذاب سے خوف دلایا ہے۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: کفار قریش سے پہلے ہم نے کفار مجرمین کی بہت ساری امتوں کو ہلاک کیا ہے۔ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا: وہ کفار قریش سے کہیں زیادہ قوت وطاقت والے تھے اور وہ ان سے کہیں زیادہ زور آور تھے۔ فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ: انہوں نے بہت سارے شہروں کا سفر کر رکھا تھا، ان شہروں کے اکناف واطراف میں انہوں نے بہت چکر لگا رکھے تھے، کیا موت سے ان کو بھاگنے کی کوئی جگہ ملی؟ کیا انہیں عذاب سے خلاصی مل سکی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ: ہم نے جن ظالم بستیوں کے ہلاک کرنے کا ذکر کیا ہے ان میں نصیحت اور عبرت ہے ہر اس کے شخص کے لیے جس کے پاس غور وفکر کرنے والی عقل ہو یا وہ نصیحت کو غور سے سنتا ہو اور نصیحت کے لیے اس کا دل حاضر باش ہو، اس لیے تاکہ وہ نصیحت حاصل کر لے اور عبرت پکڑے۔ سفیان کہتے ہیں: وہ شخص حاضر نہیں ہوتا جس کا دل غائب ہو۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب کا مقولہ ہے: القی فلان سمعه فلاں شخص نے کان لگا کر غور سے بات سنی درآں حالیکہ وہ دل سے حاضر ہو اور اس کا دل غائب نہ ہو۔ آیت میں عقل کو قلب سے تعبیر کیا ہے چوں کہ عقل کی جگہ دل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ (سورۃ الحج، آیت ۴۶)

شان یہ ہے کہ یہ آنکھوں کے اندھے نہیں ہیں لیکن یہ دلوں کے اندھے ہیں جو ان کے سینوں میں بند ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ڰ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ:...... اس آیت میں یہود پر رد کیا گیا ہے، ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین چھ دنوں میں پیدا کیے، ان چھ دنوں کا پہلا دن اتوار تھا اور آخری جمعہ، اللہ تعالیٰ تھک گیا تھا اس لیے اس نے ہفتہ کے دن آرام کیا اور عرش معلی پر گدی کے بل لیٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کی پرزور انداز میں تکذیب وتردید کی۔[1] آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان بمعہ ان کی بلندی وعظمت کے اور زمین بمعہ اس کے حجم ووسعت کے اور جو آسمان وزمین کے درمیان مخلوقات ہے سب چھ دنوں میں پیدا کیے، اس تخلیق سے ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ: اے محمد! یہود اور کفار قریش جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ: ان تمام صفات سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو جو اس کی ذات کے لائق نہیں

---

[1] هذا قول قتادہ والكلبي كذا في القرطبي ۱۷/ ۲۴

ہیں، اپنے رب کی عبادت کرو، اس کے لیے دو اوقات فجر و عصر میں نماز پڑھو۔ ان دو اوقات کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہے چوں کہ ان دو اوقات کی فضیلت زیادہ ہے۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ: اور رات کے کچھ حصہ میں اللہ کے لیے تہجد کی نماز پڑھو اور فرض نمازوں کے بعد رب تعالیٰ کی تسبیح کرو۔

اوقات نماز

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: واقعہ اسراء سے پہلے دو رکعتیں طلوع آفتاب سے پہلے فرض تھیں اور دو رکعتیں غروب آفتاب سے پہلے، جب کہ قیام اللیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر ایک سال تک کے لیے واجب تھا، پھر امت کے حق میں قیام اللیل کا وجوب سے منسوخ ہو گیا، پھر اسراء کے موقع پر یہ سب کچھ نماز پنجگانہ سے منسوخ ہوا۔ ان میں سے نماز صبح طلوع آفتاب سے قبل اور نماز عصر غروب آفتاب سے قبل باقی رہیں۔[1]

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ: اے محمد! اس ندا کو غور سے سنو جب اسرافیل حشر کے لیے کسی قریبی مقام سے آواز بلند کریں گے جو ہر ایک کو برابر سنائی دے گی۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں شان مخبر یہ کی تہویل ظاہر کی گئی ہے، ندا لگانے والا اسرافیل علیہ السلام ہوگا۔ چنانچہ اسرافیل علیہ السلام کہیں گے: اے بوسیدہ ہڈیو! اے بکھرے ہوئے اعضا اے ریزہ ریزہ ہونے والے گوشت، اے متفرق ہو جانے والے بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے بدن میں اکٹھے ہو جاؤ تا کہ آخری دو ٹوک فیصلہ کیا جا سکے۔[2]

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ: ...... جس دن لوگ دوبارہ اٹھائے جانے کی پکار سنیں گے، جو پکار سچ مچ حقیقت پر مبنی ہوگی۔ یہ دوسری بار صور میں پھونکنے کی آواز ہوگی۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ: یہ قبروں سے باہر نکلنے کا دن ہوگا۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ: ہم مخلوقات کو دنیا میں زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور آخرت میں جزا و سزا کے لیے انہوں نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، کسی اور کی طرف نہیں۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا: جس دن ان کے اوپر سے زمین پھٹ رہی ہوگی اور وہ قبروں سے جلدی جلدی نکل کر میدان حساب کی طرف لپک رہے ہوں گے، یہ منادی کی پکار کے جواب میں ایسا ہوگا۔

دوبارہ زندہ کرنا اور محشر میں جمع کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ: ...... لوگوں کو محشر میں جمع کرنا اور انہیں دوبارہ زندہ کرنا ہمارے لیے بہت آسان کام ہے اس میں ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ: کفار قریش جو انکار بعث، تمسخر و مذاق اور آپ کی رسالت کا جو مذاق اڑا رہے ہیں ہم اس سب سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے جب کہ کفار کے لیے تہدید ہے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ: اے محمد! آپ کو ان کفار پر مسلط نہیں کر دیا گیا کہ آپ انہیں زبردستی اسلام میں داخل کر دیں۔ آپ تو بس نصیحت کرنے والے ہیں۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ: جو لوگ میری وعید سے ڈرتے ہیں انہیں اس قرآن کی نصیحت کیجیے۔ سورۂ مبارکہ کا اختتام نصیحت قرآن پر ہوا جیسے قرآن کی قسم اٹھانے سے ابتدا ہوئی، تا کہ ابتدا و انتہا میں مناسبت قائم ہو جائے۔

بلاغت: ...... اس سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ہم مختصراً ان میں سے بعض کو بیان کرتے ہیں:

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ: ...... میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے تا کہ کفار پر ان کے کفر کی مہر ثبت ہو جائے۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا: میں استفہام انکاری ہے جو بعث بعد الموت کو بعید از قیاس سمجھنے کے لیے لایا گیا ہے۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ: میں سابق مضمون سے اضراب (عدول) ہے یعنی کلام کا عدول ہے ایسی انتہا درجے کی شنیع و قبیح چیز کی طرف جو تعجب سے بڑھ کر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ: مُردوں کے زندہ کرنے کو مُردہ زمین سے سبزہ نکالنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۷۸ [2] تفسیر ابی السعود ۵/۹۶

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ:...... اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال بیان کی گئی ہے بندے کے احوال کے ساتھ اور یہ مثال رگ جان کی ہے جو دل کے قریب تر ہے۔ یہ بطور استعارہ قرب کی مثال ہے جیسے اہل عرب کا قول ''وهو منی معقد الازار''۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ: میں حذف ایجاز ہے۔ اصل میں عَنِ الْيَمِيْنِ قَعِيْدٌ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ تھا اول کو حذف کر دیا چوں کہ اس پر ثانی کی دلیل موجود تھی، جب کہ یمین وشمال میں طباق ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ: میں استعارہ تصریحیہ ہے، موت کے وقت پیش آنے والی ہولناکیوں اور شدائد کے لیے "سکرۃ" کے لفظ کا استعارہ لیا گیا ہے۔ عَنِيْدٍ اور عَتِيْدٌ میں تجنیس ناقص ہے، چوں کہ نون اور تاء میں تغیر ہے۔ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ: میں طباق ہے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ: میں خوبصورت فاصلہ بندی ہے جو بغیر کسی تکلف کے لایا گیا ہے۔ اسی طرح اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ: میں بھی رعایت فاصلہ ہے یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمدللہ آج سورۂ ق کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۹ جولائی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات بعد نماز فجر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

سورۃ الذاریات

تعارف: ......سورۃ الذاریات ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں ایمان کے ستونوں کو مضبوط بنانے پر توجہ دی گئی ہے۔ اور نظروں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر مرکوز کیا گیا ہے، نیز ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر عقیدہ کو راسخ بنانے کی تاکید کی گئی ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں مختلف مناظر قدرت کا ذکر ہے۔ مثلاً غبار اڑانے والی ہوائیں اور آندھیاں، سمندروں میں کشتیوں کا چلنا، مینہ کو اٹھا کر چلنے والے بادل، سطح سمندر پر تیرنے والے جہاز اور بیڑے، فرشتے جنہیں مخلوق کے مختلف امور سونپ دیے گئے ہیں۔ ان چار امور کی قسم اٹھائی گئی ہے کہ حشر اور بعث بعد الموت ہو کر رہے گا۔ پھر کفار مکہ کی طرف گفتگو کو منتقل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے قرآن کی تکذیب کی، سورۂ مبارکہ میں دنیا وآخرت میں ان کے انجام کی خبر دی گئی ہے۔

کفار مکذبین کے بعد مومنین متقین کا ذکر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں نعمتیں اور آسائشیں تیار کر رکھی ہیں چوں کہ دنیا میں یہ نیک صالح رہے۔ گویا سورۂ مبارکہ میں ترغیب وترہیب کا پہلو اپنایا گیا ہے۔

پھر اس وسیع وعریض کائنات میں پائے جانے والے دلائل قدرت ودلائل توحید کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر پیغمبروں کے قصے بیان کیے گئے ہیں، اور ساتھ ان کی سرکش امتوں کا ذکر بھی ہوا ہے اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کا بیان بھی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت موسیٰ علیہم السلام قوم عاد، ثمود، قوم نوح کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ان قصص سے دراصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے۔ اور لوگوں کو عبرت دلانا بھی مقصد ہے۔ سو جس کے پاس قلب سلیم ہو وہ عبرت حاصل کر لیتا ہے۔

سورہ کریمہ کے اختتام پر جن وانس کی تخلیق کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے اور وہ معرفت حق تعالیٰ ہے، اس کی عبادت وتوحید ہے۔

اٰيَاتُهَا ۶۰ — سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۱) (۶۷) — رُكُوْعَاتُهَا ۳

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ
مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ
عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ
مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي
الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾
فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ع ۲۰
الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وقف لازم
فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۙ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:......قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑاتی ہیں،① پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں،② پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں،③ پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔④ تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے⑤ اور جزا ضرور ہونے والی ہے۔⑥ قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں⑦ کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو۔⑧ اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔⑨ غارت ہو جائیں گے اٹکل پچو باتیں کرنے والے⑩ جو جہالت میں بھولے ہوئے غارت ہو جائیں۔⑪ پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا۔⑫ جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے،⑬ اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔⑭ بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور چشموں میں،⑮ ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا اسے لینے والے ہوں گے۔ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے اچھے کام کرنے والے تھے۔⑯ یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے⑰ اور رات کے آخری اوقات میں استغفار کرتے تھے۔⑱ ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے کے لیے اور محروم کے لیے⑲ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے⑳ اور تمہاری جانوں میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟㉑ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔㉒ سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بے شک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔㉓ کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے㉔ جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی کہا اسلام ہو، انجان لوگ ہیں۔㉕ پھر اپنے گھر والوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑا لے آئے۔㉖ پھر اسے ان کے پاس لاکر رکھا۔ کہنے لگے: کیا تم نہیں کھاتے؟㉗ پھر ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا، انہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی㉘ اور پھر ان کی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی' پھر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ کہنے لگی: بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں۔㉙ فرشتوں نے کہا کہ تمہارے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے، بے شک وہ حکمت والا ہے' علم والا ہے۔㉚

لغات: اَلْحُبُكِ:......راستے، حَبِيْكَةٌ کی جمع ہے جیسے طَرِيْقَةٌ مَعْنًى و وَزْنًا: زجاج کہتے ہیں اَلْحُبُكِ: اچھے راستے۔ اَلْخَرّٰصُوْنَ: خَرَّاصٌ کی جمع ہے بمعنی کذاب۔ غَمْرَةٍ: الغمرۃ = ڈھانپنے والی چیز، پردہ، ڈھکن۔ يَهْجَعُوْنَ: الھجوع = نیند، رات کے وقت سونا۔ اَوْجَسَ: محسوس کرلیا۔ صَرَّةٍ: چیخ، چنگھاڑ۔

تفسیر: وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا:......یہ قسم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے، یعنی میں ان ہواؤں کی قسم اٹھاتا ہوں جو مٹی اور ریت اڑا کر ادھر سے ادھر بکھیر دیتی ہیں۔ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا: اور میں ان بادلوں کی قسم کھاتا ہوں جو بارش کا بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں۔ بادل پانی کا خزانہ ہوتے ہیں جس میں انسانی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا: پھر ان کشتیوں کی قسم اٹھاتا ہوں جو پانی کی سطح پر آسانی کے ساتھ اور سہولت سے رواں دواں ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے اوپر اولاد آدم کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا: اور پھر ان فرشتوں کی قسم اٹھاتا ہوں جو رزق اور بارش انسانوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔

ہر فرشتے کی مخصوص ڈیوٹی ہے

ہر فرشتے کی مخصوص ڈیوٹی ہے۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ انبیاء پر وحی نازل کریں، میکائیل علیہ السلام کی رزق ورحمت کی ذمہ داری ہے۔ اسرافیل علیہ السلام کی ذمہ داری صور پھونکنا ہے اور عزرائیل علیہ السلام کی ذمہ داری ارواح قبض کرنا ہے۔[1] مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم ان کے شرف کی وجہ سے اٹھائی ہے۔ نیز ان میں اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب کاریگری اور قدرت پر دلیل ہے۔ اس کے بعد جواب قسم کو ذکر کیا ہے۔

[1] حاشیۃ الجمل ۴/۲۰۱

اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ:......تم سے جس ثواب وعذاب اور حشر ونشر کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقینی اور محقق امر ہے، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔وَّاِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ: لامحالہ جزا واقع ہو کر رہے گی۔اس کے بعد ایک اور قسم کا ذکر ہے۔وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُبُكِ: میں اس آسمان کی قسم اٹھاتا ہوں جو راستوں والا ہے اور محکم ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی اچھی بناوٹ والا جس میں کوئی کمی کجی نہیں ہے۔اِنَّكُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ: یہ جواب قسم ہے: اے کفار! تم محمد کے بارے میں مضطرب قول میں پڑے ہو۔تم میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے، کفار اس طرح کے مختلف اقوال کا شکار ہیں۔یُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں ہدایت اور سعادت سے پھیر دیا گیا وہ قرآن اور محمد علیہ السلام پر ایمان لانے سے پھیر دیا گیا۔قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ: جھوٹوں پر لعنت ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں، شاعر ہیں وغیرہ ذالک ابن الانباری کہتے ہیں: قتل کی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جا رہی ہو تو وہ لعنت کے معنی میں ہوتا ہے چوں کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو جاتی ہے وہ مقتول کے بمنزلہ ہوتا ہے۔[1] الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ: یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت سے غافل ہیں۔

قیامت کے دن کا مذاق اور اُس کا انجام

یَسۡئَلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ:......تکذیب واستہزا کے طور پر کہتے ہیں: حساب وجزا کا دن کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا: یَوۡمَ هُمۡ عَلَی النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ: یہ جزا ہو کر رہے گی جس دن کفار دوزخ میں داخل کیے جائیں گے اور اس میں جلائے جائیں گے۔ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَكُمۡ: دوزخ کے داروغے کہیں گے عذاب وجزا کا مزہ چکھو۔هٰذَا الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ: یہی وہ عذاب تو ہے جسے تم دنیا میں جلدی طلب کرتے تھے اور تم اس کا مذاق اڑاتے تھے اوپر اللہ تعالیٰ نے کفار کا ذکر کیا ہے اور اب مومنین کا ذکر ہے۔اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ: پرہیزگار لوگ ایسی بہشتوں میں ہوں گے جن میں بہتے چشمے ہوں گے، جن سے فرحت کا بھرپور سامان حاصل ہوگا۔اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ: اللہ تعالیٰ نے ان کو جو شرف مرتبہ اور نعمتیں عطا کی ہیں ان پر راضی ہیں۔اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُحۡسِنِیۡنَ: یہ لوگ دنیا میں نیک اعمال کرنے والے تھے۔پھر ان کی نیکی کا ایک پہلو ذکر کیا ہے۔كَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَهۡجَعُوۡنَ: راتوں کو بہت کم سوتے تھے اور رات کے اکثر حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قیام اللیل میں مصروف رہتے تھے اور راتوں کو بہت کم سوتے تھے۔[2] وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ: رات کے آخری حصہ میں اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے تھے، باوجود ان کے نیکوکار ہونے کے اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتے تھے، اسی لیے سحری کے وقت کثرت سے استغفار کرتے تھے۔ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: باوجود یہ کہ کم سوتے تھے، تہجد گزار تھے، پھر بھی کثرت سے استغفار کرتے تھے۔گویا وہ گناہوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی رات گزرتے تھے۔[3] نیکوکاروں کی یہ دوسری مدح ہوئی ہے۔وَفِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ: یہ تیسری مدح ہے، انہوں نے اپنے اموال میں محتاج وفقیر کے لیے حصہ مقرر کر رکھا ہے، یعنی اپنے اموال سے محتاج سائل اور ضرورت مند جو سوال نہیں کرتا کو عطا کرتے ہیں۔

زمین اور نفس کی نشانیاں

وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ:......زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی وحدانیت پر واضح دلائل ہیں یقین رکھنے والوں کے لیے، جو اللہ تعالیٰ کو اس کی کاریگری سے پہچان لیتے ہیں۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زمین میں ایسی نشانیاں ہیں جو خالق کی عظمت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں یہ مختلف نشانیاں ہیں مثلاً انواع واقسام کی نباتات، حیوانات، پہاڑ وصحرا، سمندر و دریا، لوگوں کی زبانوں کا مختلف ہونا اور ان کے رنگوں کا مختلف ہونا، ان کی عقل وفہم، سعادت وشقاوت میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں، ان کی شکل وصورت میں اختلاف یہ تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت وجلال پر دلالت کرتی ہیں۔[4] وَفِیۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ: اور تمہارے اپنے نفوس میں بے شمار نشانیاں ہیں جو تمہاری ابتدائے خلق اور انتہا

---

[1] زاد المسیر لابن الجوزی ۸/ ۳۰ [2] البحر المحیط ۸/ ۱۳۵ [3] ارشاد العقل السلیم ۵/ ۲۴۰ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۳۸۴

تک دائر ہیں، کیا تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی تخلیق میں نہیں دیکھتے ہوتا کہ تم اللہ کی قدرت پہچان سکو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے شکلوں صورتوں کا اختلاف، زبانوں کا اختلاف، رنگوں کا اختلاف طبائع کا اختلاف، سمع وبصر و رعقل کا اختلاف مراد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: جو شخص اپنی تخلیق میں غور وفکر کرتا ہے وہ سچے پر پہنچتا ہے کہ اس کے اعضاء عبادت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ: آسمان میں تمہارے رزق اور معاش کے اسباب ہیں، اس سے مراد بارش ہے جس میں زمین اور انسانوں کی زندگی ہے، اور تمہارے ساتھ جس ثواب وعذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بھی آسمانوں میں لکھا ہوا ہے آیت میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی نیز احسان جتلانے کا قصد بھی کہا گیا ہے۔ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ: میں آسمان وزمین کے رب کی قسم اٹھاتا ہوں کہ تم سے جن چیزوں یعنی رزق، بعث ونشور وغیرھا کا جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ حق ہیں، لامحالہ یہ ہو کر رہیں گی جیسے تم نطق کرتے ہو اور بوقت نطق تمہیں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا، اسی طرح واجب ہے کہ تم رزق اور بعث بعد الموت میں کسی قسم کا شک نہ کرو۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ بطور تشبیہ وتمثیل ہے۔ یعنی تمہارا رزق تقسیم کیا ہوا ہے آسمان میں۔ جیسے تمہارا بولنا، تمہیں اپنے بولنے میں کوئی شک نہیں ہوتا، ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہنے والا کہتا ہے یہ بات حق ہے جیسے تم یہاں ہو۔ یہ بات حق ہے جیسے تم دیکھتے اور سنتے ہو۔[1]

رزق انسان کا پیچھا کرتی ہے

چنانچہ رزق نطق کی طرح ہے جو کسی حال میں بھی انسان سے جدا نہیں ہوتی۔ حدیث میں ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے رزق اس کا پیچھے کرے گا جیسے موت پیچھا کرتی ہے۔[2] هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ: شوق دلانے کے لیے استفہام لایا گیا ہے اور اس قصہ کی تفخیم کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسے کوئی کہتا ہے: ''کیا تمہیں وہ خبر پہنچی ہے؟ دراصل متکلم مخاطب کو استفہام سے شوق دلانا چاہ رہا ہوتا ہے؟ آیت کا معنی ہے: اے محمد! کیا تمہیں ابراہیم کے معظم ومکرم مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مہمانوں سے مراد جبرائیل، میکائیل واسرافیل علیہم السلام ہیں۔[3] مُكْرَمِيْنَ: کہا گیا ہے چوں کہ یہ فرشتے اللہ کے ہاں مکرم ومعزز ہیں۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے کہنے لگے: ہم آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم پر بھی سلام ہو، تم اجنبی لوگ ہو، ہم تمہیں نہیں پہچانتے، بھلا تم کون ہو؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو اجنبی سمجھا چوں کہ مہمان حسین وجمیل نوجوانوں کی شکل میں آتے تھے اور ان پر طبعی رعب تھا۔ اس لیے پہچاننے سے انکار کیا۔[4]

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات مہمانوں سے دوران خطاب نہیں کہی ہوگی چوں کہ مقام ابراہیم اسی امر کا مقتضی ہے ہاں البتہ اپنے دل ہی دل میں اس بات کا اظہار کیا ہوگا یا آپ کے ساتھ جو آپ کے متبعین وغلام ہوں گے ان سے یہ بات کہی ہوگی۔ اس طرح کہ فرشتوں نے نہیں سن سکی ہوگی۔[5] فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ: جلدی کے ساتھ اور مہمانوں سے چھپ کر اپنے گھر والوں کی طرف چلے، چوں کہ میزبان کے آداب میں سے ہے کہ وہ مہمان کو بتلائے بغیر ضیافت کا سامان لا کر حاضر کر دے اور مہمانوں کو پتہ ہی نہ چلے، کہیں مہمان اسے منع نہ کر دیں۔ یا تاخیر اس پر گراں نہ گزرنے لگے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام مہمانوں سے آنکھ چرا کر گھر کی طرف گئے الروغ تب ہی ہو سکتا ہے جب تمہارا آنا جانا پوشیدہ ہو۔[6] فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ: وہ فوراً ایک نفیس ہوا بچھڑا لیے حاضر ہوئے۔ الْعِجْلِ: گائے کے بچھڑے کو کہا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام کے پاس زیادہ تر مویشی گائے کی نوع کے تھے، فربہ بچھڑے کا انتخاب کیا چوں کہ اس میں مہمانوں کا زیادہ اکرام ہے۔

فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ: کھانا مہمانوں کے قریب کیا اور ان کے سامنے رکھ دیا، جب مہمانوں نے کھانا نہ کھایا تو بشاشت اور از روئے ہمدردی کہا: تم یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟

---

[1] البحر المحیط ۸/۱۳۷ [2] ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ ۱۷/۴۳ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/۴۴ [4] مختصر ابن کثیر ۳/۳۸۵ [5] البحر المحیط ۸/۱۳۹ [6] تفسیر ابن الجوزی ۸/۳۶

آداب ضیافت

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عبارت سے تلطف وہمدردی عیاں ہوتی ہے۔ آیت کریمہ میں آداب ضیافت کا بیان ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام سامان ضیافت لائے مہمانوں کو پتہ تک نہیں چلنے دیا۔ مہمانوں پر احسان نہیں جتلایا کہ ہم تمہارے لیے کھانا لاتے ہیں، ضیافت میں اپنا عمدہ مال پیش کیا ہے اور وہ فربہ بھنا ہوا بچھڑا تھا۔ کھانا مہمانوں کے قریب کیا ہے، مہمانوں کو کھانے پر نہیں بلایا بلکہ کھانا لا کر مہمانوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ پھر کھانا کھانے کے لیے اس طرح حکم نہیں دیا جو سامع پر گراں گزرے بلکہ نہایت نرمی سے فرمایا: آپ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ جیسے کوئی یوں کہتا ہے: اگر تم صدقہ کرنا اچھا سمجھتے ہو تو کر گزرو۔[1]

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً: جب آپ علیہ السلام نے مہمانوں کو کھانے سے اعراض کرتے دیکھا تو دل میں ان کے بارے میں خوف پیدا ہو گیا۔

قَالُوْا لَا تَخَفْ: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: ڈرو نہیں ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ: فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی جو آپ کی زوجہ سارہ سے پیدا ہونا تھا، وہ بالغ ہو کر صاحب علم ہوگا۔[2] ابوحیان کہتے ہیں: آیت میں بیٹے کی زندگی کی بشارت تھی یہاں تک کہ وہ عالم ہوگا۔ جمہور کے نزدیک مبشر بہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ سورۃ ہود میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ (سورہ ہود، آیت ۷۱)

حضرت سارہ کا تعجب

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ: ۔ یعنی سارہ فرشتوں کی طرف متوجہ ہوئیں، جب انہوں نے بیٹے کی بشارت سنی تو چلاتی ہوئی فرشتوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ مفسرین کہتے ہیں: حضرت سارہ نے جب بشارت سنی تو وہ گھر کے ایک کونے میں تھیں تو زور سے چلاتی ہوئی آئیں تاکہ خبر کی تحقیق کریں۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا: انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ دے مارا، جیسے تعجب کے وقت عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہاتھ چہرے پر مار دیتی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تعجب کی وجہ سے چہرے پر ہاتھ دے مارا جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔[3]

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ: بولی! میں تو بوڑھی اور بانجھ عورت ہوں بھلا میں کیسے بچے جن سکتی ہوں؟ اَلْعَقِيْمُ: وہ عورت جس کے ہاں کبھی بھی بچہ پیدا نہ ہو سکے چوں کہ اس میں حمل کے ٹھہرنے کا عمل ہی نہیں ہو پاتا۔ امام جلال کہتے ہیں: سارہ کی اس وقت ننانوے (۹۹) سال عمر تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔[4]

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ: معاملہ اسی طرح ہو کر رہے گا جیسے ہم نے تمہیں خبر دی ہے، اللہ تعالیٰ نے ازل سے یہی فیصلہ کر دیا ہے، تم تعجب نہ کرو اور نہ شکوہ شکایت کرو۔ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنی کاریگری میں حکیم ہے اور مخلوق کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔

(چھبیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک)

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۵ [2] البحر المحیط ۸/۱۳۹ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۳۸۵ [4] تفسیر الجلالین ۴/۱۲۶

پارہ نمبر ۲۷......قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

الجزء ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً
مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا
فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى
اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ
فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ
اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ
رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾
ع ۲ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا
اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ط اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾
كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ج بَلْ هُمْ
قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا
خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ
هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:......ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے لوگو! تم کو کیا بڑا کام کرنا ہے؟ (۳۱) انہوں نے کہا کہ بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (۳۲) تا کہ ہم ان پر ایسے پتھر برسائیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں (۳۳) جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہے۔ ان کے لیے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں۔ (۳۴) سو ان میں جتنے ایمان والے تھے انہیں ہم نے نکال دیا۔ سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا، (۳۶) اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لیے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (۳۷) اور موسیٰ کے قصہ میں عبرت ہے جب کہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ بھیجا۔ (۳۸) سو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ، (۳۹) سو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، سو ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت کا کام کرنے والا تھا۔ (۴۰) اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر ہوا بھیج دی جو ہر خیر سے خالی تھی۔ (۴۱) وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی، اسے ایسی بنا دیتی

تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجائے ﴿۴۲﴾ اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جب کہ ان سے کہا گیا کہ تھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کرلو ﴿۴۳﴾
سوانہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ ﴿۴۴﴾ سو وہ کھڑے نہ ہوسکے اور نہ بدلہ لے سکے ﴿۴۵﴾
اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا ایسا ہی حال ہوا' بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔ ﴿۴۶﴾ اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا اور بے شک ہم وسیع قدرت والے ہیں ﴿۴۷﴾ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں، ﴿۴۸﴾ ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ ﴿۴۹﴾ سو تم اللہ کی طرف دوڑو، بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ﴿۵۰﴾ اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو' بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ﴿۵۱﴾ اسی طرح اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا' جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ بتایا ہو۔ ﴿۵۲﴾ کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں۔ ﴿۵۳﴾ سو آپ ان کی طرف سے اعراض کیجیے ﴿۵۴﴾ کیوں کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔ ﴿۵۵﴾ اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ ﴿۵۶﴾ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا کہ مجھے کھلائیں۔ ﴿۵۷﴾ بلاشبہ اللہ وہ ہے جو خوب رزق دینے والا ہے، قوت والا ہے، نہایت ہی قوت والا ہے۔ ﴿۵۸﴾ سو بے شک ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا ان کے لیے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کا تھا سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں۔ ﴿۵۹﴾ سو کافروں کے لیے بڑی خرابی ہے، ان کے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ ﴿۶۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کا سوال وجواب

تفسیر: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ: ...... اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا اہم کام کیا ہے جس کی خاطر تمہیں بھیجا گیا ہے؟ بیضاوی کہتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ یہ فرشتے ہیں ساتھ یہ داعیہ بھی پیدا ہوا کہ اس طرح فرشتے اکٹھے ہو کر نہیں آتے، لہٰذا کوئی اہم کام درپیش ہے اس لیے پوچھا؟ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ: فرشتے بولے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے چوں کہ وہ نہایت فحش جرائم کی مرتکب ہے۔ یہ قوم لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرتی تھی اور بھی ان میں جرائم پائے جاتے تھے، کفر وعصیان کی بھی مرتکب تھی۔ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ: تاکہ ہم ان پر آگ سے پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسائیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ آگ پر پکائی گئی مٹی کے پکے پتھر جیسے اینٹ پک کر پتھر کی طرح سخت ہوجاتی ہے۔[۲] مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ: اللہ تعالیٰ کے پاس سے ان پر خاص نشان لگا ہوگا، ہر پتھر پر اس آدمی کا نام ہوگا جس پر وہ پتھر پڑے گا اور اسے ہلاک کردے گا۔ لِلْمُسْرِفِيْنَ: فسق وفجور میں حد سے تجاوز کرنے والے۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم لوط کی بستیوں میں چھ لاکھ لوگ بستے تھے، جبرائیل امین نے زمین کے نیچے اپنا پر دخل کیا اور ان کی بستیوں کو اکھاڑ پھینکا اور انہیں اوپر اٹھایا یہاں تک کہ ان کی چیخ وپکار اہل آسمان نے سن لی، پھر وہاں سے انہیں پلٹ دیا اور اوپر سے پتھر برسائے۔[۳] فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: قوم لوط کی بستیوں میں جو مومنین تھے ان کو ہم نے نکال لیا تھا تاکہ مجرمین کے ساتھ وہ ہلاک نہ ہوں۔ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ: تحقیق وتفتیش کے بعد سوائے ایک گھرانے کے مسلمانوں کا کوئی اور گھر نہ ملا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اور وہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ غرض مومنین کی قلت بیان کرنا ہے جنہیں عذاب سے نجات ملی، اور کافروں کی کثرت تھی جو ہلاکت کے مستحق تھے۔ امام جلال کہتے ہیں: اہل حق کی ایمان اور اسلام کے ساتھ صفت لائی گئی ہے یعنی وہ اپنے دلوں سے تصدیق کرنے والے تھے اور اپنے اعضاء سے اعمال کرتے تھے۔[۴]

ہلاک شدہ بستیوں میں سامان عبرت ہے

وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً: ...... ان ہلاک ہوجانے والی بستیوں میں ہم نے ایک علامت کو باقی چھوڑا جو ان کی ہلاکت اور بستی کے تہ وبالا ہوجانے پر کھلی

---

[۱] زاد المسیر ۸/۳۹ [۲] البحر المحیط ۸/۱۴۰ [۳] الصاوی ۴/۱۲۶ [۴] تفسیر الجلالین ۴/۲۰۵

نشانی تھی۔ لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ: یہ علامت ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ اس قصہ سے عبرت حاصل کرسکتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً: کا معنی ہے کہ ہم نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں عبرت بنادیا اور ان کی جگہ بدبودار بحیرہ پیدا کردیا، یقیناً اس میں مومنین کے لیے بڑی عبرت ہے۔[1] وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ: اور ہم نے موسیٰ کے قصہ میں بھی ایک نشانی رکھی ہے جس میں عبرت ہے، جس وقت ہم نے انہیں فرعون کی طرف بھیجا۔ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ: واضح حجت اور کھلی دلیل کے ساتھ۔ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ: چنانچہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے اعراض کیا اور اس نے اپنی جماعت، اپنے لشکر، قوت وسلطنت پر بھروسہ کیا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ کے دشمن نے اپنے ساتھیوں پر بھروسہ کیا۔ غرض یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوت لشکر کی بدولت ایمان سے اعراض کیا، اس کا لشکر فرعون کے لیے ستون کی مانند تھا جس پر عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ فرعون بھی اپنے لشکر پر اعتماد کرنے کی وجہ سے ایمان لانے سے منکر ہوگیا۔

ربط: ...... قبل ازیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ ذکر کیا جو حقیقت میں فرشتے تھے جنہیں قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، اب ان آیات میں کچھ اور سرکش امتوں کی قصے ذکر کیے جارہے ہیں جن میں فرعون، اس کے لشکر، عاد، ثمود اور قوم نوح شامل ہیں۔ ان قصص سے مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا اور مخلوق کو نصیحت کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ اس کے بعد قدرت ووحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ سورۃ کا اختتام مکذبین کو ڈرسنانے پر ہوا ہے۔

لغات: مُّسَوَّمَةً: ...... نشان زدہ۔ نَبَذْنٰهُمْ: ہم نے ان کو پھینک دیا، دھتکار دیا۔ الْيَمِّ: سمندر۔ مُلِيْمٌ: ایسا کام کرنے والا جس پر اسے ملامت کی جائے۔ الرَّمِيْمِ: ہلاک ہوجانے والی پرانی چیز، بوسیدہ۔ زجاج کہتے ہیں: رَمِيْمٍ: خشک پتا جو بوسیدہ ہوجائے۔[1] رَمَّ العظم: ہڈی بوسیدہ ہوئی۔ فھو رمة ورمیم۔ جریر شاعر بیٹے کے مرثیہ میں کہتا ہے:

ترکتنی حین کف الدھر من بصری   واذ بقیت کعظم الرمة البالی

تو نے مجھے اس وقت چھوڑا جب زمانے نے میری آنکھیں اندھی کردیں اور میں بوسیدہ پرانی ہڈی کی طرح ہوکر رہ گیا ہوں۔

الْمٰهِدُوْنَ: ...... بچھونا بچھانے والے، اسی سے التمہید بھی ہے، بمعنی چیز کو درست کرنا، سنوارنا، بہتر کرنا۔ ذَنُوْبًا: عذاب کا حصہ۔

فرعون کی گستاخی اور اس کا انجام

وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ: ...... اس ملعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں کہا: یہ تو جادوگر ہے اسی لیے خوارق عادت افعال ہمارے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ یا یہ مجنون ہے تبھی دعوائے رسالت کرتا ہے۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ: ہم نے فرعون اور اس کے لشکر پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ: ہم نے ان کو سمندر میں دھتکار دیا چوں کہ انہوں نے ہمیں غصہ دلایا اور ہمارے پیغمبر کی تکذیب کی۔ وَهُوَ مُلِيْمٌ: اس نے کفر ومعصیت کا ارتکاب کیا اس لیے وہ ملامت زدہ قرار پایا۔ قصۂ فرعون کے بعد قصہ عاد ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ: اسی طرح ہم نے قصہ عاد میں بھی نشانی رکھی ہے اس شخص کے لیے جو غور وفکر کرے، جب ہم نے ان پر تباہی مچادینے والی آندھی چھوڑ دی، جس میں کوئی خیر وبرکت نہیں تھی، چوں کہ اس ہوا میں نہ بادل تھے اور نہ ہی درختوں کی تلقیح کا عمل اس سے ہوسکتا تھا، یہ تو بس ہلاکت کے لیے چلائی گئی تھی۔ اس آندھی کا نام دیور ہے۔ حدیث میں ہے: ''صبا کے ذریعے میری مدد کی گئی جب کہ قوم عاد دبور کے ذریعے ہلاک کردی گئی۔'' مفسرین کہتے ہیں: اس آندھی کا نام الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ: رکھا گیا، اس ہوا کو بانجھ عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے چنانچہ بانجھ عورت کو حمل نہیں ٹھہرتا اور نہ وہ بچہ جنم دیتی ہے۔ اب جب اس ہوا میں کسی طرح کی خیر وبرکت نہیں تھی، نہ اس میں بادل تھے نہ درختوں کی تلقیح کا عمل کرسکتی تھی اس لیے بانجھ عورت کے مشابہ ہوئی۔ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ: جس چیز کے اوپر سے بھی یہ ہوا گزری اسے تباہ کر کے رکھ دیا اور اسے باقی نہیں چھوڑا۔ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ: مگر یہ کہ اسے پرانی بوسید چیز کی طرح کر کے چھوڑ دیا جو ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رمیم سے مراد مٹی، غبار، ریت ہے۔

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۵

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الرمیم: پرانی چیز جو تباہ ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا اللہ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ (سورۃ الاحقاف، آیت ۲۵)

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر جو ہوا بھیجی تھی وہ تند و تیز آندھی تھی جو لگاتار آٹھ دن تک چلتی رہی۔ عمارتیں منہدم کر دیں، مردوں کو اوپر اٹھالیا یہاں تک کہ پرندوں کی طرح دکھائی دیتے تھے پھر وہاں سے زمین پر پھینک دیے گئے۔ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ گویا وہ درختوں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ اس کے بعد ثمود کی ہلاکت کی خبر دی ہے۔ وَفِي ثَمُودَ: اسی طرح ہم نے قوم ثمود میں نشانی اور عبرت رکھی ہے۔

إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ...... جب انہوں نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا اس کے بعد ان سے کہا گیا: اس دنیا میں زندگی کا تھوڑا نفع اٹھالو یہاں تک کہ تمہاری ہلاکت کا وقت آ جائے۔ دنیا سے نفع اٹھانے کا وقت صرف تین دن تھا جیسے قوم ہود کو تین دن کا وقت دیا گیا۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ اپنے گھروں میں تین دن تک فائدہ اٹھالو۔ (سورہ ہود، آیت ۶۵)

فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ...... انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے سے تکبر کیا اور اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور پھر اللہ کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ: چنانچہ مہلک چنگھاڑ نے ان کو گرفت میں لے لیا۔ وَهُمْ يَنظُرُونَ: اس حال میں کہ وہ کھلی آنکھوں اس عذاب کا مشاہدہ کر رہے تھے چوں کہ یہ عذاب دن چڑھے آیا تھا۔

قوم ثمود کا عذاب

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی وضاحت یہ ہے کہ قوم ثمود نے تین دن تک عذاب کا انتظار کیا، چنانچہ چوتھے دن صبح صبح عذاب نے انہیں آن لیا۔[1] علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد ہلاک کر دیے جائیں گے، ان سے کہا: صبح کو تمہارے چہرے زرد ہوں گے، دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے پھر چوتھے دن تمہارے اوپر کڑک آئے گی جس میں آسمان سے آگ ہوگی۔ دوسری تفسیر میں ہے کہ ان پر چنگھاڑ آئی اور وہ ہلاک ہو گئے۔[2] فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ: چنگھاڑ کی شدت کی وجہ سے اٹھنے کے قابل بھی نہ رہے، بلکہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ ہو کر گر پڑے۔ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ: یہ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے لیے انتقام لے لیتے ہیں اور عذاب کے سامنے اپنا دفاع کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد قوم نوح کے ہلاک کرنے کی خبر دی گئی ہے۔ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ: اوپر مذکورین کے ہلاک کرنے سے پہلے ہم نے قوم نوح کو طوفان میں ہلاک کیا۔ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ: ہلاکت کی علت بیان کی گئی ہے۔ یعنی چوں کہ وہ فساق اور اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے کفر و معصیت کا ارتکاب کیا تھا۔ سرکش و مکذبین امتوں کی ہلاکت کی خبر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے قدرت و وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ: ہم نے قوت و قدرت سے آسمان کو مضبوط و محکم بنایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بِأَيْدٍ: یعنی قوت کے ساتھ[3] وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ: اور ہم آسمان کی تخلیق میں وسعت پیدا کرنے والے ہیں، چنانچہ زمین اور اس کو محیط ہوا اور پانی آسمان کی بنسبت چھوٹے سے حلقے کی مانند ہیں جو کسی صحرا میں دھرا ہو، جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لَمُوسِعُونَ: یعنی ہم قدرت رکھتے ہیں۔ الوسع سے مشتق ہے بمعنی طاقت۔ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا: اور زمین کا ہم نے فرش بچھایا تاکہ تم زمین پر ٹک سکو اور قرار پکڑ سکو۔ تمہارے لیے زمین کو پھیلا دیا تاکہ مختلف راستوں سے تم نفع اٹھاؤ، کھیتیاں کاشت کر سکو، یہ چیز زمین کے کرویت کے منافی نہیں ہے، جب کہ یہ امر قطعی ہے اور زمین کرویت (اس کا گول ہونا) اور گولائی کے باوجود وسیع اور پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں میدان بھی ہیں پہاڑ بھی، صحرا بھی ہیں اور جنگلات بھی، اسی لیے فرمایا: فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ: چنانچہ ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔ جمع کا صیغہ تعظیم کے لیے ہے۔

---

[1] الجمل ۴/۲۰۷ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۳۸۶ [3] روح المعانی ۲۷/۱۶

ہر چیز کے جوڑے

وَمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ:...... ہم نے ہر چیز کی دو دو مختلف انواع واصناف پیدا کیں۔ نر اور مادہ، میٹھا اور کھٹا وغیرہ ذالک۔ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ: تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرو اور ایمان لے آؤ اور تم جان لو کہ تمام جوڑوں کا پیدا کرنے والا صرف ایک ہے۔ فَفِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کی پناہ کی طرف لپکو اور اس کی توحید اور طاعت کی طرف دوڑو۔ ابوحیان کہتے ہیں: اللہ کی طرف جو بھاگنے کا حکم دیا جارہا ہے حقیقت میں یہ ایمان اور طاعت میں داخل ہونے کا حکم ہے۔ دخول فی الایمان کو فرار کے لفظ سے تعبیر کیا ہے تاکہ اس بات پر متنبہ کر دیا جائے کہ لوگوں کے پیچھے بھاگنے میں عذاب ہے یہ امر ہے اس سے بھاگنا حق ہے، گویا لفظ میں تحذیر اور استدعا دونوں جمع کر دیے گئے ہیں۔ اس کی مثال فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے: کوئی ٹھکانا نہیں اور تجھ سے کوئی نجات دلانے والا نہیں مگر تو ہی۔ ابن جوزی کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: ان امور سے بھاگو جو اللہ کے عذاب کے موجب ہیں مثلاً کفر، معصیت، ان امور سے یعنی ایمان وطاعت کی طرف بھاگو۔[1] اِنِّیۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ: میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور اس کے انتقام سے خوف دلاتا ہوں۔ مُّبِیۡنٌ: میرا معاملہ صاف واضح ہے، اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ساتھ میری تائید کی ہوئی ہے۔ وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اللہ کے ساتھ کسی بشر، کسی حجر، کسی شجر کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اِنِّیۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ: یہ جملہ مکرر لایا گیا ہے تاکہ مضمون کلام میں تاکید پیدا ہو جائے۔ نیز اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ شرک نہایت خطرناک چیز ہے۔

ایمان اور عمل دونوں ضروری ہیں

خازن کہتے ہیں: یہ جملہ مکرر لایا گیا ہے امر بالطاعت کے ساتھ اور نہی عن الشرک کے ساتھ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایمان نفع نہیں پہنچاتا مگر عمل کے ساتھ اور عمل بھی بغیر ایمان کے نفع بخش نہیں ہے اور اللہ کے ہاں صرف وہی آدمی کامیاب ہوگا اور اسی کو کامیابی نصیب ہوگی جو ان دونوں چیزوں (ایمان وعمل) کا جامع ہوگا۔ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا قَالُوۡا سَاحِرٌ اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ: آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے۔ یعنی اے محمد! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کے بارے میں کہا کہ یہ جادوگر ہے یا مجنون ہے اسی طرح آپ سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی ہے، لہٰذا آپ ان مجرمین کی باتوں پر غمزدہ اور حزین نہ ہوں۔ اَتَوَاصَوۡا بِهٖ: کیا پہلے لوگوں نے پچھلے لوگوں کو تکذیب کی وصیت کر دی تھی؟ استفہام برائے تعجب ہے یعنی ان کفار کے اس اجماع پر تعجب ہے، پھر اس سے اضراب وعدول کیا ہے۔ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ: یعنی کفار نے ایک دوسرے کو اس کی وصیت نہیں کی بلکہ سرکشی اور طغیان نے ان کو تکذیب ومعصیت پر اکسایا ہے، اسی لیے انہوں نے جو کہنا تھا کہا۔ فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ: اے محمد! آپ ان سے اعراض کر لیں۔ فَمَاۤ اَنۡتَ بِمَلُوۡمٍ: آپ پر کوئی ملامت اور عتاب نہیں ہے چوں کہ آپ نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی، دعوت وارشاد اور نصیحت میں آپ نے خوب سے خوب تر محنت کر لی۔ وَّذَكِّرۡ فَاِنَّ الذِّكۡرٰى تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ: آپ وعظ ونصیحت نہ چھوڑیں چوں کہ با ایمان دلوں کو وعظ ونصیحت سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وعظ سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جن وانس کے پیدا کرنے کی غرض وغایت بیان کی ہے۔

تخلیق جن وانس کا مقصد

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ:...... میں نے ثقلین یعنی جن وانس کو صرف اپنی عبادت اور اپنی توحید کے لیے پیدا کیا ہے دنیا طلبی اور دنیا میں منہمک ہو جانے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ: مگر یہ کہ جن وانس میرے لیے عبادت کا اقرار کریں خواہ خوشی سے خواہ زبردستی۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی: جن وانس کو اس لیے پیدا کیا تاکہ تجھے پہچان لیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے مکذبین کا حال بیان کیا تو پھر یہ آیت ذکر کی تاکہ ان کے غلط کردار کو بیان کر دے، چنانچہ انہوں نے اللہ کی عبادت کو چھوڑ دیا جب کہ ان کی تخلیق ہی عبادت کے لیے کی گئی تھی۔[1] مَاۤ اُرِیۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ: میں ان سے یہ مطالبہ نہیں کہ وہ مجھے رزق دیں یا ایک دوسرے کو رزق دیں بلکہ میں ہی رزاق ہوں

---

[1] البحر المحیط ۸/ ۱۴۲

میں ہی عطا کرنے والا ہوں۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ: میں ان سے یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ میری مخلوق کو کھلائیں، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں میں تو بے نیاز ہوں، قابل حمد وستائش ہوں۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح ایک آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کرتا ہے۔ آقا تو اپنے غلاموں سے مدد لیتا ہے ان کے ذریعے اپنی معیشت سنوارتا ہے۔ [1] گویا اللہ تعالیٰ یوں فرمارہا ہے: میں ان سے کوئی مدد نہیں لینا چاہتا جس طرح آقا اپنے غلاموں سے مدد لیتا ہے، پس جن وانس کو چاہیے کہ میری عبادت میں مشغول ہوں جس کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ: اللہ عزوجل ہی رزق عطا کرنے والا ہے، وہی اپنے بندوں کے رزق اور جملہ حاجات کا کفیل ہے۔ آیت میں اسم جلالہ لایا گیا ہے حالاں کہ مقام اسم ضمیر کا مقتضی ہے، اس سے تعظیم تفخیم مقصود ہے۔ انّ اور ضمیر منفصل کے ساتھ جملہ کی تاکید لائی گئی ہے تاکہ معاملات رزق میں مخلوق کا وہم ختم ہوجائے اور اللہ تعالیٰ پر ان کا اعتماد قائم رہے۔ ذُو الْقُوَّةِ: جو کہ زبردست قدرت کا مالک ہے۔ الْمَتِیْنُ: سخت قوت والا جو کبھی عاجز نہیں ہوتا اور جس پر کبھی ضعف نہیں آتا۔ ابن کثیر کہتے رحمۃ اللہ علیہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ جن وانس کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہی اللہ کے محتاج ہیں، جملہ امور میں مخلوق اللہ کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ تو ان کا خالق ومالک اور رازق ہے۔ حدیث قدسی ہے: اے ابن آدم میری عبادت کے لیے فارغ ہوجائیں تیرے سینے کو غنا (بے نیازی) سے بھر دوں گا، اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا سینہ مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کبھی ختم نہیں کروں گا۔ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ: یہ کفار جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا ہے ان کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے ان کے اسلاف مثلاً قوم نوح، عاد، ثمود وغیرھا کے لیے عذاب کا ایک حصہ تھا۔ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ: میرے عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں، یقیناً عذاب آکر رہے گا، فی الفور یا بدیر۔ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ: ان کافروں کے لیے قیامت کے دن ہلاکت، تباہی اور سخت عذاب ہے۔ جس کا ان سے وعدہ کر دیا گیا ہے۔

بلاغت:...... اس سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ:...... میں صنعت طباق ہے چوں کہ سائل طالب ہے اور محروم سوال سے گریز کرنے والا۔ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ: خبر پر تین تاکیدات لائی گئی جیں قسم، انّ اور لام۔ خبر کی اس قسم کو انکاری کہتے ہیں چوں کہ مخاطب منکر ہے۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ: میں استفہام برائے تشویق وتفخیم ہے۔ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ: میں استعارہ ہے۔ الرکن استعارہ ہے جنود (لشکروں) کے لیے، چوں کہ لشکر پر اعتماد ہوتا ہے جیسے عمارت کا سہارا استون ہے۔ وَهُوَ مُلِیْمٌ: اسم فاعل کا اسم مفعول پر اطلاق ہوا ہے۔ ملیم بمعنی ملام ہے، اس لیے یہ مجاز عقلی ہے۔ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ:...... استعارہ تبعیہ ہے۔ کفار کے استیصال کو عورتوں کے بانجھ پن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پھر مشبہ بہ کا اطلاق مشبہ پر کر دیا گیا ہے اور پھر العقیم کا لفظ اس سے بطور استعارہ مشتق کر لیا گیا۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ: میں حذف ایجاز ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ: اسی طرح عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ: میں بھی ہے اصل عبارت اِنَّا عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ہے۔ ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے چوں کہ وجہ شبہ محذوف ہے۔ مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ: میں تکرار فعل کے ساتھ اطناب ہے، اس سے مبالغہ اور تاکید مقصود ہے۔ وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ. وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ: میں خوبصورت سجع بندی ہے اور اس میں کوئی تکلف بھی نہیں۔ اس سے کلام کی خوبصورتی کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

لطیف نکتہ:...... حکایت ہے کہ ایک اعرابی نے کسی قاری کو یہ آیت تلاوت کرتے سن لیا: وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ: اعرابی بولا: یا سبحان اللہ! اللہ عزوجل کو کس نے غصہ دلا دیا حتیٰ کہ وہ قسم اٹھانے پر اتر آیا۔ کیا لوگوں نے اللہ کی بات کی تصدیق نہیں کی یہاں تک کہ اسے قسم پر مجبور کر دیا؟ اے لوگو! تمہارا ناس ہو۔

الحمد للہ سورۃ الذاریات کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۰ جولائی ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز فجر مکمل ہوا اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] تفسیر الکبیر ۷/ ۶۸۵ [2] تفسیر البیضاوی ۴/ ۱۶۸

سورۃ الطور

تعارف:......سورۂ طور ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں اسلامی عقیدہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ توحید، رسالت، بعث و جزا اس سورت کے اہم موضوعات ہیں۔

سورت کی ابتدا قیامت کی ہولناکیوں اور شدائد کے بیان سے کی گئی ہے جن کا سامنا کفار کو کرنا پڑے گا۔ چنانچہ قسمیں اٹھا کر اس امر کو یقینی بتایا گیا ہے کہ کفار پر عذاب نازل ہو کر رہے گا۔ اس امر کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے پانچ قسمیں اٹھائی گئی ہیں۔

اس کے بعد پرہیزگار لوگوں کے متعلق بات ہوئی ہے کہ وہ جنت میں عیش و عشرت کی زندگی گزاریں گے، تختوں پر براجمان آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرح کی سعادت سے نوازیں گے۔ ان کے پاس جنت کی عورتیں، اولاد، بیٹے، عیش و عشرت، لذات، انواع و اقسام کے کھانے، مشروبات، میوہ جات، طرح طرح کے گوشت، الغرض ہر طرح کی نعمتیں انہیں میسر ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں کھٹکیں۔

اس کے بعد رسول کریم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بات کی گئی ہے، آپ کے فریضہ کی تعیین کی گئی ہے کہ وعظ کرنا اور ڈر سنانا آپ کا کام ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کاہن و مجنون نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و رسالت عطا کی ہے۔

سورۂ کریمہ کے آخر میں کافروں اور ان کے خداؤں پر تہکم کیا گیا ہے اور یہ اسلوب بطور توبیخ اپنایا گیا ہے، کفار کے عناد و طغیان کی شدت بیان کی گئی ہے، اس کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے۔

وجہ تسمیہ:......سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الطور" ہے، چوں کہ پہلی آیت ہی میں اللہ تعالیٰ نے طور کی قسم اٹھائی ہے جو کہ ایک پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا۔ یہ پہاڑ انوار و تجلیات اور فیوضات کا محور ہے اور دنیا کے تمام پہاڑوں پر اسے فوقیت حاصل ہے۔

اٰيَاتُهَا ۴۹ | (۵۲) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ (۷۶) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵
وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹ وَّتَسِيْرُ
الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ
جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۱۵
اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ
فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ
امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ

فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ
بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ
السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: ......قسم ہے طور کی ① اور کتاب مسطور کی ② جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے ③ اور بیت معمور کی، ④ اور سقف مرفوع کی ⑤ اور بحر مسجور کی، ⑥ بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ ⑦ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ ⑧ اس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا ⑨ اور پہاڑ چل پڑیں گے۔ ⑩ سو اس دن بڑی خرابی جھٹلانے والوں کے لیے ⑪ جو بیہودگی میں لگے رہتے ہیں، ⑫ جس دن انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیے جائیں گے۔ ⑬ یہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ ⑭ کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھتے۔ ⑮ اس میں داخل ہو جاؤ، صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمہارے حق میں، تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔ ⑯ بے شک متقی لوگ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے ⑰ جو کچھ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا۔ خوشی کے ساتھ اس میں مشغول ہوں گے اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ ⑱ کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔ ⑲ یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر بچھے ہوئے ہوں گے اور ہم گورے رنگ والی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے ان کا بیاہ کرا دیں گے۔ ⑳ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا تو ہم ان کی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز بھی کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہوگا ㉑ اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہو گی۔ ㉒ وہ اس میں جام کی چھینا چھپٹی کریں گے، نہ اس میں کوئی لغوبات ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات، ㉓ اور ایسے لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں ㉔ اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں گے، ㉕ وہ کہیں گے کہ بے شک ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں رہتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ㉖ سو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچالیا۔ ㉗ بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ بے شک وہ بڑا محسن ہے، مہربان ہے۔ ㉘ (سورۃ الطور۔ آیت ۱ تا ۲۸)

لغات: رَقٍّ: ......الرّق فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے، باریک چمڑا جس پر لکھا جاتا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں: الرق، ورق۔ الْمَسْجُوْرِ: آگ میں سلگائی ہوئی چیز۔ مقولہ ہے: سجرتُ النار۔ یعنی میں نے آگ سلگائی۔ تَمُوْرُ: مار، یمور، حرکت کرنا، اضطراب ہونا، آنا جانا۔ شاعر کہتا ہے:

وما زالت القتلیٰ تمور دمائها ۔۔۔ بدجلة حتّی ماؤ دجلة أشكل

مقتولین کا خون مسلسل حرکت میں رہا اور دریائے دجلہ میں بہتا رہا یہاں تک کہ دجلہ کے پانی کو پانی کہنا مشکل ہو گیا۔[1]

يُدَعُّوْنَ: ......سختی سے دور کیے جائیں گے، الدع سختی سے دور کرنا۔ اَلَتْنٰهُمْ: ہم نے ان میں کمی کر دی۔ رَهِيْنٌ: محبوس۔ السَّمُوْمِ: گرم ہوا، لو۔ جو مسامات میں گھس جاتی ہے۔

کوہِ طور اور کتاب مسطور کی قسم

تفسیر: ......وَالطُّوْرِ ① وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ: اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کی قسم اٹھائی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا، اس کے بعد کتاب عظیم کی قسم اٹھائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور وہ کتاب قرآن عظیم ہے جو لکھا ہوا ہے۔ فِيْ رَقٍّ: باریک چمڑے میں۔ مَّنْشُوْرٍ: جو کھلی ہے، بند نہیں اور سربمہر بند نہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کی قسم اٹھائی ہے یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۶۳

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔ اس پہاڑ کے شرف وکرامت کی وجہ سے قسم اٹھائی اور اس پر موجود نشانیوں کی یاددہانی کے لیے قسم اٹھائی۔ اس کے بعد لکھی ہوئی کتاب یعنی قرآن مجید کی قسم اٹھائی جسے لوگ مصاحف سے دیکھ کر پڑھتے ہیں اور فرشتے لوح محفوظ سے پڑھتے ہیں۔ ایک اور قول کے مطابق کتاب سے مراد تمام آسمانی کتب ہیں جو مختلف انبیاء پر نازل کی گئیں چوں کہ ہر کتاب کو لوگ کھول کے پڑھتے ہیں۔ الرق: باریک چمڑا جس پر لکھا جاتا ہے۔[1] وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ: اور قسم ہے بیت معمور کی جس کے طواف میں ہمہ وقت فرشتے لگے ہوئے ہیں۔

بیت معمور

اہل آسمان کے لیے بیت المعمور ایسا ہی ہے جیسے اہل ارض کے لیے کعبہ شریف۔ حدیث معراج میں ہے: پھر مجھے بیت معمور تک لے جایا گیا، میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ جواب دیا: یہ بیت معمور ہے، اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو فرشتے اس میں ایک بار داخل ہوتے ہیں پھر ان کے داخلے کی باری نہیں آتی۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ ساتویں آسمان پر ایک گھر ہے جو بیت اللہ کے عین مقابل میں ہے، اسے فرشتوں نے آباد کر رکھا ہے، اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے عبادت کرتے ہیں اور پھر ان کی باری نہیں آتی۔[3] وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ: اور بلند وبالا آسمان کی قسم ہے جو بغیر ستونوں کے محض اللہ کی قدرت پر کھڑا ہے۔ آسمان کو چھت کا نام دیا ہے جیسے گھر کی چھت ہوتی ہے ایسے ہی زمین کی چھت آسمان ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد عرش ہے اور وہ جنت کی چھت ہے۔ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ: اور قیامت کے دن آگ سے سلگائے ہوئے سمندر کی قسم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ اور جب سمندروں کو سلگا دیا جائے گا۔ (سورۃ التکویر، آیت ۶)

یعنی سمندر سلگایا جائے گا یہاں تک کہ آگ کی مانند ہو جائے گا اور اس کے شعلے بلند ہوں گے اور اہل محشر کو گھیرے گا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ: یہ جواب قسم ہے یعنی اللہ کا عذاب کافروں پر لامحالہ نازل ہو کر رہے گا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا پانچ چیزوں کی قسم اٹھائی ہے چوں کہ یہ پانچ اشیاء اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ جواب قسم یہ ہے کہ مشرکین کا عذاب حق ہے۔[4] مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ: کوئی چیز ایسی نہیں ہوگی جو مشرکین سے عذاب کو دور کر سکے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پہلی واؤ قسم کی ہے، اس کے بعد واؤ برائے عطف ہے اور مقسم علیہ جملہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ: ہے۔

ایک لطیف نکتہ

عذاب کی اضافت رب کی طرف ہے، اس میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور بندے کی مصلحت پر اس کی نظر ہے، عذاب کی اضافت رب کی طرف ہے اور رب کی اضافت کاف خطاب کی طرف ہے اس میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب سے امان حاصل ہے اور عذاب اس شخص پر واقع ہوگا جو آپ کی تکذیب کرے گا اور "واقع" کا لفظ "کائن" سے زیادہ شدید ہے، گویا عذاب کسی بلند جگہ پر تیار رکھا گیا ہے اور وہاں سے مستحق پر واقع ہوگا۔ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا: جب اس دن کی ہولناکی اور شدت کی باعث آسمان میں حرکت اور اضطراب ہوگا۔ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا: جب پہاڑ سطح زمین پر سے چلنا شروع کر دیں گے اور ہوا میں پھیلے ہوئے غبار کی مانند اڑ رہے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ (سورہ طٰہٰ، آیت ۱۰۵)

آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر دے گا۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/۵۸ [2] اخرجہ مسلم فی صحیحہ [3] تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۸ [4] زاد المسیر ۸/۴۸

خازن کہتے ہیں: آسمان کے تھرتھرانے اور پہاڑوں کے چلنے کی خبر دینے میں حکمت یہ ہے کہ ڈر سنانا اور اس بات کا اعلان کرنا مقصود ہے کہ دنیا کی طرف رجوع نہیں ہوگا۔ چوں کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، پہاڑ سمندر وغیرہ زمین کو آباد رکھنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور تاکہ انسان ان چیزوں سے نفع اٹھائے، اور جب دنیا کی طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان اشیا کو بھی زائل کر دیا اور دنیا کو بھی تباہ کر دیا۔[1] فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: مکذبین کے لیے اس خوفناک دن میں ہلاکت تباہی اور سخت عذاب ہوگا۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ: جو دنیا میں باطل ہی میں گھسے رہے اور اپنے مقصد سے غافل رہے۔ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا: جس دن انہیں دوزخ میں نہایت سختی کے ساتھ اور حقارت سے دھکیل دیا جائے گا۔ بحر میں لکھا ہے: اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوزخ کے فرشتے کفار کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ باندھ دیں گے اور ان کی پیشانیوں کو ان کے قدموں کے ساتھ جمع کر دیں گے پھر انہیں منہ کے بل دوزخ میں دھکیل دیں گے، گراتے وقت گدی میں ان کے دھولیں رسید کریں گے۔[2] پھر جب دوزخ کے قریب پہنچیں گے فرشتے کہیں گے: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ: یہی ہے دوزخ کی آگ جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

روزِ قیامت کفار کی ڈانٹ

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ: ۔۔۔۔۔۔ دوزخ کے فرشتے کفار کو ڈانٹ پلانے کے لیے کہیں گے: تم اپنی آنکھوں سے جس عذاب کو دیکھ رہے ہو کیا یہ جادو ہے یا آج تم اندھے ہو گئے ہو جیسے تم دنیا میں حق و خیر سے اندھے ہو گئے تھے؟ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَفَسِحْرٌ هٰذَآ: میں کفار کے لیے توبیخ ہے چوں کہ دنیا میں وہ قرآن کو جادو کہتے تھے، گویا اس کے جواب میں ان سے کہا گیا: تم دنیا میں قرآن کو جادو کہتے تھے بتاؤ یہ عذاب بھی جادو ہے یا تمہاری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں جیسے دنیا میں بند تھیں؟[3] اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا: اب دوزخ کے عذاب کی شدت برداشت کرو، عذاب پر خواہ صبر کرو یا نہ کرو۔ آیت میں کفار کو ڈانٹا جا رہا ہے۔ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ: صبر کرنا اور بے صبری کرنا تمہارے لیے اب برابر ہے چوں کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہو گے۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: تم اپنی قبیح اعمال یعنی کفر تکذیب کی جزا پاؤ گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ جب کفار کا حال بیان کیا تو آگے مؤمنین کا حال بیان کیا جا رہا ہے جیسا کہ قرآن مجید کا اسلوب ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ: ۔۔۔۔۔۔ بے شک جو لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرے اس کے اوامر بجالائے اور نواہی سے اجتناب کیا وہ آخرت میں بڑے بڑے باغات اور دائمی نعمتوں میں ہوں گے۔ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ: اللہ تعالیٰ نے انہیں جو نعمتیں، لذات، اشیائے خورونوش عطا کی ہوں گی ان سے وہ لطف اور لذت اٹھا رہے ہوں گے۔ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ: رب تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے نجات دے دی ہے اور دوزخ کی ہولناکیاں ان سے دور رکھ دی ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بذاتہ مستقل نعمت ہوگی، باوجود یہ کہ دخول جنت بھی اس کا نتیجہ ہے جس میں ایسا سرور ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر کھٹکا۔[4] كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: ان سے کہا جائے گا: مزے سے کھاؤ اور پیو، اس میں کوئی چیز بدمزہ اور مکدر نہ ہوگی، یہ سب نعمتیں بسبب اس کے ہیں جو تم نے دنیا میں اعمال کیے ہیں۔ اس کے بعد کھانے پینے کے وقت کے احوال بیان کیے ہیں۔

اہل جنت کی نشستیں

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ: ۔۔۔۔۔۔ اس حال میں کہ وہ سونے کی چارپایوں جو یاقوت و جواہر سے مرصع ہوں گی پر لیٹے ہونے کی ہیئت میں بیٹھے ہوں گے اور یہ چارپائیاں خوبصورت قطاروں میں ہوں گی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مَّصْفُوْفَةٍ: یعنی جنتیوں کے چہرے ایک دوسرے کی طرف ہوں گی اس طرح چارپائیاں قطاروں میں ہوں گی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] الخازن ۴/۱۰۷ [2] البحر المحیط ۸/۱۴۷ [3] تفسیر ابی السعود علی ہامش الرازی ۷/۶۹۷ [4] مختصر ابن کثیر ۳/۲۹۰

عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۝ چارپائیوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ (سورۃ الحجر، آیت ۴۷)

حدیث میں ہے: آدمی چالیس سال کی مدت کے برابر تک تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا رہے گا، وہ اپنی ہیئت میں تبدیلی نہیں لائے گا اور نہ ہی اکتائے گا، اس کا دل جو چاہے گا خود بخود اس کے پاس آجائے گا اور اس کی آنکھ کو جس چیز سے لذت ملے گی فوراً اس کی پاس آجائے گی۔ [۱] وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ: ہم نے ان کے لیے ان کی ہم عمر نیک وصالح بیویاں بنادی ہیں جو جنت کی حوریں ہوں گی، موٹی آنکھوں والیاں اور گوریاں۔ عین، عیناء کی جمع ہے بمعنی موٹی آنکھ والی۔ گورا پن نمایاں آنکھوں کے ساتھ حسن کو اور دوبالا کر دیتا ہے۔

جنت میں مومن اولاد بھی ساتھ ہوگی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ:...... جو لوگ ایمان والے ہیں اور ایمان میں ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ شریک رہی۔ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ: ہم اولاد کو ان کے والدین کے ساتھ جاملائیں گے تاکہ ان کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں، اگرچہ ان کا عمل نہ پہنچا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو جنت میں اس کے درجے تک پہنچادے گا اگرچہ اولاد اپنے عمل سے جنت کا یہ مقام نہ پاسکے لیکن والدین کی برکت سے اسے یہ مقام نصیب ہوجائے گا، تاکہ اس کے والدین اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرسکیں۔ اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ [۲] علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لیے ان کی سعادت کی بدولت مختلف انواع کا سامان سرور جمع کردے گا، چنانچہ جنتی دوشیزاؤں سے اس کی شادی ہوگی، مومنین کی دوستی ہوگی اور اس کے پاس اس کی اولاد موجود ہوگی۔ [۳] وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ: ہم آباء کے اعمال کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کریں گے۔ بحر میں لکھا ہے۔ آیت کا معنی: اللہ تعالیٰ کم ثواب والے کو نیک وصالح کے ساتھ ملادیں گے اور نیک آدمی کے اجر وثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ [۴]

ہر انسان اپنے اعمال میں گروی ہے

كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ:...... ہر انسان اپنے اعمال میں گروی ہے اس پر کسی دوسرے انسان کا گناہ نہیں لادا جائے گا، خواہ باپ ہو یا بیٹا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اہل دوزخ اپنی اعمال کی گروی ہیں جب کہ اہل جنت نعمتوں کی طرف کوچ کرجائیں گے۔ [۵] خازن کہتے ہیں: آیت میں ہر آدمی سے مراد ہر کافر ہے یعنی ہر کافر اپنے شرکیہ عمل میں گروی ہے، اس کی گروی کی جگہ دوزخ ہے، جب کہ مومن اپنے عمل کی گروی نہیں ہے۔ چوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ۝ (سورۃ المدثر، آیت ۳۸،۳۹)

ہر انسان اپنے عمل کا گروہ ہے البتہ دائیں ہاتھ والے اپنے عمل میں گروی نہیں۔ [۶]

اس کے بعد اہل جنت سے کیے گئے فضل وکرم کے وعدہ کا ذکر ہے۔ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ: ہم ان کو زیادہ سے زیادہ نعمتوں سے نوازیں گے، انواع واقسام کے میوہ جات اور گوشت عطا کریں گے۔ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا: جنت میں شراب کے جام پر چھینا جھپٹی کریں گے۔ ایسا دوستی کی بنا پر لذت بڑھانے کے لیے کریں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شدت سرور کی وجہ سے کھیل کود کے طور پر چھینا جھپٹی ہوگی جیسے دنیا میں بارہ خواری کی محفل میں ہوتا ہے۔ [۷] لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ: شراب پینے کی وجہ سے ان کے درمیان بیہودگی اور بکواسات نہیں ہوں گے۔ اس پر انہیں گناہ بھی نہیں ہوگا جیسے دنیا کی شراب پینے پر گناہ ہوتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آخرت کی شراب کو دنیا کی کدورتوں اور آلودگیوں سے پاک کردیا ہے۔ اس سے سر درد نہیں ہوگا، پیٹ میں مروڑ نہیں پڑیں گے اور عقل ماؤف نہیں ہوں ہوگی، یعنی شراب آخرت ایسے کلام پر نہیں ابھارے گی جو کسی قسم کے فائدہ سے فارغ ہو جس میں ہذیان وبیہودہ گوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حسن منظر اور خوبی بیان فرمائی ہے:

---

[۱] اخرجہ ابن ابی حاتم [۲] اخرجہ ابن ابی حاتم [۳] الکشاف ۴/ ۲۷ [۴] البحر المحیط ۸/ ۱۴۹ [۵] القرطبی ۱۷/ ۶۸ [۶] تفسیر الخازن ۴/ ۲۰۸ [۷] روح المعانی ۲۷/ ۳۴

بیضاء لذۃ للشاربین، لا فیھا غول ولا ھم عنھا ینزفون۔ ’’شراب آخرت سفید ہوگی جس میں پینے والوں کو بھرپور لذت حاصل ہوگی اس میں سر درد نہیں ہوگا اور نہ ہی پینے والے بہکیں گے۔[1]

جنت کے خدمت گار

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ:...... ان پر خدمت گار لڑکے پھر رہے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے مخصوص کیا ہوگا۔ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ: گویا وہ حسن و جمال اور سفیدی و صفائی میں موتیوں کی مانند ہوں گے جنہیں چھپا کے رکھا گیا ہو۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ خدمت گار لڑکے ایک قول کے مطابق مشرکین کی اولاد ہوں گے جو بچپن میں دنیا میں مر گئے ہوں گے۔ جنت میں تھکاوٹ نہیں ہوگی اور نہ ہی خدمت کی چنداں حاجت ہوگی، لیکن عیش وعشرت کا تقاضا یہ ہے کہ خدام بھی موجود ہوں۔ گویا خدمت گاروں کے بغیر نعمت تمام نہیں ہوتی۔[2]

اہل بیت کی گفتگو

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ:...... اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے اپنے اعمال اور احوال دنیا کے بارے میں سوال کریں گے۔ اہل جنت ایک دوسرے سے گفتگو لذت اٹھانے کے لیے کریں گے اور اللہ کی نعمتوں کے اعتراف کے لیے کریں گے۔ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ جن سے سوال یوں کیا جائے گا وہ کہیں گے: ہم دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے تھے۔ اور اس کے عذاب اور سزا سے خوفزدہ رہتے تھے۔ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ: اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور جنت کے ساتھ ہمارے اوپر عظیم احسان کیا ہے اور جن امور سے ہم ڈرتے تھے ان سے ہمیں پناہ دی، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیا جو کہ جھلسا دینے والا اور بدن میں نفوذ واثر کرنے والا عذاب ہے۔ السَّمُومِ سے مراد گرم تیز ہوا ہے جو بدن میں نفوذ جائے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل جنت کو دنیا کے گزرے معاملات کا علم ہوگا اور وہ ان کو یاد بھی کریں گے۔ اسی طرح کافر بھی دنیا کی عیش وعشرت کو نہیں بولے گا، چنانچہ مومن کی لذت وعیش اور لطف میں اضافہ ہوگا جب وہ سوچے گا کہ وہ دنیا کی تنگی سے جنت کی آسودہ حالی کی طرف منتقل ہوا ہے اور قید خانے سے نکل کر جنت کی طرف آیا ہے، جب کہ کافر کے دکھ و درد میں بھی اضافہ ہوگا چوں کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے دوزخ کی طرف منتقل ہوا ہے۔[3] إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ: اہل جنت کہیں گے: ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اسی کے حضور عاجزی اور فریاد کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہماری مراد پوری کی اور ہمیں وہ کچھ عطا کیا جو ہم نے اس سے مانگا۔ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی احسان کرنے والا ہے۔ وہی اپنے بندوں پر فضل و رحم کرنے والا ہے۔ یہ جملہ ماسبق کے لیے تعلیل کے بمنزلہ ہے۔ مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی: فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ پھر کہا: یا اللہ! ہمارے اوپر احسان فرما اور ہمیں تیز لو کے عذاب سے بچا، بلاشبہ تو احسان کرنے والا اور بڑا مہربان رہے۔[4]

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿٣٠﴾
قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾
أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ
شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۲۹۱ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/۶۹ [3] التفسیر الکبیر للرازی ۷/۲۰۵ [4] مختصر ابن کثیر ۳/۳۶۲

رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾
اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ
فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ
حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾
وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا
ع ۲ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

ترجمہ:.....سو آپ سمجھاتے رہیں کہ کیوں کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ ﴿۲۹﴾ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے؟ ہم اس کی موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ﴿۳۰﴾ آپ فرما دیجیے: انتظار میں رہو سو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ ﴿۳۱﴾ کیا ان کی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ ہیں جو سرکش ہیں؟ ﴿۳۲﴾ کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے بات بنالی ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۳۳﴾ سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں۔ ﴿۳۴﴾ کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ ﴿۳۵﴾ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے۔ ﴿۳۶﴾ کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں؟ ﴿۳۷﴾ یا کیا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس سے باتیں سنتے ہیں؟ سو ان کے سننے والا کوئی واضح دلیل لے آئے۔ ﴿۳۸﴾ کیا اس کے لیے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں، ﴿۳۹﴾ کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں' سو وہ تاوان سے گراں بار ہو رہے ہیں، ﴿۴۰﴾ کیا ان کے پاس غیب ہے جسے لکھ لیتے ہیں، ﴿۴۱﴾ کیا وہ لوگ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں' سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے، ﴿۴۲﴾ کیا ان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا، اللہ پاک ہے اس چیز سے جو شرک کرتے ہیں۔ ﴿۴۳﴾ اور اگر آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے۔ ﴿۴۴﴾ سو آپ انہیں چھوڑ دیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے، ﴿۴۵﴾ جس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور ان کی کچھ بھی مدد نہ کی جائے گی، ﴿۴۶﴾ بلاشبہ جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے عذاب ہے۔ اس سے پہلے لیکن بہت سے لوگ جانتے، ﴿۴۷﴾ اور آپ رب کی تجویز پر صبر کیجیے' سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجیے ﴿۴۸﴾ اور رات کے حصہ میں بھی اس کی تسبیح بیان کی جائے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔ ﴿۴۹﴾

ربط:.....اوپر کی آیات میں کفار کو ہونے والے مختلف قسم کے عذاب کا ذکر ہوا اور پھر عذاب میں مبتلا لوگوں کے کچھ احوال ذکر کیے اور کچھ نجات پانے والوں کے کچھ احوال ذکر کیے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو نصیحت کرنے، کافروں کو ڈرسنانے اور مومنین کو بشارت دینے کا حکم دیا ہے۔ سورۂ مبارکہ کا اختتام کفار کے انجام کے بیان پر ہوا ہے۔

لغات: رَيْبَ الْمَنُوْنِ:.....حوادث زمانہ، اَلْمَنُوْنِ زمانہ، ابوذویب کہتا ہے:

أمن المنون وريبه تتوجع   والدهر ليس بمعتب من يجزع

کیا تم زمانہ اور زمانے کی چالبازیوں سے دکھ درد محسوس کرتے ہو؟ حالاں کہ زمانہ جزع فزع کرنے والے کو سزا نہیں دیتا۔ [1]

---

[1] زاد المسیر ۸/ ۸۴

الْمَنُوْنِ:......موت کے معنی میں بھی ہے، جو المن بمعنی قطع کرنے سے ماخوذ ہے چوں کہ موت بھی عمروں کو قطع کر دیتی ہے۔ اَحْلَامُهُمْ حلم کی جمع ہے بمعنی عقل۔ الْمُصَيْطِرُوْنَ: المسیطر: کسی چیز پر مسلط کیا ہوا۔ كِسْفًا ٹکڑا، قطعہ۔ مَّرْكُوْمٌ: مجتمع، متراکم: تہہ بہ تہہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کاہن، نہ مجنون اور نہ شاعر ہیں

تفسیر: فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ:......اے محمد! اپنی قوم کو قرآن کی نصیحت کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت و رسالت کا جو انعام واکرام کیا ہے اس کی بدولت آپ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ: کاہن نہیں کہ آپ لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے رہیں اور نہ ہی آپ مجنون ہیں جیسا کہ مشرکین کا زعم ہے، آپ تو وحی کی وساطت سے بات کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے غلط مزاعم اور خیالات کی تردید کی ہے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ: بلکہ مشرکین کہتے ہیں: یہ تو شاعر ہے، ہم انتظار کرتے ہیں ایک دن حوادث زمانہ کی نذر ہو جائے گا اور اس کے ہلاک ہونے کی بعد ہم آرام میں ہو جائیں گے۔ حازن کہتے ہیں: رَيْبَ الْمَنُوْنِ، حوادث زمانہ، غرض یہ ہے کہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دوسرے شعراء مر چکے اسی طرح یہ بھی مر جائے گا۔ الْمَنُوْنِ، موت، زمانہ۔ اصل میں اس کا معنی قطع کرنا، کاٹنا ہے۔ چوں کہ موت بھی عمر کو کاٹ دیتی ہے۔[1] قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے! میرے لیے موت کا انتظار کرو میں بھی تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں۔ اس میں مشرکین کے لیے تہکم ہے اور ساتھ تہدید و وعید بھی ہے۔

کفار کی بے عقلی

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ:......کیا ان کی عقلیں انہیں اس جھوٹ و بہتان کا حکم دے رہی ہیں؟ حازن کہتے ہیں: یہ اس لیے کہ عظمائے قریش اپنے آپ کو بہت عقلمند اور دانا سمجھتے تھے چنانچہ جب ان کی عقلیں حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تحقیر کر دی۔ یہ مشرکین کا دوسرا تہکم ہے۔ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ: بلکہ ان لوگوں نے کفر و معصیت میں حد کو تجاوز کر دیا ہے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ: یا وہ کہتے ہیں کہ محمد نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور افترا باندھتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: التقول قول میں تکلف کرنا۔ کذب میں غالباً استعمال ہوتا ہے۔ مقولہ ہے: قولتنی یعنی تم نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی۔ تقول علیه: اس پر جھوٹ بولا۔[2] بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ: بات ایسی نہیں جیسا یہ گمان کر رہے ہیں بلکہ یہ لوگ تکبر و عناد کی وجہ سے قرآن کی تصدیق نہیں کرتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر الزام حجت کیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ: مشرکین کو چاہیے کہ وہ قرآن کے مماثل کلام لے آئیں، جو نظم و حسن اور بیان میں اس جیسا ہو، اگر یہ اپنی بات میں سچے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو ایسا کر گزریں۔ امر برائے تعجیز ہے۔ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ: کیا مشرکین بغیر رب و خالق کے پیدا کر دیے گئے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی کیا وہ بغیر رب کے پیدا ہو گئے۔[3] اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ: یا وہ خود اپنی جانوں کے خالق میں یہاں تک کہ انہوں نے جرأت کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا انکار کر دیا؟ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ ساری کائنات اور ساری مخلوقات میں سے صرف آسمان اور زمین کو مخصوص کیا چوں کہ آسمان و زمین کی عظمت اور شرف ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے توحید سے انکار کرنے کا سبب بیان کیا ہے۔ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ: بلکہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کی تصدیق نہیں کرتے اور انہیں یقین نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی لیے خالق کا انکار کرتے ہیں۔ خازن کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: کیا مشرکین بغیر کسی چیز کے پیدا کر دیے گئے اور بغیر خالق کے ان کا وجود ہو گیا ہو۔ یہ تو ناممکن ہے۔ چوں کہ مخلوق کا خالق کے ساتھ تعلق ضروری ہے اور اگر مشرکین خالق کا انکار کرتے ہیں تو یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ بغیر خالق کے پائے جائیں یا وہ خود اپنی جانوں کے خالق ہیں۔ یہ تو

[1] تفسیر الخازن ۴/ ۲۰۹ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۷۳ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۷۴

بداہۃً باطل خیال ہے چوں کہ جس چیز کا وجود ہی نہیں وہ خالق کیسے ہو سکتی ہے۔ جب دونوں صورتیں باطل ہو گئیں تو مشرکین پر حجت قائم ہو گئی کہ ان کا کوئی خالق ہے۔ پس اس پر ایمان لے آئیں، اس کی توحید کا اقرار کریں، اس کی عبادت کریں اور اسے رب و خالق تسلیم کریں۔[1] اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ: یا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رزق و رحمت کے خزانے ہیں، یہاں تک کہ وہ جس کو چاہیں نبوت عطا کریں اور جسے چاہیں نبوت سے محروم رکھیں۔

خزائن رب

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ: سے بارش اور رزق مراد ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے نبوت مراد ہے۔ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ: یا یہ غالب و زور آور ہیں اور مخلوق میں جیسے چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں: نہیں! ایسا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک اور متصرف ہے۔ عطا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ: یعنی کیا وہی ارباب (رب کی جمع) ہیں اور جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں اور وہ کسی امر و نہی کے ماتحت نہیں ہوتے۔[2] اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ: یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس کے ذریعے یہ آسمانوں تک چڑھ جاتے ہیں اور وہاں جا کر فرشتوں کا کلام اور وحی سنتے ہیں اور یوں اس سے انہیں علم قطعی حاصل ہو گیا کہ وہ حق پر ہیں اور اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں؟ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: جو شخص ایسا زعم رکھتا ہو وہ واضح دو ٹوک حجت و ثبوت لائے جو اس کے صدق سماع پر دلالت کرے، جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قطعی برہان لے کر آئے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ایک اور غلط خیال پر ان کی زبردست توبیخ کی ہے، مشرکین کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس پر رد کیا ہے۔ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ: تم اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں کیسے بناتے ہو حالاں کہ تم بیٹیوں کو خود ناپسند کرتے ہو اور اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو۔ کیا وہ بھی کوئی منطق اور انصاف ہے؟

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عقلوں کو بے وقوفی اور نادانی سے تعبیر کیا ہے اور ان کی توبیخ کی ہے اور آیت کا معنی ہے: کیا تم اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہو حالاں کہ تمہیں خود بیٹیوں سے شدید نفرت ہے، سو جس کی عقل ایسی ہو اس سے بعث بعد الموت کے انکار کا صادر ہونا مستبعد نہیں۔[3] ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں مشرکین کی نادانی اور بے وقوفی کو بیان کیا جا رہا ہے۔ نیز اعلان ہے کہ جس شخص کی ایسی رائے ہو وہ کسی قیمت عقل مند نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ وہ عالم ملکوت کی طرف چڑھ جائے یا پوشیدہ امور و اسرار پر اطلاع پا جائے، آیت میں خطاب کی طرف التفات ہے، انکار و توبیخ میں شدت پیدا کرنے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔[4] اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا: اے محمد! کیا آپ تبلیغ رسالت اور احکام دین کی تعلیم پر اجرت و مزدوری طلب کرتے ہیں؟ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ: چنانچہ وہ اس اجرت و گراں وطن جوان پر لازمی کر دیا ہو کی وجہ سے مشقت میں پڑ گئے ہوں اور اسی وجہ سے آپ کی اتباع سے بھی کتراتے ہوں اور اسلام میں داخل نہ ہوتے ہوں؟

چنانچہ دستور یہ ہے کہ جو شخص کسی انسان پر مال لازمی کر دے اور اس پر ٹیکس لاگو کر دے تو وہ اس کے لیے بوجھ بن جاتا ہے اور وہ اس وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہے اور اس کی بات نہیں سنتا اور نہ ہی اس کی کسی بات کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ: یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے حتیٰ کہ وہ اس سے معلوم کر لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں امور آخرت حشر و نشر کے متعلق جو خبر دیتے ہیں وہ باطل ہے، اسی وجہ سے وہ معرفت و یقین سے یہ معلومات لکھتے ہیں؟ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مشرکین کے اس قول کی رد ہے۔ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ: اور معنی یہ ہے: جان رکھو کہ محمد ان سے پہلے مر جائے گا اور پھر وہ اس کا حکم لگائیں گے؟[5] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے اور وہ اس میں لکھتے ہیں اور لوگوں کو اس کی متعلق خبر دیتے ہیں؟[6] حقیقت یہ ہے کہ معاملہ یوں نہیں ہے چنانچہ اہل آسمان اور اہل زمین میں سے کوئی بھی نہیں جو علم غیب رکھتا ہو۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا: یا یہ مجرمین آپ کے خلاف کسی سازش پر اتفاق کرنا چاہتے ہیں؟ مفسرین کہتے ہیں: آیت کریمہ میں مشرکین کی اس سازش کی طرف اشارہ ہے جس پر انہوں نے دار الندوہ میں اتفاق کیا تھا

---

[1] تفسیر الخازن ۴/۲۱۰ [2] تفسیر ابن الجوزی ۸/۵۷ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/۷۶ [4] تفسیر ابی السعود ۵/۱۷۵ [5] تفسیر ابن الجوزی ۸/۵۸ [6] تفسیر القرطبی ۱۷/۷۶

کہ رسول کریم ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کریں گے۔ جیسا کہ سورۂ انفال میں گزر چکا ہے:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ (سورۃ الانفال، آیت ۳۰)

وہ وقت یاد کرو جب کفار آپ کے بارے میں سازش کر رہے تھے کہ یا تو آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔

فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ:...... چنانچہ جن لوگوں نے محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا ہے وہ خود ہی اپنی چال میں گرفتار ہوں گے چوں کہ اس کا ضرر اور وبال انہی پر پڑے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ (سورہ فاطر، آیت ۴۳)

بری چال، چال چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہے۔

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ:...... یا اللہ کے علاوہ ان کا کوئی اور معبود ہے جو خالق و رازق ہے حتیٰ کہ تنگی اور شدت میں اسی کی پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور پھر ضرر و نقصان کو دور کرنے کے لیے اسی سے مدد مانگتے ہیں؟ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ: مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن دیوتاؤں اور بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ امام جلال الدین رحمہ اللہ کہتے ہیں: اوپر مذکور پندرہ جگہوں میں استفہام "ام" کے ساتھ وارد ہوا ہے یہ استفہام توبیخ، تقریع اور انکار کے لیے ہے۔[1] وَاِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا: اگر ہم مشرکین کو آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر عذاب دیں تو بھی کفر و شرک سے باز نہیں آئیں گے اور پھر بھی اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہیں گے یہ تو کوئی گہرا بادل ہے۔ یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ: یہ تہہ بہ تہہ گہرا بادل ہے جو ہمارے اوپر گرنا چاہ رہا ہے۔ ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: مشرکین رسول اللہ ﷺ کو تجویز پیش کرتے تھے کہ "أو تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا۔" یا تمہارے زعم کے مطابق ہمارے اوپر آسمان کا ٹکڑا گرا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ ان کی تجویز کے مطابق اگر ان پر آسمان کا ٹکڑا بھی گرا دیا جائے تو سرکشی اور عناد کی وجہ سے پھر بھی اپنے آپ کو مغالطے میں رکھیں گے اور کہیں گے یہ تو تہہ بہ تہہ بادل ہے جس سے ہمارے اوپر بارش برسے گی۔ بطور عذاب ہمارے اوپر آسمان کا ٹکڑا تو نہیں گرا۔[2] فَذَرْهُمْ حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ: اے محمد! انہیں معصیت و کفر میں پڑے رہنے دیں یہاں تک کہ قیامت کے نہایت خطرناک دن کا سامنا کر لیں۔ اس دن انہیں عذاب بھی ہوگا اور ان کی عقلیں سلب کر دے گا۔ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ شَیْئًا: جس دن انہیں ان کا مکر و فریب کوئی نفع نہیں پہنچائے گا جب کہ دنیا میں مکر و فریب ہی کو استعمال میں لاتے تھے، اس دن انہیں عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ: اور آخرت میں ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا پائے گا۔

کفار کے لیے دنیا میں بھی عذاب

وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ:...... کافروں کے لیے دنیا میں بھی عذاب ہے جو آخرت کے عذاب کے علاوہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے عذاب قبر مراد ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ سات سال کا قحط اور بھوک ہے۔[3] وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ: یعنی اکثریت نہیں جانتی کہ ان پر عذاب نازل ہوگا۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: اے محمد! اپنے رب کے فیصلہ اور حکم پر صبر کرو جو آپ کو بذریعہ وحی پہنچے گا۔ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا: آپ ہمارے حفظ و امان اور نگرانی میں ہیں۔

تسبیح و تحمید کا حکم

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ:...... اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو صفات نقص سے جو اللہ تعالیٰ کی شان عالی کے لائق نہیں ہیں جب آپ اپنی نیند سے بیدار ہوں اور جب ہر مجلس سے اٹھیں اور یوں کہیں: سبحان اللہ وبحمدہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی جب آپ نیند سے

---

[1] تفسیر الجلالین ۴/۲۲۱ [2] البحر المحیط ۸/۱۵۳ [3] البحر المحیط ۸/۱۵۳

بیدار ہوں تو اللہ تعالیٰ کے لیے نماز ادا کرو۔[۱] وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ: اور رات کے وقت اپنے رب کو یاد کرو اور اس کی عبادت کرو، تلاوت اور نماز کے ذریعے در آں حالیکہ لوگ سو رہے ہوں۔ جیسا کہ سورہ اسراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﷺ (سورۃ الاسراء، آیت ۷۹)

وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ: ......رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھو جب ستارے صبح کی روشنی میں غائب ہو رہے ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔ حدیث میں ہے، فجر کی دو رکعتیں (جو دو فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں) دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔[۲]

بلاغت: ......سورہ مبارکہ میں بیان و بدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں۔ مختصراً ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا اور وَّتَسِیۡرُ الۡجِبَالُ سَیۡرًا میں جناس اشتقاق ہے۔ اِصۡلَوۡهَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا: میں اہانت و توبیخ ہے۔ نیز اصبروا اور لا تصبروا میں طباق سلب ہے۔ كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ: تشبیہ مرسل مجمل ہے چوں کہ وجہ شبہ محذوف ہے۔ رَیۡبَ الۡمَنُوۡنِ: میں استعارہ تبعیہ ہے، چنانچہ حوادث زمانہ کو ریب کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور ریب شک ہے جس میں حیرت پائی جائے۔ چنانچہ گردش زمانہ کے لیے ریب کا لفظ مستعار ہے یہ استعارہ تبعیہ ہے۔ اَمۡ تَاۡمُرُهُمۡ اَحۡلَامُهُمۡ بِهٰذَاۤ: میں اسلوب تہکمی ہے۔ اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ وَلَكُمُ الۡبَنُوۡنَ: میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے اس سے زیادت توبیخ مقصود ہے۔ وَاِنۡ یَّرَوۡا كِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا: میں اسلوب فرضی ہے۔ یعنی اگر آسمان کا ٹکڑا بالفرض گرتے دیکھ لیں تو وہ کہیں گے جو کہیں گے۔ وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ: میں خوبصورت بلا تکلف سجع بندی ہے۔ اسی طرح اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍ: میں بھی سجع بندی ہے۔

فائدہ: ......جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں بدر کے قیدیوں کے متعلق مدینہ منورہ حاضر ہوا تا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر سکوں۔ جب میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب میں سورہ وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾......الخ کی تلاوت کر رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍ: تو سن کر میری کیفیت ایسی ہوئی گویا میرا دل پھٹا جا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے نزول عذاب سے خوف کے مارے اسلام قبول کر لیا، جب آپ اس آیت پر پہنچے: اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿ؕ۳۵﴾ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿ؕ۳۶﴾ تو قریب تھا کہ میرا دل پرواز کر جاتا۔

الحمد للہ آج سورۃ الطور کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد نماز فجر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اس خدمت کو شرف قبول بخشے اور بقیہ اجزا کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[۱] تفسیر ابن الجوزی ۸/۶۱ [۲] المختصر ۳/۳۹۵۔

سورۃ النجم

تعارف:.....سورۂ نجم مکیہ ہے، سورۂ مبارکہ میں رسالت اور بعث ونشور پر ایمان لانے کو موضوع بنایا گیا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران معراج ملکوت خداوندی میں جو غرائب وعجائب دیکھے ان کا بیان ہے۔ یقیناً یہ محیر العقول واقع ہے اس لیے لوگوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اس کے متعلق جھگڑے اور مناظرے فضول ہیں جب کہ اس کی تصدیق اور اس پر ایمان لازمی چیز ہے۔

اس کے بعد مشرکین کے دیوتاؤں اور بتوں کا ذکر ہے، جنہیں وہ پوجتے تھے۔ سورۂ مبارکہ میں بتوں کی خدائی کا بطلان ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کی عبادت کا بھی بطلان کیا گیا ہے، خواہ غیر اللہ بت ہو یا کوئی اور چیز۔

اس کے بعد روز جزا پر گفتگو ہوئی ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ نیک کا بدلہ اچھا ہوگا اور بد کا بدلہ بُرا ہوگا، اس دن لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے ابرار اور فجار۔

اسی طرح جزائے عادل پر برہان ذکر کی گئی ہے کہ ہر انسان کے لیے بس اس کا عمل اور اس کی سعی ہے اور یہ کہ کوئی نفس بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا چوں کہ سزا مجرم سے آگے متعدی نہیں ہوتی۔ یہی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اور یہی اس کا عادلانہ فیصلہ ہے جو قرآن حکیم اور آسمانی کتب میں بیان فرما دیا ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ عزوجل کی قدرت کے آثار ذکر کیے گئے ہیں جو زندگی اور موت میں یکساں ملتے ہیں۔ اسی طرح بعث بعد الموت، مالدار بنانے، فقیر کرنے، نر و مادہ دو جوڑے بنانے میں بھی یہ آثار پائے جاتے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں سابقہ امتوں اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح اور قوم لوط۔

اس سے کفار مکہ کو ڈرانا اور انہیں نصیحت کرنا مقصود ہے کہ تمہارے اوپر بھی اس طرح عذاب نازل ہو سکتا ہے اگر تم باز نہ آئے۔

اٰیَاتُھَا ۶۲ — (۵۳) سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ (۲۳) — رُکُوْعَاتُھَا ۳

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۲) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ
يُّوْحٰى (۴) عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (۵) ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى (۶) وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۷) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (۸)
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۹) فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (۱۰) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱۱) اَفَتُمٰرُوْنَهٗ
عَلٰى مَا يَرٰى (۱۲) وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (۱۳) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (۱۴) عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۱۵) اِذْ يَغْشَى
السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (۱۶) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۱۷) لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (۱۸) اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ
وَالْعُزّٰى (۱۹) وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (۲۰) اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى (۲۱) تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (۲۲) اِنْ
هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (۲۳) اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى (۲۴) فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ

وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ
مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ
عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ
اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ
بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

ترجمہ:...... قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے (۱) تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے (۲) اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا۔ (۳) وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے۔ (۴) اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے۔ (۵) وہ طاقتور ہے، پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا (۶) اور وہ بلند کنارہ پر تھا، (۷) پھر وہ اس حال میں تھا (۸) کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، (۹) پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی۔ (۱۰) دل نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی۔ (۱۱) کیا تم اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا (۱۲) اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا۔ (۱۳) سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔ (۱۴) اس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے، (۱۵) جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں۔ جنہوں نے ڈھانپ رکھا تھا، (۱۶) نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی۔ (۱۷) یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔ (۱۸) کیا تم نے لات اور عزیٰ (۱۹) اور تیسرے منات کے بارے میں غور کیا ہے؟ (۲۰) کیا تمہارے لیے مذکر ہو اور اللہ کے لیے مؤنث ہے؟ (۲۱) یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے، (۲۲) یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، صرف گمان کا اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔ (۲۳) کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے؟ (۲۴) سو اللہ ہی کے لیے آخرت ہے اور اُولیٰ ہے (۲۵) اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی، مگر اس کے بعد جس کے لیے اللہ اجازت دے اور راضی ہو، (۲۶) بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام مؤنث کے نام پر رکھتے ہیں، (۲۷) حالاں کہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں، صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔ (۲۸) سو آپ اس کی طرف سے اعراض کیجیے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ پایا۔ (۲۹) یہ ان کے علم کی حد ہے، بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی (۳۰) اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ دے برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا اور جن لوگوں نے اچھے کام کیے، ان کی اچھائی کا بدلہ دے۔ (۳۱) وہ لوگ ایسے ہیں جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے گناہ، بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔ وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے پیٹوں میں تھے، سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ، وہ تقویٰ والوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (۳۲)

لغات: ھَوٰی:۔۔۔۔۔۔ ھَوٰی، یھوی نیچے کی طرف گرا۔ مِرَّۃٍ: میم کی کسرہ کے ساتھ بمعنی قوت۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب ہر عقل مند و دانا شخص کو ذو مرہ کہتے ہیں۔ تَدَلّٰی: اَلتَّدَلِّیْ: اوپر سے نیچے لٹک کے آنا۔ تدلّی الغصن: ٹہنی کا نیچے کی طرف لٹکا ہونا۔ قَابَ: بقدر، مقدار۔ بحر میں ہے: القاب، القاد والقید مقدار کے معنی میں ہیں۔ ضِیْزٰی: انوکھا، حق سے پھیرا ہوا ہونا۔ مقولہ ہے: ضاز فی الحکم فیصلہ میں ظلم کیا۔ شاعر کہتا ہے:

ضازت بنو اسد بحکمهم　　　اذ یجعلون الرأس کالذنب

بنو اسد نے فیصلہ کرنے میں ظلم کر دیا چوں کہ انہوں نے سر کو دُم قرار دے دیا۔

اللَّمَمَ:۔۔۔۔۔۔ صغیرہ گناہ۔ زجاج کہتے ہیں: اصل میں لمم وہ عمل ہے جسے انسان بار بار کرتا ہے لیکن اس پر قائم نہیں رہتا۔ اَجِنَّۃٌ: جنین کی جمع ہے، جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہے وہ جنین ہے۔

تفسیر: وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی:۔۔۔۔۔۔ قسم ستارے کی جب وہ بلندی سے گرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کھائی ہے جب شیاطین کان لگا کر ملاء اعلیٰ کی باتیں چوری کرنا چاہتے ہیں اور ستارے ٹوٹ کر ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد ستارے ہیں جب قیامت کے دن بکھر جائیں گے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (سورۃ الانفطار، آیت ۲)

مخلوق کے لیے غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز نہیں

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خالق کو اختیار ہے جس کی قسم چاہے اٹھالے، جب کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں کہ وغیرہ اللہ کی قسم اٹھائے۔[1] مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ ہدایت نہیں بھولے اور نہ ہی استقامت کے طریقہ سے ہٹے ہیں۔ وَمَا غَوٰی: اور انہوں نے کبھی باطل عقیدہ نہیں رکھا بلکہ وہ رشد و ہدایت پر قائم و دائم ہیں۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان آیات میں کفار قریش سے خطاب ہے اور صَاحِبُكُمْ: کے لفظ سے تعبیر اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے تفصیلاً واقف ہیں۔ چنانچہ طول صحبت اور آپ کے محاسن کا مشاہدہ اسی امر کا مقتضی ہے۔[2] وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی خواہش اور شخصی رائے کے بل بوتے پر کوئی بات نہیں کرتے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰی: یہ صرف وحی کے حوالہ سے بات کرتے ہیں۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ قرآن تو وحی کی ہوئی چیز ہے۔[3] عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی: انہیں اس قرآن کی تعلیم مضبوط طاقت کے مالک فرشتے نے دی ہے، اور وہ جبرئیل امین ہیں۔

مضبوط طاقت والا فرشتہ

مفسرین کہتے ہیں: جبرئیل امین کے مضبوط طاقت والے ہونے پر دلیل یہ ہے کہ انہوں نے قوم لوط کی بستی کو پروں پر اٹھالیا اور اوپر لے جا کر زمین پر پٹک دی، قوم ثمود پر چیخ ماری اور وہ اوندھے منہ ہو کر رہ گئے، جبرئیل امین کا انبیا پر وحی لے کر آنا اور واپس جانا یہ عمل پل بھر میں انجام دیتے ہیں۔ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی: کامل عقل اور دانائی والا ہے اور جسمانی قوت کا مالک، جبرئیل اپنی حقیقی صورت پر قائم ہوئے۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی: اس حال میں کہ وہ آسمان کے کنارے پر تھے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: افق اعلیٰ سے مراد طلوع آفتاب کی جگہ ہے۔[4] خازن کہتے ہیں: جبرئیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عام آدمیوں کی شکل میں آتے تھے جیسے آپ سے پہلے انبیا کے پاس آتے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ جبرئیل کو اصلی صورت میں دیکھیں چنانچہ جبرئیل امین دو مرتبہ اصلی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے۔ ایک مرتبہ دنیا میں اور دوسری مرتبہ آسمان میں، دنیا میں افق اعلیٰ یعنی مشرق میں دیکھے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تھے کہ جبرئیل امین مشرق کی طرف سے ظاہر ہوئے، دونوں پر کھولے اور مشرق و مغرب کا درمیانی وقفہ

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۳۹۶ [2] تفسیر ابی السعود ۵ [3] تفسیر البیضاوی ۴/۱۷۱ [4] تفسیر القرطبی ۱۷/۸۸

بھر دیا، آپ ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جبرئیل آدمی کی شکل میں آپ کے پاس آئے آپ کو اوپر اٹھا کر سینے سے لگایا اور آپ سے غبار صاف کیا۔ آگے اسی مضمون کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى: رہی بات آسمان میں دیکھنے کی، سو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ انبیا میں سے کوئی بھی جبرئیل کو اصلی صورت پر نہیں دیکھ سکا صرف نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ جبرئیل کو اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى: پھر جبرئیل محمد ﷺ کے قریب ہوئے اور پھر قرب میں بڑھتے گئے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى: ان سے دو قوسوں کی مقدار میں ہو گئے یا اس سے بھی کم مقدار میں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد بہت زیادہ قریب ہونا ہے، گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ جبرئیل آپ ﷺ کے بہت زیادہ قریب تھے۔[1] فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى: چنانچہ جبرئیل نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ تک وحی پہنچائی جو اللہ تعالیٰ نے اوامر اور نواہی تھے ان تک پہنچائے۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى: محمد ﷺ نے جبرئیل کو جو اصلی وحقیقی صورت میں دیکھا اس کے متعلق ان کے دل نے جھوٹ نہیں کہا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ ان میں سے ہر پر اتنا بڑا تھا کہ وہ آسمان کے کنارے کو ڈھانپ رہا تھا، ان کے پروں سے یاقوت و جواہر گر رہے تھے۔[2] اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى: اے مشرکین کی جماعت! محمد ﷺ نے معراج کی رات جو عجائب وغرائب دیکھے کیا تم ان سے ان کے متعلق جھگڑ رہے ہو؟ بحر میں لکھا ہے: جب قریش کو حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی تو قریش نے جھٹلا دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کا پورا ماحول بیان کر دیا۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ سورۂ مبارکہ میں جبرئیل امین کو دو مرتبہ دیکھنے کی بات کی گئی ہے، جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کو سر کی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے۔ جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک سورۃ النجم میں جبرئیل امین کو دیکھنے کی بات کی جا رہی ہے اور نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ ان آیات میں جو کچھ بھی بیان ہوا ہے وہ سب جبرئیل امین کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى: اس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے پہلے بھی دیکھا ہو، تبھی تو دوسری بار دیکھنا صحیح ہوگا۔[3] وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى: یعنی رسول کریم ﷺ نے جبرئیل کو اصلی صورت میں دوسری مرتبہ دیکھا۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى: یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، جو کہ ساتویں آسمان میں ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ

مفسرین کہتے ہیں: سدرہ بیری کا درخت ہے جس کی جڑیں (چھٹے آسمان میں) نہروں سے نکلتی ہیں اور یہ درخت عرش کے دائیں طرف ہے، اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ مخلوقات اور تمام فرشتوں کا علم یہاں منتہیٰ ہو جاتا ہے، اس کے بعد کیا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ حدیث میں ہے: پھر مجھے ساتویں اسمان پر لے جایا گیا، اور مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک بلند کیا گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ بیری کا پھل اتنا بڑا ہے جیسے مقام حجر کے مٹکے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے۔[4] عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى: یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہے جس میں فرشتے، شہدا متقین کی ارواح ٹھکانا پکڑتی ہیں۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى: اس وقت دیکھا جب سدرۃ المنتہیٰ کو عجائب وغرائب نے ڈھانپ رکھا تھا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سدرۃ المنتہیٰ کو رب تعالیٰ کے نور نے ڈھانپ رکھا تھا جس سے پورا درخت چمک اٹھا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سونے کے پتنگوں نے درخت کو ڈھانپ رکھا تھا۔[5] حدیث میں ہے: جب عجائب نے درخت کو ڈھانپ لیا تو اس میں تبدیلی آ گئی چنانچہ مخلوق میں ایسا کوئی بھی نہیں جو سدرۃ المنتہیٰ کی خوبصورتی کو بیان کر سکتے۔[6] مفسرین کہتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے انوار کی تجلیات نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا، حتیٰ کہ اس کی طرف دیکھنے کی کسی کو طاقت نہیں ہو سکتی تھی۔ پرندوں کی طرح فرشتوں نے

---

[1] روح المعانی ۲۷/ ۴۸ [2] اخرجہ امام احمد [3] البحر المحیط ۸/ ۱۵۸۔ صاحب البحر کا قول دلالۃً قوی ہے مگر اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کے موقع پر رب تعالیٰ کو دیکھا ہے اور یہ روایت بصری ہے۔ اس کے دلائل احادیث میں ہے۔ لیکن آیات کی تفسیر میں راجح قول جمہور کا ہے۔ [4] اخرجہ الشیخان [5] رواہ مسلم
[6] اخرجہ مسلم

اس درخت کو گھیر رکھا تھا اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، اس کے گرد فرشتے اللہ کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اس کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں جیسے لوگ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے: میں نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا کہ اسے سونے کے پتنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، میں نے ہر پتے پر ایک فرشتہ کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا تھا۔[1] مَا زَاغَ الْبَصَرُ: اس مقام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر دائیں اور بائیں مائل نہیں ہوئی۔ وَمَا طَغٰی: اور نہ ہی دیکھنے میں حد سے آگے بڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی آپ نے جو نشانیاں دیکھنی تھیں ان سے آگے آپ کی نظر نہیں بڑھی کہ نشانیوں کے علاوہ کچھ اور دیکھتی۔ آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آداب کی رعایت کی ہے اس کا بیان ہے۔ اور اس مقام کے لائق یہی آداب ہیں کہ دائیں بائیں توجہ نہ کی جائے۔[2] خازن کہتے ہیں: جب رب تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور اس کا نور ظاہر ہوا اس مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے جب کہ اس مقام پر عقول متحیر ہو جاتے ہیں، قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔[3] لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی: بخدا! معراج کی رات محمد نے ملکوت خدا تعالیٰ کے عجائب و غرائب دیکھے، سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور جنت و دوزخ اور بہت سارے عجائب دیکھے۔

معراج میں رؤیت باری تعالیٰ

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوا جیسا کہ بعض مفسرین کا قول ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے قصہ معراج کو نشانیوں اور عجائب کی رؤیت پر ختم کیا ہے اور سورۃ الاسراء میں فرمایا: لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا: تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۱) اگر دیدار حق تعالیٰ ہوا ہوتا تو یہ سب سے بڑی نشانی ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کی خبر قصہ میں ضرور دیتے۔[4] اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى: اے جماعت کفار! ہمیں ان خداؤں کے متعلق خبر دو جنہیں تم پوجتے ہو۔ لات، منات، عزیٰ، کیا ہیں؟ کیا ان کے پاس قدرت و عظمت ہے جس سے اللہ رب العزت متصف ہے اس جیسی کوئی صفت ان میں پائی جاتی ہے حتیٰ کہ تمہیں زعم ہونے لگا کہ یہ بھی خدا بن بیٹھے؟ خازن کہتے ہیں: یہ بتوں کے نام تھے جنہیں مشرکین نے خدا بنا رکھا تھا۔ اور ان کی پرستش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ان کے لیے نام گھڑ رکھے تھے۔ مثلاً اللہ سے لات مشتق کر رکھا تھا، العزیز سے عزیٰ۔ لات طائف میں تھا، عزیٰ غطفان کی بستی میں تھا۔ اسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خاک میں ملایا تھا۔ اور منات قبیلہ خزاعہ کا بت تھا جسے اہل مکہ پوجتے تھے۔[5] اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى: اس میں توبیخ ہے یعنی اے مشرکین! بیٹے جو کہ محبوب اولاد ہوتی ہے تم نے اپنے لیے خاص کر لیے اور غیر محبوب اولاد یعنی بیٹیاں تم نے اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کر دیں۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى: یہ تو ناجائز تقسیم ہے جو ظلم پر مبنی ہے اس میں عدل کی کوئی رعایت نہیں رکھی گئی، چنانچہ تم نے رب تعالیٰ کے حصہ میں وہ چیز رکھ دی جسے تم خود ناپسند کرتے ہو۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مشرکین واضح دوٹوک یوں نہیں کہتے تھے کہ بیٹیاں اللہ کے حصے میں اور بیٹے ان کے حصے میں۔ البتہ وہ بیٹیوں کی نسبت اللہ کی طرف کرتے تھے اور خود بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ: جو چیز خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اللہ کے لیے مقرر کرتے ہیں۔ (سورۃ النحل، آیت ۶۲) جب انہوں نے بیٹیوں کی نسبت اللہ کی طرف کی تو اس سے ظالمانہ تقسیم ہو گئی۔[6] اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ: یہ بت اور دیوتا کیا ہیں بس محض نام ہیں۔ ان کے اندر کوئی حقیقت نہیں چوں کہ یہ نہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ ہی کوئی نقصان تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے ان کا نام معبود (خدا) رکھ دیا ہے، حقیقت میں یہ محض نام ہیں جو جمادات کے رکھ لیے گئے ہیں۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ: اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل، کوئی برہان، کوئی حجت نہیں اتاری۔

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۵۷ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۹۸ [3] تفسیر الخازن ۴/ ۲۱۶ [4] تفسیر الکبیر ۷/ ۷۴۰ [5] تفسیر الخازن ۴/ ۲۱۸ [6] التفسیر الکبیر ۷/ ۷۴۳

اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ:...... یہ ان کی عبادت کے سلسلہ میں صرف ظن ووہم کی اتباع کرتے ہیں اور ان کے نفوس جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ گویا مشرکین خواہشات نفس کے پیچھے چلتے ہیں۔ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰی: حالاں کہ ان پاس رب تعالیٰ کی طرف سے واضح بیان اور قطعی برہان آچکی ہے کہ بت خدا نہیں ہیں اور یہ کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے۔ آیت میں بیان تعجب ہے کہ واضح دلیل کے بعد بھی مشرکین بتوں کی عبادت نہیں چھوڑ رہے۔[1] اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی: انسان جو کچھ خواہش کرے اسے مل نہیں جاتا، حتیٰ کہ وہ بتوں کی شفاعت کی طمع لگائے بیٹھے۔ صاوی کہتے ہیں: آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔ آیت کا سیاق میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ فانی دنیا کی طلب میں غیر اللہ کا سہارا لینا، اور خواہش نفس کے پیچھے چلنا، ایسے امور ہیں جن کا حقیقت سے تعلق نہیں بلکہ اتباع ہوئی تو ذلت کا دروازہ ہے۔[2] فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰی: سب اللہ کی ملکیت ہے جسے چاہے عطا کرے اور جسے چاہے منع کرے، چوں کہ وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ معاملہ ایسے نہیں جیسے انسان چاہتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر چلے اور خواہش نفس کو چھوڑے، پھر اسی مضمون کو بعد کی آیت سے موکد کیا ہے۔

اللہ کی اجازت کے بغیر فرشتوں کی سفارش بھی نفع بخش نہیں

وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ:...... آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ فرشتے ہیں۔ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا: فرشتوں کی باوجود یہ کہ شان بلند ہے اور وہ قدر و منزلت والے ہیں ان کی سفارش بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتی۔ بھلا حقیر بت کیسے سفارش کریں گے؟ چنانچہ سورۃ الانبیا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی: فرشتے اس کی سفارش کریں گے جس سے اللہ راضی ہوگا۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۸) ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اہل توحید و اہل ایمان میں سے جسے چاہے سفارش کی اجازت دے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی بھی ہو۔ وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب مقرب فرشتوں کے حق میں اتنی سختی ہے بھلا اے جاہلو! تم بتوں کی سفارش کے بارے میں کیسے امید لگائے بیٹھے ہو؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی گمراہیوں کا ذکر کیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ: جو لوگ بعث بعد الموت اور حساب کی تصدیق نہیں کرتے۔ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ تَسۡمِیَةَ الۡاُنۡثٰی: وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فرشتے مؤنث ہیں اور اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَمَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ: جو کچھ یہ کہتے ہیں اس کے متعلق انہیں سرے سے علم ہی نہیں ہے چوں کہ انہوں نے فرشتوں کی تخلیق کا مشاہدہ نہیں کیا، ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی حجت اور برہان نہیں ہے۔ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ: ان اقوال باطلہ میں صرف ظن ووہم کی اتباع کرتے ہیں۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا: ظن کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی ظن کبھی حق کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۙ عَنۡ ذِكۡرِنَا: اے محمد! ان مشرکین سے روگردانی کرلو، ان لوگوں کو ایمان اور قرآن سے نفرت ہے۔

کفار کا مقصد صرف دنیا ہے

وَلَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا:...... یہ دنیا اور اس کی ختم ہو جانے والی نعمتوں اور اس عارضی فائدے کے سوا ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت سے مراد کلام اللہ سے اعراض کرنے والے کو دعوت دینے سے منع کرنا ہے چوں کہ جو شخص قرآن و ایمان سے اعراض کرتا ہے، دنیا میں منہمک ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصد صرف دنیا ہی بن جاتی ہے اُسے دعوت کچھ فائدہ نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کی ضد و عناد ہی میں اضافہ ہوگا۔[3] ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ: یہ ان کے علم کی انتہا ہے اور ان کے ادراک کی غایت ہے کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی ہوئی ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰی: اللہ تعالیٰ دونوں فریقوں کو بخوبی جانتا ہے، گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتگان کو بھی، سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ: جو کچھ بھی کائنات میں ہے سب اس کی ملکیت، سب اس کی مخلوق اور ہر چیز اس کے تصرف میں ہے، کسی چیز پر کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا: تاکہ گناہ گار کو اس کے گناہ گار کا

---

[1] تفسیر ابن الجوزی ۸/ ۷۴ [2] الصاوی ۴/ ۱۳۹ [3] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۶۰

بدلہ دے۔ وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى :اور تا کہ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کے بدلہ میں جنت عطا کرے۔ ابن جوزی کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وسعت ملک کی خبر دی جا رہی ہے۔ اور یہ پہلی آیت اور لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا: کے درمیان جملہ معترضہ ہے، چوں کہ جب اللہ تعالیٰ گناہ گار کو بخوبی جانتا ہے اور نیکوکار کو بھی جانتا ہے تو ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق ہوگا، فریقین کو پورا پورا بدلہ دینے پر صرف اسی صورت میں قادر ہو سکتا ہے جب وہ وسیع ملکیت والا ہوگا۔ [1]

متقین کی صفات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے متقین محسنین کی صفات ذکر کی ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ: پرہیز گار و نیکوکار وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں جیسے شرک، قتل اور مال یتیم ہڑپ کرنا۔ وَالْفَوَاحِشَ :اور جو بے حیائی کے کاموں سے دور رہتے ہیں۔ فواحش، فاحشۃ کی جمع ہے، اس سے مراد ایسا گناہ جس کی قباحت شرعاً وعقلاً انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ جیسے زنا، باپ کی منکوحہ سے شادی کر لینا وغیرہ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ زنا کے قریب بھی مت جاؤ چوں کہ یہ بڑی بے حیائی ہے۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۳۲)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ (سورۃ النساء، آیت ۲۲)

"اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے آباؤ اجداد نے نکاح کیا ہو، ہاں البتہ جو مثالیں گزر چکیں سو گزر چکیں۔
چوں کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا بہت بڑی بے حیائی، گناہ اور بہت بُرا رستہ ہے۔"

اِلَّا اللَّمَمَ :..... ہاں البتہ کبھی کبھار صغیرہ گناہوں کا ہو جانا اور بات ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اس سے مراد صغائر ہیں جن سے وہی بچ پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ جیسے مثلاً غیر محرم کا بوسہ لے لینا، آنکھ سے اشارہ کر دینا، بدنظری کر دینا وغیرہ۔ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی پر زنا کا ایک حصہ لکھ دیا ہے، لامحالہ وہ یہ حصہ لے کر رہتا ہے، چنانچہ آنکھوں کا زنا بدنظری ہے، زبان کا زنا گویائی ہے، نفس تمنا کرتا ہے اور خواہش ظاہر کرتا ہے پھر شرم گاہ اس خواہش کی تصدیق کرتی ہے یا اسے جھٹلا دیتی ہے۔ [2] جب بندہ کبائر سے بچتا ہے تو صغائر کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (سورۃ النساء، آیت ۳۱)

اگر تم کبائر سے بچو جن سے تمہیں باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے تو ہم تمہاری برائیوں کو مٹا دیں گے۔

آیت میں برائیوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ: اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا اور عیوب کا پردہ رکھنے والا ہے، جو شخص گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، اور اس کی مغفرت گناہوں پر چھائی ہوئی ہے۔

بیضاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے پہلے گناہگاروں کو وعید سنائی اور نیکوکاروں کے وعدہ کا ذکر ہوا تا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر وجوب عقاب کا اسے وہم نہ ہو۔ [3] هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ تمہاری بنسبت تمہارے احوال سے زیادہ واقف ہے، جو احوال تمہیں پیدا کرنے سے قبل کے ہیں، اور جب تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس وقت کے احوال کو اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ جانتا ہے۔ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ :اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پوشیدہ تھے اللہ تعالیٰ پرہیز گار و گناہ گار کو جانتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کون کافر ہے اور کون مؤمن، کون نیکوکار ہے اور کون فاجر، جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے معلوم ہے اور تم سب نے جہاں لوٹ کر جانا ہے سب اسے معلوم ہے۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۱۰۶ [2] اخرجہ البخاری و مسلم [3] تفسیر البیضاوی ۴/ ۱۷۳

خودستائی کی ممانعت

فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ :...... لہٰذا تم عجب وفخر میں آ کر اپنے آپ کی تعریفیں نہ کرو، اپنے نفوس کے لیے کمال اور تقویٰ کی گواہی مت دو، چوں کہ نفس رزیل وگھٹیا چیز ہے جب اس کی تعریف کی جاتی ہے تو تکبر وغرور میں آ جاتا ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: یعنی نفس کو گناہوں سے پاک نہ ٹھہراؤ اور اس کی تعریف نہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی تمہیں جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے اور کون گناہ گار۔ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ: اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جانتا ہے جو عمل کو خالص رکھتا ہے اور اعلانیہ و پوشیدہ اپنے رب سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ﴿٣٥﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ
بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ
إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُ
هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا
تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ
عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَا فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾
وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ
الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾
وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ﴿٦٢﴾

السجدۃ ۱۴

ترجمہ:...... اے مخاطب! کیا تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی ﴿۳۳﴾ اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا؟ ﴿۳۴﴾ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟ ﴿۳۵﴾ کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟ ﴿۳۶﴾ اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری بجا آوری کر دی ﴿۳۷﴾ یہ کہ کوئی بوجھ نہ اٹھائے گا ﴿۳۸﴾ اور یہ کہ انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا۔ ﴿۳۹﴾ اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی۔ ﴿۴۰﴾ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ﴿۴۱﴾ اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے ﴿۴۲﴾ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے ﴿۴۳﴾ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے ﴿۴۴﴾ اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کیے یعنی مذکر اور مؤنث۔ ﴿۴۵﴾ نطفے سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے' ﴿۴۶﴾ اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا ﴿۴۷﴾ اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور سرمایہ باقی رکھا ﴿۴۸﴾ اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔ ﴿۴۹﴾ اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی ﴿۵۰﴾ سو باقی نہیں رکھا۔ ﴿۵۱﴾ اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو، بے شک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم اور سرکش تھے۔ ﴿۵۲﴾ اور الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا' ﴿۵۳﴾ سو ان بستیوں کو ڈھانپ لیا' جس چیز نے ڈھانپا ہو ﴿۵۴﴾ تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔ ﴿۵۵﴾ یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے۔ ﴿۵۶﴾ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی ﴿۵۷﴾ اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے والا نہیں۔ ﴿۵۸﴾ کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو ﴿۵۹﴾ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو ﴿۶۰﴾ اور تم تکبر کرتے ہو۔ ﴿۶۱﴾ سو اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔ ﴿۶۲﴾

ربط وتعارف:...... قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بے وقوفی اور ان کی ضلالت کا ذکر کیا، مومنین اور مجرمین میں فرق واضح کیا، اب ان آیات میں اہل جرم کی ایک خاص نوع کا ذکر ہے۔ سورت کے آخر میں کفار مکذبین پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے اس سے مقصد مشرکین کو نصیحت

کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا ہے۔

لغات: وَاَكْدٰى:...... عطا منقطع کر دینا، اکدیۃ سے ماخوذ ہے۔ جو شخص کنواں کھود رہا ہو پھر چٹان آ جائے جو مزید کھدوائی میں رکاوٹ بن جائے اور کنواں مکمل ہونے میں دقت پیش آ جائے تو اسے کہتے ہیں قد ہ اَكْدٰى: پھر عرب نے اس لفظ کو اس آدمی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا جو عطیہ دیتا ہو لیکن مکمل نہ کرے، عطیہ شاعر کہتا ہے:

فاعطیٰ قلیلاً ثم أکدیٰ عطاءہ ۔ ومن یبذل المعروف فی الناس یحمد

اس نے بہت تھوڑا عطا کیا اور پھر اپنے عطیہ کو منقطع کر دیا، جو آدمی لوگوں کے ساتھ اچھائی کرتا ہے اور لوگوں میں مال خرچ کرتا ہے اس کی تعریف کی جاتی ہے۔
اَقْنٰى:...... اسے مال میں سے اتنا دیا جس سے اس کی کفایت ہو گئی اور اسے جود یا اس سے راضی کر لیا۔ الشِّعْرٰى: روشن ستارہ جو شدید گرمی میں جوزا کے بعد طلوع ہوتا۔ اَزِفَتِ: قریب کر دی گئی۔ کعب بن زہیر کا شعر ہے:

بان الشباب وھذا الشیب قد أزفا ۔ ولا أریٰ لشباب بائن خلفا

جوانی جدا ہو گئی اور یہ بڑھاپا قریب آ گیا اور میں نے جدا ہو جانے والی جوان کا بدل نہیں دیکھا، الآزفۃ قیامت، چوں کہ قیامت قریب ہے۔
سٰمِدُوْنَ:...... لہو ولعب میں مشغول رہنے والے۔

شانِ نزول:...... ایک مرتبہ ولید بن مغیرہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ بیٹھا اور آپ کے وعظ ونصیحت کو سنا، اس کے دل پر بڑا اثر ہوا قریب تھا کہ اسلام قبول کر لیتا لیکن مشرکین میں سے ایک آدمی نے اسے عار دلائی اور کہا: تو نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا اور انہیں گمراہ تصور کرنے لگا اور تیرا خیال ہے کہ وہ دوزخ میں جل رہے ہیں؟ ولید نے جواب دیا: میں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ ہوں۔ اس آدمی نے ولید کو ضمانت دی کہ اگر وہ اسے کچھ مال دے دے تو اس کی جگہ وہ عذاب قبول کرے گا۔ چنانچہ ولید شرک کی طرف لوٹ آیا اس شرط پر کہ اس کا عذاب وہ اپنے سر لے گا، تاہم ولید نے طے شدہ مال کا کچھ حصہ دیا اور پھر بخل کر گیا اور بقیہ مال نہ دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿٣٣﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿٣٤﴾ [1]

تفسیر: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى:...... اے محمد! مجھے اس فاسق وفاجر کے بارے میں خبر دیجیے جس نے ایمان اور اتباعِ ہدایت سے روگردانی کر لی۔ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى: جس نے عار دلانے والے اپنے دوست کو تھوڑا مشروط مال دیا اور پھر بقیہ سے بخل کر گیا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2] اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى: کیا اس کے پاس غیب کی باتوں کا علم ہے، اس کے زور سے اسے معلوم ہو گیا کہ اس کا ساتھی اس کے عذاب کو اپنے سر لے لے گا؟ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى: کیا اسے خبر نہیں دی گئی اس پیغام کے متعلق جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، کتاب تورات میں مذکور ہے؟ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى: اور اس پیغام کے متعلق بھی اسے خبر نہیں دی گئی جو ابراہیم علیہ السلام کے صحائف میں مذکور ہے۔ وہ ابراہیم جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم، طاعت اور تبلیغ رسالت کو پوری طرح بجا لایا اور اس میں کوئی بھی کمی نہیں کی۔ حسن بصری کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھی دیا اسے پورا کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۴)

جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور ابراہیم نے ان کو پورا کر دکھایا۔

ہر آدمی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى:...... وہ یہ کہ کوئی آدمی بھی کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور کسی سے بھی دوسرے کے گناہوں کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ آیت میں اس بات پر رد ہے کہ کوئی کسی دوسرے کے گناہوں کے بوجھ کو اٹھا لے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] البحر المحیط ۸/ ۱۵۵ [2] سابقہ شانِ نزول دیکھ لیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۔(سورۃ العنکبوت، آیت ۱۲)

کفار ایمان والوں سے کہتے ہیں ہمارے راستے پر چلو ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھالیں گے۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى:...... انسان کے لیے نہیں ہے مگر اپنا عمل اور اس کی اپنی کوشش و دوڑ دھوپ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اسی طرح کسی انسان کو بھی دوسرے کا اجر و ثواب بھی نہیں ملے گا بلکہ وہ اپنے اعمال کا ثواب ہی اٹھائے گا۔ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى: اس کا عمل عنقریب قیامت کے دن اس پر پیش کیا جائے گا اور وہ اسے میزان میں دیکھ لے گا۔ خازن کہتے ہیں: آیت میں مومن کو بشارت دی جارہی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اس کے نیک اعمال دکھائے گا تا کہ وہ خوش ہو جائے جب کہ کافر اپنے برے اعمال دیکھ کر غمزدہ ہوگا اور اس کے غم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى: پھر اسے اپنے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ کافر کے لیے وعید ہے اور مومن کے لیے وعدہ ہے۔ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى: اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور وہی ثواب و عذاب دے گا۔

قدرت باری تعالیٰ کے آثار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے آثار بیان کرنے شروع کیے ہیں۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى: فرحت و حزن اور سرور و غم کا خالق بھی وہی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہنسنے والے کو وہی ہنساتا ہے اور رونے والے بھی وہی رلاتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل جنت کو ہنسائے گا اور اہل دوزخ کو رلائے گا۔ [1] وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا: موت و حیات کا وہی خالق ہے۔ اللہ عزوجل ہی مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے، اسی لیے هُوَ کی اسناد مکرر لائی گئی ہے، یہ چیز بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ اللہ کے فعل کے خصائص میں سے ہے۔ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى: اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو اصناف مذکر و مونث کو آدم سے وجود بخشا۔ اسی طرح تمام حیوانات سے بھی۔ خازن کہتے ہیں: غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محل واحد سے ضدین کو پیدا کرنے پر قادر ہے ہنسنا اور رونا، زندہ کرنا اور مارنا، مونث اور مذکر، اس نکتہ کی طرف عقلا کی فہم نہیں پہنچتی یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وجہ سے ہے، اس کی خلق و فعل کی وجہ سے ہے، نہ کہ خود بخود ہوتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر تنبیہ ہے، چوں کہ نطفہ شی واحد ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مختلف اعضا کو پیدا کرتا ہے، مختلف طبائع کو پیدا کرتا ہے، اسی سے مذکر و مؤنث کو پیدا کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب کاریگری اور اس کی کمال قدرت ہے۔ [2] اسی لیے فرمایا: مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى: مذکر اور مونث کو نطفہ سے پیدا کیا جب نطفہ مرد کی صلب سے اچھل کر عورت کے رحم میں ٹپکایا جاتا ہے۔ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى: اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے دوسری بار مخلوق کو حساب و جزا کے لیے پیدا کرنا۔ بحر میں ہے: کفار نشات ثانیہ کے منکر تھے اس لیے مبالغہ پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنَّ عَلَيْهِ: گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر اس امر کو واجب کر دیا ہے۔ [3] وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مالدار بنادیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محتاج بنادیتا ہے۔ [4] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور راضی کر دیتا ہے، انسان کو مال عطا کیا، اسے اپنے عطا سے راضی کر دیتا ہے۔

اللہ تو مشرکین کے معبود کا بھی رب ہے

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى:...... اللہ تعالیٰ شعریٰ نامی چمکدار ستارے کا رب ہے جسے کفار پوجتے ہیں۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ تو مشرکین کے معبود کا بھی رب ہے۔ بنو خزاعہ شعریٰ ستارے کو پوجتے تھے۔ ان کے اشراف میں سے ابو کبشہ نامی ایک آدمی نے اس ستارے کی پوجا کی روایت ڈالی تھی۔ [5] وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى: اللہ تعالیٰ نے پہلے زمانہ میں قوم عاد کو ہلاک کیا جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا اور وہ اس زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ قوی اور طاقتور تھے، ان کی سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تند و تیز آندھی سے ہلاک کیا۔ بیضاوی کہتے ہیں: عاد کی صفت میں اولیٰ کا لفظ ذکر کیا چوں کہ طوفان نوح کے بعد قوم عاد ہی پہلی قوم تھی جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئی۔ [6]

---

[1] البحر المحیط ۸ / ۱۶۸ [2] تفسیر الخازن ۴ / ۲۲۴ [3] البحر المحیط ۸ / ۱۶۸ [4] یہ ابن زید کا قول ہے۔ [5] تفسیر ابی السعود ۵ / ۱۹۳ [6] تفسیر البیض ۴ / ۱۷۴

وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰی:......اور قوم ثمود کو ہلاک وتباہ کیا اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑا۔ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ :اور عاد وثمود سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی :فریقین سے زیادہ ظالم تھا، تمرد وسرکشی میں اپنے پہلے لوگوں سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ بحر میں لکھا ہے: قوم نوح بہت سرکش تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کو بہت اذیت پہنچاتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو مارتے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام حرکت کرنے کے قابل نہ رہتے، ان پر آپ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال تک دعوت دیتے رہے، جب ایک نسل ختم ہوتی تو دوسری شروع ہو جاتی، حتیٰ کہ بوڑھا شخص کمسن اولاد کی انگلی پکڑ کر نوح علیہ السلام کے پاس لاتا اور کہتا اس کی تصدیق نہیں کرنا، یوں وہ کفر پر مرجاتا اور اولاد کی نوح علیہ السلام کے بغض پر تربیت کر جاتا۔ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی :اور لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جنہیں اوندھے منہ زمین پر گرایا تھا، یوں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر رہا تھا، جبرئیل امین علیہ السلام نے ان بستیوں کو آسمان تک اوپر اٹھایا پھر زمین پر پٹک دیا۔ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی :طرح طرح کے عذاب سے انہیں ''ڈھانپ دیا'' اس میں عذاب کی ہولناکی بیان کرنا مقصود ہے۔ بحر میں ہے: اَلْمُؤْتَفِكَةَ: سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں، چوں کہ یہ بستیاں الٹ دی گئی تھیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے اوپر اٹھایا پھر زمین پر الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی اس مناسبت سے انہیں الؤتفکہ کہا جاتا ہے۔ اسی مضمون کو فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی :سے بیان کیا ہے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی :اے انسان! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی کون کون سی نعمت کے بارے میں تو شک کرے گا؟ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی :یہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ڈرسنانے والے ہیں جیسے تمام پیغمبر آئے اور لوگوں کو ڈرسناتے رہے اور تمہیں معلوم ہے مکذبین پر عذاب نازل ہوا۔

قیامت قریب ہے

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ:......قیامت قریب ہو چکی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: قرب قیامت کی وجہ سے قیامت کو آزفہ کہا جاتا ہے۔ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ :جب قیامت مخلوق کو اپنے شدائد اور ہولناکیوں کے ساتھ ڈھانپ لے گی تو پھر اسے ہٹانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ: استفہام برائے توبیخ ہے یعنی اے جماعت مشرکین کیا تم ہنسی مذاق کے لیے اس قرآن سے تعجب کرتے ہو؟ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ: قرآن سنتے وقت تم ہنستے ہو جب کہ قرآن کی زواجر سے روتے نہیں ہو؟ ورنہ حق تو یہ ہے کہ تم نے جو ظلم کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے آنسوؤں کی بجائے خون بہاؤ۔ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ :اور تم غافل، کھیل کود میں پڑے ہو۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا :صرف ایک اللہ کو سجدہ کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، صرف اسی کی عبادت کرو۔ لات وعزیٰ کی عبادت سے دور رہو، منات وشعری کی پوجا چھوڑ دو، صرف ایک اللہ جو کہ بے نیاز ہے وہی عبادت کے لائق ہے، سجدہ اور عبادت اس کے سوا کسی کے لائق نہیں۔

بلاغت:......سورۂ کریمہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف پائی جارہی ہیں ان میں سے بعض کو مختصر اً ذکر کیا جاتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی:......میں ابہام برائے تعظیم ہے۔ اسی کی مثل اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی :بھی ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ② وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی :اول ھویٰ سبقط ''گرا'' کے معنی میں ہے اور ثانی ہوائے نفس خواہش نفس کے معنی میں ہے۔ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی، اَمَاتَ وَاَحْیَا، ضَلَّ وَاهْتَدٰی، الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی، تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ :میں طباق ہے۔ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی :میں مقابلہ ہے، جیسے اطناب بھی ہے، چوں کہ یجزی کا لفظ مکرر لایا گیا ہے۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ㉑ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی :میں استفہام توبیخی ہے۔ اَغْنٰی وَاَقْنٰی :میں تجنیس ناقص ہے چوں کہ حروف میں تغیر ہے۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ:......میں تجنیس استقاق ہے۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا :میں عام کا خاص پر عطف کیا گیا ہے۔ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ⑲

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ۞ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى: میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت ہے۔اس طرح أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۞ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۞ وَأَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ: میں بھی رعایت سجع ہے۔

تنبیہ:......مشرکین جن بتوں کو پوجتے تھے ان کی تعداد ۳۶۰ کے لگ بھگ تھی، ان میں سے اکثر کعبہ کے آس پاس رکھے ہوئے تھے، رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ان سب بتوں کو توڑ دیا اور ان میں مشہور بت یہ تھے۔لات، منات اور عزیٰ، فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا انہوں نے عزیٰ کو توڑ کر خاک میں ملایا اور یہ شعر فخر یہ پڑھا:

یا عزّٰی کفرانك لاسبحانك ؏ انی رأیت اللّٰہ قد اھانك

اے عزیٰ! آج تیرا کفر اور انکار کیا جاتا ہے تیری پاکی کا وقت ختم ہو چکا چوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو تیری اہانت کرتے دیکھا ہے۔[1]

فتح مکہ کے موقع پر بتوں اور دیوتاؤں کی عبادت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور پھر لوگ دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے۔

الحمدللہ سورۃ النجم کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۳ جولائی ۲۰۱۵ء بروز سوموار قبل از زوال مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول بخشے، اسے عامۃ الناس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے
اور مجھ سیاہ کار کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنائے۔آمین

---

[1] لات، مناۃ، عزیٰ تین بڑے بت تھے، لات مقام نخلہ میں رکھا گیا بت تھا جسے قریش پوجتے تھے۔دوسرے قول کے مطابق طائف میں تھا۔عزیٰ قبیلہ غطفان کا بت تھا، حقیقت میں یہ کیکر کا ایک درخت تھا جس طرح ہمارے زمانہ میں درختوں کو پوجا جاتا ہے۔حضرت خالد بن ولید نے اسے کاٹا تھا اس کے اندر سے جن پر برآمد ہوا جسے آپ جھٹ نے قتل کر کے ٹھکانے لگا دیا۔منات ایک چٹان تھی جسے بنو خزاعہ اور بنو ہذیل پوجتے تھے۔

سورۃ القمر

تعارف:..... سورۂ مبارکہ میں اسلامی عقیدہ کے اصول بیان کیے گئے ہیں، سورۂ مبارکہ میں شروع تا آخر مکذبین قرآن پر حملہ کیا گیا ہے، سورۂ مبارکہ میں تہدید، وعید، انذار اور عذاب وہلاکت کے مناظر بھی بیان کیے گئے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا کائنات سے متعلق ایک زبردست معجزہ کے بیان سے کی گئی ہے اور یہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ ہے، جو سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیے گئے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ مشرکین نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا اور انہوں نے خود تعیین کی تھی کہ چاند کے دو ٹکڑے کیے جائیں پھر آپ کی رسالت کی تصدیق کریں گے، لیکن اس کے باوجود کفر وعناد پر اڑے رہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ١ ..... الخ

اس کے بعد قیامت کے شدائد وہولناکیوں کا بیان ہے جس سے نفس میں ہیبت اور خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ٦ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ٧ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ٨

کفار مکہ کے بعد مکذبین پر نزول عذاب کا ذکر ہے کہ دنیا ہی میں ان پر تباہی آ گئی۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ٩

اس کے بعد سابقہ امتوں عاد، ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر ہوا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ظالم اور سرکش گزرے ہیں، کفر وتکبر ان کا وطیرہ تھا لیکن خدائی عذاب سے نہ بچ سکے۔ اس کے بعد قریش مکہ کو مخاطب کیا گیا ہے اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے کہ جس طرح سابقہ امتوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اسی طرح تمہارے اوپر بھی نازل ہو سکتا ہے اور سبب مشترک ہے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ٤٥ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ٤٦

سورۂ کریمہ کے آخر میں اشقیا مجرمین کے انجام کے بعد سعداء ومتقین کے انجام کا بیان ہے، جیسا کہ قرآنی دستور ہے کہ ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی ہوتی ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ٥٤ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ٥٥

اٰيَاتُهَا ٥٥ | (٥٤) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (٣٧) | رُكُوْعَاتُهَا ٣

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ١ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ٢ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا
اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ٣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ
النُّذُرُ ٥ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ٦ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ وقف لازم
كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ٧ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ٨ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ
قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ٩ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ١٠ فَفَتَحْنَآ
اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ١١ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ١٢ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى
ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ١٣ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ١٤ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ١٥
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ١٦ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ١٧ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ
كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ ع
الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا
النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾
فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً
فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:...... قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا﴿۱﴾ اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانے والا ہے﴿۲﴾ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا اور ہر بات قرار پانے والی ہے﴿۳﴾ اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آئی ہیں جن میں باز آنے کے لیے عبرت ہے﴿۴﴾ یعنی اعلیٰ درجے کی حکمت ہے، سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔﴿۵﴾ سو آپ ان سے اعراض کیجیے، جس دن بلانے والا ایسی چیزوں کی طرف بلائے گا جو ناگوار ہوگی۔﴿۶﴾ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔﴿۷﴾ بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے۔ کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔﴿۸﴾ ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا، سو انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑک دیا گیا۔﴿۹﴾ سو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ بے شک میں مغلوب ہوں، میری مدد فرمایئے۔﴿۱۰﴾ سو ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسنے والے پانی سے کھول دیے﴿۱۱﴾ اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیے، پھر پانی اس کام کے لیے مل گیا جس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا﴿۱۲﴾ اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا﴿۱۳﴾ جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی' یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی،﴿۱۴﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا، سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا،﴿۱۵﴾ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا﴿۱۶﴾ اور البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا، سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔﴿۱۷﴾ جھٹلایا قوم عاد نے سو کیا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔﴿۱۸﴾ بے شک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی ایسے دن میں جو نحوست والا تھا دیر تک رہنے والا تھا۔﴿۱۹﴾ وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔﴿۲۰﴾ سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا﴿۲۱﴾ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا' سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔﴿۲۲﴾ قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔﴿۲۳﴾ سو انہوں نے کہا کیا ہم ایسے انسان کا اتباع کریں جو ہمیں میں سے ایک شخص ہے۔ بے شک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑیں گے۔﴿۲۴﴾ کیا ہم سب کے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ بڑا جھوٹا ہے یا شیخی باز ہے۔﴿۲۵﴾ عنقریب کل کو جان لیں گے کہ کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز۔﴿۲۶﴾ بے شک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لیے' سو آپ ان کو دیکھتے رہیے اور صبر کیجیے۔﴿۲۷﴾ اور آپ انہیں بتا دیں کہ بے شک پانی تقسیم ہے ان کے درمیان، ہر ایک اپنے پلانے کی باری پر حاضر ہوا کرے۔﴿۲۸﴾ سو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے حملہ کر دیا اور کاٹ ڈالا۔﴿۲۹﴾ سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟﴿۳۰﴾ بے شک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ لگانے والے کا چورا ہو﴿۳۱﴾ اور بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ ہم نے قرآن کو

نصیحت کے لیے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ ۞

لغات: اَلْاَجْدَاثِ:...... جدث کی جمع بمعنی قبر۔ مُّهْطِعِیْنَ: جلدی کرنے والے۔ مُّنْهَمِرٍ: انهمر الماء زور سے پانی کا نازل ہونا۔ دُسُرٍ: وہ میخیں جن سے کشتی کے تختوں کو جوڑا جاتا ہے۔ دسار کی جمع دسر ہے۔ مُّدَّكِرٍ: وعظ کرنے والا، ڈرنے والا۔ اصل میں مذکر تھا، باب افتعال کی تاء سے قبل ذال کو دال میں بدلا اور تائے افتعال بھی دال میں بدل گئی پھر دال کو دال میں مدغم کر دیا یوں مُدَّكِرٌ بن گیا۔ صَرْصَرًا: سخت آواز والی تند و تیز آندھی۔ اَعْجَازُ: عَجُزٌ کی جمع ہے، کسی بھی چیز کا پچھلا حصہ، تنا۔ مُّنْقَعِرٍ: جڑ سے اکھاڑی ہوئی چیز۔ سُعُرٍ: جنون، عرب کا قول ہے: ناقة مسعورة اونٹنی اپنے نشاط میں پاگل لگ رہی ہے۔ شاعر کہتا ہے:

تخال بها سُعرًا اذا أسفر هزّها

میری اونٹنی جب سفر میں روانہ ہوتی ہے اس پر نشاط کی ایک کیفیت طاری ہوتی ہے، تم اسے مجنون و دیوانی سمجھو گے۔

اَشِرٌ:...... الاشر، اترانا۔ رجل اشر نعمت پر اترانے والا۔

شانِ نزول

تفسیر: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ:...... قیامت قریب ہو چکی۔ در آں حالیکہ چاند بھی دو ٹکڑے ہو گیا اور پھٹ گیا۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا: اگر کفار مکہ کوئی واضح علامت دیکھ لیں، کھلا معجزہ دیکھیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتا ہو تو ایمان سے روگردانی کر جاتے ہیں۔ وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ: کہتے ہیں یہ تو دائمی جادو ہے جس کے ذریعے محمد ہماری آنکھیں مسحور کر دیتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے: کہ کفار مکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کو دو حصوں میں توڑ کر دکھاؤ۔ ایسا کر کے دکھانے پر مشرکین نے ایمان لے آنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ چودھویں رات کا چاند تھا جو پوری آب و تاب کے ساتھ دمک رہا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے سوال کیا کہ مشرکین کا مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت چاند دو حصوں میں بٹ گیا، ایک ٹکڑا کوہ صفا پر ٹھہر گیا اور دوسرا اس کے بالمقابل کوہِ قیقعان پہ، حتیٰ کہ دونوں ٹکڑوں کے درمیان فاصلہ دیکھ لیا، پھر بھی کمبختوں نے کہا: محمد نے ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے۔ پھر کہنے لگے: اگر ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے سارے لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتا۔ ابوجہل نے کہا: صبر کرو حتیٰ کہ دیہاتوں سے لوگ آ جائیں۔ چنانچہ اگر انہوں نے چاند کے پھٹنے کی خبر دی تو پھر صحیح ہے، ورنہ محمد نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا۔ چنانچہ دیہاتوں سے لوگ آئے اور چاند کے دو ٹکڑوں میں بٹ جانے کی خبر دی۔ اس پر بھی ابوجہل اور مشرکین نے کہا: یہ دائمی جادو ہے جو چلا آ رہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۞

خازن کہتے ہیں: چاند کا دو ٹکڑوں میں بٹ جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے ہے۔ شیخین کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں۔ چنانچہ آپ نے دو مرتبہ انشقاق قمر کا معجزہ دکھایا۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑوں میں بٹ گیا، قریش نے کہا: محمد نے جادو کر دیا۔ بعض نے کہا: اگر ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتا، چنانچہ مسافروں سے ملتے اور ان سے شق قمر کے بارے میں دریافت کرتے، مسافر خبر دیتے کہ واقعی انہوں نے چاند کو دو ٹکڑوں میں بٹے دیکھا ہے لیکن پھر بھی قریش تکذیب کرتے۔ [1] یہ صحیح احادیث ہیں جن میں شق قمر کی خبر دی گئی ہے، ان کے ساتھ قرآن کی بشارت بھی موجود ہے۔ اور یہ تو مضبوط ترین دلیل ہے۔ نیز شق قمر کے ممکن ہونے میں کوئی شک نہیں۔

[1] اخرجہ الترمذی

شق قمر کا ایک اور معنی

آیت کا ایک اور معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن چاند پھٹ جائے گا، مگر یہ قول باطل ہے اور شاذ ہے چوں کہ اس کے خلاف مفسرین کا اجماع ہے۔ اسے بیان کرنے میں ماضی کا صیغہ لایا گیا ہے اور ماضی کو مستقبل پر محمول کرنا بعید بات ہے۔[1] وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ: مشرکین نے حضور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی اور جو اللہ کی قدرت کا مظاہرہ دیکھا، چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم دیکھا تو اسے بھی جھٹلا دیا اور انہوں نے شیطان کے آراستہ کردہ راستے پر چلنا شروع کر دیا۔ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ: ہر معاملہ ہر کام ایک غایت پر منتہی ہونے والا ہے اور غایت پر قرار پائے گا، یقیناً ایسا ہوگا، اگر معاملہ خیر ہو تو اس کا انجام بھی خیر، اگر شر ہو تو انجام بھی شر، گویا ہر معاملہ کرنے والے پر پکا ہو چکا ہے۔[2] وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ: ان کفار کے پاس تکذیب کرنے والی پہلی امتوں کی خبریں اور واقعات آ چکے ہیں، ان میں وعظ و نصیحت ہے، جس کی روشنی میں مشرکین کفر و شرک سے باز آ سکتے ہیں۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ: یہ قرآن حکمت بالغہ ہے، جو ہدایت و بیان میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ: پھر تنبیہات اس آدمی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں جس پر اللہ تعالیٰ نے شقاوت لکھ دی اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی۔ مفسرین کہتے ہیں: معنی ہے: مشرکین کے پاس قرآن آیا اور یہ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت ہے، بھلا اس قوم کو انذارات، مواعید اور تنبیہات کیا فائدہ پہنچائیں گی جس کے کان بہرے ہو گئے ہوں اور وہ کلام اللہ سن ہی نہ سکتے ہوں؟ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۝۱۰۱ (سورۃ یونس، آیت ۱۰۱)

معجزات اور انذارات و تنبیہات بے ایمان قوم کو کیا فائدہ پہنچائیں گی؟

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ: ...... اے محمد! ان مجرمین سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور ان کا انتظار کریں۔

روز قیامت کی شدت اور ہولناکی

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ: ...... یعنی جس دن اسرافیل ان جانی چیز کی طرف بلائیں گے اور نفوس اس کی شدت و ہولناکی کی وجہ سے اسے پہچان نہیں پائیں گے۔ اور وہ روز قیامت، اس کی سختیاں اور ہولناکیاں ہیں۔ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ: جھکی جھکی آنکھوں کے ساتھ، قیامت کی شدید ہولناکیوں کی وجہ سے نظریں اوپر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ: قبروں سے باہر نکلیں گے۔ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ: گویا قبروں سے نکلنے والے انتشار اور پکارنے والے کی پکار کا سرعت کے ساتھ جواب دینے کی وجہ سے یوں لگیں گے جیسے آفاق میں پھیلی ہوئی ٹڈیاں۔ خوف و حیرت کی وجہ سے انہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کہاں جائیں۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قیامت کے دن قبروں سے اٹھنے والے انسانوں کو بکھری ہوئی ٹڈیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے چوں کہ ٹڈیوں کی کوئی مخصوص سمت نہیں ہوتی، جس طرف وہ قصد کر کے جا رہی ہوں۔ چنانچہ لوگ بھی قبروں سے باہر نکلیں گے ان کے جانے کی بھی کوئی سمت نہیں ہوگی کہ وہ اس کا قصد کریں اور پھر اس طرف چل پڑیں۔ لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے اس لیے انتشار کا شکار ہوں گے اور بلانے والا اسرافیل علیہ السلام ہوگا۔ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ: گردنیں اٹھائے ہوئے جلدی جلدی پکارنے والے کی طرف لپکیں گے، انہیں دیر اور تاخیر نہیں ہوگی۔ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ: کفار کہیں گے یہ تو نہایت سختیوں والا دن ہے۔ خازن کہتے ہیں: آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کا دن کافروں کے لیے نہایت شدید ہوگا جب کہ مومنین کے لیے شدید نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ۝۱۰ یہ دن کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔ (سورۃ المدثر، آیت ۱۰)[3]

اس کے بعد سابقہ امتوں پہ نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے، اس سے رسول کریم ﷺ کو تسلی دینا اور کافروں کو ڈرانا مقصد ہے۔

---

[1] تفسیر الخازن ۴/۲۲۶ [2] تفسیر ابن الجوزی ۸/۸۹ [3] تفسیر ابن الجوزی ۸/۹۱

حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب اور اس کا انجام

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ:......اے محمد! آپ کی قوم سے پہلے قوم نوح بھی تکذیب کی مرتکب ہوئی ہے۔فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ: انہوں نے ہمارے بندے نوح کی تکذیب کی اور کہا یہ تو مجنون ہے، انہیں گالیاں دے کر اور ڈرا دھمکا کر دعوائے نبوت سے باز رہنے کی تاکید کرتے اور ہمہ وقت ڈانٹتے اور یوں کہتے لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ: بحر میں لکھا ہے: قوم نے صرف تکذیب کر لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ علیہ السلام کو پاگل اور دیوانہ کہا یعنی ان کے بقول نوح ایسی باتیں کرتے ہیں جنہیں کوئی عقل مند قبول کرنے کو تیار نہیں۔ یہ ان کی طرف سے تکذیب میں مبالغہ ہے۔عَبْدَنَا: کہا: نوح علیہ السلام کے شرف و مرتبہ کو بڑھانے کے لیے۔فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور دعا کی اور عرض کیا: اے میرے رب میں ان ظالموں کا مقابلہ نہیں کرسکتا، میں کمزور ہوں، اب تو ہی ان سے میرا بدلہ لے۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب حضرت نوح علیہ السلام قوم سے مایوس ہو چکے تب آپ علیہ السلام نے قوم کو بددعا دی، قوم کا ظلم یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ ایک آدمی آپ کو گردن سے پکڑ لیتا حتی کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے اور جب ہوش آتا کہہ رہے ہوتے: یا اللہ! میری قوم کی بخشش فرمادے، بلاشبہ یہ نہیں جانتے۔[1]

قوم نوح کی ہلاکت کا سامان

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ:......ہم نے آسمان سے زوردار بارش برسنے کے لیے دروازے کھول دیے۔ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ زوردار بارش کے برسنے کے لیے تمثیل ہے۔[2] وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا: اور ہم نے پوری زمین کو زوردار ابلتے چشموں میں تبدیل کر دیا۔فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ: آسمان اور زمین کا پانی اللہ تعالیٰ کے ازل سے طے شدہ فیصلہ کے مطابق مل گیا اور مکذبین کو ہلاک کر دیا۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قوم نوح پر لوح محفوظ میں یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ جب یہ کفر کریں گے انہیں غرق آب کر دیا جائے گا۔وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ: ہم نے نوح کو کشتی پر سوار کر دیا جو کہ لکڑ کے چوڑے تختوں کو میخوں کے ساتھ جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ بحر میں ہے: یہ کشتی لکڑی کے تختوں والی تھی اور تختے میخوں کے ساتھ جوڑ دیے گئے تھے، یہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی۔ آیت میں کشتی کے دو اوصاف بیان کیے اور یہ ایسی صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہے جیسے عرب کا مقولہ ہے: "قميص مدودة من حديد" یعنی میرے پاس لوہے کی درع ہے۔ یہ فصیح کلام ہے اور اگر موصوف وصفت دونوں کو جمع کر لیا جائے تو کلام فصیح نہیں ہوگا۔دُسُرٍ: میخیں۔تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا: کشتی ہماری حفاظت اور نگرانی میں پانی کی سطح پر چلتی رہی۔جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ: ہم نے قوم نوح کو اپنے بندے کے لیے انتقاماً غرق آب کر دیا، چوں کہ قوم نے ہمارے بندے نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا، ان کی دعوت ٹھکرا دی اور ان کا کہا نہیں مانا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہم نے نوح علیہ السلام کے لیے ان کی قوم سے بدلہ لیا چوں کہ قوم نوح پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا لیکن قوم نے اس نعمت کا کفران کیا۔ نعمت سے مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہوتا ہے۔وَلَقَد تَّرَكْنَاهَا آيَةً: ہم نے طوفان نوح کو عبرت بنا دیا ہے۔فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ: کیا ہے کوئی عبرت اور نصیحت حاصل کرنے والا؟فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ: استفہام برائے تہویل ہے۔ جو لوگ میرے پیغمبروں کو جھٹلاتے تھے اور میری آیات سے نصیحت نہیں حاصل کرتے تھے بھلا ان کے لیے میرا عذاب اور میرا ڈرسنانا کیسا رہا؟

قرآن حفظ و نصیحت کے لیے آسان ہے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ:......اللہ کی قسم! ہم نے حفظ و تدبر اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو سہل کر دیا ہے، چوں کہ اس میں وعظ و نصیحت کے مختلف واقعات ہیں۔فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ: کیا اس کے مواعظ سے کوئی ہے جو نصیحت و عبرت حاصل کرے، اس کے قصص و زواجر سے

[1] البحر المحیط ۸/۱۷۶ [2] تفسیر ابی السعود ۷/۷۸۶

عبرت پکڑے؟ حازن کہتے ہیں: اس آیت میں تعلیم قرآن پر اکسایا جارہا ہے، چوں کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے آسان کر دیا ہے، چنانچہ چھوٹے بڑے کے لیے قرآن حفظ کرنا آسان ہے، خواہ عربی ہو یا عجمی قرآن کو بآسانی حفظ کر لیتا ہے۔ سعید بن جبر کہتے ہیں: یعنی ہم نے حفظ وقرأت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ قرآن کے سوا کوئی آسمانی کتاب نہیں جس کی تلاوت کی جاتی ہو۔ الغرض! جو شخص قرآن حفظ کرنا چاہے یا سمجھنا چاہے یا اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ بآسانی کر سکتا ہے۔ اس کے لیے قرآن آسان ہے، مشکل نہیں۔ قرآن تو دنیا و آخرت کی سعادت کا جامع ہے۔

قوم عاد کو جھٹلانے کا انجام

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ: ...... قوم عاد نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، بھلا میرا ڈرسنانا، میری تنبیہات اور عذاب کیسا تھا؟ آگے ان پر نازل ہونے والے سنگین عذاب کا بیان ہے۔ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا: ہم نے ان پر تند و تیز ٹھنڈی گرجدار آندھی چھوڑی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الصرصر: سخت ٹھنڈی، سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سخت آواز والی آندھی۔ فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ: دائمی نحوست والے دن میں، اس دن کی نحوست ان پر مسلسل قائم رہی، سب ہلاک ہو گئے ان میں ایک بھی باقی نہ بچا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس دن کی نحوست اور تباہی ان پر مسلسل برقرار رہی چوں کہ اس دن دنیوی عذاب اخروی عذاب میں اتصال رہا۔ تَنْزِعُ النَّاسَ: آندھی قوم عاد کو اکھاڑ کے اوپر اٹھا لیتی پھر انہیں سروں کے بل دے مارتی، ان کی گردنیں توڑ دیتی اور وہ مردہ ہو کر رہ جاتے۔ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ: گویا وہ درختوں کے تنے ہوں جنہیں جڑوں سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا گیا ہو۔ قوم عاد کے لمبے قد اور مضبوط جسامت کی وجہ سے انہیں درختوں کے تنوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ خازن کہتے ہیں: آندھی انہیں اکھاڑ کر سروں کے بل پھینک دیتی تھی جس سے ان کی گردنیں ٹوٹ جاتیں، سر دھڑ سے الگ ہو جاتے، یوں لگتے جیسے درختوں کے تنے زمین پر پڑے ہوں۔[1] فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ: بھلا کیسا تھا میرا عذاب اور میری انذارات و تنبیہات، کیا ہولناک و رسوا کن عذاب نہیں تھا؟ استفہام برائے تہویل و تعجیب ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ: اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مومنین کے لیے آسان کر دیا ہے۔ اسی فضل و کرم پر تنبیہ کرتے ہوئے یہ آیت مکرر ذکر کی ہے یعنی ہم نے حفظ و فہم کے لیے قرآن آسان کر دیا ہے۔ کوئی ایسا شخص ہے جس میں نصیحت پذیری کی صلاحیت ہو اور وہ زواجر قرآن سے عبرت حاصل کرے؟

قوم ثمود کے جھٹلانے کا انجام

اس کے بعد قوم ثمود کے متعلق خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ: قوم ثمود نے انذارات اور مواعظ اور تنبیہات کو جھٹلا دیا جو ان کے پاس ان کے پیغمبر صالح علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ: کیا ہم ایک انسان کی اتباع کریں گے جو ہماری طرح کا ایک عام فرد ہے، نہ اشراف سے اس کا تعلق نہ عظما میں سے ہے، جب کہ ہم تو کثیر جماعت ہیں؟ بحر میں ہے: حسد کے مارے کہتے تھے۔ نیز وہ اس امر کو بعید از قیاس سمجھتے تھے کہ انسان ایک دوسرے پر فضیلت بھی رکھتے ہیں، وہ کہتے: ہم سب اکٹھے ہیں اور پھر اتباع صرف ایک کی کریں؟ وہ نہیں جانتے تھے کہ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا کرے، نور ہدایت سے اسی کو مستفیض کرتا ہے جس پر وہ راضی ہوتا ہے۔[2] إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ: اگر ہم اس آدمی کی اتباع کریں گے پھر تو صریح خطا وار ہوں گے اور واضح حق سے روگردانی کر جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی پھر تو ہم جنون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ سعر بمعنی جنون، عرب کا قول ہے: ناقة مسعورة گویا شدت نشاط کی وجہ سے اونٹنی دیوانی ہو گئی۔ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا: استفہام انکاری ہے، کیا وحی اور رسالت کے ساتھ صرف انہی کو مخصوص کر لیا گیا ہے ہمارے درمیان، جب کہ ہمارے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے پاس اس سے زیادہ مال ہے اور جو اس سے زیادہ بہتر حالت میں ہیں۔

---

[1] تفسیر الخازن ۴/۲۲۹ [2] البحر المحیط ۸/۱۸۰

امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں انکار کی طرف اشارہ ہے اور اس میں مبالغہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ القاء: سرعت کے ساتھ انزال کو کہا جاتا ہے، گویا وہ یوں کہتے تھے: فرشتہ مضبوط جسامت والا ہے، آسمان بہت دور ہے۔ بھلا لحظہ بھر میں وحی اس آدمی پر کیسے نازل ہوگئی؟ "علیه" یہ ایک اور انکار ہے، گویا وہ یوں کہنا چاہتے ہیں کہ سرے سے اس آدمی پر وحی نازل ہی نہیں ہوئی، بالفرض اگر نزول وحی ہوا بھی ہے تو ہمارے درمیان صرف اس پر نہیں چوں کہ ہمارے درمیان اس سے مالدار اور بہتر لوگ موجود ہیں۔ءَ اُلْقِيَ: یہ ءَ اُلْقِيَ اللّٰه: کے بدلے میں ہے، اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ آسمان سے زمین پر وحی کا آنا ناممکن ہے چہ جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔[1] بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ: بلکہ یہ دعوائے نبوت میں جھوٹا ہے اور جھوٹ کی حد سے آگے بڑھا ہوا ہے، متکبر ہے جو ہمارے اوپر برتری چاہتا ہے۔ اَشِرٌ: کی صفت لائی ہے اور یہ مبالغہ ہے، گویا وہ یوں کہہ رہے تھے کہ اس نے کسی ضرورت وحاجت کے تحت جھوٹ نہیں بولا کہ وہ کمزور ہے اور جھوٹ کا سہارا لے کر خلاصی لینا چاہتا ہے۔ یہ تو تکبر کرتا ہے اور ریاست کا طلب گار ہے، اس نے چاہا کہ تم اس کی اتباع کرو اور اس کے لیے یہ جھوٹ بول دیا، لہٰذا اس کی باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں دی جائے گی چوں کہ اس نے رذائل کو اپنے اندر جمع کر لیا۔ جھوٹ اور تکبر۔ یہ دونوں چیزیں اتباع کے مانع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ: آخرت میں ان کو پتہ چل جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی باز ہے۔ کیا صالح علیہ السلام یا ان کی قوم؟ علامہ آلوسی کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہی جھوٹے اور اترونے ہیں۔ لیکن یہ مضمون ابہام کی جگہ پر لایا ہے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یہ ممکن نہیں کہ پوشیدہ رہے۔

قوم ثمود کی آزمائش بذریعہ اونٹنی

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ: ...... یعنی ہم ٹھوس چٹان سے ایک اونٹنی باہر نکالیں گے، جس میں ان کا امتحان وآزمائش ہوگی، جیسا کہ انہوں نے چاہا اور مطالبہ کیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے دس ماہ کی گابھن اونٹنی چٹان سے باہر نکالی جو ان کے مطالبہ کے عین مطابق تھی، تا کہ ان پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے کہ حضرت صالح علیہ السلام سچے تھے۔[2] فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ: ان کا انتظار کرو اور جو وہ کرتے ہیں اور جو ان کے ساتھ ہوگا وہ دیکھتے رہو، ان کی اذیتوں پر صبر کریں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہے۔ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ: انہیں آگاہ کر دو کہ وادی کے درمیان سے گزرنے والا پانی قوم ثمود اور اونٹنی کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ (سورۃ الشعراء، آیت ۱۵۵)

اونٹنی کے لیے پانی پینے کی باری ہے اور مقررہ دن تمہارے لیے بھی پانی لینے کی باری ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس دن اونٹنی کے پانی پینے کی باری ہوتی تو اونٹنی سارا پانی پی جاتی اس میں سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑتی اور جس دن قوم ثمود کے پانی لینے کی باری ہوتی اونٹنی پانی بالکل نہ پیتی بلکہ لوگوں کو دودھ سے سیر کر دیتی اور لوگ بھی عیش میں ہوتے۔[3] آیت میں لفظ "بينهم" تغلیبا آیا ہے۔ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ: پانی لینے کی جس کی باری ہوگی وہ اپنے حصے کا پانی اپنی باری پر لے گا۔ جس دن اونٹنی کے پینے کی باری ہو وہ حاضر ہو جائے گی اور جس دن لوگوں کے پانی لینے کی باری ہو وہ بھی اپنی باری پر حاضر ہو جائیں۔ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ: قبیلۂ ثمود نے قوم کے بدبخت ترین آدمی کو بلا لیا، اس بدبخت کا نام قدار بن سالف تھا۔ تا کہ وہ اونٹنی کو قتل کر دے، چنانچہ اس نے تلوار لی اور اونٹنی کو قتل کر دیا۔ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ: بھلا میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں، کیا میرا عذاب رسوا کن نہیں تھا؟

قوم ثمود پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی چیخ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً: ...... ہم نے ان کو ایک زوردار چیخ سے ہلاک کر دیا جو جبرئیل نے ان پر لگائی تھی، چنانچہ پل جھپکنے کے لیے بھی

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی ۷/۹۹ [2] مختصر ابن کثیر ۳/۱۱ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/۱۴۰

ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ: وہ ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئے جیسے بوسیدہ ٹہنیاں قدموں تلے روند کر چورا چورا ہو جاتی ہیں۔ امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلْمُحْتَظِرِ: خشک ٹہنیوں اور کانٹوں کی باڑ جو بکریوں کے باڑے کے اردگرد لگا دی جاتی ہے، تاکہ بکریاں درندوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ ان ٹہنیوں میں سے جو گر جاتی ہے اور قدموں تلے بار بار روندی جاتی ہیں اسے ھشیم کہا جاتا ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ: ہم نے حفظ و نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے ہے کوئی نصیحت پذیر؟

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ۳۳ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۳۴ نِّعْمَةً مِّنْ
عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۳۵ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۳۶ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ
ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۳۷ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۳۸ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۳۹ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۴۰ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۴۱
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۴۲ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ
فِي الزُّبُرِ ۴۳ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۴۴ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۴۵ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ
وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۴۶ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۴۷ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ وقف لازم
ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۴۸ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۴۹ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۵۰ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَاۤ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۵۱ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۵۲ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۵۳
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۵۴ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۵۵

ترجمہ: ......لوط علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ۳۳ بے شک ہم نے ان پر پتھر لانے والی تیز ہوا بھیج دی۔ سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں آخری رات میں اپنے فضل سے نجات دے دی۔ ۳۴ ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے ۳۵ اور لوط علیہ السلام نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا، سو انہوں نے ڈرانے کی چیزوں میں جھگڑے بازی کی ۳۶ اور بے شک بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو بُرے ارادہ سے لینا چاہا، سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں۔ سو چکھ لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ ۳۷ اور یہ بات یقینی ہے کہ صبح سویرے ان پر ایسا عذاب آ گیا جو برقرار رہنے والا تھا۔ ۳۸ سو چکھ لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ ۳۹ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟ ۴۰ اور یہ بات واقعی ہے کہ آل فرعون کے پاس ڈرانے کی چیزیں آئی تھیں۔ ۴۱ انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا، سو ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا ۴۲ کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان لوگوں سے یا تمہارے لیے کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ ۴۳ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو غالب رہے گی۔ ۴۴ عنقریب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل دیں گے۔ ۴۵ بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ ۴۶ بلاشبہ مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں۔ ۴۷ جس دن دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے، چکھ لو دوزخ کا عذاب۔ ۴۸ بے شک ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا۔ ۴۹ اور ہمارا حکم بس یکبارگی ہو گا، جیسے آنکھوں کا جھپکنا ۵۰ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تمہارے جیسے لوگوں کو ہلاک کیا ہے تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟ ۵۱ اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے سب کتابوں میں ہے۔ ۵۲ اور ہر چھوٹی بڑی چیز کتابوں میں لکھی

ہوئی ہے۔﴿۵۳﴾ بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔﴿۵۴﴾ ایک عمدہ مقام میں، بادشاہ کے پاس جو قدرت والا ہے۔﴿۵۵﴾

ربط:......اوپر قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر ہوا اور ان آیات میں قوم لوط اور آل فرعون کا ذکر ہے۔ ان قصص سے کفار مکہ کو ڈرانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ سورۃ مبارکہ کا اختتام سنت اللہ کے بیان پر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار مجرمین کو عذاب دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو چلا آ رہا ہے۔

لغات: حَاصِبًا:...... الحاصب، پتھر، ایک اور قول کے مطابق تند و تیز آندھی کو حاصب کہا جاتا ہے، جو کنکر اٹھا کر پھینک دیتی ہے۔ بَطْشَتَنَا: ہمارا شدید عذاب۔ الزُّبُرِ: آسمانی کتابیں، زبور کی جمع ہے بمعنی خدائی کتاب۔ اَدْهٰى: رسوا کن، منکر عظیم۔ سُعُرٍ: خسارہ، جنون۔ سَقَرَ: جہنم کا نام۔

شان نزول:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقدیر کے معاملہ میں جھگڑنا شروع کر دیا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾[1]

قوم لوط کی نافرمانی کا انجام

تفسیر: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ:......قوم لوط نے تمام انذارات وتنبیہات کو جھٹلایا جو اُن کے پیغمبر لوط علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا: ہم نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے، ہم نے کہا: اب ان کا مزہ چکھو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا، انہوں نے قوم لوط کی بستیوں کو اوپر آسمان تک اٹھایا پھر وہاں سے زمین پر پٹخ دیے اور پیچھے سے پتھر برسائے۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ: بجز لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین مومنین کے۔ نَّجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ: صبح سے پہلے سحری کے وقت ہم نے ان کو نجات دے دی۔ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا: ہم نے ان پر انعام واحسان کیا کہ انہیں بچا لیا۔ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ: ایمان وطاعت بجالا کر جو شخص ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے ہم اسے اسی طرح کا اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا: لوط علیہ السلام نے ان کو ہمارے شدید عذاب سے ڈرایا اور ہمارے انتقام سے بھی ڈرایا۔ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ: انہوں نے انذار و وعید اور تنبیہات کو جھٹلا دیا اور ان میں شک کیا۔ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ: قوم کے غنڈوں نے لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اپنے مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ وہ ان سے بدفعلی کر سکیں۔ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ: ہم نے انہیں اندھا کر دیا اور ان کی آنکھوں سے بصارت ہی سلب کر دی۔ مفسرین کہتے ہیں: جب فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ لوط علیہ السلام بطور مہمان انہیں اپنے پاس ٹھہرایا چنانچہ قوم بدفعلی کی قصد سے دوڑتی ہوئی ان کے پاس آئی، لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر دیا، غنڈے دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے، اتنے میں جبرئیل امین علیہ السلام باہر نکلے اپنے پر کا کنارہ سا ان کی آنکھوں پر دے مارا جس سے وہ سب اندھے ہو گئے۔[2] فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ: میرے عذاب اور انذارات وتنبیہات کو جھٹلانے کا وبال چکھو۔ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ: علی الصباح ان پر عذاب آیا جو دائمی رہا اور آخرت کے عذاب کے ساتھ متصل تھا۔

قوم لوط پر دائمی عذاب نازل

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی تفصیل یہ ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اکھاڑا اور پھر ان پر الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی۔ یوں دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے ساتھ متصل رہا، حتیٰ کہ وہ دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔[3] فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ: اے مجرمین! میرا عذاب اور میرے پیغمبروں کی زبانی جو تمہیں انذار و تنبیہات پہنچائی جاتی رہیں اب وہ چکھو۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ: ہم نے حفظ وتدبر کے لیے قرآن سہل کر دیا گیا ہے، کوئی جس میں نصیحت پذیری اور عبرت پذیری کی صلاحیت ہو؟ مفسرین کہتے ہیں: ہر قصہ کے بعد

[1] اخرجہ مسلم والترمذی [2] تفسیر الخازن ۴/ ۲۲۰۔ التفسیر الکبیر ۷/ ۸۰۸ [3] الصاوی ۴/ ۱۵۰

اس آیت کے تکرار میں یہ حکمت ہے کہ نصیحت پذیری اور ان قصص میں غور وفکر اور تدبر کرنے پر تنبیہ کرنا ہے۔ نیز اس طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ ہر پیغمبر کی تکذیب نزول عذاب کی موجب ہے۔[1] جیسے سورۂ رحمان میں آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: بار بار دہرائی جاتی ہے۔ چنانچہ ہر نعمت کے ذکر کے بعد اس کی تکذیب پر توبیخ سنائی گئی ہے۔ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ: فرعون وراس کی قوم کے پاس مسلسل انذارات وتنبیہات آئیں لیکن انہوں نے عبرت نہ پکڑی۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قصہ کی ابتدا قسم موکد کے ساتھ کی گئی ہے کمال اعتناء کے اظہار کے لیے اور اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ان پر تنبیہ کرنے کے لیے۔ نیز فرعون اور اس کی قوم کو ہونے والے عذاب کی ہولناکی بھی واضح کرنا ہے، فرعون معصیت وطغیان کا سرغنہ تھا۔ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا: انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عطا کیے گئے نو (۹) معجزات کی تکذیب کی۔

آل فرعون کی تکذیب کا انجام

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ...... ہم نے ان کو سمندر میں غرق کر کے ان سے انتقام لیا۔ ہم نے ان عذاب میں ایسے گرفت میں لیا جیسے زبردست وغالب ذات گرفت میں لیتی ہے اور اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خوف دلایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ: استفہام انکاری ہے جو برائے توبیخ ہے۔ اے جماعت عرب! کیا تمہارے کفار ان کافروں سے اچھے ہیں جن پر میرا عذاب نازل ہوا۔ مثلاً قوم نوح، عاد، ثمود، قوط لوط اور قوم فرعون، یہاں تک کہ ان کے اچھے ہونے کی وجہ سے میں انہیں عذاب نہ دوں؟

کفار مکہ اور گزشتہ کفار میں کوئی فرق نہیں

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: استفہام انکاری ہے اور اس کا معنی نفی ہے، یعنی تمہارے کفار ہلاک شدگان امتوں سے اچھے نہیں ہیں۔ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ: اے کفار قریش! کیا تمہارے لیے آسمانی کتابوں میں عذاب سے کوئی برأت نازل ہوئی ہے؟ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ: بلکہ وہ کہتے ہیں ہم تو بڑا مجموعہ ہیں، ہمیں اپنی اکثریت اور قوت پر اعتماد ہے ہم محمد پر چڑھائی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کیا۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: مشرکین کی یہ جماعت عنقریب شکست سے دوچار ہوگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ علم غیب کی خبر دی ہے چنانچہ بدر کے موقع پر مشرکین کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔[2] بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ بس یہیں ان کی سزا تمام نہیں ہوئی بلکہ ان کے عذاب کا مقررہ وقت تو قیامت ہے۔ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ: اور حال یہ ہے کہ قیامت قتل وقید کی بنسبت زیادہ بڑی مصیبت اور نہایت کڑوی ہے۔ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ: حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ دنیا میں نادانی اور حیرت میں پڑے ہوئے ہیں اور آخرت میں دہکتی ہوئی آگ میں جلیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجرمین خسارے اور پاگل پن وجنون میں پڑے ہوئے ہیں۔[3] يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ: جس دن انہیں دوزخ میں چہروں کے بل بطور عذاب ورسوائی گھسیٹا جائے گا۔ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ: ان سے کہا جائے گا: اے دوزخ کے عذاب کو جھٹلانے والو! اب اسی عذاب کا مزہ چکھو۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سقر جہنم کا علم ہے، اسی لیے غیر منصرف ہے۔[4] اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ: ہم نے ہر چیز کو مقدار کے مطابق پیدا کیا ہے جو کہ ازل سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ: خلق وایجاد میں ہمارا معاملہ صرف ایک ہی بار ہوتا ہے جیسے جلدی سے پل کا جھپکنا، ہم کسی بھی چیز کو وجود بخشنا چاہتے ہیں تو "کن" کہتے ہیں وہ وجود میں آ جاتی ہے۔

امرِ الٰہی کا وقوع

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہم چیز کا ایک ہی بار حکم کرتے ہیں دوسری بار تاکید کی حاجت پیش نہیں آتی، چنانچہ یہ چیز وجود میں آ جاتی ہے، جیسے پل کا جھپکنا اور اس میں زرہ بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ اللہ کی قسم! سابقہ امتوں میں سے جو لوگ کفر وضلالت میں تمہاری وضع اور تمہارے مشرب کے تھے ہم نے ہلاک کر دیے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کیا ہے کوئی جس میں نصیحت پذیری کی صلاحیت ہو؟

---

[1] تفسیر الکبیر للرازی ۷/ ۸۱۰ [2] تفسیر ابن الجوزی ۸/ ۱۰۰ [3] روح المعانی ۲۷/ ۹۳ [4] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۷۹

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ :......تکذیب کرنے والی امتوں نے خیر وشر کا جو عمل بھی کیا ہوا ہے وہ فرشتوں کے لکھے ہوئے دفتروں میں موجود ہے۔ الزُّبُرِ یعنی فرشتوں کے دیوانوں (دفتروں) میں موجود ہے۔

ہر چھوٹی بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ :...... چھوٹے بڑے اعمال سب لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ: پرہیزگار لوگ بہشتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی پانی، شراب، دودھ اور شہد کی نہروں میں ہوں گے۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ خوبصورت اور پسندیدہ جگہ میں ہوں گے۔ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ: عظیم وجلیل رب کے پاس جو اپنی بادشاہت وسلطنت میں قادر مطلق ہے، اسے کوئی چیز بھی عاجز نہیں کر سکتی اور وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بلاغت :......اس سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں جن میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ :......میں بادلوں سے بارش کے ٹپکنے کو نہروں کے بہنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ بطور استعارہ کے ہے۔ يَدْعُ الدَّاعِ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ: میں کنایہ ہے ایسی کشتی سے جو تختوں پر مشتمل ہو۔ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ ایسے ہی فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ: میں بھی تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ: میں صیغہ مبالغہ ہے، بمعنی بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا اور بہت زیادہ اترانے والا۔ چوں کہ فعال اور فعل مبالغہ کے صیغے ہیں۔ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى: میں تکرار لفظ کے ساتھ اطناب ہے۔ اس سے مقصود زیادت تخویف وتہویل ہے۔ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ: اور اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ: میں مقابلہ ہے۔ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ: میں طباق ہے۔ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ. اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ، وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ: میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت کی گئی ہے۔

الحمدللہ سورۃ القمر کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۴ جولائی ۲۰۱۵ء بروز منگل بوقت ظہر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔

سورۃ الرحمٰن

تعارف:......سورۃ الرحمٰن مکیہ ہے، اس میں بھی دوسری مکی سورتوں کی طرح اسلامی عقیدہ کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ سورۃ الرحمٰن ساری سورتوں کے درمیان دلہن کا سا مقام رکھتی ہے، اس لیے حدیث میں آیا ہے: ہر چیز کی دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۃ الرحمٰن ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند نعمتیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جو حساب وشمار میں آ ہی نہیں سکتی۔ سورۂ مبارکہ کے شروع میں تعلیم قرآن کی نعمت کا ذکر ہے جو انسان پر اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾......الآیۃ

پھر کائنات کے صحائف کا ذکر ہوا ہے جو اللہ عزوجل کی نعمتوں کو نمایاں کرتے ہیں اور یہ سورج، چاند، سبزہ ودرخت، بلاستون کے بلند وبالا آسمان اور اس میں عجائب قدرت اور غرائب صنعت، اور زمین ہے۔ ہمیں انواع واقسام کے میوہ جات کھیتیاں، فصلیں اور پھل انسانی رزق کے کام آتے ہیں۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾......الآیۃ

سورۂ مبارکہ میں دلائل قدرت بھی بیان کیے گئے ہیں جو گردش افلاک، بڑے بڑے بحری جہازوں جو سمندر کی سطح پر رواں دواں ہوتے ہیں اور پہاڑوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں کے ضمن میں آتے ہیں۔ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾......الآیۃ

پھر دکھائی دینے والی کائنات کی ایک جھلک کے بعد صفحۂ ہستی کو لپیٹ دیا گیا ہے، چنانچہ مخلوقات پر ایک وقت آئے گا جب اس پر فنا آجائے گی اور صرف اللہ عزوجل کی ذات باقی رہے گی۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

سورۂ مبارکہ میں قیامت کے ہولناکیاں بھی بیان کی گئی ہیں، چنانچہ مجرمین اشقیا کا حال بیان کیا گیا ہے اور انہیں جن احوال وشدائد کا سامنا کرنا ہوگا وہ بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾......الآیۃ

عذاب کا منظر بیان کرنے کے بعد متقین کے لیے نعمتوں اور آسائشوں کا منظر بھی بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اہل تقویٰ بہشتوں میں حور وولدان کے ساتھ عیش کر رہے ہوں گے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ الآیۃ

سورۂ مبارکہ کا اختتام اللہ عزوجل کی ثنا پر ہوا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی حمد وثنا واجب ہے۔ یوں سورۂ مبارکہ کا اختتام سورت کے مضامین کے زیادہ مناسب ہوگیا۔ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ یوں ابتداء اختتام کے موافق ہوگئی ہے۔

اٰيَاتُهَا ۷۸ | (۵۵) سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۳

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ
الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ
الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا

بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ النصف
مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ
الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ
اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾
يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ
ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ
بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ وقف لازم
يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

ترجمہ:.....رحمٰن نے ① قرآن کی تعلیم دی۔ ② اس نے انسان کو پیدا کیا۔ ③ اس کو بیان سکھایا، ④ سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں ⑤ اور بے تنہ کے درخت اور تنہ آور فرمانبردار ہیں ⑥ اور اس نے آسمان بلند کیا اور ترازو رکھ دی ⑦ کہ تم تولنے میں سرکشی نہ کرو ⑧ اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور تول کو مت گھٹاؤ ⑨ اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا۔ ⑩ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں، جن پر غلاف ہوتا ہے ⑪ اور دانے ہیں، بھوسہ والے اور غذا ہے۔ ⑫ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ⑬ اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی ⑭ اور پیدا کیا جان کو لپٹیں مارتی ہوئی آگ سے، ⑮ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ⑯ وہ دونوں مغربوں اور دونوں مشرقوں کا رب ہے۔ ⑰ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ⑱ اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا، ⑲ ان کے درمیان آڑ ہے وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے ⑳ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ㉑ ان دونوں میں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں، ㉒ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ㉓ اور اسی کے لیے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں؟ سمندروں میں پہاڑوں کی طرح۔ ㉔ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ㉕ جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے ㉖ اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور اکرام والا ہے، ㉗ سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ㉘ اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہے ہر دن وہ ایک شان میں ہے، ㉙ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ㉚ اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوں گے۔ ㉛ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ㉜ اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ، تم بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے۔ ㉝ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی

کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۳۴) تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، سو تم اسے ہٹا نہ سکو گے، (۳۵) تو اے جن وانس! تم اپنے رب
کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، (۳۶) پھر جب آسمان پھٹ جائے گا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہو۔ (۳۷) تو اے جن وانس! تم اپنے رب کی کن
کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۳۸) سو اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، (۳۹) تو اے جن وانس! تم اپنے
رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۴۰) مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعہ پہچانے جائیں گے، سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا، (۴۱) تو اے
جن وانس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۴۲) یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے ہیں۔ (۴۳) دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے
درمیان چکر لگائیں گے۔ (۴۴) سو اے انس و جن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۴۵)

لغات: بِحُسْبَانٍ: …… حاء کی ضمہ کے ساتھ مصدر ہے جیسے غفران، کفران۔ حساب کے معنی میں ہے۔ لِلْاَنَامِ: مخلوق، زمین پر رینگنے والی ہر چیز۔ الْعَصْفِ: بھوسا۔ اَلرَّيْحَانُ: زمین سے اگنے والی خوشبودار نباتات، گل ولالہ۔ اچھی خوشبو کی وجہ سے اسے اَلرَّيْحَانُ کہا جاتا ہے۔ مَّارِجٍ: المارج آگ کا بلند ہونے والا شعلہ۔ الْجَوَارِ: جاریۃ کی جمع ہے، بحری بیڑے۔ الْاَعْلَامِ: پہاڑ، بڑے اور لمبے پہاڑ۔

شاعر کہتا ہے: ''اذا قطعن علمًا بدا علمٌ'' اونٹنیوں نے جب ایک پہاڑ قطع کیا تو اس کے بعد دوسرا پہاڑ ظاہر ہو گیا۔ تَنْفُذُوْا: النفذ: جلدی سے نکلنا۔ شُوَاظٌ: الشواظ: آگ کا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ اَلدِّهَانِ: سرخ چمڑا۔ اٰنٍ: انتہا درجے کی حرارت وتپش۔

تفسیر: اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ: …… یعنی اللہ تعالیٰ جو نہایت مہربان ہے، اسی نے قرآن سکھایا اور اس کی تعلیم دی، حفظ و فہم کے لیے اسے آسان کیا۔

شانِ نزول

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ: تو کفار مکہ کہنے لگے: رحمٰن کون ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن کا انکار کرنے لگے اور کہتے: ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ: یہ وہی ذات ہے جس کا کفار انکار کرتے ہیں جس نے قرآن سکھایا۔[۱]

سب سے بڑی نعمت

خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کی ہوئی چند نعمتیں ذکر کی ہیں اور عظیم تر نعمت کو مقدم کیا ہے اور وہ قرآن عظیم ہے، چوں کہ انبیاء پر نازل ہونے والی وحی میں سب سے افضل ہے، اللہ کے اولیا و اصفیا کے نزدیک اس کا شرف و مرتبہ اعلیٰ ہے، اس کا تذکرہ سب سے زیادہ ہے، ابواب دین میں اس کا اثر سب سے اچھا ہے یہ آسمانی کتابوں میں بلند شان رکھتی ہے جو کہ افضل الخلائق پر نازل ہوا ہے۔[۲] خَلَقَ الْاِنْسَانَ: اللہ تعالیٰ نے سننے دیکھنے اور بولنے والے انسان کو پیدا کیا۔ مراد جنس انسان ہے۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ: انسان کو قوت گویائی دی جس کے زور سے وہ اپنے مقاصد و مطالب بیان کرتا ہے اور اسی بیان کی وجہ سے باقی سارے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مقصد انسان پر کی ہوئی نعمتوں کو شمار کرنا ہے تاکہ انسان کو شکر پر اکسائے، نیز شکر ادا کرنے میں انسان کی کوتاہی پر تنبیہ کرنا ہے۔ تعلیم قرآن کو خلق انسان پر مقدم کیا ہے چوں کہ دینی نعمتوں میں اصل یہی ہے اس لیے اہم کو مقدم کیا۔[۳] اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ: سورج اور چاند مقررہ حساب کے ساتھ اپنے اپنے بروج میں محو گردش ہیں، اپنی منازل میں انسانوں کی مصلحتوں کے لیے منتقل ہوتے ہیں۔

سورج اور چاند کا حساب

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی سورج اور چاند لگاتار مقررہ حساب کے ساتھ محو گردش ہیں، اس حساب میں کوئی بھول اور اختلاف نہیں ہوتا۔[۴] وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ: ستارے اور درخت اللہ تعالیٰ کے حضور منقاد ہیں، ستارے بُرجوں میں منتقل ہونے سے اور درخت پھل نکالنے

---

[۱] زاد المسیر ۸/۱۰۵ [۲] الخازن ۴/۲۴۶ [۳] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/۴۲۷ [۴] مختصر ابن کثیر ۲/۴۱۵

سے۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند و بالا پیدا کیا جس کی بنا محکم ہے، جس کی قدر و شان بلند ہے اور اللہ تعالیٰ نے لیتے اور دیتے وقت ترازو قائم کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ انسان اپنا پورا پورا حق لے سکے۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ: تا کہ تم ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ: عدل و انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ: ترازو پر تولتے وقت وزن کم مت کرو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ: ہلاکت ہے وزن کم کرنے والوں کے لیے۔ (سورۃ المطففین، آیت ۱) وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ: اور زمین کو مخلوق کے لیے پھیلایا تا کہ مخلوق کو اس پر قرار ملے اور سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے نفع اٹھائے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تا کہ زمین پر جو مخلوقات ہے وہ قرار پکڑے۔ فِيْهَا فَاكِهَةٌ: اور زمین پر مختلف الانواع، مختلف رنگوں اور شکلوں میں میوہ جات ہیں۔

کھجور کا ذکر مستقل کیوں کیا؟

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ: ...... اور کھجوروں کے درخت بھی ہیں جن میں پھلوں کے گابھے ظاہر ہوتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کھجور کے درختوں کا مستقلاً ذکر کیا چوں کہ کھجور کے درختوں کو شرف و مقام حاصل ہے، تر کھجوریں اور خشک کھجوریں دونوں قسموں کا اعلیٰ مقام ہے: "الْاَكْمَامِ" پھلوں کے گابھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الْاَكْمَامِ: وہ غلاف مراد ہے جس سے پھل کا ظہور ہوتا ہے پھر جب وہ پھٹتا ہے تو اس سے خوشے ظاہر ہوتے ہیں پھر کھجوریں بسر کہلاتی ہیں اس کے بعد رطب کہلاتی ہیں، پھر پک کر تیار ہو جاتی ہیں۔ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ: زمین میں انواع و اقسام کے غلے بھی ہیں جیسے گندم، جو اور بقیہ غلہ جات جو بھوسے والے ہیں۔ غلہ میں انسانوں کی خوراک ہے اور بھوسا حیوانات کی۔ وَالرَّيْحَانُ: اور زمین میں خوشبودار پھول بھی ہیں۔ یعنی اچھی اور پاکیزہ خوشبو والا سبزہ جیسے گلاب کا پھول اور چنبیلی کا پھول اور یاسمین وغیرہ۔

خلاصہ

بحر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاً پھلوں کا ذکر کیا اور "فاكهة" نکرہ کا لفظ لایا چوں کہ پھل کا عین قابل انتفاع ہوتا ہے، پھر ثانیاً کھجور کے درخت کا ذکر ہوا اس میں پھل کا ذکر نہیں کیا بلکہ پھل کے اصل یعنی درخت کا ذکر کیا چوں کہ کھجور کے درخت کی جملہ چیزوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ چنانچہ کھجور کے رخت کا تنا، چھال، ٹہنیاں، پھل، برادہ اور گٹھلیاں سبھی سے نفع اٹھایا جاتا ہے، پھر ثالثاً غلے کا ذکر ہوا جس میں انسان کی خوراک ہے جیسے گندم جو، خوشے والا غلہ، پتوں والا غلہ جس سے بھوسا حاصل ہوتا ہے۔ اس کی صفت میں: ذُو الْعَصْفِ: کا لفظ ذکر کیا، اس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اس غلے کا بھوسا حیوانات کی خوراک ہے۔ پھل سے ابتدا کی اور خوشبودار پھول کے ذکر پر مضمون اختتام پذیر ہوا تا کہ پھلوں کی لذت بھی حاصل ہو، خوراک کا فائدہ بھی ملے اور خوشبو کی لذت بھی اٹھائی جائے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں گن دیں تو اس کے بعد جن و انس کو مخاطب کیا۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اے جماعت جن و انس! اللہ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں تمہارے اوپر نہیں ہوئیں؟

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سورۂ رحمٰن پڑھ کر سنائی، صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے میں جنات کو اپنے رب کو بہت اچھا جواب دیتے سن رہا ہوں؟ میں نے جب بھی یہ آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تلاوت کی جنات نے اس کے جواب میں کہا: اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔[۲] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ: اللہ نے تمہارے باپ آدم کو ٹھیکری جیسی کھنکھناتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا۔

---

[۱] النجم سے مراد ستارے ہیں یہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک النجم سے مراد سبزہ ہے۔ [۲] اخرجه الترمذی وصححه الحاکم

انسان کس قسم کے مٹی سے پیدا کیا گیا؟

مفسرین کہتے ہیں: اس سورت میں تخلیق آدم کے بارے میں فرمایا: مِنۡ صَلۡصَالٍ كَالۡفَخَّارِ یعنی ٹھیکری جیسی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ سورۃ الحجر میں فرمایا: مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ یعنی متغیر ہو جانے والے سیاہ گارے سے پیدا کیا۔ صافات میں فرمایا: مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ: یعنی ہاتھوں سے چپک جانے والے چکنی مٹی سے پیدا کیا۔ جب کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا: كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ یعنی آدم کو عام مٹی سے پیدا کیا۔ بظاہر ان آیات میں اختلاف دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔ چوں کہ اولاً اللہ تعالیٰ نے زمین سے عام مٹی کو لیا پھر اسے پانی کے ساتھ گوندھا اور یہ مٹی ہاتھوں سے چپکنے والا چکنا گارا بن گیا پھر اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ یہ سیاہ بدبودار سوندی مٹی بن گئی، پھر برتنوں کے ڈھانچے کی طرح ڈھانچہ بنا دیا پھر یہ مٹی خشک ہو کر ٹھوس بن گئی۔ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے اور اوپر ہاتھ مارنے پر بجنے لگتی ہے، چنانچہ سورۃ الرحمٰن میں آخری مرحلے کا ذکر ہے۔ [1] وَخَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ: اور جنات کو آگ کے خالص بے دھویں شعلے سے پیدا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ مَّارِجٍ یعنی آگ کا خالص شعلہ جس میں دھویں کی آمیزش نہ ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ایسا شعلہ ہوتا ہے جس میں آگ کی سیاہی شامل ہوتی ہے۔ [2] حدیث میں ہے: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنات کو آگ کے خالص شعلہ سے پیدا کیا اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا جو بیان کر دی گئی ہے۔ [3] فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اے جماعت جن وانس! اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت کا تکرار تاکید، تنبیہ اور تحریک کے لیے ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ تکرار اختلاف نعمت پر لایا گیا ہے، جب کسی نئی نعمت کا ذکر ہوا اس آیت کو مکرر لایا گیا۔ سورۂ مبارکہ میں یہ آیت اکتیس (۳۱) مرتبہ مکرر لائی گئی ہے۔ اس میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ رَبُّ الۡمَشۡرِقَيۡنِ وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَيۡنِ: اللہ عزوجل آفتاب و مہتاب کے طلوع و غروب ہونے کی جگہوں کا رب ہے۔ اوپر اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ: کا ذکر ہوا اور یہاں ان دونوں کے مشرق و مغرب کے رب کا ذکر کیا ہے۔ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دو سمندروں کا مصداق

مَرَجَ الۡبَحۡرَيۡنِ يَلۡتَقِيٰنِ:...... اللہ تعالیٰ نے شوریدہ سمندر بھی جاری کیا اور شیریں سمندر بھی جاری کیا۔ دونوں آگے بڑھتے ہوئے آپس میں مل جاتے ہیں لیکن ان کا آپس میں امتزاج نہیں ہوتا۔ بَيۡنَهُمَا بَرۡزَخٌ لَّا يَبۡغِيٰنِ: ان دونوں کے درمیان محض اللہ کی قدرت سے بنی ہوئی ایک آڑ ہے، یوں ان میں سے ایک سمندر دوسرے پر بڑھ نہیں جاتا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دو سمندروں سے مراد ایک شوریدہ سمندر اور دوسرا شیریں ہے۔ چنانچہ شوریدہ سمندر وہ سات سمندر ہیں جن کا پانی کھارا اور نمکین ہے اور شیریں سمندر سے مراد سطح زمین پر بہتے ہوئے دریا ہیں، چنانچہ ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے آڑ بنا دی ہے اور یہ آڑ زمین کی خشکی کا حصہ ہے تاکہ شوریدہ پانی سے شیریں پانی فاسد نہ ہو جائے۔ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ: پانی سے تمہارے لیے موتی اور مونگے نکالے جاتے ہیں جیسے مٹی سے غلہ اور بھوسا نکالا جاتا ہے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: لولو سے مراد چھوٹے موتی اور مرجان سے مراد بڑے موتی ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ مرجان سے مراد سرخ یاقوت ہے۔ آیت میں اللہ کی عجیب کاریگری کا بیان ہے کہ شوریدہ پانی سے مختلف جواہر نکلتے ہیں جیسے موتی، یاقوت، مرجان۔ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وَلَهُ الۡجَوَارِ الۡمُنۡشَئٰتُ فِى الۡبَحۡرِ كَالۡاَعۡلَامِ: اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں بلند و بالا جہاز ہیں جو سمندروں میں رواں دواں ہیں اور ضخامت میں پہاڑوں جیسے لگتے ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: كَالۡاَعۡلَامِ: عَلَم کی جمع ہے بمعنی پہاڑ، سمندر میں جہاز یوں لگتے ہیں جیسے خشکی

---

[1] حاشیہ شیخ زادہ ۳/ ۴۳۰۔ والصاوی ۴/ ۱۵۴ [2] روح المعانی ۲۷/ ۱۰۵ [3] اخرجہ مسلم

میں پہاڑ کھڑے ہوتے ہیں۔ احسان کی وجہ یہ ہے: اتنے بڑے بڑے ضخیم جہازوں کو صرف اللہ ہی سطح سمندر پر جاری کرتا ہے، پانی لطیف جسم رکھتا ہے چھوٹی سی کنکری اس میں ڈوب جاتی ہے جب کہ پہاڑ جیسے جہاز جن میں بے شمار بوجھ بھی لدا ہوتا ہے وہ کیسے سطح سمندر پر تیرتے رہتے ہیں۔ کبھی سمندر کے ایک کونے میں اور کبھی دوسرے کونے میں، کبھی ایک براعظم کے ساحل پر اور کبھی دوسرے براعظم کے ساحل پر۔

اصول اشیا چار ہیں

شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اصول اشیاء چار چیزیں ہیں: مٹی، پانی، ہوا اور آگ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ: میں بیان کیا کہ مٹی انسان کی اصل ہے۔ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ: میں بیان کر دیا کہ آگ ایک اور مخلوق کی اصل ہے جو عجیب الشان مخلوق ہے۔ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ: میں بیان فرمایا کہ پانی اسی طرح ایک اور مخلوق کی بھی اصل ہے اور وہ مخلوق قدر و قیمت والی ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ سمندر میں جہازوں کے تیرنے میں ہوا کا بڑا اثر ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ: آیت میں بحری جہازوں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے چوں کہ ان جہازوں کا سمندر میں چلنا انسانی کمال وحکمت کی وجہ سے نہیں، جب کہ انسان تو سمندروں میں بھی خدائی اختیار کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کشتی بھی تیری ہے اور بادشاہت بھی تیری ہے۔ اور جب انسانوں کو سمندر میں ڈوب جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے تو خلوص کے ساتھ اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں: مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ [1] (سورۃ العنکبوت، آیت ۶۵) اس حال میں کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انہیں خشکی میں نجات دے دیتا ہے تو پھر ارتکاب شرک کے جرم پر اتر آتے ہیں۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اس کے بعد تم دونوں! اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ: زمین پر جو بھی انسان وحیوان ہیں سب نے مرجانا ہے اور ہلاک ہو جانا ہے۔ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ: صرف ایک اللہ کی ذات باقی رہے گی، جو عظمت وکبریائی اور انعام واکرام والا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سورۃ القصص، آیت ۸۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الوجہ سے ذات باری تعالیٰ کو تعبیر کیا گیا ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ساری مخلوق کو فنا کرنے میں نعمت کی یہ صورت ہے کہ موت ہی سے ساری مخلوق میں یکسانیت ہو سکتی ہے اور موت کے بغیر دار الفنا سے دار الجزا کی طرف انتقال ناممکن ہے۔ اسی معنی میں فنا بھی ایک نعمت ہے۔ [2] فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تم دونوں اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جو مخلوق بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، ساری مخلوق لسان حال یا لسان مقال سے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد اور رزق طلب کرتی ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ: وہ ہر گھڑی اور ہر لحظہ مخلوق کے امور میں سے کسی کام میں ہوتا ہے، یعنی ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر کر رہا ہے کسی کے گناہ معاف کر رہا ہوتا ہے اور کسی کی مصیبت دور کرتا ہے، کسی قوم کو سربلندی عطا کرتا ہے کسی کو پیوند کار کر رہا ہوتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: یعنی ان شؤون کا مخلوق کے لیے اظہار کرتا ہے، ابتداءً شؤون کی خلق وایجاد نہیں کرتا چوں کہ جو ہوا یا قیامت تک ہوگا سب اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، تقدیر سے قلم فارغ ہو کر خشک ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بلندی عطا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے پستی دیتا ہے۔ بیمار کو صحت دیتا ہے اور صحت مند کو بیمار کر دیتا ہے، ذلیل کو عزت دیتا ہے اور عزت مند کو ذلیل کر دیتا ہے، مالدار کو فقیر کر دیتا ہے اور فقیر کو مالدار۔

شان نزول

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے: اللہ تعالیٰ ہفتہ کے دن کوئی کام نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کر دیا۔ [3] فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اے جن وانس! اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ: اے جن وانس کی جماعت! ہم عنقریب تمہارے اعمال کا حساب لیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آیت میں انسانوں کو وعید سنائی جا رہی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مشغولیت نہیں وہ فارغ ہے۔ [4]

---

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۳۰ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۱۶۵ [3] روح المعانی ۲۷/ ۱۱۱ [4] تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۱۹

فراغت باری تعالیٰ کا معنی

بحر میں لکھا ہے: آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم قیامت کے دن تمہارے معاملات دیکھیں گے، آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مشغولیت میں ہے اور عنقریب فارغ ہوگا بلکہ عرب میں یہ محاورہ روز مرہ مستعمل ہے۔ چنانچہ آدمی جس کو دھمکی دینا چاہتا ہے وہ کہتا ہے: میں عنقریب تیرے لیے فارغ ہوں گا۔ یعنی میں تمام مصروفیات سے دست کش ہو کر تجھ سے انتقام لوں گا۔[1] بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم تمہارے حساب اور جزا کے لیے قیامت کے دن مشغول ہوں گے چنانچہ جو شخص تمام مصروفیات سے فارغ ہو کر کسی کام لیے فارغ ہو وہ اس کام پر پوری دسترس اور قوت رکھتا ہوتا ہے۔ ثقلان سے جن وانس دو گروہ مراد ہے۔ جن وانس کو ثقلین اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ زمین پر ان دونوں کا بوجھ ہے۔[2] فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔

اللہ سے خلاصی ممکن نہیں

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا: ......اے جماعت جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے اطراف وجوانب سے کہیں باہر اللہ تعالیٰ سے بھاگ نکلنے پر قدرت رکھتے ہو تو ان سے باہر نکل جاؤ اور اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچالو۔ آیت میں امر برائے تعجیز ہے۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ: تم آسمانوں اور زمین سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو الا یہ کہ تمہارے پاس کوئی زیادہ قوت وطاقت آجائے تو پھر تمہارے لیے ممکن ہو پائے گا، لیکن ایسی قوت تمہیں کہاں سے ملے گی؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتے، آیت کریمہ میں تو محشر کا منظر بیان کیا جارہا ہے جب مخلوق سات صفوں میں کھڑی ہوگی اور اسے ہر طرف سے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا، کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور اس کے حکم کے بغیر کہیں نہیں جاسکے گا۔[3] چنانچہ سورۃ القیامۃ میں دوٹوک فرمادیا: يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ: اس دن انسان کہے گا: کہاں ہے بھاگنے کا راستہ؟ یہ آخرت میں ہوگا دنیا میں نہیں ہوگا چوں کہ بعد کی آیت اس کی دلیل ہے۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ: تم دونوں پر قیامت کے دن آگ کا خالص شعلہ چھوڑا جائے گا۔ وَّنُحَاسٌ: اور پگھلا ہوا تانبا تمہارے سروں پر ڈالا جائے گا۔

مجاہد کہتے ہیں: نحاس سے مراد معروف تانبا ہے جو دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد دھواں ہے جو شعلہ کے بغیر ہوگا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اظہر ہے۔ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ: تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرسکو گے، کہ ایک دوسرے کو عذاب سے خلاصی دلاسکوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر تم قیامت کے دن بھاگو گے تو فرشتے اور دوزخ کے مقررہ فرشتے تمہیں واپس کردیں گے، تمہارے اوپر آگ کے شعلے اور پگھلا ہوا تانبا چھوڑا جائے گا، تم واپس لوٹ آؤ گے اور تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۤءُ: جب قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اس سے فرشتے نازل ہوں گے تاکہ مخلوق کو ہر جانب سے گھیر لیں۔ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ: یعنی آسمان جگہ جگہ سے پھٹ جائے گا اور آگ کی حرارت کی وجہ سے سرخ گلاب جیسا ہوگا۔ دوسری تفسیر کے مطابق سرخ چمڑے کی طرح ہوگا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ یہ ہولناکیوں کی شدت ور روز قیامت کے خوفناک ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَاۤنٌّ: اس خوفناک دن میں آسمان پھٹ جائے گا، جن وانس میں سے جو گناہ گار ہوں گے ان میں سے کسی سے بھی سوال نہیں کیا جائے گا چوں کہ گناہ گار کی ایسی علامات ہوں گی جو اس کے گناہ گار ہونے پر دلالت کریں گی،

---

[1] البحر المحیط ۸/ ۱۹۴ [2] تفسیر البیضاوی ۳/ ۳۲ [3] اگر دنیا کی متعلق آیت کا معنی لیا جائے تب بھی کوئی شخص اللہ کی قدرت سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا، اگرچہ انسان نے چاند اور مریخ پر جانے کی باتیں کرنی شروع کردی ہیں لیکن ہنوز دلی دور است۔ اگر کوئی چاند پر اترا بھی ہے تو اسے زمین پر واپس آنا پڑا ہے، کوئی خلا میں گیا بھی ہے تو اسے زمین پر لامحالہ واپس آنا پڑا ہے۔ لیکن مفسرین کے نزدیک آیات میں آخرت کا منظر بیان کیا جارہا ہے۔

جیسے چہرے کا سیاہ ہو جانا، آنکھوں کا نیلگوں ہونا۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی کسی سے بھی اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، اس سے نہیں کیا جائے گا کہ تو گناہ گار ہے؟ بلکہ گناہ گار چہرے کی سیاہی سے پہچان لیے جائیں گے۔[1] فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ: قیامت کے دن اہل جرم مختلف علامات سے پہچان لیے جائیں گے، یہ علامات ان پر ظاہر ہو جائیں گی جیسے حزن ملال اور چہرے کی بے رونقی وغیرہ۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: چہرے کی علامات جیسے چہرے کی سیاہی، آنکھوں کا نیلگوں ہونا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝ اس دن گناہ گاروں کو جمع کیا جائے گا درآں حالیکہ وہ نیلگوں ہوں گے۔ (سورہ طٰہٰ، ۱۰۲)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ (سورہ آل عمران، آیت ۱۰۶)

اس دن بہت سارے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سارے چہرے سے سیاہ بھی ہوں۔[2]

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ: ...... چنانچہ فرشتے انہیں چوٹیوں سے پکڑ کر اور پاؤں سے گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مجرم کو پیشانی کے بالوں سے پکڑا جائے گا اور پاؤں سے پکڑ کر اس کی ٹانگیں توڑی جائیں گی جیسے لکڑی توڑ دی جاتی ہے، پھر سے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تفسیر اوپر ہو چکی ہے۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ: توبیخاً ان سے کہا جائے گا: یہی تو وہ دوزخ ہے جس کی تمہیں خبر دی گئی تھی اور تم نے اسے جھٹلا دیا تھا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہی وہ دوزخ ہے جس کے وجود کو تم جھٹلاتے تھے، ہاں یہ لو، تمہارے سامنے موجود ہے کھلی آنکھوں اس کا مشاہدہ کر لو۔

کھولتے پانی اور جہنم کا عذاب

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ: ...... اہل دوزخ، آتش جہنم اور شدید کھولتے ہوئے پانی کے درمیان آئیں جائیں گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کبھی کھولتے پانی میں چکر لگائیں گے اور کبھی جحیم میں چکر لگائیں گے۔ جحیم دوزخ کا نام ہے اور حمیم گرم کھولتا ہوا پانی۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اے جماعت جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون کون سے نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝۴۶ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۷ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝۴۸ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۹ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝۵۰ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۱ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝۵۲ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۳ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي فُرُشٍۢ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝۵۴ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۵ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝۵۶ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۷ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝۵۸ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۹ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝۶۰ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۶۱ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝۶۲ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۶۳ مُدْهَاۗمَّتٰنِ ۝۶۴ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۶۵ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝۶۶ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

[1] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۱۸ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۱۷۵

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ
اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ
ع ۴۳ ۱۲ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: ......اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو باغ ہیں ﴿٤٦﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٤٧﴾ یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے ﴿٤٨﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٤٩﴾ دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔ ﴿٥٠﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥١﴾ ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہوں گی ﴿٥٢﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٣﴾ ان جنتوں میں رہنے والے لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جس کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے۔ ﴿٥٤﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٥﴾ ان باغوں میں ایسی عورتیں ہوں گی جو نیچی نگاہ رکھنے والی ہوں گی۔ ان کو ان لوگوں سے پہلے کسی انسان یا کسی جن نے استعمال نہ کیا ہوگا۔ ﴿٥٦﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٧﴾ گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ ﴿٥٨﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٩﴾ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ بھی ہے؟ ﴿٦٠﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦١﴾ اور ان دو باغوں سے کم درجے کے اور دو باغ ہیں ﴿٦٢﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ﴿٦٣﴾ یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ ﴿٦٤﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٥﴾ ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے۔ ﴿٦٦﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٧﴾ ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ ﴿٦٨﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٩﴾ ان باغوں میں اچھی عورتیں ہوں گی۔ ﴿٧٠﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ﴿٧١﴾ وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ ﴿٧٢﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٧٣﴾ ان میں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں استعمال نہ کیا ہوگا۔ ﴿٧٤﴾ سو اے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٧٥﴾ ان جنتوں میں داخل ہونے والے لوگ سبز رنگ کے نقش ونگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ ﴿٧٦﴾ سوائے انس وجن! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٧٧﴾ بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے۔ ﴿٧٨﴾

ربط: ......اوپر اہل دوزخ کی احوال ذکر کیے گئے ہیں اب ان آیات میں اہل جنت کے لیے تیار کی گئی نعمتوں باغات، حور وغلمان کا ذکر ہے تاکہ دونوں گروہوں کے درمیان واضح فرق ہوجائے۔ جیسا کہ قرآن کا دستور ہے کہ اہل دوزخ کے ساتھ اہل جنت کے احوال بھی ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ ترغیب وترہیب کا سامان ہوتا رہے۔

لغات: اَفْنَانٍ: ......فنن کی جمع ہے، ٹہنی۔ شاعر کہتا ہے:

رُبَّ ورقاءَ هتوف في الضحى   ذات شدو صدحت في فنن
ذكرت الفاً ودهراً خالياً   فبكت شوقاً فهاجت حزني

کتنی فاختائیں ہیں جو چاشت کے وقت درختوں کے ٹہنیوں میں سریلی آواز کے ساتھ دکھ بھری آواز بلند کرتی ہیں اور ازرے زمانے کی محبت

کو یاد کرتی ہیں اور فرطِ محبت اور شوق میں سو جاتی ہیں، انہیں دیکھ کر میرا حزن وملال بھی بڑھ جاتا ہے۔

اِسْتَبْرَقٍ: ......موٹا ریشم، دبیز ریشم۔وَجَنَا: الجنی: درخت سے پھل توڑنا۔يَطْمِثْهُنَّ: الطمث: کنواری لڑکی کے ساتھ جماع کرنا جس سے خون نکل پڑے۔ پھر مطلق جمع پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔لَمْ يَطْمِثْهُنَّ: یعنی شوہروں کے علاوہ ان سے کسی نے بھی جماع نہ کیا ہوگا۔فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الطمث: کنوارہ پن توڑ دینا، لڑکی سے جماع کرنا، حتیٰ کہ اسے خون آ جائے۔[1] مُدْهَامَّتَانِ: نہایت گہرا سبز رنگ کے جو دیکھنے میں سیاہ لگتے ہوں۔نَضَّاخَتَانِ: پانی کے ابلتے ہوئے دو چشمے جو کبھی نہ خشک ہوں۔عَبْقَرِيٍّ: فرش، چٹائی کپڑا جو منقش ہو۔فراء کہتے ہیں: موٹی قالینیں۔ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب ہر منقش کپڑے کو عبقری کہتے ہیں۔ذوالرمہ کہتا ہے:

حتیٰ كان رياض القف ألبسها من وشي عبقر تجليل وتنجيد

”گویا اس نے اپنے مرتبہ ومقام کے بدولت خوبصورت منقش باغات زیب تن کر رکھے ہیں۔“

دو جنتیں

تفسیر: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ: ......جو شخص اپنے رب کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں، ایک اس کی سکونت کے لیے۔ دوسری اس کی بیویوں اور اس کے خدام کے لیے ہوگی، جیسے دنیا کے بادشاہوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ ایک محل اپنے لیے بناتا ہے اور ایک اپنی بیویوں کے لیے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دو جنتیں اس لیے ہوں گی تا کہ اس کے اِدھر اُدھر آنے جانے کا سرور دوبالا ہو جائے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک جنت طاعات پر ملے گی اور دوسری ترک معاصی پر۔ حدیث میں ہے: دو چاندی کی جنتیں ہوں گی، ان کے برتن اور جو کچھ بھی ان میں ہوگا چاندی کا ہوگا، دو جنتیں سونے کی ہوں گی ان کے برتن اور جو کچھ بھی ان میں ہوگا سب سونے کا ہوگا۔ اہل جنت اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف اس کی بڑھائی کی چادر آڑ ہوگی۔[2] فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دونوں جنتوں کا وصف بیان کیا ہے۔ذَوَاتَا أَفْنَانٍ: جو ٹہنیوں والے ہوں گے جن میں طرح طرح کے پھل بھی لگے ہوں گے۔ بحر میں لکھا ہے: آیت میں خصوصیت کے ساتھ ٹہنیوں کا ذکر کیا ہے چوں کہ ٹہنیوں کے ساتھ پتے اور پھل لگتے ہیں۔ ٹہنیوں ہی سے سائے پھیلتے ہیں اور انہی سے پھل توڑے جاتے ہیں۔فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: اے جماعت جن وانس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ: ان دو جنتوں میں سے ہر ایک میں ایک ایک چشمہ ہوگا جس سے میٹھا پانی جاری ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ: جنت میں بہتا چشمہ ہوگا۔(سورۃ الغاشیۃ، آیت ۱۲)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنت کے درختوں کو سینچنے کے لیے چشمے جاری رہیں گے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان چشموں سے میٹھا پانی جاری رہے گا ایک تسنیم ہوگا اور دوسرا سلسبیل۔فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: تفسیر گذر چکی ہے۔

ہر دو جنتوں کا ہر پھل دو قسم کا ہوگا

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ: ......ان دونوں میں انواع واقسام کے میوہ جات ہوں گے، ان میں دو اصناف کے پھل ہوں گے۔ ایک صنف معروف جو انہوں نے دنیا میں دیکھی ہوگی اور دوسری غیر معروف جو انہوں نے دنیا میں نہیں دیکھی ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: دنیا میں جو پھل بھی ہے خواہ میٹھا یا کڑوا جنت میں ضرور ہوگا، حتیٰ کہ حنظل بھی ہوگا، ہاں البتہ وہ میٹھا ہوگا۔ دنیا میں آخرت کے پھلوں کا صرف نام ہے، ہی ان کی حقیقت نہیں ہے۔فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: تفسیر گذر چکی ہے۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ذواتا أفنان، فيهما عينان تجريان، فيهما من كل فاكهة زوجان یہ ساری مذکورہ دو جنتوں کی صفات ہیں، چنانچہ پہلے ٹہنیوں کا ذکر ہوا اور تیسرے نمبر پر پھل کا ذکر ہے جب

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۱۸۱ [2] اخرجہ البخاری

کہ درمیان میں دو چشموں کا بیان گزرا ہے۔ یہ ترتیب آسودہ حال عیش پرست لوگوں کے مزاج کے مطابق ہے، چنانچہ خوش حال لوگ جب باغات میں داخل ہوتے ہیں تو وہ میوہ خوری سے ابتدا نہیں کرتے بلکہ وہ آسودگی کا پورا ماحول بناتے ہیں، باوجود یہ کہ دنیا کے باغ میں انسان اس وقت تک نہیں کھاتا جب تک بھوک محسوس نہ کرے اور اسے خواہش پیدا نہ ہو بھلا جنت میں بے ڈھنگی میوہ خوری کیسے ہوسکتی ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیر و تفریح کا مکمل سامان ذکر کیا اور وہ درختوں کی شادابی و ہریالی ہے، اور نہروں کا جاری ہونا ہے۔ فرصت حاصل ہونے کے بعد میوہ خوری کی بات کی گئی ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی آیات میں رموز و اسرار کو ودیعت کر دیا ہے۔[1]

اہل جنت کے بچھونے

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ: ...... اس حال میں کہ اہل جنت باغات میں ایسے بچھونوں پر لیٹے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور جو سونے کے کام سے مزین ہوں گے۔ اس سے بچھونے کی عمدگی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چوں کہ جب استر اتنا اعلیٰ ہوگا تو اس کے اوپر کے کپڑے کا کیا عالم ہوگا؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ استر ہوں گے، اوپر کے کپڑے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ (سورۃ السجدہ، آیت ۱۷)

کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپادی گئی ہے۔

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ: ...... ان دونوں باغات کے پھل جھک کے قریب ہوئے ہوں گے جنہیں کسی بھی حالت میں انسان پھل توڑ سکے گا، خواہ بیٹھا ہو یا کھڑا ہو یا لیٹا۔ دنیا کے پھلوں کے برخلاف جو کہ مشقت کے بعد حاصل ہو پاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: درخت قریب ہوجائے گا حتیٰ کہ جنتی اس سے پھل توڑلے گا چاہے بیٹھے بیٹھے، یا کھڑے یا لیٹے۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔

جنت کی عورتیں

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: ...... ان باغات میں جھکی جھکی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی، جنہوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ کسی غیر کو نہیں دیکھا ہوگا، جیسے پاک دامن پردہ نشینوں کی عادت ہے۔ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ: انہیں ان کے شوہروں سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے، بلکہ وہ کنواری، دوشیزائیں ہوں گی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الطمث اصل میں خون نکلنے کو کہا جاتا ہے، اسی لیے حیض کو بھی طمث کیا جاتا ہے، پھر الطمث کا اطلاق کنواری لڑکی کے ساتھ جماع کرنے پر ہونے لگا، چوں کہ کنواری لڑکی کے ساتھ جماع کرنے سے خون خارج ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد مطلق جماع پر اس کا اطلاق ہونے لگا خواہ خون نکلے یا نہ نکلے۔[2] فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: اے جماعت جن وانس! اس کے بعد تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

جنتی عورتوں کی خوبصورتی

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ: ...... گویا وہ عورتیں حسن بے مثال اور گورے پن میں یاقوت و مرجان کے مشابہ ہوں گی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گویا جنت کی عورتیں صفائی اور عمدگی میں یاقوت کی مانند ہوں گی اور سرخی اور گورے پن میں مرجان کے مشابہ ہوں گی۔ یاقوت کی صفائی اور عمدگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اگر اس میں ڈورڈال کر دوسری طرف دیکھا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے۔[3] حدیث میں ہے: جنتیوں کی عورتوں میں سے کسی بھی عورت کے حسن و جمال کا یہ عالم ہوگا کہ ریشم کے ستر جوڑے زیب تن ہونے کے باوجود بھی اس کی پنڈلی کی سفیدی دکھائی دے رہی ہوگی۔ حتیٰ کہ پنڈلی کا گودا بھی دکھائی دے گا۔[4] فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تفسیر گذر چکی ہے هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ: دنیا میں جو اچھائی کرتا ہے آخرت

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۹/۱۲۵ [2] تفسیر آلوسی ۲۷/۱۱۹ [3] البحر المحیط ۸/۱۹۸ [4] اخرجہ الترمذی عن ابن مسعود مرفوعاً وموقوفاً

میں اس کے لیے بجز اچھائی کے کچھ اور بدلہ نہیں ہوگا۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اعمال میں اچھائی کا بدلہ ثواب میں اچھائی ہے۔[۱] غرض یہ ہے کہ جو شخص نیکی اور اچھائی کرتا ہے وہ انعام واکرام کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔

دو اور باغات

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ: ......فضیلت، مرتبہ اور مقام میں ان دو باغوں سے کم درجے والے دو باغات اور ہوں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: اوپر جن دو باغات کا ذکر ہوا ہے وہ سابقین کے لیے ہوں گے اور یہ دو باغات دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سابقین کا مرتبہ ومقام اعلیٰ وارفع ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾

دائیں ہاتھ والے، کیا ہیں دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے کیا، ہیں بائیں ہاتھ والے اور سبقت لے جانے والے تو بس سبقت لے جانے والے ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں۔ (سورۃ الواقعہ، آیت ۸ تا ۱۱)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: ......تفسیر گزر چکی ہے مُدْهَآمَّتٰنِ: ہریالی اور شادابی کے گہرے ہونے کی وجہ سے یہ دونوں باغ سیاہی مائل ہوں گے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: نہایت سرسبز وشاداب ہوں گے۔ جب ہریالی بڑھ جاتی ہے تو سیاہی مائل دکھائی دیتی ہے اور یہ حالت پانی سے بکثرت سیرابی سے پیدا ہوتی ہے۔[۲] فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ: ان دونوں باغوں میں چھلکتے ابلتے ہوئے دو چشمے ہوں گے، جو کبھی منقطع نہیں ہوں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ چشمے اللہ تعالیٰ کی اولیا پر مشک وعنبر اور کافور چھڑکیں گے۔ جیسے بارش کی پھوار پڑتی ہے۔[۳] فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ: ان دونوں باغوں میں انواع واقسام کے پھل ومیوہ جات ہوں گے۔ کھجور اور انار کا خصوصیت سے ذکر ہوا ہے چوں کہ ان دونوں کا الگ ہی ایک مرتبہ اور مقام ہے۔ نیز عرب کا یہ غالب پھل بھی ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنت کی کھجوریں اور انار دنیا کے معروف انار وکھجور کے علاوہ ہوں گے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ: ان باغات میں نیک وصالح اور بااخلاق خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ: اور وہ ڈھکی چھپی پردہ نشین موٹی موٹی آنکھوں والی گوریاں ہوں گی جو اپنے شرف وکرامت کی وجہ سے باہر نہیں نکلی ہوں گی، وہ کھوکھلے موتی کے بنے خیموں میں محفوظ پردہ نشین ہوں گی۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عورتوں کی اس طرح کی مدح تب کی جاتی ہے جب وہ گھروں میں اپنے آپ کو پابند کرلیں۔ یقیناً یہ چیز عورتوں کے محفوظ رہنے پر بھی دلالت کرتی ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ سڑکوں پر چکر لگانی والی نہیں ہیں اور جنت کے خیمے موتیوں کے گھر ہوں گے۔[۴]

حدیث میں ہے: جنت میں کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا، اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی، اس کے ہر کونے میں اہل خانہ ہوں گے جو دوسروں کو بھی دیکھ سکیں گے، ان پر مومنین چکر لگائیں گے۔[۵] فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: تفسیر گزر چکی ہے۔ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ: ان کے شوہروں سے پہلے ان کے ساتھ کسی انسان نے جماع کیا ہوگا اور نہ ہی کسی جن نے۔

سابقین اور اصحاب یمین کے باغات کا فرق

تسہیل میں ہے: اولاً مذکورہ دو باغات سابقین کے لیے مخصوص ہیں۔ اور ثانیاً مذکور دو باغات دائیں طرف والوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اے مخاطب! دیکھو سابقین کے باغات کی صفات کیسی شان سے بیان فرمائی ہیں، چنانچہ سابقین کے باغات کے متعلق فرمایا: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ: اور یہاں فرمایا: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ: بلاشبہ روانی ابلنے کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں فرمایا: فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ: اور یہاں فرمایا: فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ: جب کہ پہلی تعبیر اعم واشمل ہے۔ حورعین کی صفت میں فرمایا: كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ: جب کہ دوسرے دو

---

[۱] تفسیر ابی السعود ۵/۷/۱۲ [۲] روح المعانی ۲۷/۱۲۱ [۳] تفسیر القرطبی ۱۷/۱۸۵ [۴] البحر المحیط ۸/۱۹۸ [۵] اخرجہ البخاری

باغات کی عورتوں کے متعلق فرمایا فِیۡہِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ: واضح رہے ہر حسن یاقوت ومرجان کے حسن کی طرح نہیں ہوتا۔ یقیناً یاقوت ومرجان کے مشابہ حسن ابلغ ہے۔ پہلی دو جنتوں کے بچھونوں کے متعلق فرمایا مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُہَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ: دبیز ریشم مراد ہے۔ جب کہ یہاں فرمایا مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ: اس میں کوئی شک نہیں ٹیک لگانے کے لیے جو بچھونا تیار کا گیا ہو وہ خبا سے افضل ہوتا ہے۔[1] فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: اے جماعت جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی جلیل القدر نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ: جنت کے عالیشان سبز رنگ کے تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔

وَّعَبۡقَرِیٍّ حِسَانٍ: ......یعنی موٹی منقش چٹائیوں پر، یعنی جن پر قسما قسم کی آرائش وزیبائش کی گئی ہوگی۔ صاوی کہتے ہیں: یہ عبقر کی طرف نسبت ہے جو کہ یمن کے مضافات میں ایک بستی ہے اس میں منقش عالی شان قالینیں بنی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دو قسم کے باغات کو ہمارے قریب فرمادے اور ان کے حصول کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: اے جماعت جن وانس! اب بتاؤ اپنی رب کی جلیل الشان نعمتوں میں سے کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ: پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو عظمت اور جلال والی ہے اس کی خیرات، واحسانات اور برکات کثیر ووافر ہے ذِی الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ: جو کہ عظمت وکبریائی اور فضل وانعام والا ہے۔ بحر میں لکھا ہے: دنیا کی نعمتوں کے ذکر کے اختتام پر فرمایا وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ: اور آخرت کی نعمتوں کے اختتام پر فرمایا تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ: فانی دنیا کے مناسب ذکر فنا ہے اور اس کے مقابلہ میں بقا صرف رب تعالیٰ کو ہے جب کہ آخرت جو دائمی ہے اس کے مناسب نما واضافہ ہے جو مومنین پر فضل واحسان اور انعام کی صورت میں آخرت میں ظاہر ہوگا۔[2]

بلاغت: ......سورہ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں، ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

وَ السَّمَآءَ رَفَعَہَا: ......اور وَ الۡاَرۡضَ وَضَعَہَا: میں لطیف مقابلہ ہے۔ اسی طرح خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ: اور وَ خَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ: میں بھی لطیف مقابلہ ہے۔ وَ لَہُ الۡجَوَارِ الۡمُنۡشَـٰٔتُ فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ: میں تشبیہ مرسل ہے۔ وجہ شبہ عظم ہے۔ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ: میں مجاز مرسل ہے۔ جزو کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے۔ سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ: استعارہ تمثیلیہ ہے۔ چنانچہ انتہائے دنیا اور اس کے انتظام وانصرام اور آخرت کے آنے اور ذات واحد کی بقائے شان کو مشغول آدمی کی فراغت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز مشغول نہیں کرسکتی۔ یہ محض تمثیلاً فرمایا گیا ہے۔ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا: میں امر برائے تعجیز ہے۔ فَاِذَا انۡشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتۡ وَرۡدَۃً کَالدِّہَانِ: میں تشبیہ بلیغ ہے۔ ای کالوردۃ فی الحمرۃ۔

وجہ شبہ

اور صرف تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ وَ جَنَی الۡجَنَّتَیۡنِ دَانٍ: میں تجنیس ناقص ہے۔ چونکہ شکل اور حروف میں تغیر ہے، اسے تجنیس اشتقاق بھی کہا جاتا ہے۔ فِیۡہِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ: میں ایجاز حذف ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: ای نساء قاصرات...... الخ موصوف محذوف ہے۔ اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ: میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت کی گئی ہے جس نے آیات کو ایک ڈوری میں پرو کر دکھا دیا ہے۔

فائدہ: ......سورۃ الرحمٰن کو قرآن کی دلہن کہا جاتا ہے۔ چوں کہ حدیث میں آتا ہے ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۃ الرحمٰن ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الرحمٰن کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ جولائی ۲۰۱۵ء، بروز جمعرات بوقت ظہر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خدمت کو شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] التسہیل ۴/۸۶، والقرطبی ۱۷/ ۱۸۳ [2] البحر المحیط ۸/ ۲۰۰

سورۃ الواقعۃ

تعارف:...... سورۂ مبارکہ میں روز قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں، قیامت کے دن جن ہولناکیوں اور شدائد کا سامنا کرنا پڑے گا ان کا بھی بیان ہے۔ چنانچہ لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا: دائیں ہاتھ والے، بائیں ہاتھ والے اور سابقین۔

سورۂ مبارکہ میں تینوں فریقوں میں سے ہر فریق کا مآل بیان کر دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اس کا بھی بیان ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے ہیں۔ سورۂ مبارکہ میں نزول قرآن کا بھی ذکر ہوا ہے یہ کہ قرآن رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ موت کے وقت پیش آنے والے شدائد و احوال کا بھی ذکر ہے۔ تینوں گروہوں اہل سعادت، اہل شقاوت اور سابقین کے ذکر پر سورت کا اختتام ہوا ہے، گویا یہ ابتدائے سورت کے اجمال کی تفصیل کی طرح ہے۔

فضائل سورۂ واقعہ:...... ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کی اسے فاقہ (مالی تنگدستی) کبھی نہیں ستائے گا۔[1]

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں، اپنی سند کی ساتھ ابوظبیہ کی روایت نقل کی ہے۔ ابوظبیہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی عیادت کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں کس چیز کی شکایت ہے؟ جواب دیا: گناہوں کی شکایت ہے۔ پوچھا؟ کس چیز کی خواہش ہے؟ جواب دیا: اپنے رب کی رحمت کی خواہش ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمہارے لیے کسی طبیب کے حاضر کرنے کا حکم نہ دوں؟ جواب دیا: مجھے طبیب ہی نے تو بیمار کیا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمہارے لیے کچھ عطا کا حکم نہ دوں؟ جواب دیا: مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ عثمان نے کہا: اگر تمہیں حاجت نہیں چلو تمہارے بعد تمہارے بیٹیوں کے کام آئے گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہیں میری بیٹیوں کے فقر و فاقہ کا ڈر ہے؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو ہر رات سورۃ الواقعہ پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے: جس شخص نے ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی بھی فاقہ نہیں ستائے گا۔ ابوظبیہ اس عمل کو نہیں چھوڑتے تھے۔[2]

اٰیَاتُھَا ۹۶	سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۵۶) (۴۶)	رُکُوْعَاتُھَا ۳

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ① لَیْسَ لِوَقْعَتِھَا کَاذِبَۃٌ ② خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ③ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ④
وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ⑤ فَکَانَتْ ھَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ⑥ وَّکُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً ⑦ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۙ
مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ⑧ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ⑨ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ⑩ اُولٰٓئِکَ
الْمُقَرَّبُوْنَ ⑪ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ⑫ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ⑬ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ⑭ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ ⑮
مُّتَّکِئِیْنَ عَلَیْھَا مُتَقٰبِلِیْنَ ⑯ یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ⑰ بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَکَاْسٍ مِّنْ
مَّعِیْنٍ ⑱ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْھَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ ⑲ وَفَاکِھَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ⑳ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ ㉑

[1] اخرجہ الحافظ ابویعلی وابن عساکر [2] تفسیر ابن کثیر ۴/۲۸۱

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا
تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ
مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ ع ۴۸ ۱۳
مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾
وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى
الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا
الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا
الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ
مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:..... جب قیامت واقع ہوگی۔ ①اس کو جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ②وہ پست کردے گی، بلند کردے گی ③ جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا ④ اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے، ⑤ پھر وہ پراگندہ غبار ہوجائیں گے ⑥ اور تم تین قسم ہوجاؤ گے۔ ⑦ سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں ⑧ اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں ⑨ اور جو آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں۔ ⑩ وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ ⑪ یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے۔ ⑫ ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا ⑬ اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ ⑭ وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ⑮ تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، ⑯ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ ⑰ یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے: آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا، ⑱ نہ اس سے ان کو دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا ⑲ اور میوے جن کو وہ پسند کریں ⑳ اور پرندوں کا گوشت جوان کو مرغوب ہوگا ㉑ اور ان کے لیے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ㉒ جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ ㉓ یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا۔ ㉔ وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات ㉕ بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی ㉖ اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ ㉗ وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی ㉘ اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے۔ ㉙ اور لمبا لمبا سایہ ہوگا ㉚ اور چلتا ہوا پانی ہوگا ㉛ اور کثرت سے میوے ہوں گے، ㉜ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی ㉝ اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ㉞ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے ㉟ یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ ㊱ محبوبہ ہیں، ہم عمر ہیں۔ ㊲ یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لیے ہیں۔ ㊳ ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا ㊴ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ ㊵ اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں۔ ㊶ وہ لوگ سموم میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں ㊷ اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ㊸ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا۔ ㊹ وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے ㊺ اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے۔ ㊻ اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے

جائیں گے ﴿۴۷﴾ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ﴿۴۸﴾ آپ کہہ دیجیے کہ سب اگلے اور پچھلے ﴿۴۹﴾ جمع کیے جائیں گے ایک معین دن پر، ﴿۵۰﴾ پھر تم کو اے گمراہو! جھٹلانے والو! ﴿۵۱﴾ درخت زقوم سے کھانا ہوگا۔ ﴿۵۲﴾ سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ ﴿۵۳﴾ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا، ﴿۵۴﴾ پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کی طرح ہوگا۔ ﴿۵۵﴾ ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔ ﴿۵۶﴾

لغات: رُجَّتِ:...... ہلا دی گئی۔ بُسَّتِ: ریزہ ریزہ کردی گئی۔ هَبَآءً: فضا میں غبار کے چھوٹے چھوٹے اڑتے ہوئے ذرات۔ ثُلَّةٌ: جماعت، ثُلَّة، فرقہ۔ مَّوْضُوْنَةٍ: مضبوط بنی ہوئی چیز گویا اس کا بعض بعض دوسرے حصے میں داخل کیا گیا ہو۔ اعشیٰ شاعر کہتا ہے:

ومن نسج داؤد موضونة تساق مع الحی عیرًا فعیرًا

داؤد کا بنا ہوا مضبوط کپڑا بستی کے ساتھ قافلہ در قافلہ ہانکا جاتا ہے۔

يُصَدَّعُوْنَ...... صدع القوم بالخمر: یعنی شراب پینے سے لوگوں کے سروں میں درد ہوگیا۔ يُنْزِفُوْنَ: وہ نشہ میں آ جاتے ہیں کہ ان کی عقلیں زائل ہو جاتی ہیں۔ مَّخْضُوْدٍ: خضد شوکۃ: کاٹ لیا گیا۔ امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے:

ان الحدائق فی الجنان ظلیلۃ فیها الکواعب سدرها مخضود

جنت میں باغات کی سائے ہوں گے، اس میں ابھرے ہوئے سینوں والی لڑکیاں ہوں گی اور ان باغات کے بیری کے درخت کٹے ہوئے ہوں گے۔

طَلْحٍ:...... کیلے۔ مَّنْضُوْدٍ: اوپر تلے، تہہ بہ تہہ۔ عُرُبًا: عروب کی جمع، وہ عورت جو اپنے خاوند کو محبوب ہو۔ سَمُوْمٌ: لو، گرم ہوا۔ يَحْمُوْمٍ: بہت سیاہ۔ الْحَمِيْمِ: کھولتا ہوا پانی۔ الْهِيْمِ: پیاسا اونٹ جو بیماری کی وجہ سے سیر ہی نہ ہوتا ہو۔

تفسیر: اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ...... جب قیامت قائم ہوگی، اور قیام قیامت کے بغیر کوئی چارۂ کار ہے ہی نہیں۔ جب خوفناک واقعہ پیش آ جائے گا جو انسانی دل کو ہلا کر رکھ دے گا۔ ایسی ہولناکیاں پیش آئیں گی جنہیں تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قیامت کو واقعہ قرار دیا ہے چوں کہ اس کا وقوع محقق ہے۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الْوَاقِعَةُ: قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جیسے الصاخۃ الآزفۃ الطامۃ۔ یہ اشیاء عظمت شان کی مقتضی ہیں۔ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ: اس کے وقوع کو کوئی بھی جھٹلانے والا نہیں ہوگا جس طرح آج قیامت کو کفار جھٹلاتے ہیں، قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا۔ چوں کہ اللہ کے عذاب کو لوگ سامنے دیکھ رہے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ: جب ہمارے عذاب کو دیکھیں گے کہیں گے: ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائے۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ: کچھ لوگوں کو پست کرنے والی ہے اور بعض دوسروں کو بلندی عطا کرنے والی ہے۔ اللہ کے دشمنوں کو دوزخ میں پست کر دے گی۔ اور بعض دوسروں کو جنت میں اعلیٰ مقام سے سرفراز کرے گی، اگرچہ دنیا میں وہ حقیر ہی کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں۔

قیامت کب قائم ہوگی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ واقعہ کب ہوگا۔ اِذَا الْاَرْضُ رَجًّا: جب زمین میں سخت بھونچال ہوگا اور زمین پر سخت کپکپی طاری ہوگی، زمین پر جو بھی بنی عمارت ہوگی وہ منہدم ہو جائے گی اور ہر پہاڑ زمین بوس ہو جائے گا۔ مفسرین کہتے ہیں: زمین اس طرح کپکپائے گی جیسے پنگھوڑے میں پڑا بچہ کپکپاتا ہے، یہاں تک کہ زمین پر جو کچھ ہوگا سب منہدم ہو جائے گا۔[2] وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا: اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے جیسے پیسا ہوا آٹا ہوتا ہے۔ جب کہ پہاڑ بلند بالا تھے مگر زمین بوس ہوں گے۔ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا: یہ پہاڑ فضا میں پھیلی ہوئی اڑی غبار کی مانند ہوں گے۔ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا: روشندان سے سورج کی داخل ہونے والی شعاع میں غبار کے اڑتی ذرات کو کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن پہاڑوں کا یہی حال ہوگا۔ الْمُنْۢبَثُّ: متفرق، بکھرا ہوا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ: اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے۔ (سورۃ القارعۃ، آیت ۵)

---

[1] تفسیر البیضاوی ۳/ ۷ ۴۴ [2] مختصر ابن کثیر ۴/ ۸ ۷ ۴

اسی طرح وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا: پہاڑ چلائے جائیں گے اور وہ دھوکا لگیں گے۔ (سورۃ النباء، آیت ۲۰)
وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً:...... اے لوگو! تم تین اصناف میں بٹ جاؤ گے۔ دائیں طرف والے، بائیں طرف والے اور سبقت لے جانے والے۔ رہی بات سبقت لے جانے والوں کی یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے جنات میں اعلیٰ درجات ہوں گے، رہی بات دائیں طرف والوں کی سو وہ سارے اہل جنت ہیں۔ رہی بات بائیں طرف والوں کی سو وہ اہل دوزخ ہوں گے۔ لوگوں کو یہ مراتب آخرت کے اعتبار سے ہیں۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان تین گروہوں میں سے دو جنت میں جائیں گے اور ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔[1] اس کے بعد ان کی تفصیل بیان کی ہے۔
فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ:...... استفہام تعظیم کے لیے ہے، یعنی تمہیں معلوم ہے کہ دائیں ہاتھ والے کون ہیں؟ ان کا کیا حال ہے اور ان کی صفات کیا ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں نامہ ہائے اعمال دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ گویا آیت میں دائیں طرف والوں پر تعجب کیا جا رہا ہے اور دخول جنت پر ان کے تعظیم کی جا رہی ہے۔ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ: کیا تمہیں معلوم ہے کہ دائیں ہاتھ والے کون ہیں؟ ان کا حال کیا ہے اور ان کی صفات کیا ہیں؟ سو یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ اس آیت میں بھی کفار کے دخول نار ہونے پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ اور اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ میں تکرار تفخیم و تعجیب کے لیے ہے۔ جیسے: اَلْحَاۤقَّةُ ۙ مَا الْحَاۤقَّةُ۔ (سورۃ الحاقۃ، آیت ۱-۲) اسی طرح اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ (سورۃ القارعۃ، آیت ۱-۲) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پہلی آیت میں تفخیم و تعظیم مقصود ہے، اور دوسری میں تقطیع (رسوائی) مقصود ہے، جب کہ دونوں آیات میں سامع کو تعجب میں ڈالنا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے: دائیں طرف والے تو نہایت اچھی حالت میں ہوں گے اور بائیں طرف والے نہایت بری حالت میں ہوں گے۔

سابقین اولین

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ:...... یہ تیسری صنف ہے یعنی نیکیوں اور اچھائیوں کی طرف سبقت لے جانے والے، یہ وہ لوگ ہیں جو نعمتوں اور بہشتوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں، ان کی مزید ثنائے جمیل فرمائی۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے مقرب ہوں گے، اس کے پڑوس میں اور اس کے عرش کے سائے تلے ہوں گے۔ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ: وہ ہمیشہ ہمیشہ کے باغات میں ہوں گے جن کی نعمتوں سے لطف اٹھائیں گے۔ خازن کہتے ہیں: اگر تم شبہ ظاہر کرو کہ سابقین کا ذکر موخر کیوں کیا حالاں کہ ان کا ذکر مقدم ہونا چاہیے تھا؟ اس میں ایک زبردست لطیف نکتہ ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سورت کی ابتدا میں بندوں کو خوف دلانے کے لیے قیامت کی ہولناکیاں ذکر کی ہیں، رہی بات نیکوکار کی سو اسے ثواب میں رغبت حاصل ہوگی جب کہ بدکار برائیوں سے توبہ کرے گا اور اللہ کی طرف رجوع کرے گا، اس لیے دائیں ہاتھ والوں کا ذکر پہلے کیا تاکہ انسان ان کا حال سنیں اور رغبت ظاہر کریں پھر بائیں ہاتھ والوں کا ذکر کیا تاکہ ترہیب کا سامان ہو جائے، پھر آخر میں سابقین کا ذکر کیا، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کوئی غم نہیں ہوگا تاکہ کوشاں رہیں اور مجاہدہ جاری رکھیں۔[2]

اولین اور آخرین

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ:...... سابقین مقربین کی پہلی امتوں سے ایک بڑی جماعت ہوگی۔ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ: جب کہ اس امت سے قلیل تعداد میں ہوں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: اس امت کے سابقین کی قلیل تعداد بنسبت سابقہ امتوں کے ہوگی، چوں کہ پہلے انبیا کثیر تعداد میں ہیں اس لحاظ سے سابقین کی تعداد بھی زیادہ ہوگی۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پہلی امتوں کے سابقین ہماری امت کے سابقین سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول بھی ہے کہ پہلے اَلسّٰبِقُوْنَ: سے امت محمدیہ کے اولین لوگ مراد ہیں اور دوسرے اَلسّٰبِقُوْنَ: سے متاخرین مراد ہیں۔ گویا دونوں فریق اس امت کے ہوں گے۔ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ: سونے کی تاروں

---
[1] یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ [2] تفسیر الخازن ۴/ ۱۵

سے مرصع مسہریوں پر براجمان ہوں گے، ان مسہریوں پر موتیوں اور یاقوت کا خوبصورت کام ہوگا۔ مَّوۡضُوۡنَةٍ: یعنی سونے کی تاروں سے بنی ہوئی ہوں گی۔ مُّتَّكِـِٕیۡنَ عَلَیۡهَا: اس حال میں کہ وہ ان مسہریوں پر خوشحال و آسودہ لیٹے ہوں گے۔ مُتَقٰبِلِیۡنَ: آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، کوئی کسی کی پشت کی طرف نہیں بیٹھا ہوگا۔ اس طرح بیٹھنے کو لطف و سرور میں زیادہ دخل ہے۔ اور بیٹھنے کے آداب میں بھی شامل ہے۔ یَطُوۡفُ عَلَیۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ: خدمت کے لیے ان پر نہایت خوبصورت لڑکے چکر لگائیں گے، جنہیں نہ کبھی موت آئے گی اور نہ ہی بوڑھے ہوں گے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وِلۡدَانٌ: کی مخلدون یعنی ہمیشہ ہمیشہ جنت میں داخل رہیں گے، صفت لائی گئی ہے جب کہ جو بھی جنت میں جائے گا اسے خلود حاصل ہوگا۔ یہ اس لیے تاکہ اس امر پر دلالت ہوجائے کہ وہ اسی لڑکپن کی عمر میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور نہ ہی بوڑھے ہوں گے۔ [1] بِاَكۡوَابٍ: شراب کے بھرے پیالے جو گول ہوں گے اور کنڈا نہیں ہوگا۔ وَّاَبَارِیۡقَ: جگ اور جام جو صفائی و عمدگی میں شاندار ہوں گے۔ یعنی لڑکے اہل جنت پر شراب کے بھرے پیالے اور جگ و جام لے کر چکر لگائیں گے۔ وَكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِیۡنٍ: آنکھوں کے سامنے چشموں سے بہتی لذیذ شراب کے بھرے ہوئے جام لے کر۔

شراب جنت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنت کی شراب دنیا کی شراب کی طرح انگوروں سے نہیں نچوڑی جائے گی بلکہ شراب کے بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: المَّعِیۡنٍ: پانی یا شراب کا جاری چشمہ، البتہ یہاں شراب کے جاری چشمے مراد ہیں۔ یہ دنیا کی شراب کی طرح نہیں ہوگی جو تکلف کر کے نچوڑی جاتی ہے۔ [2] لَّا یُصَدَّعُوۡنَ عَنۡهَا: اس شراب کی پینے سے جنتیوں کے سروں میں درد نہیں ہوگا۔ وَلَا یُنۡزِفُوۡنَ: نہ ہی انہیں نشہ چڑھے گا کہ جس کی وجہ سے ان کی عقلیں جاتی رہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شراب میں چار خصلتیں ہوتی ہیں: نشہ، سر درد، قئی اور پیشاب کا آنا۔ اللہ تعالیٰ نے شراب آخرت کو ان چیزوں سے پاک رکھا ہے۔ [3] وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوۡنَ: ان کے لیے جنت میں وافر مقدار میں پھل ہوں گے جنہیں ان کے دل پسند کریں گے۔ پھلوں میں کثرت بھی ہوگی اور تنوع بھی ہوگا۔ وَلَحۡمِ طَیۡرٍ مِّمَّا یَشۡتَهُوۡنَ: اور پرندوں کا گوشت ہوگا جسے یہ پسند کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنتی کے دل میں پرندے کے متعلق خیال پیدا ہوگا پھر اس کی چاہت کے مطابق اس کے سامنے حاضر ہوجائے گا۔ حدیث میں ہے: تم جنت میں پرندہ دیکھو گے اور تمہارے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوگا فوراً اسی وقت بھنا ہوا اس کے سامنے آگرے گا۔ [4]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گوشت پر پھلوں کا ذکر مقدم کیا گیا ہے چوں کہ جنت میں اہل جنت پھل بھوک کی وجہ سے نہیں کھائیں گے بلکہ لذت کے طور پر کھائیں گے اور بھوکے آدمی کی طرح کھائیں گے۔ [5] وَحُوۡرٌ عِیۡنٌ ۝۲۲ كَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُؤِ الۡمَكۡنُوۡنِ: ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان کے لیے حوریں ہوں گی جو موٹی آنکھوں والی اور حسن و جمال میں انتہا کو پہنچتی ہوں گی۔ نزاکت اور شفافیت میں موتیوں کی مانند ہوں گی، جنہیں کسی ہاتھ نے چھوا نہ ہو۔ تسہیل میں ہے: حوروں کو موتیوں کے ساتھ صفائی و شفافیت میں تشبیہ دی گئی ہے۔ صفت میں مکنون کا لفظ ذکر کیا ہے چوں کہ وہ تغیر حسن سے پاک ہوں گی۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس تشبیہ کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حوروں کی صفائی ایسی ہوگی جیسے سیپیوں میں بند موتی ہوتے ہیں جنہیں ہاتھوں نے چھوا تک نہ ہو۔ [6] جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ: یہ سب چیزیں ہم نے ان کے عمل صالح کے بدلہ میں رکھا ہے۔ اس کے بعد جنت میں ان کی نعمتوں کے کمال کے متعلق خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِیۡمًا: فحش کلام ان کے کانوں تک نہیں ٹپکنے پائے گا اور جو کچھ بھی وہ سنیں گے اس پر گناہ مرتب نہیں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: باطل اور جھوٹ کو نہیں سنیں گے۔ [7] اِلَّا قِیۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا: ہاں البتہ وہ ایک دوسرے کو سلام سلام کہیں گے، اہل جنت کا تحیہ سلام ہوگا اور ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کریں گے۔ بحر میں لکھا ہے: بظاہر یہ استثنا منقطع ہے چوں کہ یہ لغو اور گناہ کی بات میں داخل نہیں ہے۔ [8] ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے: کہ اہل جنت ایک دوسرے کو کثرت سے سلام سلام کہیں گے، یا اہل جنت ابتداءً و انتہاءً ایک دوسرے سے سلام سنیں گے۔ [9]

---

[1] البحر المحیط ۸/ ۲۰۸ [2] القرطبی ۱۷/ ۲۰۳ [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۴۳۳ [4] اخرجہ ابن ابی حاتم [5] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۱۵۳ [6] التسہیل ۴/ ۸۹ [7] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۰۶
[8] البحر المحیط ۸/ ۲۰۶ [9] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۳۰

اصحاب یمین کے احوال

اس کے بعد دائیں ہاتھ والوں کے احوال کی تفصیل بیان کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ: استفہام برائے تعلیم ہے و تعجیب ہے۔ یعنی تمہیں کیا معلوم کہ وہ کون ہیں اور ان کا حال کیا ہوگا؟ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ: وہ بیری کے درختوں تلے ہوں گے جن کے کانٹے کاٹ دیے گئے ہوں گے۔ حدیث میں ہے: ایک اعرابی رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جنت میں ایک درخت کے پائے جانے کا ذکر ہوا ہے جو انسان کو اذیت پہنچاتا ہے، آپ نے دریافت فرمایا: وہ کون سا درخت ہے؟ عرض کیا وہ بیری کا درخت ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ: اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو جنت میں بے کانٹوں کے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کانٹے کے بدلے میں پھل لگا دیا ہے۔ اس پھل میں ۷۲ رنگ اور ذائقے کے پھل ہوں گے ان میں سے ایک بھی دنیا کے رنگ و ذائقہ کے مشابہ نہیں۔[1] وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ: دائیں ہاتھ والے تہہ بہ تہہ لدے ہوئے کیلوں کے درختوں میں ہوں گے۔ مَّنْضُوْدٍ: تہہ بہ تہہ اوپر تلے لگے ہوئے ہوں گے۔ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ: دائمی سائے میں ہوں گے جو ہمیشہ رہے گا اور کبھی ختم نہیں ہوگا، دھوپ سے ماند بھی نہیں پڑے گا، چوں کہ جنت ساری سایوں میں گھری ہے جس میں دھوپ نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ ”جنت میں نہ دھوپ ہوگی اور نہ ہی کڑاکے کی سردی۔“ (سورۃ الانسان، آیت ۱۳)

حدیث میں ہے: جنت میں ایک درخت ہوگا جس کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار دوڑتا رہے گا لیکن سائے کو قطع نہیں کر پائے گا، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ:[2] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مَّمْدُوْدٍ: کا معنی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور کبھی ختم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا: یعنی جنت کا سایہ بھی دائمی ہوگا، یہ سایہ درختوں کا سایہ نہیں ہوگا جو ٹل جاتا ہے بلکہ یہ سایہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہوگا۔[3] وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ: دائمی بہتا پانی ہوگا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ بغیر تغیر و بدبو کے جاری رہے گا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب دیہاتوں میں بسنے والے لوگ ہیں جہاں کنویں سے ڈول کے ذریعے پانی نکالتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے ساتھ سیر و تفریح کے تمام اسباب کا وعدہ کیا ہے جیسے درخت، سائے اور بہتے ہوئے پانی۔[4]

جنت کے پھل

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ:...... اور انواع و اقسام کے کثیر پھلوں میں ہوں گے۔ قلت اور تنگی میں نہیں ہوں، جیسے عرب میں پھل ناپید ہیں ختم نہیں ہوں گے جیسے موسم سرما میں دنیا میں ختم ہو جاتے ہیں، کسی کو بھی ان پھلوں سے روکا نہیں جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب پھل توڑے جائیں گے توڑے سے ختم نہیں ہوں گے اور جب کوئی پھل توڑنے کا ارادہ کرے گا اسے روکا نہیں جائے گا۔[5] حدیث میں ہے: جب بھی جنت کا پھل توڑا جائے گا اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا۔[6] وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ: اور نرم و گداز عالیشان بچھونوں میں ہوں گے۔ حدیث میں ہے: بچھونوں کی بلندی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوگی اور لمبائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔[7] علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اتنے موٹے بچھونوں پر چڑھنا اترنا مشکل نہیں ہوگا، یہ عالم آخرت کی نعمتوں کا تذکرہ ہے جو عقل و فہم سے بالاتر ہیں۔ چنانچہ مومن ان پر چڑھ بیٹھنے کا ارادہ کرے گا بچھونے جھک جائیں گے اور جب اوپر بیٹھ جائیں گے برابر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً: ہم نے نئی تخلیق میں جنت کی عورتوں کو پیدا کیا ہے، ہم نے ان عورتوں کو عجیب تخلیق میں پیدا کیا ہے۔

جنتی عورتوں کی نئی تخلیق کا معنی

تسہیل میں ہے: جنت میں عورتوں کو پیدا کرنے کا معنی یہ ہے کہ انہیں نہایت حسن و جمال میں اللہ نے پیدا کیا ہے جو کہ دنیا کے بخلاف ہے۔

[1] اخرجہ الحاکم والبیہقی روح المعانی ۲۷/۱۴۰ [2] اخرجہ البخاری [3] التفسیر الکبیر ۲۹/۱۶۴ [4] تفسیر القرطبی ۲۷/۲۰۹ [5] تفسیر الخازن ۴/۱۸ [6] اخرجہ الطبرانی [7] اخرجہ النسائی

چنانچہ بوڑھی جوان ہوجائے گی، بدصورت خوبصورت ہوجائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی بوڑھی عورتوں کو نئی جوانی میں پیدا کیا جائے گا۔[1]
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا: ہم نے انہیں کنواری دوشیزائیں بنایا ہے، جب بھی ان کے شوہران سے ہم بستری کریں گے، انہیں کنواریاں پائیں گے۔ عُرُبًا: عروب کی جمع ہے، شوہر کے لیے سراپا محبت اور خاوند کی عاشق زار۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی وہ اپنے خاوندوں کی عاشق ہوں گی اور خاوندوں کو بھی نہایت پیاری۔[2] اَتْرَابًا: عمر میں اپنے خاوندوں کے برابر ہوں گی اور جنتیوں کی عمر تینتیس سال کی ہوگی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! یہ وہ عورتیں ہوں گی جو دنیا میں بوڑھی ہوکر مریں جن کے سر کے بال سفید ہوگئے، آنکھوں سے بینائی جاتی رہی اور آنکھوں سے کیچڑ بہنے لگی، اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں دنیا کے بڑھاپے کے بعد دوشیزاہ کنواریاں بنادے گا اور وہ سب ایسی ہی ہوں گی۔[3]

حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی۔ وہ عورت رونے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس عورت کو بتادو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں کوئی عورت داخل نہیں ہوگی چوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا:[4] لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ: ہم نے ان عورتوں کو دائیں ہاتھ والوں کے لیے کنواریاں بنایا ہے تاکہ اہل جنت ان سے جنت میں نفع اٹھائیں۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ: دائیں ہاتھ والے پہلی امتوں میں سے ایک جماعت ہوں گے اور متاخرین یعنی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بھی ایک جماعت ہوں گے۔ بحر میں لکھا ہے: اس آیت اور اوپر کی آیت وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ: میں کوئی منافات نہیں ہے۔ چوں کہ دوسری آیت سابقین کے متعلق ہے اسی لیے وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ: فرمایا، جب کہ زیر بحث آیت اصحاب الیمین کے متعلق ہے۔

اصحاب شمال کے احوال

اب آگے تیسری صنف یعنی بائیں ہاتھ والوں کا بیان ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ: استفہام تہویل، تفظیع اور تعجب کے لیے ہے۔ گویا بائیں ہاتھ والوں کے حال پر تعجب کیا جارہا ہے، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں نامہ ہائے اعمال بائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے اور وہ اہل دوزخ ہوں گے۔ یعنی بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟ یعنی ان کا کیا حال ہوگا اور ان کا کیا انجام ہوگا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ: یہ لوگ دزخ کی نہایت تیز گرم ہوا میں ہوں گے جو ان کے مساموں میں فوراً نفوذ کر جائے گی اور بہت زیادہ گرم کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ: اور نہایت سیاہ دھویں کے سائے تلے ہوں گے۔ لَّا بَارِدٍ: یہ سایہ ٹھنڈا نہیں ہوگا جس میں انسان کو تپش سے راحت ملی ہو۔ وَّلَا كَرِيْمٍ: اس کا اچھا ساں بھی نہیں ہوگا جس سے سایہ بہنے والے کو سرور وسکون مل سکے۔ خازن لکھتے ہیں: سائے کے دو فائدے ہوتے ہیں:

اول:.....تپش کا دفعیہ۔ دوم:.....خوبصورت منظر، اس میں انسان کو سکون ملتا ہے، جب کہ اہل دوزخ کا سایہ اس کے برخلاف ہوگا۔ چوں کہ وہ گرم اور سیاہ دھویں کا سایہ ہوگا۔[5] اس کے بعد اہل دوزخ کے استحقاق کا بیان ہے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ: چوں کہ وہ دنیا میں اپنی خوشحالی پر اتراتے تھے، اپنے خواہشات ولذات کی تکمیل پر چلے پڑے تھے۔ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ: یہ لوگ دنیا میں گناہوں پر مداومت کرتے تھے۔ الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ: سے مراد شرک ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اصراء کا لفظ معصیت کی مداومت پر دلالت کرتا ہے اور الْحِنْثِ: سے مراد کبیرہ گناہ یعنی کفر مراد ہے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ: جب ہمارے جسم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے اور مٹی کے ساتھ مل جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ آیت میں بعث بعد الموت کے استبعاد کو حکایت کیا جارہا ہے۔ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ: انکار میں تاکید اور مبالغہ ہے، یعنی کیا ہمارے آباواجداد جو گزر گئے اور ان کے جسم بوسیدہ ہوگئے

---

[1] تفسیر الخازن ۴/ ۱۸ [2] روح المعانی ۲۷/ ۱۴۳ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۱۰، اخرجہ الترمذی [4] اخرجہ الترمذی فی الشمائل [5] تفسیر الخازن ۴/ ۲۱

انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: ساری مخلوقات اگلی پچھلی سب کی سب جمع کی جائے گی اور انہیں مقررہ وقت پر حساب کے لیے اکٹھا کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ (سورة هود، آیت ۱۰۳ تا ۱۰۴)

یہ وہ دن ہے جس میں انسانوں کو جمع کیا جائے گا اور یہ حاضری کا دن ہوگا، ہم نے اسے مقررہ مدت تک کے لیے موخر کر رکھا ہے۔

دوزخیوں کا کھانا اور پینا

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ:...... پھر تم اے کفار مکہ! جو کہ گمراہی کے خوگر ہو اور بعث ونشور کے جھٹلانے والے ہو! زقوم کا درخت کھاؤ گے جو جہنم کی تہہ میں اُگتا ہے۔ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ: غلبۂ بھوک میں تم اسی گندے درخت سے اپنے پیٹ بھرو گے۔ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ: اس پر وہ کھولتا ہوا شدید گرم پانی پییں گے۔ فَشٰرِبُوْنَ شرب الهيم: پھر کیا، بس وہ پیاسے اونٹوں کی طرح پییں گے۔ الْهِيْمِ: پیاسے اونٹ جو بیماری کی وجہ سے سیراب نہیں ہو پاتے۔ [1] ابوسعود کہتے ہیں: اہل دوزخ پر شدید بھوک کا حملہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ زقوم کھانے پر مجبور ہوں گے اور زقوم بھی پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا۔ جب زقوم سے ان کے پیٹ بھر جائیں گے تو شدید گرم ہونے کی وجہ سے انہیں پیاس تڑپائے گی چنانچہ وہ کھولتا ہوا پانی مجبوراً پییں گے جو ان کی انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر دے گا، تاہم اس پانی کو بھی وہ بیماری سے مارے پیاسے اونٹوں کی طرح پییں گے۔ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ: قیامت کے دن یہ ان کی کرامت اور ضیافت ہوگی۔ آیت میں کفار کا تہکم ہے۔ صاوی کہتے ہیں: مہمانی تو وہ ہوتی ہے جو کسی مہمان کے لیے تیار کی جائے، مہمانی تو وہ ہوتی ہے جو کسی مہمان کے اکرام کے لیے تیار کی جاتی ہے، زقوم کو مہمانی بطور تہکم قرار دیا گیا ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ
قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ
الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾
اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ
اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾
ع ۲ ۲٦ ۱۵ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ
النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ
رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

[1] تفسیر القرطبی ۷/ ۲۱۵

إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٨٧﴾
فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾
فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٩٣﴾
وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿٩٤﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾ ع

ترجمہ: ......ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ ﴿۵۷﴾ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو ﴿۵۸﴾ اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں؟ ﴿۵۹﴾ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں ﴿۶۰﴾ کہ تمہاری جگہ تم جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں ﴿۶۱﴾ اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے؟ ﴿۶۲﴾ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو ﴿۶۳﴾ اس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ ﴿۶۴﴾ اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کر دیں۔ پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ ﴿۶۵﴾ کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا ﴿۶۶﴾ بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے۔ ﴿۶۷﴾ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو ﴿۶۸﴾ اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں، ﴿۶۹﴾ اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر دیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ ﴿۷۰﴾ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو ﴿۷۱﴾ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ ﴿۷۲﴾ ہم نے اس کو یاددہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے۔ ﴿۷۳﴾ سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔ ﴿۷۴﴾ سو میں مواقع النجوم کی قسم کھاتا ہوں ﴿۷۵﴾ اور بے شک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو۔ ﴿۷۶﴾ بیشک وہ قرآن کریم ہے ﴿۷۷﴾ محفوظ کتاب میں ﴿۷۸﴾ اسے نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ۔ ﴿۷۹﴾ یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔ ﴿۸۰﴾ کیا تم اس کلام کو سرسری سمجھتے ہو ﴿۸۱﴾ اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔ ﴿۸۲﴾ جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے ﴿۸۳﴾ اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو، ﴿۸۴﴾ اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں' لیکن تم سمجھتے نہیں ہو، ﴿۸۵﴾ سو اگر تمہارا احساب وکتاب ہونے والا نہیں، ﴿۸۶﴾ تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو، ﴿۸۷﴾ پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا ﴿۸۸﴾ اس کے لیے راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے ﴿۸۹﴾ اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا ﴿۹۰﴾ تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے ﴿۹۱﴾ اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہوگا ﴿۹۲﴾ سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہوگی ﴿۹۳﴾ اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ ﴿۹۴﴾ بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔ ﴿۹۵﴾ سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے۔ ﴿۹۶﴾

ربط: ......اوپر بدحال مجرمین اور کفار کا ذکر ہوا، اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلائل و براہین قائم کیے گئے ہیں، چوں کہ کفار اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کے منکر ہیں۔ یہ اس لیے تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ سورت کا اختتام اہل سعادت اہل شقاوت اور خیرات کی طرف سبقت لے جانے والوں کے ذکر پر ہوا ہے تاکہ سورۂ مبارکہ کے شروع میں جو اجمال وارد ہوا ہے اس کی تفصیل ہو جائے۔

لغات: تَفَكَّهُوْنَ: ......متفکہ بالشی: کسی چیز سے نفع اٹھایا۔ رجل متفکہ: ہنس مکھ آدمی۔ اَلْمُزْنِ: بادل۔ مزنۃ کی جمع ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ونحن كماء المزن مافي نسابنا كهام ولا فينا يعد بخيل

ہم بادلوں کے صاف وشفاف پانی کی مانند ہیں ہمارے نسب میں کم مائیگی نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے درمیان کسی کو بخیل شمار کیا جاتا ہے۔

تُوْرُوْنَ: ......تم چقماق سے آگ جلاتے ہو۔ اَلْمُقْوِيْنَ: سفر کرنے والے مقولہ ہے: أقوى الرجل: فلاں بیابانوں میں داخل ہو گیا۔ القوی بھوک۔ شاعر کہتا ہے:

واني لاختار القوى طاوي الحشا محافظة من ان يقال لئيم

میں بھوک کے پیٹ کو ترجیح دے دیتا ہوں ہاتھ پھیلانے پر، چوں کہ مجھے اس چیز کی پرواہ ہوتی ہے کہ مجھے کمینہ نہ کہا جائے۔

مُدۡهِنُوۡنَ:...... المدهن: جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو۔ گویا ایسے شخص کو تیل کے ساتھ تشبیہ دی گی ہے چوں کہ تیل ظاہر کو چمکا دیتا ہے۔ اسی سے مداہنت بھی ہے۔ مَدِيۡنِيۡنَ: بدلہ دیے ہوئے۔ جزا سے ماخوذ ہے۔ فَرَوۡحٌ: استراحت۔ رَيۡحَانٌ: ہر قسم کا خوشبودار سبزہ۔

تفسیر: نَحۡنُ خَلَقۡنٰكُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ :...... اے لوگو! ہم نے تمہیں عدم سے پیدا کیا ہے بھلا تم بعث بعد الموت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ چنانچہ جو ذات ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہی وہ اعادہ پر بھی قادر ہے۔

اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ:...... اس منی کے بارے میں مجھے بتاؤ جو تم عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو۔ ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ: کیا منی سے تم کامل انسان پیدا کرتے ہو یا ہم اپنی قدرت سے اسے پیدا کرتے اور اس کی صورت گر کرتے ہیں؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں مشرکین پر حجت قائم کی گئی ہے اور یہ پہلی آیت کا بیان بھی ہے۔ معنی ہے: جب تم اقرار کرتے ہو کہ ہم خالق ہیں کوئی اور نہیں تو پھر بعث بعد الموت کا اعتراف بھی کرو۔ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَيۡنَكُمُ الۡمَوۡتَ: ہم نے ہی تمہارے اوپر موت کے فیصلے کر رکھے ہیں۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں اہل آسمان اور اہل زمین کو مساوی کر رکھا ہے۔ اس میں اعلیٰ وادنیٰ، امیر و غریب سب برابر ہیں۔ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِيۡنَ: ہم عاجز آ جانے والے نہیں ہیں۔ عَلٰۤى اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَكُمۡ: اس بات سے کہ ہم تمہیں ہلاک کر دیں اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئیں جو تمہاری بنسبت کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ﴿۱۹﴾ اگر اللہ چاہے تمہارا خاتمہ کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے۔ (سورہ ابراہیم، آیت ۱۹)

وَنُنۡشِئَكُمۡ فِىۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ:...... ہم اس بات سے بھی عاجز آ جانے والے نہیں ہیں کہ قیامت کے دن تمہیں نئے سرے سے پیدا کر دیں، اس خلق جدید کو تم نہیں جانتے اور نہ ہی تمہاری عقلوں کو اس تک رسائی ہو پاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے، تمہیں لوٹائے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ آیت کریمہ میں بعث بعد الموت پر حجت قائم کی گئی ہے۔ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَةَ الۡاُوۡلٰى: تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدم سے وجود بخشا ہے، جب تم قابل ذکر چیز ہی نہیں تھے۔ چنانچہ تمہیں نطفہ سے پیدا کیا پھر جمے ہوئے خون سے اور پھر لوتھڑے سے، تمہاری آنکھیں کان اور دل بنا دیے۔ فَلَوۡلَا تَذَكَّرُوۡنَ: اور پھر تم نصیحت کیوں نہیں لیتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جیسے تمہیں پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَا يَذۡكُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ يَكُ شَيۡـئًا﴿۶۷﴾ (سورۃ الانسان، آیت ۶۷)

کہ انسان کو یہ بات یاد نہیں کہ ہم نے قبل ازیں اسے پیدا کیا۔ درآں حالیکہ تم کوئی چیز نہیں تھے۔

زمین سے غلہ اگانے والا کون ہے؟

اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ:...... یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دوسری حجت ہے یعنی مجھے اس بیج کے بارے میں بتاؤ جسے تم مٹی میں ملا دیتے ہو۔ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ: کیا تم اُسے اگاتے ہو یہاں تک کہ وہ غلہ فراہم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے یا یہ سب کام ہم کرنے والے ہیں؟ جب تم یہ اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو بیج کو کھیتی سے اگاتا ہے اور غلہ پیدا کرتا ہے۔ بھلا تم مُردوں کے زندہ کرنے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰهُ حُطٰمًا: اگر ہم چاہیں کھیتی کو ریزہ ریزہ کر دیں جو قابل انتفاع رہے ہی نہیں، نہ غلہ رہے نہ بھوسا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''حطام'' چورا چورا، جو غذا کے قابل ہی نہ رہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں پر متنبہ کیا ہے۔

اول:...... کھیتی کا کامیابی سے ہمکنار ہو جانا اللہ کا احسان اور اس کی نعمت ہے، اس پر انسانوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

دوم:...... اپنے متعلق عبرت پکڑو کہ جیسے اللہ تعالیٰ کھیتی کو تباہ اور ریزہ ریزہ کرنے پر قادر ہے ایسے ہی تمہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے۔[1]

فَظَلۡتُمۡ تَفَكَّهُوۡنَ:...... تم اپنی کھیتی کے تباہ ہونے پر افسوس و حسرت اور حزن و ملال کرتے رہ جاتے ہو اور کہتے ہو: اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ: ہم تو سراسر

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۱۸

نقصان اٹھانے والے ہوئے، چوں کہ ہماری کھیتی تباہ ہوگئی، بوئے ہوئے بیج کا بھی نقصان ہوا۔ یعنی جملہ اخراجات کا نقصان اٹھانا پڑا۔ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ: بلکہ ہم رزق سے محروم ہوگئے، بیج کا تاوان ہمارے گلے پڑا اور غلہ سے محروم ہوگئے۔ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ: مجھے اس پانی کے بارے میں خبر دو جسے تم پیتے ہو جو شیریں پانی ہوتا ہے اور تمہاری پیاس بجھاتا ہے۔ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ: کیا تم نے سے بادلوں سے اتارا ہے یا ہم ہی ہیں اپنی قدرت سے اسے نازل کرنے والے؟ خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے بارش برساتا ہے۔ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا: اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین پانی بنا دیں جو پینے کے قابل ہی نہ رہے اور نہ کھیتی کو سیراب کرنے کے قابل رہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تلخ و کڑوا جس کا پینا ناممکن ہو۔ فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ: تم اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمت کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟

پانی پینے کے بعد کی دعا

حدیث میں ہے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

الحمد للہ الذی سقانا عذبًا فراتًا برحمتہ ولم یجعلہ ملحًا اُجاجًا بذنوبنا۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنی رحمت سے شیریں وخوشگوار پانی پلایا اور اسے ہمارے گناہوں کی بدولت نمکین و شوریدہ نہیں بنایا۔[1]

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ: ...... اس آگ کے بارے میں مجھے خبر دو جسے تم ہرے درخت سے سلگاتے ہو۔ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ: کیا تم وہ ہو جنہوں نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم ہی ہیں اس کے پیدا کرنے والے؟ ابن کثیر کہتے ہیں: اہل عرب کے ہاں دو درخت ہوتے ہیں: مرخ اور عفار، جب ان کے دو تر ٹہنیاں لے کر انہیں آپس میں رگڑا جاتا ہے تو ان کے درمیان سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ دوسری تفسیر کے مطابق آیت میں عام درخت مراد ہیں جو جلانے کے کام آتے ہیں۔ چوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں اور ہر لکڑی میں آگ کی صلاحیت موجود ہے۔[2] نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً: ہم نے دنیا کی آگ کو آخرت کی آگ کی یاد دہانی کا ایک ذریعہ بنایا ہے، چنانچہ جب دیکھنے والا دنیا کی آگ کو دیکھتا ہے تو اسے دوزخ کی آگ یاد آجاتی ہے۔ پھر وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کے عذاب کا خوف محسوس کرتا ہے۔

حدیث میں ہے: تمہاری یہ جلائی ہوئی آگ دوزخ کی آگ کا سترہواں حصہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دنیا کی یہ آگ ہی تو کافی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا بڑی ہوتی ہے۔ ہر حصہ شدت میں بڑھ کے ہے۔ وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ: اور مسافروں کا سامان منفعت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "المقوین" مسافرین۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مقیم و مسافر دونوں آگ سے نفع اٹھاتے ہیں۔[3] خازن لکھتے ہیں: القوی: مسافر جو آبادی سے دور بیابانوں میں جا اترے۔ آیت کا معنی ہے کہ اس سے اہل دیہات اور مسافر نفع اٹھاتے ہیں، البتہ مسافر کا اس سے نفع اٹھانا مقیم کی بنسبت زیادہ ہے۔ مسافر رات کے وقت آگ جلاتا ہے تاکہ درندے بھاگ جائیں اور راستہ گم کرنے والا راستہ معلوم کرلے وغیرہ ذالک۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔[4]

اوپر کی آیت میں وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں جو انسان، سبزہ، پانی اور آگ میں پائے جاتے ہیں، اب آگے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ: عجز و نقص کی جو صفات مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تنزیہہ بیان ہیں اور کہہ دیجیے: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت سے ان اشیا کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنی حکمت سے ان کو ہمارے کام میں لگا دیا ہے، پاک ہے وہ ذات جس کی شان کتنی عظمت والی ہے اور جس کی سلطنت بہت بڑی ہے۔

---

[1] أخرجہ ابن ابی حاتم [2] الصاوی ۴/ ۱۶۶ [3] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۳۸ [4] تفسیر الخازن ۴/ ۲۴

اللہ کی انسان پر مختلف نعمتیں

اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی نعمتیں شمار کی ہیں اور تخلیق نسان سے ابتدا کی ہے۔اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ: اس کے بعد انسان کی معاش وغذا کا ذکر کیا۔ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ: اس کے بعد انسان کی بقاو حیات کے سبب کا ذکر ہے۔اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ: اس کے بعد انسان کی اہم ضرورت جس سے غذا تیار ہوتی ہے کا ذکر ہے۔اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ: ہمارا رب کتنا کریم ہے، وہی ہمارا معبود ہے اور اس کی نعمتیں عظیم اور بے شمار ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عظمت قرآن پر قسم اٹھائی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ: لام کلام کی تاکید اور تقویت کے لیے ہے جب کہ لا زائدہ ہے اور کلام عرب میں اس کا عام رواج ہے۔ شاعر کہتا ہے:

تذکرت لیلی فاعترتنی صبابۃٌ وکاد نیاط القلیب لا یتقطع

مجھے لیلیٰ کی یاد آ گئی اور مجھ پر عشق کا بھوت سوار ہو گیا، قریب تھا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

لا زائدہ ہے اور مراد یتقطع ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک آیت میں لا صلہ ہے اور معنی "فاقسم" ہے چوں کہ بعد میں "وانہ لقسم" آیا ہے۔ یعنی میں ستاروں کی منزلوں اور افلاک میں ان کی گردش کی جگہوں کی قسم اٹھاتا ہوں۔وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ: یعنی یہ بہت بڑی قسم ہے، اگر تمہیں اس کی عظمت معلوم ہو جاتی تم ایمان لے آتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔ چوں کہ مقسم بہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، کمال حکمت اور رحمت پر دلیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تقاضوں میں سے ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو بیکار نہیں چھوڑا۔اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ: یہ مقسم علیہ ہے اور معنی ہے: میں ستاروں کی منازل کی قسم اٹھاتا ہوں کہ یہ کلام قرآن کریم ہے، جادو اور کہانت نہیں ہے، بلکہ یہ قرآن مجید ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے معجزہ بنایا ہے اور یہ بہت زیادہ منافع، خیرات و برکات والا ہے۔فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ: اللہ کے ہاں محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے جو ہر طرح کے باطل اور تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مراد لوح محفوظ ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔[1]

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں

لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ:......اس محفوظ کتاب کو صرف پاکباز لوگ ہی چھو سکتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو شرک، گناہوں اور ناپاکیوں سے پاک ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ: قرآن کو وہی مس کر سکتا ہے جو باوضو اور پاک ہو۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ یہی ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے بظاہر مراد بھی ہے کہ تم قرآن کو صرف پاکی کی حالت میں چھو سکتے ہو۔ نیز حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: "اور یہ کہ قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا۔"[2]

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ:......یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اوپر قرآن کی عظمت بیان فرمائی جب کہ کفار اس عظیم کتاب کے منکر ہیں اس لیے آگے ان کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ: اے جماعت کفار! کیا تم اس قرآن کو جھٹلاتے ہو اور اس کا انکار کرتے ہو؟وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ: تم نے اپنے رزاق کی تکذیب کو اس کے رزق کا شکر بناتے ہو، حالاں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا منعم اور تمہارے اوپر فضل و احسان کرنے والا ہے۔فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ: بھلا ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب جان کنی کے وقت روح گلے تک پہنچ جاتی ہے۔وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ: اس وقت تم موت کو حاضر ہوتے دیکھ رہے ہوتے ہو، موت کی ہولناکیاں اور شدائد تمہارے سامنے ہوتے ہیں۔وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ: ہم اپنے علم کے اعتبار سے میت کے تمہاری بنسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تمہیں اس کا علم نہیں ہوتا، اور نہ ہی تم ہمارے فرشتوں کو دیکھ پاتے ہو۔ ابن کثیر کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: ہمارے فرشتے میت کے تمہاری بنسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھ پاتے۔ جیسا کہ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/۲۲۵ سابقہ مرجع

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ (سورۃ الانعام، آیت ۶۱)
یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو جب موت آتی ہے اس کی روح ہمارے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور وہ اپنی ذمہ داری میں کوتاہی نہیں کرتے۔[1]

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ:...... پھر تمہیں اپنے اعمال کا بدلہ کیوں نہیں ملے گا؟ جیسا کہ بدلہ نہ ملنے کا تمہارا گمان ہے۔تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: جب روح گلے تک پہنچ آتی ہے اگر تم سچے ہو تو میت میں اس کی روح کو لوٹا دو۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ: تمہارا حساب نہیں ہو گا، تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا۔خازن کہتے ہیں کہ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ اور فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ: کا ایک ہی جواب تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: ہے۔آیت کا معنی ہے: اگر بات یہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو کہ حساب اور بعث بعد الموت نہیں ہو گا اور اعمال کا بدلہ دینے والا کوئی معبود نہیں تو پھر تم روح کو میت کے بدن میں لوٹا کیوں نہیں دیتے، جب روح بدن سے نکل رہی ہوتی ہے؟ جب یہ چیز تمہارے لیے ممکن نہیں تو جان رکھو کہ معاملہ کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔پس اس پر ایمان لے آؤ۔

بعث بعد الموت کے وقت لوگوں کے طبقات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موت اور بعث بعد الموت کے وقت لوگوں کے طبقات ذکر کیے ہیں، اور آخرت میں ان کے درجات بیان کیے ہیں۔چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ: رہی یہ بات کہ اگر یہ میت نیکوکار ہو اور بلندی کے درجات حاصل کرنے میں سبقت لے جانے والا ہو تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس راحت و آرام ہے، عزت کی روزی اور وسیع و عریض جنت ہے۔جس میں وہ عیش و عشرت کی زندگی گزارے گا۔قرطبی کہتے ہیں: مقربین سے مراد سابقین ہیں جن کا شروع سورت میں ذکر ہوا ہے۔وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ: اگر میت سعدا و اہل جنت میں سے ہو جو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لیں گے۔فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ: تو اے محمد! تمہارے لیے ان کی طرف سے سلام ہے۔چوں کہ وہ راحت، سعادت اور دائمی نعمتوں میں ہو گا۔وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ: اگر میت بعث بعد الموت کے منکرین میں سے ہو اور ہدایت و حق سے روگردانی کرنے والوں میں سے ہو۔فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ: ان کی خیر مقدمی اور ان کی اکرام میں جو ضیافت دی جائے گی وہ کھولتا ہوا پانی جو ان کی انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔تسہیل میں ہے: النزل: وہ ضیافت جو مہمان کو آتے ہی پیش کی جاتی ہے۔وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ: اور دوزخ کی آگ میں جلنا ہے اور اس کا عذاب چکھنا ہے۔اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ: اے محمد! ہم نے آپ کے سامنے سابقین، سعدا اور اشقیا کا جو بدلہ پیش کیا ہے یہ حق اور ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں، یہ عین الیقین ہے اس کا انکار ممکن نہیں۔فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ: کفار ظالمین کے بیان کردہ صفات نقص سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔

تسبیحات رکوع و سجدہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اپنے رکوع کا وظیفہ بنالو اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى: نازل ہوئی فرمایا: اسے اپنے سجود کا وظیفہ بنالو۔[2]

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ:...... میں تجنیس اشتقاق ہے۔رَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ: میں تجنیس ناقص ہے۔الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ...... الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ اور خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ: میں طباق ہے۔خفض و رفع کی اسناد قیامت کی طرف کی گئی ہے اور یہ مجاز عقلی ہے چوں کہ پستی و بلندی دینے والا صرف اللہ ہے۔وہی اپنے اولیا کو بلندی دے گا اور دشمن کو پستی دے گا۔وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔وجہ شبہ صفائی و سفیدی ہے جو محذوف ہے۔اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ: میں تفخیم و تعظیم ہے۔تکرار لایا گیا ہے جو استفہامیہ لہجہ میں

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۴۴۰ [2] اخرجہ ابو داؤد و ابن ماجہ وصححہ الحاکم

ہے اور یہ تفخیماً ہے۔فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ⑧ وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ؕ㉗ میں میمنہ اور یمن کے الفاظ میں اظہار تفنن ہے۔اسی طرح مشامہ اور شمال میں بھی ہے۔لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ۙ㉕ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ㉖ میں مشابہ ذم الفاظ کے ساتھ مدح کی تاکید لائی گئی ہے۔چوں کہ سلام،لغو و تاثیم کی جنس میں سے نہیں ہے۔جیسے کوئی کہے:میرا اس کے سوا کوئی گناہ نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ: میں تہکم ہوا و استہزا ہے۔یعنی یہ عذاب دوزخیوں کی پہلی مہمانی ہوگی،عذاب کو ضیافت بطور تہکم کہا ہے۔ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ. هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ: میں خطاب سے غیبوبت کی طرف التفات ہے۔اور ایسا دوزخیوں کی تحقیر کے لیے ہے۔وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ: موصوف اور صفت کے درمیان جملہ معترضہ لَوْ تَعْلَمُوْنَ: لایا گیا ہے۔اور ایسا تہویل کے لیے ہے۔فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ㉘ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ㉙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ: میں خوبصورت بلا تکلف فاصلہ بندی ہے۔اسی طرح فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۚ㊹ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ: میں بھی۔

لطیف نکتہ: فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ㊺ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ۙ㊻ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ: ......میں مقسم بہ نجوم ہے اور مقسم علیہ قرآن ہے۔نجوم اور قرآن میں مناسبت یہ ہے کہ ستاروں کے ذریعہ اندھیروں میں راستہ معلوم کیا جاتا ہے اور درست سمت کی تعیین کی جاتی ہے جب کہ قرآن کے ذریعہ جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے ہدایت کا راستہ معلوم کیا جاتا ہے۔ستارے جسے تاریکیوں میں امید کی کرن ہے اور قرآن معنوی تاریکیوں میں روشنی کا مینارہ ہے۔

اس سورت میں قسم میں دونوں ہدایتیں جمع ہیں،حسی ہدایت ستاروں کی ہے اور معنوی ہدایت قرآن کی۔مقسم بہ اور مقسم علیہ میں یہی وجہ مناسبت ہے اور یہ قرآن کے عظیم اسرار و رموز میں سے ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الواقعہ کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۴ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۱۵ بروز سوموار بعد نماز مغرب مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور ذریعہ نجات بنائے۔آمین

سورۃ الحدید

تعارف:...... یہ ان مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں احکام شریعت، تربیت اور توجیہ بیان کی گئی ہے، یہ وہ امور ہیں جن پر اسلامی معاشرہ استوار ہوتا ہے اور اسلامی معاشرہ کی بنیاد صاف ستھرے اسلامی عقیدہ، اخلاق کریم اور احکام شریعت پر ہے۔

سورۂ مبارکہ میں تین چیزوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔

اول:...... یہ کہ ساری کائنات صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، وہی اس کا خالق و مالک ہے اور یہی کائنات میں تصرف کرنے والا ہے۔

دوم:...... دین کی سربلندی کے لیے نفس کی قربانی۔

سوئم:...... دنیا کی حقیقت کی منظر کشی تاکہ انسان دھوکا نہ کھا جائے۔

سورۂ مبارکہ کے شروع میں خالق باری تعالیٰ کی عظمت پر بات ہوئی ہے، چنانچہ کائنات میں موجود ہر چیز شجر و حجر، جن و انس اور جمادات سبھی اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ کی صفات اور اسمائے علیا کا ذکر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اول ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے جو مخلوقات کے آثار کو ظاہر کرتا ہے۔ وہی باطن ہے جس کی کنہ کو کوئی نہیں جانتا۔ وہی انسان کا خالق ہے اور وہی کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔

اس کے بعد چند آیات میں مسلمانوں کو سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی گئی ہے تاکہ اسلام کی عزت و سربلندی میں اضافہ ہو۔ سورۂ مبارکہ میں جہاد بالنفس پر بھی بات ہوئی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اہل ایمان اور اہل نفاق پر بھی بات ہوئی ہے اور ان میں واضح فرق بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مومنین کا نور ان کے سامنے اور دائیں طرف ہوگا جب کہ منافقین ظلمات میں حیران و سرگرداں ہوں گے، جیسے دنیا میں جہالت و گمراہی کی تاریکیوں میں زندگی گزارتے تھے۔

سورۂ مبارکہ میں دنیا و آخرت کی حقیقت پر بھی بات کی گئی ہے ان دونوں کی صورت نہایت دقیق ہے چنانچہ دنیا دار الفنا ہے اور زائل ہو جانے والی ہے۔ جیسے موسلا دھار مینہ میں فصل تیار ہو جاتی ہے پھر تیز آندھی اسے تباہ کر دیتا ہے۔ جب کہ آخرت جو کہ دار الخلود ہے اور دار البقا ہے جس میں، کوئی دقت کوئی تنگی اور مشکل نہیں ہوگی۔ نہ کوئی غم ہوگا نہ کوئی ملال۔

سورت کے اختتام میں پیغمبروں کی بعثت اور تقویٰ اختیار کرنے اور انبیاء کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کی گئی ہے۔

وجہ تسمیہ:...... سورۂ مبارکہ کا نام "سورۃ الحدید" ہے۔ الحدید لوہے کو کہا جاتا ہے۔ چوں کہ لوہا ایک اہم دھات ہے۔ گویا انسانی زندگی کا دار و مدار لوہے پر ہے۔ امن و سلامتی میں لوہا کام آتا ہے، جنگ میں لوہا کام آتا ہے، عمارتیں لوہے سے بنائی جاتی ہیں، بڑے بڑے پل لوہے سے بنتے ہیں۔ تلواریں، زرہیں تیر، نیزے، تواب، بندوقیں، گولہ بارود، ٹینک (جہاز، طیارے، میزائل، جوہری ہتھیار) سب لوہے سے بنتے ہیں۔

آیاتها ۲۹ — (۵۷) سُورَةُ الْحَدِيدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۴) — رُكُوعَاتُهَا ۴

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيِي
وَيُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ۝۳ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا
يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ

مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵
يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا
لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰي عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ
بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا
مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ (ع)
قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۱ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ۝۱۲ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ
ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ
قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝۱۳ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ
وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۱۴ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ
فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

ترجمہ: ......اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔① اسی کے لیے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔② وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔③ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا۔ وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمانوں سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔④ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے۔⑤ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔⑥ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے، اس میں سے خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا۔⑦ اور تمہارے لیے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالاں کہ رسول تم کو اس کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا، اگر تم کو ایمان لانا ہو۔⑧ وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تا کہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی

طرف لائے اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے اور مہربان ہے ⑨ اور تمہارے لیے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالاں کہ سب آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے، جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں ہیں۔ وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں، جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے ⑩ کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو اس کے لیے بڑھائے اور اس کے لیے اجر پسندیدہ ہے۔ ⑪ جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا، آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ ⑫ جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا۔ ⑬ وہ ان کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ ⑭ غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے، تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ ⑮

لغات: سَبَّحَ:...... اللہ تعالیٰ کی پاکی، بزرگی اور تقدیس بیان کی۔ الْعَزِيْزُ: ہر چیز پر غالب۔ الْاَوَّلُ: تمام موجودات پر بھی سبقت والا۔ الْاٰخِرُ: فنا کے بعد باقی رہنے والا۔ يَلِجُ: داخل ہوتا ہے۔ يَعْرُجُ: اوپر چڑھتا ہے۔ الظَّاهِرُ: مظاہر اور اپنی علامات سے ظاہر ہے۔ الْبَاطِنُ: آنکھوں کے ادراک سے اس کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ الْحُسْنٰى: اچھا ثواب، مراد اس سے جنت ہے۔ انْظُرُوْنَا: ہمارا انتظار کرو۔ نَقْتَبِسْ: ہم روشنی حاصل کرتے ہیں۔ سُوْرٍ: جنت اور دوزخ کے درمیان آڑ۔ الْغَرُوْرُ: شیطان، ہر دھوکا دینے والا۔

تسبیح کا معنی اور مختلف مخلوقات کی تسبیح

تفسیر: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:...... کائنات میں جو بھی موجدات ہیں انسان، حیوان اور نباتات سب اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تسبیح: اللہ تعالیٰ کی بلحاظ قول و فعل و اعتقاد ایسی صفات سے پاکی بیان کرنا جو اس کی ذات کے لائق اور اس کے شایان شان نہیں۔ سَبَّحَ فِي الْاَرْضِ وَالْمَاءِ: سے ماخوذ ہے۔ یعنی زمین میں چلتے ہوئے یا پانی میں تیرتے ہوئے دور تک نکل گیا۔ عقلا کی تسبیح زبان مقال کے ساتھ ہوتی ہے اور جمادات کی تسبیح زبان حال سے ہے۔ یعنی جمادات کی ذات صانع کی تنزیہہ پر دلالت کرتی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق جمادات کی تسبیح بھی زبان مقال کے ساتھ ہوتی ہے۔ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ: لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۴۴)[1] خازن لکھتے ہیں: عقلا کی تسبیح اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ہے، ہر بُری صفت اور ایسی صفت سے جو اس کی شان کے بطن نہیں۔ غیر عقلاء کی تسبیح خواہ وہ لائق ہوں یا جماد ہوں اس میں دو صورتیں ہیں: ایک قول کے مطابق! غیر عقلا کی تسبیح صانع پر اس کے وجود کا دلالت کرنا ہے، گویا جماد اس کی تسبیح کا ناطق ہے۔ دوسرا قول یہ کہ جمادات کی تسبیح قولاً ہے۔ اس پر یہ آیت دلیل ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۴۴) حق یہ ہے کہ تسبیح ایسا قول ہے جو عاقل عارف باللہ سے صادر ہو۔ غیر عاقل کی تسبیح دیں دو صورتیں ہیں:

اول:...... یہ کہ غیر عاقل اللہ تعالیٰ کے وجود، تعظیم، تنزیہہ پر دلالت کرتے ہیں۔

دوم:...... یہ کہ تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے حضور منقاد ہیں، اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اگر ہم تسبیح کو قول پر محمول کریں تو سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: سے فرشتوں اور مومنین عارفین باللہ کی تسبیح مراد ہے۔ اگر ہم آیت کو معنوی تسبیح پر محمول کریں تو آسمانوں کے

---

[1] الصاوی ۴/ ۱۶۸

تمام اجزا، ان میں موجود تمام اجرام، سورج چاند ستارے، زمین کے ذرات اس میں موجود پہاڑ، درخت، سمندر، حیوانات اور سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کی عظمت وجلال کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور منقاد ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔

اشکال:...... اگر شبہ ظاہر کیا جائے کہ بعض سورتوں کے شروع میں سَبَّحَ لِلّٰهِ: آیا ہے ماضی کے صیغہ کے ساتھ اور بعض سورتوں میں یُسَبِّحُ لِلّٰهِ: مضارع کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:...... اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمام اشیا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں اور ہمیشہ تسبیح میں مصروف رہتی ہیں، کسی ایک وقت کے ساتھ ان کی تسبیح مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس کی تسبیح میں مصروف ہیں ماضی، حال اور مستقبل ہمہ وقت میں۔[1] وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنے حکم پر غالب ہے کوئی چیز بھی اس کے آگے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اپنے افعال میں حکیم ہے وہی کام کرتا ہے جن کا حکمت ومصلحت تقاضا کرتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کا ذکر ہے۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق میں متصرف کرنے والا ہے اور وہی مالک ہے، جسے چاہتا ہے زندہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زندوں کو دنیا میں موت دیتا ہے اور مُردوں کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔[2] وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: زمین وآسمان میں اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ قَدِيْرٌ: صیغہ مبالغہ ہے اور فعیل کا وزن بھی اوزان مبالغہ میں سے ہے۔ یعنی بہت زیادہ قدرت والا۔

اللہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ:...... اللہ کے وجود کی کوئی ابتداء نہیں اور نہ ہی اس کی بقاء کی کوئی انتہا ہے۔ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ: دلائل وبراہین جو اس کے وجود پر دلالت کرتی ہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عقل کے لیے ظاہر ہے۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اس لحاظ سے وہ باطن ہے، نیز عقل اس کی ذات کی کنہ تک رسائی نہیں حاصل کر سکتی۔ حدیث میں ہے: تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں، تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے کہ تیرے ورے کوئی چیز نہیں۔[3] شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صاحب کشاف نے اَلْبَاطِنُ: کی تفسیر کی ہے یعنی وہ ذات جس کا حواس ادراک نہ کیا جا سکے۔ صاحب کشاف نے اپنے مذہب کے مطابق یہ تفسیر کی ہے اس کے نزدیک آخرت میں رویت باری تعالیٰ محال ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وجود کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اپنی کنہ (حقیقت) کے اعتبار سے باطن ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل وابد کے اعتبار سے دونوں اوصاف کا جامع ہے۔[4] وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ کائنات میں پائے جانے والے ہر ذرہ کا علم رکھتا ہے، زمین وآسمان میں اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں کی مقدار (کے وقت) میں پیدا کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں پل جھپکنے میں پیدا کر دیتا، اس میں اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت متحقق ہوتی ہے۔ اور اس کی کمال قدرت کا اظہار ہے۔ جیسے يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ: میں حکمت رب تعالیٰ اور کمال علم کا تحقق ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: عرش پر استوا جیسا کہ اس کی عظمت جلال کے لائق ہے بغیر تمثیل اور کیفیت کے۔

اللہ کے علم میں سب کچھ برابر ہے

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا:...... اللہ تعالیٰ جانتا ہے زمین میں جو بارش اور مُردے داخل ہوتے ہیں اور زمین سے جو معدنیات اور نباتات نکلتی ہیں انہیں بھی بخوبی جانتا ہے۔ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا: آسمان سے جو رزق، فرشتے، رحمت اور عذاب نازل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے اور آسمان میں جو چڑھتے ہیں یعنی فرشتے اور اعمال صالحہ اللہ انہیں بھی جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ: اللہ ہی کی طرف پاک کلمات اوپر چڑھتے ہیں۔ (سورہ فاطر، آیت ۱۰)

---

[1] تفسیر الخازن ۴/۲۹ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/۲۳۶ [3] جزاء الحدیث اخرجہ مسلم واحمد [4] حاشیۃ زادہ علی البیضاوی ۳/۴۴۸

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ :...... اللہ تعالیٰ ہر آدمی کے ساتھ ہے، اس کے علم نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر نگہبان ہے، تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہے، خواہ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ خشکی میں ہو یا تری میں ہو، دن میں ہو یا رات میں ہو، گھروں میں ہو یا صحراؤ بیابانوں میں ہو، سب کچھ اللہ کے علم میں برابر ہے، وہ تمہارے کلام کو سنتا ہے اور تمہاری جگہ کو دیکھتا ہے اور تمہاری پوشیدہ باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔[1] وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال پر نگہبان ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز پر مطلع ہے۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: تاکید اور حشر ونشر کے اثبات کی تمہید کے لیے یہ مضمون مکرر لایا گیا ہے، یعنی حقیقت میں میں صرف اللہ تعالیٰ معبود ہے، اپنی مخلوق میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ :...... آخرت میں صرف اللہ ہی کی طرف جمیع مخلوقات نے لوٹ کر جانا ہے۔ اور وہی سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ: اللہ تعالیٰ کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اپنی حکمت اور قدرت سے دن رات کو ادلتا بدلتا ہے۔ ہر ایک کو دوسرے میں داخل کرتا ہے، کبھی رات کو طول دیتا ہے اور دن کو کوتاہ کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس۔ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: اللہ تعالیٰ دلوں ں کے بھیدوں اور پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ جو ذات اس صفت کے سات متصف ہو پھر جائز نہیں کہ اس کے سوا کسی اور کو پوجا جائے۔ اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وعظمت کے دلائل ذکر کیے ہیں اب آگے توحید وطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: اس امر کی تصدیق کرو کہ اللہ یکتا ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تم نائب ہو مالک نہیں

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ:...... اور ان اموال میں سے صدقہ کرو جن میں تصرف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں نائب مقرر کر رکھا ہے، یہ اموال حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں تمہاری ملکیت نہیں ہیں۔ تسہیل میں ہے: یعنی وہ اموال جو تمہارے قبضے میں ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے۔ لیکن تم ان سے عارضی فائدہ اٹھاتے ہو اور تصرف کرنے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں نائب مقرر کر رکھا ہے۔ لہٰذا تم ان اموال میں بمنزلہ وکلا ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے مصارف میں خرچ کرنے سے ان اموال کو روک نہیں سکتے ہو۔ اس سے غرض انفاق فی سبیل اللہ اور زہد فی الدنیا کی ترغیب دینا ہے اسی لیے بعد میں فرمایا: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ: جو لوگ ایمان صادق اور انفاق فی سبیل اللہ کے جامع ہوتے ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے، اور وہ جنت ہے۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت میں بہت سارے مبالغات ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ چنانچہ جملہ اسمیہ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لایا گیا، ایمان وانفاق کا ذکر دہرایا گیا۔ اٰمَنُوْا وَاَنْفَقُوْا: اور لَهُمْ: کی اسناد مکرر لائی گئی، پھر اَجْرٌ كَبِيْرٌ: میں نکرہ کے ساتھ اجر میں تفخیم پیدا کی گئی ہے۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ: استفہام انکار وتوبیخ کے لیے ہے۔ اللہ پر ایمان نہ لانے میں تمہارا کیا عذر ہے؟ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ: حالاں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دعوت ایمان دیتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، وہی تمہارا خالق ومالک ہے، پیغمبر علیہ السلام کے پاس دلائل وبراہین ہیں جن کی روشنی میں وہ تمہیں دعوت ایمان دیتے ہیں۔ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ: اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد لے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل موجود ہیں جو عقلوں کو کھٹکھٹاتے ہیں۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ عہد قیام دلائل اور تمکین نظر سے متعلق ہے۔[2] خازن کہتے ہیں: اس وقت اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا جب تمہیں آدم کی پشت سے نکالا اور تمہیں آگاہ کر دیا کہ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ دوسرے قول کے مطابق تفسیر یہ ہے: تم سے عہد لیا بایں طور کہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ نے عقل ودیعت کی ہے اور براہین ودلائل قائم کر دیتے ہیں جو تمہیں اتباع رسول کی دعوت دیتے ہیں۔[3] اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: شرط ہے اس کا جواب محذوف رہے یعنی اگر تم کسی بھی وقت میں سچے مومن ہو تو یہ وقت تمہارے اوپر دلائل وبراہین کے قیام کا اچھا وقت ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۴۴۵ [2] تفسیر ابی سعود ۵/۱۳۷ [3] تفسیر الخازن ۴/۳۱

دلائل وجوب ایمان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وجوب ایمان پر بعض دلائل ذکر کیے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ: وہی اللہ تو ہے جس نے محمد پر قرآن عظیم نازل کیا ہے جو کہ اپنے بیان میں معجز ہے اور احکام میں واضح ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: آیات بینات سے مراد قرآن عظیم ہے۔ دوسرے قول کے مطابق: معجزات مراد ہیں یعنی محمد پر ایمان لانا تمہارے اوپر لازمی ہو چکا ہے چوں کہ ان کے پاس معجزات ہیں اور قرآن عظیم ہے۔ [1] لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: تاکہ تمہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لائے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر بہت زیادہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، چنانچہ اس نے کتابیں نازل کیں اور تمہاری ہدایت کے لیے پیغمبر بھیجے اور تمہارے لیے صرف عقلی دلائل ہی قائم کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: بھلا تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اللہ کے قریب کرنے والے مصارف میں خرچ کرنے سے کس نے روکا ہے؟ حالاں کہ تم نے مرجانا ہے اور اپنے اموال کو چھوڑ جانا ہے نتیجۃً وہ اموال اللہ کی طرف لوٹ جائیں گے۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: معنی ہے: تم مرجاؤ گے اور تمہارے اموال وراثت میں منتقل ہو جائیں گے، بھلا پھر تم طاعت خداوندی میں ان اموال کو کیوں نہیں خرچ کرتے؟ [2]

فتح مکہ سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ اور قتال کا مرتبہ

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ:...... جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ کے دشمنوں سے لڑے وہ فضیلت میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اپنے اموال خرچ کیے اور اللہ کی راہ میں لڑے۔ مفسرین کہتے ہیں: فتح مکہ سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ کا بڑا مقام تھا چوں کہ فتح مکہ سے پہلے اسلام کو انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی اشد حاجت تھی۔ فتح مکہ کو حد فاصل بنایا گیا ہے چوں کہ فتح مکہ کے بعد لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا: یہ لوگ فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے درجات میں بڑھ کے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے چوں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال بنے رہے اور آپ کا دفاع کرتے رہے۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى: سب اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے ہاں البتہ درجات میں تفاوت ہوگی، خواہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے یا فتح مکہ کے بعد۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے اور تمہارے دل کے بھیدوں سے بخوبی آگاہ ہے، لہٰذا تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، آیت میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: کون ہے جو اللہ کی راہ میں اللہ کی خوشنودی کے لیے مال خرچ کرے۔ فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ: یوں مال خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کے اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھا دے گا۔ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ: بایں ہمہ اس کے لیے ثواب عظیم ہے اور وہ جنت ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ان کے لیے اچھا بدلہ اور عزت کی روزی ہے اور وہ جنت ہے۔

ابو دحداح انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنا باغ اللہ کو قرض میں دینا

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو دحداح انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرضہ مانگتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔ اے ابو دحداح! عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اپنا ہاتھ مجھے دکھائیے، آپ نے اپنا دست مبارک ابو دحداح کو پکڑا دیا۔ عرض کیا: میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو قرض میں دے دیا۔ باغ میں چھ سو کھجوروں کے درخت تھے۔ پھر ابو دحداح گھر لوٹے اور بیوی کو آواز دی: اے ام دحداح! بیوی نے جواب دیا، کہا:

---

[1] تفسیر ۱۷/۲۳۹ [2] التفسیر الکبیر ۲۹/۲۱۸

باہر نکلو میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرضہ میں دے دیا ہے۔ بیوی نے کہا: تم نے بہت سودمند سودا کیا ہے۔ پھر بیوی نے اپنا مال و اسباب اور عیال باغ سے باہر نکال دیے۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین کے متعلق خبر دی ہے کہ قیامت کے دن ان کا نور ان کے ساتھ ہوگا۔ یَوۡمَ تَرَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ يَسۡعٰى نُوۡرُهُمۡ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَبِاَيۡمَانِهِمۡ: اس دن کو یاد کرو جب تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کے نور کو ان کے سامنے اور ان کے دائیں بائیں دمکتا ہوا دیکھو گے تاکہ مومنین پل صراط سے گزرنے کے لیے روشنی حاصل کریں اور اس دن ان کے چہرے بھی چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ بُشۡرٰٮكُمُ الۡيَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ: اور ان سے کہا جائے گا: تمہیں جنت کی بشارت ہے جس کے محلات کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گے۔ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا: ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے۔ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ: یہ ایسی عظیم کامیابی ہے کہ اس کے بعد کوئی اور کامیابی ہے ہی نہیں، چوں کہ یہ ابدی سعادت کا سبب ہے۔ روایت نقل کی گئی ہے کہ ہر مومن کا نور اس کے ایمان کے بقدر ہوگا اور مومنین کے انوار میں فرق ہوگا، چنانچہ ان میں سے بعض کا نور صرف اس کے پاؤں تک محدود ہوگا، بعض کا نور تھوڑی دیر کے لیے دمکے گا پھر وقفہ کرے گا پھر دمکے گا۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں: آیت میں بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَبِاَيۡمَانِهِمۡ آیا ہے چوں کہ نیکوکاروں کو نامہ ہائے اعمال دائیں ہاتھوں میں اور سامنے دیے جائیں گے جیسے بدکاروں کو بائیں ہاتھوں میں اور پیٹھ کے پیچھے سے دیے جائیں گے۔ مومنین کے حال کے بعد منافقین کا حال بیان کیا ہے۔

روزِ قیامت منافقوں کی مومنوں سے نور کی درخواست

يَوۡمَ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِكُمۡ:...... ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم تمہاری روشنی میں سے کچھ حاصل کر سکیں۔ مفسرین کہتے ہیں: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ان کے اعمال کے بقدر نور عطا فرمائے گا جب کہ منافقین و مشرکین بلا نور کے ہوں گے۔ مؤمنین کو یہ نور پل صراط سے گزرنے میں روشنی فراہم کرے گا۔ مؤمنین چل رہے ہوں گے اسی دوران اللہ تعالیٰ تیز ہوا بھیجے گا جس کے ساتھ تاریکی بھی ہوگی، منافقین حیران و پریشان رہ جائیں گے اور کچھ بھی نہیں دیکھ سکیں گے اور مومنین سے کہیں گے: ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم تمہاری روشنی میں سے کچھ حاصل کر سکیں۔

مؤمنین کا جواب

قِيۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَكُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا:...... مؤمنین مذاق کے طور پر ان سے کہیں گے: واپس دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور وہاں سے یہ روشنیاں تلاش کر کے لاؤ۔ ابوحیان کہتے ہیں: مومنین کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں انہیں روشنی نہیں ملے گی۔ یہ بات ان سے محض استہزا کے طور پر کہیں گے۔ گویا انہیں محض ناامیدی دلائیں گے۔[2] فَضُرِبَ بَيۡنَهُمۡ بِسُوۡرٍ لَّهٗ بَابٌ: پھر مومنین اور منافقین کے درمیان بطور آڑ دیوار کھڑی کر دی جائے گی جو اہل جنت اور اہل دوزخ کو الگ الگ کر دے گی۔ اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا۔ بَاطِنُهٗ فِيۡهِ الرَّحۡمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنۡ قِبَلِهِ الۡعَذَابُ: اس دیوار کے باطنی طرف مومنین کی جہت میں رحمت ہوگی اور وہ جنت ہے۔ اور ظاہری طرف جو کافروں کی جہت ہوگی عذاب یعنی دوزخ ہوگی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ایک آڑ ہوگی جو مومنین اور منافقین کے درمیان حائل ہو جائے گی، جب مومنین اس تک پہنچیں گے تو اس دروازے سے داخل ہوں گے جب مومنین کا داخلہ مکمل ہو جائے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور منافقین دروازے کے باہر حیران و سرگرداں رہ جائیں گے اور ظلمت و عذاب انہیں گھیرے گا۔[3] يُنَادُوۡنَهُمۡ اَلَمۡ نَكُنۡ مَّعَكُمۡ: منافقین مومنین کو پکاریں گے: کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ ہم بھی تمہاری طرح نماز پڑھتے تھے، تمہاری طرح روزے رکھتے تھے، جمعہ اور اجتماعات میں تمہارے ساتھ شریک ہوئے تھے اور غزوات میں تمہارے ساتھ مل کر دشمن سے لڑتے تھے۔ قَالُوۡا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمۡ فَتَنۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ: مومنین انہیں جواب دیں گے: جی ہاں بظاہر تم

---

[1] تفسیر الکبیر ۳/۴۸ [2] البحر المحیط ۸/۲۲۱ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۴۵۰

ہمارے ساتھ تھے لیکن نفاق نے تمہیں ہلاک کر دیا تھا۔ وَتَرَبَّصْتُمْ: اور تم مومنین پر حوادث زمانہ کی لپیٹ کا انتظار کرتے تھے۔ وَارْتَبْتُمْ: اور تم دین کے معاملہ میں شک کا شکار تھے۔ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ: اور بے سروپا آرزوؤں نے تمہیں رحمت خداوندی کی وسعت کی وجہ سے دھوکا میں رکھا۔ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ: حتیٰ کہ تمہیں موت نے آن گھیرا۔ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ: اور تمہیں شیطان چکر باز نے دھوکے میں رکھا چوں کہ وہ تمہیں اپنی اس بات سے آس دلاتا تھا: اللہ تو غفور رحیم ہے، وہ تمہیں عذاب نہیں دے گا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین مسلسل شیطان کے نرغے میں رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ میں ڈال دیا۔[1] مفسرین کہتے ہیں: الغرور، عین کی فتح کے ساتھ بمعنی شیطان چوں کہ وہ انسان کو دھوکا دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ (سورۃ الحدید، آیت ۵ تا ۶)

تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکا میں نہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان بھی دھوکا میں تمہیں نہ ڈالے، شیطان تمہارا دشمن ہے اسے اپنا دشمن سمجھو۔

آج کوئی معاوضہ قبول نہیں ہوگا

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا:...... اس خوفناک دن میں کسی سے کوئی بدلہ اور معاوضہ نہیں قبول کیا جائے گا اے منافقین کی جماعت نہ ہی تم سے اور نہ کفار سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کافر سے کہے گا: مجھے بتاؤ اگر تمہارے پاس کئی گناہ دنیا ہوتی کیا تو اس سب کو دوزخ کے عذاب کے بدلہ میں فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا: جی ہاں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تو تم سے اس سے کہیں زیادہ معمولی چیز کا مطالبہ کیا تھا در آں حالیکہ تو اپنے باپ آدم کی پشت میں تھا، وہ یہ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا مگر تو نے شرک ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ: اب تمہارا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔ هِيَ مَوْلٰىكُمْ: وہی تمہاری مددگار ہے، اس کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ آیت میں تہکم ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: اور دوزخ کی آگ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ علما کا قول ہے کہ سعادت مندوہ ہے جو طمع کے دھوکا میں نہ آئے اور دھوکا کی طرف اس کا میلان بھی نہ ہو۔ جو شخص لمبی لمبی آرزوئیں من میں بسائے رکھتا ہے وہ عمل کو بھول جاتا ہے اور موت سے غافل رہتا ہے۔[2]

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝١٦ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝١٧ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ
وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝١٨ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٩ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي ع ١٨
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ
وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝٢٠

[1] تفسیر الخازن ۴/ ۳۴ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۴۷

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ
مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ ۚ
لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾ ۙ الَّذِيْنَ
يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا
بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ
شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ ع ۱۹
اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا
فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ
رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ
بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ۙ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّنْ فَضْلِ
اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع ۲۰

ترجمہ: ......کیا ایمان والوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق تھے ﴿۱۶﴾ جان لو کہ بے شک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد بے شک ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کیں تا کہ تم سمجھو ﴿۱۷﴾ بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا، ان کے لیے اس کو بڑھا دیا جائے گا۔ ان کے لیے اجر کریم ہے ﴿۱۸﴾ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہدا ہیں اپنے رب کے پاس ہیں۔ ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں ﴿۱۹﴾ تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتانا ہے۔ جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سوائے مخاطب! اس کو تو زرد ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیاوی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے ﴿۲۰﴾ تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین

کی وسعت کے برابر ہے۔ وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اپنا فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔㉑ کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے،㉒ تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا㉓ جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزاوار حمد ہے۔㉔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدت ہیبت ہے اور لوگوں کے لیے طرح طرح کے فائدہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔㉕ اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی' سو ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے،㉖ پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے' اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا' اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا، ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا' اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا' ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا' سو انہوں نے اس کی پوری رعایت کی' سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے' ہم نے ان کو ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں۔㉗ اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا کہ تم اس کو لیے ہوئے چلو پھرو گے اور وہ تم کو بخش دے گا' اور اللہ غفور رحیم ہے㉘ تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں' اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے' وہ اسے جس کو چاہے دے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔㉙

ربط: ......اوپر کی آیات میں منافقین وکفار کے دنیوی زندگی سے دھوکا کھانے کا ذکر ہوا ہے اب ان آیات میں مومنین کو متنبہ کی جا رہا ہے کہ وہ اس طرح کے دھوکا میں نہ آئیں اور نہ ہی اہل کتاب کی طرح دنیا کی دھوکا میں آئیں۔ اس کے بعد دنیا کی زندگی اور اس کی رونقوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سورۂ مبارکہ کے آخر میں تقویٰ اور عمل صالح کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مومنین کو اتباع رسول ﷺ اختیار کر کے کئی گنا اجر وثواب کے حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

شان نزول: ......جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور انہیں زندگی میں تھوڑی آسودگی ملی اور مکہ جیسے مجاہدہ میں کمی واقع ہوئی اس پر عتاب نازل ہوا اور یہ آیت اتری اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہمارے اسلام قبول کرنے اور اس آیت کے نزول میں چار سال کا وقفہ ہے۔

لغات: یَاۡنِ: ......وقت آتا ہے۔ أنی یأنی جیسے رمی یرمی شاعر کہتا ہے:

ألم یأن لی یا قلب ان اترك الجهلا ۔۔۔ وان یحدث الشیب المبین لنا عقلا

اے دل! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ میں جہالت کو چھوڑ دوں اور بڑھاپا میرے اندر عقل مندی کو پیدا کر دے؟

تَخۡشَعَ: ......تو جھکتا ہے، نرمی دکھاتا ہے۔ الۡاَمَدُ: اجل، زمانہ یَهِيۡجُ: هاج الزرع۔ کھیتی سرسبز وشاداب ہونے کے بعد خشک ہو گئی حُطَامًا: چورا چورا ہو جانا۔ قَفَّيۡنَا: ہم پیچھے لائے۔ كِفۡلَيۡنِ: کفل کا تثنیہ ہے بمعنی حصہ۔

تفسیر: اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ: ......کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اور اللہ کے مواعظ کے لیے نرم پڑ جائیں وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ: اور جو قرآن عظیم کی آیات نازل ہوئے ہیں ان کے لیے جھک جائے وَلَا یَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ: اور اہل ایمان ان یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل دی فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ: پھر ان کے اور ان کے انبیا کے درمیان طویل زمانہ گزر گیا حتیٰ کہ ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے۔

اہل کتاب کے دل سخت ہو گئے

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ: یعنی دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور قرآنی مواعظ سے روگردانی کر دی۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی: دل سخت ہو گئے ان پر خیر و بھلائی اور طاعت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو ڈرا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں جب ان کے دل سخت ہو گئے اور ان پر زمانہ طویل گزر گیا۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ: اکثر اہل کتاب اللہ کی طاعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں دل سخت ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنے دین کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب ان پر مدت طویل گزر گئی تو انہوں نے اللہ کی کتاب کو بدل دیا اور اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا، انہوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدا بنا لیا، اب کے ان کے دل سخت ہو گئے جن پر وعظ، وعدو وعید کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: اے مومنین کی جماعت! جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ قحط زدہ و بنجر زمین کو بارش کے پانی کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔ زمین سے سبزہ کو خشک ہو جانے کے بعد نکالتا ہے۔ یہ خشک ہو جانے والے دلوں کی تمثیل ہے کہ ان کو ذکر اللہ اور تلاوت قرآنی سے زندہ کیا جائے۔ جیسے زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دل پتھر ہو جانے کے بعد بھی نرم ہوتے ہیں اور ان میں اثر پذیری کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ علم و حکمت کے ذریعے بھی دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ [1] بحر میں لکھا ہے: بظاہر یہ سخت دلوں کے نرم کرنے اور ان پر مواعظ کی اثر پذیری کی تمثیل ہے چنانچہ جس طرح بارش زمین میں اثر کرتی ہے اور قحط زدہ ہو جانے کے بعد سرسبز ہو جاتی ہے، اسی طرح بدن کے دلوں پر خشوع اور طاعات کا اثر ہوتا ہے۔ [2] قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ: ہم نے تمہارے لیے حجج و براہین واضح کر دیے جو ہماری کمال قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: تاکہ تم قرآن میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ پیغام کو سمجھ سکو اور اس میں غور و فکر کر سکو۔

اللہ کو قرض دینے والوں کا اجزا

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا:...... بے شک جو لوگ فقراء پر اللہ کی رضامندی کے لیے خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ نیکی کے مختلف کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ: انہیں کئی گنا ثواب ملے گا، اور ایک نیکی کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس سے بھی بڑھ کر ان کے لیے جنت کی صورت میں ثواب ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اَلْمُصَّدِّقِيْنَ: اصل میں اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ: تھا، تائے تفعل کو صاد میں بدلا پھر صاد کو صاد میں ادغام کر دیا، اَلْمُصَّدِّقِيْنَ: بن گیا۔ قرضہ حسنہ سے مراد خوش دلی سے صدقہ کرنا ہے، اور خلوص نیت کے ساتھ فقیر کو عطا کرنا ہے۔ گویا انسان فقیر کے ساتھ حسن سلوک کر کے اللہ کو قرضہ حسنہ دیتا ہے جس کے اچھے بدلے کا وہ دار الجزا میں مستحق ٹھہرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ: جن لوگوں نے اللہ کی توحید اور وجود کی تصدیق کی اور اس کے پیغمبروں پر کامل طریقہ سے ایمان لائے ان پر شک و شبہ کا گزر نہ ہوا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ: یہی لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لانے کے ساتھ متصف ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مقام صدیقیت اور مقام شہادت کو حاصل کر رکھا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے وہ صدیق اور شہید ہے۔ [3] آخرت میں ان کے لیے اجر و ثواب ہے اور ان کے ساتھ نور ہو گا جو ان کے سامنے اور بائیں طرف ہو گا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ: جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اس کی آیات کو جھٹلایا، یہی لوگ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

خلود فی النار کفار کے ساتھ خاص ہے

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ خلود فی النار کفار کے ساتھ مخصوص ہے، چوں کہ یہ ترکیب اسی چیز کی خبر دیتا ہے چنانچہ فرمایا:

---

[1] تفسیر الخازن ۴/ ۳۵ [2] البحر المحیط ۸/ ۲۲۳ [3] تفسیر کبیر ۲۹/ ۲۳۲

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ:...... صحبت کسی چیز کے ساتھ لازم رہنے پر دلالت کرتی ہے۔ مؤمنین وکفار کے احوال کا ذکر ہوا ہے چوں کہ کفار دنیا کی رونقوں میں گم ہو جاتے ہیں اور مؤمنین کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ اب آگے دنیا کی حقارت کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ: اے سامعین کی جماعت! جان رکھو: یہ دنیا کی زندگی کھیل کود ہے جس میں جانیں تھک جاتی ہے جیسے بچے کھیل کود کر تک جاتے ہیں۔ وَلَهْوٌ: اور انسان کے لیے ایسی مشغولیت ہے جو اسے آخرت اور طاعت خداوندی سے غافل کر دیتی ہو۔ وَزِينَةٌ: اور محض زیب وزینت ہے جیسے فاخرہ لباس، خوبصورت سواریاں اور اونچے اونچے بنگلے۔ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ: اور فخر ومباہات ہے یعنی مال ودولت، حسب ونسب اور اولاد پر فخر کا نام دنیا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

أرى اهل القصور اذا أميتوا بنوا فوق المقابر بالصخور
أبوا الا مباهاةً وفخرًا على الفقراء حتىٰ فى القبور

میں دیکھ رہا ہوں کہ عالی شان محلات میں رہنے والے جب مر جاتے ہیں تو قبروں پر بڑے بڑے قبے بنا لیتے ہیں۔ وہ محض فقرا پر فخر ومباہات قائم رکھنے اور اپنا رعب برقرار رکھنے کے لیے ایسا کرتے ہیں حالاں کہ وہ قبروں میں مُردے ہوتے ہیں۔[1]

وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ:...... کثرت مال اور کثرت اولاد پر فخر ومباہات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مال جمع کرنا اللہ کے ناراضی کا سبب ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر فخر کیا جاتا ہے اور ایسے امور پر خرچ کیا جاتا ہے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنتے ہیں۔ بس یہ نری تاریکی ہے۔[2]

دنیاوی زندگی کی مثال

كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ:...... جیسے موسلا دھار مینہ جو کسی زمین پر برستا ہے اور اس کے نتیجے میں اگنے والا سبزہ کسانوں کو عجب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا: پھر یہ سبزہ شادابی کے بعد خشک ہو جاتا ہے پھر خوشنما ہونے کے بعد زرد پڑ جاتا ہے۔ ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا: پھر یہ خشک ہو جانے کے بعد چورا چورا ہو جاتا ہے اور آندھیاں اسے تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ یہی دنیا کا بھی حال ہوتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں الْكُفَّارَ: سے مراد کسان ہیں چوں کہ وہ بھی مٹی میں بیج چھپا دیتے ہیں۔ آیت کا معنی ہے: دنیا کی زندگی کھیتی کی مانند ہے جو دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہے اور انہیں مبہوت کر دیتی ہے پھر تھوڑی ہی مدت میں اس کی رونقیں پیوند خاک ہو جاتی ہیں گویا کچھ تھا ہی نہیں۔ جب کھیتی کسانوں کو بھلی لگتی ہے اس وقت اس کا حسن دوبالا ہوتا ہے۔[3]

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ:...... آخرت کے بدلہ کی دو صورتیں ہیں یا تو شدید عذاب ہوگا اور وہ کفار فجار کو ہوگا یا اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا ہوگی اور یہ بدلہ نیکوکاروں کو حاصل ہوگا۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ: دنیا کی زندگی اپنی حقارت اور جلد ختم ہو جانے میں محض زائل ہو جانے والا سامان ہے، جس سے غافل دھوکا کھا جاتا ہے اور جاہل اس کے فریب میں آ جاتا ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دنیا دھوکے کا سامان ہے جو آخرت سے غافل کر دیتا ہے۔ اگر دنیا اللہ کی رضا مندی اور آخرت کی طلب کا ذریعہ ہو تو پھر اچھا متاع ہے اور اچھا وسیلہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حقارت بیان کی اور اس کی معاملہ کو نہایت کم تر بتایا اور آخرت کا معاملہ عظیم تر کر کے ظاہر کیا۔ تو اب اللہ کی رضا جوئی کی ترغیب دی جا رہی ہے جو کہ ابدی سعادت کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ: اے لوگو! اعمال صالحہ کی طرف سبقت لے جاؤ جو موجب مغفرت خداوندی ہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں: تعبیر کے لیے سَابِقُوا: کا لفظ لایا گیا ہے گویا لوگ دوڑ کے میدان میں ہیں اور معنی ہے: مغفرت کے سبب یعنی عمل صالح اور ایمان کی طرف سبقت لے جاؤ۔

---

[1] مصنف کہتے ہیں میں نے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے یہ دو اشعار سنے ہیں۔ [2] تفسیر کبیر ۹/ ۲۳۳ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۵۵

جنت کی وسعت

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ:...... اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اس جنت کی طرف جو نہایت وسیع و عریض ہے۔ جس کی چوڑائی سات آسمانوں اور ان کے ساتھ زمین کی چوڑائی کے برابر ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جنت کی چوڑائی کو سات آسمانوں اور سات زمینوں کی چوڑائی کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جنت کا طول اس کے عرض سے کہیں زیادہ ہے۔ آیت میں صرف عرض کا ذکر ہے جو اس امر پر تنبیہ کر رہا ہے کہ اس کا طول عرض کے کئی گنا زیادہ ہے۔[1] بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب عرض کا یہ عالم ہے بھلا طول کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہوسکتا ہے۔ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ: اللہ تعالیٰ نے اس کو اللہ اور اس کے پیغمبروں کی تصدیق کرنے والے مومنین کے لیے تیار رکھا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کر دی ہے اور وہ موجود ہے چوں کہ جو چیز ابھی تک وجود میں نہ آئی ہو وہ تیار نہیں ہوتی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ: جس مغفرت اور جنت کا مومنین کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کا فضل ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کرے اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ: اللہ تعالیٰ وسیع عطاء اور احسان عظیم کرنے والا ہے۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ: زمین میں مختلف مصائب میں سے جس مصیبت کا بھی ظہور ہوتا ہے جیسے قحط، زلزلہ، فصلوں کا تباہ ہونا، پھلوں میں کمی کا واقع ہونا وغیرہا۔ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ: جیسے بیماریاں، سستی، فقر و فاقہ اور اولاد کا مرجانا وغیرہا۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا: مگر یہ کہ وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے قبل ازیں کہ اس مصیبت کی خلق و ایجاد کا مرحلہ وقوع پذیر ہوتا۔ تسہیل میں لکھا ہے: معنی یہ ہے کہ تمام معاملات ازل ہی سے تقدیر میں طے کر لیے گئے ہیں اور وہ وجود میں آنے سے پہلے ہی لکھے ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل تمام اشیاء کی تقدیر کو لکھ دیا ہے درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔[2] اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ: اس امر کا کثرت کے باوجود اثبات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے، اگرچہ بندوں پر مشکل ہے۔

مصائب کی حکمت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قضا و قدر کے مطابق ان اشیا کے وقوع کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ: اللہ تعالیٰ نے اس کا اثبات کیا ہے اور یہ لکھ دیا ہے تاکہ دنیا کی نعمتیں فوت ہوجانے پر تمہیں حزن و ملال نہ ہو۔ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ: اور تاکہ تم دنیا اور اس کی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی ہیں پر اتراؤ نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: حزن سے مراد وہ حزن ہے جو ناامیدی کا موجب ہو، اور وہ فرحت مراد ہے جو موجب عجب و فخر ہو۔ اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر آدمی کو حزن و ملال لاحق ہوتا ہے اور اسے فرحت بھی حاصل ہوتا ہے، لیکن مومن مصیبت میں صبر کرتا ہے اور خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔[3] آیت کا معنی ہے: ایسا حزن نہ کرو جس کی وجہ سے تم ہلاک ہوجاؤ اور ایسی خوشی بھی نہ کرو جو تمہیں سرکشی پر مجبور کر دے اور تم اترانے لگو۔ اسی لیے بعض عارفین کا قول ہے "جو تقدیر کے حوالہ میں اللہ تعالیٰ کے بھید کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اس پر مصائب آسان ہوجاتے ہیں۔"[4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے جو مصیبت بھی پہنچی، میں نے اس میں تین نعمتوں کو پایا۔

اول: ...... یہ مصیبت میرے دین پر نہیں پڑی۔ دوم: ...... یہ اتنی بڑی مصیبت نہیں ہے جتنا کہ اسے ہونا چاہیے تھا۔

سوم: ...... اللہ تعالیٰ اس پر مجھے اجر و ثواب عطا کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۵ تا ۱۵۷)

---

[1] البحر المحیط ۸/۲۲۵ [2] التسہیل ۴/۹۹ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/۲۵۸ [4] التفسیر الکبیر ۲۹/۲۳۹

''صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ان پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا اور یہی لوگ ہدایت پر قائم رہنے والے ہیں۔''

اللہ متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ:...... اللہ تعالیٰ کسی بھی تکبر کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی دنیا پر اترانے والے اور لوگوں پر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ آگے ان لوگوں کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور کنجوسی کی ترغیب دیتے ہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ: جس آدمی نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روگردانی کی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ: تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اور اس کے مال خرچ کرنے سے بے نیاز ہے اور وہ تو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے سزاوار حمد وستائش ہے۔ اس کے شکر سے اعراض کرنا اس کے لیے ضرر رساں نہیں اور فرمانبرداروں کی طاعت اسے نفع نہیں پہنچاتی۔ آیت میں وعید بھی ہے اور تہدید بھی۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ: لام برائے قسم ہے جو کہ محذوف ہے۔ یعنی اللہ کی قسم! ہم نے پیغمبروں کو قطعی دلائل اور واضح معجزات سے لیس کر کے بھیجا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ: ہم نے اس کے ساتھ آسمانی کتابیں بھی نازل کیں جن میں بشریت کی ہدایت اور سعادت ہے۔ ہم نے قانون نازل کیا جس کے ذریعے لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے میزان کی تفسیر عدل سے کی ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے وزن کیا جاتا ہے اور معاملہ کیا جاتا ہے۔ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ: تاکہ لوگ اپنے معاملات میں حق اور عدل کا قیام کریں۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ: اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں عسکری قوت ودیعت کر دی، چنانچہ آلات حرب لوہے سے بنائے جاتے ہیں جیسے زریں، تیر، ڈھالیں، بندوقیں وغیرھا۔ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ: اور اس میں لوگوں کے لیے بہت سارے منافع ہیں۔ جیسے ہل جوتنے کے اوزار، چھری، کلہاڑی وغیرہ۔ بھلا کون سی ایسی کاریگری ہے جس میں لوہے کو دخل نہ ہو۔ ابوحیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوہے کے پیدا کرنے کو ایجاد سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ (سورۃ الزمر، آیت ۶)

''اور تمہارے لیے چوپایوں کے آٹھ آٹھ جوڑے پیدا کیے۔''

چوں کہ اوامر، جمیع قضایا اور احکام جب آسمان سے نازل ہوئے ہیں تو کل کا نزول آسمان سے کر دیا ہے۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ لوہے سے معادن کی جنس مراد ہے۔

لوہا پیدا کرنے کی حکمت

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ: ...... محذوف عبارت پر اس کا عطف ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے: ہم نے لوہا اتارا تاکہ مومنین اس کے ذریعے قتال کریں اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے جہاد کریں اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والے اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرنے والے کو ممتاز کر دے کہ کون لوہے سے بنے ہوئے اسلحہ کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے استعمال کرتا ہے اور غیب پر کون ایمان رکھتا ہے۔ ابن عباس لکھتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کو بنا دیکھے اس کی مدد کون کرتا ہے۔[1] اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ: اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بذات خود انتقام لینے پر قادر ہے۔ وہی غالب ہے، مغلوب نہیں ہے۔ اپنی قدرت اور غلبہ کے ساتھ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ جس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اسے ہلاک کرنے پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے۔ وہ غالب ہے اور کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ مؤمنین کو جہاد کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ اس سے نفع اٹھائیں اور اجر و ثواب کی مستحق ٹھہریں۔[2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حق کی مخالفت کرنے والے کے علاج کے لیے لوہا بنایا ہے بعد اس کے کہ اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام کیا آپ کی طرف قرآن وحی ہوتا رہا اور

---

[1] تفسیر الجلالین ۴/۱۶۷ [2] تفسیر البیضاوی ۳/۴۵۶

آپ اہل مکہ کو دلائل و براہین سے دعوت ایمان دیتے رہے، چنانچہ جب اہل مکہ پر حجت قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت مشروع کر دیا اور اس کے بعد کفار سے اسلحہ کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا۔ ان کی گردنیں اتار دینے کا حکم دیا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے اور میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھ دیا ہے، جب کہ جو لوگ میرے حکم کی مخالفت کریں گے ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنا دیا ہے، لہٰذا جو آدمی بھی کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ: یعنی اللہ تعالیٰ طاقت اور قدرت والا ہے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ لوگوں کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد تو اس لیے مشروع کیا ہے تاکہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے۔[2] وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ: پیغمبروں کی بعثت کا ذکر ہوا اب اس آیت میں شیخ الانبیاء اور اب الانبیاء یعنی نوح اور ابراہیم علیہما السلام کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ ان دونوں کی نسل کو نبوت اور آسمانی کتابوں سے سرفراز کیا ہے۔ آیت کا معنی ہے: اللہ کی قسم! ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی نسل میں نبوت رکھی جیسے ہم نے چار آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن ان کی اولاد پر نازل کیا۔ آیت میں نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کے شرف و مرتبہ کے پیش نظر۔ نیز ان کے مآثر بہتر زیادہ ہیں۔

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ: ...... نوح اور ابراہیم کی اولاد میں ہدایت یافتہ لوگ بھی ہیں اور بہت سارے نافرمان اور طاعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا: پھر ان کے بعد ہم نے بہت سارے مکرم و معزز پیغمبروں کو مبعوث کیا۔ ہم نے ایک رسول کے بعد دوسرا رسول بھیجا موسیٰ، الیاس، داؤد، سلیمان اور یونس علیہم السلام وغیرھم کو بھیجا۔ وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ: ہم نے ان پیغمبروں کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ: ہم نے ان پر انجیل اتاری جس میں محمد ﷺ کی بشارت دی گئی تھی۔ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً: اور ہم نے ان کے متبعین حوارین کے دلوں میں شفقت اور نرمی ڈال دی۔ تسہیل میں لکھا ہے: یہ حوارین کی تعریف کی جارہی ہے ان کے ایک دوسرے سے محبت کرنے پر۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف میں فرمایا: رحماء بینھم کہ وہ آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔[3]

رہبانیت بدعت ہے

وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ: ...... رہی بات رہبانیت کی، چنانچہ وہ تو ان کے علماء اور راہبوں نے خود گھڑلی تھی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی اور نہ ہی ہم نے انہیں اس کا حکم دیا تھا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رہبانیت سے مراد عورتوں سے دنیا سے دور رہنا اور گرجے کے ساتھ لازم ہو جانا ہے۔ ابْتَدَعُوْهَا: یعنی انہوں نے رہبانیت کو اپنی طرف سے ایجاد کر لیا تھا۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ: ہم نے تو ان کو صرف اس چیز کا حکم دیا تھا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ استثنا منقطع ہے۔ یعنی ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی لیکن انہوں نے اپنی طرف سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے رہبانیت کو اختیار کر لیا تھا۔ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا: پھر انہوں نے رہبانیت کا حق ادا نہیں کیا اور نہ ہی اس کی پابندی کی جیسا کہ اس کی پابندی کرنا تھی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں دو طرح سے مذمت کی جارہی ہے:

اول: ...... اللہ کے دین میں ایسی چیز کو پیدا کر دینا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔

دوم: ...... جس چیز کو بزعم خویش قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھتے تھے اس پر پابندی نہ کر سکنا۔

میری امت کی رہبانیت جہاد ہے

حدیث میں ہے: ہر امت کی ایک رہبانیت ہوتی ہے اور میری امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ:

---

[1] أخرجه ابوداؤد واحمد [2] مختصر ابن کثیر ۳/۴۸۵ [3] التسہیل ۴/۱۰۰

عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں جو صالحین تھے اور وہ عہد پر قائم رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، ہم نے ان کو کئی گنا اجر وثواب عطا کیا۔ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ: اور بہت سارے نصرانی طاعت کی حدود سے باہر نکلے ہوئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے محارم کو توڑتے ہیں، جیسا کہ سورۃ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ التوبۃ، آیت ۳۴)

نصرانیوں کے بہت سارے علما اور رہبان باطل طریقے سے لوگوں کے اموال ہڑپ کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ: ...... اے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے والو! اللہ تعالیٰ کے اوامر بجالاؤ اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے اجتناب کرو اور ایمان پر ثابت قدم رہو۔

تقویٰ اختیار کرنے پر انعامات

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ: ...... اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی دوگنا رحمت عطا فرمائے گا۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ: اور آخرت میں تمہارے لیے نور پیدا کرے گا جس کی روشنی میں تم پل صراط پر چلو گے۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ: اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: اللہ تعالیٰ عظیم مغفرت اور وسیع رحمت والا ہے۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ: ہم نے اس بیان میں مبالغہ اس لیے کیا ہے تاکہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی تخصیص پر قدرت نہیں رکھتے (کہ اللہ تعالیٰ کا فضل انہی کے ساتھ مخصوص ہے) رسالت اور نبوت کو انہی میں بند کر لینا ممکن نہیں۔ لِئَلَّا: میں لا زائدہ ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اہل کتاب کہتے تھے: وحی اور رسالت ہمارے ساتھ مخصوص ہے۔ کتاب وشرع صرف ہمارے لیے ہیں، سارے جہان میں اس عظیم فضیلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مخصوص کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نصرانیوں پر رد کر دیا ہے۔ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ: یہ کہ نبوت، ہدایت اور ایمان اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے عطا کرے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ: اللہ تعالیٰ وسیع فضل واحسان والا ہے۔

بلاغت: ...... سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ، الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ، الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ: ...... میں صفت طباق ہے۔ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا: اور وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا: میں حسن مقابلہ ہے۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ: میں رد العجز علی الصدر ہے، یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ: میں حذف ایجاز ہے۔ اس سے یہ جملہ محذوف ہے وَمَنْ اَنْفَقَ مِنْ بَعْدِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ: چوں کہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: میں استعارہ لطیفہ ہے یعنی تاکہ تمہیں کفر کے ظلمات سے ایمان کے نور کی طرف نکالے۔ چنانچہ ظلمات کا لفظ کفر وضلالت کے لیے استعارہ ہے، اسی طرح نور کا لفظ ایمان کے لیے استعارہ ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو اللہ کو قرضہ دے اور یہ تشبیہ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے۔ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ: میں اسلوب تہکمی ہے یعنی تمہارا حمایتی اور مددگار کوئی نہیں سوائے دوزخ کی آگ کے۔ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ: میں لطیف مقابلہ ہے۔ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: میں تشبیہ تمثیلی ہے۔ چوں کہ وجہ شبہ متعدد سے کشید کی گئی ہے۔ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا: میں تجنیس ناقص ہے۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ: اور فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ: میں خوبصورت سجع بندی ہے جیسے سلک میں موتی پروئے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ قرآن میں اکثر ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الحدید کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۸ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ بعد نماز عشا مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ وفقیرانہ عرض ہے کہ اس خدمت کو قبولیت بخشے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

(ستائیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذٰلک)

پارہ نمبر ۲۸......قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

سورۃ المجادلۃ

تعارف:......سورۂ مجادلہ مدنیہ ہے۔ اس میں احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے، جیسے احکام ظہار، احکام کفارہ ظہار، حکم تناجی، آداب مجلس، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشاورت وگفتگو کرنے سے پہلے صدقہ کرنا، اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہ رکھنا، وغیرہ ذالک۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قصہ مجالدہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ خولہ بنت ثعلبہ کے ساتھ ان کے شوہر نے ظہار کر لیا تھا جیسا کہ جاہلیت کا رواج تھا۔ خولہ نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے خاوند نے میرا مال کھالیا۔ میری جوانی ختم ہوگئی اور میں نے اس کے پاس بچوں کو جنم دیا، اب بڑھاپے میں پہنچ کر اس نے میرے ساتھ ظہار کر لیا ہے، رسول کریم ﷺ نے خولہ سے فرمایا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ تم خاوند پر حرام ہوگئی ہو۔ چنانچہ خولہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مباحثہ شروع کر دیا اور بار بار کہتی: اے اللہ کے رسول! میرے خاوند نے مجھے طلاق نہیں دی ہاں البتہ اس نے میرے ساتھ ظہار کیا ہے، آپ بھی جواب میں حرمت کی بات ارشاد فرما دیتے، پھر خولہ نے اللہ کے حضور عرضی پیش کی: اے اللہ! میں تیرے ہی دربار میں شکایت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کی شکایت اور مشکل کو حل فرما دیا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۱﴾

اس کے بعد کفارۂ ظہار کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾

اس کے بعد تناجی (سرگوشی) کے موضوع پر گفتگو ہوئی ہے۔ تناجی دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنا۔ چنانچہ مومنین کو آذیت پہنچانے کے لیے یہود اور منافقین آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ چنانچہ تناجی کا حکم بیان کیا گیا اور مومنین کو اس کے عواقب سے ڈرایا گیا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۷﴾

اس کے بعد یہود کی ایک اور بد خلقی اور برائی پر بات کی گئی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے، بظاہر سلام کا لفظ کہتے لیکن اسے بگاڑ دیتے جو گالی بن جاتا اور یوں کہتے: یا محمد! السام علیک۔ اس سے ان کی مراد موت ہوتی وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ۔

سورۂ مبارکہ میں منافقین کی خبر لی گئی ہے، منافقین نے یہودیوں میں سے چند مخصوص اشخاص دوست بنا رکھے تھے جنہیں مسلمانوں کے راز بتاتے، چنانچہ ان منافقین کا پردہ اللہ تعالیٰ نے چاک کر دیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ یَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے جو کہ اصل ایمان اور تصلب فی الدین کا ذریعہ ہے، دین تبھی مکمل ہو پاتا ہے جب اللہ کے دشمنوں کو دشمن سمجھا جائے اور ان سے عداوت رکھی جائے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

اٰیاتُھا ٢٢ — (٥٨) سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (١٠٥) — رُکُوْعَاتُھَا ٣

الجزء ٢٨

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ (١) اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ
وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (٢) وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ
مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ
وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (٣) فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ
لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ
وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (٤) اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (٥) یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا
ع ١ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (٦) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ
وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (٧) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ
بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ
اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (٨) یٰۤاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ
وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (٩) اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (١٠)

ترجمہ: ...... بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے (١) تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے (٢) اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا

لونڈی کا آزاد کرنا ہے، قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں۔ اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔③ پھر جس کو میّسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لیے ہے تا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔④ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کیے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔⑤ جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر ان کا سب کیا ہوا ان کو بتلا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔⑥ کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہوتا ہے وہ ضرور چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہو تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں، پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال سے باخبر کر دے گا۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔⑦ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا اور وہ گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے نفسوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے اس کہنے پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا۔ کافی ہے ان کے لیے جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، سو وہ برا ٹھکانا ہے۔⑧ اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔⑨ بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے، تا کہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا۔ اور مؤمن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔⑩

لغات: ...... تَحَاوُرَكُمَا: ......المحاورة: مراجعت کلام۔ حار، یحور ای رجع یرجع۔ اسی سے یہ دعائے ماثورہ بھی ہے۔ ''نعوذ باللّٰه من الحور بعد الكور۔'' ہم زیادتی کے بعد نقصان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

عنترہ کہتا ہے:

لو كان يدري بما المحاورة اشتكى ولكان لو علم الكلام مكلمي۔

''اگر وہ بات چیت کرنا جانتا تو ضرور شکایت کرتا اور اگر کلام کا اسے علم ہوتا وہ ضرور مجھ سے کلام کرتا۔''

يُظٰهِرُوْنَ: ......الظهر سے مشتق ہے۔ مقولہ ہے: ظاهر من امرأته اس نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دیا۔ مُنْكَرًا: المنكر: ہر وہ بات جسے شریعت قبیح قرار دے، معروف کا متضاد۔

شانِ نزول: ......''الف'' اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ کے ساتھ ہم بستری کا ارادہ کیا، بیوی نے انکار کر دیا جس پر وہ غصہ ہو گئے اور بیوی سے ظہار کر لیا، خولہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: اوس نے میرے ساتھ ظہار کر لیا ہے جب کہ میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں، میری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکیں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ اگر میں نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر میں اپنے پاس انہیں رکھوں تو بھوکوں مر جائیں گے، بھلا اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری رائے میں تم اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہو۔ خولہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے خاوند نے طلاق کا ذکر نہیں کیا، وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے محبوب بھی ہے۔ آپ ﷺ بار بار کہتے: میری رائے میں تم اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہو۔ جب کہ خولہ بھی بار بار اپنی بات دہرا رہتیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① [1]

---

[1] الصاوی ۴/۱۷۹

''ب'' بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پاک و بزرگ ہے وہ ذات جو تمام آوازوں کو سن لیتی ہے، مباحثہ کرنے والی (خولہ بنت ثعلبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے بات کی، میں گھر کے ایک کونے میں موجود تھی، میں اس کی باتیں سن رہی تھی گو کچھ باتیں میری سمجھ میں نہ آسکیں، وہ اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی اور کہتی تھی: اے اللہ کے رسول! میری جوانی گزر گئی، مجھ سے میرے خاوند کے بہت سارے بچے پیدا ہوئے حتیٰ کہ اب جب میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میری اولاد بھی مجھ سے کٹ گئی، میرے خاوند نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے۔ یا اللہ! میں تجھ ہی سے اپنی شکایت کرتی ہوں، خولہ اس جگہ سے ٹلنے بھی نہیں پائی تھی کہ جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔[1]

تفسیر: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا:...... قد افعال پر داخل ہوتا ہے اور جب ماضی پر آئے تو تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور جب مضارع پر آئے تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے، جیسے قد یجود البخیل۔ کبھی کبھی بخیل آدمی بھی سخاوت کر دیتا ہے۔ وقد ینزل المطر کبھی کبھی بارش بھی برس جاتی ہے۔ آیت کا معنی ہے: بتحقیق اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں آپ سے مباحثہ کر رہی ہے۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے بات سننے کا معنی قبول دعا ہے۔ اس سے محض علم مراد نہیں ہے جیسے نمازی کہتا ہے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔ وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ: جو اپنی مشکل کے حل کرنے کے لیے اللہ کے حضور فریاد کر رہی ہے۔ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا: اللہ تعالیٰ تمہاری بات اور تمہارے تکرار کو سن رہا ہے، جو وہ آپ سے کہتی ہے اور آپ اسے جواب دیتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ: اللہ کے حضور جو فریاد کرتا ہے اسے سنتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ یہ جملہ ماقبل کے مضمون کے لیے علت کی مانند ہے۔ یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ سننے والا اور بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ظہار کی مذمت کی ہے، ظہار کا حکم اور ظہار کرنے والے کی جزا بیان کی ہے۔

ظہار کا حکم

چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ: جو لوگ اپنی بیویوں سے کہتے ہیں: تم ہمارے اوپر ایسی ہو جیسے ہماری ماؤں کی پشتیں۔ اس سے ان کا مقصد بیویوں کو اپنے اوپر حرام کرنا ہے جیسے مائیں حرام ہوتی ہے، حقیقت میں یہ ان کی مائیں نہیں ہیں بلکہ یہ تو ان کی بیویاں ہیں۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ظہار! آدمی کا اپنی بیوی سے کہنا: تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو۔ یعنی میرا ہم بستری کے لیے تجھ پر چڑھنا ایسا ہے جیسے میرا اپنی ماں پر چڑھنا۔ عرب طلاق میں کہتے ہیں: میں اپنی بیوی کے اوپر سے نیچے اتر آیا۔ یعنی میں نے اسے طلاق دے دی، لہٰذا ظہار کے لفظ سے ان کی غرض مباشرت کو حرام قرار دینا ہے اور اس میں بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ مِنْكُمْ: سے عرب کی توبیخ کی جا رہی ہے چوں کہ ظہار عرب کی عادات میں سے ہے اور خاص طور پر جاہلیت کا رواج ہے جب کہ باقی امتوں میں ظہار کی عادت نہیں پائی جاتی۔[3] اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ: حقیقت میں ظہار کرنے والوں کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ یہ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ کی تاکید ہے اور توضیح مزید کے لیے ہے۔

ظہار کی مذمت

وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا:...... ظہار کرنے والے حقیقت کے خلاف کلام کرتے ہیں شریعت جس کا سراسر انکار کر رہی ہے۔ یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ ظہار جھوٹ اور منکر ہے، برائی ہے۔ ''منکر'' وہ ہے جس کی کوئی معروف حقیقت نہ ہو۔ جب کہ ''زور'' جھوٹ ہے۔ ظہار کو کذب اس لیے قرار دیا گیا ہے چوں کہ ظہار کرنے والا اپنی بیوی کو ماں کی مانند قرار دیتا ہے۔ جب کہ اس کی بیوی اس کی ماں کبھی بھی نہیں بن سکتی اور ظہار حرام ہے۔ اس کی تحریم پر چار چیزیں دلالت کرتی ہیں۔

---

[1] أخرجه البخاری وابن ماجه والبیهقی [2] تفسیر ابی السعود ۵/ ۳۴۳ [3] تفسیر الکبیر ۲۹/ ۲۵۱

اول: ...... مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ: اس میں مظاہر کی تکذیب ہے۔ دوم: ...... آیت میں ظہار کو منکر قرار دیا گیا ہے۔
سوم: ...... اسے "زور" کا نام دیا گیا ہے۔ چہارم: ...... وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ: عفو اور مغفرت کا وقوع گناہ پر ہی ہوتا ہے۔ ظہار سے گناہ لازم ہوجاتا ہے اور پھر کفارے سے اس کا رفیعہ ہوتا ہے۔[1]

ظہار کا کفارہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ظہار کا کفارہ بیان کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ: جو لوگ اپنی بیویوں کو ماؤوں کے ساتھ تشبیہ دے کر ظہار کرتے ہیں۔ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا: پھر وہ اپنے قول سے رجوع کرتے ہیں، ان سے جو زیادتی ہوئی ہے اس پر انہیں ندامت ہوجاتی ہے اور اپنی بیویوں میں رغبت ظاہر کرتے ہیں۔ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا: تو جس بیوی سے ظہار کیا ہے اس کے ساتھ مباشرت کرنے سے پہلے ان پر غلام آزاد کرنا ضروری ہے "التماس" جماع اور دواعیٔ جماع سے کنایہ ہے یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ خازم کہتے ہیں: اس سے مراد مجامعت ہے، لہٰذا مظاہر کے لیے حلال نہیں کہ وہ ظہار کے کفارہ سے پہلے بیوی کے ساتھ ہم بستری کرے۔[2] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ادائے کفارہ سے پہلے ہم بستری کرنا حلال نہیں۔ اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے مظاہر نے ہم بستری کرلی اس نے معصیت کی اور کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔ مجاہد سے مروی ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہوں گے۔[3] ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ: یہ ظہار کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور اس کا حکم ہے تاکہ مومنین کو اس سے عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔ یہاں تک کہ تم ظہار کی عادت چھوڑ دو اور پھر اس کی طرف کبھی لوٹو نہیں۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی امور سے واقف ہے اور ان کا تمہیں پورا پورا بدلہ دے گا، لہٰذا شریعت نے تمہارے لیے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی پابندی کرو۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا: جو شخص آزاد کرنے کے لیے غلام نہ پائے تو ہم بستری سے پہلے اس پر دو مہینوں کے لگاتار روزے رکھنا واجب ہیں۔

مفسرین کہتے ہیں: اگر دو مہینوں میں سے ایک دن بھی اس نے روزہ نہ رکھا تو از سر نو دو مہینے کے روزے رکھے گا۔ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا: جو شخص بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو اتنا کھانا کھلانا واجب ہے جس سے ان کا پیٹ بھر جائے۔ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: ہم نے ظہار کے احکام ذکر کیے ہیں، کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرو اور احکام شریعت پر عمل کرو۔ نیز تاکہ تم جاہلیت کی عادات و رسومات کو ترک کردو۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ: یہ اللہ کے احکام اور اس کی مقرر کردہ حدود ہیں، انہیں تجاوز مت کرو۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: انکار کرنے والوں اور اللہ کی حدود کی تکذیب کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے پر کافر کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے ایسا تغلیظ اور زجر کے لیے ہے۔[4]

حدود اللہ کی مخالفت کرنے والوں کا انجام

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: ...... اوپر مومنین کو حدود اللہ کی پاسداری کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اب یہاں سے حدود اللہ کی مخالفت کرنے والوں کا ذکر ہے۔ آیت کا معنی ہے: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتے ہیں۔ ابو سعود کہتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں، چوں کہ ہر مخالف کسی ایک حد میں مخالفت کرتا ہے اور دوسرا کسی دوسری حد میں مخالفت کرتا ہے۔ آیت میں "والمحاداۃ" سے يُحَآدُّوْنَ کا صیغہ ذکر کیا ہے جب کہ "المعاداۃ اور المشاقۃ" سے ماخوذ صیغہ ذکر نہیں کیا تاکہ یہ لفظ "حدود اللہ" کے مناسب ہوجائے، گویا اس میں خوبصورت مناسبت ہے جو اور کسی لفظ میں نہیں ہوسکتی۔ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: وہ ایسے ہی ذلیل و رسوا ہوں گے جیسے ان سے پہلے منافقین اور کفار ذلیل و رسوا ہوئے۔ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ: حالاں کہ ہم نے کھلی

---

[1] التسہیل ۴/۱۰۲ [2] تفسیر الخازن ۴/۵ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/۲۸۳ [4] روح المعانی ۲۸/۲۰

آیات نازل کی ہیں جن میں حلال وحرام اور فرائض واحکام واضح ہیں ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾: اور جو کفار اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ان پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی ان پر عمل کرتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے جو انہیں ذلیل ورسوا کر کے رکھ دے گا۔ صاوی کہتے ہیں: یہ آیت غزوۂ احزاب کے موقع پر کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے رسول کریم ﷺ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا۔ آیت سے مقصد آپ ﷺ کو تسلی دینا ہے اور مومنین کو بشارت دینا ہے کہ گروہ بندیاں کرنے والے ذلیل ورسوا ہوں گے، ان کا شیرازہ بکھر جائے گا لہٰذا تم ان کی عارضی طاقت سے ڈرو نہیں ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾: اس خوفناک دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمام گناہ گاروں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا ﴿فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾: پھر انہیں ان کے گناہوں اور جرائم کے متعلق خبر دی جائے گی جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے ﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ﴾: اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو نامہائے اعمال میں ضبط تحریر اور محفوظ رکھا ہے، جب کہ وہ ان جرائم کو بھول چکے ہیں چوں کہ ان کا اعتقاد ہے کہ حساب اور جزا نہیں ہوگی ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾: اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے، اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز پوشیدہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وسعت علم اور تمام اشیا کے احاطہ علم کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو دیکھتا ہے۔ ان کی بات سنتا ہے اور جہاں بھی مخلوق ہو وہ انہیں دیکھتا اور سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾: ......اے عقل مند سامع! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرے ذرے کی اطلاع رکھتا ہے، زمین وآسمان میں کوئی چیز اس سے غائب نہیں ہے، کوئی بھید اور کوئی ظاہری بات اس پر پوشیدہ نہیں ہے، جو بھی راز کی بات تین آدمیوں کے درمیان چل رہی ہوتی ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ چوتھا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا ہے، جس بات کو وہ لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہوتا ہے ﴿وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾: اور بھید کی جو بات بھی پانچ آدمیوں کے درمیان چل رہی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ چھٹا ہوتا ہے ﴿وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾: سرگوشیاں کرنے والے تعداد میں اس سے کم ہوں یا اس سے زیادہ ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے درمیان جو بات اور سرگوشی چل رہی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے بخوبی جانتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے، بندوں کے احوال واعمال کا علم رکھتا ہے، ان کے دلوں میں جو خیالات چل رہے ہوتے ہیں وہ ان سے بھی واقف ہے۔ انسانوں کے امور میں سے کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہیں ہے، اسی لیے آیت اس بات پر ختم فرمائی ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾: پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اچھے اور برے تمام اعمال سے آگاہ کرے گا اور ان کا انہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی ابتدا اپنے علم کی تشہیر سے کی اور فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ﴾: اور اختتام میں بھی علم کی بات کی، فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾: دراصل اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات وکلیات پر علم محیط رکھتا ہے اور یہ کہ کائنات میں کوئی چیز بھی اس کے احاطہ علم سے خارج نہیں ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: بہت سارے علما نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ﴿اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ﴾: معیت سے مراد معیت علم ہی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ چنانچہ سماعت باری تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس کی بصارت ان میں نافذ ہے، اللہ سبحانہ، وتعالیٰ اپنی مخلوق پر آگاہ ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود ومنافقین کے احوال کے بارے میں خبر دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى﴾: قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ آیت یہود اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ اپنی نجی محفلوں میں مختلف سازشوں پر سرگوشیاں کرتے تھے، مومنین کو کنکھیوں سے دیکھتے اور ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے۔ مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی آپ ﷺ نے انہیں سرگوشیوں سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۴۶۱

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1] ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ: وہ پھر ان سرگوشیوں کی طرف لوٹ آتے ہیں جن سے انہیں روکا گیا تھا۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلَمْ تَرَ: میں ہمزہ استفہامیہ تعجب کے لیے ہے اور یَعُوْدُوْنَ صیغہ مضارع منافقین کے عود پر دلالت کرتا ہے کہ اس برائی کا ان سے تکرار سرزد ہوا ہے، نیز اس سے تجدد کا اظہار بھی ہے۔[2]

منافقین کی سرگوشیاں

وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ:...... اور وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں، ان کی گفتگو کا موضوع گناہ، ظلم و زیادتی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت ہوتا ہے چوں کہ ان مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب ان کا مقصد ہے۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آپ کے اس جملہ میں گناہ سے ابتدا کی جس میں عموم ہے، پھر عدوان کا ذکر کیا، چوں کہ دلوں میں اس کی گراں زیادہ ہوتی ہے اور یہ بندوں پر ظلم ہے۔ آگے ترقی کر کے اس چیز کو بیان کیا جو پہلی دونوں چیزوں سے زیادہ خطرناک ہے اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت ہے۔ آیت میں منافقین پر طعنہ کیا جا رہا ہے چوں کہ ان کی سرگوشیوں کا محور یہی چیز تھی۔[3] وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ: اے محمد! منافقین جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وہ ایسے طریقے سے آپ کو سلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا اور اس کی اجازت نہیں دی۔ منافقین کہا کرتے تھے "السام علیکم" یعنی تمہیں موت آ جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کو سلام

مفسرین نے لکھا ہے کہ منافقین جب آپ کے پاس آتے تو "السلام علیکم" کی بجائے "السام علیکم" کہتے، السام، موت کے معنی میں ہے، وہ اس سے یہی مراد لیتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرما دیتے "علیکم" اس سے زیادہ کچھ نہیں فرماتے تھے۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن لیا، انہوں نے جواب میں کہا: بل علیکم السام واللعنة یعنی بلکہ موت تمہیں آئے اور تمہارے اوپر لعنت ہو۔ جب منافقین جا چکے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: چھوڑو عائشہ اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے سنا نہیں، وہ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا میں نے انہیں جواب میں کیا کہا؟ میں نے کہا: "وعلیکم" اس میں اللہ تعالیٰ نے میرا ساتھ دیا ہے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ: منافقین آپس میں کہتے ہیں: اگر محمد واقعی نبی ہے تو اللہ نے اس بات پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیا؟ اگر حقیقت میں ایسا ہی ہے تو ہمارے اوپر کب کا عذاب آ چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس کا جواب میں فرمایا: حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا: انہیں دوزخ کی آگ کا عذاب کافی ہے جس میں انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہونا ہے۔ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ: جہنم ان کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین کہتے تھے: اگر محمد پیغمبر ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گالی دینے اور اس کی گستاخی کرنے پر ہمیں مہلت نہ دیتا۔ جب کہ ان ظالموں کو اس بات کی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ بردبار ہے اور جو اس کو گالی دیتا ہے اسے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بھلا جو اس کے نبی کو گالی دے گا اسے کیوں کہ جلدی سزا دے گا۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اذیت پر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بھی زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے، کفار اللہ تعالیٰ کے لیے بیوی اور اولاد قرار دیتے ہیں اور وہ انہیں معاف کر دیتا ہے بلکہ رزق بھی انہیں عطا کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بھید کھولنے اور ان کی باطنی خیانتوں کو ظاہر کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم میں یہ آیت نازل فرمائی۔ رہی یہ بات کہ منافقین کو جو مہلت دی جا رہی ہے ان پر عذاب نہیں نازل ہوتا ایسا محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بسبب ہے چوں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو گناہ اور معصیت کی سرگوشیوں سے منع کیا گیا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرو تو گناہ کی بات، دوسروں پر ظلم و زیادتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کو موضوع سخن بنا کر سرگوشیاں مت کرو۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/۲۹۱ [2] تفسیر ابی السعود ۵/۱۴۵ [3] البحر المحیط ۸/۲۳۶

سرگوشی ہو تو تقویٰ اور نیکی کی ہو

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى:...... بلکہ ایسے مجمع پر تم ایسی چیزوں کو موضوع گفتگو بناؤ جن میں خیر و بھلائی اور طاعت ہو۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مسلمانوں کو یہودیوں اور منافقین جیسا رویہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاعت و تقویٰ اور نیکی کے امور ان کا موضوع سخن ہوں۔[1] وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ: اللہ تعالیٰ کے اوامر بجالا کر اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے اس سے ڈرو۔ وہی تمہیں حساب کے لیے جمع کرے گا اور سب کو ایمان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: گناہ اور ظلم و زیادتی پر ہونے والی سرگوشیاں محض شیطان کی کارستانیوں میں سے ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے مسلمانوں کو پریشان کرے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین سے یہ برا فعل اس لیے سرزد ہوتا تھا چوں کہ شیطان اس فعل کو آراستہ کر ان کے سامنے پیش کرتا تھا۔ وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: منافقین کے آپس میں سرگوشیاں کرنے سے مسلمانوں کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا مگر یہ کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ سے ہوتا ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: چاہیے کہ مومنین صرف ایک اللہ پر بھروسہ اور اعتماد رکھیں اور منافقین کی سرگوشیوں کی کوئی پرواہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ انہیں منافقین کے شر اور مکر و فریب سے محفوظ رکھے گا۔ حدیث میں ہے: جب تم تین آدمی ہو تو ان میں سے ایک کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں چوں کہ اس سے تیسرے آدمی کو حزن و ملال ہوتا ہے۔[2]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ
انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ⑪ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ
لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ
صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ ع
مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ
سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑯ لَنْ
تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑰
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
الْكٰذِبُوْنَ ⑱ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ⑳ كَتَبَ اللّٰهُ

[1] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۹۴ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۴۶۳

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ:...... اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے گا کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو جو لوگ ایمان لائے ان کے اور ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ کو سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ ⑪ اے ایمان والو! جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، سو اگر تم نہ پاؤ تو اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ⑫ کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات دیا کرو، سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے، ⑬ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا؟ نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے' اور وہ جانتے ہوئے جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں۔ ⑭ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرمایا: بے شک وہ بُرے کام کیا کرتے تھے۔ ⑮ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا سو اللہ کے راستہ سے روک دیا، لہٰذا ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ ⑯ ہرگز کچھ بھی ان کے اموال اور اولاد اللہ سے بچانے کے لیے کچھ کام نہ آئیں گے۔ یہ دوزخ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ⑰ جس روز اللہ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا سو وہ اس کے لیے بھی ایسی قسمیں کھائیں جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کر رہے ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں۔ خبردار! بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔ ⑱ شیطان نے ان پر غلبہ پالیا، سو انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا، یہ شیطان کا گروہ ہے۔ خبردار! بے شک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑ جانے والا ہے، ⑲ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔ ⑳

لغات: یُحَآدُّوْنَ:...... المحادۃ: حدود و احکام میں مخالفت۔ زجاج کہتے ہیں: المحادۃ: تمہارا ایسی حد میں ہونا جو تمہارے دوست کی حد کے مخالف ہو۔ اصل میں ممانعت اس کا معنی ہے۔ کُبِتُوْا: الکبت قہر، ذلیل کرنا، رسوائی۔ نَّجْوٰی: العجوی: دو یا دو سے زیادہ کا خفیہ کلام کرنا۔ تناجی القوم: لوگوں کو رازدارانہ گفتگو کرنا۔ حَسْبُهُمْ: انہیں کافی ہے۔ تَوَسَّعُوْا وسعت پیدا کرو۔ مقولہ ہے: ''فسح لہ فی المجلس'' مجلس میں آنے والے کے لیے جگہ بنادی۔ اسی سے ''المکان الفسیح'' بھی ہے یعنی کھلی جگہ۔ انْشُزُوْا: اٹھ جاؤ، مجلس سے چلے جاؤ۔ ''النشز'' اصل میں بلند جگہ کو کہا جاتا ہے۔ جُنَّۃٌ جیم کی ضمہ کے ساتھ ڈھال، بچاؤ۔ اِسْتَحْوَذَ: عقل پر غلبہ پالیا، غالب آیا۔ الْاَذَلِّیْنَ: ذلت و رسوائی میں پڑے ہوئے۔

ربط:...... اوپر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ایسے عمل سے روکا ہے جو بغض و نفرت کا سبب بنتا ہے اب آگے ایسے عمل کا حکم دے رہا ہے جو محبت و مؤدت کا سبب بنتا ہے اور وہ مجالس میں وسعت کا پیدا کرنا ہے کہ مجلس کے شرکاء سمٹ جائیں تاکہ دوسرے لوگوں کے لیے جگہ بن جائے۔ اس کے بعد مومنین کو دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مومنین کاملین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

شان نزول:...... ''الف'' مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں سے اہل بدر کا زیادہ اکرام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اہل بدر میں سے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے ان میں ایک حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے، جب کہ ان سے پہلے مجلس بھر چکی تھی تاہم یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور مجلس میں جگہ بننے کا انتظار کرنے لگے، لیکن بیٹھے ہوئے لوگوں نے کھڑے

رہنے والوں کو جگہ نہ دی، یہ سلوک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری، چنانچہ آپ کے آس پاس غیر اہل بدر جو بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا: اے فلاں! تو کھڑا ہو جا، اے فلاں! تو کھڑا ہو جا، جتنے بدری صحابہ کھڑے تھے ان کے بقدر بیٹھے ہوؤں کے نام پکارے، تاہم جن بیٹھے ہوؤں کو اٹھایا گیا ان پر یہ چیز گراں گزری اور منافقین بھی طعنے دینے لگے اور کہنے لگے: محمد نے ان لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا، جو لوگ محمد کے قریب رہنا چاہتے تھے اور مجلس میں قریب بیٹھ رہے، انہیں وہاں سے اٹھا دیا اور تاخیر سے آنے والوں کو بٹھا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾ [1]

''ب'' ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کثرت سے سوالات کرتے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں پڑ جاتے، اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف کرنا چاہی اور اس پر یہ آیت نازل فرمائی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢﴾

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سوالات کرنے والے لوگوں کا زور ٹوٹ گیا۔ [2]

''ج'' راوی نے روایت نقل کی ہے کہ منافق عبداللہ بن نبتل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور آپ کی باتیں یہود تک پہنچاتا، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک حجرے میں تشریف فرما تھے کہ یکایک آپ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک آدمی داخل ہونا چاہتا ہے اس کا دل نہایت غلیظ ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، چنانچہ اسی اثنا میں عبداللہ بن نبتل داخل ہوا، وہ نیلگوں آنکھوں والا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم اور تمہارے احباب مجھے گالیاں کیوں دیتے ہیں؟ اس نے قسم اٹھائی کہ ہم ایسا نہیں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تم ایسا کرتے ہو۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیتے آیا، ان سب نے قسمیں اٹھائیں کہ ہم ایسا نہیں کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ [3]

تفسیر: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا:...... اللہ تعالیٰ نے نہایت شاندار وصف اور لطیف عبارت کے ساتھ مومنین کو پکارا ہے یعنی اے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والو! اور اے اپنے آپ کو زیور ایمان سے آراستہ کرنے والو۔ بالیقین ایمان انسان کی زینت ہے۔ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا: جب تم سے کوئی شخص کہے کہ مجلس میں گنجائش پیدا کرو برابر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو یا کسی اور کی تو مجلس میں گنجائش پیدا کرو۔ يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنی جنت میں تمہارے لیے گنجائش پیدا کرے گا۔ [4]

آداب مجلس

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے، اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا گیا کہ ایک دوسرے کے لیے مجلس میں گنجائش پیدا کریں۔ خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مومنین کو تواضع کا حکم دیا اور یہ کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنا چاہے اس کے لیے مجلس میں گنجائش پیدا کریں۔ تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر استفادہ کر سکیں۔ حدیث میں ہے: تم میں سے کوئی شخص بھی کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر وہ اس کی جگہ جا بیٹھے، ہاں البتہ مجلس میں گنجائش پیدا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے گنجائش پیدا کرے گا۔ [5] امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ: مطلق ہے، اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جن میں لوگ وسعت کے خواہش مند ہوں مثلاً جگہ، مکان، رزق، سینہ، قبر، جنت وغیرہ۔ جان رکھو آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر خیر و بھلائی میں وسعت پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں وسعت پیدا کرے گا۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۲/ ۲۹۷، التفسیر الکبیر للرازی ۲۸/ ۲۶۸ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۶۵، و تفسیر الخازن ۴/ ۵۲ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۲۰۴ [4] تفسیر الخازن ۴/ ۵۰

حدیث میں ہے: جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔[1] وَاِذَا قِیۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا: اے مؤمنین! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس سے اٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ تا کہ دوسروں کے لیے جگہ بن جائے، لہٰذا اس جگہ سے اوپر اٹھ جاؤ اور کھڑے ہو جاؤ۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: جب تم سے کہا جائے کہ اس جگہ سے اٹھ جاؤ تو فوراً اٹھ جاؤ۔ بحر میں لکھا ہے آیت میں اولاً مجلس میں گنجائش پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ثانیاً امتثال امر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ حکم بجالانے میں ملال نہیں ہونا چاہیے۔[3] یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ: اللہ تعالیٰ مومن کو اپنا حکم بجالانے پر اور اپنے پیغمبر کا حکم بجالانے پر اعلیٰ درجات عطا فرماتا ہے اور خاص طور پر اہل علم کو اعلیٰ مراتب سے نوازتا ہے۔ انہیں جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے گا۔

اہل علم کی فضیلت

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علما کی مدح کی ہے، اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! اس آیت کو سمجھو تا کہ تمہیں حصول علم میں رغبت ہو، اللہ تعالیٰ نے مؤمن عالم کو مومن غیر عالم پر اعلیٰ درجات کی فوقیت دی ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا ہے کہ اس کے ہاں علم و ایمان سے مرتبہ بلند ہوتا ہے نہ کہ مجالس میں آگے بڑھنے سے۔ حدیث میں ہے: عالم کی عبادت گزار پر ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں کے چاند کی ستاروں پر۔ ایک اور حدیث نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سفارش کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو سونپیں گے۔ ''انبیا کو، علما کو اور شہدا کو'' لہٰذا تم نبوت اور شہادت کے درمیانی واسطہ کو فوقیت دو، اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی ثبت ہو چکی ہے۔[4] وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ: جو شخص فضل و مرتبے کا مستحق ہے اسے بخوبی جانتا ہے اور جو مستحق نہیں اسے بھی جانتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ:...... جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ راز داری میں گفتگو کرنا چاہو۔ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقَۃً: تو اس سے پہلے فقرا پر صدقہ کرو۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس حکم میں رسول کریم کے مرتبہ کی تعظیم کا بیان ہے۔ نیز اس میں فقرا کا نفع بھی ہے۔ اس حکم سے ایک اور مقصد بھی حل ہوتا ہے کہ اس سے مخلص اور منافق میں امتیاز ہو جائے گا اور یہ امر بھی واضح ہو جائے گا کہ دنیا سے محبت کرنے والا کون ہے اور آخرت سے محبت کرنے والا کون ہے۔[5] ذٰلِکَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَاَطۡہَرُ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرنے سے پہلے صدقہ کرنا اللہ کے ہاں تمہارے لیے افضل ہے، چوں کہ اس میں اللہ کے حکم کا امتثال ہے اور اس سے تم گناہوں سے بھی پاک ہو جاؤ گے۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ: اگر تم ایسی چیز نہ پاؤ جسے صدقہ کر سکو تو اللہ تعالیٰ تمہیں درگزر اور معاف کرنے والا ہے۔ چوں کہ اس حکم کا مکلف وہی ہے جو تم میں سے قدرت رکھتا ہو۔ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقٰتٍ: نہایت رفاقت سے مومنین کے لیے عتاب ہے۔ یعنی اے مومنین! کیا تم فقر سے ڈر گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو سے پہلے صدقہ کرو گے تو تنگدستی کا شکار ہو جاؤ گے۔ غرض یہ ہے کہ اے مومنین! ڈرو نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں رزق عطا کرے گا چوں کہ وہ غنی ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں۔ آیت میں لطیف انداز میں عتاب ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ کر دیا تا کہ مومنین پر آسانی رہے۔ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمۡ: جس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اگر تم اسے بجا نہیں لا سکتے اور وہ تمہارے اوپر گراں گزرتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تمہیں رخصت دے دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو سے پہلے صدقہ نہ کرو۔ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ: لہٰذا تم نماز پر پابندی کرنے اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے پر اکتفا کرو۔ وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ:

---

[1] تفسیر الرازی ۲۹/ ۲۶۹ [2] اس آیت کے ذیل میں علما نے آنے والے کے آگے کھڑے ہونے کے حکم پر بحث کی ہے، بعض علما نے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس کا انکار کیا ہے۔ البتہ جو شخص سفر سے واپس لوٹے یا جو حکمران طبقے سے تعلق رکھتا ہو اس کے آگے کھڑا ہونا جائز ہے۔ [3] البحر المحیط ۸/ ۲۳۷ [4] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۳۰۰
[5] روح المعانی ۲۸/ ۳۰

اپنے جملہ احوال میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کرو۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال اور تمہاری نیتوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم منسوخ ہے

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تخفیف کرنے کے لیے تقدیم صدقہ کا حکم منسوخ کیا ہے۔ حتیٰ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ حکم دن میں گھڑی بھر کے لیے آیا اور پھر منسوخ ہو گیا۔[1] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرضیت زکوٰۃ نے اس صدقہ کو منسوخ کیا ہے۔ یہ اس امر پر دلیل ہے کہ حکم فعل سے قبل بھی منسوخ ہو سکتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے کہ قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جس پر مجھ سے پہلے نہ کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی کر سکے گا، میرے پاس ایک دینار تھا میں نے وہ صدقہ کیا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کی۔ سو یہ حدیث ضعیف ہے چوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا: اب جب کہ تم ایسا نہیں کر سکے۔ آیت کا یہ حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی نے بھی صدقہ نہیں کیا۔[2]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ:...... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے صنیع پر تعجب دلایا جا رہا ہے، چنانچہ منافقین نے یہودیوں کو اپنا دوست بنا رکھا تھا۔ یعنی اے محمد! کیا آپ ان منافقین کے حال پر تعجب نہیں کرتے جو ایمان کا دعویٰ کر رہے ہیں حالاں کہ انہوں نے یہودیوں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے، وہ ان سے خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں اور مومنین کے رازوں کو ان تک پہنچاتے ہیں۔ امام فخر کہتے ہیں: منافقین یہودیوں سے دوستی رکھتے تھے حالاں کہ یہودیوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''من لعنہ اللّٰہ وغضب علیہ'' جس پر اللہ نے لعنت کر رکھی ہے اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔ منافقین مومنین کی خفیہ باتیں یہودیوں تک پہنچاتے تھے۔[3] مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ: یہ منافقین نہ ہی مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ ہی یہودیوں میں سے ہیں بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان اٹکے ہوئے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ: وہ اس کے درمیان اٹکے ہوئے ہیں نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف۔ (سورۃ النساء، آیت ۱۴۳)

صاوی کہتے ہیں: منافقین خالص مومنین میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی خالص کفار میں سے ہیں۔ وہ نہ مسلمانوں کی طرف منسوب ہیں اور نہ کفار کی طرف۔[4]

جھوٹ منافقین کی عادت ہے

وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ:...... یہ اللہ کی جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور کہتے ہیں: اللہ کی قسم ہم تو مسلمان ہیں، حقیقت میں وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔ ابوسعود کہتے ہیں: یہ جملہ منافقین کے فعل کی شناعت وقباحت کی خبر دیتا ہے چنانچہ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسم اٹھانا نہایت قبیح فعل ہے۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا: اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کے سبب ان کے لیے نہایت شدید والمناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۴۵)

یعنی منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ:...... منافقین جو کچھ کرتے ہیں وہ بہت ہی برا ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً: منافقین نے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے اور ان کے ذریعے قتل سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں۔ تسہیل میں ہے۔ جُنَّةً: سے مراد ایسی چیز ہے جس سے انسان اپنے آپ کو

---

[1] تفسیر الخازن ۴/ ۵۳ [2] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۳۰۳ [3] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۲۷۳ [4] الصاوی ۴/ ۱۸۴

بچائے جیسے ڈھال، لیکن آیت میں بطور استعارہ ہے چوں کہ منافقین اپنا اسلام ظاہر کرتے تا کہ اپنی جانیں اور اپنے اموال بچا پائیں۔[1] فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، کمزور لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: ان کے لیے نہایت سخت اور رسوا کن عذاب ہے۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا: آخرت میں اچھی اموال اور اولاد نفع نہیں پہنچائے گی، اور اللہ کے عذاب سے نہیں بچائے گی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ: یہ لوگ پکے دوزخی ہیں، دوزخ سے کچھ بھی باہر نہیں نکل پائیں گے۔ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا: جس دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو حساب کے لیے جمع کرے گا۔

روزِ قیامت اور منافقین کی جھوٹی قسمیں

فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ:...... اللہ کے سامنے بھی اس وقت اس طرح قسمیں اٹھائیں گے جس طرح آج دنیا میں تمہارے سامنے قسمیں اٹھاتے ہیں کہ وہ تو مسلمان ہیں۔ کہیں گے: واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ اللہ کی قسم ہم تو مشرکین نہیں ہیں۔[2] وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ: ان کا خیال ہے کہ آخرت میں قسمیں اٹھانا انہیں نفع پہنچائے گا اور عذاب سے بچائے گا جیسے دنیا میں انہیں قسمیں قتل ہونے سے بچالیتی تھیں۔ ابوحیان کہتے ہیں: ان پر تعجب ہے۔ کیسے گمان کرتے تھے کہ ان کا کفر اللہ تعالیٰ پر مخفی رہے گا حالاں کہ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے۔ یہ ظالم اللہ کو بھی مومنین کی طرح سمجھتے ہیں کہ جیسے مومنین کو ان کے نفاق کی اطلاع نہیں ایسے اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں ہوگی۔ آیت سے مقصد یہ ہے کہ منافقین جھوٹ کے عادی ہیں حتیٰ کہ آخرت میں بھی ان کی زبانوں پر جھوٹ ہوگا۔ جیسے دنیا میں ان کی زبانوں پر جھوٹ ہوتا ہے۔[3] اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ: اے لوگو ہوشیار رہو! یہ لوگ جھوٹ بولنے میں حد کو پہنچے ہوئے ہیں یہاں تک کہ غیب داں ذات اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے نہیں کتراتے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ:...... شیطان نے ان کے دلوں پر قبضہ جما رکھا ہے اور ان کے جانوں کو اس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ انہیں اللہ کی یاد ہی بھلادی۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ: یہی لوگ شیطان کے پیچھے چلنے والے اور اس کے اعوان وانصار ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: شیطان کے پیچھے چلنے والے اور اس کے گروہ ہی کامل خسارے اور گمراہی والے ہیں۔ چوں کہ انہوں نے اپنے آپ کو دائمی نعمتوں سے محروم کر دیا ہے اور دائمی عذاب کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ: یہ لوگ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ غلبہ اس کے دین، اس کے پیغمبروں اور مومنین کو حاصل ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور اپنے دوستوں کی مدد کرنے پر طاقت رکھتا ہے۔ اور اپنے دشمنوں پر غالب ہے، وہ مقہور ومغلوب نہیں۔

شانِ نزول

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مکہ، طائف اور خیبر کی فتوحات سے سرفراز کیا تو مومنین کہنے لگے: ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل فارس اور اہل روم پر بھی غلبہ عطا فرمائے گا۔ اس پر رئیس المنافقین نے کہا: کیا تم روم وفارس کو بھی بعض بستیوں کی طرح سمجھتے ہو جن پر تم نے غلبہ پالیا تھا۔ اللہ کی قسم وہ تمہارے تصور سے کہیں زیادہ طاقتور اور تعداد میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ[4]

---

[1] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۴۷ [2] التسہیل ۴/ ۱۰۵ [3] تفسیر القرطبی ۱۷/ ۳۰۵ [4] البحر المحیط ۸/ ۲۳۸ و روح المعانی ۲۸/ ۳۴

ایمان اور کفار کی محبت ایک دل میں یکجا نہیں ہوسکتا

لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ:...... ایسا ممکن نہیں اے سامع! کہ تم کسی ایسی جماعت کو پاؤ جو اللہ اور آخرت کے دن کی تصدیق کرتی ہو اور پھر وہ ایسے آدمی سے محبت رکھتی ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتا ہو اور ان کے حکم کی مخالفت کرتا ہو، چوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھتا ہے۔ ایک ہی دل میں اللہ کی محبت اور اللہ کے دشمنوں کی محبت جمع نہیں ہوسکتی، جیسے نور اور ظلمت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کی غرض یہ ہے کہ کفار سے محبت اور دوستی رکھنا ممنوع ہے لیکن یہ ممانعت آیت کریمہ میں اخبار کی صورت میں لائی گئی ہے اس سے مقصد نہی وتحذیر میں مبالغہ پیدا کرنا ہے۔

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: ایمان، اللہ کے دشمنوں کے محبت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا، یہ اس لیے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے دشمن کے ساتھ محبت نہیں رکھتا، چوں کہ محبت وعداوت دل میں جمع نہیں ہوسکتی، لیکن جب دل میں اللہ کے دشمنوں کی محبت ہو تو اس دل میں ایمان نہیں ہوتا۔[1] وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ: اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر سے دشمنی رکھنے والے ان کے آباواجداد ہوں، ان کے بیٹے ہوں، ان کے بھائی ہوں خواہ ان کے خاندان کے افراد ہوں۔ چنانچہ ایمان باللہ کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھی جائے۔ بحر میں لکھا ہے: آیت میں آبا سے گوشۂ ابتدا کی گئی ہے چوں کہ اولاد پر آبا کی اطاعت واجب ہے۔ اس کے بعد ابنا کا ذکر ہوا چوں کہ اولاد گوشۂ جگر ہوتی ہے، پھر بھائیوں کا ذکر ہوا چوں کہ بھائی دست وبازو ہوتے ہیں۔ آخر میں خاندان ان کا ذکر ہے چوں کہ مدد وغلبہ خاندان کے زور بازو سے حاصل ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لا یسألون أخاهم حین یندبهم في النائبات علی ما قال برهانا

خاندان کے لوگوں کو جب ان کا بھائی حوادث میں مدد کے لیے بلاتا ہے تو وہ اس کی پکار پر کسی قسم کی دلیل اور حجت کا سوال نہیں کرتے۔[2]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، انہوں نے غزوۂ بدر میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا تھا۔ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا۔ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ: حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے غزوہ بدر میں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا۔[3] اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جاگزیں کردیا ہے، ان کے دل ایمان ویقین اور اخلاص کی دولت سے سرفراز ہیں۔

مخلص مومنوں کی اللہ کی طرف سے مدد ونصرت

وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نصرت وتائید سے تقویت بخشی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی ہے۔ نصرت کو ''روح'' سے تعبیر کیا ہے چوں کہ نصرت سے ان کی دھاک کی زندگی ہے۔ وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ: اور آخرت میں ان کو وسیع باغات میں داخل کرے گا جن کے محلات کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا: ہمیشہ ہمیشہ ان میں ٹھہرے رہیں گے۔ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ: اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال قبول فرمالیے، اس لیے ان سے راضی ہے اور انہوں نے اپنا اجر وثواب پالیا، اس لیے وہ اللہ سے راضی ہیں۔ مومنین کو جنت میں داخل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضامندی کا ذکر کیا ہے چوں کہ جنت سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: آیت میں ایک زبردست سر اور بھید ہے وہ یہ کہ جب مومنین نے محض اللہ کے لیے اپنے

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۲۷۶ [2] البحر المحیط ۸/ ۲۳۹ [3] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۲۷۷

رشتے داروں سے عداوت اور نفرت رکھی تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضامندی سے سرفراز کیا اور انہیں دائمی کامیابی سے نوازا۔[۱]
أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ: یہ اللہ تعالیٰ کا جتھا اور اس کے خاص دوست ہیں۔ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے جتھے میں شامل ہیں وہی دنیا و آخرت کی کامیابی سے سرفراز ہیں۔ یہ آیت اوپر والی آیت أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ: کے مقابلہ میں ہے۔

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں، ان میں سے بعض مختصراً درج ذیل ہیں:

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ اور غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ: مبالغہ کے صیغے ہیں۔ مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ: میں امہات کا لفظ مکرر ذکر کیا گیا ہے اور یہ اطناب ہے۔ اس سے تقریر و بیان میں اضافہ مقصود ہے۔ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ: میں خاص کا عام پر عطف کیا گیا ہے، چنانچہ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ: میں داخل ہیں، اہل علم کی تعظیم کے لیے انہیں مخصوص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ: میں طباق ہے۔ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً: میں استعارہ ہے۔ بین یدی "قبل" سے استعارہ ہے۔ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ: میں استفہام سے مراد تعجب ہے۔ يَعْلَمُونَ: اور يَعْمَلُونَ: میں تجنیس ناقص ہے۔ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ: اس جملے کو أَلَا إِنَّ: اور هُمْ: کے ساتھ موکد کیا گیا ہے۔ الْخَاسِرُونَ، الْكَاذِبُونَ، خَالِدُونَ، يَعْمَلُونَ: جیسے ہم آواز الفاظ آیات کے آخر میں لا کر فاصلہ کی رعایت کی گئی ہے جس سے کلام میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔

لطیف نکتہ:...... امام احمد رحمہ اللہ نے ابوطفیل کی روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نافع بن عبدالحارث کی مقام عسفان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع رضی اللہ عنہ کو مکہ کا عامل مقرر کر رکھا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے نافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے کسی شخص کو اپنا نائب مقرر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ابن ابزی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ پوچھا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ جواب دیا: وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا: تو نے اہل مکہ پر آزاد کردہ غلام کو نائب مقرر کیا ہے؟ جواب دیا: اے امیر المؤمنین! وہ قرآن کا قاری ہے، فرائض کا عالم ہے اور قاضی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لو سنو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت ساری اقوام کو بلندی عطا فرمائے گا اور بہت ساری قوموں کو پستی میں ڈال دے گا۔

الحمد للہ آج سورہ مجادلہ کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۳ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۹ / اگست ۲۰۱۵ء مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ اجزا کی تفسیر کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[۱] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۴۶۸

سورۃ الحشر

تعارف:......سورۂ حشر میں بھی مدنی سورتوں کی طرح احکام شریعت بیان ہوئے ہیں تاہم غزوۂ بنی نضیر سورۃ مبارکہ کا اہم موضوع ومحور ہے۔ بنی نضیر یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ منورہ میں آباد تھا، انہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کو توڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس سورۂ مبارکہ کو سورۂ بنی نضیر کا نام دیتے تھے۔ سورۂ مبارکہ میں ان منافقین کے متعلق بھی گفتگو ہوئی ہے جنہوں نے یہودیوں کا ساتھ دیا تھا۔ الختصر سورۂ مبارکہ میں غزوات وجہاد، فئی اور غنیمت کے موضوعات پر بات ہوئی ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتمجید بیان ہوئی ہے، چنانچہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے انسان، حیوان، نباتات، جمادات سبھی اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور وحدانیت کے گن گاتے ہیں:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بعض آثار اور مظاہر عزت وعظمت بیان ہوئے ہیں، چنانچہ یہود تو ان کے گھروں اور وطن سے جلاوطن کیے گئے اور وہ اپنے قلعوں کو چھوڑ کر ملک بدر ہوئے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ انہیں عزت اور قوت حاصل ہے انہیں زیر کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور عذاب کے آگے ان کی پیش نہ چل سکی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

اس کے بعد فئی اور غنیمت کے موضوع پر بات کی گئی ہے۔ غنیمت کی شرائط واحکام بیان ہوئے ہے، ان فئی کے فقرا کے ساتھ مخصوص ہونے کی حکمت بیان ہوئی ہے تاکہ اغنیا فئی کے ساتھ اپنے آپ کو مخصوص نہ کرلیں اور تاکہ معاشرتی طبقات میں عدل قائم رہے اور مصلحت عامہ متحقق ہو:

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦

سورۂ مبارکہ میں رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثنائے جمیل کی گئی ہے، مہاجرین کے فضائل اور انصار کے مآثر بیان ہوئے ہیں، چنانچہ مہاجرین نے اپنے وطن کو چھوڑا اور دین کی سربلندی کے لیے قوم، قبیلہ، گھر بار چھوڑا۔ انصار نے اللہ کے دین کی مدد کی اور اپنے مہاجرین بھائیوں کو ترجیح دی، اپنے گھروں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے اور اپنے اموال ان پر قربان کردیے:

لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧

سورۂ مبارکہ میں مہاجرین وانصار کے بالمقابل منافقین کا ذکر بھی ہوا ہے جنہوں نے یہود کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے، منافقین کی برائی کی مثالیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ شیطان کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے۔ شیطان انسان کو کفر اور گمراہی پر ابھارتا ہے پھر اس سے الگ ہوجاتا ہے اور یوں انسان ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے۔ منافقین کا بھی اپنے یہود بھائیوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪

سورۂ مبارکہ میں مومنین کو آخرت کے خطرناک دن کی نصیحت کی گئی ہے، اس دن میں حسب ونسب کوئی نفع نہیں پہنچائے گا، جاہ وبال اس دن کوئی فائدہ نہیں دے گا، اہل جنت اور اہل دوزخ میں فرق واضح کیا گیا ہے، نیکوکاروں اور بدکاروں کے آخرت میں انجام کو بیان کیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⁽١٨⁾

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں اسمائے حسنیٰ اور اللہ تعالیٰ کی صفات علیا بیان کی گئی ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ⁽٢٢⁾

اٰيَاتُهَا ٢٤ — (٥٩) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (١٠١) — رُكُوْعَاتُهَا ٣

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⁽١⁾ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ (وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ
بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ⁽٢⁾ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ
الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ⁽٣⁾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ
وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⁽٤⁾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا
فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⁽٥⁾ وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ
وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⁽٦⁾ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي
رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ
لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (وقف لازم)
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⁽٧⁾ لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⁽٨⁾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ
الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا
وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ړ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⁽٩⁾
وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⁽١٠⁾ ع

ترجمہ:..... اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ (١) اللہ وہ ہے جس نے کافروں کو یعنی اہل کتاب کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا۔ تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے، سو ان پر اللہ کا انتقام ایسی جگہ سے آ گیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے

اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے۔ سواے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ ② اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے ③ اور یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے گا سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ④ تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تاکہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔ ⑤ اور جو کچھ مال فیئ ان سے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مال دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ⑥ اللہ نے جو کچھ اپنے رسولوں کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فیئ مال دلوادیا سو وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول ﷺ کے لیے اور قرابت داروں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے تاکہ یہ مال ان لوگوں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائے جو مال دار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ⑦ فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی طلب کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔ ⑧ اور ان لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا۔ جو شخص ان کی طرف ہجرت کرکے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں حاجت ہو اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچادیا گیا سو یہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ ⑨ اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! بخش دے ہم کو اور ان لوگوں کو جو ہمارے بھائی ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور مت کردے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لیے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف ہیں اور رحیم ہیں۔ ⑩

لغات: اَلْحَشْرِ:...... جمع کرنا، یوم قیامت کو یوم حشر کہا جاتا ہے چوں کہ اس دن لوگ حساب کے لیے جمع ہوں گے۔ قَذَفَ: ڈالا، پھینک دیا۔ اَلْجَلَاءَ: اہل و اولاد کے ساتھ وطن سے نکل جانا، جلاوطنی، شَآقُّوا: انہوں نے مخالفت کی۔ لِّيْنَةٍ: لام کی کسرہ کے ساتھ، درخت کا تنا، کھجور کے درخت کو عمدہ پھل کی وجہ سے لینہ کیا جاتا ہے۔ اخفش کہتا ہے:

قد شجاني الحمام حين تغنّى   بفراق الأحباب من فوق لينة

مجھے کبوتر نے دلیر کردیا جب اس نے اپنے دوستوں کی جدائی کی وجہ سے تنے کے اوپر بیٹھ کر گیت گایا۔

اَوْجَفْتُمْ: الوجيف: جلدی سے چلنا، اوجف البعير: اونٹ کو تیز چلنے پر ابھارنا۔ دُوْلَةً: دال کی ضمہ کے ساتھ، روزمرہ زندگی میں لوگوں کے درمیان چلنے والا مال اور دولت۔ خَصَاصَةٌ: فقر، محتاجی، غِلًّا: کینہ، حقد۔

سبب نزول:...... جب یہود بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا، رسول کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنونضیر کا محاصرہ کرلیا، آپ نے بنونضیر کے باغات کاٹنے اور جلا دینے کا حکم دیا تاکہ ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ جائے۔ یہود نے کہا: اے محمد! کیا تمہارا دعویٰ نہیں کہ تم پیغمبر ہو؟ اور کیا تم فساد پھیلانے سے لوگوں کو روکتے نہیں ہو؟ پھر درخت کاٹنے اور جلانے کا حکم کیوں دیتے ہو؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤[1]

تفسیر: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ:...... آسمانوں اور زمین میں جو بھی انسان، فرشتے، جمادات، شجر ہیں سب اللہ تعالیٰ کی پاکی، بزرگی اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ   کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو۔ (سورۃ الاسراء، آیت ۴۴)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ یہ خبر دے رہے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کی تسبیح و تقدیس اور بزرگی بیان کر رہے ہیں۔[2] وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی کاریگری میں بڑی حکمت والا ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۲۸۳ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۶۹

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ :...... اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کچھ آثار بیان کیے جا رہے ہیں۔ یعنی وہی اللہ تو ہے جس نے قبیلہ بنونضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ : پہلی مرتبہ جمع ہونے کے موقع پر، اور وہ جزیرۂ عرب سے نکال باہر کردیے گئے، جب کہ قبل ازیں انہیں ایسی ذلت ورسوائی نہیں اٹھانی پڑی تھی۔

بنونضیر کی عہد شکنی اور مدینہ منورہ سے اخراج

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنی نضیر کے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی تھی کہ نہ تو آپ کا ساتھ دیں گے اور نہ آپ کے مخالف ہوں گے، تاہم غزوۂ بدر کے موقع پر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو بنونضیر نے کہا: یہ وہی نبی ہے جس کی تورات میں خبر دی گئی ہے کہ اس کی مدد کی جائے گی اور فتح ونصرت اس کے قدم چومے گی اور اس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوگا، لیکن جب غزوۂ احد کے موقع پر مسلمانوں کو عارضی سے شکست ہوئی تو بنونضیر تذبذب کا شکار ہوگئے اور عہد توڑ دیا۔ ان کا سردار کعب بن اشرف چالیس شہسواروں کے دستے کے ساتھ مکہ کی طرف چل پڑا اور وہاں جا کر ابوسفیان کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے کعب کو چکما دے کر قتل کردیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر لے کر نضیر کا محاصرہ کرلیا، بالآخر جلاوطنی پر صلح ہوئی اور ان میں سے اکثر کو سوئے شام جلاوطن کردیا گیا اور ایک گروہ خیبر میں جا بسا۔ آیت کریمہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ[1]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لِاَوَّلِ الْحَشْرِ : کا معنی ہے: پہلی مرتبہ بنونضیر کو شام کی طرح اجتماعی طور پر جلاوطن کیا گیا۔ لِاَوَّلِ ... کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس سے قبل جلاوطن نہیں کیا گیا۔[2] مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا : اے مومنین! تمہیں گمان تک نہیں تھا کہ بنونضیر کو ان کے وطن اور ان کے گھروں سے نکال باہر کیا جائے گا اور انہیں اس قدر سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حالاں کہ وہ اپنے آپ کو بڑے طاقتور اور مضبوط سمجھتے تھے، چوں کہ ان کے پاس زمین، باغات اور مضبوط قلعے تھے۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ : وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کے عذاب اور اس کے انتقام سے بچالیں گے اور ان کا دفاع کریں گے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کا خیال تھا کہ ان کے قلعے اللہ کے عذاب کے آگے ڈھال بن جائیں گے۔ نظم کلام میں تبدیلی ہے خبر کو مقدم کیا گیا ہے اور جملہ کی اسناد ضمیر کی طرف کی گئی ہے چوں کہ انہیں اپنی مضبوطی، قوت اور قلعوں پر اندھا اعتماد تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ انہیں کوئی بھی یہاں سے نہیں نکال سکتا۔ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا : چنانچہ اللہ کا عذاب وہاں سے ان پر ان پڑا جہاں کا انہیں گمان بھی نہیں تھا، اور ان کے دلوں پر کھٹکا تک نہیں تھا۔ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ : اور بنی نضیر کے دلوں میں شدید خوف ڈال دیا جس سے ان کی قوت کمزور پڑگئی ہے، ان کا امن اور اطمینان سلب ہوگیا، حتیٰ کہ مجبور ہوکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنے قلعوں سے نیچے اتر آئے۔ حدیث میں ہے: رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میں دشمن سے ایک ماہ کی مسافت پر ہوتا ہوں اس پر میرا رعب سوار ہوجاتا ہے۔

بنونضیر کا خود ہی اپنے گھروں کو منہدم کرنا

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ :...... وہ خود اپنے گھروں کو اندر سے منہدم کرتے رہے جب کہ مؤمنین باہر سے ان کا کام تمام کرتے رہے۔ مفسرین کہتے ہیں: بنونضیر نے جلاوطنی سے پہلے اپنے گھروں کو تباہ کردیا، ستون اکھاڑ پھینکے، چھتیں گرادیں، دیواروں میں سوراخ کر دیے تاکہ مسلمان ان گھروں میں نہ رہ سکیں، مسلمان ظاہر سے ہر جانب سے ان کے گھروں کو شکستہ کردیا تاکہ قلعوں میں ان کا ہجوم ہوجائے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ : اے اہل دانش! بنونضیر کا جو حشر ہوا اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرو۔ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ : اگر اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے متعلق بمعہ ان کی اولاد واہل کے جلاوطنی کے فیصلہ نہ کردیا ہوتا۔ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا : تو دنیا میں انہیں تلوار کے ذریعہ عذاب دیتا جیسے ان کے بھائیوں بنی قریظہ کے ساتھ ہوا۔ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ : ان کے لیے دنیا کے عذاب کے ساتھ ساتھ دوزخ کا دائمی عذاب

[1] تفسیر البیضاوی ۳/۴۶۹ [2] تفسیر الآلوسی ۲۸/۳۹

بھی ہوگا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: یہ جلاوطنی اور عذاب انہیں اس وجہ سے ہوا چوں کہ انہوں نے اللہ کی مخالفت کی اور اس کا حکم نہ مانا، اور انہوں نے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا۔ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور اس کے دین سے عداوت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت شدید ہے اور اس کی سزا دردناک ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ (سورہ ھود، آیت ۱۰۲)

اسی طرح تمہارے رب کی پکڑ ہے جب وہ بستیوں کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اس حال میں کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں، بلاشبہ تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت اور دردناک ہے۔

مسلمانوں نے بنونضیر کے درخت اللہ کے حکم سے کاٹے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مسلمانوں نے بنی نضیر کی بستیوں سے جو درخت کاٹے اور جلائے یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ: اے مومنین! تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا انہیں تنوں کے بل کھڑے رہنے دیا یہ سب تم نے اللہ کے حکم، اس کے ارادہ اور اس کی رضامندی سے کیا ہے۔ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ: تاکہ یہود اپنی درختوں کو کٹتا دیکھ کر غصہ ہوں اور ذلیل و رسوا ہو کر یہاں سے نکلیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کی اجازت دی تاکہ کافروں کا غصہ بڑھ جائے، ان کی حسرت میں اضافہ ہو چوں کہ وہ اپنے محبوب مال کو اپنی آنکھوں کے سامنے برباد ہوتا دیکھیں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے: جب رسول کریم ﷺ نے بنی نضیر کا محاصرہ کر لیا تو بعض صحابہ نے ان کے باغات کاٹنے اور جلانے شروع کر دیے، یہ صورت حال دیکھ کر کہنے لگے: اے محمد! یہ کیسا فساد پھیلایا جا رہا ہے؟ حالاں کہ تم اس سے روکتے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1] وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بنی نضیر کے جو اموال بطور غنیمت دلوائے۔ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ: تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ ان اموال پر نہیں دوڑائے او رنہ ہی ان کے حصول میں تمہیں کسی قسم کی تھکاوٹ اٹھانی پڑی۔

قرطبی کہتے ہیں: مقولہ ہے: وجف البعیر وجیفاً۔ "تیز چلنا"۔ اوجفہ صاحبہ سواری کو تیز چلنے پر برانگیختہ کرنا۔ الرکاب: اونٹ وغیرہ جس پر سواری کی جائے۔ آیت کا معنی ہے: تمہیں کسی قسم کی مشقت نہیں اٹھانی پڑی اور نہ ہی جنگ کرنا پڑی، یہ جگہ تو مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی، اللہ تعالیٰ نے صلح کے ذریعے تمہیں عطا کر دی، بنی نضیر کو وہاں سے جلاوطن کر دیا اور ان کے اموال اپنی گرفت میں کر لیے، اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے اموال کو رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص کر دیا آپ جہاں چاہیں صرف کریں۔[2] وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ: لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے، اور اس کے پیغمبروں کو جنگوں کی سختیاں نہیں دیکھنی پڑتیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ مغلوب نہیں، اسے کوئی روک نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی چیز اسے عاجز کر سکتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کا عام حکم بیان کیا ہے۔ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى: اللہ تعالیٰ نے کفار کے اموال میں سے جو مال غنیمت کے طور پر بغیر جنگ کے اپنے پیغمبر کو عطا کر دیا۔ یہ مال فئی کا بیان ہے، مال فئی وہ ہوتا ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد بنو قریظہ، بنو نضیر، فدک اور خیبر کا مال ہے۔[3] فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ: اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اللہ تعالیٰ جہاں چاہے اسے صرف کرنے کا حکم دے۔ اور یہ مال اللہ کے پیغمبر کی ملکیت ہے وہ اسے اپنے ذاتی استعمال میں بھی لا سکتے ہیں اور مسلمانوں کے مصالح میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ: اور وہ پیغمبر کے قرابتداروں یعنی بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کا حق ہے، یتیموں کا حق ہے اور وہ حاجت مند فقرا کا حق ہے۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ: اور اس مسافر کا حق ہے جو سفر میں منقطع ہو گیا ہو۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۴۷۱، البحر المحیط ۸/ ۲۴۴ [2] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۰ [3] تفسیر الخازن ۴/ ۶۰

مال غنیمت اور مال فئی میں فرق ہے

تسہیل میں لکھا ہے کہ اس آیت میں اور سورۃ الانفال کی آیت میں کوئی تعرض نہیں ہے۔ چنانچہ سورۃ الانفال میں مال غنیمت کا حکم بیان ہوا ہے، مال غنیمت وہ ہوتا ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کی صورت میں ان سے قبضہ میں لیا جاتا ہے۔ اس میں میں پانچواں حصہ مذکورین میں تقسیم کیا جائے گا اور باقی مال مجاہدین میں تقسیم کیا جائے گا۔ جب کہ مذکورہ بالا آیت میں فئی کا حکم بیان ہوا ہے۔ مال فئی وہ ہوتا ہے جو کفار سے بغیر جنگ کے قبضہ میں لیا جائے، چنانچہ دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ نسخ ہے۔ فقہا نے مال غنیمت اور مال فئی میں فرق کیا ہے اور ان کا حکم مختلف ہے، مال غنیمت وہ ہوتا ہے جو جنگ کے بعد حاصل ہو اور مال فئی وہ ہوتا ہے جو بغیر جنگ کے صلح سے حاصل ہو۔ اسی لیے یہاں فئی کا لفظ آیا ہے: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ: جب کہ سورۃ الانفال میں غنیمت کا لفظ آیا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ۔[1] كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ: تا کہ اس مال سے صرف مالدار ہی فائدہ نہ اٹھائیں اور فقرا محروم رہیں، جب کہ فقرا کو مال کی زیادہ حاجت ہوتی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: یعنی یہ ہم اس لیے مشروع کیا تا کہ یہ مال صرف مالدار لوگ ہی آپس میں نہ تقسیم کر لیں اور فقرا وضعفا صرف دیکھتے ہی رہ جائیں۔ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ رئیس مال کا چوتھائی حصہ اپنے لیے مخصوص کر لیتا تھا اور بقیہ مال میں سے بھی جو چاہے اپنے لیے مخصوص کر لیتا تھا۔[2]

شان نزول

مفسرین کہتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے بنی نضیر سے حاصل ہونے والے اموال کو مہاجرین کے درمیان تقسیم کیا تھا چوں کہ مہاجرین اس وقت فقرا تھے جب کہ انصار کو کچھ بھی نہیں دیا چوں کہ انصار مالدار تھے۔ بعض انصار نے اس تقسیم پر کہا کہ ہمیں بھی حصہ ملنا چاہیے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا: پیغمبر ﷺ تمہیں جو حکم دیں وہ بجا لاؤ اور تمہیں جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔ پیغمبر تمہیں اچھی بات ہی کا حکم دیتے ہیں، اور شر وفساد سے منع کرتے ہیں۔

آیت کا شان نزول خاص مگر حکم عام ہے

مفسرین کہتے ہیں: آیت اگرچہ اموال فئی کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے حکم میں عموم ہے، اس کا اطلاق ہر اس بات پر ہوگا جس کا پیغمبر ﷺ نے حکم دیا ہو اور جس چیز سے روکا ہو۔ خواہ وہ واجب ہو یا مستحب، حرام ہو یا مکروہ...... اس میں فئی اور غیر فئی بھی داخل ہے۔[3]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ کہا: اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت کرے جو تل بناتی ہیں اور جو بنواتی ہیں اور جو خوبصورتی کے لیے چہرے کے بال نوچتی ہیں اور جو دانتوں میں خلا بناتی ہیں اور اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں تغیر کرتی ہیں۔ یہ حدیث بنو اسد کی ایک عورت ام یعقوب کو پہنچی، وہ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتی تھی، وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: مجھے تمہاری بیان کردہ حدیث پہنچی ہے جس میں تم نے یہ اور یہ کہا ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بھلا میں اس عورت پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے پیغمبر نے لعنت کی ہے۔ جب کہ یہ چیز اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے؟ اس عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا ضرور یہ بات پاتی، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔[4]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ:...... اللہ تعالیٰ کے اوامر بجا لا کر اور اس کی نواہی سے اجتناب کر کے اللہ سے ڈرو۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ: اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت اور دردناک ہے، جو اس کے حکم کے خلاف ورزی کرتا ہے اور معصیت کی راہ پر چلتا ہے اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا: یہ حکم فئی سے متعلق ہے، گویا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: مال فئی اور مال

---

[1] التسہیل ۴/۱۰۸ [2] تفسیر القرطبی ۱۸/۱۶ [3] التفسیر الکبیر الرازی ۲۹/۲۸۶ [4] أخرجہ البخاری ومسلم

غنیمت ان فقرا مہاجرین کا حق ہے جنہیں کفار نے اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا، انہوں نے اپنے گھروں کو، اموال کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑ دیا۔ وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: ہجرت سے ان کا قصد اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کی نصرت تھا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ: یہ لوگ جو اچھی صفات کے ساتھ متصف ہیں یہی ایمان کے سچے لوگ ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ وہی مہاجرین ہیں جنہوں نے خالص اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے گھروں، اموال، اہل و اعیال اور وطن کو چھوڑا، حتیٰ کہ بعض بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تا کہ ان کی کمر سیدھی رہے۔[1]

انصار مدینہ کے فضائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انصار کی مدح کی ہے اور ان کے فضائل بیان کیے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ: جن لوگوں نے قبل ازیں مدینہ منورہ کو اپنا ٹھکانا بنایا جو کہ مہاجرین سے تعداد میں زیادہ ہیں اور وہ انصار ہیں۔ قرطبی نے یہ معنی بیان کیا ہے: یعنی جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ کو ٹھکانا بنایا اور خالص ایمان کا اعتقاد رکھا۔ التبوء: ٹھکانا بنانا، جگہ پکڑنا۔ یہ مراد نہیں کہ انصار مہاجرین سے پہلے ایمان لائے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے انہوں نے ایمان لایا۔[2] يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ: وہ اپنے مہاجرین بھائیوں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے مال سے ان کی غمخواری کرتے ہیں۔ خازن کہتے ہیں: انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر میں ٹھہرایا اور اپنے مال میں انہیں برابر کا شریک کیا۔[3] وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا: مہاجرین کو جو مال غنیمت عطا کیا گیا ہے اس پر انصار اپنے دلوں میں حسد اور کینہ نہیں پاتے۔

مفسرین کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے اموال مہاجرین کے درمیان تقسیم کیے اور انصار کو کچھ بھی نہیں دیا، البتہ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو کچھ حصہ دیا، اس تقسیم پر انصار کے دل خوش رہے وہ خفا نہیں ہوئے۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ: انصار اپنے علاوہ دوسروں کو اپنی اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود نہایت تنگدستی اور حاجت میں ہوں۔ انصار کا ایثار مال سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ اپنی حاجت اور ضرورت کو پس پشت ڈال کر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، یہی کمال درجے کا ایثار ہے۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: اللہ تعالیٰ نے جس کو بخل سے بچالیا وہ کامیاب رہا اور اس نے نجات پائی۔ الشح بشدید بخل جس میں طمع پائی جاتی ہو۔ شح دل سے ہوتا ہے اسی لیے نفس کی طرف اس کی اضافت کی گئی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شح یہ نہیں کہ آدمی اپنے مال کو روک دے اور کسی کو نہ دے بلکہ شح یہ ہے کہ آدمی مال کی طمع رکھتا ہو اور جو حقیقت میں اس کا حق نہ ہو۔[4]

بخل کی مذمت

حدیث میں ہے: بخل سے بچو، چوں کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، بخل ہی نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے پر ابھارا اور وہ حرام کردہ حدود کو حلال سمجھنے لگے۔[5] وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: یہ مومنین کی تیسری قسم ہے جو فضل و احسان کے مستحق ٹھہرے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو تا قیامت آنے والے ہیں اور مومنین کی روش کو اپنائے رکھیں گے۔ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ: اور وہ اپنے سے پیشتر مومنین کے لیے دعا کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہمارے ان مومنین بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں مغفرت فرما۔ ابو سعود کہتے ہیں: پہلے مومنین کی سابقیت ایمان کا وصف بیان کریں گے اس میں ان کے فضل و کمال کا اعتراف ہے۔ چوں کہ ان کے نزدیک دینی اخوت نسبی اخوت سے افضل و اعلیٰ ہے۔[6] وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اور ہمارے دلوں میں کسی مومن کے لیے بغض و حسد نہ پیدا فرما۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ: یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ مہربان اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار تو ہماری دعا قبول فرما۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۹، [2] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۲۰، [3] تفسیر الخازن ۴/ ۲۶۲، [4] الصاوی ۴/ ۱۹۰، [5] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۲۰، [6] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۵۲

مال غنیمت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والوں کا کوئی حصہ نہیں

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے کیا خوب مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ وہ رافضی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا ہو مال غنیمت میں اس کا کچھ بھی حصہ نہیں ہوگا چوں کہ وہ مومنین کے اوصاف سے متصف نہیں۔[1] شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ مہاجرین وانصار کے بعد آنے والے مومنین پر لازم ہے کہ وہ سابقین کے لیے رحمت کی دعا کرے، لہٰذا جو سابقین کا ذکر خیر نہ کرے بلکہ ان کا ذکر سُوء کرے تو وہ مومنین کی جملہ اقسام سے خارج ہے۔ امام شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہود ونصاریٰ بھی روافض پر فضیلت لے گئے ہیں، چنانچہ یہودیوں سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے افضل ترین لوگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی۔ نصاریٰ سے یہی سوال پوچھا گیا، انہوں نے جواب دیا: عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی۔ جب کہ روافض سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بدترین لوگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ۔ تاہم روافض کو استغفار کا حکم دیا گیا، اس پر انہوں نے صحابہ کو گالیاں دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ تا قیامت ننگی تلوار ان کے سروں پر لٹکتی رہے گی۔[2]

یا اللہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت نصیب فرما۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ
لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ
لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ
تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا
كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ
فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ع
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾
لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

[1] تفسیر ابن کثیر ۴/۷۵ [2] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/۴۷۷

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ
الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾ ع

ترجمہ:.....کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہہ رہے تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں کہ یقین جانو اگر تم نکالے گئے تو ضرور ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ ⑪ یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور یقینی بات ہے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پشت پھیر کر کے چلے جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ⑫ یہ بات بھی یقینی ہے کہ ان کے سینوں میں تمہارا ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔ ⑬ وہ تم سے جنگ نہیں کریں گے اکٹھے ہو کر مگر ایسی جگہوں میں جو محفوظ ہوں یا دیواروں کی آڑ میں آپس میں ان کی لڑائی سخت ہے۔ آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالاں کہ ان کے دل الگ الگ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ ⑭ ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ⑮ شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا، سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے، ⑯ سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ ⑰ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان پر غور کر لو کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ⑱ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں، یہ لوگ فاسق ہیں ⑲ برابر نہیں ہیں۔ دوزخ والے اور جنت والے، اہل جنت ہی کامیاب ہیں۔ ⑳ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔ ㉑ وہ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمٰن ہے وہ رحیم ہے۔ ㉒ وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، باسلامت ہے امن دینے والا ہے، عزیز ہے، جبار ہے، بڑی عظمت والا ہے اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں۔ ㉓ وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، اس کے اچھے اچھے نام ہیں، جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ عزیز ہے، حکیم ہے۔ ㉔

ربط:.....اوپر مومنین صادقین کا ذکر ہوا ہے اس کے بعد منافقین کا ذکر ہے، جنہوں نے مؤمنین کی مدد و نصرت ترک کر دی تھی اور یہود سے تعاون شروع کر دیا اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اس کے بعد اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان فرق ذکر کیا گیا ہے یہ کہ وہ حال و مآل میں کسی طرح بھی برابر نہیں ہو سکتے، سورۂ مبارکہ کے آخر میں بعض اسمائے حسنیٰ ذکر کیے گئے ہیں۔

لغات:.....شَتّٰى: متفرق۔ خَاشِعًا: ذلیل، جھک جانے والا، سرنگوں۔ مُتَصَدِّعًا: پھٹ جانے والا۔ تصدع البنیان: عمارتیں پھٹ گئیں۔ اَلْقُدُّوْسُ: ہر نقص و عیب سے پاک۔ اَلْمُؤْمِنُ: معجزات کے ذریعے اپنے پیغمبروں کی تصدیق کرنے والا۔ اَلْمُهَيْمِنُ: ہر چیز کا نگہبان۔ اَلْعَزِيْزُ: قوی، غالب۔ اَلْجَبَّارُ: عظیم، زبردست، غالب، صاحب عظمت و جبروت۔ اَلْمُتَكَبِّرُ: بہت زیادہ بڑائی والا۔ اَلْبَارِئُ: بنانے والا، بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا۔ اَلْمُصَوِّرُ: صورت گری کرنے والا۔

تفسیر: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا:..... اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو منافقین کے حال پر تعجب دلایا ہے، یعنی اے محمد! ان منافقین کے حال

پر تعجب کرو جو دل کی بات کے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں جنھوں نے محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا سے کہتے ہیں لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ: اگر تمہیں مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ (اظہار یکجہتی کرتے ہوئے) جلاوطن ہو جائیں گے۔

منافقین یہود کے بھائی ہیں

تسہیل میں لکھا ہے: یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور منافقین کی ایک قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے بنی نضیر کو پیغام بھیجا تھا کہ تم اپنے قلعوں میں ثابت قدم رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں خواہ تمہاری جو حالت بھی ہو۔[1] آیت میں منافقین کو یہود کا بھائی قرار دیا گیا ہے چوں کہ وہ بھی انہی جیسے کفار ہیں۔ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا: ہم تمہارے خلاف لڑنے میں محمد (ﷺ) کی بات نہیں مانیں گے اور اگر ہمیں کوئی تمہاری مخالفت کا حکم دے گا ہم اس کی بات نہیں سنیں گے۔ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ: اور اگر کوئی تمہارے ساتھ لڑنے گا ہم تمہارے دشمن کے خلاف تمہاری معاونت کریں گے اور ہم تمہاری جانبداری میں رہیں گے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ: اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کا تفصیلی حال بتایا ہے۔ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ: اگر یہود کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو منافقین ان کے ساتھ مدینے سے نہیں جائیں گے۔ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ: اور اگر یہود کے ساتھ جنگ کی گئی تو منافقین ان کی معیت میں جنگ نہیں کریں گے۔

حضور ﷺ کی نبوت پر دلیل

قرطبی کہتے ہیں: اس آیت میں غیب کی طرف سے محمد ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلیل ہے چوں کہ بنی نضیر کو جلاوطن کیا گیا لیکن منافقین ان کے ساتھ نہیں گئے۔ بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کی گئی لیکن منافقین نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں خبر دی ہے۔[2] وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ: بالفرض منافقین اگر یہود کی مدد کریں اور ان کی معیت میں جنگ کریں تو انہیں شکست ہوگی اور پھر یہود کو منافقین کی مدد کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔ امام فخر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر یہود کو جلاوطن کیا گیا تو منافقین ان کے ساتھ جلاوطن نہیں ہوں گے۔ چنانچہ حقیقت میں ایسا ہی ہوا، بنی نضیر کو جب مدینے سے نکالا گیا تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلے، ان کے ساتھ جنگ ہوئی منافقین نے ان کی مدد بھی نہیں کی۔ رہی بات فرمان باری تعالیٰ کی وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ: یہ علی سبیل الفرض ہے۔ یعنی بالفرض اگر منافقین یہود کی مدد کا ارادہ کریں بھی تو لامحالہ انہیں مدد کا خیال ترک کرنا ہوگا اور انہیں سخت ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔[3]

مسلمانوں کا رعب

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ: ……اے مسلمانو! منافقین کے دلوں میں اللہ کے خوف کی بنسبت تمہارا خوف زیادہ ہے۔ وہ تم سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں، اتنے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ: تم سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لاعلم ہیں، تبھی وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح نہیں ڈرتے جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کی قدر سے نابلد ہیں۔[4] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین اور یہود کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ نہایت بزدل ہیں اور وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے، ہاں البتہ وہ اپنے قلعوں میں بند ہو کر دلیری دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ: وہ سب کے سب تمہارے ساتھ لڑائی کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، ہاں البتہ وہ قلعہ بند بستیوں میں رہ کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں، یا ان کی بستیاں چار

---

[1] التسہیل العلوم التنزیل ۴/۱۱۰ [2] تفسیر القرطبی ۱۸/۳۴ [3] التفسیر الکبیر ۲۹/۲۸۹ [4] تفسیر القرطبی ۱۸/۳۵

دیواری اور صندقوں سے گھری ہوں تب وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ اَوۡ مِنۡ وَّرَآءِ جُدُرٍ: یا پھر دیواروں کے پیچھے چھپ کر تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ چوں کہ ان میں بزدلی بہت زیادہ ہے۔ بَاۡسُهُمۡ بَيۡنَهُمۡ شَدِيۡدٌ: اور ان کے آپس میں مخالفتیں اور عداوتیں بہت سخت ہیں۔ تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا وَّقُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى: ظاہری طور پر تم انہیں متحد سمجھو گے، حقیقت میں ان کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے اور ان کے دل جدا جدا ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: اہل باطل کی آرا، سوچ اور فکر مختلف ہوتی ہے چوں کہ ان میں عقل و دانش کا قحط ہوتا ہے وہ خدا لگی کو سمجھتے ہی نہیں۔ بحر میں لکھا ہے: ان میں عقل کا نہ ہونا تفرقہ کا موجب ہے۔ ان کی مثال چوپایوں جیسی ہے جو کسی حالت میں متفق نہیں ہو پاتے۔ لا وطنی اور رسوائی کے اعتبار سے بنی نضیر کی مثال کفار مکہ جیسی ہے جنہیں بدر کی جنگ میں سخت ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔ بیضاوی کہتے ہیں: یہود کی مثال اہل بدر جیسی ہے یا پہلی امتوں جیسی ہے جو زمانہ قریب میں ہلاک کر دی گئیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡقِلُوۡنَ كَمَثَلِ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَرِيۡبًا ذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ: انہوں نے اپنی برائی کا برا انجام دنیا ہی میں چکھ لیا۔ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ: اور آخرت میں ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے۔

منافقین کی مثال شیطان کی سی ہے

كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ: ...... منافقین کی مثال یہودیوں کو جنگ پر ابھارنے میں ایسی ہے جیسے شیطان جو کہ انسان کو کفر پر ابھارتا ہے اور پھر اسے رسوا کر کے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكَ: جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے۔ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ: اگر میں نے کفر کر دیا تو میں اللہ کے عذاب اور اس کے انتقام سے ڈرتا ہوں۔ تسہیل میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ منافقین کی مثال بیان کی ہے، جنہوں نے بنی نضیر کو برانگیختہ کیا پھر ان سے علیحدہ ہو گئے۔ منافقین کی مثال شیطان کے ساتھ بیان کی گئی ہے جو آدمی کو گمراہ کرتا ہے اور پھر اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ آیت میں شیطان اور انسان سے جنس مراد ہے۔ جب کہ شیطان کا قول اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ: اس کا محض جھوٹ ہے، چوں کہ اگر وہ اللہ سے ڈرتا تو اس کا حکم مانتا اور اس کی نافرمانی نہ کرتا۔[1]

منافقین اور یہود کا انجام

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيۡنِ فِيۡهَا: ...... منافقین اور یہود کا انجام، شیطان اور انسان کے انجام جیسا ہو گا، چنانچہ یہ دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ: یہ ہر ظالم اور فاجر کی سزا اور انجام ہے چوں کہ وہ اللہ کی حرام کردہ حدود کو توڑنے والا ہے۔ جب منافقین اور یہود کی صفات بیان کیں اور ان کی مثالیں بھی بیان کیں تو اس کے بعد مؤمنین کو نصیحت کی گئی ہے تا کہ مومنین کو ڈرایا جائے کہیں وہ اپنے سے پہلے لوگوں جیسے نہ ہو جائیں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: یعنی اللہ سے ڈرو اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لاؤ اور اس کی منع کردہ چیزوں سے باز رہو۔ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ: ہر نفس کو چاہیے کہ وہ اپنے کیے ہوئے اعمال کو دیکھ لے کہ اس نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تم لوگ دیکھ لو کہ تم نے قیامت کے دن کے لیے کیسے اعمال تیار کر رکھے ہیں جو تم نے اپنے رب کے سامنے پیش کرنے ہیں۔ قیامت کو آنے والے کل سے تعبیر کیا ہے چوں کہ قیامت قریب ہے۔[2] چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ۔ قیامت کا تو بس ایک پل جھپکنے کے مترادف ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ: یہ مضمون تاکید کے لیے مکرر لایا گیا ہے۔ نیز تقویٰ کا مرتبہ اور مقام بھی بیان کرنا مقصود ہے اور اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کو اس کی وصیت بھی کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَقَدۡ وَصَّيۡنَا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَاِيَّاكُمۡ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ: ہم نے تم سے پہلے لوگوں کو جنہیں کتاب عطا کی ہے اور تمہیں بھی حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ: اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے وہ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

---

[1] التسہیل ۴/۱۱۰ [2] تفسیر ابن کثیر ۳/۴۷۷

اللہ کو بھلانے کا انجام

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنسٰهُمْ أَنفُسَهُمْ:...... اے مومنین کی جماعت تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کے ذکر اور اس کی طاعت کو چھوڑ دیا تو اللہ نے انہیں اپنے حقوق بھی بھلا دیے اور انہوں نے اپنے نفس کی اصلاح کرنا چھوڑ دیا۔ ابو حیان کہتے ہیں: یہ گناہوں کا بدلہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کی عبادت ترک کر دی، اس کی احکام بجا لانا چھوڑ دیے اس پر انہیں یہ سزا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حظ نفس ہی بھلا دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خیر و بھلائی کا کوئی عمل نہ کر پائے جس کا انہیں نفع پہنچتا۔ أُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ: یہ لوگ نافرمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طاعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ لَا يَسْتَوِي أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یعنی قیامت کے دن بدکار اور نیکوکار، اہل دوزخ اور اہل جنت فضل و مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتے۔ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُونَ: اہل جنت نعمت کدوں میں دائمی سعادت کے ساتھ کامیاب ہوں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

عظمت قرآن کریم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت بیان فرمائی ہے اور ٹھوس و بے جان پہاڑوں پر اس کی تاثیر بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: لَوْ أَنزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ: اگر ہم کسی پہاڑ میں عقل و تمیز کی صلاحیت پیدا کر دیتے جیسے انسان میں پیدا کر رکھی ہے اور پھر ہم اس پہاڑ پر یہ قرآن نازل کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے مارے جھک جاتا اور پھٹ پڑتا اس پر رعب طاری ہو جاتا۔ آیت کریمہ میں عظمت قرآن کی منظر کشی کی گئی ہے۔ اور قرآن کی قوت تاثیر عیاں کی گئی ہے۔ یعنی اگر کسی پہاڑ کو قرآن کے ساتھ مخاطب کیا جاتا جب کہ وہ نہایت سخت ہے تم اسے دیکھتے کہ خوف خدا سے جھکا جاتا اور پھٹا جاتا۔ اس سے مراد انسان کی توبیخ ہے جو تلاوت قرآن کے وقت پسیجتا نہیں ہے بلکہ وہ قرآن کے عجائب و عظائم سے روگردانی کر جاتا ہے۔ یہ آیت عظمت قرآن اور انسان کی گھٹیا حالت کے متعلق ہے۔ [1] البحر میں لکھا ہے: اس سے غرض انسان کی پتھر دل پر اس کی توبیخ کرنا اور قرآن سے متاثر نہ ہونے پر اسے ڈانٹنا ہے۔ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ جھک جاتا اور پھٹ پڑتا، پہاڑ اپنی صلاحیت اور سختی کے باوجود پھٹ پڑتا۔ انسان پر قرآن کا اثر بطریق اولیٰ ہونا چاہیے لیکن اپنی کمزوری کی وجہ سے متاثر نہیں ہوتا۔ [2] وَتِلْكَ الْأَمْثٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ: یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں غور و فکر کریں اور پھر ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و جلال کو بیان کیا ہے۔ هُوَ اللهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ: اللہ عزوجل وہی معبود برحق ہے، اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، کوئی اور پروردگار نہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهٰدَةِ:...... پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، یعنی جو کچھ انسان سے غائب ہے وہ اسے جانتا ہے اور انسان جسے دیکھتا اور جانتا ہے وہ بھی اس کے علم میں ہے۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ: اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں وسیع رحمت والا ہے۔ هُوَ اللهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ: توحید کی اہمیت کے پیش نظر یہ جملہ مکرر لایا گیا ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود اور کوئی رب نہیں۔ الْمَلِكُ: جو ساری مخلوقات کا مالک ہے، امر و نہی، پیدا کرنے اور مارنے کے اعتبار سے مخلوق میں تصرف کرنے والا ہے۔ الْقُدُّوسُ: قبیح امور اور حدوث کی صفات سے پاک ہے۔ [3] تسہیل میں لکھا ہے: القدوس: تقدیس سے مشتق ہے، اس کا معنی: مخلوقات کی صفات سے اور ہر طرح کے عیب اور نقص سے پاک ہونا ہے۔ یہ صیغہ مبالغہ ہے جیسے سبوح۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے اپنی تسبیح میں کہتے ہیں: ''سبوح الْقُدُّوسُ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحُ فِيهَا۔ السَّلٰمُ: جس کے عذاب سے مخلوق سلامتی میں ہے اور اس کے ظلم سے امن میں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿۴۹﴾ تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ [4] الْمُؤْمِنُ پیغمبروں کو معجزات دے کر ان کی تصدیق کرنے والا۔ الْمُهَيْمِنُ: ہر چیز کا نگہبان۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یعنی اپنے بندوں کے اعمال کو دیکھنے والا، جس

[1] حاشیہ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۷۹ ۔ [2] تفسیر البحر المحیط ۸/ ۲۵۱ [3] تفسیر الخازن ۴/ ۲۷ [4] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۴۷

سے کوئی چیز غائب نہ ہوتی ہو۔ الْعَزِيْزُ: زبردست، غالب، جو مغلوب نہ ہوتا ہو جو زیر نہ ہوتا ہو۔ الْجَبَّارُ: جبر و قہر والا، عالیشان و بلند رتبہ جس کے آگے سب زیر ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ وہ عظیم ذات جو کسی کام کو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جبروت اس کی عظمت ہے۔[1]
الْمُتَكَبِّرُ: وہ ذات جس کے لیے بڑائی ثابت ہے اور بڑائی کا سزاوار صرف وہی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے: عظمت و بڑائی میرا ازار ہے اور تکبر میری چادر ہے۔ جس نے یہ چیزیں مجھ سے چھیننے کی کوشش کی ہیں اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور اس کی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔[2] امام فخر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جان لو! متکبر انسانوں کی صفت کے اعتبار سے صفت ذم ہے چوں کہ متکبر وہ ہوتا ہے جو اپنے تئیں تکبر کا اظہار کرے اور یہ چیز مخلوق کے حق میں نقص ہے چوں کہ مخلوق کو تکبر کا حق حاصل نہیں بلکہ انسان کے لیے تو صفت عاجزی اور مسکینی ہے، چنانچہ جب انسان تکبر کا اظہار کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا، رہی بات حق سبحانہ وتعالیٰ کی سو اس کے لے بڑائی اور برتری ثابت ہے، جب اللہ تعالیٰ بڑائی کا اظہار کرتا ہے تو وہ انسانوں کو اپنی عظمت وجلال کی تعریف کی ہدایت کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حق میں انتہا درجے کی مدح و تعریف ہوگی۔[3] اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا: سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وجلال میں پاک ہے اور شرکا کے الحاق سے منزہ ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ: اللہ عزوجل معبود ہے وہی تمام مخلوق کا خالق ہے اور وہی مخلوق کو عدم سے وجود دینے والا ہے اور وہی بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے۔ الْمُصَوِّرُ: اور اپنے ارادہ کے مطابق صورتیں بنانے والا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ (سورۃ آل عمران، آیت ۶)
وہی تو ہے جس نے تمہاری صورتیں بنائیں جیسے چاہا، اس حال میں کہ تم ماؤں کہ پیٹ میں تھے۔

خازن کہتے ہیں: یعنی وہی وہ ذات ہے جو جیسے چاہتا ہے مخلوق کی صورت بناتا ہے۔[4]

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى: ...... اللہ تعالیٰ کے عالیشان اسماء ہیں جو معانی کے محاسن پر دلالت کرتے ہیں۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: کائنات میں جو کچھ بھی ہے لسان حال سے یا لسان مقال سے اللہ تعالیٰ کی عیب و نقص کے صفات سے پاکی بیان کرتا ہے۔ سورۂ مبارکہ کا اختتام تسبیح پر ہوا ہے جیسے ابتدا تسبیح سے ہوئی ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بڑا مقصد ہے اور یہ کہ عقل کی نکالی ہوئی راہوں سے پاکی بیان کرتا ہے۔
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی مخلوق وکاریگری میں حکمت والا ہے۔

بلاغت: ...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں۔ ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ: ...... میں طباق سلب ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ: کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لائی گئی ہے۔ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ: دلوں میں جاگزیں ہوجانے والے ایمان کو ایک ایسے گھر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں انسان سکون کے ساتھ رہائش پذیر ہو، حتیٰ کہ وہ اس کا ذاتی گھر بن جائے۔ یہ لطیف استعارہ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا: میں استفہام سے مراد انکار اور تعجب ہے۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى: میں جَمِيْعًا اور شَتّٰى: کے درمیان طباق ہے۔ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ: میں تشبیہ تمثیلی ہے۔ اور وجہ شبہ متعدد سے کشید کی گئی ہے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ: قیامت کو آنے والے کل سے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ قیامت قریب ہے۔ الْغَيْبِ...... وَالشَّهَادَةِ: اور الْجَنَّةِ...... النَّارِ: میں طباق ہے۔

لطیف نکتہ: ...... شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بھوک اور فاقہ سے دوچار ہو گیا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے ایک کے پاس پیغام بھیجا کہ آیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ جواب ملا! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر دوسری بیوی کو پیغام

---

[1] تفسیر الخازن ۴/ ۲۷ [2] تفسیر الخازن ۴/ ۲۷ [3] تفسیر الکبیر ۲۹/ ۲۹۴ [4] تفسیر الخازن ۴/ ۷۳

بھیجا اس کی طرف سے بھی یہی جواب ملا۔ حتیٰ کہ سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے یہی جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں اعلان کیا: اس مہمان کی آج رات جو شخص مہمان نوازی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا۔ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے جنہیں ابوطلحہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس آدمی کی مہمانی کروں گا۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر ساتھ لے گئے۔ گھر جا کر بیوی سے کہا: یہ اللہ کے رسول کا مہمان ہے کوئی چیز اس سے بچا کے مت رکھو، اس کا اکرام کرو۔ بیوی نے کہا: میرے پاس صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا ہے۔ خاوند نے کہا: بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلا کر سلا دو۔ جب مہمان اندر آئے تو ایسا کرتب دکھاؤ گویا ہم کھانا کھا رہے ہیں پھر چراغ درست کرنے اٹھنا اور چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ کھانا کھانے سب بیٹھ گئے مہمان کھاتا رہا اور میزبان کھانا کھانے کی نقل اتارتے رہے اور یوں رات بھوکے گزار دی، صبح ہوتے ہی دونوں (مہمان اور میزبان) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب آپ نے انصاری کو دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رات کے تمہارے عمل پر تعجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾

الحمد للہ سورۂ حشر کی تفسیر کا ترجمہ آج رات بتاریخ ۳ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور بقیہ اجزا کی تفسیر کا ترجمہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورۃ الممتحنۃ

تعارف:......سورۂ ممتحنہ مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں احکام شریعت کو اہتمام سے بیان کیا گیا ہے، سورۂ مبارکہ کا محور و مرکزی نکتہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے جو کہ ایمان کا ایک مضبوط کڑا ہے۔ سورۃ مبارکہ کے شروع میں ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ پر عتاب کے نزول کا ذکر ہے انہوں نے اہل مکہ کو خفیہ خط لکھ دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم ذکر ہوا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مومنین کی مثال بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے مشرکین سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم بیان ہوا جو مسلمانوں کے ساتھ لڑتے نہ ہوں، ہجرت کرنے والی مومنات کا حکم بیان ہوا اور ان کے امتحان لینے کا ذکر بھی ہوا۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے چوں کہ انہوں نے مؤمنین کو سخت اذیت پہنچائی، انہیں جلاوطن کیا اور گھروں کو چھوڑنے پر مجبور کیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۤ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۤ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اس دنیاوی زندگی کی دوستیاں اور قرابتداریاں قیامت کے دن کام نہیں آئیں گی۔ قیامت کے دن تو ایمان اور اعمال صالحہ کام آئیں گی:

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

اس کے بعد ایمان لانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین مومنین کی مثال بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنی مشرک قوم سے کنارہ کشی کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑا، ہر مومن کو ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنا چاہیے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④

اس کے بعد ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑتے نہ ہوں۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧

سورۂ مبارکہ میں ہجرت کر کے مدینہ آنے والی عورتوں کے امتحان لینے کے وجوب کا ذکر ہے، یہ کہ جب ان کے ایمان ثابت ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ لوٹایا جائے اور انہیں کفار کے نکاح میں نہ دیا جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتھ پر عورتوں کی بیعت کا حکم ذکر ہوا ہے اور اس کی شرائط بیان کی گئی ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑩......

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ

بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

سورۂ مبارکہ کے آخر میں مؤمنین کو اللہ کے دشمنوں کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے ڈرایا گیا ہے، یوں ابتدائے سورت اور انتہائے سورت میں مناسبت پیدا ہوگئی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

اٰيَاتُهَا ۱۳ — (۶۰) سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا
جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا
فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ
وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱﴾ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا
اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾ لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيْدُ ﴿۶﴾ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ ع
رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي
الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ

وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا
بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ
اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ
الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ
وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا
ع ۲ ۷ ۸ النصف مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ......اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کی طرف دوستی کرتے ہو اور حالاں کہ وہ حق کے منکر ہو چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے۔ اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لیے میری راہ میں اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے تم ان کی طرف چپکے سے دوستی کی باتیں کرتے ہو اور میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں جنہیں تم چھپاتے ہو اور تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ ① اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو بڑھا دیں۔ انہیں اس بات کی خواہش ہے کہ تم کافر ہو جاؤ ② ہرگز نفع نہ دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن، اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ ③ تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں۔ ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لیے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ ④ اے ہمارے پروردگار! آپ ہم کو کافروں کا فتنہ نہ بنایئے اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما دیجیے، بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔ ⑤ بے شک ان لوگوں میں تمہارے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔ ⑥ عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دے گا جن سے تمہاری عداوت ہے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ⑦ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ ⑨ اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔ ⑨ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو۔ ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو، نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لیے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو ان کو ادا کر دو اور تم کو

ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہوگا' جب کہ تم ان کے مہران کو دے دو اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے۔ ﴿۱۰﴾ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جائے، پھر تمہاری نوبت آ جائے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا' اس کے برابر تم ان کو دے دو اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ﴿۱۱﴾ اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجیے اور ان کے لیے استغفار کیجیے، بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ﴿۱۲﴾ اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ لوگ آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر لوگ ناامید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔ ﴿۱۳﴾

لغات: اَوْلِيَآءَ:...... دوست، احباب، مددگار۔ يَّثْقَفُوْكُمْ: وہ تمہارے اوپر فتح پائیں۔ اصل میں ''الثقف'' کا معنی ہوشیاری، زیرکی ہے، اسی سے ہے: ''رجل ثقف لقف'' زیرک آدمی۔ پھر یہ لفظ فتح بندی اور کامیابی میں مستعمل ہونے لگا۔ اُسْوَةٌ: نمونہ جس کی پیروی کی جائے۔ اَرْحَامُكُمْ: رحم کی جمع ہے، یہ اصل میں "رحم المرأة" سے ماخوذ ہے، پھر یہ قرابتدار میں مستعمل ہونے لگا۔ ظٰهَرُوْا: انہوں نے مدد کی۔ عِصَمِ: عصمة کی جمع ہے۔ وہ چیز جس سے انسان سہارا حاصل کرے، جیسے رسی وغیرہ، یہاں اس سے مراد عقدِ نکاح ہے۔ الْكَوَافِرِ: کافرۃ کی جمع ہے، وہ عورت جو اللہ پر ایمان نہ رکھتی ہو۔

شانِ نزول:...... جب رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے لیے تیاریاں شروع کر دی تو خاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو خط لکھ کر ان تیاریوں سے انہیں آگاہ کر دیا اور لکھا: رسول کریم ﷺ تمہارے اوپر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تم لوگ ہوشیار رہنا، پھر یہ خط ایک مسافر عورت کے دست ارسال کر دیا، تاہم اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول کریم ﷺ کو اس راز کے افشا ہونے سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو اس عورت کے پیچھے دوڑایا۔ ان سے کہا: جلدی جاؤ اور روضہ خاخ کے مقام پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ میرے پاس لیتے آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم چل پڑے یہاں تک کہ روضہ خاخ کے مقام پر آ پہنچے، ہمیں وہاں ایک مسافر عورت ملی، ہم نے اس سے خط مانگا۔ اس نے صاف انکار کر دیا، ہم نے زرا دھمکی دی کہ خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے چنانچہ اس نے اپنے بالوں میں چھپایا ہوا خط نکالا، ہم خط لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، خط میں بعض مشرکین کو رسول کریم ﷺ کے بعض رازوں سے مطلع کیا گیا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کسی فیصلے میں جلدی نہ کریں، دراصل میں قبیلہ قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ میں خارجی ہوں جوان میں آباد ہو گیا تھا، میں نے دیکھا کہ قریشی کے ساتھ میرا کوئی نسبی تعلق نہیں، میں نے قریش پر ایک احسان کرنا چاہا تاکہ وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کر دیں، میں نے ایسا کفر و ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑاتا ہوں۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: یہ جنگ بدر میں شریک رہا ہے، تمہیں کیا معلوم بدر اللہ تعالیٰ نے اہل بعد کے ساتھ خصوصی معاملہ فرمایا ہے اور ارشاد ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی ہے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

کفار سے دوستی کی ممانعت

تفسیر: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ: اے مومنین کی جماعت! اے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والو! کفار جو کہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں کو دوست اور احباب مت بناؤ، چوں کہ اللہ کے دشمنوں سے بغض رکھنا ایمان کی علامت ہے، نہ کہ ان سے محبت و دوستی۔ تسہیل میں لکھا ہے: یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ پر بطور عتاب نازل ہوئی ہے اور ان کے علاوہ جو کوئی ایسا کرے گا اس کے لیے زجر ہے، اس کے باوجود سورۂ مبارکہ میں حاطب رضی اللہ عنہ کے شرف کی طرف بھی اشارہ ہے تبھی فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا:[1] تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ: تم ان سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہو اور ان سے محبتیں کرتے ہو حالاں کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے ساتھ عداوت رکھتے ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: یعنی تم انہیں مسلمانوں کے بھید سے آگاہ کرتے ہو اور ان کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہو۔[2] وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ: حال یہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو اور تمہارے قرآن کے منکر ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر برحق نازل کیا ہے۔ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ: انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ظلماً نکالا ہے جیسے مومنین کو وہاں سے نکالا۔ بحر میں لکھا ہے: اصل میں آیت کا سیاق مومنین کے لیے ہے، تشریف کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔[3] اخراج کا معنی یہ ہے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں پر ہر طرح سے تنگی کر دی اور ان پر سختیاں کیں حتیٰ کہ مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ: یہ ظلم تمہارے اوپر صرف اس وجہ سے ڈھایا کہ تم صرف ایک اللہ پر ایمان لائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ (سورۃ البروج، آیت ۸)

اور وہ اہل ایمان کو صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑا غالب اور سزاوار حمد و ستائش ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ: ...... یہ شرط ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلے ہو اور میری رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: جواب شرط محذوف ہے جس پر ماقبل کا مضمون دلالت کرتا ہے۔ گویا یوں کہا جا رہا ہے: میرے دشمنوں کو دوست مت بناؤ اگر تم میرے دوست ہو۔[4] تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ: تم خفیہ طریقہ سے ان سے خیر خواہی کر رہے ہو حالاں کہ میں تمہاری پوشیدہ اور ظاہری باتوں سے واقف ہوں۔ میرے اوپر تمہارے احوال میں سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے۔ اس سے غرض توبیخ اور عقاب ہے۔ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ: جس نے اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز افشا کیے وہ سیدھے راہ سے ہٹ گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو کفار کی سخت سے سخت عداوت کی خبر دی جا رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً: اگر تم ان کے ہاتھ لگ جاؤ تو ان کے دلوں میں تمہاری جو سخت عداوت چھپی ہے وہ ظاہر کر دیں گے۔ وَّیَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ: تو وہ ہاتھ بڑھا بڑھا کر تمہیں ماریں گے اور قتل کریں گے اور اپنی زبانوں سے تمہیں گالیاں دیں گے۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ: وہ چاہتے ہیں تم ان جیسے ہو جاؤ اور کفر کے راستے پر چل پڑو۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں: وَوَدُّوْا صیغۂ ماضی ہے جب کہ جواب شرط مضارع ہے۔ تَكْفُرُوْنَ: چوں کہ کفار سب سے پہلے مسلمانوں کے کفر کے خواہش مند ہیں، جسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً وہ چاہتے ہیں تم کافر بن جاؤ جیسے وہ کافر ہیں اور تم یکساں ہو جاؤ۔ (سورۃ النساء، آیت ۸۹)

قیامت کے دن اولاد اور قرابت داری کام نہیں آئیں گے

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ: ...... تمہیں تمہاری قرابت داری اور تمہاری اولاد جس کی وجہ سے تم کفار سے دوستی کرنا چاہتے ہو قیامت کے

---

[1] التسہیل ۴/ ۱۱۲ [2] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۵۲ [3] تفسیر البحر المحیط ۸/ ۲۵۳ [4] روح المعانی ۲۸/ ۶۷

دن تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، وہ تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی اور نہ ہی تمہیں نقصان سے بچا سکتی ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں حاطب رضی اللہ عنہ کی رائے کو خطا ظاہر کیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا: تمہیں تمہاری قرابتداری اور مکہ میں آباد تمہاری اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے ساتھ خیانت کرنے پر نہ ابھارے چوں کہ رشتہ داری اور اولاد کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔[1] یَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ: قیامت کے خوفناک دن میں اللہ تعالیٰ مومنین اور کفار کے درمیان فیصلہ کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ مومنین کو جنت میں داخل کرے گا اور گناہ گاروں کو دوزخ میں ڈالے گا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال پر مطلع ہے لہٰذا تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ: اے جماعت مؤمنین! تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومنین ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: جب انہوں نے کفار سے کہا: ہم تم سے اور تمہارے بتوں جن کی تم پوجا کرتے ہو سے بری الذمہ ہیں۔ كَفَرْنَا بِكُمْ: ہم تمہارے دین اور تمہارے طریقہ کا انکار کرتے ہیں۔ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا: ہمارے اور تمہارے درمیان بغض وعداوت ظاہر ہو چکی ہے جو اس وقت تک رہے گی جب تک تم حالت کفر پر برقرار ہو۔ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ: یہاں تک کہ تم اللہ کی توحید کا اقرار نہ کرو اور صرف اسی کی عبادت کرنا شروع نہ کر دو اور کفر و شرک اور بتوں کی عبادت کو چھوڑ نہ دو۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومنین ساتھیوں کی پیروی کریں، انہوں نے اللہ کے لیے مشرکین سے عداوت رکھی اور ان سے برأت کا اظہار کیا چوں کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے استغفار کا وعدہ

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ:...... ہاں البتہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لیے جو استغفار کا قول کیا تھا اس میں ان کی پیروی نہ کرو چوں کہ مشرک کے لیے استغفار نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۚ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۴)

جب ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کر دیا۔

وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ:...... یہ ابراہیم علیہ السلام کے اپنے باپ سے کلام کا تتمہ ہے۔ یعنی اگر تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے تو میں اللہ کے عذاب سے تمہیں کچھ بھی نہیں بچا سکتا۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا: یعنی ہم نے اپنے جملہ معاملات میں تجھ پر اعتماد کیا۔ وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا: اور ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ: اور آخرت میں تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے ساتھ استغفار کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ سورت مریم میں ہے:

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (سورۃ مریم، آیت ۴۷)

میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام بڑے نرم دل تھے۔

ابراہیم علیہ السلام نے والد کے لیے قولاً استغفار کیا جیسا کہ سورت شعراء میں ہے:

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ (سورۃ الشعراء، آیت ۸۶)

میں اپنے باپ کے لیے استغفار کروں گا، بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سب کچھ والد کے اسلام قبول کرنے کی امید میں کیا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ والد کفر پر ڈٹا رہے گا تو انہوں نے باپ کے لیے استغفار کرنے سے رجوع کر لیا جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے۔

[1] الصاوی ۴/ ۱۹۵

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۚ (سورۃ التوبۃ۔ آیت ۱۱۴)

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لیے استغفار کرنا صرف ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کیا تھا، جب یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کا والد اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کر دیا۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا:...... اے ہمارے پروردگار! کافروں کو ہمارے اوپر مسلط نہ کرنا، وہ ہمیں اپنے دین سے پھیر دیں گے اور ہمارے اوپر ایسا عذاب آجائے گا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔[1] مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی کفار کے ہاتھوں ہمیں عذاب نہ دینا اور نہ ہی اپنے پاس سے ہمیں عذاب دینا، ورنہ یہ لوگ کہیں گے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو انہیں یہ عذاب نہ ہوتا۔ وَاغْفِرْ لَنَا یعنی ہم سے جو گناہ سرزد ہوئے وہ ہمیں بخش دے۔ رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: یا اللہ تو ہی غالب رہنے والا ہے، جو شخص تیری پناہ حاصل کرتا ہے وہ رسوا نہیں ہوتا، تو ہی حکمت والا ہے جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں خیر و بھلائی ہوتی ہے۔ عاجزی میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے ندا میں تکرار آیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو مومنین تھے کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے، اس لیے کہ انہوں نے کفار سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مضمون مکرر لایا گیا ہے تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں مبالغہ پیدا کیا جائے۔ اسی لیے جملہ کی ابتدا میں لام قسم کے لیے لائی گئی ہے۔[2] لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ: اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید رکھتا ہو اور آخرت کے عذاب کا خوف رکھتا ہو۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ: جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ ان جیسوں اور ساری کی ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے سزاوار حمد و ستائش ہے۔

کفار سے قطع تعلقی پر مسلمانوں کو تسلی

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً:...... کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے مشرکین رشتہ داروں کے درمیان محبت و مودت پیدا کر دے اور تمہاری عداوت دوستی میں بدل دے۔ تسہیل میں لکھا ہے: اوپر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کفار کے ساتھ عداوت رکھیں اور تمام تر تعلقات قطع کر دیں اور جو بھی دوستی اور محبت ہو اسے ترک کر دیں تو اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سچائی تو معلوم کر لیا تو اب اس آیت سے مسلمانوں کو مانوس کیا اور مسلمانوں کے ساتھ وعدہ کر دیا کہ ان کے اور کافروں کے درمیان عنقریب محبت پیدا کر دے گا، چنانچہ یہ محبت فتح مکہ کے موقع پر مکمل ہوئی کہ سارے قریش مشرف بہ اسلام ہوئے۔[3] اللہ تعالیٰ نے ان کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد مجتمع کیا۔ امام رازی کہتے ہیں: عَسَى: اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہوتا ہے، چنانچہ یہ وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا اور مسلمانوں کو مکہ میں کفار کے ساتھ اکٹھا کر دیا۔ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ قادر ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ دلوں کے بدلنے اور احوال کے متغیر کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ دوستی اور احسان کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تمہارے دین کی وجہ سے تمہارے ساتھ جنگ نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا جیسے عورتیں اور بچے۔ آیت کریمہ میں جملہ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ بحذف جر عَنْ: کے مجرور کے مقام میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے سے منع نہیں کرتا۔ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ: اور یہ کہ تم ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اپنے جملہ امور میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ آیت بنو خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت کر لی تھی کہ وہ آپ کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ کے دشمن کی مدد کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے میں رخصت دے دی۔

---

[1] پہلا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسرا قول مجاہد سے مروی ہے۔ [2] تفسیر ابی السعود ۵ / ۱۵۷ [3] التسہیل ۴ / ۱۱۴

شانِ نزول

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میری والدہ آئیں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور وہ اسلام کی رغبت بھی رکھتی ہیں کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ⑧ (سورۃ الممتحنۃ، آیت ۸)[1]

اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ: ...... اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کرتا ہے جو تمہارے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور وہ تمہارے دین کو بنیاد بنا کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور وہ تمہیں جلاوطن کرنے پر تمہارے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ: جس نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی اور انہیں اپنا معاون اور مددگار بنالیا حقیقت میں وہ لوگ ظالم ہیں، چوں کہ انہوں نے اپنے آپ کو عذاب کے لیے پیش کردیا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ: یعنی ان کا امتحان لے لو تا کہ تمہیں ان کے ایمان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

شانِ نزول

مفسرین کہتے ہیں: صلح حدیبیہ جو مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان طے پائی تھی اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ جو مسلمان اہل مکہ کے پاس آجائے اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ اور مشرکین مکہ میں سے جو کافر مسلمانوں کے پاس مدینہ آجائے اسے واپس کیا جائے گا۔ چنانچہ مشرکین کی ایک عورت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر کے مدینہ آئی، اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس کے دو بھائی عمار اور ولید بھی آگئے، انہوں نے کہا: شرط کے مطابق اسے ہمیں واپس لوٹا دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری طے شدہ شرط مردوں کے متعلق تھی عورتوں کے متعلق نہیں تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہجرت کرنے والی عورت کو قسم دی جاتی تھی کہ وہ اپنے شوہر سے بغض کرنے کی وجہ سے نہیں آئی اور نہ ہی دنیا کی لالچ میں آئی ہے، وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور دین اسلام میں رغبت رکھنے کی وجہ سے ہجرت کر کے آئی ہے۔[2] اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ: ان کے دعوائے ایمان کی سچائی سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے، اس سے یہ بات واضح کرنا مقصد ہے کہ امتحان مومنین کی نسبت سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز مخفی نہیں۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ: امتحان کے بعد اگر تم ان کے ایمان کی حقیقت معلوم کر لو اور حقیقت میں وہ ایمان کی دولت کے سرفراز ہیں تو انہیں ان کے کفار ازواج کی طرف نہ لوٹاؤ۔ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ: مومن عورت مشرک مرد کے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی مومن مرد کے لیے مشرکہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مضمون میں تکرار مبالغہ کے لیے ہے۔ جب کہ حرمت اور مومنہ اور مشرک کے درمیان قطع تعلق میں مبالغہ پیدا کرنا مقصود ہے۔ وَاٰتُوْھُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا: یعنی ان عورتوں کے کافر خاوندوں نے انہیں جو مہر دیا ہے وہ تم انہیں ادا کردو۔ بحر میں لکھا ہے: آیت کریمہ میں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ جب کافر کی بیوی اسلام قبول کرے اور وہ ہجرت کر کے مدینہ آجائے تو اس کے خاوند نے اس پر جو خرچہ کیا ہے وہ اسے دے دو، تا کہ خاوند کو دو خسارے بیوی کا خسارہ اور مہر کا خسارہ برداشت نہ کرنا پڑے۔[3]

---

[1] اخرجہ الشیخان واحمد [2] تفسیر البحر المحیط ۸/۲۵۶ [3] البحر المحیط ۸/۲۵۷

مہاجرہ عورتوں سے نکاح کا حکم

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ: ...... تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان مہاجر عورتوں کے ساتھ نکاح کرلو بشرطیہ کہ تم انہیں ان کا مہر دے دو۔ خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ان مہاجر عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا مباح قرار دیا ہے جو دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف آ جائیں، اگرچہ ان کے خاوند کفار موجود ہوں، چوں کہ اسلام مومن عورت اور کافر خاوند کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔ اور یہ فرقت اس عورت کی عدت گزرنے پر لاگو ہو گی۔[1] وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ: اور اپنی کافر بیویوں کے ناموس کو اپنے پاس مت روکے رکھو چوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان عصمت زوجیت باقی نہیں رہتی۔ قرطبی کہتے ہیں: آیت میں عصمت سے مراد عقد نکاح ہے۔ گویا جس شخص کی بیوی کافرہ ہو اور وہ مکہ میں ہو تو وہ اسے اپنی بیوی نہ شمار کرے، چوں کہ اختلاف دارین کی وجہ سے اس کی عصمت منقطع ہو چکی۔ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا: اے مومنین! تم نے جو مہر کافرہ بیویوں کو دے رکھا ہے جب وہ کفار سے جا ملیں تو ان سے وہ مہر طلب کرلو اور انہوں نے اپنی مہاجر بیویوں کو جو مہر دیا ہے وہ بھی طلب کرلیں۔ ابن العربی کہتے ہیں: مسلمان عورتوں میں سے جو عورت مرتدہ ہو کر کافروں سے جاملتی تو کافروں سے کہا جاتا: اس کا مہر لے آ ؤ اور جب کوئی کافر عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں سے آملتی تو مسلمانوں کو کہا جاتا: اس کا مہر کافروں کو واپس کر دو۔ دونوں حالتوں میں یہی بات لائق انصاف ہے۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ: ...... یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کا عادلانہ فیصلہ ہے جو تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: اللہ تعالیٰ بندوں کے مصالح سے بخوبی واقف ہے اور اس کی شریعت سازی حکمت پر مبنی ہے، وہی حکم مشروع کرتا ہے حکمت جس کا تقاضا کرتا ہے۔ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ: اگر مسلمانوں کی کوئی عورت بھاگ کر کفاروں سے جا ملے۔ فَعَاقَبْتُمْ: پھر تم (کبھی) کفار پر حملہ کرو، ان پر غلبہ پاؤ اور ان سے مال غنیمت قابو کرو۔ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا: تو تمہارے ہاتھ جو مال غنیمت لگا ہو اس میں سے بھاگنے والی عورت کے پہلے خاوند کو اس کا اتنا مہر دے دو جتنا اس نے بھاگنے والی بیوی کو دیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت کا معنی یوں بیان کیا: یعنی اگر کسی مہاجر کی بیوی کفار کے پاس بھاگ کر چلی جائے تو جنگ میں حاصل ہونے والے مال غنیمت میں سے مہر کے بقدر اس مہاجر کو دے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہی حکم دیا۔ قرطبی لکھتے ہیں جب اوپر والی آیت نازل ہوئی: وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا: تو مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے ہم اس سے راضی ہیں۔ یہی فیصلہ مسلمانوں نے کفار کو لکھ بھیجا تاہم انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2] وَاتَّقُوا اللّٰهَ: اپنے اقوال وافعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اگر تم نے اس کے احکام کی مخالفت کی تو اس کے عذاب میں پکڑے جاؤ گے، لہٰذا اس کے عذاب اور انتقام سے ڈرو۔ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ: جس پر تم ایمان لائے اور جس کے وجود کی تم نے تصدیق کی ہے۔ تقویٰ ایمان کے لوازم میں سے ہے۔

شان نزول

جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ کے پاس اہل مکہ کی کچھ عورتیں آئیں جو آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنا چاہتی تھیں جیسے مردوں نے بیعت کی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا: جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کے لیے آ جائیں تو ان اہم چھ امور پر ان سے بیعت لے لیں، ان چھ میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا ہے۔ وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ: یہ کہ وہ نہ ہی چوری کا ارتکاب کریں گی اور نہ زنا کی مرتکب ہوں گی جو کہ نہایت بے حیائی کا کام ہے۔ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ: اور یہ کہ بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کریں گی، جیسے عار و غربت کے خوف سے اہل جاہلیت کرتے تھے۔

---

[1] تفسیر الخازن ٤/٩ [2] تفسیر القرطبی ١٨/٦٨ قرطبی کہتے ہیں یہ حکم سورہ برأت سے منسوخ ہو چکا ہے۔

قتل اولاد اور اسقاطِ حمل

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ حکم عام ہے، اس میں اہل جاہلیت کی قبیح رسم بھی شامل ہے کہ عار و غربت کے خوف سے اہل جاہلیت بچیوں کو پیدائش کے بعد زندہ درگور کر دیتے تھے اور اس حکم میں کسی فاسد غرض کے لیے اسقاطِ حمل یا جنین کا قتل بھی شامل ہے۔[1] وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ: اور اپنے خاوند کی طرف کسی گرے پڑے بچے کو بھی منسوب نہیں کریں گی جو کہ ان کے خاوندوں کے نطفہ سے نہ ہو، مثلاً یوں نہ کہے: یہ بچہ میرا ہے جو تیری نطفے سے ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے: کہ جب کسی عورت کو طلاق کا خوف ہوتا تو وہ کسی بچے کو اچک لیتی اور اپنے خاوند کی طرف منسوب کر لیتی تا کہ وہ اس کے نکاح میں رہے۔ آیت میں مراد لقیط ہے۔ زنا مراد نہیں چوں کہ زنا کا حکم اوپر بیان ہو چکا۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عورت اپنے خاوند کے ساتھ ایسے بچے کو لاحق نہ کرے جو حقیقت میں اس کے نطفہ سے نہ ہو۔ فراء کہتے ہیں: عورت کسی بچے کو اٹھا لیتی اور اپنے خاوند سے کہتی: یہ میرا بچہ ہے جو تیرے نطفہ سے ہے۔ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ: جو کہا گیا ہے چوں کہ پیدا ہونے والا بچہ ماں کے ہاتھوں اور ٹانگوں کے سامنے گرتا ہے۔[3] وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ: اور آپ انہیں جو اچھی بات کا حکم دیں گے یا جن بری باتوں سے منع کریں گے اس میں وہ آپ کی مخالفت نہیں کریں گی بلکہ ہر حکم مانیں گی۔ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ: اے محمد! جو شرائط بیان کی گئی ہیں ان پر ان عورتوں سے بیعت لے لیں۔ اور ان سے قبل ازیں جو گناہ ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ سے ان کے متعلق معافی مانگیں۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ: اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت اور عظیم رحمت والا ہے۔

عورتوں سے بیعت لینے کا واقعہ

ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن عورتوں سے صفا پہاڑی پر بیعت لی۔ اس سے پہلے مردوں سے بیعت لی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت صفا پہاڑی پر کھڑے تھے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے تھوڑا نیچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عمر رضی اللہ عنہ عورتوں سے بیعت لیتے تھے اور آپ جو بات ارشاد فرماتے وہ عورتوں تک پہنچاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کبھی بھی کسی اجنبی عورت کو نہیں چھوا۔ اسماء بنت سکن کہتی ہیں میں بیعت کرنے والی عورتوں میں موجود تھی، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دست مبارک پھیلائیں ہم آپ کے دست اقدس پر بیعت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، لیکن میں ان سے وہ پیماں لوں گا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا ہے۔

ہند بنت عتبہ کی بیعت کا واقعہ

ہند بنت عتبہ (جس نے غزوۂ احد کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کیا تھا اور جگر دانتوں سے چبایا تھا) عورتوں میں اجنبی بن کے بیٹھی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت کی۔ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ تو اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان بخیل آدمی ہے اور میں اس کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ لے لیتی ہوں، مجھے معلوم نہیں آیا کہ یہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں؟ ابوسفیان بولے: جو قبل ازیں ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا وہ تیرے لیے حلال ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے اور اس عورت کو پہچان لیا اور فرمایا: تم ہند بنت عتبہ ہو؟ بولی: جی ہاں۔ اے اللہ کے نبی جو ہم چکا معاف کیجیے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔ جب پڑھا۔ وَلَا يَزْنِينَ: ہند بولی: کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟ جب پڑھا۔ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ: ہند بولی: ہماری اولاد جب چھوٹی ہوتی ہے تو ہم ان کی پرورش کرتے ہیں اور جب بڑی ہو جاتی ہے تو تم انہیں قتل کر دیتے ہو۔ غزوہ بدر میں ہند کا بیٹا حنظلہ قتل ہوا تھا۔ اس کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ گدی کے بل گرنے لگے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرا دیے جب آیت کا یہ حصہ تلاوت کیا۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/ ۴۸۹ [2] الصاوی ۴/ ۲۰۰ تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۵۸ [3] تفسیر روح المعانی ۲۸/ ۸۰

وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ:..... ہند بولی: اللہ کی قسم بہتان نہایت قبیح چیز ہے، اللہ تعالیٰ نیکی اور ہدایت کی بات کا حکم دیتا ہے اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ جب آپ نے آیت کا یہ حصہ تلاوت کیا۔ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ: بولی: اللہ کی قسم ہم یہاں اس لیے نہیں بیٹھیں کہ ہمارے دلوں میں کوئی اور بات ہو۔[۱] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امیمہ بنت رقیقہ کی روایت نقل کی ہے (امیمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خالہ تھیں) وہ کہتی ہیں: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپ نے قرآن مجید میں موجود شرائط پر ہم سے بیعت لی۔ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنی تم میں استطاعت اور طاقت ہے، بجالاؤ۔ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہماری جانوں پر ہم سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے ساتھ مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا: میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا، کسی ایک عورت سے میری بات سو عورتوں کے لیے ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ: اے مومنین کی جماعت دین کے دشمن کافروں کے ساتھ دوستی مت کرو، انہیں اپنے احباب و دوست مت بناؤ کہ تم ان کی آراء پر عمل کرنے لگو، چوں کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب اور لعنت برستی ہے۔

مغضوب علیہم سے کون مراد ہیں؟

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہود ہیں، چوں کہ سورت فاتحہ میں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ: سے مراد یہود ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مراد کفار قریش ہیں چوں کہ ہر کافر پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ بظاہر آیت میں عموم ہے جیسا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: یعنی اس میں یہود، نصاریٰ اور سارے کفار شامل ہیں۔ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ: یہ فساق و فجار آخرت کے ثواب اور آخرت کی نعمتوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ: جیسے تکذیب کرنے والے کفار بعث بعد الموت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ مشرکین کا کوئی قریبی جب مر جاتا تو وہ کہتے: اس کے ساتھ ہماری یہ آخری ملاقات ہے اسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح سورۂ مبارکہ کے آخر میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے یوں سورت مبارکہ کی ابتدا انتہا میں طبعاً مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔

بلاغت:..... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں، بعض حسب ذیل ہیں:

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ:..... میں طباق ہے۔ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ: میں عتاب و توبیخ ہے۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ: میں حصر پیدا کرنے کے لیے ظرف کو مقدم کیا گیا ہے حالاں کہ اس کا مقام تاخیر ہے۔ اَیْ تَوَكَّلْنَا عَلَيْكَ ...... الخ ...... قَدِيْرٌ، غَفُوْرٌ، رَّحِيْمٌ: مبالغہ کے صیغے ہیں۔ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ: پھر فرمایا: اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ: میں طباق سلب ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ: جملہ معترضہ ہے۔ اس طرف اشارہ ہے کہ انسان ظاہر کو جانتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ: میں عکس و تبدیل ہے۔ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ: میں لطیف کنایہ ہے۔ یہ عبارت لقیط (گرے پڑے بچے) سے کنایہ ہے۔ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ: میں تشبیہ مرسل ہے۔ اس میں رد العجز علی الصدر بھی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۱۵ء، بروز جمعرات سورۂ ممتحنہ کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ بقیہ اجزا کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

---

[۱] البحر المحیط ۸/ ۲۵۸ تفسیر الکبیر ۲۹/ ۳۰۷

سورۃ الصّف

تعارف:...... سورۂ صف مدنی ہے اس میں شریعت کے احکام بیان کیے گئے ہیں، تاہم اس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر بات کی گئی ہے: جہاد قتال، دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی راہ میں قربانی کرنا، دنیا و آخرت میں نفع پہنچانے والی تجارت، لیکن سورۂ مبارکہ کا مرکز و محور قتال فی سبیل اللہ ہے اسی لیے سورۂ مبارکہ کا نام ''الصف'' ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تمجید سے ہوئی ہے پھر مسلمانوں کو وعدہ کی خلاف ورزی سے ڈرایا گیا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ②

اس کے بعد اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لیے مسلمانوں کو بہادری اور دلیری کے ساتھ اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کی ہدایت کی گئی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت کے متعلق یہود کا موقف بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون سے دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا دستور بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین، انبیا اور اولیا کی مدد کرتا ہے۔ پھر مشرکین کی دین دشمنی کو واضح کرنے کے لیے مثال بیان کی گئی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے حقیر منہ سے سورج کو بجھانا چاہتا ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧

مسلمانوں کو نفع بخش تجارت کی دعوت دی گئی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارا گیا ہے، تاکہ دائمی سعادت سے سرفراز ہوں۔ سورۂ مبارکہ میں اس دعوت کے لیے ترغیب کا سلوب اپنایا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩

سورۂ مبارکہ کے آخر میں اہل ایمان کو نصرت دین حق کی دعوت دی گئی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اللہ کے دین کی مدد کی تھی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ⑭

یوں نصرت دین کے موضوع پر سورۂ مبارکہ کی ابتدا و انتہا میں مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔

اٰيَاتُهَا ۱۴ | (۶۱) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ
مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۵ وَ اِذْ
قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ
وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۶
وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ یُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۷
یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۸ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۹ ع

ترجمہ:.....اللہ کی تسبیح بیان کی ان چیزوں نے جو آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے، حکیم ہے۔ ① اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے نہیں کرتے۔ ② اللہ کے نزدیک بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر عمل نہ کرو۔ ③ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا۔ ④ اور جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالاں کہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، پھر جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ⑤ اور جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے بتایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں، پھر جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے ⑥ اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالاں کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ⑦ یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالاں کہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔ ⑧ وہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ ⑨

لغات: سَبَّحَ:..... التسبیح: اللہ تعالیٰ کی تسبیح و پاکی بیان کرنا، صفات نقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان کرنا۔ اَلْعَزِیْزُ: غالب، جو مغلوب نہ ہوتا ہو۔ اَلْحَكِیْمُ: جو تمام امور و اشیا کو ان کے صحیح مقام پر رکھتا ہو اور وہی کام کرتا ہو جو مقتضائے حکمت ہو۔ مَقْتًا: بغض۔ زمخشری کہتے ہیں: مقت کا معنی بہت زیادہ بغض ہے۔ مَرْصُوْصٌ: ایسی چیز جس کے حصے ایک دوسرے کو مضبوطی سے جکڑے ہوئے ہوں، سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ زَاغُوْا: ہدایت و حق سے ہٹ گئے۔ اَلْبَیِّنٰتِ: واضح معجزات۔

شان نزول:.....روایت ہے کہ مسلمان کہنے لگے: اگر ہمیں افضل ترین عمل کا علم ہو جائے تو ہم اپنی جانیں اور اپنے اموال اس میں صرف کر دیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کیا تو بعض مسلمانوں کو ناگواری ہونے لگی۔

تفسیر: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ:..... آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے فرشتے، انسان، نباتات، جمادات سب اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ (سورۃ الاسرا، آیت ۴۴)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کی صفات حمیدہ سے اس کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت کے مطابق کرتا ہے، اس لیے اپنی کاریگری میں حکیم ہے۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ: اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے تم لوگ اپنی زبانوں سے ایسی بات کا اظہار کیوں کرتے ہو جسے تم عملاً بجا نہیں لاتے؟ تم خیر وبھلائی کے کام کے متعلق کیوں کہتے ہو کہ ہم کریں گے اور تم اسے کرتے نہیں ہو؟ استفہام بمعنی انکار وتوبیخ ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اس شخص پر انکار کیا گیا ہے جو کوئی وعدہ کرے یا کسی بات کا قول کرے پھر اسے پورا نہ کرے۔

منافق کی تین نشانیاں

صحیحین میں روایت ہے: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب وہ وعدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرے، جب کوئی بات کرے جھوٹ بولے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔[1] پھر آگے انکار کی مزید تاکید لائی گئی ہے كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ تمہارا یہ کردار اللہ کے ہاں نہایت قابل نفرت ہے۔ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ: کہ تم کوئی بات کہو اور پھر اسے بجا نہ لاؤ، یہ کہ تم کوئی وعدہ کرو اور پھر اسے پورا نہ کرو۔

شان نزول

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جہاد فرض ہونے سے پہلے بعض مسلمان کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں افضل ترین عمل بتا دے ہم ضرور وہ عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ افضل عمل ایمان باللہ اور اہل معصیت کے ساتھ جہاد کرنا ہے، جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو بعض مومنین پر حکم جہاد گراں گزرا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2] دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ انسان دوسرے کو نیکی کا حکم دے لیکن خود اس پر عمل نہ کرے، دوسروں کو برائی سے روکے لیکن خود نہ رکے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ یعنی کیا تم لوگوں کو اچھائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ (سورۃ البقرۃ، آیت ۴۴)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا: اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کو پسند کرتا ہے جو جنگ کے دوران صف بستہ ہو جاتے ہیں، جو دشمن کا سامنا کرتے وقت اپنی جگہوں میں ڈٹ جاتے ہیں۔ كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ: وہ معرکہ میں ایسے ڈٹ جاتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتے ہیں، مضبوطی سے کھڑے ہوتے ہیں گویا شئی واحد معلوم ہوتے ہیں۔

جہاد میں ثابت قدمی کا حکم

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اپنی جگہ پر ڈٹ جاتے ہیں جیسے مضبوط عمارت ہوتی ہے۔ دراصل آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں جنگ میں انہیں کیسے ہونا چاہیے۔[3] حکم جہاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توحید کا حکم دیا گیا، انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا اور انہیں اللہ کی راہ میں اذیتیں بھی پہنچائی گئیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي: اے محمد! اپنی قوم کو اللہ کے بندے اور اس کے کلیم (موسیٰ بن عمران) کا قصہ یاد دلاؤ، جب انہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا: تم وہ کام کیوں کرتے ہو جس سے مجھے اذیت پہنچتی ہے؟ وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ: حالاں کہ تمہیں (معجزات کے مشاہدہ سے) قطعی علم ہے کہ میں تمہاری طرف بھیجا گیا اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس جو پیغام رسالت لایا ہوں اس کی سچائی کا بھی تمہیں علم ہے۔

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۹۱ [2] المختصر ۳/ ۴۹۲۔ یہ طبری کا مختار قول ہے۔ [3] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۸۲

آیت میں کفار مکہ کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر رسول کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ: جب وہ حق سے برگشتہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ہدایت سے پھیر دیا۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ: جو شخص فاسق و فاجر اور طاعت خداوندی سے نکلا ہوا ہو اللہ تعالیٰ اسے خیر و ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: آیت میں اس امر پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ پیغمبروں کو بہت زیادہ اذیتیں پہنچائی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ اذیتوں کی وجہ سے انھیں کفر و ضلالت تک جا پہنچیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ: اے محمد! اپنی قوم سے یہ قصہ بھی ذکر کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا: میں اللہ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اس وصف کے ساتھ جو توراۃ میں مذکور ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''یا قوم'' نہیں کہا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا، چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی سرائیل میں نسب نہیں تھا کہ وہ ان کی قوم ہوتی، چنانچہ بنی اسرائیل میں ان کا کوئی باپ نہیں۔ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ: درآں حالیکہ میں تورات کے احکام کی تصدیق کرتا ہوں، اللہ کی تمام کتابوں اور اس کے تمام انبیا کا اعتراف اور تصدیق کرتا ہوں، میں تمہارے پاس ایسا کوئی پیغام نہیں لایا جو تورات کے مخالف ہو یہاں تک کہ تم مجھ سے متنفر ہو جاؤ۔

انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام احمد ہے

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ: ...... اور میں آیا ہوں تاکہ تمہیں اپنے بعد مبعوث کیے جانے والے پیغمبر کی خوشخبری دوں جس کا نام احمد ہوگا، یہ عظیم نام ہمارے نبی ﷺ کا علم ہے جیسا کہ حسان بن ثابت کہتے ہیں:

صلى الاله ومن يحف بعرشه والطيبون على المبارك احمد

اللہ تعالیٰ اور وہ فرشتے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش کو گھیر رکھا ہے اور پاک طینت لوگ مبارک علم احمد پر درود بھیجتے ہیں۔[1]

حدیث میں ہے: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ جمع کیے جائیں گے، میں ماحی ہو میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر و شرک کو مٹاتا ہے اور میں عاقب ہوں۔[2] عاقب کا معنی جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ روایت نقل کی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں اپنے بارے میں بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، جب میں اپنی والدہ کے پیٹ میں تھا تو میری والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات بھی جگمگا اٹھے۔[3] فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ: جب بنی اسرائیل کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام واضح معجزات لے کر آئے جیسے مُردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو صحت یاب کر دینا وغیرہ۔[4] قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ: عیسیٰ کے بارے میں کہنے لگے: یہ تو جادوگر ہے جو ہمارے پاس واضح جادو لے کر آیا ہے۔ ''سحر'' کے قول سے اشارہ معجزات کی طرف ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے اور ان کی صدق رسالت پر دلالت کرتے تھے۔ مفسرین کہتے ہیں: ہر نبی نے اپنی قوم کو ہمارے نبی ﷺ کی بشارت دی ہے۔ اس آیت میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کے بشارت دینے کا ذکر ہے چوں کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، گویا واضح کر دیا کہ یہ ایک بشارت تمام انبیا کو شامل ہے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی انتہا ہوئی جو کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَى إِلَى الْإِسْلَامِ: استفہام نفی کے معنی میں ہے، یعنی اس آدمی سے بڑا ظالم کوئی نہیں جسے اس کا رب اپنے نبی کی زبانی اسلام کی دعوت دیتا ہو اور وہ دعوت قبول کرنے کی بجائے اللہ پر جھوٹ بولتا ہو بایں طور کہ اللہ کے پیغمبر کو جادوگر کہتا ہو، اور اللہ کی آیات کو جادو قرار دیتا ہو۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ: جو شخص فاجر و ظالم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رشد و ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ: مشرکین دین اسلام

---

[1] تفسیر الآلوسی ۲۸ / ۸۶ [2] اخرجہ البخاری ومسلم [3] سیرۃ ابن اسحٰق۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اسنادہ جید [4] جاءهم کی ضمیر مرفوع متصل عیسیٰ کی طرف لوٹتی ہے یہی بیضاوی، آلوسی اور صاحب البحر کی مختار تفسیر ہے۔

اور اللہ کی روشن شریعت کو اپنے مونہوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار قرآن کو جادو کہتے تھے اور اللہ کے نور کو بجھانا تھکما ان کے باطل ارادہ کا بیان ہے، آیت میں کفار کی حالت کو ایسے شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پھونک مار کر سورج کی روشنی کو بجھانا چاہتا ہو۔ اس میں کفار کا تمسخر کیا گیا ہے۔

دین اسلام غالب ہو کر رہے گا

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ:...... اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر کے رکھے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دنیا میں اسے پھیلائے گا، تمام ادیان پر اسے غلبہ دے گا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا، میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی۔ الحدیث۔[۱] مراد یہ ہے کہ عنقریب دین اسلام دنیا کے مشرق و مغرب تک پھیلے گا۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ: اگرچہ کفار مجرمین اسے ناپسند کرتے ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دین کو سربلندی عطا کرے گا۔ بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے: کفار مکہ دین حق کو ناپسند کرتے تھے، چوں کہ شرک ان کے رگ و ریشے میں دھنس گیا تھا، لہٰذا ان کے ابطال کے لیے اظہار حق ضروری ہوا۔ یہ مراد نہیں کہ دنیا میں اس دین کا منکر کوئی بھی نہیں رہے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل اسلام حجت و برہان کے اعتبار سے تمام ادیان پر غالب رہیں گے۔ اسی طرح تلوار و زبان میں بھی غالب رہیں گے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و حکمت کے ساتھ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر مبعوث کیا ہے۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ: تاکہ تمام مخالف ادیان یہودیت، نصرانیت وغیرہ پر دین اسلام کو غلبہ اور برتری حاصل ہو۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ: اگرچہ اللہ کے دشمنوں مشرکین کو یہ بات کتنی ہی بری لگے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا کہ دین اسلام کو سربلندی عطا فرمائی، بایں طور کہ تمام ادیان میں سے کوئی دین بھی باقی نہیں جو دین اسلام کے آگے مغلوب و مقہور نہ ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع ۲

ترجمہ:...... اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤ جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ ⑩ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ ⑪ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے ⑫ اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی اور آپ مؤمنین کو بشارت دیجیے۔ ⑬ اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ اللہ کی طرف میرے مددگار ہیں

[۱] یہ مسلم کی ایک طویل روایت کا جز ہے۔

حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں، سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر اختیار کیا سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں، ان کی مدد کی سو وہ غالب ہو گئے۔ ﴿۱۴﴾

ربط: ......اوپر اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ مشرکین دینِ اسلام کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اب ان آیات میں مؤمنین کو دین دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ مؤمنین کو مال و جان قربان کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دی جا رہی ہے اور واضح کر دیا ہے کہ یہ راستہ نفع بخش تجارت ہے۔

لغات: تُنۡجِيۡكُمۡ: ......تمہیں خلاصی دے گی، بچائے گی۔ الۡحَوَارِيُّوۡنَ: خواص، اصفیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی تھی۔ اَيَّدۡنَا: ہم نے تقویت دی۔ ظٰهِرِيۡنَ: دلیل و حجت سے غلبہ پانے والے۔

شانِ نزول: ......بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کون سی تجارت اللہ کو زیادہ محبوب ہے ہم وہ تجارت کرتے، اس پر آیت نازل ہوئی۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۱۰﴾

عظیم الشان نفع بخش تجارت

تفسیر: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ: ......اے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والو اور اپنے رب پر ایمان لانے والو! کیا میں تمہیں عظیم الشان نفع بخش تجارت کا پتہ نہ دوں؟ استفہام شوق دلانے کے لیے ہے۔ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ: جو تمہیں دردناک عذاب سے خلاصی دے گی۔ اس کے بعد اس تجارت کی وضاحت کی ہے۔ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ: سچا ایمان لاؤ، جس میں شک و نفاق کا شائبہ تک نہ ہوں۔ وَتُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ: اور تم دین دشمنوں کے ساتھ جان اور مال کی ساتھ سے جہاد کرو تا کہ اللہ کا دین سر بلند رہے۔ مفسرین کہتے ہیں: ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کو تجارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، تجارت ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ تبادلہ ہوتا ہے اور اس میں مطمع نظر نفع ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جان و مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے پاس موجود چیز (جان و مال) کو خرچ کرتا ہے اور اللہ کے پاس موجود چیز یعنی ثواب کو حاصل کرتا ہے اور عذاب سے نجات پاتا ہے گویا ثواب اور نجات کو تجارت کی ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال کو جنت کو بدلے میں خرید لیا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جہاد کی تین قسمیں ہیں:

① ......جہاد بالنفس یعنی نفس کو شہوات و لذات سے باز رکھنا۔ ② ......جہاد بالحق یعنی مخلوق کو اچھی بات بتانا مخلوق پر شفقت رحمت کرنا۔

③ ......جہاد باعداء اللہ یعنی اللہ کے دشمنوں کافروں کے ساتھ جان و مال سے جہاد کرنا تا کہ اللہ کے دین کو سربلندی حاصل ہو۔ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ: میں نے تمہیں ایمان اور جہاد کا جو حکم دیا ہے، یہ اس دنیا میں تمہارے لیے ہر چیز سے بہتر ہے، اگر تمہارے پاس علم و فہم ہے تو اسے اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ: یہ جملہ خبریہ کا جواب ہے۔ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ: چوں کہ مضارع بمعنی امر ہی یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے راستے میں جہاد کرو، جب تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ: اللہ تعالیٰ تمہیں باغات میں داخل کرے گا جن کے محلات کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ: ہمیشہ ہمیشہ ٹھہرنے کی بہشتوں میں تمہاری سکونت کے لیے رفیع الشان محلات ہوں گے۔ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ: مذکورہ جزا بہت بڑی کامیابی ہے، اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں۔ اور یہ دائمی سعادت ہے اس کے بعد اور کوئی سعادت نہیں۔ وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ایک اور احسان کیا ہے جسے تم پسند کرتے ہو، وہ یہ کہ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح مکہ سے سرفراز کرے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فتح قریب سے فتوحات فارس وفتوحات روم مراد ہیں۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ: اے محمد! مومنین کو اس فضل عظیم کی بشارت دے دو۔ بحر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے پہلے آخرت میں ملنے والے ثواب واجر کا ذکر کیا اب دنیا میں ملنے والی خوشی کا ذکر کیا ہے اور وہ مختلف علاقہ جات کی فتوحات ہیں۔[1] یہ دنیا کی خیر وبھلائی ہے جو آخرت کے نعمتوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ: یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو، اس کی سربلندی میں لگے رہو۔ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ: جیسے حواریوں نے اللہ کے دین کی مدد کی جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ: یعنی میری مدد کون کرے گا اور تبلیغ دین میں میرا دوست وبازو کون بنے گا؟ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں۔ یہ لوگ خالص مومنین تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہنے والے تھے۔

حواریین کون اور کتنے تھے؟

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حواریوں کا معنی اصفیا مخلص مومنین ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ یہ لفظ ''الحور'' سے مشتق ہے بمعنی سفیدی، یہ تعداد میں بارہ (۱۲) آدمی تھے۔[2] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں تشبیہ معنی پر محمول ہے یعنی اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسے حوارین اللہ کے مددگار تھے۔[3] فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ: بنی اسرائیل دو جماعتوں میں بٹ گئے، ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے جب کہ دوسری جماعت نے کفر وتکذیب کا راستہ اختیار کیا۔ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ: ہم نے مومنین کو ان کے کفار دشمنوں پر تقویت بخشی۔ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ: یہاں تک کہ حجت وبرہان کے اعتبار سے ان پر غالب ہو گئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دعوت رسالت دی تو ان میں سے ایک جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کر کے ہدایت کو پہنچی جب کہ دوسری جماعت نے ان کی دعوت کا انکار کیا اور وہ گمراہ ہو گئی۔ ان پر اور ان کی والدہ پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں۔ یہ یہود تھے، ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے ایک جماعت نے غلو کر دیا حتیٰ کہ انہیں درجہ نبوت سے بالاتر قرار دیا۔ یوں بنی اسرائیل مختلف فرقوں میں بٹ گئے، بعض عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے، ان میں سے بعض تین کا تیسرا کہنے لگے یعنی باپ بیٹا اور روح القدس، جب کہ بعض انہیں خدا کہنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مخالفین پر غلبہ عطا کیا۔[4]

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں، ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ:...... میں اسلوب توبیخ ہے۔ ما استفہامیہ ہے، اس کا الف تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا ہے۔ استفہام توبیخ کے معنی میں ہے۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ: اور تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ: میں اطناب ہے اور طباق بھی ہے۔ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ: میں تشبیہ مرسل ہے۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ: میں استعارہ لطیفہ ہے۔ نور اللہ کا اللہ کے دین کے لیے استعارہ ہے۔ ابطال دین کا ارادہ رکھنے والے کو پھونکوں کے ساتھ سورج بجھانے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے۔ یہ لطیف استعارہ ہے۔ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ: استفہام برائے ترغیب ہے۔ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ: میں طباق ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ...... قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ...... بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ: میں خوبصورت سجع بندی ہے جس سے آیات مبارکہ ایک لڑی میں پروئی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

تنبیہ:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے ایک ساتھ ذکر کیے گئے ہیں چوں کہ یہ دونوں بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں اور اولی العزم انبیا میں سے ہیں، جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے اور ان کی ثنائے جمیل کی گئی ہے۔

الحمد للہ آج سورۂ صف کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲ / اکتوبر ۲۰۱۵ء کو مکمل ہوا

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت کے لیے ذخیرۂ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] حاشیۃ البیضاوی ۳/ ۴۹۲ [2] البحر المحیط ۸/ ۲۶۳ [3] التفسیر الکبیر ۲۹/ ۳۱۹ [4] مختصر ابن کثیر ۳/ ۴۹۵

سورۃ الجمعہ

تعارف:...... یہ مدنی سورت ہے اس میں شریعت کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ نماز جمعہ کے احکام سورۂ مبارکہ کا محور ہے جس کے آس پاس پوری سورت گھومتی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں خاتم النبیین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث پر بات ہوئی ہے کہ آپ اہل دنیا کے لیے رحمت وہدایت کا پیغام لائے ہیں، آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عرب کو شرک وضلالت کی تاریکیوں سے نکالا، آپ کی وجہ سے انسانیت کو عزت ملی، آپ کی رسالت انسانی معاشرے کی بیماریوں کا علاج تھی۔

اس بعد سورۂ مبارکہ میں یہودیوں کے انحراف کے متعلق بات ہوئی ہے، انہیں تورات پر عمل کرنے کا مکلف بنایا گیا تھا، لیکن انہوں نے تورات سے اعراض کیا اور تورات کو پس پشت ڈال دیا، اسی وجہ سے گدھے سے ان کی مثال بیان کی گئی ہے، جس کی پشت پر بڑی بڑی نفع بخش کتابیں لاد دی گئی ہوں، بالیقین گدھے کو ان کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا صرف بوجھ ہی اٹھائے پھرے گا۔

پھر نماز جمعہ کے احکام بیان کیے گئے ہیں، مسلمانوں کو نماز جمعہ کی طرف لپک کر جانے کی دعوت دی گئی ہے اور جمعہ کے وقت میں خرید وفروخت کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مسلمانوں کو نماز جمعہ کے وقت تجارت میں مشغول رہنے سے ڈرایا گیا ہے، جیسے منافقین کی حالت ہے کہ وہ نماز کی طرف سستی کرتے ہیں، بوجھل قدموں سے جاتے ہیں۔

اٰیَاتُهَا ۱۱ | (۶۲) سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي
الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ
الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵
قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝۶ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ
تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ ع
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ
اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ

قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:...... اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہیں، بہت زیادہ پاک ہے، غالب ہے، حکمت والا ہے، ① وہی ہے جس نے بے پڑھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے ② اور دوسروں کے لیے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں جو ان کے ساتھ نہیں ملے اور وہ عزیز ہے، حکیم ہے۔ ③ یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ④ مثال ان لوگوں کی جنہیں توراۃ اٹھانے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے انہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے۔ جو کتابوں کو لادتا ہے۔ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ⑤ آپ کہہ دیجیے: اے وہ لوگو! جنہوں نے یہودیت اختیار کی، اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ⑥ اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو۔ ⑦ اور آپ فرما دیجیے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی۔ پھر تم لوٹا دیے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے کی طرف، سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دے گا۔ ⑧ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع کو چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، ⑨ پھر جب نماز کی ادائیگی ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ⑩ اور جب وہ کسی تجارت یا لہو کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ ایسے لہو اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔ ⑪

لغات: الْاُمِّيّٖنَ:...... عرب جو نبی کریم ﷺ کے معاصرین تھے، چوں کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اس لیے انہیں اُمّی کہا جاتا تھا۔
وَيُزَكِّيْهِمْ: شرک اور معصیت سے پاک کرنا۔ اَسْفَارًا: سفر کی جمع ہے، بڑی کتاب شاعر کہتا ہے:

حوامل للأسفار لاعلم عندهم بجيدها الا كعلم الأباعر
لعمرك مايدري البعير اذا غدا بأوساقه . أوراح ما في الغرائر

وہ جانور جن پر کتابیں لاد دی گئی ہوں ان کے پاس علم نہیں ہوتا جیسے اونٹوں پر بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔ تیری عمر کی قسم!
اونٹ صبح وشام بوجھ اٹھائے چلتا رہتا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا لادے ہوئے تھیلوں میں کیا ہے۔ [1]

هَادُوْا:...... یہودیت کا دین اختیار کیا۔ اِنْفَضُّوْا: الگ الگ ہو گئے۔

شانِ نزول:...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اتنے میں ملک شام سے ایک تجارتی قافلہ آ گیا، سب لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے، مسجد میں صرف بارہ آدمی بچے، ان میں سے ایک میں تھا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ [2]

تفسیر: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ:...... کائنات میں موجود ہر چیز انسان، حیوان، نباتات و جمادات سب اللہ تعالیٰ کی پاکی، بندگی اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔ يُسَبِّحُ: مضارع کا صیغہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اَلْمَلِكِ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، مخلوق میں تصرف کرتا ہے جیسا چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، مار دیتا ہے۔ اَلْقُدُّوْسِ: صفات نقص سے پاک ومنزہ ہے اور صفات کمال کے ساتھ متصف ہے۔ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ: اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی کاریگری میں حکیم ہے۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ: وہی اللہ تو ہے جس

[1] تفسیر البحر المحیط ۸/ ۲۶۶ [2] أخرجه البخاری ومسلم۔ روح المعانی ۲۸/ ۱۰۴

نے اپنی رحمت وحکمت کے ساتھ عرب میں، انہی میں سے رسول بھیجا، جو ان کی طرح اُمّی ہے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔

عرب کو امیین کو کیوں کہتے ہیں؟

مفسرین کہتے ہیں: عرب کو امی اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ گویا عرب میں امیت مشہور ہوگئی تھی جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: ہماری امت امیوں کی ہے، ہم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور نہ حساب کرنا جانتے ہیں۔ الحدیث۔[1] امیین کی ذکر پر اقتصار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عرب کو شرف بخشا ہے چوں کہ آپ ﷺ عرب کی طرف منسوب ہیں، عرب کو یہی شرف کافی ہے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ: جو ان پر قرآن کی آیات کی تلاوت کرے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ: اور انہیں کفر ومعاصی کی گندگیوں سے پاک کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی ایمان کے ذریعے ان کے دلوں کو پاک کردے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ: اور انہیں آیات اور سنت نبویہ کی تعلیم دے۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: حال یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو زمانہ فترت (۹۵ سوسالہ عرصہ) کے بعد مبعوث کیا ہے۔ اس عرصے میں نبی آخر الزماں کی ضرورت حد سے بڑھ گئی تھی، جب کہ عرب دین خلیل پر چلتے تھے۔ انہوں نے اس میں تبدیلی کر کے اس کا حلیہ ہی بگاڑ دیا تھا، توحید کی بجائے شرک کو اپنا لیا تھا، یقین کی جگہ شک نے لے لی تھی، ایسی ایسی رسوم ایجاد کر لی تھیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کبھی اجازت ہی نہیں دی۔ اسی طرح اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا اور ان میں تحریف کر دی تھی، ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے عظیم شریعت کے ساتھ محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت مکمل اور جامع تھی، اس میں معاش ومعاد کے متعلق پوری ہدایت تھی اور نبی آخر الزماں میں اللہ تعالیٰ نے تمام خوبیاں اور محاسن جمع کر دیے تھے، جو نہ اولین کو ملے اور نہ آخرین کو۔[2] وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ: اور پیغمبر کو دوسرے لوگوں کی طرف مبعوث کیا جو ان کے زمانہ میں نہیں تھے بعد میں آئیں گے۔

حضور ﷺ کی رسالت عام تھی

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو تا قیامت اسلام میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ کی رسالت صرف آپ کے زمانے ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ آپ کی رسالت عام تھی، آپ کے زمانہ سے تا قیامت محیط ہے۔[3] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ پر سورۂ جمعہ نازل کی گئی اور وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ: کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے درمیان سلمان فارسی موجود ہے، آپ نے دست مبارک سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور پھر فرمایا: اگر ایمان ثریا پر موجود ہوتا وہاں سے بھی ان میں سے کچھ لوگ اتار کے لے آئے۔[4] مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں: مراد اہل عجم اور غیر عرب ہیں جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے۔[5] وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی کاریگری میں بڑی حکمت والا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ: یہ فضل ومرتبہ جس سے سید البشر ممتاز ہوئے یعنی آپ کو ساری انسانیت کی پیغمبر بنا کر بھیجا، عربی زبان میں قرآن کو نازل کر کے اہل عرب کو شرف ومرتبہ بخشا اور نبی آخر زماں کا عرب میں سے ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہے اپنی مخلوق سے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ: اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں فضل کرنے والا ہے۔

یہود کی مثال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات سے مشرف ومکرم فرمایا تھا لیکن انہوں نے تورات سے کوئی نفع نہیں اٹھایا، انہیں گدھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ: ان

---

[1] اخرجہ البخاری ومسلم [2] مختصر ابن کثیر ۳/۴۹۷ [3] الصاوی ۴/۲۰۴ [4] اخرجہ الشیخان [5] مختصر ابن کثیر ۳/۴۹۸

یہودیوں کی مثال جنہیں تورات دی گئی تھی اور انہیں تورات کی تعلیمات کا مکلف بنایا گیا تھا۔ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا: اور پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اس کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلے اور نہ ہی اس کے نور سے نفع اٹھایا۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا: ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو اپنی اوپر نفع بخش ضخیم کتابیں اٹھائے ہوئے ہو، ان کتابوں سے اسے تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ قرطبی کہتے ہیں: یہودیوں کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس پر کتابیں لاد دی گئی ہوں اور اسے بوجھ کے سوا کچھ نہ حاصل ہوتا ہو، فائدہ تو در کنار اسے الٹی تھکاوٹ ہوتی ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت کی ہے، وہ تورات پڑھتے تھے بلکہ تورات کے عالم تھے، تورات میں ایسی آیات بھی تھیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی تھیں، لیکن یہودیوں نے تورات کی تعلیمات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ شقاوت ان کا مقدر بنی رہی۔ یہودیوں کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس نے علمی کتابوں کا اپنی اوپر بوجھ اٹھا رکھا ہو لیکن ان کتابوں سے اسے کوئی نفع حاصل نہ ہوتا ہو۔ وجہ تشبیہ نفع سے محرومی ہے جب کہ ساتھ ساتھ تھکاوٹ اور مشقت بھی ہو۔[1] بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: ہم نے یہودیوں کی جو مثال بیان کی ہے یہ بہت بری مثال ہے چوں کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ہے۔ جب کہ ان آیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت موجود ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ: جو آدمی ظالم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خیر اور ایمان کی توفیق نہیں دیتا۔ عطا کہتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیا کی تکذیب کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تکذیب کی ہے کہ وہ اللہ کے محبوب بندے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حقیقت میں وہ اس دعوے میں سراسر جھوٹے ہیں۔

یہود دعوائے محبوبیت باری تعالیٰ میں جھوٹے ہیں

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا: ...... اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے مذہب یہودیت کو اختیار کر لیا ہے۔ اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ: اگر تم فی الواقع اللہ کے دوست اور اس کے اولیا ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: تو اللہ کے حضور جان دینے کی تمنا کرو تا کہ تم جلد از جلد عزت و کرامت کے ٹھکانے تک پہنچ جاؤ، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہود کہا کرتے تھے: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں، ان کا دعویٰ تھا کہ آخرت کی نعمتیں ان کے لیے مخصوص ہیں، یہ بھی کہتے تھے: جنت میں صرف وہی شخص داخل ہوگا جو یہودی ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ یہود سے کہو کہ وہ موت کی تمنا کریں۔ ایسا اس لیے تا کہ ان کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ چوں کہ جسے جنتی ہونے کا یقین ہوتا ہے وہ پسند کرتا ہے کہ دنیا سے جلد از جلد اسے خلاصی ملے اور آخرت کو سدھار جائے۔[2] اللہ تعالیٰ نے ان کا جھوٹ عیاں کرنے کے لیے فرما دیا: وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ: یہ موت کی کسی صورت بھی تمنا نہیں کریں گے چوں کہ انہوں نے کفر و معاصی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تکذیب پر مبنی اعمال آگے بھیجے ہیں۔ حدیث میں ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو سطح زمین پر ایک یہودی بھی زندہ نہ رہتا۔[3] علامہ آلوسی کہتے ہیں: یہودیوں میں سے کسی ایک نے بھی موت کی تمنا نہیں کی۔ چوں کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا پختہ یقین تھا، وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے موت کی تمنا کر دی تو اسی وقت ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ بھی ایک عظیم معجزہ ہے۔ سورۃ البقرہ میں اس تمنا کی نفی لَنْ نافیہ کے ساتھ آئی ہے۔ یہ بلاغت کی رو سے اظہار تفنن ہے۔[4] وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ: اللہ تعالیٰ انہیں بخوبی جانتا ہے اور ان سے جو ظلم و معاصی سرزد ہوتے ہیں ان سے بھی واقف ہے۔ آیت میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے، دراصل یہودیوں کی مذمت مقصود ہے۔[5]

موت سے خلاصی ممکن نہیں

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ: ...... اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: یہ موت جس سے تم بھاگتے ہو اور تم اپنی زبان سے بھی اس کا اظہار کرنے سے

---

[1] شیخ زادہ علی البیضاوی ۳/ ۴۹۴ [2] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۶۳ [3] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۹۷ [4] تفسیر روح المعانی ۲۸/ ۹۶ [5] تفسیر ابی السعود ۵/ ۱۶۳

کتراتے ہو۔ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ: لامحالہ یہ موت تمہیں آ کر رہے گی، اس سے بھاگنا تمہیں نفع نہیں پہنچائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (سورۃ النساء، آیت ۷۸)

تم جہاں کہیں بھی ہو تمہیں موت آن لے گی۔ اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ بند ہو جاؤ۔

چوں کہ یہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، حذر تقدیر سے نہیں بچا سکتی۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: پھر تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: پھر تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، آیت میں وعید بھی ہے اور تہدید بھی!

احکام جمعہ

اس کے بعد جمعہ کے احکام بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ: اے مومنین! اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والو! جب تم جمعہ کے دن مؤذن کو نماز کے لیے اذان دیتے ہوئے سنو۔ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ تم خطبہ جمعہ کو سننے اور نماز ادا کرنے کے لیے چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ خسارے والی تجارت چھوڑ کر نفع بخش تجارت کی طرف لپک جاؤ۔

سعی کا معنی

تسہیل میں لکھا ہے: آیت سے سعی کا معنی چلنا ہے، دوڑنا نہیں۔[۱] حدیث میں ہے: جب نماز کھڑی کر دی جائے تو نماز کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ۔[۲] حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں سعی سے مراد قدموں کے ساتھ سعی نہیں، مسلمانوں کو نماز کے لیے دوڑنے سے منع کیا گیا ہے، بلکہ نماز کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ چل کر آنا چاہیے۔ آیت میں سعی سے مراد دل، نیت اور خشوع کی سعی ہے۔[۳] ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ: اللہ کی خوشنودی کی طرف سعی کرنا، خرید و فروخت کو ترک کرنا تمہارے لیے دنیوی تجارت سے بہتر اور زیادہ نفع بخش ہے، آخرت کا نفع عظیم تر اور دائمی ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تمہارے پاس درست علم اور فہم سلیم ہے۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ: جب تم نماز ادا کر کے اس سے فارغ ہو چکو۔ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ: تو زمین پر پھیل جاؤ اور تجارت کے لیے بکھر جاؤ اور اپنے کام کاج میں مصروف ہو جاؤ۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام تلاش کرو۔ رزق اسی کے قبضے میں ہے، وہی منعم اور فضل کرنے والا ہے جو کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا اور کسی سائل کو مایوس نہیں کرتا۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا: اپنے رب کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرو، زبان سے بھی اور دل سے بھی، صرف نماز کے وقت میں ذکر کر لینا کافی نہیں۔ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: تا کہ تم دونوں جہاں کی بھلائی حاصل کر سکو۔

اللہ کا ذکر اللہ کی اطاعت ہے

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کا ذکر اللہ کی طاعت ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت کی اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اس کا ذکر بھی کرتا ہے اور جو اس کی اطاعت نہیں کرتا وہ اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتا، اگر چہ وہ تسبیح زیادہ سے زیادہ کیوں نہ کرتا ہو۔[۴] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں حالاں کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا: اس میں بعض صحابہ کے لیے عتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تجارتی قافلے کی طرف لپک گئے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آیت کا معنی ہے: جب انہوں نے دنیوی تجارت کا سنا یا آئے ہوئی سودے کا سنا یا دنیا کے لہو ولعب وزینت کا سنا تو اے محمد تمہیں یہیں کھڑے چھوڑ کر اس کی طرف دوڑ پڑے۔ ھا ضمیر کا مرجع تجارت ہے لہو نہیں ہے۔ انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا: چوں کہ یہ اہم مقصد ہے۔ وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا: اور پیغمبر کو منبر پر کھڑے خطبہ دیتے ہوئے چھوڑ گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر

[۱] التسہیل العلوم التنزیل ۴/ ۱۱۹ [۲] اخرجہ الستہ [۳] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۰۳ [۴] حاشیہ زادہ ۳/ ۴۹۶

کھڑے خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں ایک تجارتی قافلہ شام سے پہنچ گیا اور اس کی خوشی میں باہر شور مچ گیا، مسجد میں بیٹھے لوگوں نے بھی شور سن کر مسجد سے باہر جانا شروع کر دیا اور رسول کریم ﷺ کو منبر پر کھڑے چھوڑ دیا، آپ ﷺ کے پاس صرف بارہ (مرد) آدمی باقی بچے، دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اشیائے خورد ونوش سے لیس قافلہ لے کر مدینہ وارد ہوئے تھے جب کہ مدینہ میں اشیائے خورد ونوش کی کمی کی وجہ سے قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان بارہ آدمیوں میں سے ایک میں بھی تھا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب رسول کریم ﷺ خطبہ سے پہلے نماز پڑھ لیتے تھے اور نماز جمعہ کے بعد خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ جیسے عیدین میں ہوتا ہے جیسا کہ ابوداؤد نے روایت نقل کی ہے۔ [۲] قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ اے محمد! مسلمانوں سے کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ کے ہاں جو ثواب اور نعمتیں ہیں وہ تمہاری تجارت اور لہو ولعب سے بدرجہا افضل ہیں۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اللہ تعالیٰ بہترین رزق عطا کرنے والا ہے، لہٰذا اسی سے رزق طلب کرو اور اسی سے مدد مانگو اور فضل واحسان کا سوال اسی سے کرو۔

بلاغت:..... سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ..... میں تشبیہ تمثیل ہے چوں کہ وجہ شبہ متعدد امور سے کشید کی گئی ہے۔ عدم انتفاع میں یہودیوں کی مثال گدھے سے بیان کی گئی ہے جس کی پشت پر علمی کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو، اسے تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اور وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا میں طباق سلب ہے۔ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے درمیان طباق ہے۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا اور قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ میں اہم کو پہلے ذکر کیا چوں کہ اول میں مقصود تجارت ہے اسے مقدم کیا ثانی میں لہو مقصود ہے اسے مقدم کیا، لہٰذا اہم کو مقدم کر کے تفنن کا شاندار اسلوب پیش کیا گیا ہے۔ وَذَرُوا الْبَيْعَ میں مجاز مرسل ہے، بیع کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد خرید وفروخت کی جملہ انواع ہیں۔

تنبیہ:..... یوم جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں چوں کہ اس دن نماز کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جب کہ جاہلیت میں یوم جمعہ کا نام یوم عروبہ تھا، اس کا معنی رحمت ہے۔ سب سے پہلے اس دن کا نام "یوم جمعہ" کعب بن لوئی نے رکھا تھا، اور مسلمانوں میں سب سے پہلے نماز جمعہ حضرت اسعد بن زرارہ نے پڑھی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور مسلمان اس کے لیے مجتمع ہوئے، اسی سے جمعہ نام پڑا اور یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ [۳]

فائدہ:..... جب عراک بن مالک نماز جمعہ پڑھتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو جاتے اور کہتے: یا اللہ! میں نے تیری پکار کا جواب دے دیا، تیری فرض کردہ نماز میں نے ادا کر دی، اور نماز کے بعد تیری زمین پر پھیل گیا جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے، مجھے اپنے فضل میں سے عطا کر اور تو بہترین رزق دینے والا ہے۔

لطیفہ:..... آیت کریمہ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ میں ایک لطیف نکتہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ عزیمت وہمت کے ساتھ نماز جمعہ کا اہتمام کرے، شوق ونشاط کے ساتھ جمعہ کے لیے حاضر ہو۔ چوں کہ سعی کا لفظ شوق ونشاط اور عزیمت وہمت کی خبر دیتا ہے۔ اسی لیے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعی سے قدموں کے ساتھ تیز چلنا مراد نہیں ہے بلکہ نیت اور دلوں کی سعی مراد ہے۔

الحمد للہ سورۂ جمعہ کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۲ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۶/ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز منگل بعد نماز عشا مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبول بخشے اور آخرت کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[۱] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۰۳ [۲] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۰۳ [۳] روح المعانی ۲۸/ ۱۰۰

سورۃ المنافقون

تعارف:.....سورۂ منافقون مدنی ہے، اس میں بھی مدنی سورتوں کے مضامین بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق احکام شریعت سے ہے۔
سورۂ مبارکہ کا محور و مرکزی نکتہ نفاق اور منافقین ہیں حتیٰ کے سورۂ مبارکہ کا نام ہی، سورۃ المنافقون پڑ گیا چوں کہ اس سورت میں منافقین کی پردہ دری کی گئی ہے۔

سورۂ مبارکہ کے شروع میں منافقین کی گندی حرکات بیان ہوئی ہیں جیسے جھوٹ، ظاہر کا باطن کے مخالف ہونا، منافقین زبانوں سے ایسی باتیں ظاہر کرتے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی تھیں، پھر مسلمانوں اور رسول کریم ﷺ کے بارے میں طرح طرح کی سازشیں بھی کرتے، سورۂ مبارکہ میں ان کے جرموں سے پردہ اٹھایا گیا ہے، وہ اپنے ظاہری رویے سے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے اور لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے، اسلام کی چھتری تلے وہ ایسے منافع حاصل کرنا چاہتے تھے جو کافر معلن کو نہیں حاصل ہو سکتے۔ اسی لیے ان کا خطرہ عظیم سمجھا گیا اور ان کا ضرر بہت بڑا قرار دیا گیا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ (سورۃ المنافقون، آیت ۱۴۵)

سورۂ مبارکہ میں رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ اقوال کا ذکر بھی ہوا ہے، ان کا اعتقاد تھا کہ آپ ﷺ کی دعوت خود ہی مضمحل ہوجائے گی۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے موقع منافقین رسول کریم ﷺ اور مومنین کے بارے میں طرح طرح کی اول فول باتیں بکتے رہے، سورۂ مبارکہ میں ان کے اقوال شنیعہ کا بھی ذکر ہے۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مؤمنین کو دنیا کی زینت اور لہو و لعب سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔ دنیاوی زینت اور لہو و لعب کو خسارے کا راستہ بتایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ موت کے آنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاسکے ورنہ حسرت و ندامت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

آیاتُهَا ۱۱ | (۶۳) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۴) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ
تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ
عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ
لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ
لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾ هُمُ الَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ

وقف لازم

الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ ۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ
الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ ۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ ع
اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ ۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ
وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ ۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ ۱۱ ع

ترجمہ:...... جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ ① انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، سوانہوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں بُرا عمل کرتے ہیں۔ ② یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کے دلوں پر مہر ماردی گئی، لہٰذا وہ نہیں سمجھتے ③ اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے اور اگر وہ باتیں کرنے لگیں گے تو آپ ان کی بات سننے کی طرف دھیان دیں گے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر رکھ دی گئی ہیں۔ وہ ہر چیخ کو اپنے اوپر خیال کرتے ہیں کہ یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جا رہے ہیں۔ ④ اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اللہ کا رسول تمہارے لیے استغفار کرے تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کر رہے ہیں۔ ⑤ برابر ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشے گا، بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو۔ ⑥ یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں خزانے زمین کے اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔ ⑦ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا اور اللہ ہی کے لیے ہے عزت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور مؤمنین کے لیے لیکن منافقین نہیں جانتے۔ ⑧ اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو شخص ایسا کرے گا سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں ⑨ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے، سو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! آپ نے تھوڑی مدت کے لیے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا ⑩ اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔ ⑪

لغات: جُنَّةً:...... ڈھال، بچاؤ کا ذریعہ۔ حدیث میں ہے: الصوم جنة۔ روزہ ڈھال ہے۔ یعنی اللہ کے عذاب سے بچاؤ کرنے کا ذریعہ ہے۔ طُبِعَ: کفر کی مہر لگا دی گئی، الطبع، مہر۔ يُؤْفَكُوْنَ یعنی حق سے گمراہی کی طرف پھیر دیے گئے، الافک سے ماخوذ ہے بمعنی پھیر دینا۔ لَوَّوْا: انہوں نے جھکا دیا، حرکت دی ''لوّی لأسه'' یعنی سر کو حرکت دی۔ يَنْفَضُّوْا جدا جدا ہوئے۔ تُلْهِكُمْ تمہیں مشغول کرتا ہے۔ اللهو: جس میں کوئی بھلائی نہ ہو، ایسا قول و فعل جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

شانِ نزول:...... غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر لوگوں نے پانی کے ایک چشمے پر ہجوم کر دیا، ہجوم کرنے والوں میں سے ایک جہجاہ بن سعید جو کہ حضرت عمر بن خطاب کے ملازم تھے اور ایک رئیس المنافقین عبداللہ بن سلول کے حلیف سنان جہنی تھے، چنانچہ جہجاہ نے سنان کو تھپڑ دے مارا، سنان نے مدد کے لیے انصار کو پکارا جب کہ جہجا نے مدد کے لیے مہاجرین کو آواز دی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن سلول نے کہا: کیا مہاجرین نے زیادتی کی ہے، ہماری اور ان لوگوں کی مثال اس کہاوت جیسی ہے ''سمن كلبك يأ كلك'' یعنی اپنے کتے کو کھلا پلا کے موٹا کرو پھر وہی تمہیں کھائے گا۔ اللہ کی قسم! ہم مدینہ واپس ہوئے تو عزت مند بے عزت و ذلیل کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔ عزت مند سے

اس کی مراد اپنی ذات تھی اور ذلیل سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر وہ بولا: یہ لوگ مدینہ میں تمہاری مدد اور تمہارے خرچہ کے بسبب آباد ہیں، اگر تم ان کا خرچہ بند کر دو یہ اپنے شہر میں واپس چلے جائیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن لی انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، جب ابن سلول کو پتہ چلا تو قسم اٹھائی کہ میں نے ایسی بات قطعاً نہیں کہی اور زید کی تکذیب کی اس پر یہ سورۂ مبارکہ اس آیت تک نازل ہوئی۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ [1]

تفسیر: إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ:...... اے محمد! جب آپ کے پاس منافقین آئیں اور آپ کی مجلس میں حاضر ہوں، جیسے عبداللہ بن سلول اور اس کے ساتھی۔ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ: وہ اپنی زبانوں سے نفاق اور ریاکاری کے لیے کہیں گے: اے محمد! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو، وہ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہیں گے جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین نے اپنی بات کو لام اور انّ کے ساتھ مؤکد کیا: إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ: اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان کی شہادت کا صدور صمیم قلب سے ہوا ہے اور وہ اس کی رغبت رکھتے ہیں۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ: اے محمد! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے یہ جملہ معترضہ ہے اس کے ذریعہ منافقین کی تکذیب کے توہم کا دفیعہ مقصود ہے تاکہ سامع کو یہ وہم نہ ہو کہ منافقین کا قول إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ: فی الواقع کذب ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ: منافقین کے کلام میں سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے ہے۔ اگر اس کا ذکر نہ ہوتا تو یہ وہم کیا جاتا کہ آگے اللہ تعالیٰ کا قول وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ: ابطال رسالت پر دلالت کرتا ہے اس لیے منافقین کی حکایت اور ان کی تکذیب کے درمیان یہ قول ذکر کیا، تاکہ یہ وہم جاتا رہے اور رسالت کا تحقیق ہو جائے۔[2]

منافقین کے جھوٹے ہونے پر اللہ کی گواہی

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ:...... یعنی اللہ تعالیٰ منافقین کے جھوٹ کی بھی گواہی دیتا ہے کہ وہ جو اپنی زبانوں سے گواہی اور حلف کا اظہار کرتے ہیں اس میں وہ جھوٹے ہیں چوں کہ جو شخص اپنی زبان سے کچھ کہے اور اس کے خلاف کا اعتقاد رکھے تو وہ حقیقت میں جھوٹا ہے۔ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر إِنَّ الْمُنَافِقِينَ منافقین کی مذمت اور اس قبیح صفت کی ان پر مہر ثبت کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ جیسے اس جملہ کی ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً: انہوں نے جھوٹی قسموں کو اپنے بچاؤ کا سامان بنا لیا ہے، انہیں قتل سے بچنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: یہ منافقین کا قسم اٹھانا کہ اللہ کی قسم وہ مسلمان ہیں۔ فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ: یہ لوگوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے بھی روکتے ہیں۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی وہ اللہ کے دین، اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی شریعت سے روگردانی کرتے ہیں۔[3] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں، وہ بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، مسلمان یقین کر لیتے ہیں کہ یہ بھی مسلمان ہیں حالاں کہ باطن میں اسلام سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہے، ان کی اس خباثت سے بہت سارے لوگ ان کے متعلق دھوکے میں ہیں۔ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ: ان کا عمل اور ان کا رویہ نہایت قبیح ہے چوں کہ وہ ایمان کو ظاہر کرتے ہیں، حالاں کہ وہ اہل نفاق اور اہل معصیت ہیں، ان کا نفاق اور ان کی قسمیں نہایت بری ہیں۔ صاوی کہتے ہیں: مقام میں ساء "بئس" کے معنی میں ہے، اس میں تعجب کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔[4] نیز سامعین کے ہاں ان کے معاملہ کو عظیم تر ظاہر کرنا مقصود ہے۔

---

[1] التسہیل ۴/ ۱۲۲ وانظر البخاری [2] التسہیل ۴/ ۲۱۲ [3] تفسیر الطبری ۲۸/ ۶۹ [4] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۰۳

منافقین کی جھوٹی قسم کا سبب

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا:...... منافقین کی جھوٹی قسمیں اور اللہ کے راستے سے روکنا بسبب اس کے ہے کہ وہ زبانی ایمان لاتے ہیں لیکن دلوں سے انکار کرتے ہیں۔ ابو سعود کہتے ہیں: یعنی مسلمانوں کے سامنے کلمہ شہادت کہہ دیتے ہیں اپنی شیاطین کے پاس کلمہ کفر کا اظہار کرتے ہیں۔ بعید کے اشارے سے شر کے بُعد رتبی کی طرف اشارہ ہے۔[1] فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ: ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اب ان کے دلوں تک ہدایت اور نور کی رسائی ہی نہیں ہو پاتی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ: وہ خیر و بھلائی اور ایمان کی سمجھ بوجھ ہی نہیں رکھتے۔ اور اچھی بات اور بری بات میں فرق ہی نہیں کر سکتے، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ: جب آپ ان منافقین کو دیکھیں گے تو ان کی شکلیں، صورتیں، حسن و رونق اور ضخامت کی وجہ سے عجیب لگیں گی۔ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ: اگر وہ باتیں کریں گے تو آپ انہیں غور سے سنیں گے، چوں کہ ان کی باتوں میں فصاحت اور چاشنی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رئیس المنافقین ابن سلول مضبوط جسامت اور فصیح و بلیغ انسان تھا۔ جب ابن سلول اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتا تو باتوں سے لوگوں کو تعجب میں ڈال دیتا تھا۔ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ: یہ منافقین ایسی لکڑیوں کے مشابہ ہیں جو کسی دیوار کے سہارے کھڑے کر دی گئی ہوں۔ چوں کہ وہ علم و نظر سے خالی صورتیں ہیں، وہ بے روح بدن ہیں جن میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں: منافقین کو لکڑیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے بوجہ ان کے عقل و فہم سے خالی ہونے اور ان کے دلوں کی ایمان سے خالی ہونے کے۔ یہ جملہ تشبیہ ہے جس میں منافقین کی بزدلی کے وصف کا بیان ہے۔[2] اسی لیے آگے فرمایا يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ: وہ بزدلی اور نااہلی کی وجہ سے ہر بلند ہونے والی پکار اور آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہ ہر وقت خوف و ہراس کی کیفیت میں رہتے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب بھی وہ کوئی خوف والی بات سنتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ خوف انہی پر پڑنے والا ہے۔[3]

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین جب بھی کوئی اعلان سنتے ہیں یا کسی بھی چیز کے متعلق کوئی آواز سنتے ہیں تو ان کی عقلیں پرواز کر جاتی ہیں، انہیں گمان ہوتا ہے کہ اس آواز کی آفت انہی پر پڑنے والی ہے۔ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ: منافقین آپ سے اور مومنین سے سخت عداوت رکھتے ہیں اگر چہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے ہیں، ان سے ہوشیار رہیں اور ان سے بے خوف نہ رہیں، وہ تمہارے ازلی دشمنوں کے جاسوس ہیں۔ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ: یہ دعائیہ جملہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کرے، ان پر لعنت کرے اور اپنی رحمت سے دور رکھے۔ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ: وہ ہدایت سے گمراہی کی طرف کیسے اوندھے چلے جاتے ہیں؟ اور دلائل و براہین کے واضح ہونے کے باوجود ان کی عقلیں کیسے گمراہ ہوئی جا رہی ہیں؟ آیت میں منافقین کی جہالت اور گمراہی پر تعجب کیا جا رہا ہے۔

منافقین کی علامات

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافقین کی چند علامات ہیں جن کے ذریعے وہ پہچان لیے جاتے ہیں۔ ان کا تحیہ لعنت ہے، ان کا کھانا لوٹ مار ہے، ان کی غنیمت خیانت اور دھوکا دہی ہے، وہ مساجد کے قریب کبھی کبھار آتے ہیں، آخری وقت میں نماز پڑھتے ہیں، تکبر کرتے ہیں نہ کسی سے محبت کرتے ہیں اور نہ ان سے محبت کی جاتی ہے۔ رات کو بے جان لکڑیوں کی طرح ہوتے ہیں اور دن کو شور مچائے رکھتے ہیں۔[4] وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اور جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے! رسول اللہ کے پاس چلے آؤ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ: تو یہ استہزاء کے طور پر اپنے سروں کو ہلاتے ہیں اور تکبر کر جاتے ہیں۔ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ: انہیں جس چیز کی دعوت دی جاتی ہے اس سے روگردانی کر جاتے ہیں اور وہ رسول اللہ کے ان کے حق میں استغفار کرنے سے منہ موڑ لیتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے جو منافقین کے دائمی اعراض و عناد پر دلالت کرتا ہے۔[5]

---

[1] الصاوی ۴ / ۲۰۸ [2] البحر المحیط ۸ / ۲۷۲ [3] مختصر ابن کثیر ۳ / ۵۰۴ [4] اخرجہ احمد کذا فی ابن کثیر ۳ / ۵۰۴ [5] تفسیر البحر المحیط ۸ / ۵۰۴

شانِ نزول

مفسرین کہتے ہیں: جب یہ آیات نازل ہوئیں تو منافقین کی سخت رسوائی اور فضیحت ہوئی اور ان کا پردہ چاک ہوگیا، بعض مسلمان جوان کے رشتہ دار تھے ان کے پاس گئے اور ان سے کہا تمہاری ہلاکت ہو، نفاق کی وجہ سے تم رسوا ہوئے اور تم نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا، رسول کریم ﷺ کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے منافقت سے توبہ کرو اور ان سے درخواست کرو کہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کریں، منافقین نے انکار کر دیا اور استہزاءً اپنے سروں کو ہلا دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ خیر منافقین ابن سلول کے پاس آئے اور اس سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور اپنے جرم کا اعتراف کرو تا کہ رسول اللہ تمہارے لیے استغفار کریں، ابن سلول نے انکار میں سر کو حرکت دی اور پھر ان سے کہا: تم نے مجھے ایمان لانے کا مشورہ دیا میں ایمان لے آیا، پھر تم نے مال میں سے زکوٰۃ دینے کا مشورہ دیا میں نے زکوٰۃ بھی دی، اب تمہارے پاس کوئی اور بات باقی نہیں رہی بجز اس کے کہ میں محمد کو جا کر سجدہ کروں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کے لیے استغفار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں چوں کہ وہ نفاق میں بہت آگے تک بڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ: ان کی بنسبت معاملہ یکسانیت کا ہے، چنانچہ ان کے حق میں آپ کا استغفار کرنا انہیں کچھ بھی نفع نہیں پہنچائے گا چوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ صاوی کہتے ہیں: آیت کریمہ میں منافقین کے ایمان سے مایوسیت ظاہر کی گئی ہے، یعنی اے محمد! آپ کا ان کے حق میں استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں چوں کہ کفران میں رچ بس گیا ہے، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے چوں کہ شقاوت ان کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔[1] لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ: اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا چوں کہ یہ کفر میں بہت آگے نکل چکے ہیں، اور معصیت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس بعد تعلیل کا بیان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ: چنانچہ اللہ تعالیٰ طاعت سے باہر نکلنے والے کو ایمان کی توفیق نہیں دیتا۔

اس کے بعد منافقین کے مزید قبائح اور جرائم کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا: یہ فساق و فجار کہتے ہیں: مہاجرین پر مال خرچ نہ کرو، حتیٰ کہ وہ محمد کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ بحر میں لکھا ہے: آیت میں ابن سلول اور اس کے رفقا کی طرف اشارہ ہے، ان عقل کے اندھوں کا خیال تھا کہ مہاجرین کا رزق ان کے ہاتھوں میں ہے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کا رزق اللہ کے پاس ہے۔ عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ: استہزا کے طور پر منافقین نے کہا، اگر وہ رسول کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے تو ان سے ان باتوں کا صدور نہ ہوتا۔ بظاہر انہوں نے یہ الفاظ نطق میں نہیں لائے ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے اکرام و عظمت کے پیش نظر ان الفاظ میں مفہوم تعبیر کیا۔

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: ......رزق کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ کسی کے پاس اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عطائے فضل سے روک دے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ: لیکن منافقین اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی تدبیر کو نہیں سمجھتے۔ اسی لیے وہ منہ سے اول فول بکتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بعض قبائح اور شنیع اقوال گنوائے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ: اگر ہم غزوۂ بنی مصطلق سے واپس اپنے شہر مدینہ منورہ لوٹے۔ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ: ہم مدینہ سے محمد اور اس کی ساتھیوں کو نکال باہر کریں گے۔ یہ بات ابن سلول نے کہی تھی، عزت والوں سے اس کی مراد وہ خود اور اس کے ساتھی تھے اور اذل سے مراد رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔[2] مفسرین کہتے ہیں: جب ابن سلول نے یہ بات کہی اور مدینہ واپس لوٹ آیا تو مدینہ منورہ کے دروازے پر اس کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑا ہوگیا اور تلوار نکال لی، لوگ اس کے پاس سے گزرتے رہے جب اس کا باپ ابن سلول اس کے پاس سے گزرنے لگا اس سے کہا: پیچھے ہٹ، اللہ کی قسم تو مدینہ میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ تو اقرار کرے کہ رسول کریم ﷺ

---

[1] الصاوی ۴/ ۹ ۲۰۹ [2] انظر سبب النزول المتقدم

عزت والے ہیں اور میں ذلیل ورسوا ہوں۔ ابن سلول نے اس بات کا اقرار کیا۔ پھر عبداللہ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو آپ مجھے حکم دیں میں اس کا سر قلم کر کے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ اچھائی کریں گے۔[1] وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی قوت اور غلبہ اللہ عزوجل کے پاس ہے نیز اللہ نے اپنے رسول اور مومنین کو بھی عزت سے سرفراز کیا ہے، ان کے علاوہ کسی اور کو عزت و مرتبہ حاصل نہیں۔ ظرف کو مقدم کیا گیا ہے جو حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: منافقین کو یہ وہم تھا کہ عزت کا دارومدار کثرت اموال اور خدم وحشم پر ہے، اللہ تعالیٰ نے بات واضح کر دی کہ عزت وقوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ خود ہے وہ جسے چاہے عزت وقوت عطا کرے، چنانچہ اس نے اپنے رسول اور مومنین کو عزت وقوت سے سرفراز کیا ہے۔[2] وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن منافقین فرط جہالت اور غرور کی وجہ سے نہیں جانتے کہ عزت وغلبہ اللہ تعالیٰ کے اولیا کو حاصل ہے نہ کہ اس کے دشمنوں کو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ:......اوپر منافقین کے قبائح کا ذکر ہوا ہے اب مومنین کو منافقین کی مشابہت اختیار کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی جاری ہے۔ آیت کا معنی ہے: اے مومنین! تمہیں مال واولاد اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت نماز، روزہ اور زکوۃ سے غافل نہ کرے جیسے مال واولاد نے منافقین کو روک رکھا ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تمہیں مال کی سرمایہ کاری اور اس سے لذت حاصل کرنا اور اولاد کی خوش حالی اطاعت خداوندی سے نہ روکے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ آیت میں عموم ہے اور مراد نماز وتسبیح وتحمید اور جملہ طاعات ہیں۔[3] وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: جن لوگوں کو دنیا نے اللہ تعالیٰ کی طاعت اور عبادت سے غافل کر دیا حقیقت میں یہی لوگ کامل خسارے والے ہیں، چوں کہ انہوں نے حقیر وفانی دنیا کو باقی رہنے والی آخرت پر ترجیح دی ہے۔

موت سے پہلے کی تیاری

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ:......یعنی اللہ تعالیٰ کی طاعت ورضامندی میں مال خرچ کرو۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ قبل ازیں کہ انسان کو موت اپنے پنجوں میں لے دبوچے اور وہ جان کسی کے عالم تک جا پہنچے۔ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ: اور وہ موت کے یقین ہونے پر کہے: اے میرے پروردگار تو نے مجھے مہلت کیوں نہیں دی اور میری موت کو مزید تھوڑی مدت تک کے لیے مؤخر کیوں نہیں کیا؟ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ: تو میں تیری راہ میں خرچ کرتا اور اپنے عمل کو اچھا بناتا اور نیک وصالح ہو جاتا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر گناہ گار شخص موت کے وقت نادم ہو جاتا ہے اور طول العمری کا سائل ہوتا ہے تاکہ مافات کا تدارک کر سکے لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں رہتا۔ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا: یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو بھی مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس کی عمر میں اضافہ نہیں کرتا۔ آیت میں طاعات بجالانے کی ترغیب دی جارہی ہے کہ ایسا نہ ہو جائے کہ غفلت میں موت آ جائے اور تیاری کچھ بھی نہ ہو۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر مطلع اور باخبر ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

بلاغت:......سورۂ مبارکہ میں بلاغت کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں: وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ میں قسم، انّ اور لام کے ساتھ تاکیدات لائی گئی ہیں، جن سے مقصد تقریر وبیان میں اضافہ ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ: جملہ معترضہ ہے جو کہ شرط وجواب شرط کے درمیان آیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ منافقین نے اعتقاداً یہ نہیں کہا، شہادت رسالت کے دعویٰ میں ان کی تکذیب کے توہم کو دور کرنے کے لیے جملہ معترضہ لایا گیا ہے۔ اصل میں یوں ہے: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً: میں استعارہ ہے، ڈھال کے ذریعہ دوسرے کے وار سے بچا جاتا

---

[1] سیرۃ ابن اسحاق [2] تفسیر القرطبی ۱۸ / ۱۲۹ [3] البحر المحیط ۸ / ۲۷۴

ہے یہاں استعارۃً اس کا استعمال ہے چوں کہ منافقین اسلام کا اظہار کرتے تھے تا کہ اپنی جانیں بچا سکیں۔ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا: اور الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ: میں طباق ہے۔ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ: میں طباق سلب ہے۔ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ: بددعائیہ جملہ ہے۔ آیات کے آخر میں فاصلہ بندی کی رعایت کی گئی ہے۔

تنبیہ: ......مکہ مکرمہ میں نفاق کا وجود نہیں تھا وہاں کفر محض تھا، نفاق کا رواج مدینہ منورہ میں تھا، نفاق کا ظہور اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی، منافقین جان و مال کی حفاظت کے لیے اسلام ظاہر کرتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

وما انتسبوا الی الاسلام الا ۔۔۔ لصون دمائهم أن لا تُسالا

منافقین نے اسلام سے اپنے آپ کو صرف اس لیے منسوب کر رکھا تھا تا کہ اپنی جانیں بچا سکیں۔

فائدہ: ......عزت تکبر نہیں ہے، مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے، عزت انسان کی معرفت ہے جب کہ تکبر جہالت نفس ہے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ میں تکبر ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ میں تکبر نہیں لیکن اللہ کی دی ہوئی عزت ہے پھر یہ آیت تلاوت کی وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ.

لطیف نکتہ: ......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کر رکھا ہو اور وہ حج بیت اللہ میں مال صرف نہ کرے اور نہ ہی اس کی زکوٰۃ دے وہ مرتے وقت دنیا میں رجوع کا سوال کرتا ہے۔ ایک شخص بولا: اے ابن عباس! اللہ سے ڈریے دنیا میں رجوع کا سوال تو کفار کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾

الحمد للہ سورۃ المنافقون کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ یکم محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات بعد نماز عشا مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ بقیہ سورتوں کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین

سورۃ التغابن

تعارف:......سورۂ تغابن مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں شریعت کے احکام بیان ہوئے ہیں، اور اس سورت میں مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد پر بھی بات ہوئی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت اور آثار قدرت پر بھی بات ہوئی ہے، پھر رب تعالیٰ کا اعتراف کرنے والے انسان اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر کافر کے موضوع پر بھی گفتگو ہوئی ہے۔

پچھلی امتوں کی تباہی وہلاکت کے اسباب بیان ہوئے ہیں کہ انہوں نے پیغمبروں اور ان پر نازل ہونے والی تعلیمات کی تکذیب کی۔

سورۂ مبارکہ میں بعث بعد الموت کے برحق ہونے پر قسم اٹھائی گئی ہے خواہ مشرکین اس کا اقرار کریں یا اس کا انکار کریں۔

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طاعت بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دعوت سے اعراض کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

جیسے بعض زوجات اور اولاد کی عداوت سے ڈرایا گیا ہے چنانچہ بسا اوقات بیویاں اور اولاد انسان کو جہاد وہجرت سے روک دیتے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بخل سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ مومن کی صفات میں سے ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور جہاد میں حصہ لیتا ہے۔

اٰيَاتُهَا ۱۸ | (۶۴) سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ
ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۰ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ
تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۲ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا
وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۱۵
فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ
نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۶ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
ع ۲ ۸ ۱۶ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۷ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸

ترجمہ:.....سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں، اس کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ ۲ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور تمہاری صورتیں بنادیں سو اچھی بنائیں، اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔ ۳ وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ ۴ کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے، سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ۵ یہ اس وجہ سے کہ بے شک ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے معجزات لائے تھے' سو انہوں نے کہا کہ کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے؟ سو انہوں نے کفر اختیار کیا اور اعراض کیا: اور اللہ نے بے نیازی کا معاملہ کیا اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے۔ ۶ کافروں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمادیجیے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے باخبر کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ ۷ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ ۸ جس دن تم کو جمع ہونے کے دن میں جمع فرمائے گا۔ یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور بڑی کامیابی ہے ۹ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ ۱۰ جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ۱۱ اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچادینا ہے واضح طور پر۔ ۱۲ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے۔ ۱۳ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگذر کرو اور بخش دو سو بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ ۱۴ یہی بات ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے، ۱۵ سو تم اللہ سے ڈرو جہاں تک تمہاری طاقت ہے اور بات سنو اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لیے خرچ کرو۔ اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچادیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ ۱۶ اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدردان ہے بردبار ہے۔ ۱۷ غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے، عزیز ہے، حکیم ہے۔ ۱۸

لغات: صَوَّرَكُمْ: ......التصویر۔ صورت گری، شکل وصورت جس سے انسان دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ نَبَؤُا: النبأ: اہم خبر۔ وَبَالَ: سزا، عقوبت عذاب۔ زَعَمَ: گمان کیا۔ الزعم: قول بالظن۔ اسی سے یہ محاورہ ہے: زعموا مطیة الکذب۔ یعنی ان لوگوں نے جھوٹ بولنے پر کمر کس لی ہے۔ شریح کہتے ہیں: ہر چیز کی کنیت ہوتی ہے اور جھوٹ کی کنیت زعم ہے۔ التَّغَابُنِ: غبن، نقص، کمی۔ مقولہ ہے: غبنه، غبنًا: جب کوئی چیز بغیر قیمت کے لے لی جائے۔ قیامت کو یوم التغابن کہا گیا ہے، چوں کہ اس دن کفار کا غبن ظاہر ہوگا کہ اس نے دنیا میں ایمان کو چھوڑ دیا۔ مومن کا غبن اس کا احسان ونیکی کرنے میں کوتاہی کرنا ہے۔

شان نزول: ......روایت ہے کہ اہل مکہ کے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی بیویوں اور اولاد نے انہیں ہجرت کرنے سے روک دیا اور کہنے لگے: ہم تمہارے اسلام پر تو صبر کر سکتے ہو، لیکن ہمیں تمہاری جدائی کسی صورت برداشت نہیں ہو سکتی، چنانچہ ان مسلمانوں نے بیوی اور اولاد کا کہا مان لیا اور ہجرت کا خیال چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

تفسیر: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: ......آسمانوں اور زمین میں موجود ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بزرگی بیان کرتی ہے۔ ایسے تسلسل سے پاکی بیان کرتی ہے کہ اس میں انقطاع نہیں، مضارع کا صیغہ تجدد اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ: اللہ تعالیٰ کے پاس ساری بادشاہیت اور کامل تصرف ہے، صرف وہی حمد وثنا کا مستحق ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، جسے چاہتا ہے مال عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے تنگ دست کر دیتا ہے، وہی عزت دیتا ہے اور وہی ذلت دیتا ہے۔ جب کسی چیز کو وجود بخشنا چاہتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ جملہ ماقبل کے لیے ایک طرح کی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کامل بادشاہت کا مالک ہے چوں کہ وہ قدرت والا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ: یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بعض آثار کی تفصیل ہے، یعنی اے لوگو! وہی اللہ ہے جس نے تمہیں اس بدیع ومحکم شکل کے ساتھ پیدا کیا ہے، تم میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ لیکن تم میں سے بعض لوگ ایمان لاتے ہیں اور بعض کفر پر مصر رہتے ہیں۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تم میں سے بعض لوگ اپنے خالق کے ساتھ کفر کرتے ہیں حالاں کہ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ تم میں سے بعض اپنے رب کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے خالق ومالک ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔

کفار کی تعداد زیادہ ہے

آیت میں کافر کو مومن پر مقدم کیا ہے چوں کہ کفار کی تعداد زیادہ ہے اور مومنین کی تعداد کم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ (سورۃ الانعام، آیت ۱۱۶)

اگر تم زمین میں موجود اکثریت کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (سورہ سبا، آیت ۱۳)

میرے بندوں میں اللہ کا شکر ادا کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: ......اللہ تعالیٰ تمہارے احوال سے بخوبی واقف ہے اور اسے تمہارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے، تمہارے سینوں میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا وہ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے آثار اور وحدانیت کے دلائل کی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے کامل حکمت کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، دین ودنیا کی مصلحت کا پورا پورا لحاظ رکھا، انہیں فضول اور لایعنی نہیں پیدا کیا۔

انسان کی شکل وصورت سب سے اچھی ہے

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ: ......اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہایت اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ہم نے انسان کو خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔(سورۃ التین، آیت ۴)

چنانچہ جو شخص انسانی تخلیق، اعضاء کی بناوٹ وتناسب میں غور وفکر کرتا ہے وہ اس اقرار پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انسان باقی حیوانات کی بنسبت بہت خوبصورت ہے۔ اس کے خوبصورتی اس میں بھی ہے کہ انسان سیدھی قامت میں رہتا ہے، جانوروں کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ: صرف ایک اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہی وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

اللہ کا علم کامل ومکمل ہے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ: ......کائنات میں جو مخلوقات بھی ہے، اجرام وغیرہ سب کو بخوبی جانتا ہے اور ان کا اسے علم ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ: تم اپنے اعمال اور نیتوں میں سے جن چیزوں کو ظاہر کرتے ہو اور جن کو پوشیدہ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ: اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے، بھلا تمہارے ظاہری اعمال کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں؟ بحر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں موجود سب کچھ کے متعلق اپنے علم سے آگاہ کیا، پھر انسانوں کی پوشیدہ اور ظاہر کی ہوئی چیزوں کے متعلقات اپنے علم سے آگاہ کیا اور پھر دلوں میں پوشیدہ باتوں کے علم سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہے، نہ کلیات میں سے اور نہ جزئیات میں سے۔ چنانچہ علم عام سے ابتدا کی، پھر انسانوں کے پوشیدہ وظاہر امور پر تنبیہ کی، پھر دلوں کے بھیدوں پر تنبیہ کی۔ یہ سب وعید کے معنی میں ہے۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ ثواب سے یا عذاب سے بدلہ دینے والا ہے۔[1]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ: اے جماعت قریش! کیا پہلی امتوں مثلاً عاد، ثمود وغیرہا کے کفار کی خبر تمہیں نہیں پہنچی؟ ان پر کیسا عذاب نازل ہوا۔ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ: انہوں نے دنیا میں نہایت خوفناک عذاب کا مزہ چکھا۔ یہ عذاب انہیں ان کے کفر کے بدلہ میں ملا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ: یہ عذاب جس کا مزہ انہوں نے دنیا میں چکھا اور عنقریب آخرت میں بھی عذاب چکھیں گے اس وجہ سے ہے کہ ان کے پاس پیغمبر واضح معجزات اور دلائل لے کر آئے، جو ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے۔ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا: اور وہ تعجب کی بنا پر کہنے لگے: کیا انسانوں میں سے پیغمبر ہمارے ہادی بن گئے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انہوں نے کسی پیغمبر کے انسان ہونے سے انکار کیا، لیکن انہوں نے پتھر کے خدا ہونے سے ان کا رد نہیں کیا۔[2] یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان میں عقل وفہم کی کمی ہے۔ فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا: انہوں نے پیغمبر کے ساتھ کفر کیا، ایمان سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے منہ موڑا۔ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ ان کی طاعت وعبادت سے بے نیاز ہے۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے ایمان سے بے نیاز ہے۔[3] وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ: اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے اور اپنی ذات وصفات میں سزاوار حمد وستائش ہے، اسے طاعت فائدہ نہیں پہنچاتی اور معصیت ضرر نہیں دیتی۔ چوں کہ وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کی تکذیب کی خبر دی ہے۔ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا: یعنی کفار مکہ کا دعویٰ ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں قبروں سے ہرگز زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا۔ قُلْ بَلٰى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے اے محمد! معاملہ ایسے نہیں جیسے تمہارا گمان ہے، میرے رب کی قسم! تمہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ: پھر تمہیں تمہارے تمام اعمال سے آگاہ کیا جائے گا،

---

[1] تفسیر البحر المحیط ۸/۲۷۷ [2] التفسیر الکبیر ۳۰/۲۳ [3] تفسیر الطبری ۲۸/۷۸

چھوٹے بڑے سب اعمال تمہارے سامنے رکھے جائیں گے، اور پھر ان کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

بعث بعد الموت اور جزا و سزا اللہ کے لیے آسان ہے

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ:...... بعث بعد الموت اور اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے، چوں کہ اعادہ ابتدا سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار نے مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عقلاً ان کا اعادہ ابتدا سے زیادہ سہل و آسان ہے۔[1] بعث بعد الموت اور تکذیب کرنے والی امتوں کے ذکر کے بعد ایمان و قرآن پر ثابت قدم رہنے کی تائید کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا: اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرو اور اس قرآن پر ایمان لاؤ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ کتاب نور ہے جو شبہات کا ازالہ کرنے والی ہے جیسے نور تاریکیوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: اللہ تعالیٰ کے لیے تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ یعنی اس خوفناک دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو ایک میدان میں جمع کرے گا، بلانے والا انہیں دیکھ رہا ہو گا اور سب کو سن بھی رہا ہو گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ (سورہ هود، آیت ۱۰۳)

وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ حاضری کا دن ہے۔

قیامت کا دن کفار کے لیے خسارے کا دن

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ:...... یہ وہ دن ہے جس میں کافر کا غبن اور خسارہ ترک ایمان کی وجہ سے ظاہر ہو گا۔ اور یہ اس لیے کہ مومنین نے دنیا ترک کر کے جنت خریدی ہے اور کفار نے آخرت کو چھوڑ کر آگ خریدی ہے۔ یوں کفار کا غبن اور ان کا خسارہ ظاہر ہو گا۔ خازن کہتے ہیں: غبن کا معنی: بغیر قیمت کے کسی چیز کو لے لینا اور مغبون وہ شخص جس کے اہل خانہ اور گھر جنت میں نہ ہو، چنانچہ ہر کافر اگر ایمان لے آتا تو اس کے گھر والے جنت میں ہوتے لیکن کفر کی وجہ سے وہ ایمان سے محروم رہا۔ اس لیے ہر کافر کا غبن ایمان ترک کرنے کی وجہ سے ظاہر ہو گا۔ جب کہ ہر مومن کا غبن اس کے احسان میں کوتاہی کرنے سے ظاہر ہو گا۔[2] وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ: جو شخص اللہ کی تصدیق کرتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: اللہ تعالیٰ اسے بہشتوں میں داخل کرے گا جس کے درختوں اور محلات کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا: ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے، انہیں وہاں نہ موت آئے گی اور نہ ہی جنت سے باہر نکالے جائیں گے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: یہ ایسی عظیم کامیابی ہے کہ اس کے بعد کوئی اور کامیابی ہے ہی نہیں۔ اور اس سعادت کے بعد کوئی اور سعادت نہیں۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کو جھٹلایا، بعث بعد الموت پر قائم کیے گئے دلائل کو جھٹلایا اور آیات قرآن کی تکذیب کی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: اہل کفر اور اہل ضلالت کے لیے دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے۔

کوئی بھی مصیبت اللہ کے حکم بغیر نہیں آتی

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ:...... جس شخص کو مال و جان اور اولاد کے اعتبار سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے فیصلے سے پہنچتی ہے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ ہر حادثہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے وقوع پذیر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، وہ تسلیم و رضا کا پیکر بن جاتا ہے اور اسے ایمان پر ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر ۳۰/ ۲۳ [2] تفسیر الخازن ۴/ ۱۰۴

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اسے یقین کی دولت نصیب فرماتے ہیں حتیٰ کہ وہ جانتا ہوتا ہے کہ اسے جو مصیبت پہنچی ہے یہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو ٹل چکی وہ اسے پہنچنا نہیں تھی۔[1] علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ وہ شخص ہوتا ہے جسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ یقین کرتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور وہ تسلیم ورضا کا پیکر بن جاتا ہے۔[2] وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، زمین وآسمان میں اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: جو شخص اللہ کے حضور منقاد ہوتا ہے اور اپنے جملہ معاملات اللہ کے سپرد کرتا ہے اس کی تسلیم ورضا اللہ پر مخفی نہیں ہے۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ: اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو۔ اس کے تمام اوامر بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو۔ تاکید کے لیے امر میں تکرار لایا گیا ہے۔ نیز اس طاعت رسول کے وجوب کا بھی اس میں بیان ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی طاعت واجب ہے۔

پیغمبر کے ذمہ صرف تبلیغ ہے

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ:...... اگر تم پیغمبر کی دعوت ایمان وہدایت سے روگردانی کرو گے، اس میں پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں بلکہ اس میں تمہارا ہی نقصان ہے چوں کہ پیغمبر کے ذمہ تو صرف تبلیغ رسالت ہے، پیغمبر نے اپنا فریضہ پورا کر دیا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے اور معصیت کی راہ اختیار کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لیتا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی خالق نہیں، اسی پر اعتماد ہے اور اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: اے مومنین! اپنے جملہ معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ کا بھروسہ اور اعتماد رکھو۔ آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل علی اللہ پر ابھارا جارہا ہے اور آپ کو ترغیب دی جارہی ہے۔ اس میں امت کو تعلیم بھی دی گئی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کی مدد کا سہارا لیں۔[3] يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ: اے مومنین کی جماعت! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہاری دشمن ہے، وہ تمہیں اللہ کے راستے سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت سے دور رکھتی ہے، اس لیے ان سے ہوشیار رہو۔

شان نزول

مفسرین نے لکھا ہے: کچھ لوگ مشرف اسلام ہوئے انہوں نے مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن ان کی بیویاں اور اولاد رکاوٹ بن گئے جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک وہ ہجرت نہ کر سکے، چنانچہ جب مدت کے بعد ہجرت کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ لوگوں نے دین میں بہت سمجھ بوجھ پیدا کر لی ہے اس پر انہیں سخت ندامت ہوئی اور بیویوں اور اولاد کو سزا دینا چاہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[4] لیکن آیت کے عموم کا اعتبار ہے اس لیے جو بھی ازواج اور اولاد کا کہا مانے اور اللہ کے حکم کو پس پشت ڈالے وہ اس میں شامل ہے۔ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا: اگر تم رکاوٹ بننے کی لغزش انہیں معاف کر دیں اور ان سے جو کچھ صادر ہوا انہیں درگزر کر دیں اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے، وہ تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا تم ان کے ساتھ کرو گے۔ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ: مال اور اولاد نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کا امتحان وابتلا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ فرمانبردار کو نافرمان سے ممتاز کر دے۔ مال کو مقدم کیا ہے چوں کہ مال کا فتنہ زیادہ سنگین ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ: اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر وثواب ہے وہ دنیا کے ساز وسامان سے عظیم تر ہے، لہٰذا تمہیں تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل نہ کرے۔ آیت کریمہ میں آخرت کی رغبت دلائی جارہی ہے، دنیا میں زہد اختیار کرنے کی تعلیم دی جارہی ہے، مال واولاد جو باعث فتنہ ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ: اے مومنین! اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خوب سے خوب تر کوشش کرو اور اپنی طاقت صرف کرو اور اپنے آپ کو ایسی چیز کا مکلف نہ بناؤ جس کی تمہارے اندر طاقت نہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے: یہ مامورات اور فضائل اعمال کے متعلق ہے جنہیں انسان بقدر طاقت بجالاتا ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری ۲۸/ ۸۰ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۱۰ [3] الصاوی علی الجلالین ۴/ ۲۱۲ [4] انظر سبب النزول المقدم

رہی بات ممنوعات کی سوان سے کلی طور پر اجتناب لازمی ہے، اس پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ اور جن باتوں سے منع کروں ان سے باز رہو۔[1] وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا: جس بات کی تمہیں نصیحت کی جارہی ہے اسے غور سے سنو اور جس بات کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اسے بجالاؤ اور جس سے تمہیں روکا جارہا ہے اس سے رک جاؤ۔ وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ: اپنے اموال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: جو شخص بخل اور طمع نفس سے محفوظ رہا حقیقت میں وہ کامیاب رہا۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ: جب تم خوش طبعی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اجر وثواب کو دوگنا کر دے گا۔ صدقہ کو قرض حسنہ سے تعبیر کیا ہے اس میں فقرا کے ساتھ احسان ولطف کا پہلو نکلتا ہے۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ: اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے کا قدردان ہے اور اپنے بندوں کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہے۔ چنانچہ بندوں کے گناہ گار ہونے کے باوجود ان سے انتقام لینے میں جلد بازی نہیں کرتا۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: اللہ تعالیٰ غیب وحاضر کا جاننے والا ہے اور اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں غالب ہے اور اپنی کاریگری میں حکمت والا ہے۔

بلاغت: ......سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کے مختلف پہلو نمایاں ہیں ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ: ......میں طباق ہے، اسی طرح الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: میں بھی طباق ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ: افادۂ حصر کے لیے جار کو مقدم کیا گیا ہے۔ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا: قرآن پر نور کا اطلاق استعارہ کے طور پر ہے۔ چوں کہ قرآن شبہات کا ازالہ کرتا ہے جیسے روشنی تاریکیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا: اور وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: میں مومنین کے بدلہ اور کفار کے بدلہ میں مقابلہ ہے۔ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ: میں تجنیس ناقص ہے۔ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ: اور يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ: میں اطناب ہے، فعل مکرر لایا گیا ہے، اس سے امر طاعت میں تاکید پیدا کرنا مقصود ہے۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ: صیغہائے مبالغہ ہے۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کو قرضہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ لطیف استعارات میں سے ہے۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ. عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

الحمد للہ سورۂ تغابن کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۸ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات بعد نماز عصر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] اخرجہ الشیخان

سورۃ الطلاق

تعارف:..... سورہ طلاق مدنیہ ہے اس میں شریعت کے بعض احکام بیان ہوئے ہیں جو زوجین کے احوال سے متعلق ہیں، جیسے سورہ طلاق کا بیان اور اس کی کیفیت، طلاق پر مرتب ہونے والے احکام جیسے عدت، نفقہ، سکنیٰ اور مرضع بکی مزدوری وغیرہا۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں جیسے طلاق سنی، طلاق بدعی، مومنین کو افضل راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مناسب وقت پر بیوی کو طلاق دینے کی ہدایت دی گئی ہے، وہ یہ کہ طہر میں طلاق دی جائے بشرطیکہ اس طہر میں جماع نہ کیا گیا ہو حتیٰ کہ عدت گزر جائے۔

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اس شرعی نظام میں مردوں کو دعوت دی گئی ہے کہ تعلق زوجیت کو منقطع کرنے میں جلد بازی نہ کریں، چنانچہ حلال چیزوں میں سب سے بری چیز طلاق ہے، اگر عائلی مجبوریاں ارضروریات پیش نظر نہ ہوتیں طلاق کبھی بھی مباح نہ ہوتی چوں کہ طلاق سے خاندانی نظام درہم برہم ہوتا ہے۔

سورۂ مبارکہ میں عدت کی مدت اچھی طرح شمار وضبط میں لانے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ خلط نسب کا شبہ نہ رہے، اور اس لیے بھی مدت عدت کا شمار میں رکھنا ضروری ہے تاکہ مطلقہ کے بیٹھے رہنے کا عرصہ طویل تر نہ ہوتا جائے، ورنہ اسے ضرر لاحق ہوگا۔ سورۂ مبارکہ میں حدود اللہ تجاوز کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

سورۂ مبارکہ میں عدت کے احکام تفصیلاً بیان ہوئے ہیں، آئسہ (وہ عورت جسے حیض نہ آتا ہو) کی عدت بھی بیان ہوئی ہے، نابالغ لڑکی عدت، حاملہ عورت کی عدت بھی بیان کی گئی ہے۔

ان شرعی احکام کے ساتھ ساتھ تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس میں ترغیب وترہیب دونوں طرح کے پہلوز یرغور لائے گئے ہیں تاکہ زوجین میں سے کسی کی طرف سے ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے، نیز سکنیٰ اور نفقہ کے احکام بھی بیان ہوئے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں حدود اللہ تجاوز کرنے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کے ذیل میں سابقہ امتوں کی مثالیں بیان کی گئی ہیں جنہوں نے اللہ کا حکم ماننے سے روگردانی کی اور پھر تباہی ان کا مقدر بن گئی۔ پھر آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید ووحدانیت پر دلائل وبراہین ہیں۔

ایاتُها ۱۲ — (۶۵) سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۶) — رُكُوعَاتُهَا ۲

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ
لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ فَاِذَا بَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا
الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ
مَخْرَجًا ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۞۳ وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ
اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ
اَمْرِهٖ يُسْرًا ۞۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۞۵
اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ
حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا
بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۞۶ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ
عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞۷ ع ۱ ۴ ۱۷
وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۞۸
فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۞۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي
الْاَلْبَابِ ۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۞۱۰ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ
لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا
يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۞۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ
وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۞۱۲ ع ۲ ۵ ۱۸

ترجمہ: ......اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کر لیں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اے مخاطب! شاید تو یہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے۔① پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو، بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لیے گواہی کو قائم کرو اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے② اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں اسے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے سو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کر کے رہتا ہے' بیشک اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔③ اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی دے گا ④ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے

گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔۵ تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ضرر مت پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو، پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لیے دودھ پلائیں تو تم ان کو اجرت دو، اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔۶ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے۔ اللہ تنگی کے بعد جلدی خوش حالی دے دے گا۷ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں کی سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور انہیں برا عذاب دیا۸ سو اس نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔۹ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرمایا۔ سوائے عقل والو! جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا۔۱۰ ایک ایسا رسول (ﷺ) جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پر بیان کرنے والی ہیں تاکہ ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اللہ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔۱۱ اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ان ہی کی طرح زمین بھی۔ ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئ پر قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطۂ علمی میں لیے ہوئے ہے۔۱۲

لغات: اَلْعِدَّةَ: ...... طلاق کے بعد کی وہ مدت جسے عورت حساب میں رکھتی ہے تاکہ اس کے رحم کی برأت ثابت ہو جائے۔ اَحْصُوا: گنتی کے ذریعے ضبط میں لاؤ۔ حَسْبُهٗ: وہ اسے کافی ہے۔ وُجْدِكُمْ: تمہاری طاقت اور وسعت کے مطابق۔ ارْتَبْتُمْ: تم شک میں پڑو۔ كَاَيِّنْ: کثیر۔ عَتَتْ: تکبر کیا، اعراض کیا، سرکشی کی۔ نُكْرًا: منکر، شنیع۔ غلط۔ خُسْرًا: خسارہ، ہلاکت۔

شان نزول: (الف) ...... بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بیوی حالت حیض میں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے اس کا ذکر کر دیا، آپ ﷺ سن کر سخت غصہ ہوئے اور پھر فرمایا: اُسے کہو، رجوع کرے اور طہر تک انتظار کرے، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہو، اگر اب طلاق دینا چاہے تو ہم بستری سے پہلے طلاق دے۔ یہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔[1]

(ب) ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی دی، وہ اپنے گھر والوں کے پاس آ گئیں، اس پر یہ سورت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

اس پر آپ ﷺ سے کہا گیا: آپ رجوع فرمالیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا روزہ دار اور نماز گزار عورت ہیں، وہ آپ کی ازواج میں سے ہیں اور جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔[2]

(ج) ...... روایت ہے کہ جب آیت کریمہ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ: نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! جس عورت کو بڑھاپے یا کمسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت کیا ہوگی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَالّٰۗـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤

تفسیر: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ: ...... خطاب حضور نبی کریم ﷺ کو ہے جب کہ حکم عام ہے، نبی کریم ﷺ کو ندا کے ساتھ مخصوص کیا

[1] اخرجہ البخاری ومسلم [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۱۲

گیا ہے، ایسا آپ کی تعظیم کے لیے ہے۔ جیسے کسی قوم کے رئیس کو کہا جائے: اے فلاں! ایسا کرو۔ یعنی تم اور تمہاری قوم ایسا کرو۔ ندا تعظیم و تکریم کے لیے ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کو جمع مخاطب کے صیغے کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ طَلَّقْتُمُ ایسا تعظیم و تفخیم کے لیے ہے۔ اور معنی ہے: اے نبی اور اے مومنین! جب تم عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ تو انہیں عدت کے وقت میں طلاق دو، عدت کا وقت طہر ہے۔ اور انہیں حیض میں طلاق نہ دو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی انہیں طہر میں طلاق دو جس میں ہمبستری نہ کی ہو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اسے ہمبستری سے پہلے پاکی کی حالت میں طلاق دے، یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے مطابق عورتوں کو طلاق دو۔[1]

مفسرین لکھتے ہیں: کہ عورت کو حالت حیض میں طلاق دینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ اس کی عدت طویل نہ ہو جائے، اس سے عورت کو ضرر لاحق ہوتا ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ حالت حیض خاوند کے لیے باعث نفرت ہوتی ہے یہ حالت طلاق کی طرف جلد لے جاتی ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب عورت طہر میں ہو اور اس طہر میں خاوند نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو، تاکہ اس ہم بستری سے حمل نہ ٹھہرے۔ ورنہ عدت حیض سے وضع حمل کی طرف منتقل ہو جائے گی اور عورت کو ضرر لاحق ہوگا۔ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ عدت کی مدت کو اچھی طرح سے شمار کرو اور پورے تین حیض کی گنتی کرو تاکہ نسب میں خلط واقع نہ ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اسے ڈرتے رہو، اوامر بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو۔ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے۔ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ اور مطلقہ عورتیں اپنے تئیں بھی گھروں سے نہ نکلیں یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو جائے، ہاں البتہ اگر مطلقہ سے کوئی عمل قبیح سرزد ہو جائے جیسے زنا وغیرہ تو حد قائم کرنے کے لیے نکل سکتی ہے۔

معتدہ کا گھر سے نکلنا اور نکالنا

تسہیل میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے مرد کو منع کیا ہے کہ وہ مطلقہ کو گھر سے باہر نکالے اور عورت کو بھی منع کیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے گھر سے باہر نکلے، عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر سے باہر رات بسر کرے اور نہ ہی دن کو غائب رہے، ہاں البتہ کوئی سخت ضرورت پیش آئے تو اس کی اجازت ہے۔ عورت پر یہ پابندی اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ نسب محفوظ رہے اور عورت بھی محفوظ رہے۔ برائی میں اختلاف ہے جس کے لیے مطلقہ کا عدت کے دوران باہر نکلنا جائز ہے، ایک قول کے مطابق اس سے مراد زنا ہے، حد قائم کرنے کے لیے وہ باہر نکلے گی۔ ایک اور قول کے مطابق فاحشہ سے مراد سسرال کے ساتھ بدزبانی اور بدتمیزی ہے، اس کی وجہ سے وہ سکنی سے محروم ہو جائے گی اور گھر سے باہر نکلے گی۔ اس کی تائید دوسری قرأت سے ہوتی ہے۔ الا أن یفحش علیکم۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ احکام اللہ کی شریعت ہیں اور اس کی حرام کردہ حدود ہیں۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ جو شخص ان احکام سے باہر نکلا اور مقرر کردہ حدود کو تجاوز کیا، اس نے اپنے اوپر ظلم کیا چوں کہ اس نے اپنے آپ کو عذاب کے لیے پیش کر دیا۔ اور اپنا نقصان کیا کہ بیوی سے رجوع کرنے کا امکان ہی ختم کر دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اس شخص پر سختی کی گئی ہے جو طلاق سنی سے تجاوز کرے اور بیوی کو غیر عدت کے لیے طلاق دے۔ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا اے سامع! تمہیں معلوم نہیں شاید اللہ تعالیٰ طلاق کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے، شاید اللہ تعالیٰ مرد کے دل کی نفرت کو محبت سے بدل ڈالے اور اس کی بیوی کی طرف رغبت دل میں ڈال دے، ناپسندیدگی کے بعد اسے پسند کرنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مراد طلاق پر ندامت کا پیدا ہونا ہے اور عدت کے دوران رجعت کی محبت اجاگر ہونا ہے۔

ایک جامع اصول

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ:..... جب طلاق یافتہ عورتیں عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ تو انہیں

---

[1] الحدیث فی الصحیحین انظر سبب النزول

عصمت نکاح کی طرف لوٹادو اچھی صحبت کو برقرار رکھتے ہوئے جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، یا انہیں چھوڑے رکھو یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے اور وہ اپنے اوپر اختیار کی مالک بن جائیں۔ مفسرین کہتے ہیں: الامساک بالمعروف سے مراد بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور نان ونفقہ ہے اور مراجعت سے عورت کو ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو کہ اس کی عدت کی مدت طویل تر ہوتی جائے۔ فراق بمعروف سے مراد بیوی کے مہر کی ادائیگی ہے اور طلاق کے وقت متعہ دینا ہے۔ نیز جملہ حقوق کے ساتھ شرائط کا پورا کرنا ہے۔ وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ: طلاق یا رجعت کے وقت دو گواہ بنالو جو گواہی کی اہلیت رکھتے ہوں۔ عادل ہوں، ان میں استقامت کی صفت ہو اور جن کی دینداری اور امانتداری پر تمہیں بھروسہ ہو۔

طلاق و مراجعت کے وقت گواہ بنانے کا حکم

بحر میں لکھا ہے: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق و مراجعت کے وقت گواہ رکھنا مستحب ہے جیسے خرید وفروخت کے وقت گواہ بنانا مستحب ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَايَعۡتُمۡ ۠ جب تم خرید وفروخت کرو تو اس وقت گواہ بنالو۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۸۲)[1]

جب کہ شافعیہ کے نزدیک مراجعت کی صورت میں گواہ بنانا واجب ہے اور فرقت کی صورت میں مستحب ہے۔

وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ:...... حق کی خاطر گواہی دو، کسی کے جانبدار مت بنو، حقیقت کو تبدیل کرنے کے بغیر خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے گواہی دو، مشہود لہ یا مشہود علیہ کی رعایت کے بغیر۔ ذٰلِكُمۡ يُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ: یہ احکام جو ہم نے مشروع کیے ہیں ان سے وہی نفع اٹھاتا ہے اور ان سے وہی شخص نصیحت پذیری حاصل کرتا ہے جو مومن ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت۔ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ: جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی حدود کی پاسداری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کو دور کرتا ہے، ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ دیتا ہے اور اس کے رزق کی ایسی صورت مقدر فرماتا ہے جو اس کے دل میں کبھی کھٹکی تک نہیں ہوتی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص آیا، کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے، میں سمجھا شاید اس کی بیوی کو اس کے پاس واپس کردیں۔ پھر فرمایا: تم لوگ حماقت کر بیٹھتے ہو اور پھر کہتے ہو۔ اے ابن عباس! اے ابن عباس (کوئی حل نکالو) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا: تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو اس لیے میں تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں پارہا۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تمہاری بیوی بائنہ ہوگئی ہے۔[2]

شان نزول

مفسرین نے لکھا ہے: آیت کریمہ میں عموم ہے گو عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے ان کے بیٹے کو قیدی بنالیا تھا، عوف رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور کہا: دشمن نے میرے بیٹے کو قید کرلیا ہے اس کی ماں آہ و بکار کر رہی ہے ایسی صورت میں آپ مجھے کیا حکم دیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو۔ میں تم دونوں میاں بیوی کو حکم دیتا ہوں کہ یہ وظیفہ زیادہ سے زیادہ پڑھتے رہو: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ چنانچہ دونوں نے وظیفے پر پابندی کی، ایک دن یکا یک ان کے دروازے پر دستک ہوئی، جب دیکھا تو ان کا بیٹا تھا اور وہ اپنی ساتھ ایک سو (۱۰۰) اونٹ دشمن کے ہانک کرلے آیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ۔[3]

وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ:...... جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اور مشکلات میں اسی پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوتا ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جو شخص اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرماتا ہے۔ واضح رہے اسباب اختیار

---

[1] البحر المحیط ۸ / ۲۸۲ [2] محاسن التاویل ۱۶ / ۵۸۳۸ [3] القرطبی ۱۸ / ۱۶۰ والطبری ۲۸ / ۹۰

کرنا توکل کے منافی نہیں، چوں کہ اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اسباب پر توکل کرنا درست نہیں۔ حدیث میں ہے: اگر تم اس طرح اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے اس پر توکل کرنے کا حق ہے وہ تمہیں اس طرح رزق عطا کرے جیسے پرندوں کو عطا کرتا ہے، چنانچہ پرندے صبح کو بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو اپنے آشیانوں میں۔

پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ:...... اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو ساری مخلوق میں نافذ کرنے والا ہے، وہ جو چاہتا ہے پورا کرتا ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ تسہیل میں لکھا ہے: اس جملے میں توکل پر ابھارا گیا ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے، چوں کہ جب انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں تو پھر صرف ایک اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے کسی اور کی طرف توجہ نہیں کرتا۔[1] قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی مقدار اور اس کا وقت مقرر و متعین کر رکھا ہے جو کہ ازلی حکمت کے مطابق ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی سختی و تنگی اور آسودگی کی مقدار اور مدت متعین کر رکھی ہے۔

حیض سے ناامید عورت کی عدت کا حکم

اس کے بعد ایسی مطلقہ کا حکم بیان کیا گیا ہے جسے بڑھاپے یا صغرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ: اور وہ عورتیں جن کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے منقطع ہو چکا ہو، اگر تمہیں ان کی عدت کے بارے میں شک ہو کہ ان کی عدت کیسے ہوگی؟ تو ایسی عورتوں کی عدت کا حکم یہ ہے: فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ: تو ایسی عورتوں میں سے جسے طلاق ہو جائے اس کی عدت تین ماہ ہے، ہر مہینہ ایک حیض کے قائم مقام ہوگا۔ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ: اسی طرح وہ عورتیں جنہیں صغرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔

حاملہ کی عدت

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ:...... اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے برابر ہے کہ حاملہ عورت طلاق دی گئی ہو یا اس کا خاوند وفات پا گیا ہو۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا: جو شخص اپنے اقوال و افعال کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا کام آسان کر دیتا ہے اور اسے ہر اچھائی کی توفیق دیتا ہے۔ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗ اِلَیْكُمْ: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی شریعت ہے، اے مومنین! یہ شریعت اللہ نے تمہارے اوپر نازل کی ہے تا کہ تم اس پر عمل کرو اور اس کے مقتضا پر چلو۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا اجر و ثواب دوگنا کر دیتا ہے۔ صاوی کہتے ہیں: تقویٰ کی بات مکرر لائی گئی ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عورتیں ناقص الدین اور ناقص العقل ہوتی ہیں وہ طلاق جیسے سنگین معاملات پر صبر نہیں کر سکتیں مگر وہی جو اہل تقویٰ ہوں۔ بحر میں لکھا ہے: ان ایات میں طلاق یافتہ عورتوں کے متعلق بات ہو رہی ہے، عورتوں کو تبھی طلاق دی جاتی ہے جب ان کے خاوند ان سے بغض رکھتے ہوں۔ بسا اوقات خاوند عورتوں کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کر دیتے ہیں جنہیں پیغام نکاح دینے والے لوگ ناپسند کرتے ہیں، اسی لیے تقویٰ کی بات مکرر لائی گئی ہے، اور یہ مضمون شرط و جزا جیسی ترکیب میں واضح کیا گیا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا۔[2]

معتدہ کو دوران عدت رہائش دینا ضروری ہے

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ:...... طلاق یافتہ عورتوں کو ان رہائش گاہوں میں سکونت دو جہاں تم سکونت اختیار کیے ہوئے ہو۔ یہ سکونت تمہاری قدرت و طاقت کے بقدر ہو، اگر خاوند مالدار تو ہے مطلقہ کی رہائش گاہ اور نفقہ مالداروں جیسی ہو، اگر خاوند تنگ دست ہو تو اپنی طاقت

---

[1] التسہیل ۴/۱۲۸ [2] البحر المحیط ۸/ ۲۸۴

کے مطابق رہائش اور نفقہ دے۔ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ: سکنی اور نفقہ کے معاملہ میں مطلقہ عورتوں پر تنگی نہ کرو حتی کہ تم انہیں گھر سے باہر نکلنے یا ہاتھ پھیلانے پر مجبور کردو (ایسا نہ ہو)۔ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ: اگر مطلقہ حاملہ ہو۔ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ تو خاوند پر واجب ہے کہ وہ مدت حمل کے دوران اس پر خرچ کرے یہاں تک کہ وہ حمل وضع کردے۔

مطلقہ کو دودھ پلانے کی اجرت

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ:...... جب وہ بچہ جنم دے اور بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہوجائے۔ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ: خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اسے دودھ پلانے کی اجرت دے چوں کہ اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت کا معنی ہے کہ اگر مطلقہ عورتیں تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں تو انہیں دودھ پلانے کی مزدوری دو، یہ نفقہ اور دیگر اخراجات ہیں۔ [1] وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ: میاں بیوی میں سے ہر ایک، دوسرے کے ساتھ اچھائی سے معاملہ طے کرے۔ چشم پوشی، نرمی اور حسن سلوک کا معاملہ برتا جائے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک دوسرے کی اچھائی کی بات فوراً قبول کر لینی چاہیے۔ اچھائی کی باتوں میں سے بچے کو دودھ پلانا، دودھ پلانے والی کو پوری پوری اجرت دینا بھی ہے۔ [2] وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ: اگر تم ایک دوسرے پر تنگی اور سختی کردو، زوجین کے درمیان اتفاق مشکل پڑ جائے، خاوند مطلقہ کی ضروریات پوری نہ کرتا ہو اور مطلقہ مطالبہ سے کم اجرت پر دودھ پلانے پر تیار نہ ہوتی ہو۔ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى تو خاوند بچے کے لیے کسی دوسری عورت کو اجرت پر رکھے جو اسے دودھ پلائے۔ خبر بمعنی امر ہے: یعنی کوئی دوسری عورت بچے کو دودھ پلائے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں لطیف انداز میں عورت کے لیے عتاب کا پہلو ہے، جیسے تم کسی سے اپنی حاجت ظاہر کرو اور وہ ٹال مٹول سے کام لیتا ہو تم کہہ دو ورنہ میرا یہ کام کوئی اور کردے گا اور پھر تمہیں اس پر ملالت ہوگی۔ [3] ضحاک کہتے ہیں: یعنی اگر ماں بچے کو دودھ پلانے سے انکار کرتی ہو تو خاوند بچے کے لیے کسی دوسری عورت کو اجرت پر رکھ لے، اگر بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیئے تو ماں پر زبردستی کی جائے گی کہ دودھ پلائے اور اجرت لے۔ [4] لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ: یہ خرچے کی مقدار کا بیان ہے۔ اور معنی ہے: خاوند کو چاہیے کہ بیوی اور بچے پر اپنی وسعت و طاقت کے مطابق خرچ کرے۔

نفقہ لوگوں کے احوال مختلف ہونے پر مختلف ہوتا ہے

تسہیل میں لکھا ہے: یہ امر ہے یعنی ہر آدمی اپنی حالت کے بقدر خرچ کرے، خاوند کو ایسے خرچے کا مکلف نہیں بنایا گیا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو بلکہ میانہ روی مناسب چیز ہے۔ آیت میں دلیل ہے کہ نفقہ لوگوں کے احوال مختلف ہونے کی بنا پر مختلف ہے۔ احوال کا اعتبار تنگ دستی و مالداری پر ہے۔ [5] وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ: اور جس شخص پر اس کا رزق تنگ کردیا گیا ہو اور اس کی معاشی حالت درجہ کفایت سے بھی کم ہو۔ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ: تو وہ اپنی طاقت کے بقدر خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو مال عطا کیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا: اللہ تعالیٰ نے کسی کو مکلف نہیں بنایا مگر اس کی طاقت و استطاعت کے مطابق، چنانچہ فقیر کو مالدار کی طاقت و حالت کا مکلف نہیں بنایا۔

ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں تنگدست کی دلجوئی کی جارہی ہے اور اسے محنت و مشقت کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کو یوں مؤکد کیا ہے۔ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا: عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد مال داری عطا کرتا ہے، اور بدحالی کے بعد خوش حالی عطا کرتا ہے، آیت میں فقرا کو بشارت دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے رزق کے دروازے کھول دے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے معصیت سے باز رہنے کی تاکید کی ہے اور اس کی وضاحت کے لیے سابقہ امتوں کی مثالیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ: سابقہ امتوں کی کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں۔ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ: جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور پیغمبروں کے حکم سے روگردانی اور سرکشی کی۔ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا: ہم نے انہیں سرکشی پر پورا پورا بدلہ دیا انہیں انواع و اقسام کے عذاب سے دوچار کیا، جیسے بھوک، قحط، موت وغیرہ۔ وَعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا: ہم انہیں ایسی کڑی سزا دی جوان کے تصور سے بھی بالاتر تھی۔ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا: انہوں نے اللہ کے احکام سے روگردانی کی اس کے بدلہ

---

[1] التسہیل ۴/ ۱۲۹ [2] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۶۹ [3] البحر المحیط ۸/ ۲۸۵ [4] القرطبی ۱۸/ ۱۶۹ [5] التسہیل ۴/ ۱۲۹

میں انہوں نے اپنے کفر و سرکشی کا انجام چکھا۔ وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا: ان کی سرکشی کا انجام تباہی و بربادی اور دائمی خسارہ تھا۔ سابقہ امتوں کی تباہی و ہلاکت کے بعد مومنین کو تقویٰ کا حکم دیا جا رہا ہے۔ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں دردناک اور دائمی عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَٰأُولِي الْأَلْبَابِ: اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کے انتقام اور پکڑ سے، اے اہل دانش! ہوشیار رہو۔ الَّذِينَ اٰمَنُوا: اے مومنین! تم جو اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہو۔ قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف وحی نازل کی ہے جو تلاوت کی جاتی ہے اور وہ قرآن حکیم ہے۔ رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ: اور تمہاری طرف پیغمبر کو بھیجا اور وہ محمد ﷺ ہیں جو تمہیں آیات سناتے ہیں، یہ آیات واضح ہیں جو حلال و حرام کو نمایاں کرتی ہیں اور احکام واضح کرتی ہیں۔

''ذکر'' سے مراد قرآن مجید ہے

بحر میں لکھا ہے: بظاہر ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ: تاکہ مومنین متقین کو گمراہی سے ہدایت کی طرف اور کفر و جہالت سے نور ایمان و علم کی طرف نکالے۔ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا: اور اللہ کی تصدیق کرے، عمل صالح کرے۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ: آخرت میں ایسے نعمتوں والی جنت میں داخل کرے گا جس کے محلات کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا: اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ داخل رہیں گے، نہ ہی وہاں سے باہر نکلیں گے اور نہ ہی انہیں موت آئے گی۔ قَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ لَهُ رِزْقًا: اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کے لیے بہترین و شاندار رزق مقرر کر دیا ہے اور اسے بڑی وسعت میں ڈالا ہے چوں کہ جنت کی نعمتیں دائمی ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی جنت میں اس کے رزق میں وسعت ڈال دی ہے، مراد کھانے پینے کی چیزیں اور وہ تمام نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ آیت میں تعجب و تعظیم کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و سلطنت عظیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ: اللہ عظیم و کبیر ہے جس نے اپنی قدرت سے سات آسمانوں کو اوپر تلے بنایا ہے، اور اسی طرح زمین بھی، یعنی سات زمین اوپر تلے بنائیں جن میں پھٹن نہیں بخلاف آسمانوں کے۔ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ: اللہ کی وحی اور اس کا حکم آسمانوں اور زمین میں چلتا ہے۔

لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ:...... تاکہ تم جان لو کہ جو ذات ان کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا: اور تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہے، اس پر کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

بلاغت:...... سورۂ کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ:...... میں طباق ہے۔ اسی طرح بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا: میں بھی طباق ہے۔ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ: میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے اور اس سے غرض تہویل ہے۔ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا: میں التفات ہے۔ اصل میں غائب کے صیغہ لَا يَدْرِي: ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا اہتمام مزید کے لیے کیا گیا ہے۔ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ مبتدا ہے اور اس کی ضمیر فعدتہن ثلاثۃ اشہر محذوف ہے۔ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيدًا، وَعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا. فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا: میں ترتیب کے لیے وعید میں تکرار لایا گیا ہے۔ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ: میں مجاز مرسل ہے: اس سے مراد اہل قریہ ہیں، محل بول کر محل مراد لیا گیا ہے۔ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ: میں کفر و گمراہی کے لیے ظلمات کا استعارہ ہے، اسی طرح نور کا ہدایت اور ایمان کے لیے استعارہ ہے۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا. يَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا. وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا. وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا: میں خوبصورت سجع بندی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ الطلاق کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ بعد نماز عشا مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے۔ آمین

سورۃ التحریم

تعارف:...... سورۂ تحریم ان مدنی سورتوں میں سے ہے جن میں احکام شریعت بیان کیے گئے ہیں، اس سورت میں بالخصوص ایسے احکام زیر بحث لائے گئے ہیں جو گھرانۂ نبوت اور امہات المومنین سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے پیش نظر مسلمان کے گھر کی حالت کا بہتر بنانا ہے اور خوشحال گھرانے کا نمونہ پیش کرنا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا ایک اہم واقعہ سے ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا اور ان کے ساتھ معاشرت منقطع کر دی تھی۔ آپ نے ایسا اپنی بعض ازواج کی رغبت کی وجہ سے کیا، تاہم نہایت لطیف انداز میں سورۂ مبارکہ میں آپ کے لیے عتاب نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن امور میں آپ کے لیے وسعت رکھی ہے ان میں تنگی کیوں کی جائے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

اس کے بعد نہایت اہمیت کے حامل ایک اہم امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ افشائے راز ہے، چنانچہ زوجین کے درمیان نہایت حساس اہمیت کا حامل تعلق برقرار رہتا ہے، تاہم میاں بیوی کے اکثر و بیشتر تعلقات صیغہ رازداری پر مبنی ہوتے ہیں، جب تک دونوں کے درمیان رازداری کا پردہ قائم رہتا ہے ازدواجی زندگی کی جڑیں مضبوط تر ہوتی جاتی ہیں، جب کہ افشائے راز ازدواجی زندگی کی چولیں ہلا دیتا ہے، اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مثال بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک کام میں اپنا رازدار بنایا لیکن انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کھول دیا اور معاملہ شائع ہو گیا، اس سے آپ ﷺ غصہ ہو گئے حتیٰ کہ ازواج مطہرات کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

جب ازواج مطہرات میں آپس میں سبقت لے جانے اور ایک دوسری پر غیرت کا اظہار کرنے کا جذبہ پیدا ہوا تو اس پر سورۂ مبارکہ میں سختی کے ساتھ ازواج مطہرات کو باز رہنے کی تاکید کی گئی۔ حتیٰ کہ ازواج مطہرات کو دھمکی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری عورتوں کو نبی ﷺ کی بیویاں بنا دے گا جو تم سے بہتر ہوں گی۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

سورۂ مبارکہ کے آخر میں دو مثالیں بیان کی گئی ہیں، ایک کافرہ بیوی کی مثال ہے جو نیک و صالح مرد کی عصمت میں ہوتی ہے اور دوسری مثال مومنہ بیوی کی ہے جو فاسق و فاجر مرد کی حرمت میں ہوتی ہے۔ ان مثالوں سے دراصل اس امر کی پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ آخرت میں کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی حسب و نسب کام آئے گا، جب انسان کے پاس اپنا عمل نہیں تو پھر کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩

اٰيَاتُهَا ١٢ — (٦٦) سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (١٠٧) — رُكُوْعَاتُهَا ٢

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ
فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى

بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا
نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ
قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ
ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ
قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا
وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ
مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ يٰۤاَيُّهَا ع
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا
النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وقف لازم
وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ ۙ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲ ع

ترجمہ: ......اے نبی ﷺ! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا۔ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ (۱) اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ جاننے والا ہے، حکمت والا ہے۔ (۲) اور جب نبی ﷺ نے ایک بات اپنی بیوی سے آہستہ بیان فرمادی، پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتادی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر کردی تو پیغمبر ﷺ نے کچھ بات بتادی اور کچھ بات سے اعراض کیا۔ پھر جب نبی ﷺ نے وہ بات اس بیوی کو بتا دی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جاننے والے، خبر رکھنے والے نے خبر دی۔ (۳) اے دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہوگئے اور اگر پیغمبر ﷺ کے مقابلہ میں تم دونوں آپس میں کارروائیاں کرتی ہو تو اللہ ان کا مولیٰ ہے اور جبرئیل بھی اور نیک مسلمان بھی اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں۔ (۴) اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلہ ان کو تم سے اچھی بیویاں عطا فرمادے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں،

عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں گی، کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔⑤ اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔⑦ اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں سچی توبہ کرو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جس دن اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو اہل ایمان ان کے ساتھ ہیں۔ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ وہ عرض کرتے ہوں گے کہ ہمارے رب! نور کو پورا فرمادے اور ہماری مغفرت فرمادے، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔⑧ اے نبی! جہاد کیجیے کافروں سے اور منافقوں سے اور ان پر سختی کیجیے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔⑨ اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا۔ یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں۔ سو ان عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی پھر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا بھی کام نہ آسکے اور حکم دیا گیا کہ تم دونوں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوجاؤ۔⑩ اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے جب کہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دیجیے اور مجھے فرعون سے اور ظالم قوم سے نجات دیجیے⑪ اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرمایا جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا، سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔⑫

لغات: تَحِلَّةَ:...... کفارہ دے کر قسم سے حلال کرنا۔ صَغَتْ: حق سے روگردانی کی۔ قٰنِتٰتٍ: مطیع وفرماں بردار عورتیں۔ نَصُوْحًا: خالص وصادق، توبہ نصوح: سچی توبہ جس کے بعد گناہ کی طرف عود نہ ہو۔ مقولہ ہے: ھٰذا عسل ناصح یہ خالص شہد ہے جس میں چھتے کی ملاوٹ نہ ہو۔ اَغْلُظْ: الغلظ سے فعل ماضی ہے بمعنی شدید سخت اَحْصَنَتْ: پاک دامن ہوئی۔

شان نزول: (الف)......روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے درمیان باریاں مقرر کر رکھی تھیں، ایک موقع پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری آئی تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ وہ والدین کی زیارت کرنا چاہتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو اجازت مرحمت فرمادی، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا گھر سے روانہ ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کو بلالیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مباشرت کرلی۔ حفصہ علیہا السلام واپس لوٹیں اور باندی کو اپنے گھر میں پایا، اس پر حفصہ رضی اللہ عنہا کو سخت غیرت آئی اور کہا: آپ نے میری عدم موجودگی میں اسے میرے گھر میں کیوں داخل کیا اور میرے بستر پر اس کے ساتھ مباشرت بھی کی؟ میرے خیال میں آپ نے ایسا میری رسوائی کے لیے کیا ہے اور مجھے کمزور سمجھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رضامند کرتے ہوئے فرمایا: میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کردیا ہے اور اس بات کی کسی کو خبر نہ کرنا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر نکلے تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے درمیان حائل دیوار پر دستک دی اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز سے آگاہ کردیا، اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور قسم اٹھالی کہ آپ ایک مہینہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ یوں آپ نے بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ① [1]

(ب)......روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آجاتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اتفاق کرلیا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئیں تو دونوں میں سے ہر ایک کہے کہ آپ نے مغافیر کھائی ہے۔ (مغافیر میٹھا کھانا جس کی بو سخت ہوتی ہے۔) چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو انہوں نے یہی بات کہی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے بھی یہی کہا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو بہت ناپسند تھی۔ تاہم آپ نے فرمایا: لیکن میں نے تو زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے اور آئندہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ اس پر آیات نازل ہوئیں:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ① [2]

---

[1] انظر تفسیر الطبری ۲۸/۱۰۱ والصاوی ۴/۲۱۹ [2] اخرجہ البخاری و مسلم

اے نبی! حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو

تفسیر: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ: ...... لفظ نبوت سے خطاب توقیر و تعظیم کے اظہار کے لیے ہے، اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفیع بھی عیاں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے علم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب نہیں کیا جس طرح دوسرے انبیا علیہم السلام کو مخاطب کیا۔ مثلاً یا ابراہیم، یا نوح یا عیسیٰ، یا موسیٰ، آپ کو وصف نبوت اور وصف رسالت سے مخاطب کیا ہے۔ یہ آپ کے افضل الرسل اور افضل الانبیا ہونے کی بڑی دلیل ہے، آیت کا معنی ہے: اے نبی: اے وہ ہستی جس کی طرف آسمان سے وحی بھیجی جاتی ہے اور جسے جبرئیل کے واسطہ سے آگاہ کیا جاتا ہے! اپنے آپ کو اس چیز سے کیوں روکتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہے؟ مفسرین نے لکھا ہے: کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ام ولد ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت نشیں ہو گئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس بات کو چھپا کر رکھنا اور میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ: نہایت لطیفانہ انداز سے عتاب کی ابتدا ہوئی ہے، آپ نے اپنی ازواج کو خوش رکھنے کے لیے اپنے اوپر تنگی کر لی۔ گویا یوں کہا جا رہا ہے: اپنی بیوں کو خوش رکھنے کے لیے اپنے آپ کو تنگی میں نہ ڈالو۔ جب کہ آپ کی ازواج آپ کی خوشنودی کے لیے کوشاں رہتی ہیں، اس تنگی سے اپنے آپ کو آزاد رکھیں اور راحت میں رہیں۔ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ: اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو اپنی اوپر حرام کر کے اپنی ازواج کی خوشی چاہتے ہو۔

تسہیل میں لکھا ہے: یعنی آپ کا اپنی باندی کو حرام کرنا حفصہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی کے لیے، یہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت باندی کو اپنے اوپر حرام کرنے پر نازل ہوئی، رہی بات شہد کو اپنے اوپر حرام کرنے کی سو اس میں ازواج کی رضامندی کا قصد نہیں کیا جا سکتا، شہد آپ نے بدبو کی وجہ سے ترک کیا۔[1] وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ: اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا ہے، عظیم الرحمت ہے۔ چنانچہ شہد کو اپنے اوپر حرام کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے چشم پوشی برتی، آپ کے ساتھ خصوصی رحمت کی وجہ سے آپ پر عتاب آیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ عتاب کا آنا آپ کی کرامت ہے۔ عتاب تو اپنے اوپر تنگی کرنے کی وجہ سے نازل ہوا اور سامان انس و مودت سے باز رہنے کی وجہ سے نازل ہوا۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھسل گئے چوں کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا...... الخ۔ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول حقیقت کے خلاف اور غلط ہے۔ یہ قول مقام نبوت کے آداب کے خلاف ہے اور انبیا کرام علیہم السلام کی معصومیت سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کو حرام نہیں کر دیا تھا کہ مخالفت و معصیت لازم آتی جیسا کہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی باندی سے دور رہنے کا قصد کیا تا کہ بیوی کے دل کو خوش رکھ سکیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر لطف و کرم کرتے ہوئے آپ پر عتاب کیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام اور منصب کی رعایت ہے۔ جب کہ آپ سراپا الفت و مہربانی ہیں۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ: اے مومنین کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قسموں سے حلال ہونے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور وہ طریقہ کفارہ کی ادائیگی ہے۔ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ: اللہ تعالیٰ تمہارا دوست اور تمہارا مددگار ہے۔ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بخوبی آگاہ ہے اور جو کام کرتا ہے وہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ حکمت کے پیش نظر حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا افشا

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ازواج کے ساتھ پیش آنے والے قصے کا بیان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا: اس وقت کو یاد کرو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز کی بات بتائی اور پھر اسے پوشیدہ رکھنے کا مطالبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا اور یہ راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتلائی تھی، جیسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خلیفہ ہونے کی خبر دی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اسے پوشیدہ رکھنا ہے۔

---

[1] التسہیل ۴/۱۳۰

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ: ......اور جب حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ راز کی بات عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادی ۔وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ: تاہم اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام کے واسطہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افشائے راز کی اطلاع کردی ۔عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راز کی بات کا کچھ حصہ بیوی کو جتلا دیا اور تفصیلاً آگاہ نہیں کیا تا کہ بیوی کو زیادہ شرمندگی نہ ہو، اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت اور کرم ہے، چنانچہ اہل فضل دوسروں کی لغزشوں سے چشم پوشی برت لیتے ہیں ۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شریف النفس انسان دوسروں کی لغزشوں کا پیچھا نہیں کرتا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل فضل ہمیشہ تغافل سے کام لیتے ہیں۔[1]

خازن کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز کی بات کا کچھ حصہ بتادیا اور وہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرنا ہے، جب کہ خلافت کے ذکر سے اعراض کرلیا چوں کہ آپ کو پسند نہیں تھا کہ یہ راز کی بات لوگوں میں افشا ہوجائے۔[2] فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی بات جتلائی کہ انہوں نے راز افشا کردیا ہے ۔قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا: کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں نے راز افشا کردیا ہے؟ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حفصہ رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے رسوا کردیا ہے۔ حالاں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسے راز میں رکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے حفصہ رضی اللہ عنہا نے حقیقت حال سے آگاہ ہونے کے لیے پوچھ لیا کہ آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں اور بات تسلیم کرلی۔[3] قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ رب العزت نے آگاہ کیا ہے جو کہ بندوں کے بھیدوں سے بخوبی واقف ہے، وہ خبر رکھتا ہے اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں ۔اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ: آیت کے اس جملے میں حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے خطاب ہے، التفات کے طریقہ سے خطاب ہوا ہے تا کہ عتاب زیادہ موثر ہو اور انہوں نے سید الانبیا کو جو اذیت پہنچانے کا ارتکاب کیا ہے اس پر توبہ کی طرف مائل ہوجائیں۔ شرط کا جواب محذوف ہے یعنی اگر تم توبہ کروگی تو یہ عمل تمہارے لیے پیغمبر علیہ السلام کو اذیت پہنچانے سے افضل ہے۔

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا: ......تمہارے دل پیغمبر کے ساتھ اخلاص سے پیش آنے سے اعراض کررہے ہیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو پسند کرتے ہیں تم بھی اسے پسند کرو، وہ جسے ناپسند کرتے ہیں تم بھی اسے ناپسند کرو۔وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ: اگر تم نبی کے مقابلہ میں کسی ناپسندیدہ فعل میں ایک دوسرے کی مدد کروگی ۔فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ: تو اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ السلام کا حامی و مددگار ہے، پیغمبر کو تمہارا آپس میں اتفاق کرلینا ضرر نہیں پہنچائے گا۔ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ: اسی طرح جبریل اور نیک وصالح مومنین بھی پیغمبر کے حامی و مددگار ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صالح مومنین سے مراد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، ان دونوں حضرات نے اپنی بیٹیوں کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت کا معنی ہے: اگر تم دونوں نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں نسوانی غیرت اور افشائے راز وغیرہ جیسے افعال پر اتفاق کروگی تو ان کے لیے بھی حمایتی اور مددگار ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے: کہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عورتوں کے معاملہ میں آپ کیوں دل براشتہ ہورہے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے جبرئیل اور ابوبکر و عمر آپ کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔[4] وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ: اللہ تعالیٰ، جبرئیل امین اور صالح مومنین کے بعد فرشتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعوان و انصار ہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں وہ پیغمبر کے حمایتی ہوں گے۔ بھلا اتنے زیادہ اعوان و انصار کے مقابلہ میں دو عورتوں کا اتفاق کرلینا چہ معنی دارد؟ جبرئیل کا انفرادی طور پر ذکر تعظیماً ہے اور اللہ کے۔ ہاں، جبرئیل امین کے مرتبہ و مقام کو ظاہر کرنا مقصود ہے، گویا جبرئیل کا دو مرتبہ ذکر ہوا انفراداً بھی اور عموماً بھی۔ جبرئیل اور فرشتوں کے ذکر کے درمیان صالح مومنین کا ذکر ہے، اس سے مومنین کا شرف و مرتبہ واضح کرنا ہے نیز نیکی کی فضیلت عیاں کرنا مقصود ہے۔

---

[1] روح المعانی ۲۸/۱۵۰ [2] الخازن ۴/۱۱۷ [3] البحر المحیط ۸/۲۹۰ [4] التسہیل ۴/۱۳۱

فرشتے عظیم مخلوق ہے

آیت فرشتوں کے ذکر پر ختم ہوئی ہے چوں کہ فرشتے عظیم مخلوق ہے، فرشتوں کو پیغمبر علیہ السلام کے مددگار قرار دیا گیا ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام اور عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے، فرشتے لشکر جرار کے بمنزلہ ہیں جو سطح زمین کو بھر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے منتخب نبی کی مدد کر سکتے ہیں، بھلا کون ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر سکے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو ڈرایا ہے۔ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ: مفسرین کہتے ہیں: عسیٰ کی جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو یہ وجوب پر دلالت کرتا ہے یعنی اگر اللہ کا رسول تمہیں طلاق دے دے تو اللہ پر واجب ہے۔ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ: اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ میں اپنے پیغمبر علیہ السلام کو تم سے بہتر اور نیک وصالح بیویاں عطا کر دے گا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے وعدہ کر دیا ہے کہ اگر پیغمبر علیہ السلام دنیا میں اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر پیغمبر کو عطا کر دیں گے، اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ پیغمبر علیہ السلام ازواج کو طلاق نہیں دیں گے، لیکن ازواج مطہرات کو ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام اگر طلاق دے دیں گے تو بیویوں سے بہتر وافضل دوسری ازواج اللہ تعالیٰ عطا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے متبادل ازواج کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: مُسْلِمٰتٍ: جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے آگے جھک جانے والی ہوں گی۔ مُّؤْمِنٰتٍ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والی ہوں گی۔ قٰنِتٰتٍ: انہیں جو حکم دیا جائے گا وہ بجالانے والی ہوں گی اور طاعت پر مواظبت کرنے والی ہوں گی۔ تٰٓىِٕبٰتٍ: جو گناہوں سے توبہ کرنے والی ہوں گی، معصیت سے دور رہنے والی۔ عٰبِدٰتٍ: اللہ تعالیٰ کی کثرت سے عبادت کرنے والیاں، گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت ان کے دلوں میں رچ بس گئی ہوگی۔ سٰٓىِٕحٰتٍ: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے جانے والی ہوں گی۔ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا: چاہے پہلے شادی شدہ رہ چکی ہوں یا کنواریاں ہوں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عورتوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں تاکہ نفس کو زیادہ شوق ہو، حقیقت میں تنوع کی طرف نفس زیادہ مائل ہوتا ہے۔ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا: میں واؤ تنوع اور تقسیم کے لیے لائی گئی ہے۔ اگر واؤ ساقط کر دی جائے تو معنی مختل ہو جائے گا۔ چوں کہ ثیوبت اور بکارت متضاد اوصاف ہیں جو ذات واحد میں آن واحد میں جمع نہیں ہو سکتے، یہ اسرار قرآن میں سے ہے۔

اپنے آپ اور اپنے اہل کی اصلاح کی فکر

ازواج مطہرات کو خاص نصیحت کرنے کے بعد مومنین کو نصیحت عامہ کی جا رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا: اے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والو اور اللہ کے حضور سر تسلیم خم کرنے والو! اپنی حفاظت کرو اور اپنی بیوی اور اولاد کی بھی حفاظت کرو۔ دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو، ازواج کو اور اولاد کو بچاؤ۔ ایسا ترک معاصی اور طاعات بجالانے سے ہوگا اور اولاد کی تادیب وتعلیم سے ایسا ممکن ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تقویٰ اختیار کرو اور اپنے گھر والوں کو تقویٰ کا حکم دو۔ خازن کہتے ہیں: یعنی اپنے گھر والوں اور اولاد کو نیکی اور اچھائی کا حکم دو، برائی سے روکو، اولاد کو اچھی تعلیم وتربیت دو تاکہ انہیں دوزخ کی آگ سے بچا سکو۔ آیت کریمہ میں اہل سے مراد ازواج واولاد ہیں۔ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ: دوزخ کا ایندھن جس سے دوزخ دھکائی جا رہی ہوں گی وہ مخلوقات اور پتھر ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: حجارہ سے مراد وہ آتش گیر پتھر ہے جو فوراً آگ پکڑ لیتا ہے اور جلد جلنے لگتا ہے۔ اس سے غرض دوزخ کی آگ کا افراط اور شدت بیان کرنا ہے وہ دنیا کی آگ کی طرح نہیں جو لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دوزخ کا ایندھن بنی آدم اور آتش گیر پتھر ہوں گے جو نہایت بدبودار ہوتا ہے۔[2] عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ: دوزخ پر نہایت سخت دل فرشتے مقرر ہیں جنہیں کسی پر رحم نہیں آتا، چوں کہ ان کی تخلیق ہی غضب سے ہوئی ہے، ان کی محبوب چیز مخلوق کو عذاب دینا ہے جیسے کھانا پینا انسان کو محبوب ہے۔[3] لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ: یعنی کسی حال میں بھی وہ اللہ تعالیٰ

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۹۲ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۲۳ [3] تفسیر الخازن ۴/ ۱۲۱

کی نافرمانی نہیں کرتے۔وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ: انہیں جو حکم دیا جاتا ہے بلا تاخیر فوراً بجا لاتے ہیں۔ پھر کفار کو جب دوزخ میں داخل کیا جائے گا ان سے کہا جائے گا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ: اے کافرو! اپنے گناہوں اور جرم کی معذرتیں پیش مت کرو، آج تمہیں معذرت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، چوں کہ قبل ازیں تمہیں ڈرایا جاچکا ہے۔اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: تم نے اپنے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ پالیا ہے، تمہارے اوپر ظلم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴿۱۷﴾ (سورہ غافر، آیت ۱۷)

آج کے دن ہر جی کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور آج ظلم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اس کے بعد مومنین کو سچی توبہ کی دعوت دی گئی ہے۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا: اپنے گناہوں سے اللہ کے حضور پکی سچی توبہ کرو، جو خالص ہو اور خلوص میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔

توبۃ النصوح کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توبۃ النصوح کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: سچی توبہ جس کے بعد گناہ کی طرف عود نہ ہو جیسے دودھ تھنوں کی طرف واپس نہیں لوٹتا۔[1] علماء کہتے ہیں: توبۃ النصوح وہ ہوتی ہے جس میں تین شرائط پائی جائیں: گناہ سے دور رہنا، گناہ پر ندامت، اور دوبارہ گناہ نہ کرنے پر عزم کرلینا، اور اگر گناہ کسی انسان کی حق تلفی کے متعلق ہو تو چوتھی شرط کا اضافہ کیا گیا ہے اور وہ مظلوم کو اس کا حق لوٹانا ہے۔عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ: کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رحم کردے اور تمہارے گناہ معاف کردے۔ مفسرین کہتے ہیں: عسٰی یہاں تحقیق کے معنی میں ہے، آیت کریمہ میں بندوں کو قبول توبہ کی امید دلائی جارہی ہے، چوں کہ جب کوئی بڑا وعدہ کرتا ہے اسے وفا کرتا ہے، بادشاہوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی فعل کا ارادہ کرتے ہیں تو عسٰی کہتے ہیں اور یہ بمنزلہ تحقیق کے ہے۔وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: اور تمہیں آخرت میں سرسبز و شاداب باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ جنت کی نہریں ہوں گی۔يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ: جس دن اللہ تعالیٰ کافروں کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اتباع میں ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا بلکہ ان میں عزت دے گا۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں کفار و فساق پر تعریض ہے چوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں سخت رسوا کرے گا۔نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ: ان مومنین کا نور اس دن پل صراط پر چمک رہا ہوگا، ان کے سامنے، ان کے پیچھے اور ان کی دائیں بائیں اس کی روشنی ہی روشنی ہوگی، جیسے تاریک رات میں چودھویں کا چاند چمک رہا ہوتا ہے۔[2]

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا:...... اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہے ہوں گے: اے ہمارے پروردگار! یہ نور ہمارے لیے مکمل کردے اور اسے دائمی کر اور ہمیں تاریکیوں میں بھٹکتا ہوا نہ چھوڑ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ منافقین کے نور کو مٹادے گا تو اس وقت مومنین یہ دعا کریں گے۔ مومنین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے یہ دعا کریں گے حتیٰ کہ جنت میں داخل ہوجائیں گے۔وَاغْفِرْ لَنَا: ہم سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں وہ ہمیں معاف فرما۔اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، مغفرت و عذاب، رحمت و عقاب سب تیرے قبضِ قدرت میں ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے: چنانچہ ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ: یعنی تلوار کے ذریعے کفار کے ساتھ جہاد کرو اور محبت و برہان کے ساتھ منافقین کے ساتھ جہاد کرو، چوں کہ منافقین ایمان ظاہر کرتے ہیں، بظاہر وہ اسلامی میں داخل ہیں اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ: ان سے مخاطبت کے وقت سختی سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ نرمی اور ہمدردی والا معاملہ نہ کریں چوں کہ اسی میں ان کی ذلت و رسوائی ہے اور یوں ان کی سختی ٹوٹے گی اور ان کے رویوں میں تبدیلی آئے گی۔وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ: اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: اور گناہگاروں کے لیے دوزخ بہت بڑا ٹھکانا

---

[1] روح المعانی ۲۸/ ۱۶۰ [2] حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ قیامت کے دن اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے آپ نے فرمایا ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔

ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن کسی قسم کا تعلق، رشتے داری، نکاح وغیرہ کا تعلق سود مند ثابت نہیں ہوگا چوں کہ قیامت کے دن سارے تعلقات ختم ہوجائیں گے صرف عمل صالح کام آئے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ: یعنی اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے مومنین کے ساتھ قرابت کاری سے استفادہ کے معدوم ہونے میں مثال بیان فرمائی ہے جو کہ نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال ہے۔ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ: وہ دو عظیم پیغمبروں کے حرم میں تھیں اور وہ نوح اور لوط علیہما السلام ہیں۔ عبدیت کے وصف کے ساتھ انہیں موصوف کیا ہے اس میں ان کی تعظیم وتشریف ہے۔ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا: ان دونوں نے کفر اور عدم ایمان کا راستہ اختیار کرکے اپنے خاوندوں سے خیانت کی، چنانچہ یہ دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے حالاں کہ ان کی نبوت مسلم الثبوت تھی۔ وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ: قیامت کے دن دوزخ کے رکھوالے فرشتے ان سے کہیں گے: تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوجاؤ۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے تنبیہ فرمائی ہے کہ قیامت کے دن کوئی تعلق کام نہیں آئے گا، جب مومن جدا جدا ہوں، جیسے نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ: یہ ایک اور مثال ہے جو مومن کے لیے بیان کی گئی ہے کہ اس کے کسی قریبی رشتے دار کے کفر پر جمے رہنے سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی فرعون کی بیوی کی حالت کو مومنین کے لیے بطور مثال بیان کی گیا ہے کہ کفر سے تعلق نے اس کا کوئی نقصان نہیں کیا، حالاں کہ وہ دنیا میں اللہ کے سب سے بڑے دشمن فرعون کی بیوی تھی جب کہ وہ جنت کے بالاخانوں میں ہے۔[1]

مفسرین کہتے ہیں: فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں، فرعون کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے قتل کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے آسیہ کو فرعون کے شر سے نجات دی اور فرعون کے کفر نے آسیہ کا کوئی نقصان نہیں کیا حالاں کہ فرعون بہت بڑا کافر تھا، اسی طرح نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو زوجیت کے تعلق نے کوئی نفع نہیں پہنچایا حالاں کہ نوح ولوط علیہما السلام کے پیغمبر تھے۔ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: یعنی جب اس نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: اے میرے پروردگار اپنے جوار رحمت میں میرے لیے جنت میں عالی شان محل بنادے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ کتنا خوبصورت کلام ہے کہ آسیہ نے دار سے پہلے جوار کو اختیار کیا، اور کہا: ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: اس نے اللہ کے جوار کو فرعون کے محلات پر ترجیح دی۔ آیت میں آسیہ کے ایمان اور بعث بعد الموت پر یقین رکھنے پر دلیل ہے۔ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ: مجھے فرعون اور اس کی سرکشی سے نجات عطا فرما۔ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ: قبطیوں اور فرعون کے سرکش متبعین سے مجھے نجات عطا فرما۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آسیہ نے اللہ کے حضور نجات کی دعا کی اللہ تعالیٰ نی اسے بیت اچھی نجات سے سرفراز کیا۔ اسے جنت سے نوازا اب وہ جنت میں کھاتی پیتی اور عیش کرتی ہے۔[2] وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ: ایمان کے اعتبار سے مریم بنت عمران کی مثال بیان کی جاتی ہے جو کہ دوسری مثال ہے۔ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا: جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اور فواحش سے دور رہی، مریم علیہا السلام عفیفہ، شریفہ اور ظاہر ہیں ایسے نہیں جیسے یہود ملعونین کا خیال ہے کہ مریم سے بڑائی سرزد ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام اس برائی کا نتیجہ ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)۔ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا: ہمارے فرشتے جبرائیل نے مریم کے گریبان میں پھونک ماری جس کا اثر مریم کے رحم تک پہنچا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے حمل سے حاملہ ہوئیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیجا اور وہ مریم علیہا السلام کے پاس بشر کی صورت میں تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مریم کے گریبان میں پھونک ماریں چنانچہ پھونک کا اثر رحم تک پہنچا جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل استقرار پکڑا۔[3] وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ: اور وہ اللہ تعالیٰ کی مقدس شرائع اور آسمانی کتب پر ایمان لائیں۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ: اور وہ اطاعت گزاروں اور اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے تھیں، آیت میں مریم علیہا السلام کی عبادت وطاعت پر ثنائے جمیل کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے۔ بہت سارے مرد کمال کو پہنچے ہیں جب کہ عورتوں میں سے صرف فرعون کی بیوی آسیہ، مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد کمال کو پہنچ سکیں، جب کہ عائشہ کو دنیا بھر کی عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۸/۲۰۱ [2] البحر المحیط ۸/۲۹۵ [3] مختصر ابن کثیر ۳/۵۲۵

بلاغت :......سورۃ التحریم میں بیان و بدیع کی مختلف اصناف پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

لِمَ تُحَرِّمُ. عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ. ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا:......میں تضاد ہے۔ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ: میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے، اس سے ملامت میں اصناف کرنا مقصود ہے۔ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ. نَّصُوْحًا. ظَهِيْرٌ. قَدِيْرٌ: صیغہائے مبالغہ ہیں۔

وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ: میں خاص کے بعد عام کا ذکر ہے، جبرئیل امین ؑ کی تعظیم و تشریف کے پیش نظر خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا پھر الملائکۃ عمومی ذکر ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا: میں مجاز مرسل ہے، مسبب کا ذکر ہے اور مراد سبب ہے یعنی طاعت کی پابندی کرو تا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کانہ کو اللہ کے عذاب سے بچا سکو۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا: اور ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا: میں اہل جنت کے ٹھکانے اور اہل دوزخ کے ٹھکانے میں مقابلہ ہے۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ: میں تغلیب ہے، مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیا گیا ہے۔ مختلف آیات مبارکہ میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت کی گئی ہے۔

الحمدللہ آج سورۃ التحریم کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۹/نومبر ۲۰۱۵ء

بروز سوموار بعد نماز مغرب مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس آخرت کے لیے ذخیرۂ نجات بنائے۔ آمین

(اٹھائیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلك۔ نسیم)

پارہ نمبر ۲۹......تَبٰرَكَ الَّذِیْ

سورۃ الملک

تعارف :......سورۃ ملک ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں اصول کبریٰ اور عقائد کو زیر بحث لایا گیا ہے، سورہ مبارکہ میں تین چیزیں اہم اہداف ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات کہ وہی زندگی اور موت دینے والا ہے، رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل کا قیام اور بعث ونشور کے منکرین کے انجام کا بیان۔ سورۃ مبارکہ کی ابتدا میں ہدف اول کی وضاحت کی گئی ہے، چنانچہ ذکر ہوا ہے اللہ عزوجل کے ہاتھ میں بادشاہت وسلطنت ہے وہی کائنات کا نگہبان ہے اور متصرف ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ؗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ ①

اس کے بعد سات آسمانوں کی تخلیق اور دمکتے ستاروں سے وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ②

اس کے بعد کفار مجرمین پر بات کی گئی ہے، مجرمین دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ دیکھیں گے۔ دوزخ غیظ وغضب سے کفار پر ٹوٹ پڑ رہی ہوگی، پھر مجرمین اور مومنین کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے، جیسا کہ ترغیب وترہیب کے اعتبار سے قرآن عظیم کا طریقہ ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۙ ⑦

اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت پر دلائل وشواہد قائم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے عذاب وغضب سے ڈرایا گیا ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۙ ⑯

سورۂ مبارکہ کے آخر میں سورل کریم ﷺ کی دعوت کو رد کرنے والے کفار کو ڈرایا گیا ہے کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو سکتا ہے جب کہ کفار رسول اللہ ﷺ کی موت اور مؤمنین کی کی ہلاکت کے خواہاں ہیں۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ㉘

کتنی سخت وعید سنائی جارہی ہے جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

سورۃ الملک کی فضیلت :......سورۃ الملک کا دوسرا نام سورۃ الواقیۃ سورۃ المنجیہ بھی ہے۔ چوں کہ یہ سورت مبارکہ اپنے پڑھنے والے کو اللہ کے عذاب سے بچاتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ سورت عذاب قبر سے بچاتی ہے اور نجات دلاتی ہے۔ (اخرجہ الترمذی)

اٰیَاتُهَا ۳۰ | (۶۷) سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّیَّةٌ (۷۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

الجزء ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ؗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ ① الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ
اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ
الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ
اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ④ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا
لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ⑤ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ

الْمَصِيرُ (٦) إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَّهِيَ تَفُورُ (٧) تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِيَ
فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ (٨) قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ
اللَّهُ مِن شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ (٩) وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ أَصْحَابِ
السَّعِيرِ (١٠) فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ (١١) إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ
لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيرٌ (١٢) وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ (١٣) أَلَا
يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (١٤) هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا ع
وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ (١٥) ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَآءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ
تَمُورُ (١٦) أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَآءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (١٧) وَلَقَدْ
كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (١٨) أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَٰفَّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۚ وقف لازم
مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ (١٩) أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ
الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ (٢٠) أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ
وَّنُفُورٍ (٢١) أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰٓ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (٢٢) قُلْ
هُوَ الَّذِيٓ أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (٢٣) قُلْ هُوَ الَّذِي
ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (٢٤) وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (٢٥) قُلْ إِنَّمَا
الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَآ أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (٢٦) فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيٓـَٔتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا
الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ (٢٧) قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَن يُجِيرُ الْكَافِرِينَ
مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (٢٨) قُلْ هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٢٩)
قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍ (٣٠) ع

ترجمہ:......وہ بڑی عالی ذات جس کے قبضے میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (١) جس نے پیدا کیا موت کو اور حیات کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے اور وہ عزیز ہے، غفور ہے۔ (٢) جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو تہہ بہ تہہ، اے مخاطب! تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا۔ سو تو پھر نظر ڈال کر دیکھ لے کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے۔ (٣) پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی (٤) اور ہم نے قریب والے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور ہم نے ان کو

شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہم نے ان کے لیے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ⑤ اور جن لوگوں کے کفر کیا ان نے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ ⑥ جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی زوردار آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ ⑦ ایسا محسوس ہوگا کہ وہ غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کافروں کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی ان سے دوزخ کے محافظ پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ⑧ وہ جواب میں کہیں گے ہاں! ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم لوگ صرف بڑی گمراہی میں ہو۔ ⑨ اور وہ یوں کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم جلنے والی آگ میں نہ ہوتے۔ ⑩ حاصل یہ کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے۔ سو دوری ہے جلنے والی آگ والوں کے لیے۔ ⑪ بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے ⑫ اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو یا زور سے، بے شک! وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے، ⑬ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا حالاں کہ وہ باریک بین ہے اور باخبر ہے۔ ⑭ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر بنا دیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ ⑮ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے ⑯ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک سخت ہوا بھیج دے۔ سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا ⑰ اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا، سو میرا عذاب کیسا تھا؟ ⑱ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا' جو پر پھیلائے ہوئے ہیں اور پروں کو سمیٹ لیتے ہیں، رحمٰن کے علاوہ کوئی انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے۔ بے شک! وہ ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔ ⑲ ہاں یہ تو بتاؤ رحمٰن کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے' کافر لوگ صرف دھوکے میں پڑے ہیں ⑳ اور یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے' بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت پر جمے ہوئے ہیں۔ ㉑ سو کیا جو شخص منہ کے بل گر کر اوندھا چل رہا ہے وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستے پر چل رہا ہو؟ ㉒ آپ فرما دیجیے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ ㉓ آپ فرما دیجیے کہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے۔ ㉔ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟ ㉕ آپ فرما دیجیے کہ علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف واضح طریقہ پر ڈرانے والا ہوں۔ ㉖ پھر جب اس کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ ㉗ آپ فرما دیجیے کہ تم بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک فرما دے یا ہم پر رحم فرمائے سو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچائے گا۔ ㉘ آپ فرما دیجیے کہ وہ رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ ㉙ آپ فرما دیجیے کہ تم بتاؤ اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس چشمہ والا پانی لے آئے۔ ㉚

لغات: طِبَاقًا:...... تہ بہ تہ ہونا۔ ''طابق النعل بالنعل'' سے ماخوذ ہے، یعنی ایک جوتے کو دوسرے کے برابر کاٹا اور اس کے اوپر رکھ دیا۔ فُطُوْرٍ پھٹنیں، دراڑیں، فطر بمعنی۔ خیر دیا شق کر دیا۔ شاعر کہتا ہے:

بنی لکمو بلا عمد سماء　　　　وسوا ها فیما فما فطور

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ستونوں کے بغیر آسمان بنا دیا اور ایسے درست انداز سے بنایا کہ اس میں کوئی پھٹن نہیں ہے۔

حَسِیْرٌ:...... تھکا ہوا، مقولہ ہے حسر البعیر۔ اونٹ تھک گیا۔ شاعر کہتا ہے:

نظرت الیھا با لمحصب من منی　　　　فعاد الی الطرف وھو حسیر

میں نے اسے منیٰ کی وادی محصب میں دیکھا، وہ میری طرف لوٹا اس حال میں کہ وہ تھکا ماندہ تھا۔

شَهِيْقًا:...... نہایت بری آواز جیسے گدھے کی آواز۔ تَمَيَّزُ: جدا جدا ہوا۔ اصل میں تتمیز تھا تخفیف کے لیے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔

مَنَاكِبِهَا: اطراف نواحی، منکب اصل میں ایک طرف کو کہتے ہیں اسی سے "منکب الرجل" ہے یعنی آدمی کا کاندھا۔ لَّجُّوْا: انہوں نے اصرار کیا۔ تَمُوْرُ: کپکپا گیا۔ اضطراب کا شکار ہوا۔ زُلْفَةً: ان کے قریب۔ غَوْرًا: گہرا۔

بادشاہت، قدرت تامہ اور کامل تصرف کا مالک کون ہیں؟

تفسیر: تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ:.... اللہ تعالیٰ جو کہ بزرگ و برتر ہے اور عالی شان ہے، جو مخلوقات پر طرح طرح کے احسانات و خیرات کرتا ہے، جس کے قبضہ قدرت میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بادشاہت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے مال عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے فقر و فاقہ سے دور کرتا ہے، وہی عطا کرتا ہے وہی عطا کرنے سے روکتا اور محروم کرتا ہے۔[1] وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ: اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اسے قدرت تامہ حاصل ہے۔ تمام معاملات میں وہ کامل تصرف رکھتا ہے اس کے ساتھ کوئی نزاع نہیں رکھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے آثار بیان کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ: جس نے دنیا میں موت وحیات کو پیدا کیا، جسے چاہا زندگی بخشی جسے چاہا موت دے دی، وہ اکیلا زبردست ہے۔ آیت میں موت کو مقدم کیا ہے چوں کہ نفس موت سے گھبراتا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ موت فنا اور کلی طور پر زندگی سے منقطع ہوجانے کا نام نہیں ہے بلکہ موت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجانے کا نام ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ مردہ سنتا ہے، دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے جب کہ وہ قبر میں ہوتا ہے، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں سے کسی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واحباب اسے قبر میں دفنا کر واپس لوٹ جاتے ہیں وہ تمہارے پاؤں کی چاپ بھی سن رہا ہوتا ہے۔[2] الحدیث

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم مردوں سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ بات کا جواب نہیں دیتے۔ موت روح اور جسد کے تعلق کے منقطع ہوجانے کا نام ہے۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: اے لوگو! تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لے اور دیکھے کہ تم میں سے نیکوکار کون ہے اور بدکار کون ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تاکہ تمہارے ساتھ امتحان لینے والے کی طرح کا معاملہ کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو نیکوکار اور بدکار کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔[3] وَهُوَ الْعَزِيْزُ: جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس سے انتقام لینے میں غالب ہے۔ الْغَفُوْرُ: جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے، اسے معاف کرتا ہے۔

آسمان کی تخلیق اور قدرت الٰہی پر تنبیہ

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا:.... جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کیے، ہر آسمان دوسرے کے لیے قبہ کی مانند ہے۔ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ: اے سامع! تم اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کسی قسم کا نقص یا خلل، یا اختلاف یا وحشت نہیں دیکھو گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق انتہا درجے کی محکم و متقن ہے۔ آیت کریمہ میں فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ کہا ہے "فیهن" نہیں کہا چوں کہ آسمانوں کی تخلیق کی تعظیم مقصود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ: تم بار بار آسمانوں پر نظر دوڑاؤ اور ان کی محکم تخلیق کو بار بار دیکھو کیا تمہیں ان میں رخنے اور چھٹنیں نظر آئیں گی؟ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ: پھر دوبارہ نظر دوڑاؤ اور عبرت کی نگاہ سے ان عجیب و غریب آسمانوں کو دیکھو۔[4]

---

[1] القرطبی ۱۸/ ۲۰۶ [2] اخرجہ البخاری و مسلم [3] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۲۰۷ [4] البحر المحیط ۸/ ۲۹۹۔

يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا:...... ذلیل ورسوا ہو کر تمہاری نظر تمہاری طرف واپس لوٹ آئے گی، جو تم چاہتے ہو وہ اسے نہیں دیکھ پائے گی۔ وَّهُوَ حَسِيْرٌ: اس حال میں کہ وہ تھکی ہاری ہوگی۔ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ جس غرض کے لیے تم بار بار نظر کو دوڑاؤ گے وہ تھکی ہاری واپس لوٹ آئے گی اور تمہیں کوئی خلل اور نقص نہیں ملے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی آسمان میں بار بار اپنی نظر دوڑاؤ۔ كَرَّتَيْنِ: یعنی ایک بار کے بعد دوسری بار، تمہاری نظر رسوا ہو کر تمہارے پاس واپس لوٹ آئے گی اور اسے دور دور تک کوئی خلل اور نقص دکھائی نہیں دے گا۔ بار بار نظر دوڑانے کا حکم دیا گیا ہے چوں کہ انسان جب کسی چیز کو ایک نظر سے دیکھتا ہے تو اسے کوئی عیب دکھائی نہیں دیتا، اس لیے وہ دوبارہ دیکھتا ہے۔ كَرَّتَيْنِ: سے مراد تکثیر ہے چوں کہ اس پر آیت کا یہ حصہ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ: کثرت نظر پر دلیل ہے۔

آسمان کی زینت اور دمکتے ستاروں کا ذکر

اس کے بعد آسمان کی زینت یعنی دمکتے ستاروں کا ذکر ہے۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ: لام برائے قسم ہے۔ اور قَدْ تحقیق کے لیے ہے۔ یعنی اے لوگو! تمہارے قریب ترین کا آسمان ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: ستاروں کو مصابیح کہا ہے چوں کہ چراغوں کی طرح ستارے بھی رات کو چمکتے ہیں۔ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ: ستاروں کا ایک اور فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ ستارے تمہارے دشمن شیاطین کے رجم کا بھی ذریعہ ہیں۔ چنانچہ جو شیاطین ملأ اعلیٰ کی کوئی بات چوری کرنے جاتے ہیں تو ستارے ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین چیزوں کے لیے پیدا کیا ہے: آسمان کی زینت کے لیے، شیاطین کو بھگانے کے لیے، خشکی وتری میں راستہ اور سمتیں معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ [1] خازن کہتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ستارے آسمان کے لیے کیسے زینت ہیں؟ اور شیاطین کو بھگانے کا ذریعہ کیسے ہیں؟ چوں کہ آسمان کی زینت ہونا ستاروں کی بقا کا مقتضی ہے اور ستاروں کو بھگانے کا ذریعہ ہونا ستاروں کے زوال کا مقتضی ہے بھلا ان دونوں تضادات کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے؟

جواب:...... یہ ہے کہ مراد یہ نہیں کہ ستاروں کے اجرام ہی کو اٹھا کر شیاطین پر مار دیا جاتا ہے بلکہ ستاروں سے ایک شعلہ نکلتا ہے جو شیاطین پر جا کر لگتا ہے اور ستارے اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ جیسے کوئی چراغ یا مشعل آگ سے جلائی جاتی ہے اور آگ اپنی حالت پر رہتی ہے۔ اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩ (سورۃ الصافات، آیت ۱۰)

''ہاں البتہ اگر کوئی شرارتی شیطان کوئی بات اچکنے کی جسارت کرتا ہے تو چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔''

اس تفسیر کے مطابق بعینہ ستاروں سے شیاطین کو نہیں بھگایا جاتا بلکہ ستاروں سے نکلنے والے شعلوں سے بھگایا جاتا ہے۔ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ: شیاطین کو دنیا میں دہکتے شعلوں کے ساتھ جلانے کے بعد ان کے لیے آخرت میں ہم نے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ: اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔ چنانچہ عذاب آخرت صرف شیاطین کے لیے مخصوص نہیں بلکہ جن وانس میں سے جو بھی کافر ہوگا اسے عذاب ہوگا۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے۔

دوزخ اور اس کی ہولناکی کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوزخ، اس کے عذاب اور ہولناکیوں کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: إِذَآ أُلْقُوْا فِيْهَا: جب انہیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا جیسے خوفناک آگ میں لکڑیاں ڈالتی ہیں۔ سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا: تو وہ دوزخ کے دھاڑنے کی نہایت خوفناک آوازیں سنیں گے جیسے گدھے کی آواز ہوتی ہے۔ یہ آواز دوزخ کے بھڑکنے اور اس کی شدت کی آواز ہوگی۔ [2]

---

[1] الشھیق گدھے کی آواز سے بھی بری آواز کو کہا جاتا ہے۔ [2] الخازن ۴/۱۲۶

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب کفار دوزخ کے سامنے جائیں گے اس وقت دوزخ کی یہ آواز سنیں گے، یہ آواز ایسی ہوگی جیسے خچر جو دیکھ کر نکالتا ہے۔ پھر ایسا سانس لے گی کہ ہر آدمی خوفزدہ ہو جائے گا۔ وَّهِيَ تَفُوْرُ: اور وہ شدت غضب سے جوش مار رہی ہوگی جیسے آگ پر ہنڈیا جوش مار رہی ہوتی ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دوزخ کفار کو اپنے اندر لیے ایسے جوش مار رہی ہوگی جیسے گلے کے چھوڑے سے دانے بہت زیادہ پانی میں اُبل رہے ہوتے ہیں۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ: کیا بعید کہ اللہ کے دشمنوں پر دوزخ شدت غیظ وغضب سے پھٹ پڑے۔ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ: جب بھی دوزخ میں کفار کی کوئی جماعت بھی ڈالی جائے گی۔ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ: دوزخ کے داروغہ فرشتے ان سے سوال کریں گے۔ یہ سوال توبیخ کے لیے ہوگا۔ ان فرشتوں کو زبانیہ کا نام دیا گیا ہے۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ: کیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا جو تمہیں ڈرسناتا اور اس خوفناک سے ڈراتا۔

مفسرین کہتے ہیں: اس سوال سے کفار کا درد والم اور زیادہ بڑھے گا۔ اور ان کی حسرتوں میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔ گویا انہیں عذاب پر عذاب ملے گا۔ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا: وہ جواب دیں گے: جی ہاں! ہمارے پاس ڈرسنانے کے لیے پیغمبر آیا ہے، اور اس نے ہمیں اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائی ہیں، لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور اس کی رسالت کا انکار کیا۔ وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ: اور ہم نے تکذیب میں حد سے بڑھتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ نے وحی نام کی کوئی چیز کسی پر نازل نہیں کی۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل دوزخ کی طرف سے یہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا اعتراف ہے اور اس امر کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بعثت کے ذریعے ان کے عذر کو ختم کر دیا گیا ہے۔ لیکن انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی وحی نازل نہیں کی۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ: یہ کفار کے کلام کا تتمہ ہے یعنی اے جماعت پیغمبراں! تم حق سے بہت دور ہو اور بہت بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ: اور کفار کہیں گے: کاش ہمارے پاس عقل ہوتی جس سے ہم نفع اٹھاتے اور یا ہم حق کی طلب کے لیے سنتے اور ہدایت کے متلاشی ہوتے۔ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ: ہم دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کے مستحق نہ ٹھہرتے۔ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ: وہ اپنے جرموں اور پیغمبروں کی تکذیب کا اعتراف کریں گے۔ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ: اہل دوزخ کے لیے دوری اور ہلاکت ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل دوزخ اپنے اوپر ملامت کریں گے لیکن اس وقت انہیں ملامت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ یہ بددعائیہ جملہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کرے اور ان کے لیے پھٹکار ہے۔

اہل حق کا مختصر ذکر

اوپر کفار اہل دوزخ کا ذکر ہوا ہے آگے اہل حق کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ: یعنی جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں حالاں کہ انہوں نے اپنے رب کو دیکھا نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ: ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بخشش اور اجر عظیم ہے جس کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی بات مخفی نہیں

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ:..... خطاب تمام مخلوق سے ہے۔ یعنی اے لوگو! اپنے قول وکلام کو پوشیدہ رکھو یا اسے ظاہر کرو برابر ہے خواہ ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو اللہ تعالیٰ اسے بخوبی جانتا ہے۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بخوبی واقف ہے وہ دلوں میں پوشیدہ رازوں اور نیتوں سے آگاہ ہے دلوں میں کھٹکنے والے خیالات اور وسوسوں سے آگاہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کے ذریعہ آپ کو آگاہ کر دیا۔ مشرکین ایک دوسرے سے کہنے لگے: اپنی باتوں کو پوشیدہ رکھو تا کہ محمد کا خدا سن نہ لے، اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں

ہے۔[1] اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو نہیں جانتا؟ بھلا اس نے تمام اشیاء اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے وہ ان کی ظاہری و پوشیدہ باتوں کو کیوں نہیں جانتا ہوگا؟ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ: جب کہ وہ اپنے بندوں کے جملہ معاملات ودقائق اور غوامض کو نہایت باریک بینی سے جانتا ہے۔ وہ ایسا باخبر ہے کہ اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ جو ذرہ بھی متحرک ہوتا ہے یا اس پر سکوت طاری ہوتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے۔

قدرت اور وحدانیت کے چند دلائل اور احسانات وانعامات کا ذکر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل اور وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں، اور بندوں پر کیے احسانات وانعامات کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا: وہی اللہ عزوجل ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رام کر دیا ہے جس پر چلنے کے راستے ہوا ہیں۔ فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا: اے لوگو! زمین کی اطراف وجوانب میں سفر کرو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی زمین پر تم جہاں چاہو سفر کرو، تجارت وغیرہ کے لیے اس کے براعظموں میں جہاں چاہو سفر کرو۔[2] وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ: اور اللہ تعالیٰ کے تمہارے اوپر کیے ہوئے ہوئے انعامات سے نفع اٹھاؤ۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: نفع اٹھانے کے مختلف طریقے ہیں جب کہ آیت کریمہ میں صرف اکل (کھانے) کا بیان ہے چوں کہ یہ اہم اور اعم ہے، آیت کریمہ میں کسب پر دلیل ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے ان سے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم متوکلین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ تم متوکل (یعنی ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے والے) ہو۔ چوں کہ متوکل تو وہ آدمی ہے جو خاک میں دانہ ملا دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے۔[3] وَإِلَيْهِ النُّشُورُ: مرنے کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اسی کے پاس حساب وجزا ہوگی۔

کفار مکہ کے لیے وعید

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مکہ کے کفار ومکذبین کو وعید سنائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ءَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ: اے جماعت کفار ایک تم رب تعالیٰ سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے گا اور تمہیں زمین کی تہوں میں غائب کر دے گا جب کہ اسی زمین کو تمہارے چلنے کے لیے رام کر دیا ہے؟ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ: تو وہ یکا یک تمہیں لے کر تھرتھرانے لگے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو حرکت دے اور تم اس میں دھنسنے لگو یہاں تک کہ زمین تھرتھرانے لگے، زمین تمہارے اوپر آ جائے اور تم اس میں دھنستے چلے جاؤ اور بہت نیچے گہرائی میں جا پہنچو۔[4] أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا: یا تم اللہ تعالیٰ (جو آسمان والا ہے) کی اس بات سے بے خوف ہوئے بیٹھے ہو کہ وہ تمہارے اوپر آسمان سے پتھر برسا دے جیسے قوم لوط اور اصحاب فیل پر آسمان سے پتھر برسائے گئے۔ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ: عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا جب تم عذاب کو دیکھو گے کہ مکذبین کو میرا ڈرانا اور میرا عذاب کیسا تھا۔ آیت کریمہ میں سخت وعید سنائی جا رہی ہے۔ اصل میں، نذیری اور "نکیری" تھا۔ رعایت فاصلہ کے لیے آخر سے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ: پہلی امتیں بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکی ہیں، جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان جیسی دوسری اقوام۔ آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور مشرکین کو دھمکی دی جا رہی ہے۔ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ: بھلا دیکھو تو ان پر نازل ہونے والا میرا عذاب کیسا تھا، کیا وہ انتہا درجے کی ہولناکی اور فضاعت والا نہیں تھا؟

پرندوں سے عبرت حاصل کرنے کی تعلیم

اوپر کفار کو عذاب اور زمین میں دھنس جانے سے ڈرایا ہے، اب آگے پرندوں سے عبرت حاصل کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] تفسیر آلوسی ۲۹/ ۱۳ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۲۸ [3] تفسیر الآلوسی ۲۹/ ۱۵ [4] التفسیر الکبیر ۳۰/ ۷۰

انہیں کتنے محکم طریقے سے پیدا کیا ہے اور وہ فضا میں پرواز کرتے ہیں، جب کہ دوسری طرف دیکھا جائے تو ان کے جدا حس وحرکت سے محروم ہیں، جب کہ پرندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ: کیا یہ کفار نگاہِ عبرت سے پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے جو ان کے اوپر محو پرواز ہوتے ہیں اور فضا میں پر پھیلائے ہوا کے دوش پر اڑتیں پھر رہے ہوتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے پہلوؤں پر پر مارتے ہوئے سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ پرندے اکثر و بیشتر اپنے پروں کو کھولے رکھتے ہیں اس لیے اس حالت کو بیان کرنے کے لیے اسم فاعل کا صیغہ لایا گیا ہے جب کہ پروں کا بند کرنا بسا اوقات ہوتا ہے اور اس میں تجدد ہوتا رہتا ہے، اس لیے اس حالت کو فعل سے تعبیر کیا ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: اگر یہ سوال کیا جائے کہ صٰٓفّٰتٍ: کی طرح قَابِضَاتٍ: کیوں نہیں کہا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پروں کا پھیلانا اصل ہے جو پرواز کے وقت پرندے اکثر و بیشتر کھول کے رکھتے ہیں، اس لیے اس حالت کو اسم فاعل صٰٓفّٰتٍ: سے تعبیر کیا جب کہ پروں کا بند رکھنا بسا اوقات ہوتا ہے اور قلیل ہے۔ چنانچہ پرندے استراحت اور استعانت کے لیے پروں کو تھوڑی دیر کے لیے بند کر لیتے ہیں اس لیے فعل کے ساتھ اسے تعبیر کیا۔[1] مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ: پرندے فضا میں جب محو پرواز ہوتے ہیں خواہ پر پھیلائے ہوں یا پر بند کیے ہوں انہیں فضا میں اللہ کے سوا کوئی تھامنے والا نہیں ہے، وہی ہے جو انہیں زمین پر گرنے سے روکے رکھتا ہے، وہی ہے جس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پرندوں کا بھی بوجھ ہوتا ہے اور ان کے جسموں کی بھی ضخامت ہے، فضا میں ان کو اڑنے اور پَر بند رکھنے کی کیفیت پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کی ہے۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ: اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ وہ مخلوق کو کیسے پیدا کرے اور عجائب کی کیسے تخلیق کرے۔

بتوں کی عبادت پر مشرکین کو توبیخ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت پر مشرکین کی توبیخ کی ہے۔ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ: کیا تمہارے کوئی مددگار، اعوان و انصار ہیں جو تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی اگر میں تمہیں عذاب دینے کا ارادہ کروں تو تمہاری کون مدد کر سکتا ہے اور تمہیں میرے عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ: حقیقت میں کفار کا یہ اعتقاد کہ ان کے خدا انہیں نفع پہنچاتے ہیں اور انہیں خرید بھی پہنچاتے ہیں محض ان کی جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے۔ وہ اوہام کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں۔ انہوں نے بتوں سے دھوکا کھا لیا ہے۔ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں رزق سے محروم کر دے تو کون ہے جو تمہیں رزق عطا کرے گا؟ دونوں آیتوں میں توبیخ کے لیے کفار سے خطاب ہے۔ نیز ان پر حجت قائم کرنا مقصود ہے۔ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ: بلکہ وہ سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں، معصیت پر مصر ہیں اور حق و ایمان سے بھاگتے ہیں۔[2]

مؤمن و کافر کی مثال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمن اور کافر کی مثال بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: بھلا وہ شخص جو سر جھکائے اوندھے منہ چل رہا ہوگا جو راستے کو بھی اچھی طرح سے نہ دیکھ سکتا ہو اور اس پر دکھائی نہ دینے کا خبط سوار ہو جیسے اندھا ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر جاتا ہے کیا وہ شخص راستے پر صحیح چلے گا یا وہ شخص جو سیدھی قامت رکھتا ہو اسے راستہ بھی صحیح دکھائی دیتا ہو اور قدم اٹھانے میں اسے ٹھوکر بھی نہ لگتی ہو چوں کہ وہ واضح راستے پر چل رہا ہوتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن اور کافر کے لیے یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ کافر اندھے کی مانند ہے جو صحیح طرح سے نہیں چل سکتا اور پل پل ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اور وہ برابر اوندھا ہو کر چلتا ہے۔ جب کہ مؤمن ہر طرح سے کامل و مکمل اور بینا شخص کی مانند ہے جو سیدھی قامت کا مالک ہو، سیدھے راستے پر صحیح صحیح چلتا ہو اور وہ ٹھوکر کھانے اور راستے بھولنے سے محفوظ ہوتا ہے۔ یہ مؤمن و کافر کی دنیا کی مثال ہے تاہم آخرت میں بھی ان کا یہی حال ہوگا۔ مؤمن میدان حشر میں سیدھی قامت

---

[1] التسہیل ۴/۱۳۶ [2] التفسیر الکبیر ۳۰/۷۳

کے ساتھ چلے گا۔ جب کہ کافر اوندھا ہوگا اور دوزخ میں جا گرے گا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کافر اللہ تعالیٰ کی معصیت پر اوندھا ہو جاتا ہے اس لیے اسے قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھایا جائے ا، جب کہ مومن سیدھے دین پر قائم رہتا ہے اس لیے اسے قیامت کے دن سیدھے راستے پر اٹھایا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ مثال سیدھے راستے پر چلنے والے اور گمراہی کے راستے پر چلنے والے کی بیان ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی چند عظیم نعمتیں اور کفر و شرک کی قباحت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑی بڑی نعمتوں کا ذکر کیا ہے تا کہ بندوں کو کفر و شرک کی قباحت معلوم ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ: اے محمد! مشرکین سے کہہ دیجیے: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں عدم سے وجود بخشا اور تمہیں ان گنت نعمتوں سے نوازا جیسے سماعت، بصارت، عقل وغیرہ۔ آیت کریمہ میں حواس ثلاثہ کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے چوں کہ یہ حواس علم و فہم کا ذریعہ ہے۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ: تم اپنے رب کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انگنت ہیں۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جو نعمتیں کی ہیں تم ان کا بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں بکثرت پیدا کیا ہے۔ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ: اور صرف اللہ کے پاس تم نے حساب و جزا کے لیے لوٹ کر جانا ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: مشرکین کہتے ہیں: حشر و جزا جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو کب ہوگا۔ اگر تم اس کی خبر دینے میں سچے ہو بتاؤ اس کا وقوع کب ہوگا؟ مشرکین استہزا کے طور پر یہ بات کہتے تھے۔ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: قیامت کے قائم ہونے اور عذاب ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کے سوا کسی کو علم نہیں۔ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں جو تمہیں ڈرسنانے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں تا کہ تم اس کا حکم مانو۔

بروز قیامت مشرکین حالت و ندامت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مشرکین کی حالت بیان کی ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً: جب مشرکین عذاب کو اپنے قریب دیکھیں گے اور قیامت کی ہولناکیوں کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: ان کے چہروں پر درماندگی کے آثار ظاہر ہو جائیں گے۔ پریشانی، غم، حزن ان کے چہروں پر چھایا ہوگا، ان پر ذلت و رسوائی طاری ہوگی۔ بحر میں لکھا ہے: یعنی عذاب کو دیکھنے کی وجہ سے ان کے چہروں پر درماندگی آجائے گی ایسی ذلت و ندامت ان پر طاری ہوگی جیسے کسی شخص کو قتل کرنے کے لیے کھینچ کر لے جایا جا رہا ہوتا ہے۔[1] وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ: فرشتے توبیخ کے طور پر مشرکین سے کہیں گے: یہ وہی عذاب ہے جسے تم دنیا میں استہزاء کے طور پر طلب کرتے تھے اور جلد پیش آجانے کا مطالبہ کرتے تھے۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا: اے محمد! ان مشرکین سے جو آپ کی موت کی تمنا رکھتے ہیں کہہ دیجیے: مجھے بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھی مومنین کو موت دے دے یا ہماری موت کو مؤخر کر کے ہمارے اوپر رحم فرمائے۔ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: بھلا تمہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر الْكٰفِرِيْنَ: ذکر کیا گیا ہے، اس میں راز یہ ہے کہ مشرکین کی تشنیع کرنا مقصود ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: کفار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی موت کے متمنی تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ کفار سے کہیں: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرا ساتھ دینے والے مسلمانوں کو ہلاک کر دیا بھلا اس میں تمہارا کونسا فائدہ ہے اور جب تمہارے اوپر اللہ کا عذاب نازل ہوگا تو اس سے تمہیں کون بچائے گا؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے بت اور دیوتا تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں گے؟[2] قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا: یعنی ان سے کہہ دیجیے: ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائے جو کہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور ہم نے اپنے جملہ امور میں صرف اسی پر بھروسہ کیا۔ مال اور زر پر ہمارا بھروسہ نہیں ہے۔

---

[1] البحر ۸/۳۰۷ [2] التفسیر الکبیر للرازی ۳۰/۷۶

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: ...... تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ کون گمراہی میں پڑا ہوا ہے ہم یا تم؟ آیت میں مشرکین کو دھمکی دی جارہی ہے۔قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا: اے محمد! ان سے کہہ دیجیے: اگر پانی زمین کی گہرائیوں میں چلا جائے بایں طور کہ تم اسے نکالنے کی طاقت ہی نہ رکھو۔فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ: بھلا کون ہوگا جو زمین کی گہرائیوں سے تمہارے لیے پانی نکالے کہ وہ زمین پر بہنے لگے؟ کیا غیر اللہ پانی لائے گا؟ بھلا تم اس ذات کے ساتھ بتوں کو کیوں شریک ٹھہراتے ہو جو خالق ورازق ہے؟

بلاغت: ......سورۂ مبارکہ بیان وبدیع کی مختلف وجوہ واصناف کو متضمن ہے تاہم ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ، وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا: اور صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ: ...... میں طباق ہے۔اور معنی ہے پرندے جو اپنے پروں کو کھولتے ہیں اور بند کرتے ہیں۔الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ: میں عظیم وتفخیم کے لیے اسم موصول لایا گیا ہے۔یعنی کائنات کی بادشاہت وسلطنت اور تصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ: میں جملہ منکر لایا گیا ہے اور یہ صنف اطناب ہے اس سے مقصد تزکیہ وتنبیہ میں اضافہ کرنا ہے۔اسی طرح لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ: میں بھی اطناب نمایاں ہے۔اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ: میں توبیخ کے لیے استفہام انکاری ہے۔وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ: اور اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ: میں مقابلہ ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ: میں استعارہ مکنیہ ہے دوزخ کو غصہ سے بھرے انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو غصے کے مارے چھٹ آ جا رہا ہو، وجہل جامع بھڑکنا اور غضبناک ہونا ہے۔مشبہ بہ کہ حذف کردیا گیا ہے اور اس کے لوازمات میں سے شدید غیظ کو ثابت کیا گیا ہے۔جو کہ استعارہ مکنیہ کے طور پر ہے۔اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔آیت کریمہ پر چلتا ہے اور کافر اوز ہے منہ دوزخ کے سامنے پر چلتا ہے۔کیا زبردست استعارہ ہے۔فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ، فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ، اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ: میں خوبصورت سجع بندی کی رعایت ہے۔اسی طرح اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ: اور بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ الخ: میں بھی سجع بندی کی رعایت ہے۔

الحمدللہ سورۂ ملک کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ جنوری ۲۰۱۶ء بروز اتوار مکمل ہوا۔

گو سعیدۂ مبارکہ کا تعارف محرم میں مترجم ہو چکا تھا، لیکن دل میں ایک خواہش تھی کہ قرآن مجید کا آخری ترجمہ سورۂ ملک کا ہو

جو الحمدللہ پوری ہوئی۔اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔آمین

سورۃ القلم

تعارف سورت:......سورت قلم ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں عقیدہ اور ایمان کے اصول بیان ہیں اور یہ سورت تین بنیادی موضوعات پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں:

الف:......رسالت اور ان شبہات کا تذکرہ جو کفار مکہ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کی دعوت کے متعلق پھیلائے تھے۔

ب:......باغ والوں کا قصہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ناشکری کا نتیجہ ہے۔

ج:......آخرت اور اس کی ہولناکی اور سختی اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دونوں فریقوں مسلمانوں اور مجرموں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

لیکن سورت مبارکہ کا مرکزی محور محمد ﷺ کی نبوت کا اثبات ہے۔

سورت مبارکہ کی ابتدا قسم سے کی رسول اللہ ﷺ کی بلندی شان اور شرافت کے اظہار کے لیے اور مشرکین نے جو تہمتیں بالخصوص جنون وغیرہ کی لگائی تھیں ان سے برات کا اظہار اور آپ ﷺ کے عظیم اخلاق اور اعلیٰ مناقب درج ذیل آیات مبارکہ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝: میں واضح فرمائے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے خلاف مجرموں کا موقف اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو عذاب تیار فرمایا ہے وہ درج ذیل آیات مبارکہ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝: میں بیان فرمایا، پھر کفار مکہ نے اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمٰی یعنی نبی کریم خاتم الرسل کی ناشکری اور تکذیب کی تو ان کے لیے باغ والوں کا قصہ بطور مثال بیان فرمایا کہ وہ باغ درختوں، کھیتوں اور پھلوں والا تھا لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا اور فقراء و مساکین کے حقوق کو ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو جلا دیا اور ان کے واقعہ کو عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝

پھر قرآن کریم میں جس طرح ترغیب اور ترہیب کو اکٹھے ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح اس آیت میں مومنوں اور مجرموں کو اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ اکٹھے ذکر کیا ہے۔

سورت مبارکہ قیامت کے احوال ہولناکی پر بھی مشتمل ہے اور اس ہولناک دن میں مجرموں کے ٹھہرنے کی جگہ کا بیان ہے کہ انہیں رب العالمین کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم ہوگا لیکن وہ نہیں کر سکیں گے يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝

اور سورت مبارکہ کا اختتام رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی تکالیف پر صبر کے حکم، اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کے راستہ میں مشکلات آنے پر اکتانے اور کبیدہ خاطر نہ ہونے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام سے ہوا تھا کہ وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر سمندری سفر پر چلے گئے تھے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝

اٰيَاتُهَا ۵۲ — (۶۸) سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ
لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ

كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۙ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾
اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ؕ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾
اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ
عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا
عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِيْنٌ ۙ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ
اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى
رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ وقف لازم وقف النبی
رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ؕ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۚ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ
كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۚ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ
اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۚ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۚ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ
كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۙ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً
اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ
بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ
تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۚ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ
رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ؕ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ وقف لازم
بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ
بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۘ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وقف لازم وقف النبی

ترجمہ: ......ن قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی (۱) آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں ۔(۲) اور بلاشبہ آپ کے لیے ایسا اجر
ہے جو ختم ہونے والا نہیں ۔(۳) اور بے شک آپ بڑے اخلاق والے ہیں ۔(۴) سو عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے (۵) کہ تم

میں سے کس کو جنون تھا، (۶) بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا
ہے۔ (۷) سو آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانیے۔ (۸) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں (۹) اور آپ کسی
ایسے شخص کی بات نہ مانئے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے، (۱۰) ذلیل ہے جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے، چغل خور ہے۔ (۱۱) خیر سے رکنے والا ہے،
گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے، (۱۲) سخت مزاج ہے اور اس کے بعد منقطع النسب بھی ہے۔ (۱۳) اس وجہ سے کہ وہ مال والا، بیٹوں والا ہے۔ (۱۴)
جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں سے نقل کی جانے والی باتیں ہیں، (۱۵) ہم عنقریب اس کی سونڈ پر نشان لگا
دیں گے۔ (۱۶) بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب کہ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی کہ صبح کو چل کر پھل توڑ
لیں گے (۱۷) اور انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہیں کہا۔ (۱۸) سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو
رہے تھے۔ (۱۹) سو وہ باغ صبح کو ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت ہو۔ (۲۰) سو صبح کے وقت وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے لگے (۲۱) کہ صبح سویرے
اپنے کھیت پر چلے چلو اگر تمہیں پھل توڑنا ہے۔ (۲۲) پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے (۲۳) کہ آج تمہارے پاس کوئی مسکین
نہ آنے پائے (۲۴) اور وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے۔ (۲۵) پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک ہم راستہ بھول گئے (۲۶)
بلکہ بات یہ ہے کہ ہم محروم کر دیے گئے، (۲۷) ان میں جو اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں بیان نہیں
کرتے۔ (۲۸) کہنے لگے: ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم قصوروار ہیں۔ (۲۹) پھر ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر باہم الزام دینے لگے۔ (۳۰)
کہنے لگے: ہائے ہماری خرابی بلاشبہ ہم حد سے بڑھ جانے والے تھے۔ (۳۱) امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ اس سے بہتر عطا فرما دے
بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، (۳۲) اسی طرح عذاب ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر ہے، کیا خوب ہوتا کہ یہ
لوگ جان لیتے۔ (۳۳) بلاشبہ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں۔ (۳۴) کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر
دیں گے۔ (۳۵) تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ (۳۶) کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو (۳۷) اس میں تمہارے لیے وہ چیز لکھی ہوئی
ہو جسے تم پسند کرتے ہو۔ (۳۸) کیا تمہارے لیے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ
کرتے ہو، (۳۹) ان سے دریافت کیجیے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ (۴۰) کیا ان کے لیے ٹھہرائے ہوئے شریک ہیں، سو وہ اپنے شریکوں کو
لے آئیں، اگر سچے ہیں۔ (۴۱) جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو سجدہ نہ کر سکیں گے، (۴۲) ان کی
آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔ (۴۳) سو آپ
مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں، ہم انہیں تدریجاً لے جا رہے ہیں، اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں (۴۴) اور میں ان کو مہلت
دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر مضبوط ہے، (۴۵) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جا رہے ہیں، (۴۶) کیا ان
کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھا کرتے ہیں۔ (۴۷) سو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجیے اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جائیے، جب کہ
اس نے اس حالت میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹ رہا تھا، (۴۸) اگر اس کے رب کی نعمت اس کی دستگیری نہ کرتی تو وہ بدحالی کے ساتھ میدان میں ڈال دیا
جاتا ہے۔ (۴۹) پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کر لیا اور اس کو صالحین میں شامل فرما دیا۔ (۵۰) اور کافر لوگ جب ذکر کو سنتے ہیں تو گویا آپ کو اپنی
نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہیں۔ (۵۱) حالاں کہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔ (۵۲)

لغات: يَسْطُرُوْنَ: ...... لکھتے ہیں۔ قلم سے لکھنے کے لیے سطر العلم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مَمْنُوْنٍ: منقطع، منّنت الحبل کا مطلب رسی کاٹنا۔ عُتُلٍّ:
روکھا اکھڑ مزاج آدمی، برائی کی طرف جلدی جانے والا۔ یہ لفظ عَتل سے ماخوذ ہے جس کا معنی گھسیٹنا آتا ہے۔ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ: صحاح میں کہا
ہے۔[۱] ''عتلت الرجل'' اس وقت کہتے ہیں جب کسی کو زور سے اور سختی کے ساتھ گھسیٹا جائے۔ زَنِيْمٍ: زنیم وہ شخص جو اپنے آپ کو کسی دوسری
قوم یا خاندان کی طرف منسوب کرے اور ان میں سے نہ ہو اور جس کا نسب کسی باپ سے ثابت نہ ہو جیسا کہ شاعر نے کہا:

---

[۱] الصحاح للجوهری مادة ''عتل''

زنیم لیس یعرف من ابوہ　　　بغی الام ذو حسب لئیم[1]

زنیم ہے یہ معلوم نہیں اس کا باپ کون ہے۔ ماں پیشہ ور زانیہ ہے اور کمینے نسب والا ہے۔

صَرِمِیْنَ: ......کاٹنا، پھل وغیرہ کاٹنا۔ حَرْدٍ: ارادہ کرنا۔ زَعِیْمٌ: کفیل وضامن۔ مَکْظُوْمٌ: غم وغصہ سے بھرا ہوا۔

تفسیر: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ: ......نون حروف مقطعات میں سے ہے، جسے اعجاز قرآن پر تنبیہ کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔[2] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم اٹھائی ہے جس سے علوم ومعارف لکھے جاتے ہیں، کیوں کہ قلم، زبان کا بھائی ہے اور بندوں پر رحمن کی نعمت ہے۔ آیت کا معنیٰ: میں قلم کی قسم اٹھاتا ہوں اور جو کچھ لکھنے والے لکھتے ہیں اس کی قسم اٹھاتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت اور مجرموں کی طرف سے جنون سے سلامتی کا لکھتے ہیں۔ اس کی قسم۔ قلم اور لکھنے کی قسم میں لکھنے اور پڑھنے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے، اس لیے کہ انسان ہی کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات میں سے لکھنے کے طریقہ کی معرفت سے خاص کیا ہے تاکہ وہ اظہار مافی الضمیر کر سکے۔ جیسا کہ سورۃ العلق آیت نمبر ۴، ۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝　　"جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو، ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔"

اور قلم کی عظمت کے لیے یہ دلیل ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قلم کی قسم اٹھائی ہے، لکھنے والوں کی بزرگی اور اہل علم کی قدر دانی کے لیے، نیز قلم کے ذریعہ ہی بیان ہوتا ہے، جیسے زبان سے ہوتا ہے اور اُسی کے ذریعہ علوم ومعارف قائم ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ: میں قلم سے مراد بظاہر جنس قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے۔ قلم کی قسم اٹھا کر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر آگاہ کر دیا گیا کہ اس نے قلم کی ذریعے لکھنے کی تعلیم دی اور لکھنا ہی دراصل علوم کی تحصیل کا ذریعہ ہے۔[3] مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ: یعنی اے محمد! اللہ کے فضل اور نبوت کے انعام سے آپ مجنون نہیں ہیں، جیسا کہ جاہل مشرکین کہتے ہیں۔ آپ تو بحمد اللہ، عاقل ہیں نہ کہ جس طرح وہ کہتے ہیں۔ سورہ حجر میں جیسے ان کا قول ذکر ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝　　"اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! تم مجنون ہو۔"

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جواب قسم ہے اور بِنِعْمَةِ رَبِّكَ: جملہ معترضہ ہے جیسے: کہا جاتا ہے کہ انت. بحمد الله. فاضل[4] آپ فاضل ہیں۔ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ: اور آیت فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں ایذا رسانیوں پر صبر کے بدلے آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اور نہ کم ہونے والا ثواب ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ: یعنی اے محمد! آپ بلند اور کثیر ادب والے ہیں اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ میں فضائل اور کمالات جمع فرما دیے ہیں۔ اے عظیم شرافت والے! کہ کوئی بشر آپ کے کمالات کو نہیں پہنچ سکتا، پس اللہ رب العزت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جلیل القدر وصف سے متصف فرمایا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں علم وحلم، شدت حیا، کثرت عبادت وسخاوت، صبر وشکر، تواضع وزہد، رحمت وشفقت، حسن معاشرت وادب وغیرہ بلند اخلاق اور پسندیدہ اخلاق ہے۔ کہنے والے نے خوب کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تعریف کی جس کے وہ اہل تھے، اور اس کی کیا حد ہوگی جو پوری مخلوق کر رہی ہے۔ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ: یعنی اے محمد! عنقریب آپ بھی جان لیں گے اور آپ کی قوم اور مخالفین کفار مکہ بھی جب ان پر عذاب اترے گا، دیکھ لیں گے۔ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ: کہ مجنون کون ہے؟ کیا آپ جیسے کہ وہ افترا کرتے ہیں یا وہ اپنے کفر اور ہدایت سے ہٹنے کی وجہ سے؟ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْمَفْتُوْنُ: وہ دیوانہ جس کو شیطان نے مجنون بنایا ہو۔ اور یہ سورت ولید بن مغیرہ اور ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی۔ اور مشرکین کہا کرتے تھے کہ محمد کے ساتھ شیطان ہے (نعوذ باللہ) اور مجنون سے یہی مراد لیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کون مجنون یعنی شیطان ہے، جس کے چھونے سے جنون ہوتا ہے اور عقل میں خلل آتا ہے۔[5] اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ: یعنی اللہ سبحانہ جانتے ہیں اس بدبخت کو جو اللہ کے دین اور ہدایت کے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ: اور وہ جانتا ہے نیک اور پرہیزگار کو جو دین حق پر ہے۔ یہ ماقبل کے لیے علت کے طور پر ہے اور

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۸/ ۲۳۴ [2] حروف مقطعات کے سلسلہ میں علم تحقیق سورۃ بقرہ کے شروع میں ذکر کر دی گئی ہے وہاں ہی ملاحظہ کریں۔ [3] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۳۲

[4] البحر المحیط: ۸/ ۳۰۷ [5] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۲۹

وعدے اور وعید کے لیے تاکید ہے گویا کہا جا رہا ہے کہ درحقیقت یہی لوگ مجنون ہیں۔ آپ نہیں کہ ان کے عقلیں تو ہیں لیکن ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور نہ ہی اپنی فوز و فلاح کے لیے انہیں استعمال کرتے ہیں۔ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ: آپ ان کفر و ضلال کے رؤساء کی اطاعت نہ کریں جنہوں نے آپ کی رسالت اور قرآن کی تکذیب کی، حالاں کہ آپ ان کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اہل مکہ کے رئیسوں نے آپ کو اپنے آباؤ اجداد کے دین کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی اطاعت سے روک دیا اور یہ اللہ کی طرف سے کفار کی مخالفت پر جوش اور اشتعال دلایا گیا ہے۔[1] وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ: اے محمد! وہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ ان کے لیے نرمی کریں اور وہ چیزیں چھوڑ دیں جو وہ نہیں چاہتے ان کی غرض سے تو وہ بھی آپ کے لیے نرمی کریں گے اور اسی کے مثل وہ بھی کریں گے۔ تسہیل میں فرمایا: مداھنت: غیر مناسب کاموں میں نرمی کرنے اور مدارات کو کہتے ہیں۔ مروی ہے کہ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو ہم بھی آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔[2] وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ: اے محمد! آپ زیادہ قسمیں کھانے والے کی اطاعت نہ کریں جو اللہ کی عظمت کی بے وقعتی اور استخفاف کے لیے بہت زیادہ قسمیں کھاتا ہے۔ مَّهِيْنٍ: یعنی فاجر و ذلیل۔ هَمَّازٍ: غیبت کرنے والے جو لوگوں کے گوشت کھاتا ہے طعن اور عیب جوئی کر کے۔ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ: لوگوں کے درمیان چغلیاں کھاتا پھرتا ہے اور ان کی باتیں فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے نقل کرتا ہے اور صحیح حدیث میں ہے، چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[3]

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ: ...... بخیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے رکنے والا ہے۔ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ: ظالم ہے اور ظلم و دشمنی میں حد سے گزرنے والا ہے، بہت زیادہ گناہ کرنے والا اور جرائم کا مرتکب اور یہ اوصاف (حلّاف، همّاز، مشّاء، منّاع) مبالغہ کے ساتھ لائے گئے تا کہ کثرت پر دلالت کریں۔ عُتُلٍّ: اکھڑ مزاج، سخت دل، ناسمجھ۔ بَعْدَ ذٰلِكَ: جن بری صفات کا تذکرہ ہوا ان کے بعد زَنِيْمٍ: ولد زنی ہے اور یہ اس کے عیوب میں سے گندا ترین عیب ہے، کیوں کہ اس کا نسب صحیح ثابت نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: ولید بن مغیرہ کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں، وہ اپنا نسب قریش سے ثابت کرتا تھا، حالاں کہ وہ قریش میں سے نہ تھا۔ اٹھارہ سال بعد اس کے باپ نے اسے اپنا شمار کیا اور اس کی نسبت اپنی طرف کی حالاں کہ اس عرصہ میں اس کے باپ کا معلوم نہ تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ کسی اور کے ایسے عیوب بیان فرماتے ہوں، ہم اس کے علاوہ نہیں جانتے اور اسے ایسا عار لاحق کیا جو کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوا اور اس کی یہ مذمت اس لیے فرمائی کہ جب نطفہ خبیث ہو تو اولاد بھی خبیث ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید اپنی ماں کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری نو صفات بیان کی ہیں جو ساری کی ساری میرے اندر موجود ہیں، لیکن زَنِيْمٍ: کا مجھے پتا نہیں، اگر اس سلسلہ میں تو میری تصدیق نہیں کرے گی تو میں تیری گردن اتار دوں گا تو اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ عنین تھا یعنی عورتوں سے صحبت کے قابل نہ تھا تو مجھے مال و دولت کے صائع ہونے کا خطرہ ہوا تو میں نے ایک چرواہے سے ہم بستری کی، تو اُس چرواہے کا بیٹا ہے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ ولد الزّ ناتھا، یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی۔[4]

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ: ...... کیوں کہ وہ مال والا اور اولاد والا تھا، قرآن میں بھی وہی فرمایا جو وہ کہتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں[5] اور مناسب یہ ہے کہ نعمت کے مقابلہ میں شکر ہونا چاہیے نہ کہ انکار و تکذیب۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: یعنی جب اس فاجر کے سامنے قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو مذاق اڑاتے ہوئے اور مضحکہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ تو خرافات و باطل باتیں ہیں سابقہ لوگوں کی محمد نے چوری کر لی ہیں اور نسبت ان کی اللہ کی طرف کر رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رد کرتے ہوئے اور عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ: ہم عنقریب اس کی ناک پر علامت لگائیں گے داغ لگا کر جس کے ذریعہ موت تک یہ پہچانا جائے گا اور اس کی ناک کو خرطوم کیا بطور استخفاف کے، کیوں کہ خرطوم دراصل ہاتھی اور خنزیر کی ناک کو کہا جاتا ہے۔ جب انسان کی ناک کو اس سے تشبیہ دی جائے تو یہ انتہائی درجہ کی ذلت اور توہین ہے، جیسا کہ کسی انسان کے ہونٹوں کو مشافر سے اور ہاتھ پاؤں کو اظلاف اور حوافر سے تعبیر کیا جائے۔

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی: ٣٠/ ٨٣ [2] التسہیل لعلوم التنزیل: ٤/ ١٣٨ [3] اخرجہ مسلم [4] انظر تفسیر الجلالین وحاشیۃ الصاوی علیہ ٤/ ٢٣٣ [5] طبری اور ابن کثیر نے یہی معنی اختیار کیا کہ آیت بعد والی سے متعلق ہے کیوں کہ وہ مال والا اور اولاد والا تھا۔ مال اور اولاد پر تکبر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ قرآن کریم خرافات اور باطل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ہم عنقریب تلوار کے ذریعے اس کی ناک پر داغ لگائیں گے اور اسے علامت بنائیں گے جو اس کی زندگی میں اس کی ناک پر رہے گی اور بدر والے دن اس کی ناک پر تلوار سے داغ لگا ہے۔[1] امام فخر (الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جسم میں چہرہ سب سے اعلیٰ حصہ ہے اور چہرہ میں ناک سب سے عمدہ حصہ ہے، کیوں کہ بلند ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ ناک کو عزت اور حمیت وغیرت کا مقام شمار کرتے ہیں اور اسی سے الانفۃ (خودداری، غیرت، بڑائی) ماخوذ ہی، اور ذلیل کے متعلق کہا جاتا ہے رغم انفہ وہ ذلیل ورسوا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی انتہا کی ذلت واھانت کے لیے ناک پر داغ لگانے سے تعبیر کیا، کیوں کہ چہرہ پر نشان عیب اور بدزیبی ہے اور کیسے نہ ہو جب کہ چہرہ کے عمدہ حصے پر ہو![2]

باغ والوں کا قصہ اور ان کی آزمائش

پھر اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کا قصہ ذکر فرمایا اور جو ان پر آزمائش آتی کھیتوں اور پھلوں کے ضائع ہونے سے اور اسے کفار مکہ کے لیے مثال بیان فرماتے ہوئے فرمایا: اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ كَمَا بَلَوۡنَاۤ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ: یعنی ہم نے اہل مکہ کو قحط اور بھوک دے کر آزمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر، جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا کہ ان باغوں میں طرح طرح کے پھل تھے اور ہم نے اہل مکہ کو مکلف بنایا کہ وہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا کہ وہ شکر کریں اور فقراء کو ان کے حقوق ادا کریں۔

مفسرین نے کہا کہ صنعاء کے قریب ایک مسلمان کا باغ تھا، اس میں طرح طرح کی کھجوریں، کھیتیاں اور پھل تھے، جب کٹائی کا وقت قریب آتا تو وہ غریب لوگوں کو بلاتا اور انہیں بہت سارا حصہ عطا کرتا اور ان کا بہت ہی اکرام کرتا، جب والد فوت ہو گیا تو اس کے تین بیٹے اس کے وارث ہوئے، تو وہ کہنے لگے ہمارا عیال زیادہ ہے اور مال تھوڑا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم غریبوں کو دے سکیں، جیسے کہ ہمارا باپ دیتا تھا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور پکا ارادہ کر لیا کہ غریبوں کو کچھ بھی نہ دیں گے اور پھل صبح کے وقت اتار لیں گے غریبوں سے پوشیدہ اور اس بات پر انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ پر آگ بھیجی، راتوں رات درخت جل گئی اور پھل ضائع ہوئے جب صبح ہوئی اور وہ باغ کی طرف گئے تو نہ کوئی درخت تھا نہ پھل تو سمجھا کہ راستہ بھول گئے ہیں لیکن پھر ظاہر ہوا کہ یہی ان کے باغ کی جگہ ہے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بری نیت کی وجہ سے انہیں اس انجام پر پہنچایا، تو وہ نادم ہوئے اور وقت گزرنے کے بعد توبہ کی۔[3] اِذۡ اَقۡسَمُوۡا لَيَصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِيۡنَ: یعنی جب حلف اٹھایا کہ اس کے پھل صبح کے وقت اتاریں گے غریبوں کے آنے سے پہلے۔ وَلَا يَسۡتَثۡنُوۡنَ: اور حلف اٹھاتے وقت ان شاء اللہ بھی نہ کہا، گویا کہ وہ اس معاملہ میں پرامید تھے۔ فَطَافَ عَلَيۡهَا طَآئِفٌ مِّنۡ رَّبِّكَ وَهُمۡ نَآئِمُوۡنَ: یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کے وقت آیا اور وہ سونے کی وجہ سے غفلت میں تھے۔ کلبی نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ بھیجی جو باغ کو جلا گئی اور وہ سوتے ہوئے تھے۔ فَاَصۡبَحَتۡ كَالصَّرِيۡمِ: وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گئی جب کہ وہ خشک اور ریزہ ریزہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سیاہ راکھ کی طرح ہو گئی، اپنے گناہ کی وجہ سے اپنے باغ کے مال سے محروم کر دیے گئے۔ فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِيۡنَ: صبح کے وقت ایک دوسرے کو آواز دی تاکہ باغ کی طرف وقت پر جائیں۔

اَنِ اغۡدُوۡا عَلٰى حَرۡثِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰرِمِيۡنَ:..... یعنی صبح جلدی جاؤ اپنے پھلوں، کھیتیوں اور انگور کی طرف اگر پھل اتارنا چاہتے ہو۔ فَانۡطَلَقُوۡا وَهُمۡ يَتَخَافَتُوۡنَ: اور وہ باغ کی طرف چلے آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے، اس خوف سے تاکہ کسی غریب کو معلوم نہ ہو، یہ کہتے ہوئے کہ اَنۡ لَّا يَدۡخُلَنَّهَا الۡيَوۡمَ عَلَيۡكُمۡ مِّسۡكِيۡنٌ: کہ آج کوئی ایک غریب بھی باغ میں داخل نہ ہونا چاہیے اور نہ ہی تم اسے داخل ہونے کی قدرت دینا۔ وَّغَدَوۡا عَلٰى حَرۡدٍ قٰدِرِيۡنَ: وہ اپنے جی میں اسی عزم وارادہ سے چلے کہ وہ اپنی مراد پا گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عَلٰى حَرۡدٍ: کے معنی قدرت اور ارادہ ہے۔ سدی کہتے ہیں غصہ وغضب کی حالت میں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فاقہ وضرورت وحاجت کی حالت میں، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اظہر ہے۔

---

[1] مطابق مفسرین نے آیت کو پہلی آیت سے متعلق مانا ہے کہ آپ اس کی کثرت اولاد اور مال کی وجہ سے اطاعت نہ کریں۔ [2] تفسیر الفخر الدین الرازی (تفسیر الکبیر) ۳۰/۸۶ [3] انظر التفسیر الکبیر للفخر الرازی: ۳۰/۸۷ والبحر المحیط لابی حیان ۸/۳۱۱

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ:...... جب انہوں نے اپنے باغ کو جلا ہوا اور سیاہ دیکھا کہ سبزہ اور خوبصورتی، سیاہی میں تبدیل ہو چکی تھی، تو کہنے لگے ہم آنے کا راستہ بھول گئے اور یہ تو ہمارا باغ نہیں ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بات انہوں نے پہنچتے وقت ہی کہی تھی اور اس کا انکار کیا اور کہا کہ راستہ بھول گئے، لیکن جب ان پر واضح ہو گیا کہ یہی باغ تھا اور اس پر اللہ کا عذاب آیا ہے جس کی وجہ سے اس کے پھل وغیرہ ختم ہو گئے تو اس وقت کہا[1] بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ: یعنی ہم راستہ نہیں بھولے، بلکہ ہماری قسمت خراب ہو گئی کہ اس کے پھلوں اور خیر سے ہماری غلطی کی وجہ ہمیں محروم کیا گیا۔ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ: رائے کے اعتبار سے ان میں سے عقل مند اور افضل نے کہا: کیوں نہ تم نے اللہ کی تسبیح بیان کی، تم ''سبحان اللہ'' یا ''ان شاء اللہ'' کہتے۔ بحر میں کہا: اس تسبیح کے چھوڑنے پر اس نے انہیں متنبہ کیا اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور احسان کو یاد کرتے اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کے حکم کی تعمیل کرتے اور اپنے باپ کی سنت اور طریقے پر چلتے، تو ایسا نہ ہوتا۔ پس جب وہ اللہ کی یاد سے غافل ہو گئے اور مساکین وغرباء کو روکنے کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں ڈالا۔[2] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان لوگوں نے جب زکوٰۃ نہ دینے کا عزم کیا اور اپنے مال اور قوت پر غرور کیا تو ان میں سے درمیانے نے کہا کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے اس گناہ سے توبہ کر لو، جب انہوں نے باغ کو دیکھا تو اس نے اس وقت اپنی پہلی بات یاد کروائی تو وہ توبہ کرنے لگے، لیکن یہ تباہ ہونے کے بعد کی۔[3] قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ: اس وقت کہا ہمارا رب ظلم سے پاک ہے بلکہ ہم ہی ظلم کرنے والے ہیں مساکین کو روکنے کی وجہ سے۔ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ: ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تو نے یہ رائے دے کر شرارت کی۔ دوسرا کہتا نہیں، بلکہ تو نے کہا تھا، دوسرا کہتا تو ہی غریب ہو جانے کا خوف دلاتا تھا اور مال جمع کرنے کی رغبت دلاتا تھا یہی تلاوم کا معنی ہے۔[4]

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ:...... کہنے لگے ہمارے لیے ہلاکت ہوگی اگر ہمیں ہمارے رب نے معاف نہ کیا اور غریبوں کو روکنے کی وجہ سے ہم باغی اور حد سے گزرنے والے ہوں گے اور اللہ پر توکل نہ ہونے کی وجہ سے۔ رازی نے کہا: انہوں نے اپنے جرم کو بڑا سمجھا۔[5] عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ: شاید اللہ تعالیٰ ہماری توبہ اور گناہ کے اعتراف کی وجہ سے اس سے افضل واعلیٰ ہمیں عطا فرمائے۔ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ: ہم اللہ تعالیٰ کی معافی کے امیدوار ہیں اور اس کے فضل واحسان کے طالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس لیے بیان فرمایا تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ بخل اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے رکنے کا انجام ہلاکت اور اللف ہے۔ نیز بعض مال کو اللہ کے راستے میں دینے سے بخل کرنا سارے مال کو ہلاک کرنے اور اللہ کے غضب کا ذریعہ ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کے ذکر کے بعد فرمایا: كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: یعنی باغ پر اترنے والے عذاب کی مثل قریش پر بھی اترے گا، جب کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ بڑا اور سخت ہے، اگر انہیں سمجھ اور علم ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مثال ہے اہل مکہ کے لیے جب وہ بدر کے لیے نکلے تھے اور انہوں نے حلف اٹھائے تھے کہ (نعوذ باللہ) جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو قتل نہ کر دیں واپس مکہ نہیں آئیں گے اور شراب پی، گانا گانے والیاں ان کے پاس گانا گاتی تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان کو خائب ونامراد کر دیا، وہ قتل بھی ہوئے اور قیدی بھی بنائے گے۔ اور اس باغ والوں کی طرح شکست بھی کھائی، جب کہ وہ پھل کاٹنے کی نیت سے باغ کی طرف گئے تھے تو ناکام ہوئے۔[6] پھر اللہ تعالیٰ نے متقی مؤمنین کے حالات کی خبر دی، کفار مکہ مجرمین کے حالات ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ: یعنی متقین کے لیے آخرت میں باغات وباغیچے ہیں، جن میں خالص نعمتیں ہیں جن میں نہ تو گدلا پن ہوگا اور نہ روکی جائیں گی، جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ: استفہام برائے انکار وتوبیخ ہے۔ کیا ہم فرمانبردار اور گناہ گار کو برابر کر دیں اور محسن اور مجرم کو۔ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ: ان پر تعجب کا اظہار ہے کہ وہ فرمانبردار اور نافرمان، مؤمن اور کافر کو برابر سمجھتے ہیں حالانکہ ایسی بات کسی عقلمند سے صادر نہیں ہو سکتی۔ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ: کیا تمہارے پاس آسمان سے نازل شدہ کتاب

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۳۱۳ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۹۰ [3] ایضاً [4] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۹۱ [5] ایضاً [6] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۴۶

ہے جس میں تم نے پڑھا ہے؟ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ: یہ جملہ تَدْرُسُوْنَ کے لیے مفعول ہے یعنی تم نے اس کتاب میں پڑھا ہے کہ جو کچھ تم چاہو اور طلب کرو وہ تمہارا ہے۔ یہ دوسری ڈانٹ ہے مشرکین کے لیے، اس سلسلہ میں جو باطل گمان تھا ان کا وہ کہتے تھے اگر بعث بعد الموت اور جزا وسزا ہوئی تو پھر جس طرح دنیا میں اچھا ملا ہے؟ اسی طرح وہاں بھی اچھا ہی ملے گا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ ان لوگوں کے لیے توبیخ وڈانٹ ہے اور ان کو دھمکانا ہے باطل اقوال اور جھوٹی تمناؤں پر۔[1] اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ: کیا تمہارے لیے وعدے اور پختہ وثیقے ہیں ہماری طرف سے قیامت تک کے لیے؟ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ: یہ اس کا جواب ہے کہ جو تم چاہتے ہو اور جو تم فیصلہ کرتے ہو وہ تمہارے لیے ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ کیا تمہارے پاس کوئی عہد و پیمان ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ تمہیں مل جائے گا؟[2] سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ: اے محمد! ان بڑے بننے والوں سے پوچھیں کہ جو یہ گمان کرتے ہیں اس کا کفیل اور ضامن کون ہے؟ یہ بطور استہزا اور بے عزتی کے ہے کہ یہ لوگ عقل میں نہ آنے والی باتوں کا فیصلہ کر رہے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں، نہ از روئے سمجھ اور نہ عدالت۔ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ: یا ان کے پاس شریک ہیں جو اس چیز کے ضامن ہیں، اگر ہیں تو انہیں لے آئیں اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ تسہیل میں فرمایا: یہ کفار کی عاجزی و بے بسی کا اظہار ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر ان کے شریک ہیں جو کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں تو انہیں لے آئیں اور حاضر کریں تاکہ ان کی حالت کو دیکھا جائے۔[3]

آخرت کے ہولناکی اور سختیوں کا بیان

جب اللہ تعالیٰ نے ان کے عزائم کو باطل کر دیا اور ان کے خوابوں کو بے وقوفی ثابت کیا تو آخرت کی ہولناکی اور سختیوں کا بیان شروع فرمایا اور کہا: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ: یعنی اے محمد! اپنی قوم کے سامنے اس ہولناک دن کا تذکرہ کیجیے جس میں انتہائی بھیانک معاملہ، انتہائی ہولناکی اور سختی کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ قیامت کا دن ہے جو انتہائی تکلیف وسختی کا ہوگا۔[4] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں اصل یہ ہے کہ جس وقت کسی سخت کام میں بندہ مجبور ہوتا ہے تو اپنی پنڈلی سے کپڑا اسمیٹ لیتا ہے پھر ساق کا استعارہ اس کے ظاہر ہونے سے شدت اور ہولناکی کے لیے لیا گیا۔[5] جیسے راجز کا قول ہے کہ قد کشفت عن ساقها فشدوا۔ وجدت الحرب بکم فجدوا۔ لڑائی میں شکست کھا چکے ہیں زوردار حملہ کرو۔ لڑائی اختتام پر ہے مزید کوشش کرو۔ وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ: کفار کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے کیوں کہ ان کی کمر تختہ کی طرح اکڑ جائے گی۔ اور حدیث میں ہے: ہر مؤمن مرد اور ہر مؤمن عورت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے اور وہ شخص جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کی خاطر سجدے کیا کرتا تھا وہ سجدہ کرنے جائے گا، لیکن اس کی کمر تختہ کی طرح اکڑ جائے گی۔[6] خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ: ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، آنکھیں اٹھانے کی طاقت نہ ہوگی۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ: ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ: حالاں کہ دنیا میں انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جاتی تھی تو باوجود صحت اور سلامتی اور قدرت کے انہوں نے سجدہ نہ کیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سجدہ عبادت نہ ہوگا، بلکہ دنیا میں سجدہ نہ کرنے پر ڈانٹ اور سرزنش کے طور پر حکم ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ان سے سجدہ کرنے کی طاقت چھین لیں گے، بندے اور اس کی طاقت کے درمیان حائل ہو جائیں گے تاکہ اس کی حسرت وندامت اس کوتاہی پر اور بڑھے، کیوں کہ دنیا میں انہیں صحت وسلامتی کے ساتھ سجدہ کا حکم دیا تھا۔[7] فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ: اے محمد! آپ مجھے اور اسے چھوڑ دیں جو قرآن کریم کو جھٹلاتا ہے۔ اس کے شر کے مقابلہ میں تمہارے لیے میں کافی ہوں اور تمہارے لیے میں اس سے بدلہ لوں گا۔ یہ بڑی سخت دھمکی ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ: یعنی میں انہیں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف لے جاؤں گا اور انہیں نعمتوں سے نوازتا رہوں گا۔ انہیں

---

[1] تفسیر طبری: ۲۹/ ۲۳ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۳۷ [3] التسہیل لعلوم التنزیل ۴/ ۱۴۰ [4] مختصر ابن کثیر [5] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۴۹ [6] جز من حدیث طویل اخرجہ البخاری ومسلم [7] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۹۶

حقیقت کا علم تک نہ ہوگا۔ حسن نے فرمایا: کتنے ہی فتنہ پروروں کی تعریف کی جاتی ہے اور کتنے ہی مغروروں کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ [۱] امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: استدراج درجہ بدرجہ اتارنا اور نیچے لانا، یہاں تک مشکل میں پھنسا دینا۔ پس جب بھی وہ کوئی گناہ کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں نئی نعمت دے دیتے اور استغفار انہیں بھلا دیتے اور ان کا استدراج ان پر انعام کے ذریعہ ہوا، کیوں کہ وہ اسے مؤمنوں کے مقابلہ میں اپنی فضیلت سمجھتے تھے حالاں کہ درحقیقت وہ ان کی ہلاکت کا سبب تھا۔ [۲] وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ: میں انہیں ڈھیل اور مہلت دوں گا اور ان کی عمریں لمبی کروں گا تا کہ ان کے گناہ بڑھیں۔ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ: کہ میرا کافروں سے انتقام سخت اور شدید ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ وَکَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ: [۳] اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کو تدبیر اور چال کہا جس طرح کے اسے استدراج کہا، کیوں کہ یہ صورت کے اعتبار سے تدبیر ہے۔ پس انہیں جو وسعت رزق، طویل عمریں، بدن کی درستگی عطا کی ہے یہ ظاہر کے اعتبار سے احسان ہے اور باطن کے اعتبار سے مصیبت اور بلا ہے، کیوں کہ مقصد ان کو عذاب دینا ہے۔ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ: اے محمد! کیا آپ تبلیغ رسالت پر ان سے تاوان مانگتے ہیں جس کی وجہ سے یہ ایمان سے اعراض کر رہے ہیں؟

غرض ان کی سرزنش ہے ایمان نہ لانے پر، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی قسم کی اجرت کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے۔ خازن نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کرتے ہیں؟ جس کی وجہ سے ان پر اموال میں سے تاوان کی وجہ سے بوجھ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ [۴] اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَیۡبُ فَهُمۡ یَکۡتُبُوۡنَ: یا پھر ان کے پاس اہل ایمان سے بہتر ہونے پر لوح محفوظ سے غیب کا علم ہے جسے وہ لکھ رہے ہیں اور اس وجہ سے کفر و سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں۔ یہ استفہام انکار و توبیخ ہے۔ فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ: اے محمد! آپ ان کی تکالیف پر صبر کیجیے اور آپ کو رسالت کی تبلیغ کا جو حکم اپنے رب کی طرف سے اسے پورا کیجیے۔ وَلَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ: اور جلد بازی و عجلت میں یونس بن متی علیہ السلام کی طرح نہ ہونا، جب وہ اپنی قوم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے غضب ناک ہوئے اور انہیں چھوڑ کر جہاز میں سوار ہو گئے، پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا پھر جو ہوا سو ہوا۔ اِذۡ نَادٰی وَهُوَ مَکۡظُوۡمٌ: جب انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کو غم کی حالت میں ان الفاظ سے پکارا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۷)

لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ:...... یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ پاتے۔ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ: تو انہیں درختوں اور پہاڑوں سے خالی وسیع زمین میں ڈال دیا جاتا۔ یہ (ظاہری طور پر) ملامت ہے ان کے ارتکاب کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق دے کر ان پر انعام کیا۔ لہٰذا یہ مذمت باقی نہ رہی۔ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ: یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور اپنے لیے پسند کر لیا اور انہیں مقربین میں سے بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کا سلسلہ شروع کیا اور ان کی قوم کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائی۔ [۵] وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِهِمۡ: یعنی اے محمد! قریب تھا کہ کفار شدت عداوت و دشمنی کی وجہ سے آپ کو نظر بد لگا کر ہلاک کر ڈالتے یہ نظر الی نظرا بمعنی پچھاڑنے سے ماخوذ ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونا حق ہے اور اس بات کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی۔ [۶] لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَیَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ: جب آپ کو قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو سخت بغض و حسد کی وجہ سے کہتے ہیں کہ محمد مجنون ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ: یہ قرآن کریم تو صرف وعظ و نصیحت

---

[۱] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۵۱ [۲] تفسیر الکبیر: ۳۰/ ۹۶ [۳] اخرجہ الشیخان [۴] تفسیر الخازن: ۴/ ۱۴۰ [۵] تفسیر الکبیر: ۳۰/ ۹۹ [۶] الحدیث رواہ احمد والترمذی وقال الترمذی: حسن صحیح

ہے جنوں اور انسانوں کے لیے تو جن پر اترا ان کی طرف جنون کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟! اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا اختتام عظمت قرآن کے بیان سے کیا، جیسا کہ اس کی ابتدا عظمت رسول کے بیان سے ہوئی تھی۔ تاکہ ابتدا و اختتام میں مناسبت ہو جائے۔ شاندار بیان معتدل و خوبصورت اختتام۔

بلاغت:...... یہ سورت مبارکہ کئی طرح کی فصاحت و بیان پر مشتمل ہے جن میں کچھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں: لفظ مَجْنُوْنٍ اور مَمْنُوْنٍ میں جناس ناقص ہے کیوں کہ صرف ثانی مختلف ہے۔ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّيكُمُ الْمَفْتُوْنُ: میں وعید و تہدید ہے اور معمول دھمکانے کے لیے حذف کیا گیا۔ حلاف، هماز، مشاء، مناع، اسی طرح اثیم، زنیم۔ مبالغہ کے صیغے ذکر کیے۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ: میں عمدہ استعارہ پایا جاتا ہے خُرْطُوْمِ: کو ناک کے لیے استعارہ لیا گیا کیوں کہ خرطوم اصل میں ہاتھی کی سونڈ کے لیے ہے، اسے انسان کی ناک کے لیے استعارۃً لایا گیا انتہائی عجیب اسلوب میں کیوں کہ مقصد اس کی توہین اور استخفاف ہے۔ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ اور ضَلَّ وَالْمُهْتَدِيْنَ: میں طباق ہے۔ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ: میں جناس الاشتقاق ہے۔ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ؛ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اور بعد کے جملوں میں تقریع و توبیخ ہے۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ: میں تشبیہ مقلوب ہے کہ مشبہ بہ کو مشبہ بنا دینا یا اس کا عکس کیوں کہ اصل تھا۔ افنجعل المجرمين كالمسلمين فى الاجر و الثواب؟ تو تشبیہ پلٹ دی یا عمدہ اور شاندار ہو۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ: میں بڑا ہی شاندار کنایہ ہے ہولناکی کی سختی اور قیامت کی شدت سے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ: میں سجع مرصع (یعنی آخری حرف یکساں ہیں) جیسا کہ موتی پروئے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے شاندار انداز میں غور کیجیے!!

الحمد للہ سورۃ قلم کی تفسیر مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے آخرت کے لیے ذخیرۂ نجات بنائے۔ آمین

سورۃ الحاقہ

تعارف سورت:.......سورۃ حاقہ ان مکی سورتوں میں سے ہے جن کی شان عقیدہ وایمان کی پختگی کا بیان ہے اور یہ سورت کئی امور پر مشتمل ہے جیسے قیامت اور اس کی ہولناکی وسختیاں، جھٹلانے والوں کی حالت، قوم عاد، ثمود، قوم لوط، فرعون اور قوم نوح وغیرہ سرکشوں اور فساد فی الارض پھیلانے والوں کا تذکرہ جیسا کہ اس میں نیک بختوں اور بد بختوں کا تذکرہ ہے، لیکن سورت کا مرکزی محور قرآن کریم کی صداقت اور اللہ کلام ہونا ور گمراہوں کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ سے آپ کی برأت ہے۔

سورت کی ابتدا قیامت کی ہولناکی اور قیامت کو جھٹلانے والوں کے بیان سے ہوئی ہے اور اہل کفر وعناد کا انجام درج ذیل آیات اَلْحَاۗقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ میں کیا گیا ہے۔

پھر نفخ صور کے وقت پیش آنے والے اندوہناک حادثات وواقعات یعنی دنیا کا ویران ہونا، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا اور آسمانوں کے پھٹنے کا ذکر درج ذیل آیات فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۴ میں کیا۔

پھر اس بھیانک اور خوفناک دن میں نیک بختوں اور بد بختوں کی حالت کا ذکر اس طرح کہ مؤمن کو اس کی کتاب داہنے ہاتھ میں دی جائے گی اور اس کا اکرام ہوگا اور اسے انعامات سے نواز جائے گا اور کافر کو اس کی کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی اور اس پر ذلت اور رسوائی چھائی ہوگی ان آیات فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝۱۹ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝۲۰ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۲۱ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝۲۳ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝۲۴ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ڏ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝۲۵ میں کیا۔

نیک بختوں اور بد بختوں کے حالات پیش کرنے کے بعد بلیغ انداز میں قسم اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ہونے اور اللہ کی طرف سے جو کچھ آپ لائے اس کی صداقت کو اور مشرکین کے اس جھوٹ وافترا کہ قرآن کریم جادو منتر ہے ان آیات میں فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۸ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۹ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۴۰ میں رد کیا۔

پھر قطعی دلائل سے قرآن کریم کی صداقت، اور تبلیغ وحی میں امانت رسول کو اس انداز میں بیان کیا جس سے دل دہل جاتے ہیں اور جسم میں خوف اور گھبراہٹ سرایت کر جاتی ہے ان آیات وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝۴۵ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝۴۶ میں بیان کیا۔

اور سورت کا اختتام قرآن کریم کی عظمت وبزرگی اور اس کے مؤمنین کے لیے رحمت ہونے اور کافروں کے لیے حسرت ہونے کو ان آیات وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۸ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝۴۹ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۵۱ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۵۲ میں بیان کیا۔

آیاتھا ۵۲ | (۶۹) سُوْرَةُ الْحَاۗقَّةِ مَكِّيَّةٌ (۷۸) | رکوعاتھا ۲

اَلْحَاۗقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا
بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ
حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَاۗءَ

فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا
لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی
الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ
يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ
هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾
قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾
مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ
ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ
الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ
قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ
عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ
اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾

ترجمہ:.....ہوجانے والی ① کیا ہے وہ ہوجانے والی ② اور آپ کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے وہ ہوجانے والی۔ ③ ثمود نے اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز کی تکذیب کی، ④ سو ثمود تو زوروالی آواز سے ہلاک کردیے گئے ⑤ اور عاد ٹھنڈی تیز ہوا کے ذریعہ ہلاک کیے گئے۔ ⑥ اللہ نے اس ہوا کو لگاتار سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط کردیا تھا۔ سواے مخاطب! تو ان لوگوں کو اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا کہ گویا وہ کھجور کے کھوکھلے درختوں کے تنے ہیں۔ ⑦ سو کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے ⑧ اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں نے گناہ کیے۔ ⑨ سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی پھر اس نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا، ⑩ بلاشبہ جب پانی کو طغیانی ہوئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں اٹھادیا ⑪ تاکہ ہم تمہارے لیے اس واقعہ کو نصیحت بنادیں اور تاکہ اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔ ⑫ سو جب صور میں پھونکا جائے گا ایک مرتبہ اور اٹھادی جائے گی۔ ⑬ زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو ایک دفع میں ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔ ⑭ سو اس دن واقع ⑮ واقع ہوجائے گی،

ہونے والی واقع ہوجائے گی (۱۵) اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل ضعیف ہوجائے گا (۱۶) اور فرشتے اس کے کناروں پر آ جائیں گے۔ اور
اس روز آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (۱۷) جس روز تم پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی، (۱۸) سو
جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھ لو، (۱۹) بلاشبہ میں پہلے ہی یقین رکھتا تھا کہ میرا حساب میرے
سامنے پیش ہونے والا ہے (۲۰) سو یہ شخص پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ (۲۱) بہشت بریں میں ہوگا، (۲۲) اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے، (۲۳) کھاؤ اور پیو
مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے۔ (۲۴) اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، سو وہ کہے گا
کہ ہائے کاش! میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا' (۲۵) اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ (۲۶) ہائے کاش! موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی، (۲۷) میرے
مال نے مجھے فائدہ نہیں پہنچایا، (۲۸) میری جو سلطنت تھی وہ برباد ہوگئی، (۲۹) اس کو پکڑ و اور اس کو طوق پہنا دو، (۳۰) پھر اسے دوزخ میں داخل کر دو، (۳۱) پھر
ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے۔ (۳۲) بلاشبہ یہ شخص اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے (۳۳) اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دیتا
تھا۔ (۳۴) سو آج اس کے لیے کوئی دوست نہیں ہے (۳۵) اور نہ غسلین کے علاوہ کوئی کھانا ہے، (۳۶) اسے صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔ (۳۷) سو میں ان
چیزوں کی قسم کھاتا ہو جن کو تم دیکھتے ہو (۳۸) اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم نہیں دیکھتے، (۳۹) بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا، (۴۰) اور
وہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو (۴۱) اور وہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے' تم بہت کم سمجھتے ہو، (۴۲) یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی
طرف سے (۴۳) اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگالیتا (۴۴) تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، (۴۵) پھر اس کی دل کی رگ کاٹ دیتے۔ (۴۶) پھر تم میں
سے کوئی اسے سزا سے بچانے والا نہ ہوتا، (۴۷) اور بلاشبہ وہ متقیوں کے لیے نصیحت ہے (۴۸) اور بلاشبہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے
ہیں۔ (۴۹) اور بلاشبہ یہ کافروں کے حق میں حسرت ہے (۵۰) اور بلاشبہ وہ بالیقین حقیقی بات ہے۔ (۵۱) سو آپ رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجیے۔ (۵۲)

لغات: اَلْحَآقَّةُ:...... قیامت، قیامت کا نام حاقہ اس کے حق اور یقینی وقوع کے اعتبار سے رکھا گیا۔ صَرْصَرٍ: شدید آواز والی، انتہائی سرد ہوا۔ حُسُوْمًا: پے در پے، لگاتار، متواتر۔ "حسم" سے مشتق ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔ شاعر نے کہا: فدارت علیھم فکانت حسوما[1] ان پر مصائب آئے جڑیں کاٹنے والے۔ رَّابِيَةً: سختی اور عذاب میں اضافہ و زیادتی۔ وَاهِيَةٌ: کمزور یہ وَهَيَ (ض) سے البناء سے ماخوذ ہے جب عمارت کمزور اور گرنے کے قریب ہوجائے تو اس وقت یہ الفاظ کہتے ہیں۔ هَآؤُمُ: اسم فعل بمعنی امر لے لو۔ قُطُوْفُهَا: قطف کی جمع ہے اتارے ہوئے پھل۔ غِسْلِيْنٍ: دوزخیوں کی بہنے والی پیپ کلبی کہتے ہیں غسلین، فِعْلِین کے وزن پر غسل سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد جہنمیوں کے عذاب کے وقت ان کے جسم سے نکلنے والا خون ہے۔[2] اَلْوَتِيْنَ: شہ رگ، رگ دل جس کے کٹ جانے سے انسان مر جاتا ہے اور اسے "ابھر" بھی کہا جاتا ہے حدیث میں ہے: خیبر کا ایک لقمہ بار بار لوٹ کر آتا ہے اور یہ میری رگ دل کٹنے کا وقت ہے۔[3] لَحَسْرَةٌ: بڑی ندامت۔

تفسیر: اَلْحَآقَّةُ:...... قیامت کا نام ہے اور یہ نام اس لیے رکھا گیا یہ اس کا واقع ہونا یقینی ہے یہ قطعی طور پر حق ہے اور واقع ہونے والا امر ہے اور اس کے وقوع میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مَا الْحَآقَّةُ: اس کا تکرار قیامت کے معاملہ کے زبردست اور عظیم الشان ہونے کے لیے ہے۔ اصل یہ تھا کہ "ماھی" کہا جاتا، لیکن ضمیر کی جگہ اسم ظاہر رکھا تہویل و دہشت انگیزی کے لیے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ: اور اے محمد! آپ کو کیا معلوم کہ قیامت کیا ہے؟ آپ اسے نہیں جانتے، کیوں کہ آپ نے اس کا معائنہ نہیں کیا اور اس میں کس قدر ہولناکیاں ہیں وہ آپ نے نہیں دیکھیں، اس لیے کہ سختی و ہولناکی ایسی ہے جو نہ بیان کی جاسکتی ہے اور نہ کسی کے خیال میں آسکتی ہے۔[4] یہ عربوں کے طرز بیان کے مطابق ہے کیوں کہ جب وہ مخاطب کو شوق دلانا چاہتے ہیں تو استفہام کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں اتدری ماذا حدث؟ آپ کو معلوم ہے کیا واقع پیش آیا۔ اس آیت میں بھی استفہامات تہویل کے لیے ہیں گویا کہ کہا گیا: بڑا بھیانک اور ہولناک موقع ہے۔ قیامت کی ہولناکی کے بیان کے بعد ان لوگوں کا بیان کیا جنہوں نے قیامت کو جھٹلایا اس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا، کفار مکہ کو نصیحت اور خوف دلانے کے لیے، چنانچہ فرمایا۔

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۳۱۹ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۱۶ [3] ایضاً: ۳۰/ ۱۱۹ [4] ابو سعود فرماتے ہیں کہ تکرار اس کی ہولناکیوں کے لیے ہے اور اس بیان کے لیے ہے کہ انسان و مخلوقات کے دائرۂ علم سے وہ باہر ہے نہ کسی کی عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے اور نہ وہم و خیال میں آسکتا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ: ...... یعنی صالح اور ہود علیہما السلام کی قوم نے قیامت کو جھٹلایا جو اپنی ہولنا کی کی وجہ سے دلوں کو کھڑ کھڑانے والی ہے۔ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ: یعنی ثمود، صالح علیہ السلام کی قوم زوردار آواز سے ہلاک کی گئی جو شدت میں حد سے بڑھنے والی ہے، بقول حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ طاغیہ کے معنی چنگھاڑ، کڑک ہیں۔[1] وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ: اور عاد یعنی ہود علیہ السلام کی قوم شدید آواز والی ہوا سے ہلاک کیے گئے اور یہی دبور ہے مغربی ہوا، پچھوائی ہوا، حدیث میں ہے: "صباء" (پروائی ہوا) سے میری مدد کی گئی اور عاد "پچھوائی ہوا" سے ہلاک کیے گئے۔[2] عَاتِيَةٍ: تیزی وتندہی میں حد سے زیادہ اور ٹھنڈی، گویا وہ ہوائیں اپنے محافظ فرشتوں سے بے قابو ہو گئی تھیں۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہوا کو فرشتوں کے ہاتھوں پورے ناپ تول سے چلاتا ہے اور پانی کا ایک ایک قطرہ ناپ تول کر برساتا ہے لیکن طوفان نوح میں یوم عاد میں تمام پیمانے ختم کر دیئے گئے اور پانی اور ہوا کو اذن عام مل گیا، کیوں کہ طوفان نوح میں پانی محافظ فرشتوں سے بھی بے قابو ہو گیا تھا، پھر آپ نے یہ آیت اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ: تلاوت کی اور فرمایا کہ عذاب عاد میں بھی ہوا پر محافظ فرشتوں کا قابو نہ رہا اور وہ اللہ کے حکم سے حد سے بڑھ گئی اور آپ نے یہ آیت بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ: تلاوت فرمائی۔[4] سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا: اللہ تعالیٰ سات راتیں اور آٹھ دن متواتر ان پر ان ہواؤں کو مسلط کر دیا جو لگاتار چلتی رہیں۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى: اے مخاطب! آپ انہیں اپنی جگہوں پر مردار دیکھیں کہ ان میں کوئی حرکت نہیں۔ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ: گویا کہ وہ کھجور کے بوسیدہ تنے پڑے ہوئے ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ہوا ان کے سر کاٹتی تھی جس طرح کھجور کا سر کاٹا جاتا ہے اور ہوا منہ سے داخل ہو کر پچھلے راستے سے نکلتی تھی یہاں تک کہ وہ گر پڑتے تھے اور ایسے ہو جاتے تھے جیسے کھجور کے بوسیدہ اور کھوکھلے تنے ہوتے ہیں۔ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ: کیا ان کے باقی ماندہ لوگوں میں یا ان کے آثار میں سے کوئی ایک شخص تمہیں دکھائی دیتا ہے؟ نہیں، بلکہ وہ سب ہلاک کر دیے گئے۔ جیسا کہ سورت الاحقاف آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ط	چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانات کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ: ...... فرعون اور اس سے پہلے گزری ہوئی سرکش قومیں۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ: اور وہ قومیں جن کی بستیاں الٹی گئیں، مراد قوم لوط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر کی زمین نیچے کر دی تھی اور بقول صاوی اَلْمُؤْتَفِكٰتُ: سے مراد الٹی ہوئی بستیاں ہیں اور مراد اس سے قوم لوط کی دیہات میں جنہیں جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان کے قریب کیا پھر الٹ دیا اور یہ پانچ دیہات اور بستیاں تھیں۔[5] بِالْخَاطِئَةِ: اس سے نافرمانی اور کفر ہے۔[6] فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ: یعنی فرعون نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی اور قوم لوط نے لوط علیہ السلام کی نافرمانی کی۔ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً: یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں سختی کے ساتھ پکڑا ان نافرمانیوں کی وجہ سے، جیسا کہ ان کے جرائم تمام کفار سے بڑھے ہوئے تھے۔ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ: جب پانی اپنی حد سے گزر گیا۔ یہاں تک کہ ہر چیز سے بلند اور ہر چیز سے اوپر ہو گیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً: تاکہ ہم اس حادثہ کو لوگوں کے لیے عبرت بنا دیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے والوں سے اللہ تعالیٰ انتقام لیتے ہیں۔ وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ: یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں اور جو سنیں اس سے نفع اٹھائیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان امتوں کے قصوں اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کے تذکرہ کا مقصد اس امت کو ان لوگوں کی اقتداء واتباع سے روکنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں ہیں۔[7] اور اسی وجہ سے آیت ان الفاظ وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ: پر ختم فرمائی اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے کان جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھیں اور کتاب اللہ کو سن کر اس سے استفادہ کریں۔[8] جب قیامت کی تکذیب کرنے والوں کے قصے بیان کیے تو اب قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں کا تذکرہ فرمایا فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ: جب اسرافیل صور میں پھونکیں گے ایک بار جہاں کی تباہی کے لیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ پہلا نفخہ ہوگا جس سے دنیا ویران ہوگی۔

---

[1] جبکہ مجاہد فرماتے ہیں: کہ آیت کے معنی ہیں وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کیے گئے لیکن پہلا قول راجح ہے عذاب عاد کے مقابلہ میں (ابوالسعود ۵ / ۱۸۸) [2] اخرجہ البخاری ومسلم [3] ھذا قول علی وھو مروی عن الکلبی وابن عباس [4] تفسیر الطبری: ۲۹ / ۳۲ [5] حاشیۃ الصاوی: ۴ / ۲۴۰ [6] مجاہد کہتے ہیں اس سے گناہ مراد ہیں [7] تفسیر القرطبی: ۱۸ / ۲۶۳ [8] البحر المحیط: ۸ / ۳۲۲

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً:......زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھائے جائیں گے، بعض کو بعض سے ٹکرایا جائے گا کہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ: تو اس وقت قیامت کبریٰ قائم وواقع ہوگی اور عظیم مصیبت واقع ہوگی۔وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ: یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن بالکل بودہ ہوگا نہ اس میں سختی ہوگی اور نہ ہی قابو وضبط۔وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا: اور فرشتے آسمان کے کنارے پر آجائیں گے، بقول مفسرین: آسمان فرشتوں کی رہائش ہے، جب آسمان پھٹے گا تو وہ اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے گھبراہٹ کے عالم میں کناروں پر کھڑے ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ عظمت وکبریائی کی وجہ سے۔وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ: یعنی آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو سروں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما: فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔[1] يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ: یعنی اس خوفناک دن میں تمہیں بادشاہوں کے بادشاہ، عظمت والے کے سامنے حساب وبدلہ کے لیے پیش کیا جائے گا۔اور تم میں سے کوئی ایک بھی اللہ سے پوشیدہ نہ ہوگا اور نہ ہی تمہارے رازوں میں سے کوئی راز اس سے غائب ہوگا، کیوں کہ تمام ظاہرو پوشیدہ ومخفی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن نیک بختوں اور بدبختوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ: یعنی جسے اپنا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو وہ نیک بخت ہوگا۔فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ: تو وہ خوشی میں کہے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ کتابیه، حِسَابِيَهْ، مالیه اور سُلْطٰنِيَهْ: میں هاء برائے وقف وسکتہ ہے۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هاؤم اقرءوا کتابیه: انتہائی مسرت اور خوشی پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ جب اس کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہے، لہٰذا وہ یہ پسند کرے گا کہ اس بات کا دوسروں کو بھی پتا چلے اور اس پر وہ بھی خوش ہوں۔[2] اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ: یعنی مجھے یقین واعتقاد تھا اور مجھے حساب کتاب وجزا وسزا اور قیامت کے دن کے حق ہونے کا یقین تھا، لہٰذا میں نے اس کے لیے ایمان اور نیک اعمال کیے۔

بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ: مؤمن اپنے رب سے حسن ظن رکھتا ہے، اس لیے اعمال اچھے کرتا ہے، اور کافر ومنافق اپنے رب سے بدظن ہوتا ہے اس لیے اعمال بھی برے کرتا ہے۔[3] اور ضحاک فرماتے ہیں قرآن کریم میں جہاں کہیں مؤمن کے لیے ظن کا لفظ ذکر ہے تو اس سے یقین مراد ہے اور کافر کے لیے شک مراد ہوتا ہے۔[4] اللہ اس کی جزا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ: یعنی وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔صحیح حدیث میں ہے کہ وہ زندہ رہیں گے کبھی مریں گے نہیں، تندرست وصحت مند رہیں گے کبھی بیمار نہ ہوں گے اور خوشحال رہیں گے کبھی بھی تنگ دست نہ دیکھیں گے۔فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ: عظیم الشان جنت میں ہوگا جس کی عمارتیں عالی شان ہوگی۔قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ: یعنی اس کے پھل قریب ہوں، جنہیں کھڑا، بیٹھا، لیٹا ہر حالت میں آدمی لے سکے گا۔تسہیل میں ہے: قطوف قطف کی جمع ہے، اتارے ہوئے اور چنے ہوئے پھل: مروی ہے کہ بندہ درخت سے پھل کو منہ میں لے گا حالاں کہ وہ کھڑا بیٹھا یا لیٹا ہوگا۔[5] كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا: اور انہیں بطور انعام واکرام حکم ہوگا مزے کے ساتھ کھاؤ پیو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ہر قسم کی ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ رہتے ہوئے۔بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ: یعنی ان اعمال کے صلہ اور بدلہ میں جو تم نے دنیا میں کیے۔

بدبختوں کا ذکر

جب اللہ تعالیٰ نے نیک بختوں کا تذکرہ کیا تو اس کے بعد بدبختوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ: یعنی جسے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا تو یہ بدبختی اور نقصان کی علامت ہے۔فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ: جب وہ اپنے برے اعمال دیکھے گا تو کہے اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ مفسرین فرماتے ہیں: جب اسے رسوائی اور فضیحت ہوگی تو اس وقت وہ تمنا کرے گا کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے میرا نامہ اعمال ہی نہ دیا جاتا اور شدید ندامت اسے ہوگی۔وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ: یعنی مجھے میرے حساب کی شدت کا علم ہی ہوتا۔اور

---

[1] انظر تفسیر الطبری: ۲۹/ ۳۸ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۱۱ [3] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۷ [4] نفس المرجع السابق والصفحہ [5] التسہیل لعلوم التنزیل: ۴/ ۱۴۳

استفہام تہویل کے لیے ہے۔ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ: یعنی کیا ہی اچھا ہوتا کہ دنیا کی موت ہی خاتمہ کر دیتی اور میری زندگی کا مکمل خاتمہ ہی ہو جاتا، لہٰذا نہ اس کے بعد اٹھایا جاتا اور نہ ہی عذاب ہوتا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: موت کی تمنی کرے گا اور موت سے زیادہ اسے کوئی چیز ناپسند نہ تھی کیوں کہ اس وقت وہ موت سے بھی زیادہ بری حالت کا ذائقہ چھک رہا ہوگا۔[1] مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ: افسوس جو مال میں جمع کرتا رہا وہ میرے کچھ کام نہ آیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو مجھ سے نہ روکا۔ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ: مجھ سے میری سلطانی اور بادشاہت بھی ختم ہو گئی، میرا نسب بھی اور جاہ بھی نہ کوئی میرا مددگار ہے اور نہ کوئی پناہ دینے والا، نہ کوئی دوست ہے اور نہ نصرت کرنے والا۔ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ: یعنی اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتوں کو فرمائیں گے اس گناہ گار مجرم کو پکڑو اور اسے طوق اور بیڑیاں پہناؤ۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو ایک لاکھ فرشتے آگے بڑھیں گے اس کے ہاتھوں کو گردن پر جمع کر دیں گے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَغُلُّوْهُ کا۔[2] ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ: یعنی پھر اسے بڑی آگ میں داخل کر و تا کہ اسے اس کی گرمی لگے۔ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ: اسے لوہے کی زنجیر میں داخل کرو جس کی لمبائی ستر گز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فرشتوں کے گزوں کے حساب سے، یہ زنجیر اس کے پچھلے راستے سے داخل کی جائے گی اور حلق سے باہر نکالی جائے گی، پھر اس کی پیشانی اور قدموں کو باندھا جائے گا۔[3] اور زنجیر حلقہ در حلقہ ہوگی اس سے اسے لپیٹا جائے گا یہاں تک کہ حرکت نہ کر سکے گا۔

عذاب شدید کے اسباب

جب اللہ تعالیٰ نے عذاب شدید بیان فرمایا تو اب اس کی وجہ اور سبب بیان کرتے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ: یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی اور عظمت کا قائل نہ تھا۔ بحر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عذاب کے اسباب میں سب سے قوی سبب کفر سے ابتدا کی ہے اور تعلیل استنافی ہے، گویا کہنے والے نے کہا یہ اتنا سخت عذاب کیوں دیا جائے گا؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ ایمان نہیں لایا۔[4] وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ نہ ہی تو خود غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتا تھا۔

مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابھارنے اور ترغیب دینے کا ذکر کیا، فعل اطعام کا تذکرہ نہیں کیا؟ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ ترغیب نہ دینے کی یہ کیفیت ہے تو احسان اور صدقہ چھوڑنے والے کا کیا حال ہوگا۔ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ: یعنی آخرت میں اس کا کوئی دوست نہ ہوگا جو اس سے عذاب کو دور کروا دے، کیوں کہ دوست اس سے بھاگ گئے ہوں گے۔ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ: اور نہ ہی اس کے لیے کھانا ہوگا مگر دوزخیوں کی پیپ ہوگی جو ان کے زخموں سے بہہ رہی ہوگی۔ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ: اور اسے صرف گناہ گار مجرم ہی کھائیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: الْخَاطِئُوْنَ: خاطی کی جمع ہے اور خاطی وہ ہوتا ہے جو جان بوجھ کر گناہ کرے اور مخطی وہ ہوتا ہے جس سے غلطی سے گناہ ہو جائے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ الْخَاطِئُوْنَ: فرمایا: الْمُخْطِئُوْنَ: نہیں فرمایا۔

قرآن کریم کی عظمت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے تذکرہ کے بعد کلام کو قرآن کریم کی عظمت کے بیان پر ختم فرمایا۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ یعنی مجھے مشاہدات اور مغیبات کی قسم، جو کچھ وہ دیکھتے ہیں اور جو کچھ نہیں دیکھتے اس کی قسم، جو کچھ نظروں میں آنے والا ہے اور جو کچھ نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اور لفظ لَا، فَلَآ اُقْسِمُ: میں قسم کی تاکید کے لیے، نافیہ نہیں۔[5]

امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آیت عموم و شمول پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ دکھائی دینے والی اور نہ دینے والی اشیاء دونوں داخل ہیں، لہٰذا یہ خالق و مخلوق، دنیا و آخرت، جسم و روح، انسان و جنات، ظاہری و باطنی نعمتوں پر مشتمل ہے۔[6] قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس سے مراد ہے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَا تُبْصِرُوْنَ: سے آثار قدرت مراد ہیں اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ: سے اسرار قدرت مراد ہیں۔[7] اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ: یعنی

---

[1] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۳۹ [2] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۷۲ [3] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۱۴ [4] البحر المحیط: ۸/ ۳۲۶ [5] راجح قول یہی ہے کیوں کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ جواب قسم مذکور ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نافیہ ہے اور اس معاملہ کے ظاہر ہونے کی وجہ سے قسم کی ضرورت نہیں۔ [6] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۱۶ [7] تفسیر الالوسی: ۲۹/ ۵۲

یہ قرآن کریم رحمٰن کا کلام ہے جسے اس کے رسول کریم تلاوت کرتے اور پڑھتے ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول سے یہاں محمد ﷺ مراد ہیں اور جو "قول" کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے تو وہ تلاوت اور تبلیغ کے اعتبار سے ہے۔[1] وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ: اور قرآن کریم کسی شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ ان مشرکین کا خیال ہے، کیوں کہ یہ اوزان شعر سے ہٹ کر ہے نہ تو شعر ہے نہ نثر۔ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ: یعنی تم ایمان نہیں لاتے اس قرآن پر، مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قلیل سے مراد یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتے یعنی بالکل ہی ایمان نہیں لاتے اور عرب کہتے ہیں قلما یأتینا یعنی نہیں آیا۔[2] وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ: اور یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں جو غیب دانی کا دعوے دار ہے، کیوں کہ قرآن کریم کاہنوں کے سجع کے اسلوب سے علیحدہ ہے۔ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ: یعنی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ: یعنی یہ قرآن تو رب العالمین اللہ عزوجل کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے، جیسا کہ سورت شعراء آیت نمبر ۱۹۲ تا ۱۹۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے، اس کو امانتدار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں، تاکہ آپ بھی من جملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔

بہر حال آیت کا مقصد و غرض نبی کریم ﷺ کی برات کا اظہار ہے مشرکین کے جادو اور کاھن کہنے کی نسبت سے، پھر اس کی مزید تاکید کی بہت بڑی دلیل کے ذریعہ کے قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چنانچہ فرمایا:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ: ...... یعنی محمد ﷺ اگر بعض اقوال اپنی طرف سے ملا لیتے جو ہم نے نہ کہا ہوتا اور ان کی نسبت ہماری طرف کرتے۔ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ: تو ہم اپنی قوت اور طاقت سے ان سے بدلہ اور انتقام لیتے۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ: یعنی ہم ان کے رگ دل کاٹ دیتے یہاں تک کہ مرجاتے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وتین وہ رگ ہے جو دل سے متعلق ہے، جب وہ کٹ جائے تو آدمی مرجاتا ہے۔[1] مقصد یہ ہے کہ اگر نبی کریم اللہ تعالیٰ طرف اپنی طرف سے کلام بنا کر منسوب کرتے اگرچہ وہ قلیل ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو سزا دیتے اور مہلت نہ دیتے، کیوں کہ اقوال کی تصغیر اقاویل ہے تقلیل و تحقیر پر دلالت کر رہی ہے۔ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ: یعنی اگر ہم اس وقت سزا دینا چاہیں تو تم میں سے کوئی بھی ہمارے درمیان رکاوٹ بننے کی اور عذاب دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ خازن نے فرمایا: معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ تمہاری وجہ سے ہم پر جھوٹ نہیں باندھتے، اور انہیں علم ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے تو ہم انہیں عذاب دیتے اور تم میں سے کوئی بھی ہماری عذاب کو دور کرنے پر قادر نہ ہوتا۔[2] وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ: اور یہ قرآن کریم ان متقین جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کے لیے نصیحت ہے، اللہ تعالیٰ نے متقین کا خصوصیت سے ذکر کیا کیوں کہ یہی قرآن کریم سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ: یعنی ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کون قرآن کریم کو جھٹلاتا ہے باوجود یہ کہ اس کی آیات بالکل واضح ہیں۔ اور کون کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، اس آیت میں ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں۔[3] وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ: یعنی آخرت میں یہ کفار حسرت وندامت ہوگی کیوں کہ جب وہ مؤمنوں کے ثواب کو دیکھیں گے تو افسوس کریں گے۔ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ: یہ حق اور یقینی ہے اس کے قریب بھی شک نہیں آیا اور اس کے رب العالمین کے کلام ہونے میں کسی عقل مند کو شک نہیں۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ: آپ اپنے رب کی پاکی بیان کریں نقائص اور عیوب سے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو عظیم نعمتیں عطا کی ہیں ان کا شکر ادا کریں جن میں عظیم ترین نعمت قرآن کریم ہے۔

بلاغت: ...... یہ سورت کئی قسم کی فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے کچھ ہم اختصاراً ذکر کرتے ہیں۔

الْحَاقَّةُ ﴿١﴾ مَا الْحَاقَّةُ: ...... میں اطناب ہے اور اسم کا تکرار تہویل کے لیے ہے۔ اجمال کے بعد تفصیل كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ: میں اجمال ہے اور اس کے بعد فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ﴿٥﴾ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ: میں تفصیل ہے اور لف نشر مرتب ہے۔

---

[1] قرطبی: ۱۸/ ۲۷۴ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۱۷ [1] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۲۷۶ [2] تفسیر الخازن: ۴/ ۱۴۸ [3] ظاہر یہی ہے کہ ضمیر قرآن کریم کی طرف لوٹتی ہے۔

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ: ...... میں تشبیہ مرسل مجمل ہے کہ صرف تشبیہ ذکر کر دیا اور وجہ شبہ محذوف ہے۔ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ: میں لطیف عمدہ استعارہ ہے، کیوں کہ سرکشی انسان کی صفت سے میں سے ہے، اس کے ساتھ پانی کی بلندی اور کثرت کو تشبیہ دی جیسے انسان پر انسان سرکشی کرتا ہے۔ جناس اشتقاق ہے وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ: اور لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ: میں ۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ: اور وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ: میں مقابلہ ہے ۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ: میں طباق سلب ہے ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ: کنایہ ہے لفظ میں قوت اور قدرت سے ۔ درج ذیل آیات میں سجع مرصع ہے ۔ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ: اور ان آیات میں خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

تنبیہ: ...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقع نقل کیا ہے: انہوں نے فرمایا: کہ میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا دیکھا آپ مجھ سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ گئے ہیں، میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع کی، مجھے سن کر الفاظ مضامین کی بندش پر تعجب آنے لگا، کہتے ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ: یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے۔ تو میں نے کہ کاہن ہیں تو آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی ۔ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ: یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔ آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم فرمادی۔ فرماتے ہیں: میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی۔

سورت الحاقۃ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پوری ہوئی۔

سورۃ المعارج

تعارف سورت:......سورۃ المعارج ان مکی سورتوں میں سے ہے جن میں اسلام کے عقیدہ کے اصول بیان ہوئے ہیں، چنانچہ قیامت اور اس کی ہولناکی کا بیان، آخرت اور اس میں خوشحالی و بدحالی، راحت و تھکاوٹ کا بیان، مؤمنوں اور مجرموں کے حالات کا بیان، لیکن مرکزی محور اس سورت مبارکہ کا کفار مکہ کے بعث بعد الموت اور جی اٹھنے کے انکار کا بیان اور دعوت رسول ﷺ سے استہزا، سورت کی ابتدا اہل مکہ کی سرکشی اور بغاوت اطاعت رسول ﷺ اور اس عذاب و انذار کے استہزا کے بیان سے ہے جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا۔ اور ان کی سرکشی و نافرمانی کی مثال ذکر کی جو ان میں سے بعض سرداروں نے طلب کی تھی اور یہ نضر بن حارث ہے کہ اس نے دعا کی تھی کہ اس پر اور اس کی قوم پر جلدی آنے والا عذاب آئے تاکہ وہ آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اسے چکھیں اور عناد و انکار کی بنا پر اس نے جرأت کی تھی جس کا تذکرہ ان الفاظ میں سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ ہے۔

پھر اس ہولناک دن میں مجرموں کی جو حالت ہوگی اور اس دن آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ منتشر ہوں گے اور رنگ دار اُون کی طرح ہو جائیں گے، اُن کا بیان درج ذیل آیات يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْــَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴ میں کہا گیا۔

پھر سورت مبارکہ میں سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انسان کی طبیعت و فطرت کا ذکر کیا کہ سختی کے وقت بے صبری کرتا ہے اور نعمت و راحت کے وقت اکڑ جاتا ہے اور غریبوں کو ان کا حق نہیں دیتا۔ ذیل کی آیات اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱ میں یہی تفصیل ہے۔

پھر مؤمنوں کی بڑی بڑی صفات اخلاقی فضائل اور اللہ تعالیٰ نے دائمی جنت میں ان کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں انہیں ان آیات اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝۲۲ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۝۲۳ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ میں بیان فرمایا۔

پھر نبی کریم ﷺ سے استہزا کرنے والے اور جنت کے خواہش مند کفار کا تذکرہ ان آیات فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ میں کیا۔

سورت مبارکہ کا اختتام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم کے ساتھ کیا گیا کہ بعث و جزا حق ہیں، ان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں اور اس بات کا تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر پیدا کرنے پر قادر ہے ان آیات فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۴۱ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰي يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۴۲ میں اسی کا تذکرہ ہے۔

اٰيَاتُهَا ۴۴ — (۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ
وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ
بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْــَٔلُ
حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ

وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً
لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَاۗىِٕمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ
فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾
اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ
هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَاۗىِٕمُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ ع ۱
مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾
كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ
خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ
يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً
اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۲

ترجمہ:......سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں، جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے ① اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، ② یہ عذاب اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو معارج والا ہے۔ ③ فرشتے اور روحیں اس کی طرف چڑھ کر جاتی ہیں، یہ عذاب اس دن واقع ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ ④ سو آپ ایسا صبر کیجیے جو صبر جمیل ہو۔ ⑤ بے شک وہ اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں ⑥ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ ⑦ جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا ⑧ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہوں گے ⑨ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا ⑩ باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا دیے جائیں گے۔ مجرم شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش! وہ اپنے بیٹوں ⑪ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی ⑫ اور اپنے کنبے کو جس میں وہ رہتا تھا ⑬ اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے دیتا پھر یہ اس کو بچا لیتا ⑭ یہ ہرگز نہیں ہوگا، بے شک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے۔ ⑮ سر کی کھال اتار دینے والی ہے، ⑯ وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی ⑰ اور مال جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔ ⑱ ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے، بے شک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔ ⑲ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے ⑳ اور جب اس کو اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والا بن جاتا ہے، ㉑ سوائے ان لوگوں کے جو نمازی ہیں ㉒ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ㉓ اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لیے ㉔ اور محروم کے لیے حق معلوم ہے ㉕ اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں ㉖ اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ ㉗ بلاشبہ ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے ㉘ اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے

ہیں، (۲۹) سوائے اپنی بیویوں کے یا ملکیت میں آنے والی باندیوں کے سو وہ ان کے بارے میں ملامت کیے جانے والے نہیں ہیں۔ (۳۰) سو جس نے اس کے علاوہ کوئی جگہ تلاش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں (۳۱) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ (۳۲) اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔ (۳۳) اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (۳۴) یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔ (۳۵) سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں (۳۶) کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے، (۳۸) ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں۔ (۳۹) سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں، بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں (۴۰) کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ (۴۱) سو آپ ان کو ان کے شغل میں رہنے دیجیے، باطل چیزوں میں غور و خوض کیا کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملاقات کر لیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ (۴۲) جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ (۴۳) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (۴۴)

لغات: الْمَعَارِجِ:...... بمعنی اوپر چڑھنا، یہ معرج کی جمع ہے اور اُوپر چڑھنے کے درجات مراد ہیں اور عروج کا معنی آسمان کی طرف بلند ہونا اور اسی سے معراج النبی ﷺ ہے۔ الْمُهْلِ: پگھلا ہوا تانبا۔ الْعِهْنِ: رنگی ہوئی اون۔ فَصِيلَتِهِ: آدمی کا کنبہ جو قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لَظَىٰ: جہنم کا نام ہے، یہ نام اس لیے دیا کہ جہنم کی آگ شعلہ زن ہوگی۔ الشَّوَىٰ: شواۃ کی جمع ہے سر کی کھال کا باہر والا حصہ، اعشیٰ کا قول ہے:

قالت قتیلة ماله قد جللت شیبا شواته؟

هَلُوعًا:...... بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہونے والا اور ابوعبیدہ نے کہا هلوع وہ شخص ہے جسے نعمت ملے تو شکر نہ کرے اور تکلیف پہنچے تو صبر نہ کرے۔[1] عِزِينَ: عزۃ کی جمع ہے، متفرق جماعتیں، غول کے غول شاعر نے کہا:

فجاؤوا یهرعون الیه حتی یکونوا حول منبره عزینا[2]

يُوفِضُونَ:...... دوڑتے ہوئے، جب اونٹ جلدی چلے تو افض البعیر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔[3]

شانِ نزول:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو نضر بن حارث نے کہا: یا اللہ! اگر یہ قرآن ہی حق ہے اور آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائے تو اللہ تعالیٰ یہ سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ① لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ② آیات نازل فرمائی۔

تفسیر: سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ:...... کفار مکہ میں سے ایک مانگنے والے نے اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے یقینی واقع ہونے والا عذاب مانگا۔ بقول مفسرین مانگنے والا النضر بن حارث، قریش کے سرداروں میں سے تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلایا تو اس نے بطور مذاق کہا۔

اللهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم

"یعنی اے اللہ! اگر یہ قرآن ہی حق ہے اور آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دوسرا عذاب الیم بھیج دے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے اسے غزوہ بدر میں ہلاک کیا اور وہ بری موت مرا اور یہ آیات اس کی مذمت کے لیے اتریں۔ لِلْكَافِرِينَ: یعنی اس نے کافروں کے لیے یہ عذاب مانگا۔ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ: جب اللہ کا ارادہ ہوا تو اس عذاب کو دفع کرنا اور روکنا کسی کے بس میں نہ رہا، اور یہ ضرور ان پر نازل ہونے والا ہے، چاہے وہ اسے مانگیں یا نہ مانگیں اور جب عذاب نازل ہو گیا تو نہ اٹھایا جا سکتا ہے نہ دور کیا جا سکتا ہے۔ مِنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ: یہ اس اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا ہے جو درجات عالیہ والا ہے جس کی طرف ملائکہ چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی لے کر اترتے ہیں، پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ: یعنی فرشتے اور جبرائیل امین[4] اس کی طرف چڑھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحی

---

[1] القرطبی: ۱۸/ ۲۹۰ [2] روح المعانی: ۲۹/ ۶۴ [3] البحر المحیط: ۸/ ۳۳۲ [4] جبرئیل علیہ السلام بھی فرشتوں میں شامل ہیں لیکن ان کے خصوصی اعزاز و اکرام کی وجہ سے انہیں الگ ذکر کیا۔

لانے کے لیے خاص ہیں۔ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ یعنی اس دن کی لمبائی دنیا کے اعتبار سے پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ قیامت کا دن ہے اللہ تعالیٰ اس دن کی مقدار کافروں پر پچاس ہزار مقرر کی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل ہوجائیں گے۔[1] مفسرین حضرات نے اس آیت اور سورت سجدہ کی آیت فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ: کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ قیامت کے دن کھڑے ہونے اور ٹھہرنے کے لیے پچاس جگہیں ہوں گی جن میں سے ہر جگہ سے دوسری جگہ کے درمیان ہزار سال کی مسافت ہے اور یہ طویل ترین مدت مؤمن کے لیے اتنی ہلکی ہوگی کہ ایک فرض نماز ادا کرنے کے وقت سے بھی کم ہوگی۔[2] فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کے استہزا اور تکلیفوں پر صبر کریں اور تنگ نہ ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مددگار ہیں۔ نیز یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزا کے طور پر جلدی عذاب مانگا تھا تو اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صبر جمیل وہ ہے جس میں بے صبری اور شکایت نہ ہو۔[3] اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا: یہ جو استہزا کرنے والے ہیں یہ عذاب کے وقوع کو بعید سمجھتے ہیں، چوں کہ ان کا جزا و سزا پر ایمان نہیں اس وجہ سے ان کا خیال ہے کہ عذاب نازل ہی نہ ہوگا۔ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا: اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کا وقوع یقینی اور قریب ہے، کیوں کہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی ہولناکی اور شدت اور قیامت کی ہولناکیوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ: اس دن آسمان بہہ پڑے گا جس طرح پگھلا ہوا تانبا بہتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مہل کا مطلب: زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہونا۔[4] وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ یعنی پہاڑ بکھر جائیں گے اور منتشر ہوجائیں گے، جیسے رنگین اون کو ہوا اڑاتے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَلْعِهْنِ: کا مطلب: سرخ اون یا کئی رنگوں والی اون۔ پہاڑوں کو اس سے تشبیہ دی رنگین ہونے کے اعتبار سے۔ سب سے پہلے پہاڑ باریک ریت کی طرح ہوں گے پھر رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح اور پھر فضا میں پھیلے ہوئے غبار کے باریک ریزوں کی طرح ہوجائیں گے۔[5] یہ تو اس بھیانک دن میں آسمان و زمین کی حالت ہوگی۔

قیامت کے دن لوگوں کی حالت کا ذکر

رہ گئی لوگوں کی حالت تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا: کہ کوئی دوست کسی دوست کو اور کوئی قریبی کسی قریبی سے اس کی حالت کا نہ پوچھے گا۔ کیوں کہ ہر شخص نفسا نفسی کے عالم میں ہوگا اس دن کی شدت، ہولناکی اور بھیانکی کی وجہ سے۔ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ یعنی ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے اور پہچانیں گے بھی یہاں تک کہ آدمی اپنے باپ بھائی اور قریبی رشتہ داروں اور خاندان والوں کو دیکھے گا، لیکن نہ اس سے کچھ پوچھے گا نہ بات کرے گا، بلکہ ان سے بھاگے گا، جیسا کہ سورت عبس آیت نمبر ۳۴ تا ۳۷ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝

اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا

ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسا مشغلہ ہوگا جو اسے کافی ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يُّبَصَّرُوْنَهُمْ: کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھے گا، پہچانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا۔[6] يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ: منکر، ہٹ دھرم اور انکار کرنے والا کافر تمنا کرے گا کاش! آج اللہ کے عذاب سے اپنے بھائی بیوی اولاد کو فدیہ دے کر میں چھوٹ جاؤں۔ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ یعنی اپنا خاندان اور قبیلہ جو مصائب میں اس کے کام آتا تھا انہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔

---

[1] القرطبی: ۱۸/ ۲۸۲ [2] مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق سوال کیا کہ کتنا دراز ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ دن مؤمن پر اتنا ہلکا ہوگا کہ ایک نماز فرض ادا کرنے کے وقت سے بھی کم ہوگا۔ [3] القرطبی: ۱۸/ ۲۸۴ [4] الطبری: ۲۹/ ۴۶ [5] القرطبی: ۱۸/ ۲۸۵ [6] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۴۶

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيهِ:...... یعنی روئے زمین کی تمام چیزیں انسان وغیرہ فدیہ ہوں اور یہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے، لیکن مجرم کا بچ جانا ناممکن ہے، یا اس کا اس سخت تکلیف سے چھٹکارہ پانا بعید ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ثُمَّ: کا استبعاد یعنی نجات کے خارج از امکان ہونے کے لیے ہے۔ یعنی وہ تمنا کرے گا اگر یہ تمام چیزیں میرے پاس ہوں اور پھر میں انہیں اپنی جان بچانے کے لیے فدیہ دے سکوں لیکن مجرم کا بچ جانا ناممکن اور بہت بعید ہے۔[1] كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ، كَلَّا: حرف تنبیہ ہے روکنے کے لیے۔ یہ کافر رک جائے اور اپنی تمنائیں چھوڑ دے، فدیہ دے کر وہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا، بلکہ اس کے سامنے جہنم کی شعلوں والی آگ ہوگی۔ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ یعنی جہنم کی گرمی کی وجہ سے انسان کے سر کی کھال اتر جائے گی اور جب جب اترے گی نئی لگا دی جائے گی تا کہ عذاب کی زیادتی و اضافہ کا مزہ چکھے۔ اور سر کی کھال کو خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ جسم میں سب سے حساس جگہ اور آگ کا اثر قبول کرنی والی یہی کھوپڑی کی کھال ہے۔ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ یعنی جہنم آواز دیتی اور پکارتی ہے ہر اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتا ہے اور ایمان لانے سے اعراض کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آگ اپنی فصیح زبان میں کافروں اور منافقوں کو نام لے لے کر پکارتی ہے اور کہتی ہے اے کافر! اے منافق! میری طرف آ اور پھر جس طرح پرندہ دانہ چگتا ہے اس طرح انہیں چن لے گی۔ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ یعنی ان کو پکارتی ہے جو مال جمع کرتے ہیں اور ان کو خزانوں اور صندوقوں میں سنبھال کر رکھتے ہیں اور اللہ اور مساکین و غربا کا حق ادا نہیں کرتے۔ مفسرین فرماتے ہیں: اس آیت میں بخیل لوگوں کے لیے وعید ہے جو مال جمع کرتے ہیں اور نیکی کی کاموں میں خرچ نہیں کرتے، نہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہیں اور نہ غریبوں کا حق ادا کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو اللہ تعالیٰ کی وعید سن رہا ہے اور پھر مال سمیٹتا جا رہا ہے، حلال حرام کا پاس رکھے بغیر۔

انسان کی طبیعت و فطرت کا ذکر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور طبیعت کی خبر دی ہے کہ حرص اور دنیا جمع کرنے کی فطرت اس میں ہے، فرمایا: إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا: یعنی انسان کی خلقت میں کبیدہ خاطر ہونا، پریشان ہونا داخل کر دیا گیا ہے کہ وہ مصائب میں صبر نہیں کرتا، اور نعمتوں پر شکر نہیں کرتا۔ مفسرین فرماتے ہیں: "ھلع" شدت حرص اور صبر کی کمی کے لیے بولا جاتا ہے کہا جاتا ہے "جاع فھلع" بھوک لگی تو بے قرار ہوگیا۔[2] اور انسان میں عموم ہے کیوں کہ استثنا کیا گیا ہے اور عموم کی پہچان کا معیار استثنا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر و تفصیل اپنے اس ارشاد سے کی۔ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا: یعنی جب اس پر کوئی ناگفتہ بہ حالت آتی ہے: فقر و فاقہ بیماری یا خوف تو بہت زیادہ بے صبرا ہو جاتا ہے اور اس پر نا امیدی چھا جاتی ہے۔ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا: اور جب اس کی حالت اچھی ہوتی ہے مال داری، صحت اور وسعت رزق تو بخل میں حد سے بڑھ جاتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقہ میں مبتلا کرتے ہیں تو صبر نہیں کرتا اور جب اللہ تعالیٰ اسے مالدار بناتے ہیں تو خرچ نہیں کرتا۔ ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، خوشی اور مسرت کی چیزوں کو پسند کرتا ہے، اور ناپسندیدہ چیزوں سے دور بھاگتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پسندیدہ چیزوں کے خرچ کرنے اور ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنے کا حکم دے دیا۔[3] إِلَّا الْمُصَلِّينَ: یہ ان افراد بشر سے استثنا ہے جن کے بارے میں فرمایا کہ بے صبرے ہیں، کیوں کہ انہیں ان کی نماز دنیا کم جمع کرنے پر ابھارتی ہے، لہٰذا یہ اس کے شر سے بے صبرے نہیں ہوتے ورا س کی خیر اور مال میں بخل نہیں کرتے۔ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ یعنی نمازیں ہمیشگی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور کوئی کام انہیں نماز سے غافل نہیں کرتا کیوں کہ ان کے نفوس زندگی کی کدورت سے پاک اور اللہ تعالیٰ کی خوشبوؤں میں ہوتے ہیں۔ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ یعنی ان کے مالوں میں سے متعین حصص اللہ تعالیٰ نے بطور زکوۃ فرض کیے ہیں۔ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ مانگنے والے غریبوں اور نہ مانگنے والے غریبوں کے لیے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۷۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ اور ناواقف ان کو امیر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کی وجہ سے۔

[1] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۲۸ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۲۸ [3] تفسیر البغوی: ۴/ ۱۵۱

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ:...... یعنی حساب و کتاب اور سزا اور جزا کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اس دن کے یقینی آنے پر بغیر کسی شک وشبہ کے ایمان لاتے ہیں، لہٰذا اس کے لیے اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ: یعنی اپنی اوپر اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ثواب کی امید رکھتے ہیں اور سزا سے ڈرتے ہیں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ: یعنی اللہ کے عذاب سے انسان نہیں بچ سکتا مگر صرف وہی جسے اللہ تعالیٰ بچائیں اور اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ یہ جو مؤمن ہیں یہ ڈرتے ہیں اور یہ دنیا کی دولت پر اور نعمتوں پر اتراتے نہیں اور نہ دنیا کے ضائع ہونے پر بے صبری کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا کی نعمتوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیوں کہ انہیں اپنے رب کے جلال وعظمت کی فکر رہتی ہے اور اپنی معاد کا غم، لہٰذا جب انہیں تکلیف پہنچے تو بے صبری نہیں کرتے اور جب خیر پہنچے تو روکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کرنے والوں کی پانچویں صفت بیان فرمائی۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ: یعنی حرام کا ارتکاب نہیں کرتے اور گناہوں میں ملوث نہیں ہوتے اوا پنے آپ کو زنا اور بے حیائی سے بچاتے ہیں۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بیویاں اور لونڈیاں ان کے لیے حلال کی ہوئی ہیں انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ: یعنی اس پر ان کی پکڑ نہیں ہوگی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیویاں اور لونڈیاں حلال کی ہوئی ہیں ان سے شہوت پوری کرنے پر اللہ تعالیٰ انسان کو اجر دیتے ہیں، کیوں کہ اس کے ذریعہ سے اولاد ونسل بڑھتی ہے۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ: یعنی جو بندہ بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ شہوت پوری کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کے لیے پیش کر دیا۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی سے شہوت پوری کی، تو یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں، اور کوتاہی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی حلال حد میں اور تجاوز کرنے والے ہیں حرام کی طرف اور یہی ملامت کے مستحق ہیں۔[1] وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ: امانتیں ادا کرتے ہیں اور معاہدے پورے کرتے ہیں، جب ان کے پاس امانتیں رکھی جائیں تو خیانت نہیں کرتے اور جب عہدو پیمان کرتے ہیں دھوکا اور غداری نہیں کرتے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ: رشتہ داروں جو غیروں کی بر حق کے ساتھ گواہی دیتے ہیں، نہ ہی گواہی چھپاتے ہیں اور نہ تبدیل کرتے ہیں، بلکہ کامل طریقہ سے گواہی دیتے ہیں اس طرح کے لوگوں کے حقوق محفوظ رہتے ہیں اور ان کی مصلحتیں قائم رہتی ہیں۔ گواہی کا علیحدہ ذکر کیا حالاں کہ امانتوں میں یہ بھی داخل ہے؟ گواہی کی فضیلت پر تنبیہ کے لیے ایسا کیا، کیوں کہ گواہی دینے میں حقوق کی زندگی ہی اور نہ دینے میں حقوق کا نقصان ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ: یہ پاک طینت مؤمنین کے اوصاف میں سے آٹھواں وصف اور صفت ہے، یعنی شرائط نماز اور آداب کی رعایت کرتے ہیں، بالخصوص خشوع وخضوع، غور وفکر اور اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کا لحاظ کرتے ہیں، ورنہ تو یہ ظاہر حرکتیں ہیں جن کا پھل بندے کو نہیں ملے گا، کیوں کہ نماز کا مقصد ہی حرام کاموں سے رکنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط   نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

چوں کہ نماز اسلام کا ستون ہے کی تاکید بڑے مبالغے سے کی، قابل تعریف عادات کے شروع میں بھی نماز کا ذکر کیا اور آخر میں بھی، تاکہ ارکان اسلام میں اس کا مرتبہ معلوم ہوجائے۔[2] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مؤمنین کے اوصاف کے شروع میں ان الفاظ میں اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ: نماز کا ذکر فرمایا اور پھر اوصاف کے اختتام میں ان الفاظ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ: میں نماز کا ذکر فرمایا، دوام ہمیشگی اور محافظت میں فرق ہے، نماز پر ہمیشگی کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی پابندی سے کرنا، نماز چھوڑ کر اور کاموں میں مشغول نہ ہونا، جب کہ محافظت کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے مکمل وضو کرتے ہیں اور اس کے اوقات کا خیال رکھتے ہیں تمام ارکان وسنتوں اور آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور نماز کو گناہوں کے ذریعہ ضائع نہیں کرتے، پس دوام کا تعلق نماز کی ذات کے ساتھ ہے اور محافظت کا تعلق اس کی حالتوں کے ساتھ ہے۔[3] اللہ تعالیٰ نے متقی مؤمنوں کے اوصاف کے بیان کے بعد اب ان کے انجام کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ: یعنی ان عظیم

---

[1] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۵۳ [2] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۵۵۰ [3] القرطبی: ۱۸/ ۲۹۲

صفات سے متصف، اعلیٰ مناقب والے لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُن کا اعزاز واکرام فرمائیں گے، مختلف قسم کی اشیاء سے، کئی قسم کے لذیذ ومزیدار انعامات واکرام سے، کیوں کہ یہ لوگ عمدہ اخلاق سے متصف رہے۔ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ: ان مجرم کافروں کو کیا ہوگیا؟ اے محمد! آپ کی طرف دوڑے آتے ہیں اپنی گردنیں اٹھائے ہوئے اور آنکھیں آپ کی طرف کیے ہوئے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ مشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جماعت در جماعت آتے تا کہ آپ کا کلام سن کر اس کا استہزا کریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑائیں اور مشرکین کہتے تھے اگر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت میں داخل ہو گئے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو ہم ان سے پہلے ہی داخل ہوں گے تو اس وقت یہ آیتیں اتری۔[1] عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ: آپ کے دائیں بائیں گروہ گروہ اور جماعتیں بن بن کر بیٹھتے ہیں باتیں کرتے اور تعجب کرتے ہیں؟ ابو عبیدہ نے فرمایا: عِزِيْنَ: کا معنی جماعت در جماعت حلقے گولیاں ہے اور یہی لفظ حدیث میں ہے: مالی اراکم عزین؟ الا تصفون کما تصف الملائکۃ عند ربھا۔[2] فرمایا: مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورت میں دیکھ رہا ہوں، کیوں صفوں کی شکل میں نہیں بیٹھے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف کی شکل میں بیٹھتے ہیں۔

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ:...... استفہام انکاری ہے دھمکانے کے لیے، کیا ان کفار میں سے ہر ایک یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں میں داخل کر دیا جائے گا، حالاں کہ خاتم المرسلین کی وہ تکذیب کر چکا ہے۔ كَلَّا تنبیہ ہے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جس طرح یہ سمجھتے ہیں، یہ تو کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ: ہم نے انہیں ان چیزوں سے پیدا کیا جنہیں وہ خود بھی گندہ سمجھتے ہیں یعنی نطفہ سے پھر خون کا لوتھڑا پھر گوشت کا ٹکڑا، تو انہیں کہاں سے جنت میں داخل کرے عزت وعظمت دے دی جائے گی مؤمنین سے پہلے، اور ان کے پاس موت جنت میں سے کوئی فضیلت ہے ہی نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے دخول جنت کا حق ہوتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ فقراء وغریب مسلمانوں سے استہزا کرتے تھے اور ان سے تکبر سے پیش آتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ: یعنی گندگی سے انہیں پیدا کیا تو تکبر کرنا ان کے لائق نہیں۔[3]

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ:...... یعنی میں قسم کھاتا ہوں سورج چاند، اور ستاروں کے نکلنے اور غریب ہونے کی جگہوں کی۔ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ: یعنی ہم ان کو ہلاک کر کے ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ جو اللہ کی اطاعت کرنے والے ہوں لانے پر قادر ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ: یعنی ہم اس سے عاجز نہیں ہیں۔ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا: یعنی اے محمد! آپ انہیں باطل میں اور دنیا میں کھیلتا چھوڑ دیں اور خود ان کاموں میں مشغول رہیں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور یہ بطور وعید اور تہدید مشرکین کے لیے حکم ہے۔ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ: یہاں تک کہ یہ اس بھیانک دن سے ملیں جس دن نہ ان کو توبہ فائدہ دے گی اور نہ ندامت۔ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا: یعنی جس دن یہ اپنی قبروں سے محشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ: یعنی یہ اس طرح تیز دوڑیں گے اور آگے بڑھیں گے جیسے اپنے نصب شدہ بتوں کی عبادت کے لیے دوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے دن ان کے دوڑنے کی حالت کو، دنیا میں بتوں کی پرستش کے لیے دوڑنے سے تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ ان سے مذاق کے طور پر ہے اور ان کی کم عقلی پر تعریض ہے کہ ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کی مستحق نہیں اور واحد و یکتا کی عبادت کو چھوڑتے ہیں۔ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ: ان کی آنکھیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہوں گی اور شرمندگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ اٹھ سکیں گی۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ: یعنی ان پر ہر جگہ ذلت اور رسوائی چھائی ہوگی اور ان کے چہروں پر ذلت ورسوائی کے آثار ہوں گے۔ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ: یعنی یہی وہ دن ہے جس کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور یہ اسے جھٹلاتے اور مذاق سمجھتے تھے تو آج یہ عذاب اور بدلہ دیکھ رہے ہیں۔

بلاغت:...... سورت مبارکہ بیان وبدیع پر مشتمل ہے، مختصراً کچھ یہ ہیں: بَعِيْدًا ۝ وَنَرٰىهُ قَرِيْبًا: اور الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ: اور الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ

---

[1] انظر تفسیر ابی مسعود ۵ / ۱۹۵ و تفسیر الخازن ۴ / ۱۵۲ [2] القرطبی: ۱۸ / ۲۹۳، والحدیث اخرجہ مسلم [3] تفسیر القرطبی: ۱۸ / ۲۹۴

میں طباق ہے۔ سَاَلَ سَآىِٕلٌ: میں اور اسی طرح تَعْرُجُ۔ الْمَعَارِجِ: میں جناس الاشتقاق پایا جاتا ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ: میں عام کے بعد خاص کو فضیلت کے بیان کے لیے ذکر فرمایا، روح سے مراد جبرائیل ہیں۔ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے کیوں کہ وجہ شبہ محذوف ہے۔ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا: میں خاص کے بعد عام کو ذکر کیا، ہولناکی بیان کرنے کے لیے۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا: اور اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا: میں صنعت مقابلہ ہے۔ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ: میں استفہام انکاری توبیخ اور دھمکانے کے لیے۔ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ: میں بڑا ہی عمدہ کنایہ ہے، منی سے کنایہ ہے تعبیر میں بڑے ہی نظافت ہے۔ كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے۔ اس تشبیہ میں ان سے تحکم و مذاق بھی ہے اور ان کی کم عقلی پر تعریض بھی ہے اور ان کی جہالت کو مشہور کرنا بھی ہے کہ یہ ان چیزوں کی عبادت کی طرف دوڑے جاتے ہیں جو مستحق عبادت نہیں ہیں۔ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى: میں سجع مرصع ہے جیسے موتی اور یاقوت ہوں۔

تنبیہ: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا:...... میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طبیعت وفطرت پر متنبہ کیا ہے اور واضح کیا کہ انسان خواہشات کی پیروی میں اپنی چاہتوں کی طرف دوڑتا ہے اور بے صبری ور ناشکرے پن میں حد سے بڑھنے والا ہے، اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو بخل کرتا ہے، اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے پھر ان گندی صفات میں سے کچھ انسانوں کو مستثنیٰ کر دیا جو ایمان اور عمل صالح کرنے والے ہیں۔

سورت معارج کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد سے پوری ہوئی۔

سورۃ نوح

تعارف سورت:......سورت نوح بھی مکیہ ہے وراس کی شان بھی تمام مکی سورتوں کی طرح بنیادی عقائد اور قواعد ایمان کی پختگی کا بیان ہے۔ یہ سورت مبارکہ شیخ الانبیاء نوح علیہ السلام کے تفصیلی قصہ پر مشتمل ہے، ابتدائے دعوت سے طوفان کے آنے تک، جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے جھٹلانے والوں کو غرق کیا، اسی وجہ سے اس کا نام سورۃ نوح رکھا گیا۔ اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی دعوت سے انحراف کرنے والی قوموں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت کا ذکر ہے اور انبیاء کے انجام اور مجرموں کے انجام بد کا مختلف زمانوں میں ذکر ہے۔

سورت کی ابتدا نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجنے اور دعوت وتبلیغ اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے پر پیش آنے والی تکالیف سے ان الفاظ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: سے کی۔ پھر سورت میں نوح علیہ السلام کی کوششوں، صبر اور دعوت وتبلیغ میں دی جانے والی قربانیوں کا ذکر ہے۔ کہ آپ نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی، خفیہ اور اعلانیہ، لیکن اس کی وجہ سے ان کی گمراہی اور نافرمانی بڑھتی ہی گئی۔ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا: پھر سورت میں نوح علیہ السلام کی مبارک زبان سے انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور فضل کی یاددہانی کروائی تا کہ یہ اللہ تعالیٰ اطاعت میں کوشش کریں اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے آثار دیکھ سکیں، آیات پڑھیں۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝۱۵ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝۱۶ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝۱۷ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝۱۸

اس تمام یاددہانی نصیحت وارشاد کے باوجود ان کی قوم کفر، گمراہی اور عناد میں بڑھتی ہی رہی اور ان کے نبی نوح علیہ السلام کی دعوت کو ہلکا سمجھتی رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان سے انہیں ہلاک کیا۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِىْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۝۲۱ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝۲۲ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝۲۳

اور سورت کا اختتام نوح علیہ السلام کی بددعا پر کیا جو انہوں نے اپنی قوم کے ہلاک وبرباد ہونے کے لیے کی، یہ سب اس کے بعد ہوا کہ جب آپ ساڑھے نو سو سال انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن ان کے دل نرم نہ ہوئے اور نصیحت وانذار سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝۲۶ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۲۷ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِىَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۲۸

اٰيَاتُهَا ۲۸ | (۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ (۷۱) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ
لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا (وقف لازم)
وَّنَهَارًا ۝۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ
اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ

إِنِّيٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ
السَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ مَا
لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾
وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ
يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا
فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا ع
مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾
وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِينَ إِلَّا ضَلَٰلًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيٓـَٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ
يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَٰفِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾
إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ
بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع ۸ النصف

ترجمہ:...... بلاشبہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے ڈرایئے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے۔ ① انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! بلاشبہ میں تمہیں صاف طریقہ پر ڈرانے والا ہوں ② کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، ③ وہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں وقت مقررہ تک مہلت دے گا، بلاشبہ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی اجل آ جائے تو مؤخر نہیں کی جاتی، کیا خوب ہوتا اگر تم جانتے ہوتے ④ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا، ⑤ سو میرے بلاوے نے ان کا بھاگنا زیادہ ہی کر دیا ⑥ اور بلاشبہ جب میں نے انہیں بلایا تا کہ آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اصرار کیا اور حد درجہ کا تکبر کیا ⑦ پھر میں نے انہیں بلند آواز میں بلایا۔ ⑧ پھر انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طریقہ پر بھی دعوت دی۔ ⑨ سو میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے، ⑩ وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا ⑪ اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغیچے اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا۔ ⑫ تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے۔ ⑬ حالاں کہ تمہیں اس نے مختلف اطوار سے پیدا فرمایا۔ ⑭ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح اوپر نیچے سات آسمان پیدا فرمائے ⑮ اور ان میں چاند کو نور بنا دیا اور سورج کو چراغ ⑯ اور اللہ نے تمہیں ایک خاص طور پر زمین سے پیدا فرمایا۔ ⑰ اور پھر وہ تمہیں اس میں واپس لے جائے گا اور تمہیں خاص طور پر نکالے گا۔ ⑱ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا ⑲ تا کہ تم اس کے کھلے ہوئے رستوں میں چلو۔ ⑳ نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! بلاشبہ انہوں نے میری نافرمانی کی، ان لوگوں کی بات مانی جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا ہے۔ ㉑ اور انہوں نے مکر کیا بڑا مکر۔ ㉒ اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو ود کو اور سواع کو اور یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو۔ ㉓ اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور آپ ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجیے۔ ㉔ اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ لوگ غرق کر دیے گئے، پھر آگ میں داخل کر دیے گئے،

سوا اللہ کے سوا انہوں نے کچھ بھی حمایتی نہ پائے۔ ㉕ نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی رہنے والا مت چھوڑیے، ㉖ بلاشبہ اگر آپ نے ان کو زمین پر رہنے دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان کی اولاد پیدا ہوگی۔ ㉗ اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہوا اور مؤمن مردوں کو اور مؤمن عورتوں کو بخش دیجیے اور ظالموں کی ہلاکت بڑھا دیجیے۔ ㉘

لغات: اَسْتَغْشَوْا:...... چھپانا، ڈھانکنا، پردہ پوشی کرنا۔ مِدْرَارًا: کثیر اور مسلسل۔ اَطْوَارًا: ہیئت، حالت، مختلف حالات، شاعر نے کہا: ''والمرء یخلق طور بعد اطوار'' [1] فِجَاجًا: فج کی جمع ہے، وسیع راستہ۔ کُبَّارًا: بہت بڑا۔ دَیَّارًا: کوئی ایک چلنے والا، یا زمین پر حرکت کرنے والا۔ تَبَارًا: ہلاکت وتباہی۔

تفسیر: اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ:...... یعنی ہم نے شیخ الانبیاء نوح علیہ السلام کو جزیرہ عرب میں بسنے والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مشہور یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کوفہ میں رہتے تھے اور وہ ہیں رسول بنا کر بھیجے گئے۔ [2] اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ: یعنی اپنی قوم کو ڈرایئے اور خوف دلایئے کہ اگر ایمان نہیں لائے گی تو دردناک سخت عذاب کا اور یہی طوفان دنیا میں عذاب تھا اور آخرت میں آگ کا عذاب۔ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ: یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہا میں ڈرسناتا ہوں اور معاملہ کی حقیقت کو واضح کرتا ہوں، تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا اور خوف دلاتا ہوں، میرا معاملہ واضح اور میری دعوت ظاہر ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جو بھیجے گئے اور انہیں شیخ الانبیاء والمرسلین کہا جاتا ہے، کیوں کہ انبیاء میں سب سے طویل عمر والے تھے جیسا کہ قرآن کریم بتاتا ہے، آپ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے اور اس طویل عرصہ کے باوجود صرف چند افراد ایمان لائے، قرآن کریم نے اس سورت مبارکہ میں آپ کا قصہ منفرد بیان فرمایا ہے: جسے سورۃ نوح کہتے ہیں: ابتدائے دعوت سے انتہا تک کہ جب اللہ نے ان کی قوم کو طوفان سے ہلاک کیا، آپ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک ہیں اور کل اولوالعزم رسول پانچ ہیں: یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام، آپ کے زمانہ میں کفر پھیل چکا تھا، اور آپ کی قوم بتوں کی پوجا میں مشہور تھی، بغاوت ظلم اور نافرمانی کی انتہا تک پہنچ چکی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان میں نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور ان کے اپنے نبی کے ساتھ جو کیفیت تھی اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ:...... یعنی نوح علیہ السلام نے انہیں کہا: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دو اور گناہوں سے بچو اور اللہ کی اطاعت کے بارے میں جو میں حکم دیتا ہوں اس میں میری اتباع کرو، اور بتوں کی عبادت چھوڑ دو۔ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ: یعنی جو حکم تمہیں دے رہا ہوں اگر وہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گی، اور آپ نے فرمایا: مِنْ ذُنُوْبِكُمْ: تو اس سے بعض گناہ مراد ہیں جو اسلام سے پہلے کے ہیں، کیوں کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ معاف ہوتے ہیں نہ کہ بعد کے [3] وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى: یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے عمروں کو لمبا کریں گے اگر تم نے اس کی اطاعت کی مقرر وقت تک اور عمدہ ونیک حالت میں زندہ رکھیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: عمر کے لمبا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں موت آنے تک بغیر عذاب کے رکھیں گے باقی جو عمر ہے وہ نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جب ان کی موت آجاتی ہے تو نہ ایک ساعت پہلے ہوگی نہ بعد۔ اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا: اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ: یعنی انسان کی عمر اللہ تعالیٰ کے ہاں شمار کے مطابق ہے نہ زیادہ ہوتی ہے نہ کم، باقی آیت میں جو موت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو یہ لکھنے اور مقرر کرنے کے اعتبار سے ہے۔ [4] لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تم اسے سمجھو تو ایمان کی طرف دوڑو۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا: نوح علیہ السلام نے اپنی تمام کوشش کرنے کے بعد جب تمام طریقے ختم ہوگئے تو فرمایا: اے میرے رب میں نے اپنی قوم! دن رات ایمان اور اطاعت کی دعوت دی بغیر سستی اور اکتاہٹ کے۔ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا: اور میرا رب انہیں ایمان کی طرف دعوت دینا ان کے حق سے

[1] البحر المحیط: ۸/ ۳۳۷ [2] روح المعانی: ۲۹/ ۶۹ [3] اس قول کو ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے البحر المحیط میں ترجیح دی ہے جب کہ طبری من کو تبعیض کا نہیں مانتے، بلکہ اسے عن کے معنی میں قرار دیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف فرمائیں گے لیکن پہلا قول راجح ہے۔ [4] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: ۴/ ۲۴۹

اعراض کرنے کو بڑھاتا رہا، پھر ان بھاگنے اور اعراض کرنے کو بلیغ صورت میں پیش کرتے ہوئے فرمایا: وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ: جب کبھی میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار اور اطاعت کی طرف دعوت دی تا کہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے۔ تسہیل میں ہے: یہاں مغفرت کا ذکر کیا جو ایمان کا سبب ہے تا کہ ان کے اعراض کی قباحت ظاہر ہو جائے، کیوں کہ وہ سعادت سے اعراض کر رہے تھے۔[1] جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ: تو وہ اپنے کان بند کر لیتے تھے تا کہ وہ میری دعوت نہ سن سکیں۔ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ: اور اپنے سروں اور چہروں کو کپڑوں سے لپیٹ اور ڈھانک لیتے تھے تا کہ نہ مجھے دیکھیں اور نہ میرا کلام سنیں۔ بحر میں فرمایا: بظاہر یہ حقیقت میں ایسا ہی تھا کہ وہ کان بند کر لیتے تھے اور کپڑے لپیٹ لیتے تھے تا کہ نہ سنیں نہ دیکھیں، نصیحت اور ناصح سے بغض کی وجہ سے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کنایہ ہو دعوت سے اعراض کو بطور مبالغہ کان بند کرنے اور آنکھیں چھپانے سے تعبیر کر دیا ہو۔[2] وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا: یعنی کفر و سرکشی پر اڑے رہے، اور ایمان سے بہت زیادہ تکبر کیا، اور اس میں ان کے عناد اور گمراہی میں غلو کی طرف اشارہ ہے۔ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا: پھر بھی میں بانگ دہل دعوت دیتا رہا اور ان سے کسی قسم کا خوف نہیں کیا۔ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا: یعنی خفیہ اور اعلانیہ انہیں خبردار کرتا رہا اور انہیں دعوت الی اللہ دینے میں ہر طرح کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں: ثُمَّ کے ذریعہ عطف میں اس طرف اشارہ ہے کہ آخری خفیہ اور اعلانیہ دعوت ایک تیسرا طریقہ تھا جس پر نوح علیہ السلام دعوت میں چلے، محض خفیہ اور محض اعلانیہ کے علاوہ، پس آپ جب اعلانیہ دعوت مفید ہوتی تو اعلانیہ دیتے اور جب خفیہ مفید ہوتی تو خفیہ دیتے، پھر آپ نے اس کی وضاحت کی جو وعظ انہیں اعلانیہ اور خفیہ کرتے تھے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا: یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور کفر و گناہوں سے معافی مانگو، کیوں کہ تمہارا رب توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، گناہ معاف کرتا اور توبہ قبول کرتا ہے۔ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا: بارش برسائے گا مسلسل اور کثیر تیز۔ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ: تمہارے مال اور اولاد کو زیادہ کرے گا۔ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا: یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں بڑے وسیع باغات دیں گے جن میں سایہ دار اور پھل دار درخت ہوں گے اور ان میں نہریں جاری ہوں گی۔ نوح علیہ السلام نے انہیں آسمانی و زمینی برکات کے حصول کا طریقہ بتایا، تا کہ یہ اس اللہ پر جس کے پاس ان خزانوں کی کنجیاں ہیں ایمان لے آئیں، اور انہیں اس طرح سمجھایا کہ جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ بات اس لیے کہ تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ بارشوں کا رکنا اور رزق و اولاد کا نہ ہونا ان کے کفر کی وجہ سے ہے، کیوں کہ بارش برسانا، رزق دینا اور مال و اولاد دینا صرف اکیلے اللہ کے اختیار میں ہے، لہٰذا ان کے لیے درست نہیں کہ وہ اس قادر مطلق رب کا کفر کریں اور اپنے بنائے ہوئے خداؤں کی عبادت کریں جو نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ پھر آپ نے انہیں دعوت دی جس سے ان کے جسم کانپ اٹھتے اور انہیں ایمان کی طرف نئے اسلوب بیان سے مائل کرتے ہوئے فرمایا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا: یعنی اے قوم! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بادشاہی سے نہیں ڈرتے اور اس کا رعب نہیں سمجھتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جو حق ہے اس طرح اللہ کی عظمت و تعظیم کیوں نہیں کرتے؟[3] وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا: اور تمہیں مختلف حالتوں سے پیدا کیا، پہلے نطفہ پھر علقہ پھر گوشت اور تمام عجیب حالتوں سے بڑی ہی برکت والا ہے اللہ جو بہترین انداز میں پیدا کرنے والا ہے، پھر آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل سے متنبہ کیا جو اس جہاں میں پیش آتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا: اے میری قوم کے لوگوں! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا مشاہدہ نہیں کیا اور اسے عبرت کے طور پر نہیں دیکھا اور تفکر و تدبر نہیں کیا، کیسے اللہ تعالیٰ نے جو عظمتوں والا اور بادشاہی والا ہے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر نیچے پیدا کیے اور یہ انتہائی عجیب اور مضبوط ہیں۔ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا: اور آسمان دنیا میں اللہ تعالیٰ نے چاند رکھا جو رات کی تاریکی میں زمین کو روشن کرتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ چاند آسمان دنیا میں ہے باقی تمام آسمانوں میں نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ بادشاہ عراق میں ہے تو اس کا

[1] التسہیل لعلوم التنزیل: ۴/۱۴۹ [2] البحر المحیط: ۸/۳۳۸ [3] التفسیر الطبری: ۲۹/۵۹

مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بادشاہ کی ذات عراق کے تمام حصوں میں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات عراق کے حصوں میں سے ایک حصے میں ہے، ایسے ہی یہاں ہے۔ [۱] بحر میں فرمایا: کہ چاند آسمان دنیا میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ آسمان چاند کے لیے بطور ظرف کے ہیں اور ظرف کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ مظروف سے بھر جائے جیسے آپ کہتے ہیں زید مدینہ میں ہے اور وہ اس کے ایک حصے میں ہوتا ہے۔ [۲] وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا: اور سورج کو چراغ بنایا جس سے اہل دنیا روشنی پاتے ہیں، جیسے لوگ چراغ سے اپنے گھروں میں روشنی پاتے ہیں، چوں کہ سورج کی روشنی مکمل تھی نفع حاصل کرنے میں چاند کی روشنی سے اس لیے سورج کو چراغ سے تعبیر کیا، کیوں کہ سورج کی روشنی ذاتی ہے اور چاند کو نور سے تعبیر کیا کیوں کہ اس کی روشنی ذاتی نہیں، بلکہ سورج سے مستفاد ہے اور اس کی تائید علم فلکیات سے بھی ہوتی ہے کہ سورج کی روشنی ذاتی اور چاند کی سورج سے مستعار۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے اپنے علم سے۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا:...... آفاقی دلیل دینے کے بعد یہاں پر اب دلیل نفسی دے رہے ہیں، کیوں کہ ان چیزوں کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور اللہ کی مصنوعات پر واضح دلیل ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا زمین سے جیسے نباتات پیدا ہوتے ہیں، اور تمہیں زمین کی مٹی سے بنایا جیسے نباتات زمین کی مٹی سے اگاتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: جب انسانوں کا پیدا ہونا اور نشونما حیوانی اور نباتاتی غذا کے عناصر استعمال کرنے سے پوری ہوتی ہے تو اس اعتبار سے نباتات سے مشابہ ہیں جو اپنی غذا زمین سے چوس کر حاصل کرتے اور پرورش پاتے ہیں۔ اسی وجہ سے انسانوں کی تخلیق اور نشونما کو انبات سے تعبیر کیا، یا اس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کی طرف اشارہ ہے کہ وہ زمین کی مٹی سے بنائے گئے، پھر ان سے ان کی اولاد پیدا ہوئی، لہٰذا ان کی نسبت اس طرف کرنا کہ مٹی سے پیدا ہوئے صحیح ہے۔ [۳] ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا: یعنی موت کے بعد تمہیں زمین میں دفن کیا جاتا ہے پھر قیامت کے دن تمہیں اس سے نکالا جائے گا حساب و کتاب کے لیے اور اس کی تاکید مصدر اِخْرَاجًا: سے کی اس بات کو بیان کرنے کے لیے کہ یہ یقیناً واقع ہوگا اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے جو سورت طٰہٰ، آیت نمبر ۵۵ میں ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ اسی سے تمہیں پیدا کیا اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا:...... اللہ تعالیٰ نے زمین کو وسیع اور لمبا بنایا تمہارے لیے اور تم اس میں اسی طرح الٹتے پلٹتے رہے ہو جس طرح آدمی اپنی چٹائی پر لٹتا رہتا ہے۔ تسہیل میں فرمایا: زمین کو چٹائی سے تشبیہ دی لمبا ہونے اور لوگوں کے اس پر ٹھہرنے کے اعتبار سے اور بعض حضرات نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زمین گول نہیں، لیکن اس میں نظر اور شبہ ہے۔ [۴]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ آیت میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں کہ زمین لمبی ہے گول نہیں، کیوں کہ یہ کرہ ارض اس پر بسنے والوں کو اپنے پاس مسطح ہی نظر آتا ہے، پھر گول ہونے یا نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا شرعاً لازم نہیں۔ لیکن اس کا گول ہونا یقینی امور کی طرح ہے اور بساط بنانے کا مطلب اس پر الٹنا پلٹنا ہے جس طرح چٹائی ہے۔ [۵] لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا: تاکہ تم زمین کے وسیع راستوں پر سفر کرو۔ اور جب ان کا نافرمانی پر اصرار بڑھا اور انہوں نے آگے سے قبیح ترین افعال اور باتیں کیں تو آپ نے اسے بیان کیا جیسے کہ قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ: یعنی انہوں نے میری تکذیب اور نافرمانی میں حد کردی۔

---

[۱] التفسیر الکبیر: ۳۰/۱۴۰ [۲] البحر المحیط: ۸/۳۴۰، اقول: لیس ثمة نص صریح علی ان القمر داخل السموات الا هذا النص، وقد عرفت تاویله، واذا کان القمر اقرب الکواکب الی الارض، وثبت بالنص القاطع ان الله تعالیٰ جعل الکوکب زینة للسماء وجعلها فی السماء الدنیا {ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح} فانه لا یستبعد ان یصل الناس الی القمر لانه دون السماء الاولی، کما وصلت الیه المرکبة الفضائیة فی زماننا و کما اثبت العلم الحدیث امکان ذلک فلیس ثمه محظور دینی علی غزو الکواکب والفضاء واما الوصول الی السماء واختراقها فذلک امر مستحیل ودونه خرط القتاد لان الله تعالیٰ یقول {وجعلنا السماء سقفًا محفوظا وهم عن ایاتها معرضون}۔ [۳] انظر ما کتبه العلامة ابو حیان فی تفسیرہ "البحر المحیط" ۸/۳۴۰، وتفسیر جزء تبارك للشیخ عبد القادر المغربی ص ۱۳۱ [۴] التسهیل لعلوم التنزیل: ۴/۱۵۱ [۵] روح المعانی: ۲۹/۷۶

وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا:......انہوں نے اپنے امیروں اور سرداروں کی اتباع کی ہے جن کو ان کے اموال اور اولاد نے تکبر میں مبتلا کردیا ہے، یہ ہلاک ہو گئے اور دونوں جہانوں کی سعادت سے خسارے میں رہے اور یہ بھی خسارہ میں ان کے برابر ہو گئے۔ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا: یعنی ان کے سرداروں نے ان سے بہت بڑا فریب کیا جو انتہائی بڑا تھا۔ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كُبَّارًا: مبالغہ ہے یعنی انتہائی درجے کا بڑا مکروفریب، اور یہ ان کا دین کے معاملہ مکر تھا اور لوگوں کو دین سے روکنے کا حیلہ تھا، اور حضرت نوح علیہ السلام کو تکالیف دینے کی تعریض وبرانگیختہ کرنا تھا۔[1]

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ: یعنی تم بتوں کی عبادت نہ چھوڑنا کہ نوح کے رب کی عبادت کرنا شروع کردو۔ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا: یعنی بالخصوص ان پانچ بتوں کو نہ چھوڑنا یعنی، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو، صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ ان بتوں کے نام ہیں جنہیں وہ پوجتے تھے اور ان کے ہاں یہ بہت بڑے بت ہے۔ اس وجہ سے ان کا تخصیص سے ذکر کیا۔[2] یہ ان کے کفر کی شدت اور حیلہ سازی اور مکرو فریب میں حد سے بڑھتا تھا، اور یہ مخلص آدمی کی طرح تصنع اور ملمع سازی اختیار کیے ہوئے تھے تا کہ اپنے مکروفریب کے ذریعے کمزور لوگوں کو آباؤ اجداد کی عبادت میں ثابت قدم رکھ سکیں۔ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا: اور ان کے بڑوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کیا ہے گمراہی کے راستہ کو مزین کر کے پیش کرنے میں، پھر آپ نے ان کے لیے گمراہی کی بددعا کی۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا:......اے اللہ! انہیں گمراہی وسرکشی میں مزید بڑھادے۔ مفسرین فرماتے ہیں: جب نوح علیہ السلام ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو اس وقت آپ نے بددعا کی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی تھی کہ آپ کی قوم کے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں صرف وہی مؤمن رہیں گے، باقی نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور انہیں غرق کردیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا: یعنی ان کے گناہوں اور جرائم کی وجہ اور کفر و سرکشی میں بڑھنے کی وجہ سے انہیں طوفان میں غرق کیا اور آگ میں داخل کیے، تسہیل میں فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ان کے معاملہ کی خبر ہے اور مِمَّا میں مَا: زائد ہے تاکید کے لیے، اور یہ مجرور تاکید کے لیے اس وجہ سے مقدم کیا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ انہیں غرق کرنا اور ان کو آگ میں داخل کرنا ان کے کفر اور دوسری نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے تھا۔ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا: یعنی انہیں مدد کرنے والا کوئی نہ ملا جو ان سے عذاب کو دور کرا سکے۔

ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں تعریض ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ خدا بنا رکھے تھے۔ جو ان کی مدد پر قادر نہیں اور اس میں تھکم بھی ہے۔[3] وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا: کہ زمین کی سطح پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔ تسہیل میں ہے: دَيَّارًا: کالفظ عمومی نفی کے لیے استعمال ہوا ہے، کہا جاتا ہے ''مافی الدار دیار'' یعنی گھر میں کوئی ایک بھی نہیں۔[4] پھر اس کی علت اور وجہ بیان کی۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ: اگر آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی چھوڑیں گے تو یہ تیرے بندوں کو راہ ہدایت سے گمراہ کریں گے۔ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا: اور ان کی اولاد بھی کافر و فاجر ہی ہوگی۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر یہ کہا جائے کہ نوح علیہ السلام کو کیسے پتا چلا؟ تو ہم کہیں گے استقرار اور تتبع سے، کیوں کہ آپ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے تو ان کی طبیعتوں اور عادت کو پہچان لیا، کیوں کہ آدمی اپنے بیٹوں کے ساتھ چلتے تھے تو کہتے تھے اے بیٹے! اس سے بچو، کیوں کہ یہ کذب ہے، اور میرے والد نے مجھے اس کی وصیت کی ہوئی ہے، تو بڑا مر گیا لیکن چھوٹے کی پرورش اسی طرح ہوتی، اسی وجہ سے فرمایا کہ یہ فاجر و کافر اولاد ہی پیدا کریں گے، جب آپ نے کفار کے لیے بددعا کی تو اس کے ساتھ مؤمنوں اور مسلمانوں کے لیے بھی دعا کی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: ابتدا اپنے آپ سے کی پھر والدین کے لیے اور پھر تمام مسلمانوں کے لیے، تا کہ یہ بلیغ طرح سے ہو۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا: اے اللہ! جس نے تیری نشانیوں کا انکار، رسولوں کی تکذیب کی ان کو دنیا اور آخرت میں ہلاکت اور خسارہ ہی عطا فرما۔

---

[1] روح المعانی: ۲۹/۷۶ [2] التسہیل: ۴/۱۵۱ [3] تفسیر ابی سعود: ۵/۱۹۹ [4] التسہیل: ۴/۱۵۱

بلاغت: ......سورت مبارکہ میں کئی قسم کی فصاحت وبلاغت ہے، کچھ یہ ہیں۔

اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ: ......اور جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا: اور لَيْلًا ......نَهَارًا: اور يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ: میں طباق ہے۔جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ: میں مجاز مرسل ہے کیوں کہ انگلیوں کے پورے مراد ہیں۔وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا: میں استعارہ تبعیہ ہے۔وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا: اور اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا: اور وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا: میں مصدر بطور تاکید ذکر کیا اور اسے صنعت اطناب کہا جاتا ہے۔وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا: عام کے بعد خاص کو ذکر کیا اور رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: میں خاص کے بعد عام کو ذکر کیا یہ دونوں اطناب کہلاتے ہیں۔مِّدْرَارًا، اَنْهٰرًا، وَقَارًا، اَطْوَارًا: میں سجع مرصع ہے۔

فائدہ: ......علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا: سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے کہ اس سے قبر کی آگ اور عذاب مراد ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فاء کے ساتھ عطف کیا ہے اور کوئی قرینہ نہ ہو تو فاء ترتیب کے ساتھ ساتھ تعقیب کا فائدہ دیتا ہے اور آخرت کی آگ تو عذاب کے بعد نہیں چکھی، لہٰذا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ مراد عذاب قبر ہی ہے اور یہ بڑا ہی لطیف استدلال ہے۔

سورت نوح کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد سے پوری ہوئی۔

سورۃ الجن

تعارف سورت: ...... سورت جن مکیہ ہے اور اس میں بنیادی عقیدہ وحدانیت، رسالت، بعث وجزا کا بیان ہوا ہے اور سورت کا مرکزی مضمون جنوں کے متعلق ہے اور ان کے جو خصوصی امور ہیں ان کے متعلق، ابتدا ان کی قرآن کریم سننے سے ہے اور ان کے ایمان میں داخل ہونے کا ذکر، اس سورت میں جنوں کی بعض عجیب خبروں کا ذکر بھی ہے جیسے چوری چھپے سننا، انہیں جلانے والے ستاروں شہاب ثاقب سے مارنے کا تذکرہ، اور بعض غیبی اسرار کی انہیں خبر ہونا وغیرہ۔

سورت کی ابتدا اور جنوں کے ایک گروہ کے قرآن سننے اور اس کے اثر قبول کرنے، یہاں تک کہ فوراً ایمان لاتے اور پھر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینے کا تذکرہ، ذیل کی آیات قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا: میں ہے۔

پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور پاکی جو بیان کی اس کا ذکر اور صرف اللہ ہی کو عبادت کے لائق قرار دینا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد کے قائل ہیں ان کو بے وقوف قرار دینا ذیل کی آیات وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا: میں کیا۔

پھر سورت میں جنوں کی چوری چھپے آسمانوں کی خبریں سننے، آسمان پر فرشتوں کے پہرے اور رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد جنوں پر شہاب ثاقب مارنے اور اس عجیب کیفیت پر جنات کے تعجب کرنے کا ذکر ذیل کی آیات وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا: میں کیا۔

پھر اس سورت میں جنوں کو دو قسموں میں تقسیم کافر اور مؤمن اور ان کے انجام کو ذیل کی آیات وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: میں بیان کیا۔

پھر نبی کریم ﷺ کی دعوت وتبلیغ اور جن کا آپ کے اردگرد تلاوت سننے کے لیے جمع ہونا ذیل کی آیات وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا: میں بیان کیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اللہ کے حضور خشوع وخضوع اور اخلاص عمل کو واضح اور علانیہ بیان کریں، اور آپ اپنی قوت وطاقت سے بیزاری کا اظہار کریں، ذیل کی آیات ہیں۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیب کے علم کا اختصاص، اور پوری کائنات کے علم کے احاطہ کے بیان کے ساتھ ذیل کی آیات عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا: میں کیا۔

اٰیاتُہا ۲۸ — (۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰) — رُکُوعَاتُہا ۲

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ
وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ
سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ

مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ
اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٧﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٨﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا
مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ
اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ
اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ
فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا
رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ
مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ
فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ ع ١٩ ١١
اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ
اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿٢٣﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ
عَدَدًا ﴿٢٤﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿٢٥﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى
غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِيَعْلَمَ
اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ع ٢ ١٢

ترجمہ:...... آپ فرما دیجیے کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری طرف بات سننے کے لیے دھیان دیا، پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ﴿۱﴾ جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ ﴿۲﴾ اور بہت بلند ہے ہمارے رب کی عزت۔ نہیں بنایا اس نے کسی کو بیوی اور نہ اولاد ﴿۳﴾ اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حد سے بڑھی ہوئی ہیں۔ ﴿۴﴾ اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بات نہ کہیں گے ﴿۵﴾ اور بے شک بات یہ ہے کہ بہت سے مرد انسانوں میں سے ایسے تھے جو جنات کے مردوں کی پناہ لیا کرتے تھے، تو انہوں نے ان کو تکبر میں زیادہ کیا ﴿۶﴾ اور بات یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا جیسا تم نے خیال کیا ہے کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہ فرمائے گا ﴿۷﴾ اور بلاشبہ ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرہ سے اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے ﴿۸﴾ اور بے شک ہم آسمان کے مواقع میں باتیں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے، سو جو شخص اب سننا چاہے وہ اپنے لیے ایک شعلہ تیار پاتا ہے۔ ﴿۹﴾ اور بلاشبہ ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ زمین میں ہیں ان کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے بارے میں ہدایت کا ارادہ فرمایا ہے ﴿۱۰﴾ اور بے شک ہم

میں سے بعض نیک ہیں اور بعض اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف طریقوں پر تھے۔⑪ اور بلاشبہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کو ہرا نہیں سکتے⑫ اور بے شک بات یہ ہے کہ جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے، سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آیا سو اسے نہ کسی کمی کا خوف ہے اور نہ کسی طرح کے ظلم کا۔⑬ اور بلاشبہ ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں، سو جس شخص نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا⑭ اور جو لوگ ظالم ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے⑮ اور اگر وہ راستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم انہیں فراغت پانے سے سیراب کرتے⑯ تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے وہ اسے چڑھتے ہوئے عذاب میں داخل فرمائے گا۔⑰ اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کے لیے ہیں، سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو⑱ اور بیشک بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ اسے پکارے تو یہ لوگ اس کے اوپر جمگھٹا لگانے والے بن جاتے ہیں۔⑲ آپ فرما دیجیے کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔⑳ آپ فرما دیجیے کہ بے شک میں تمہارے لیے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا مالک نہیں ہوں۔㉑ آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتا㉒ لیکن اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا میرا کام ہے اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔㉓ یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور تر ہیں اور عدد کے اعتبار سے کس کی جماعت کم ہے۔㉔ آپ فرما دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لیے کوئی مدت دراز مقرر فرما رکھی ہے۔㉕ وہ غیب کا جاننے والا ہے، سو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔㉖ ہاں! مگر جو کوئی اس کا برگزیدہ رسول ہو سو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے㉗ تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے اور جو کچھ ان کے احوال ہیں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔㉘

لغات: الرُّشْدِ: ......حق اور درستگی۔ جَدُّ: لغت میں جد کا معنی عظمت، بادشاہت، جلال اور بلند رتبہ ہونا ہوتا ہے، کہا جاتا ہے جد فلان فی عینی، اسی طرح جد قسمت اور حصہ کو بھی کہتے ہیں و ردادا کو بھی۔ حَرَسًا: یا تو حارس کی جمع ہے یا خدم کی طرح اسم جمع ہے، نگران، چوکیدار اور محافظ کو کہتے ہیں۔ قِدَدًا: قدۃ کی جمع ہے، مختلف اور الگ الگ کے معنی میں۔ شاعر نے کہا: اذھم طرائق فی اھوائھم قدد[1] غَدَقًا: کثیر اور وسیع۔ الْقٰسِطُوْنَ: راہ حق سے ہٹے ہوئے لوگ، قسط الرجل اس وقت کہا جاتا ہے جب آدمی راہ حق سے انحراف کرے۔ صَعَدًا: مشقت، سخت سزا۔ يَسْلُكْ: داخل ہونا۔ لِبَدًا: ایک دوسرے پر چڑھنا، جمگھٹا کرنا، چمٹ جانا۔ مُلْتَحَدًا: پناہ۔

جنوں کے ایمان لانے کا واقعہ قرآن سننے وجہ سے

تفسیر: قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ: ......اے محمد ﷺ آپ اپنی قوم کو بتائیں کہ مجھے میرے رب نے وحی بھیجی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے میری تلاوت قرآن سنی، اس پر ایمان لے آئے اور اسے سچا مانا اور اسلام قبول کر لیا۔ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا: جب جن اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو ان کو کہا کہ ہم نے عجیب و غریب قرآن سنا جو اپنے الفاظ کے اعتبار سے مؤثر ہے اور اسلوب بلاغت کے اعتبار سے حسین اور عجیب قسم کی حکمتوں اور وعظوں پر مشتمل ہے۔ عَجَبًا: مصدر ہے مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: کہ جب نبی کریم ﷺ نماز فجر میں تلاوت فرما رہے تھے، اس وقت جنوں نے تلاوت سنی ہے جس کا نبی کریم ﷺ کو پتا نہیں چلا اور رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع کی گئی ہے۔[1] اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ ہے اور اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۳۴۴ ہذا قول ابن عباس ویدل علیہ ما رواہ البخاری ومسلم عن ابن عباس "ما قرأ رسول اللہ علی الجن ولا راھم" الحدیث وروی عن ابن مسعود خلافہ

جنات کے متعلق سورت احقاف آیت نمبر ۲۹ میں سنایا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۝۲۹

اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے، غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آ پہنچے، کہنے لگے کہ خاموش رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے۔

بہر حال جنوں کے قرآن سننے کی خبر دینے کا مقصد قریش عرب کی ڈانٹ ہے کہ وہ ایمان سے پیچھے رہے، جب کہ جن ان سے بہتر ہیں کہ قرآن سنتے ہی فوراً ایمان لے آئے، کیوں کہ جونہی انہوں نے قرآن سنا تو اس کی عظمت کے قائل ہو گئے اور اس پر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے، برخلاف ان عربوں کے کہ جن کی زبان میں قرآن اترا تو انہوں نے تکذیب کی، مذاق اڑایا حالاں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ معجز کلام ہے اور محمد ﷺ امی ہیں، نہ پڑھے، نہ لکھے، تو انسانوں اور جنوں کے موقف میں کتنا بعد اور دوری ہے۔ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ: یہ قرآن تو حق اور درست بات کی طرف راہنمائی کرتا ہے، لہٰذا ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں۔ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا: یعنی ہم پہلے جس شرک پر تھے اس کی طرف واپس نہیں لوٹتے اور نہ ہی آج کے بعد اللہ کا شریک ٹھہرائیں گے۔ خازن نے فرمایا کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ جنوں کی یہ جماعت مشرک تھی۔[1] وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا: یعنی ہمارا رب بلند رتبہ والا ہے اس کی عظمت و جلال بلند ہے۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا: نہ تو اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد، کیوں کہ بیوی تو ضرورت کے لیے ہوتی ہے اور اولاد مانوس ہونے کے لیے، جب کہ اللہ تعالیٰ نقائص سے پاک ہیں۔ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا: یعنی ہم سے احمق اور بے وقوف جاہل اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس کی شان کے خلاف ہیں، اور حق اور اعتدال سے دور کی باتیں کرتے ہیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفیہ سے مراد یہاں شیطان ہے جو انہیں غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا تھا۔[2] وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: ہمارا خیال یہ تھا کہ نہ جنوں میں سے نہ انسانوں میں سے کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں بولتا، بیوی اور اولاد کی نسبت، لیکن جب ہم نے یہ قرآن سنا اور اس پر ایمان لائے، تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس نسبت میں وہ جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔[3] طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ جنات کی اس جماعت نے جو اس بات کا انکار کیا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹ باندھ سکتا ہے، کیوں کہ قرآن کریم سننے سے پہلے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بیوی اور اولاد مانتے ہیں ان کے جھوٹ معلوم ہونے سے پہلے پر یہی سمجھتے تھے کہ شیطان سچا ہے، لیکن جب انہوں نے قرآن کریم سنا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اس نسبت کرنے میں وہ جھوٹا ہے، اسی وجہ سے شیطان کو سفیہ اور بے وقوف کہا۔[4] وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ: بہت سارے انسان، جنوں سے پناہ مانگتے تھے۔ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا: تو ان انسانوں نے جنوں کو گناہ اور سرکشی میں اور بڑھا دیا اور گمراہ کر دیا۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب انسان کسی بیابان جگہ پر پڑاؤ ڈالتے اور انہیں اپنی جانوں کا خوف ہوا، تو کہتے ہم اس وادی اور جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں آتے ہیں اس کی قوم کے بے وقوفوں سے، تو جب جنات یہ سنتے تو اور تکبر کرتے اور کہتے کہ انسان اور جن سب سے پناہ لیتے ہیں اور اس کی وجہ سے جنوں میں تکبر اور سرکشی اور بڑھ گئی اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا: کا۔[5] وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا: یعنی انسانوں میں سے جو کافر ہیں ان کا بھی یہی خیال تھا جو اے جنوں! تمہارا خیال ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کریں گے، انہوں نے بھی بعث کا انکار کیا جس طرح تم کرتے ہو۔[6]

---

[1] تفسیر الخازن: ۴/ ۱۵۸ [2] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۹ [3] هذا خلاصة رای ابن کثیر نقلناه مع شیء من التصرف [4] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۶۸ [5] تفسیر ابی سعود: ۵/ ۲۰۰ [6] هذا هو الظاهر من سیاق الایات انه من کلام الجن لقولهم وهو اختیار الطبری، واختار بعض المفسرین انه من الوحی الذی أوحاه الله الی رسوله وان المعنی هو ان الجن کانوا ینکرون البعث کا، نکارکم یا معشر قریش، فلما سمعوا القرآن اهتدوا. فهلا اهتدیتم؟

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا:......جنوں نے کہا: ہم نے آسمان والوں کی باتیں سننے کے لیے آسمان پر جانے کی کوشش کی تو ہم نے دیکھا کہ وہ تو فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ اس کی چوکیداری کر رہے ہیں اور آگ کے شعلے ہیں جو قریب جانا چاہتا ہے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ: حالاں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے اور باتیں سنتے تھے پھر آ کر کاہنوں کو بتاتے تھے۔ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا: لیکن اب جو سننا چاہتا ہے تو وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے جو اسے جلا دیتا اور ہلاک کر دیتا ہے۔ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ: اے جنو! اب ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اہل زمین کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور نہ ہم جانتے ہیں کہ آسمان جو بھرا ہوا ہے چوکیداروں سے اور شعلوں سے، کیا اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں؟ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا: یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھلائی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر رسول بھیجنا چاہتے ہیں جو انہیں حق کی طرف راہنمائی کریں؟ یہ جنوں کی طرف سے ادب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف خیر کی نسبت کی اور شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا:......ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے فرشتے ان کو مارتے تھے اور یہی ان کی طلب کا سبب بنا، اور مشرق و مغرب میں پھیل گئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو نماز میں قرآن پڑھ کر سنا رہے ہیں، تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں جن کی وجہ سے آسمانوں کی حفاظت کی گئی اور قرآن کریم سننے کے لیے قریب ہوئے پھر اسلام لے آئے۔[1] وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ: یعنی ہم میں سے نیک لوگ بھی ہیں جو وہ اعمال کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں اور ہم وہ لوگ بھی ہیں جو نیک نہیں۔ تسہیل میں فرمایا: دُوْنَ ذٰلِكَ: سے جنوں کی مراد وہ ہیں جو کامل اصلاح یافتہ نہیں یا وہ جن میں کوئی خیر اور نیکی نہیں۔[2] كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا: ہم مختلف فرقے تھے اور ہمارے مختلف طریقے تھے، یعنی ہم میں نیک بھی تھے، بد بھی، ہم میں متقی بھی تھے اور بد بخت بھی۔ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا: ہم نے جان لیا اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر قادر ہیں اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں اسی کے قبضہ اور بادشاہت میں ہیں نہ تو بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو ہرا سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں تکلیف دینا چاہیں تو ہم اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مطلب یہ کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی آیات و نشانیوں میں غور و فکر کر کے یہ جان لیا ہے کہ ہم اللہ کے قبضے اور اس کی بادشاہت میں ہیں، نہ تو بھاگ کر اس سے چھٹکارہ ہے نہ اس کے علاوہ۔[3] پھر قرآن کریم کی آیات کے سننے سے ہدایت ملنے اور ایمان کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ: یعنی جب ہم نے قرآن کریم سنا تو اس پر بھی ایمان لائے اور جس نے نازل کیا اس پر بھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق بھی کی۔ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا: یعنی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو اسے نہ تو نیکیوں کے کم ہونے کا خوف ہوتا ہے اور نہ گناہوں کے اضافہ سے ظلم کا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسے یہ خوف نہیں کہ اس کی نیکیاں کم کر دی جائیں گی اور نہ گناہ زیادہ کرنے کا کیوں کہ بخس کا معنی نقصان اور رہق کا معنی ظلم ہے۔[4]

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ:......یعنی قرآن کریم سننے کے بعد ہم میں کچھ وہ ہیں جو اسلام لے آئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور کچھ وہ ہیں اس جنہوں نے راہ حق سے انحراف کیا اور کفر پر ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: مجرد میں قسط کا معنی انحراف کرنا ہے جب مزید میں اقسط کا معنی عدل و انصاف کرنا ہے، اور مجرد سے اسم فاعل قاسط ہے اور مزید سے مقسط اور اسی سے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ: اور قاسط کا معنی ظالم، منحرف۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا: جس نے اسلام کو بطور مذہب اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی یہی لوگ ہیں جنہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا، اور سعادت و نجات کی راہ پا لی۔ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: رہ گئے کافر راہ حق سے انحراف کرنے والے اور ایمان نہ لانے والے، تو عنقریب وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے ان سے بھی جہنم جلائی جائے گی جس طرح کے انسانوں میں سے کافروں سے جلائی جائے گی، یہاں تک جنوں کا کلام مکمل ہو گیا[5] جو ان کی قوت ایمانی، سچائی اور اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۵۵۷ [2] التسہیل: ۴/ ۱۵۳ [3] القرطبی: ۱۹/ ۱۷ [4] القرطبی: ۱۹/ ۱۲ [5] هذا هو قول الجمهور. وان الكلام بعده من كلام الله تعالى الذي أوحاه لرسوله لا من كلام الجن.

ایمان لانے پر دنیا و آخرت کی عزتیں ہیں

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو خبر دیتے ہوئے فرمایا: وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ: اگر یہ کفار ایمان لے آئیں اور اللہ کی شریعت پر استقامت اختیار کریں۔ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا: یعنی ہم ان کے رزق کو کشادہ کریں اور دنیا میں وسعت دیں اور آخرت میں حاصل ہونے والی نعمتیں تو ان کے علاوہ ہیں اور اسی وجہ سے دنیا اور آخرت کی عزتیں حاصل کریں۔ تسہیل میں فرمایا: ''الماء الغدق'' سے کثیر مراد ہے اور یہ رزق کی وسعت سے استعارہ ہے اور طریقہ سے اسلام کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اسلام پر استقامت اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق کو وسیع کر دیں، جیسا کہ سورت الاعراف آیت نمبر ۹۶ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آئے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔[1]

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ: ...... تاکہ ہم اس کے ذریعے ان کا امتحان لیں آیا شکر کرتے ہیں یا ناشکری اور کفر۔ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا: جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے اعراض کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل کریں گے جس میں کسی قسم کی راحت نہ ہوگی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صَعَدًا: سے مراد ایسا عذاب ہے جس میں راحت ہو۔[2] اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم میں ایک بلند پہاڑی ہے جس پر چڑھنے کا مکلف بنایا جائے گا جب اس کی چوٹی پر پہنچ جائے گا تو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔[3] وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا: یہ بھی اس وحی میں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ: کے الفاظ سے کی گئی ہے اور معنی یہ ہے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ مسجدیں اور عبادت گاہیں اللہ کے لیے خاص ہیں، لہٰذا ان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، اور خالص اللہ ہی کی عبادت ان میں کریں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہود و نصاریٰ جب اپنے کنیسوں (گرجے) اور بیعوں (یہود کے عبادت خانے) میں داخل ہوتے تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو حکم دیا جب بھی مساجد میں جائیں تو خالص اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کریں۔[4] وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ: اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی عبادت کے لیے کھڑے ہوئے كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا: قریب تھا کہ جن قرآن کریم سننے کے شوق میں رش کی وجہ سے ایک دوسرے پر چڑھ جاتے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ قریب تھا کہ قرآن کریم سننے کی غرض سے آپ کی نماز توڑ ڈالتے۔[5]

اللہ تعالیٰ نے صفت عبودیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت و بزرگی میں اضافہ کے لیے ذکر کی اور نام مبارک ذکر نہ کیا۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے جو آپ کو اپنے دین سے ہٹنے کا کہتے ہیں کہہ دیں: میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، اور میں اللہ کے ساتھ کسی بھی آدمی اور بت کو شریک نہیں ٹھہراتا، صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ آپ تو ایک بہت بڑی بات لائے ہیں اور سارے لوگوں کو اپنا مخالف بنالیا ہے اس سے رجوع کریں اور ہم آپ کو پناہ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔[6] قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہیے: میں اس بات پر قادر نہیں کہ تم سے کسی بھی قسم کے نقصان اور تکلیف کو ہٹا سکوں اور نہ ہی تم کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہوں اس کا مالک تو صرف اللہ رب العالمین ہے۔ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا: اور آپ انہیں یہ بھی کہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو کوئی بھی مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں اور نہ ہی میرا کوئی مددگار ہے اور نہ ہی جائے پناہ، تو میں کیسے تمہارا مطالبہ پورا کروں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملتحدًا کا معنی پناہ اور مددگار ہے۔[7] اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ: یعنی میں کوئی پناہ نہیں پاتا مگر ہاں جب میں اپنے رب کی رسالت پہنچاؤں اور تمہیں

---

[1] التسہیل: ۴/ ۱۵۴ [2] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۷۳ [3] البحر المحیط: ۸/ ۳۵۲ [4] القرطبی: ۱۹/ ۲۱ [5] البحر المحیط: ۸/ ۳۵۳ [6] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: ۴/ ۲۵۷
[7] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۷۶

نصیحت کروں اور تمہاری راہنمائی کروں، جیسا کہ مجھے میرے اللہ نے حکم دیا ہوا ہے، تو اس وقت میرا رب مجھے عذاب سے بچائے گا، جیسا کہ سورت مائدہ آیت ۶۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ

"اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیں اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔"

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے جو اللہ نے مجھ پر واجب کی ہے۔[1] وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا: یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان نہ لائے اور آیات سننے اور غور و فکر سے اعراض کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے، اس سے کبھی بھی نہ نکالا جائے گا۔ اور خٰلِدِیْنَ کو مَنْ کے معنی کے اعتبار سے جمع لایا گیا، کیوں کہ یہ لفظ مفرد ہے لیکن معنیٰ جمع ہیں۔ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ: یہاں تک کہ مشرکین عذاب کو دیکھ لیں۔ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا: تو اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ کون ان میں سے مددگاروں اور دوستوں کے اعتبار سے کمزور ہے اور تعداد اور لشکر کے اعتبار سے کم ہیں کیا یہ مشرک؟ یا مؤمن موحد؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کا ہی مددگار ہے، لہٰذا مؤمن ہی مضبوط اور قوی مددگار والے ہیں اور تعداد میں بھی زیادہ کیوں کہ اللہ بھی ان کے ساتھ ہے اور فرشتے بھی۔ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجیے مجھے معلوم نہیں کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ اس کا زمانہ قریب ہے۔ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا: یا وہ دور ہے اور اس کی مدت طویل ہے اور محدود ہے؟ مفسرین کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی جھٹلانے والوں کو جہنم کی آگ سے ڈراتے اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈراتے تو وہ بطور استخفاف کہتے ان سے پوچھو یہ عذاب کب آئے گا؟ اور قیامت کب قائم ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں کہو: مجھے اس کے وقت کا علم نہیں آیا کہ قریب ہی ہے یا دور؟ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا: جو کچھ نظروں سے پوشیدہ اور غائب ہے اللہ تعالیٰ ہی اسے جانتے ہیں اور غیب پر اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کرتے۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ: مگر جن کو اللہ نے چن لیا اور اپنی رسالت و نبوت کے لیے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر غیب میں سے جو چاہتے ہیں ظاہر کر دیتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے بعض رسولوں ہی کو غیب پر مطلع کرتے ہیں، کیوں کہ انہیں بعض غیب بتاتے ہیں تاکہ ان کا معجزہ ہو، کیوں کہ رسول کی تائید معجزات سے کی گئی ہے اور ان میں سے بعض غیب کی خبریں بھی ہیں۔ جیسا کہ سورت آل عمران آیت نمبر ۴۹ میں عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا (کر) آتے ہو اور جو رکھ آتے ہو۔

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا:...... یعنی اللہ تعالیٰ رسول کے آگے پیچھے فرشتوں کو اور نگرانوں کو بھیجتے ہیں جو جنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور جو علم غیب اللہ تعالیٰ رسولوں کو دیتے ہیں اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے حفاظت کے لیے فرشتوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جنوں سے ان کی حفاظت کریں۔[2] لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ: تاکہ ظاہری طور پر بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اس سب کو جانتے ہیں۔ کہ فرشتوں نے بحفاظت وحی پہنچا دی، کمی زیادتی کے علاوہ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی حفاظت فرشتوں سے کرواتے ہیں تاکہ رسالت کی اشاعت آسانی سے ہو سکے، اور جو وحی نازل کی اس کی حفاظت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ جان لے کہ رسول نے وہ رسالت ادا کر دی اور اس بات کے باوجود کے اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو ان کے ہونے سے پہلے ہی یقیناً جانتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔[3] وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ یعنی رسولوں کے

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۰ [2] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۷۷ [3] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۱

آس پاس جو چیزیں ہیں اس کے علم نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے، اس پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں ان کے معاملات میں سے۔ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا: یعنی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں شمار شدہ ہیں، زمین سے پیدا ہونے والی آسمان سے اترنے والی بارش، ریت، درختوں کے پتے، سمندروں کی جھاگ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور کوئی معاملہ اس سے مخفی نہیں تو کیسے اس کا علم رسولوں کی رسالت اور وحی پر محیط نہ ہوگا، جس کی تبلیغ کا حکم دیا ہوا ہے؟ اور رسولوں کے لیے کیسے ممکن ہے کہ اس رسالت میں کوتاہی کریں اس میں کمی زیادتی تحریف وتبدیلی وغیرہ، حالاں کہ اللہ تعالیٰ سب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، تمام بڑی چھوٹی چیزیں اس کی گنتی اور سمار میں ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۵۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۵۹

"اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔"

بلاغت:......سورت مبارکہ کئی طرح کی بلاغت وبدیع پر مشتمل ہے، جن میں سے مختصر اذیل میں ہے۔

قُرْاٰنًا عَجَبًا:......میں مصدر برائے مبالغہ ہے یعنی حسن ایجاز میں عجیب۔ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا: میں طباق سلب ہے، کیوں کہ ایمان، شرک کی نفی ہے۔ نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ: میں جناس الاشتقاق ہے نَقْعُدُ اور مَقَاعِدَ: میں لطیف اشتقاق ہے۔ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا: میں ایک بلند ترین اسلوب ہے کہ خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی لیکن شر کی نہیں کی گئی خالق کے ادب میں۔ اور دوسرے لفظ شر اور رشد میں معنی طباق ہے۔ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ: اور ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا: اور الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ: کے درمیانی طباق ہے۔ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا: میں بڑا لطیف استعارہ ہے۔ مختلف مذاہب کے لیے طرائق کے لفظ کو استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اَحَدًا، وَلَدًا، رَصَدًا، رَشَدًا، صَعَدًا، عَدَدًا سجع مرصع ہے (یعنی آخری حروف یکساں ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق ومدد سے سورت جن کی تفسیر مکمل ہوئی۔

سورہ المزّمل

تعارف سورت :..... سورت مزمل مکی سورت ہے اور اس میں رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں، مثلاً اطاعت، قیام اللیل، کتاب اللہ کی تلاوت وغیرہ کا ذکر ہے اور سورت کا مرکزی محور رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے اسی وجہ سے اس کا نام "مزمل" رکھا گیا۔

سورت کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کو بڑی ہی شفقت ولطف وعنایت والی پکار وندا سے ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا لطف ورحمت اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر ظاہر ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے ذیل کی آیات میں کیا:

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴿٤﴾

پھر سورت میں وحی کے ثقل اور اس بوجھ کا موضوع بیان ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکلف بنایا تھا، تاکہ آپ لوگوں میں اس کی تبلیغ چستی اور کوشش سے کریں، اور اس پر روحانی مددرات کو عبادت کر کے حاصل کریں۔ ذیل کی آیات اسی سلسلہ میں ہیں:

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾

پھر سورت مبارکہ رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی تکلیفوں پر صبر کرنے اور خوبصورتی سے ان سے الگ ہونے کا حکم دیتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لیں۔ ذیل کی آیات اسی سلسلہ میں ہیں۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے عذاب اور قیامت کے دن بیڑوں کی وعید سنائی ہے کہ اس دن کی ہولناکی اور سختی ایسی ہوگی جس میں بچوں کے بھی بال سفید ہو جائیں۔ ذیل کی آیات میں اسی کا تذکرہ ہے۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾

اور سورت مبارکہ کا اختتام اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول اور مؤمنوں پر رات کے قیام میں تخفیف اور کمی ان کے ساتھ احسان اور رحمت کی وجہ سے کی۔ تاکہ رسول اللہ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم زندگی کے لیے بھی کچھ وقت فارغ کریں۔ ذیل کی آیات اسی سلسلہ میں ہیں:

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

آیاتها ۲۰ | (۷۳) سُورَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۳) | رکوعاتها ۲

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ
تَرْتِيلًا ﴿٤﴾ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِي
النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ رَّبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا
هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي

النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا ﴿١١﴾ اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِيۡمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿١٣﴾ يَوۡمَ تَرۡجُفُ
الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِيۡبًا مَّهِيۡلًا ﴿١٤﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَاۤ
اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿١٥﴾ فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ﴿١٦﴾ فَكَيۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ
كَفَرۡتُمۡ يَوۡمًا يَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِيۡبَا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿١٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ
فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿١٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ ع ١٩ ١٢
وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ
فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ
يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ وَاَقِيۡمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ
اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿٢٠﴾ ع ٢ ١٢

ترجمہ:...... اے کپڑوں میں لپٹنے والے! ① رات کو قیام کرو، مگر تھوڑی سی رات، ② یعنی آدھی رات یا آدھی سے کچھ کم ③ یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ ④ بیشک ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں۔ ⑤ بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب زیادہ مشقت والا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک طرح ادا ہوتی ہے۔ ⑥ بلاشبہ دن میں آپ کو زیادہ کام میں مشغولیت رہتی ہے۔ ⑦ اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں ⑧ وہ مشرق کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، سو اپنے کام سپرد کرنے کے لیے صرف اسی کو اپنا کارساز بنائے رہو۔ ⑨ اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجیے ⑩ اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو نعمت والے ہیں چھوڑ دیجیے اور انہیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجیے۔ ⑪ بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے ⑫ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ ⑬ جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا تودہ بن جائیں گے جو ڈھلا جا رہا ہو۔ ⑭ بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ ⑮ سو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے سخت پکڑ لیا۔ ⑯ سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ ⑰ آسمان پھٹ جائے گا اس میں اُس کا وعدہ کیا ہوا ہے، ⑱ بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے، سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔ ⑲ بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت رات کے دو تہائی حصہ کے قریب اور آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں اور اللہ رات اور دن کو مقدر فرماتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے سو اس نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو تم قرآن سے اتنا حصہ پڑھ لو جو آسان ہو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض آدمی ہوں گے اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے، سو تم قرآن میں سے اتنا حصہ پڑھ لیا کرو جو آسانی سے پڑھا جا سکے اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دے دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے، اس سے اچھا اور خوب بڑے ثواب والا اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اور

مہربان ہے۔ (۲۰)

لغات: الْمُزَّمِّلُ:...... کپڑا اوڑھنا، جب کوئی کپڑوں میں لپٹ جائے تو کہتے ہیں تزمل بشوبہ، اور جب کسی دوسرے کو کپڑوں میں لپیٹے اور چھپائے تو کہتے ہیں زمل غیرہ، امرؤالقیس نے کہا: کبیر اناس فی بجاد مزمل۔[1] سَبْحًا: معاشی امور کی انجام دہی کے لیے گھومنا۔ سبح کا اصل معنی پانی پر تیرنا آتا ہے، اسے زندگی کے امور کی انجام دہی کے لیے بطور استعارہ کہا گیا ہے۔ اَنْكَالًا: نکل کی جمع ہے مجرم کو قید کرنے کے لیے جو بڑی بیڑی استعمال ہوتی ہے اسے کہتے ہیں۔ مَّهِيْلًا: گرایا جانے والا ریت، اہل لغت کہتے ہیں: مہیل وہ ریت ہے کہ جب اس پر قدم رکھا جائے تو پھسل جائے اور جب اسے نیچے سے پکڑیں تو بہہ جائے اور مھیل کی اصل مھیول ہے جیسے مکیل کی اصل مکیول ہے۔ وَبِيْلًا: سخت، بدانجام۔

تفسیر: يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ:...... اے کپڑوں میں لپٹے والے! اس کی اصل متزمل ہے۔ اور آپ ﷺ کو اس صفت يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ: سے خطاب کرنے میں مایوس کرنا اور شفقت و مہربانی سے پیش آنا ہے۔ سہیلی نے کہا: عربوں کی عادت ہے جب وہ مخاطب کی دل داری کرنا چاہتے ہیں اور سرزنش چھوڑتے ہیں تو اسے وقتی حالت اور اس مخصوص صفت سے پکارتے ہیں جس میں وہ ہوتا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد۔ جب آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مٹی پر سو گئے تھے اور آپ کے پہلوؤں پر مٹی تھی۔ قم ابا تراب، اے ابوتراب! اٹھو، اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دل داری کر رہے ہیں اور سرزنش نہیں کر رہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہر رات کو کپڑے لپیٹ کر سونے والے کو تنبیہ ہے تاکہ وہ قیام اللیل کے لیے بیدار ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، کیوں کہ یہ ایسا اسم ہے جو فعل سے مشتق ہے اس میں مخاطب اور ہر وہ شخص شریک ہے جو اس صفت سے متصف ہو۔[2] اور اس کپڑے اوڑھنے کا سبب وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ جب غار حرا میں نبی کریم ﷺ پر جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے، ابتدائے وحی کے وقت، تو آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے سخت سردی محسوس کرتے ہوئے، اور فرمایا: زملونی زملونی مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اور اس کو تفصیلاً بیان فرمایا جو کچھ پیش آیا تھا۔[3] تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ: اے کپڑوں سے لپٹنے والے اور گھر کے ایک کونے میں آرام فرمانے والے! اور یہ راحت اور سکون کے مشابہ ہے اور اہم امور میں مشغولیت کا تخلص ہے۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا: یعنی کپڑوں کو لپیٹنا چھوڑ دیجیے اور رات کی نماز کے لیے چست ہو جائے اور اس میں کچھ ساعتیں اپنے رب کی عبادت کے لیے قیام کیجیے تاکہ آپ اہم اور بڑے کام کے لیے مستعد ہو جائیں، مشقت والے امور اور وہ دعوت و تبلیغ ہے اور دین جدید کی بصیرت پیدا کرنا، پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو مقدار مناسب ہے اسے بیان کیا۔ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ: یعنی نماز اور عبادت کے لیے نصف رات قیام کیجیے یا نصف سے کچھ کم یا نصف سے کچھ زیادہ اور مراد یہ ہے کہ یہ وقت کافی ہے اس طور پر تہائی رات سے کم نہ ہو اور دو تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قُمِ الَّيْلَ: کے حکم کی وجہ سے رات کا قیام رسول اللہ ﷺ پر فرض تھا پھر فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ: کے ذریعے منسوخ ہو گیا اور اس فرضیت اور نسخ کے درمیان ایک سال کا وقفہ ہے۔[4] اور یہی وہ سورت ہے جس کے آخری حصہ نے اول حصہ کو منسوخ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر رحم فرماتے ہوئے تخفیف نازل فرمائی۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۔ یہ آیت وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا: اور رات کے قیام میں قرآن خوب صاف صاف پڑھو، تاکہ فہم قرآن اور تدبر میں معاون ہو، خازن نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے رات کے قیام (تہجد) کا حکم دیا تو ساتھ ہی ترتیل سے پڑھنے کا بھی حکم دیا تاکہ نمازی حضور قلب اور غور و فکر سے آیات کے حقائق اور معانی میں غور کرنے پر قادر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ذکر پر پہنچنے سے دل کی گہرائیوں سے اللہ کی عظمت و جلال کو محسوس کرے، اور وعد و وعید کے ذکر کے وقت امید اور خوف حاصل ہو اور قصص اور مثالوں کے ذکر پر عبرت حاصل ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے اس کا دل روشن و منور ہو، اور جلدی قرأت کرنا معانی پر اطلاع نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ ترتیل کا مقصد قرأت کے وقت

[1] البحر المحیط: ۸/ ۵۸ [2] القرطبی: ۱۹/ ۳۳ [3] راجع صحیح البخاری (باب اول نزول الوحی) [4] التفسیر الکبیر للرازی: ۳۰/ ۱۷۱

دل حاضر رکھنا ہے۔[۱] نیند چھوڑنے، رات کے قیام اور تدبر و تفکر قرآن کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ ان تین امور کے سبب کے بیان کی طرف منتقل ہوئے جو انتہائی مشکل ہے۔ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا یعنی اے محمد ﷺ ہم آپ پر ایک عظیم کلام نازل کرنے والے ہیں جس کا رعب اور جلال بھی ہے کیوں کہ دو رعلوم کا کلام ہے۔ امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثقیل ہونے کا مطلب جلیل القدر پر عظمت ہونا ہے اور ہر وہ چیز جو عظیم الشان ہو وہ ثقیل ہوتی ہے اور یہی معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا ہے یعنی کلام عظیم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے قرآن کریم کے اوامر اور نواہی ہیں جو کہ مکلفین پر بھاری ہیں، اور میرے ہاں الفاظ کا ربط ہے کہ جب آپ کو رات کی نماز کا حکم دیا تو گویا کہا کہ میں تجھے رات کی نماز کا حکم دیتا ہوں کیوں کہ آپ پر بھاری کلام نازل کرنا ہے اور ضروری ہے کہ آپ اپنے آپ کو اس عظیم کلام کے لیے تیار کریں، اور یہ رات کی نماز سے ہوگا، کیوں کہ انسان جب رات کی تاریکی میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور اس کے سامنے ذکر اور عاجزی کرتا ہے تو اس کا نفس اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کے لیے تیار ہوتا ہے۔[۲]

میں کہتا ہوں یہ معنی قیام اللیل اور تلاوت کے درمیان ربط میں لطیف ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکلف بنایا تھا کہ وہ لوگوں کو دین جدید کی طرف دعوت دیں، اس میں نفس پر انتہائی شاق حکم ہیں اور انہیں شریعت اور احکام شریعت پر عمل کا مکلف بنائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کی تکالیف مجاہدہ نفس کی محتاج ہوتی ہیں، کیوں کہ اس دین میں انہیں ایسے عقائد چھوڑنے کا حکم ہے جن سے وہ مانوس ہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کی عادات جو انہیں وراثت میں ملی ہیں انہیں ترک کرنے کا حکم ہے، لہٰذا اے محمد ﷺ آپ اپنے آپ کو بہت سارے سنگینیوں پر اس دعوت کے راستے میں پیش کرنے والے ہیں، اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر ابھارنے والے ہیں، تو پھر اس عظیم کلام کو اس طرح کیسے کہا جاسکتا ہے جب آپ کپڑے لپیٹ کر راحت و سکون میں ہوں اور مشقت سے دور ہوں اور طویل عبادت سے مجاہدہ، کثرت تہجد اور قرآن کی آیات کا پڑھنا اور انہیں سمجھنا نہ ہو؟ تو پھر اپنے بستر کو خیر آباد کہیں۔ اور رات کا بڑا حصہ اپنے رب سے مناجات میں گزاریں تاکہ دعوت کی مشقتیں برداشت کر سکیں، اور اس دین جدید کی بشارت سنا سکیں، کیا ہی عجیب انداز ہے توجہ دلانے کا جس سے نبی کریم ﷺ کا دل بیدار ہو گیا، تو آپ نے کوشش و عمل میں پھرتی دکھائی، اور اپنے رب کے سامنے اتنے کھڑے ہوتے کہ قدم مبارک پر ورم آ جاتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رات کے جاگنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ: یعنی رات کی ساعتیں اور اوقات جن میں فراغت وصفائی قلب ہوتی ہے جو بندے کو بیدار کرتی اور عبادت و اطاعت پر لگاتی ہیں اور رات کے گزرنے کے بعد اسے بیدار کرتی ہیں۔ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً: یہ نمازی پر بھاری ہیں بنسبت دن کی نماز کے، کیوں کہ رات سونے اور آرام کے لیے بنائی گئی ہے اور رات کو قیام کرنا نفس پر سخت اور قلیل ہوتا ہے اور اس مشکل مشق کا فائدہ یہ ہے کہ نفوس مضبوط ہوں اور عزائم سخت ہوں، اور بدن مضبوط ہو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے دشمنوں پر حملہ کرنا قوی اور مضبوط بدن کا محتاج ہے۔ وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًا یعنی بات خوب ٹھیک ہوتی ہے، کیوں کہ رات میں آوازیں ٹھہر جاتی ہیں، اور حرکتیں ختم ہو جاتی ہیں، تو نفس صاف، اور ذہن جمع کرنے والا ہوتا ہے، کیوں کہ رات کے وقت آوازوں کا بند ہونا، اور انسان کا سکون، نفس کے لیے غور و فکر میں معاون ہے، اور قرآن کریم کے اسرار اور مقاصد کے سمجھنے میں مددگار ہے۔ اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا: کہ دن کے وقت زندگی کے معاملات میں آپ کی مشغولیت زیادہ ہے، لہٰذا رات کا وقت تہجد اور عبادت کے لیے مختص کریں۔ تسہیل میں فرمایا: سبح کا مطلب کام کاج میں مشغول ہونا ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ دن آپ کے کاموں کے لیے کافی ہے رات کو عبادت کے لیے فارغ کر لیں۔[۳] جب بطور تمہید کے یہ خطاب الٰہی پورا ہوا جو دعوت کے لیے مفید ہے تو حکم رسول اللہ کو دعوت پہنچانے اور اس کی تعلیم اور عملی طور پر دعوت کا طریقہ بیان فرمایا: وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا: یعنی اپنی دعوت کے لیے اللہ تعالیٰ کے دن رات ذکر سے مدد حاصل کیجیے، اور سب سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس پر توکل کیجیے، اور اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کریں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کریں اور سب سے قطع تعلق

---

[۱] تفسیر الخازن: ۴/ ۱۶۵ [۲] التفسیر الکبیر للرازی: ۲۹: [۳] التسہیل: ۷/ ۱۵۷

ہوجائیں اور اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کریں جب کہ آپ اپنے کاموں سے فارغ ہوجائیں۔[۱] رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا: یعنی وہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق کے معاملات میں تصرف کرنے والا ہے وروہی مشرق ومغرب کا مالک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود اور رب نہیں، اسی پر بھروسہ کیجیے اور اپنے معاملات اسی کے سپرد کیجیے۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ: ان بے وقوف جھٹلانے والوں کی تکالیف پر صبر کیجیے اور آپ کے بارے میں جو کہتے ہیں، جادوگر، شاعر یا مجنون ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تیرا مددگار ہے۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا: انہیں چھوڑ دیجیے، نہ ان کو کوئی تکلیف دیں اور نہ برا بھلا کہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: ھجو جمیل یہ ہے کہ اس میں عتاب اور سرزنش نہ ہو۔[۲] اور نہ اس میں تکلیف کا شائبہ ہو نہ گالی گلوچ، اور یہ حکم جہاد وقتال کے حکم سے پہلے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ: پھر اللہ تعالیٰ نے قتال اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں مؤمن کم تھے اور کمزور تھے، لہٰذا انہیں صبر اور رات کے مجاہدے کا حکم دیا تھا، اس میں حکمت یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں مومن کم تھے اور کمزور تھے، لہٰذا انہیں صبر اور رات کے مجاہدے کا حکم دیا تا کہ اس روحانی تربیت سے وہ دشمنوں سے لڑنے پر قادر ہوجائیں اور ان کی تعداد زیادہ ہوجائے اور سرکشی کے سامنے کھڑے ہوسکیں، بہرحال اس مرحلہ تک پہنچے سے پہلے صبر اور صرف زبان سے دعوت پر اکتفا کا مناسب تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کے سرداروں کو تہدید اور وعید سناتے ہوئے فرمایا وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ: اے محمد! مجھے اور ان جھٹلانے والا کو چھوڑ دو جو مالدار ہیں اور دنیا کی ناز ونعمت میں ہے اور اکڑ والے ہیں، میں آپ کے لیے کافی ہوں ان کے شر کے مقابلہ میں صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے چھوڑ دیں میں ان سے بدلہ لوں گا، اور ان کی شفاعت نہ کیجیے، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تعظیم اور قدردانی ہے۔[۳] وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا: یعنی ان کو تھوڑے دنوں کے لیے مہلت دیجیے یہاں تک کہ شدید عذاب انہیں ملے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک مہلت دی تھی جب آپ مکہ سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کردیا جو عام عذاب تھا، پھر بدر میں سرداران قریش قتل کروائے یہ عذاب خاص تھا۔[۴] پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت کا جو عذاب ان کے لیے تیار کر رکھا ہے اسے بیان فرمایا اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا: یعنی ان کے لیے ہمارے پاس آخرت میں بہت بوجھل بیڑیاں ہیں جن میں انہیں قید کیا جائے گا، اور جہنم کی آگ ہے جس میں وہ جلیں گے۔

تسہیل میں فرمایا: انکال، نکل کی جمع ہے، لوہے کی بیڑی کو کہتے ہیں، اور یہ بھی روایت ہے یہ آگ کی سیاہ بیڑیاں ہیں۔[۵] وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ: اور انتہائی ناپسندیدہ گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور یہ زقوم اور ضریع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آگ کے کانٹے ہیں جوان کے حلق میں پھنس جائیں گے، نہ تو نگل سکیں گے نہ ہی نگل سکیں گے۔ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا: اور دردناک عذاب جو بیڑوں وغیرہ سے علاوہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کا وقت ذکر فرمایا يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ: جس دن زمین ہلنے لگے گی اور اس پر رہنے والے سخت قسم کی حرکت کریں گے اور تمام پہاڑ بھی اور یہ قیامت کا دن ہے۔ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا: اور پہاڑ اپنی مضبوطی کے باوجود گرنے والے ریت کی طرح ہوجائیں گے حالاں کہ جامد اور مضبوط ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا: پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہوجائیں گے، اور پھر اس کے بعد وہ بالکل اڑ جائیں گے اور ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔[۶] جیسا کہ سورت طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾

"اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرمادیجیے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑادے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان کردے گا، کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کا تذکرہ فرمایا جو مشرکین کے لیے تیار کیا ہوا ہے اور ان کی جگہ جو کہ جہنم ہے اور اس میں بیڑیاں، زقوم اور وقت

---

[۱] مختصر تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۴ [۲] کذا قال ابن کثیر: ۳/ ۵۶۴ [۳] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: ۴/ ۲۶۰ [۴] حاشیۃ الصاوی: ۴/ ۲۶۰ [۵] التسہیل لعلوم التنزیل: ۴/ ۱۵۸

[۶] تصر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۵

زمین کا ہلنا اور جو اس پر ہیں ان کا ہلنا اور اس سے اللہ جھٹلانے والوں کو تھرّہ یدستا رہے ہیں کہ یہ تمام انجام ان کے ہوں گے اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب پر رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں باغی امتوں کے بارے میں بتاتے ہیں جو ان سے پہلے گزری ہیں، کہ انہوں نے کیسے نافرمانی اور سرکشی کی اور ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا، اور ان کے لیے فرعون کی مثال بیان فرمائی۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ: اے اہل مکہ! ہم نے تمہاری طرف محمد ﷺ کو مبعوث کیا جو تمہارے اعمال کا مشاہدہ کرنے والے ہیں، اور تمہارے کفر اور سرکشی کی گواہی دینے والے ہیں۔ کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا: جیسا کہ ہم نے سرکش فرعون کی طرف اولوالعزم رسولوں میں سے رسول بھیجا اور یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ خازن نے فرمایا: تمام امتوں میں سے فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا، کیوں کہ محمد ﷺ کو اہل مکہ نے تکلیف پہنچائی اور استہزا کیا، کیوں کہ آپ ان میں سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو تکالیف پہنچائی کیوں کہ ان کی پرورش اس نے کی تھی۔[1] فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ: یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ پر ایمان نہ لایا اور ان کی نافرمانی کی جس طرح اے قریش! تم نے محمد ﷺ کی نافرمانی اور تکذیب کی۔ فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا: ہم نے اسے ہلاک کیا بڑی بری اور سخت طرح، جو تصور کی حدود سے باہر ہے، اور یہ اسے قوم سمیت غرق کرنا ہے۔ ابوسعود نے فرمایا: اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو عذاب انہیں پہنچا یہی عذاب عنقریب ان کو بھی ملے گا، اور وبیل کا معنی بوجھل، سخت اور بدانجام ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے فرعون کی پکڑ کا ذکر کیا کہ اس کی بادشاہت اور غرور اسے عذاب سے نہ بچا سکا۔

کفار مکہ کو قیامت کی ہولنا کی سے ڈرانے کا ذکر

تو اس کے بعد لوٹ کر کفار مکہ کو قیامت اور اس کی ہولنا کیاں یاد کرواتے ہیں کہ جس طرح فرعون سے عذاب نہیں ٹلا اسی طرح ان سے بھی نہیں ٹلے گا۔ فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا: اے قریش کے گروہ! تم کیسے نہیں ڈرتے اور خوف نہیں کرتے اس بھیانک دن کا اگر تم نے کفر کیا اور اللہ پر ایمان نہ لائے؟ اور اس پُر ہیبت دن سے تم کسی طرح بچ جاؤ گے جس میں شدت ہولنا کی اور سختی کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس دن کی سختی اور ہولنا کی کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو کہیں گے اپنی اولاد میں سے آگ والوں کو نکالو! ایک ہزار میں سے نوسو ننانویں، تو اس وقت ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔[3] پھر مزید اس کی شدت اور ہولنا کی بیان کی: اَلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِہٖ: اس ہولناک اور بھیانک دن کی وجہ سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ کَانَ وَعۡدُہٗ مَفۡعُوۡلًا: یعنی اللہ تعالیٰ کا اس دن کے آنے کا وعدہ واقعتاً پورا ہونے والا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اِنَّ ہٰذِہٖ تَذۡکِرَۃٌ: یعنی یہ ڈرانے والی آیات جن میں زجر و توبیخ ہے وعظ اور لوگوں کے لیے عبرت ہیں۔ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا: پس لوگوں میں سے جو غافل اور بھولے ہوئے ہیں اگر وہ وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے نصیحت حاصل کر لیں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستہ پر چلیں، کہ ایمان اور طاعت اختیار کریں تو اسباب موجود ہیں، اور عبادت کے راستے واضح ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس میں ایمان و اطاعت پر ابھارا گیا ہے اور نیک اعمال کی ترغیب دی گئی ہے تا کہ آخرت کے لیے ذخیرہ ہو، پھر سورت کی ابتدا جن آیات قیام اللیل والی سے ہوئی تھی انہیں کا دوبارہ تذکرہ ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَہٗ وَثُلُثَہٗ وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ: یعنی اے محمد ﷺ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں دو تہائی رات سے کم وقت کے لیے، کبھی کو نصف رات، اور کبھی تہائی رات، جیسا کہ سورت الذاریات آیت نمبر ۱۷۔۱۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

”وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے۔“

[1] تفسیر خازن: ۴/ ۱۶۹ [2] تفسیر ابی سعود: ۵/ ۲۰۵ [3] الطبری: ۲۹/ ۸۶ مختصر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۵

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ:......یعنی اللہ تعالیٰ ہی دن رات کی مقدار کو جاننے والے ہیں اور اس کے اجزا اور ساعتوں کو اور ان کی ساعتوں میں اندھیرے میں جو تم اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے عبادات کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں، وہی اللہ دن اور رات کے معاملات کا چلانے والا ہے۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ: اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم پوری رات یا رات کا اکثر حصہ عبادت نہیں کر سکتے، تم پر رحم کیا اور تخفیف اور کمی کر دی۔ طبری نے فرمایا: تمہارا رب جانتا ہے کہ تم پوری رات قیام کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا تم پر عنایت کرتے ہوئے اس میں کمی کر دی۔[1] فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ: تم تہجد جتنے آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو، نماز کو قرات سے اس لیے تعبیر کیا کیوں کہ قرأت نماز کے اجزا میں سے ایک جز ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تہجد کی فرضیت ختم ہو گئی اور ان کے لیے بطور مستحب اور نفل ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی فرضیت باقی رہی۔[2] پھر اللہ تعالیٰ نے اس تخفیف کا سبب بیان فرمایا: عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى: یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم میں سے بعض لوگ بیماری کی وجہ سے تہجد نہیں پڑھ سکیں گے، لہٰذا رحمت کی وجہ سے تم پر تخفیف کر دی۔

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ:......اور کچھ تجارت اور تلاش معاش کے لیے سفر کریں گے وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: اور کچھ تم میں سے مجاہدین ہوں گے جو اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کی اشاعت کے لیے جہاد کریں گے اور ان تینوں قسم کے لوگوں پر تہجد مشکل ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان عذروں کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے اس کے بندے تہجد نہیں پڑھ سکتے یعنی مرض، سفر تجارت، اور جہاد فی سبیل اللہ پھر قرات قرآن میں آسانی کا حکم دوبارہ ذکر کیا تخفیف کی تاکید کے لیے۔ امام رازی نے فرمایا: بیمار تو اس لیے کہ ان کے لیے بیماری کی وجہ سے تہجد پڑھنا ممکن نہیں، مسافر اور مجاہد اس لیے کہ دن کو وہ مشقت والے اعمال میں مشغول رہیں گے اگر وہ رات کو بھی نہ سوئیں تو اسباب مشقت ان پر پے در پے آئیں گے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی اور ان کے حق میں تہجد منسوخ ہو گئی۔[3]

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ:......یعنی آسانی سے جتنے تہجد پڑھ سکتے ہو پڑھو اور اپنی نماز میں جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھو۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ: اور فرض نمازیں مکمل طریقے سے پڑھو اور جو زکوٰۃ تم پر فرض ہے وہ مستحقوں تک پہنچاؤ۔ مفسرین فرماتے ہیں: بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ جہاں قرآن میں نماز کا حکم ہو وہاں زکوٰۃ کا نہ ہو، کیوں کہ نماز دین کا ستون ہے بندے اور رب کے درمیان، اور زکوٰۃ بھی دین کا ستون ہے۔ اس کے اور اس کی بھائیوں کے درمیان، اور نماز بدنی عبادات میں سے سب سے بڑی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادتوں میں سے سب سے بڑی ہے۔ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: یعنی اچھائی اور نیکی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے صدقہ کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے زکوٰۃ کے علاوہ باقی تمام صدقات مراد ہیں جیسے صلہ رحمی، مہمان نوازی وغیرہ۔[4] وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ: اے لوگو! نیکی اور خیر کے کاموں میں سے جو کام بھی تم کرو گے تو اس کا اجر و ثواب اپنے رب کے پاس پاؤ گے۔ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا: یعنی یہ اجر و ثواب قیامت کے دن تم پاؤ، یہ تمہارے لیے دنیا میں نیک اعمال کی بہتری ہے، کیوں کہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ: اپنی تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو، کیوں کہ انسان بہت کم کوتاہی سے بچتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والے اور وسیع رحمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورت کا اختتام خرچ کرنے والوں کی راہنمائی سے کیا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں کیوں کہ بسا اوقات خرچ کرنے میں نیت خالص نہیں ہوتی، یا قرض دینے میں عمل اچھا نہیں ہوتا، اور خرچ مصارف میں نہیں ہوتا، یا ایسی جگہوں پر خرچ ہو جاتا ہے جہاں کوئی غرض ہوتی ہے لہٰذا یہ اختتام خرچ کرنے کے موضوع کے مناسب ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے بہت ہی واضح انداز میں قرآن کریم اتارا۔

---

[1] تفسیر الطبری: ۲۹/۸۸ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/۱۸۷ [3] التفسیر الکبیر: ۳۰/۱۸۷ [4] تفسیر الخازن: ۴/۱۷۱

بلاغت:......سورت کئی طرح کی بلاغت پر مشتمل ہے، کچھ یہ ہیں:

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ: ...... کے درمیان اور الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: کے درمیان اور الَّيْلَ وَالنَّهَارَ: کے درمیان صنعت طباق ہے۔
اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا: میں جناس الاستقاق ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا: اور وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا: اور فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا: میں فعل کی تاکید مصدر کے ساتھ ایضاح وبیان کے لیے کی گئی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا: ......میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہے، اگر اصل پر چلا جاتا تو اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ: ہوتا اور التفات کا مقصد توبیخ اور ڈانٹ ہے ایمان نہ لانے پر۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ: میں مجاز مرسل ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ: میں خاص کے بعد عام کا ذکر ہے، نماز اور زکوٰۃ کے تذکرے کے بعد تمام صدقات کا تذکرہ عمومی انفاق کے لیے ہے۔ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: میں استعارہ تبعیہ ہے، فقراء ومساکین پر احسان کرنے کو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے تشبیہ دی۔ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا: میں سجع مرصع ہے۔

سورت مزمل کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد سے مکمل ہوئی۔

سورۃ المدثر

تعارف سورت: ......سورت مدثر مکیہ ہے اور اس کی شان اور حالت وہی ہے جو اس سے پہلی سورت، سورت مزمل کی ہے، اس میں بھی رسول اعظم ﷺ کی ذاتی اور شخصی اصلاح کا بیان ہے، اسی وجہ سے اسی کا نام مدثر رکھا گیا۔

سورت کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کو دعوت و انذار کے لیے کھڑے ہونے کے حکم سے ہے اور کفار کی تکالیف پر صبر کرنے کا حکم ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔ ذیل کی آیات

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦

اسی سلسلے میں ہیں۔ پھر سورت ان مجرموں کو ڈراتی اور دھمکی دیتی ہے اس بھیانک اور سخت دن کی جس میں ان کے لیے کوئی راحت نہیں ہوگی، اس دن کی ہولناکی اور سختیوں کی وجہ سے ذیل کی آیات فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩ اس لرزا دینے والے بیان کے بعد سورت اس بدبخت و فاجر "ولید بن مغیرہ" کا قصہ بیان کرتی ہے جس نے قرآن سنا اور جان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن پھر اس نے لیڈری اور سرداری کے گمان میں اسے سحر اور جادو قرار دیا، ذیل کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ⑱ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ㉖

سورت چاند اور اس کی روشنی کی، صبح اور اس کی خوبصورتی کی قسم اٹھاتی ہے کہ جہنم عظیم مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہے، ذیل کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ㉜ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ㉝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ㉞ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ㉟ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ㊱ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ㊲

پھر سورت اس مکالمہ کو بیان کرتی ہے جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوگا، جہنم میں داخل ہونے کے سلسلہ میں ذیل کی آیات اسی کو بیان کرتی ہیں۔

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ㊴ فِيْ جَنّٰتٍ ۭ يَتَسَاۗءَلُوْنَ ㊵ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ㊶ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ㊷ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ㊸ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ㊹ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَاۗىِٕضِيْنَ ㊺

اور سورت کا اختتام مشرکین کے ایمان سے اعراض کرنے کے سبب کے بیان میں ہے ذیل کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ㊳ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ㊴ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ㊵ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ㊶

اٰيَاتُهَا ۵۶ — (۷۴) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (۴) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ وَلَا تَمْنُنْ
تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ
لَهٗ تَمْهِيْدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ

فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝۱۸ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۝۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝۲۲ ثُمَّ
أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝۲۳ فَقَالَ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝۲۴ إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝۲۵ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝۲۶
وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝۲۷ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۰ وَمَا جَعَلْنَآ
أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِيمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝۳۱ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝۳۲ ع
وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝۳۳ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ۝۳۴ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝۳۵ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝۳۶ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ
أَنْ يَّتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝۳۷ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝۳۸ إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِينِ ۝۳۹ فِي جَنّٰتٍ ۚ
يَتَسَآءَلُونَ ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝۴۳ وَلَمْ
نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝۴۴ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ۝۴۵ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝۴۶ حَتّٰىٓ أَتٰىنَا
الْيَقِينُ ۝۴۷ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِينَ ۝۴۸ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝۴۹ كَأَنَّهُمْ
حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝۵۰ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝۵۱ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝۵۲ كَلَّا ۚ
بَلْ لَّا يَخَافُونَ الْاٰخِرَةَ ۝۵۳ كَلَّآ إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝۵۴ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ ۝۵۵ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝۵۶ ع

ترجمہ:...... اے کپڑے میں لپٹنے والا۔ (۱) اٹھو پھر ڈراؤ۔ (۲) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ (۳) اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ (۴) اور بتوں سے علیحدہ رہو۔ (۵) اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ مل جائے۔ (۶) اور اپنے رب کے لیے صبر کیجیے۔ (۷) پھر جب صور میں پھونکا جائے گا۔ (۸) سو یہ دن کافروں پر سخت ہوگا، (۹) آسان نہ ہوگا (۱۰) مجھے اور اس شخص کو رہنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا (۱۱) اور اسے میں نے مال دیا' جو بڑھتا جا رہا ہے (۱۲) اور اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیے (۱۳) اور میں نے اس کے لیے ہر طرح کا سامان مہیا کر دیا، (۱۴) پھر وہ آرزو کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں گا (۱۵) ہرگز نہیں، بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے (۱۶) عنقریب میں اسے دوزخ کے پہاڑ پر چڑھادوں گا۔ (۱۷) بے شک اس نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی، (۱۸) سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی (۱۹) پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی، (۲۰) پھر اس نے دیکھا (۲۱) پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا، (۲۲) پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا۔ (۲۳) پھر بولا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو منقول ہوتا ہوا آ رہا ہے (۲۴) یہ کچھ نہیں مگر آدمی کا کلام ہے۔ (۲۵) میں عنقریب اسے دوزخ میں داخل کروں گا، (۲۶) اے مخاطب! تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے (۲۷) نہ وہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔ (۲۸) وہ بدن کی حیثیت کو بگاڑ دینے والی ہے (۲۹) اس پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے (۳۰) اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جوان کی

تعداد رکھی ہے صرف اس لیے کہ کافروں کے لیے فتنہ کا ذریعہ بنیں، تا کہ اہل کتاب یقین کرلیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور شک نہ کریں اہل کتاب اور اہل ایمان اور تا کہ وہ لوگ یوں کہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو لوگ کافر ہیں کہ اللہ نے اس عجیب مضمون سے کیا ارادہ فرمایا: اللہ ایسے ہی گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے، جسے چاہے اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور وہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت انسانوں کے لیے۔ ۳۱ بالتحقیق قسم ہے چاند کی ۳۲ اور رات کی جب وہ جانے لگے ۳۳ اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔ ۳۴ بلاشبہ یہ دوزخ بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک ہے۔ ۳۵ جو انسان کے لیے بڑا ڈراوا ہے ۳۶ تم میں سے جو شخص آگے بڑھے اس کے لیے بھی یا جو پیچھے ہٹے، ۳۷ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ مرہون ہوگا۔ ۳۸ سوائے اصحاب یمین کے ۳۹ کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے۔ ۴۰ مجرمین کے بارے میں دریافت کرتے ہوں گے ۴۱ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا، ۴۲ وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے ۴۳ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ۴۴ اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے ۴۵ اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ ۴۶ یہاں تک کہ ہمارے پاس موت آ گئی۔ ۴۷ سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی۔ ۴۸ سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی کرنے والے ہیں ۴۹ گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں ۵۰ جو شیر سے بھاگ رہے ہیں، ۵۱ بلکہ، ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے نوشتے دے دیے جائیں ۵۲ ہرگز نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے ۵۳ یہ یقینی بات ہے کہ یہ قرآن نصیحت ہے ۵۴ سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کرلے ۵۵ اور نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے۔ ۵۶

لغات: اَلْمُدَّثِّرُ:...... کپڑے لپیٹنے والا، تدثر کا معنی ہے: اوپر اوڑھا جانے والا کپڑا جو بدن سے ملے ہوئے کپڑوں سے اوپر ہوتا ہے اور اسی معنی میں یہ حدیث ہے: ''الانصار شعار والناس وثار'' اَلنَّاقُوْرِ: صور جس میں پھونکا جائے گا، کلام عرب میں نقر آواز کو کہتے ہیں اور اسے ناقور اس لیے کہا کہ اس سے بہت بڑی پُر رعب آواز نکلے گی جس سے ڈر کر لوگ مرجائیں گے۔ عَبَسَ: ماتھے پر شکن ڈالنا، تیوری چڑھانا۔ بَسَرَ: چہرے پر شکن ڈالنا، اور رنگ تبدیل ہونا۔ لیث فرماتے ہیں: اگر صرف ماتھے پر شکن ڈالے تو عَبَسَ: استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر ساتھ دانت بھی ظاہر کرے تو ''کلح'' استعمال ہوتا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں متفکر ہو تو بَسَرَ: استعمال ہوتا ہے اور ساتھ غصہ بھی ہو تو ''بسل'' استعمال ہوتا ہے۔ اَسْفَرَ: روشن ہونا۔ اَلْكُبَرِ: مصائب، آفت گری، سزائیں، راجز نے کہا:

یا ابن المعلّٰی نزلت احدی الکبر داھیة الدھر وصماء الغیر[1]

اے ابن معلّٰی! مصائب زمانہ میں سے ایک آفت کبریٰ نازل ہوئی۔

قَسْوَرَةٍ:...... شیر، قسورۃ سے مشتق ہے غلبہ اور صبر کو کہتے ہیں اور شیر کو قسورۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ درندوں پر غلبہ پاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے تیرانداز شکاریوں کے گروہ کو قَسْوَرَةٍ: کہتے ہیں۔ ازہری کہتے ہیں: یہ اسم جمع ہے اور اس کی جنس سے اس کا واحد نہیں آتا اور معنی تیرانداز۔ لبید نے کہا: اذا ما هتفنا هتفة فی ندینا ☆ اتانا الرجال الصائدون القساور[2]

شان نزول:...... روایت میں ہے کہ جب عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ: آیت نازل ہوئی تو ابوجہل نے قریش سے کہا: تمہاری ماں تمہیں گم کرے، ابن ابی کبشہ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں جہنم کا ڈر دیتے ہیں اور انہوں نے خبر دی ہے کہ جہنم کے خازن انیس ہیں، حالاں کہ تم بہت زیادہ ہو، کیا تم میں سے ہر دس اس بات سے عاجز ہیں کہ ان میں سے ایک کو مار ڈالیں! ابوالاسد الجمحی نے کہا: ان میں سے سترہ کے لیے میں کافی ہوں، اور باقی دو کو تم سب مل کر روک لینا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۳۱ نازل فرمائی۔[3]

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۸۳ [2] البحر المحیط: ۸/ ۳۶۹ [3] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۰۳

تفسیر: يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ:...... اے چادر اوڑھنے والے! نیند اور آرام کے لیے۔ اپنے بستر سے عزم مصمم کے ساتھ اٹھیے اور لوگ اگر اللہ پر ایمان نہ لائیں تو انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایئے، اس لفظ مدثر سے آپ ﷺ کو خطاب برائے ملاطفت اور شفقت ہے۔ جیسا کہ لفظ مزمل سے سابقہ سورت میں خطاب تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ غار حرا میں عبادت کرتے تھے تو جبرائیل امین علیہ السلام سورت علق کی آیات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ: نازل ہوئیں، یہ قرآن کریم کی سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات ہیں، آپ واپس آئے آپ کا دل کانپ رہا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: زملونی، زملونی مجھے ڈھانپو، مجھے ڈھانپو، تو اس وقت سورت مزمل کی آیات يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا: نازل ہوئیں، پھر کچھ مدت تک نزول قرآن کا سلسلہ بند رہا (جس کو فترت وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے) آپ اس پر غمگین ہوئے، اسی دوران آپ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی، تو آپ نے سر اٹھا کر دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں وحی لے کر آیا تھا، وہی آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، اس کو اس حالت میں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر وہی طبعی رعب وہیبت کی کیفیت طاری ہوگئی، آپ گھر میں واپس تشریف لائے اور فرمایا: دثرونی، دثرونی مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ،[1] تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ: نازل فرمائیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تانیس وملاطفت کے ذریعہ یہ خطاب ہے کریم کی طرف سے حبیب کو کہ آپ کو اپنی صفت سے پکارا اور ”یا محمد“ نہیں فرمایا تا کہ رب کی طرف سے نرمی اور ملاطفت کو محسوس فرمائیں، اور اسی کے فضل ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے حذیفہ بن الیمان کو غزوہ خندق کے موقع پر ”قم یا نومان“ فرمایا تھا۔[2] وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ: یعنی اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اس کو بزرگی اور تقدیس کے ساتھ خاص کیجیے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کو خاص طریقہ سے بیان کریں۔ یہاں پر کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بڑا ہو۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یعنی بڑائی صرف اپنے رب کی بیان کریں، اور قولاً واعتقاداً یہ اللہ کی صفت ہے یعنی کبریائی (اطاعت سے بالاتری کا احساس) اور عظمت واقتدار۔[3] انذار کے حکم کے بعد اس جملہ کو نبی کریم ﷺ کو اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ذکر کیا کہ کفار سے بے پرواہ رہیں کیوں کہ مخلوق کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، لہٰذا مناسب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق میں سے کسی کی بھی پرواہ کریں، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈریں، اس لیے کہ ہر بڑا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے تحت ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ: اپنے کپڑوں کو نجاستوں سے پاک رکھیے، کیوں کہ مؤمن پاک صاف ہوتا ہے اس کو مناسب نہیں کہ ناپاک رہے۔ ابن زید فرماتے ہیں: مشرک پاک صاف نہیں رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ پاک رہیں اور اپنے کپڑوں پاک رکھیں۔[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثیاب، قلب اور دل سے کنایہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے قلب ونفس کو گناہوں اور باطل عقائد سے پاک رکھیے اور انہوں نے غیلان کے قول سے دلیل پکڑی ہے:

وانی بحمد اللہ لا ثوب فاجر   لبست ولا من غدرۃ اتقنع[5]

”بحمد اللہ میں فسق وفجور کے لباس سے اور عذر کے رومال سے طاری ہوں۔“

نیز عرب کہتے ہیں ”فلان طاہر الثیاب“ یا ”نقی الثیاب“ یعنی عیوب بری صفات سے پاک ہونا مراد ہوتا ہے اور جب بندہ برے اخلاق کا مالک ہو تو اس وقت کہتے ”فلان دنس الثیاب۔“ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عمدہ کنائے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑا انسان کے لیے لازم ہے اور اسی وجہ سے کپڑے کو انسان سے کنایہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بزرگی اس کے کپڑوں میں ہے، اور پاک دامنی اس کی ازار میں ہے۔[6] وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ: یعنی بتوں کی عبادت چھوڑ دو اور ان کے قریب نہ آؤ۔ ابن زید نے فرمایا تا الرُّجْزَ: مراد کفار کے وہ الٰہ ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے، تو آپ ﷺ کو حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیں نہ تو ان کے پاس آئیں اور نہ قریب ہوں۔[7] امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الرُّجْزَ: رجس کی طرح گندگی اور گناہ کا نام ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ: یہ ایسا کلام ہے جو مکارم اخلاق کا جامع ہے، گویا کہ آپ کو کہا گیا کہ آپ بے وفائی، بے وقوفی اور تمام بری چیزیں چھوڑ دیں اور ان

---

[1] الطبری: ۲۹/ ۹۰ [2] القرطبی: ۱۹/ ۶۰ [3] روح المعانی: ۲۹/ ۱۱۶ [4] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۸ [5] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۹۱ [6] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۹۲ [7] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۹۳

مشرکین کے اخلاق کو نہ اپنائیں، اور چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی بھی ان کے قریب نہ آئیں اور دور رہنے پر دوام اختیار کریں، جیسا کہ مسلمان کہتا ہے: اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ: اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ ہدایت پر نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس ہدایت پر مداومت اور ہمیشگی اور ثابت قدمی نصیب فرما۔[1] وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ: اور لوگوں کو عطیہ دے کر زیادتی کے خواہاں نہ رہیں۔ اس لیے کہ سخی آدمی جو دیتا ہے اسے کم سمجھتا ہے اگرچہ وہ زیادہ ہی ہو۔[2] اور عطیہ دیتے رہیں اور غربت کا خوف نہ رکھیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عطیہ اس لیے نہ دیں اس سے افضل اور بہتر کے خواہش مند ہوں۔[3] اور ایک معنی یہ بھی ہے کسی کو کوئی چیز اس لیے نہ دیں کہ وہ اس سے زیادہ آپ کو دے، اور اس روکنے میں راز یہ ہے کہ آپ کا عطیہ عوض کے انتظار اور خواہش سے خالی ہونا چاہیے، عفت و کمال کی وجہ سے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ اور اعلیٰ اخلاق و آداب پر مامور ہیں۔ وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ: یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنی قوم کی تکلیف پر صبر کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کی سختیوں اور ہولناکیوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ:...... جب صور میں پھونکا جائے گا بعث سے اور حشر و نشر کے لیے اور صور میں پھونکنے کو ناقور میں آواز سے تعبیر کیا، معاملہ کے ہولناک اور شدید ہونے کی وجہ سے، کیوں کہ اہل عرب کے ہاں "نُقِرَ" آواز کو کہتے ہیں اور آواز جب زیادہ ہو تو وہ ڈراؤنی ہوتی ہے، گویا کہ کہا گیا ان کی تکالیف پر صبر کریں، اور ان کے سامنے اس ہولناک دن کا بیان کریں جس میں انہیں بہت زیادہ تکالیف دی جائیں گی، اور آپ کو اپنے صبر کا بدلہ ملے گا، اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا: فَذٰلِكَ يَوۡمَئِذٍ يَّوۡمٌ عَسِيۡرٌ: یعنی یہ دن، سخت ہولناک دن ہوگا، اس میں ہولناکی بڑھے گی اور معاملہ ان پر سخت ہوگا اور ذٰلِكَ: سے بعید اشارہ اس کی ہولناکی اور رسوائی کے بہت بڑا ہونے کے لیے ہے۔[4] عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ غَيۡرُ يَسِيۡرٍ: یہ کافروں پر بڑا مشکل ہوگا، آسان نہ ہوگا کیوں کہ ان کا حساب میں مناقشہ ہوگا اور ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، اور ان کا حشر اندھے ہونے کی شکل میں ہوگا اور بیانگ دہل رسوا کیے جائیں گے۔ صاوی نے کہا: آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مومنوں پر یہ دن آسان ہوگا، کیوں کہ سخت ہونے کو کافروں سے مقید کیا ہے، اس میں کافروں کے لیے وعید اور غضب ہے، اور مسلمانوں کے لیے خوشخبری اور تسلی ہے۔[5]

ولید بن مغیرہ کے کارنامے اور انجام

پھر اس بدبخت کافر ولید بن مغیرہ کا قصہ بیان فرمایا اور اس کا برا قول بیان کیا۔ ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور اس بدبخت کو چھوڑ دیجیے جس بدبخت کو میں نے اس کی ماں کے پیٹ میں اکیلا بنایا، نہ اس کے پاس مال تھا، نہ اولاد اور نہ بچنے کی طاقت تھی، نہ کوئی مدد و نصرت، پھر اس نے کفر کیا اور میری آیات کو جھٹلایا۔ مفسرین کہتے ہیں: کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں، وہ قریش کے معزز لوگوں میں سے تھا، اسی وجہ سے اسے وحید اور قریش کے پھول کے لقب سے یاد کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کیا، اسے دنیا کا مال اور اولاد عطا فرمائی اور اسے وسیع رزق دیا، گویا اس کا مال اچھلتی ہوئی نہر کی طرح تھا، اور ولید کا طائف میں ایک باغ تھا جس کے پھل گرمیوں سردیوں میں ختم نہ ہوتے تھے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کے بدلے میں کفر اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور اللہ پر جھوٹ باندھا، اسی کے متعلق نازل ہوئی یہ آیت ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ﴿۱۱﴾ یہ تہدید میں بڑا ہی بلیغ اسلوب ہے جیسا کہ اسی کے بارے میں "سورت ن والقلم" کی آیت ۱۰ تا ۱۶ نازل ہوئیں۔[6]

وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيۡمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۢ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِيۡمٍ ﴿۱۳﴾ اَنۡ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيۡنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الۡخُرۡطُوۡمِ ﴿۱۶﴾

کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنے دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے روکنے والے ہو، حد (اعتدال) سے گزرنے والا ہو، گناہوں کا کرنے والا ہو اور سخت مزاج ہو۔ علاوہ ازیں اپنے کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب

---

[1] التفسیر الکبیر ۳۰/ ۱۹۳ [2] التسہیل: ۴/ ۱۶۰ مختصر تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۸ [3] مختصر تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۶۸ [4] تفسیر ابی مسعود: ۵/ ۲۰۸ [5] حاشیۃ الصاوی ۴/ ۲۶۵

[6] انظر ما کتبناہ فی سورۃ (ن) حول قصہ الولید بن مغیرہ من ھذا التفسیر

کرتا ہو، اس سب سے کم وہ مال واولا د والا ہو، جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں، ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔ یہی وہ بد بخت ہے جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیفیں پہنچاتا تھا اور مکر کرتا تھا، سرداران قریش جب رسول اللہ ﷺ سے تنگ آ گئے اور آپ کو خاموش کرنے کے حیلے ختم ہو گئے اور نور دعوت کو بجھانے کے طریقے تنگ ہو گئے تو ولید کی طرف مائل ہوئے تو اس نے انہیں بتایا کہ انہیں ''ساحر'' کہو اور اس نے اپنے غلاموں اور بچوں کو حکم دے دیا کہ مکہ میں اس لقب سے پکارو، تو وہ پکارتے پھرتے کہ ''محمد ساحر'' ہیں (نعوذ باللہ) تو اس پر رسول اللہ ﷺ غمگین ہوئے، تو یہ آیت کریمہ اس کی تہدید وتخویف کے لیے نازل ہوئیں، تا یہ اس کی بڑائی کو ختم کرنے کی محرک ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا: یعنی میں نے اسے وسیع مال دیا یعنی اونٹ، گھوڑے، بکریاں، اور سرسبز باغات۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ممدود یعنی کثیر اور زیادہ، و راس کی کھتیاں، دودھیارے جانور اور تجارت تھی۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مال مکہ اور طائف کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا ایسا باغ تھا کہ اس کا فائدہ گرمیوں سردیوں میں ختم نہ ہوتا تھا۔ [2] وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا: اور اولاد دی جو اس کے ساتھ شہر ہی میں رہتی تھی، اور تمام محفلوں اور مجموں میں حاضر رہتی تھی، اور اس کی زندگی بے کیف ومکدّر نہ تھی ان کی جدائی سے۔ مفسرین کہتے ہیں: اس کے دس بیٹے تھے، سفر وحضر میں اس سے جدا نہ ہوتے تھے، وہ ان سے مانوس تھا اور ان کی وجہ سے اسے عزت وقوت حاصل تھی، ان میں سے تین نے اسلام قبول کیا، خالد ہشام، اور ولید نے۔ [3]

مال واولاد کی نعمت کے ذکر کے بعد باقی دنیوی نعمتوں کا ذکر

مال اور اولاد کی جو نعمت عطا کی تھی اس کے ذکر کے بعد باقی جو دنیاوی نعمتیں اللہ نے اسے دی تھیں ان کا ذکر فرمایا: وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا: اور دنیا اس کے سامنے پھیلا دی تھی اور زندگی کی تکالیف اس کے لیے آسان کر دی اور وجاہت، عزت اور سرداری کے مظاہر آسان کر دیے، اور وہ قریش میں غلبہ والا، سردار اور مطاع تھا۔ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ: پھر اتنی بڑی عطا اس کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ اس کی اولاد اور مال اور بڑھے حالاں کہ کفر اختیار کیا ہوا تھا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ثُمَّ یہاں انکار اور تعجب کے لیے ہے، جیسے آپ اپنے دوست سے کہیں میں نے تجھے اپنے گھر ٹھہرایا، کھانا کھلایا، اور اکرام کیا پھر تم مجھے گالیاں دیتے ہو۔ [4] یعنی اس اکرام وانعام کے باوجود کفر وانکار کی راہ اختیار کی، بجائے اس کے کہ وہ ولید اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کرتا، اور اطاعت وایمان کی راہ پر چلتا، لیکن اس نے برعکس معاملہ کیا، انکار وکفر کا راستہ اختیار کیا۔ كَلَّا: زجر و توبیخ کے لیے ہے تا کہ یہ فاجر وخبیث اس فاسد طمع سے باز آئے۔ پھر علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا: یہ حق کے مخالف ہے، اللہ کی آیات کی انکار کرنے والا، رسول کی تکذیب کرنے والا، تو یہ بد بخت کیسے مزید کی حرص کر دیا ہے۔ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا: عنقریب ایسے تکلیف دے مشکل اور مشقت والی عذاب میں ڈالوں گا، جس سے اس کی قوت کے ختم ہو کر رہے گی، جیسا کہ پہاڑی پر چڑھنے والے کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ قرطبی نے فرمایا: صَعُوْدًا: ایک چکنی پہاڑی ہے، جس پر اسے چڑھنے کا حکم دیا جائے گا، جب اس کی چوٹی پر پہنچے گا تو جہنم میں گرا دیا جائے گا اور ایک ہزار سال اسے نیچے پہنچنے تک لگیں گے۔ [5]

حدیث میں ہے ''صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا، ستر سال تک چڑھتا رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرایا جائے گا، ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا، اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا۔ [6] اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ: یعنی قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں متفکر رہا، اور اپنے روشن دماغ کو گھوماتا رہا، پھر بہت ہی برا کلام سوچا کہ قرآن کے بارے میں کیا کہیے۔ اور کیا طعنہ زنی کرے؟ اللہ تعالیٰ نے لعنت کرتے ہوئے فرمایا۔ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ: اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کریں اس بے وقوفانہ اور احمقانہ بات پر جو اس نے اپنے دل میں سوچی

[1] تفسیر البیضاوی ۲/ ۴۹۲ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۹۸ [3] ذکر بعض المفسرین تبعًا للزمخشری ان الذین اسلموا ''خالد، عمارة، وهشام'' والصحیح انه ''الولید'' فاما عمارة فانه مات کا فرًا. انظر حاشیة الشهاب: ۸/ ۲۷۴ [4] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۹۹ [5] القرطبی: ۱۹/ ۷۲ [6] اخرجه الترمذی والحاکم وصححه کے البحر المحیط: ۸/ ۳۷۴

کہ قرآن کے بارے میں کہا کہ یہ جادو ہے اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا یہ جادوگر ہیں اور آیت میں اس سے استہزا ورمذاق ہے کہ اس نے کیسا اندازہ لگایا کہ کسی عاقل سے ایسی بات سرزد نہیں ہوسکتی۔ بحر میں کہا: کسی معاملہ کے متعجب ہونے پر عرب کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اس پر مار پڑے۔ قاتله الله یعنی وہ ایسی حد پر پہنچ چکا ہے کہ اللہ اسے ہلاک کردے عذاب دے اور كَيْفَ قَدَّرَ: میں استفہام تعجب کے لیے ہے۔[1] ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ: مکرر ذکر کیا اس کی مذمت اور رسوا کن حالت کی تاکید اور انتہائی مذاق کے لیے، گویا کہ کہا گیا: اللہ کی اس پر لعنت ہو، کس طرح اس نے اپنی فکر کے ہوش اڑا دیے اور کیسی مضبوط رائے ظاہر کی؟ کہ قرآن کے بارے میں کیا کہ سحر ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: کہ ایک مرتبہ ولید نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، ولید نے آپ کی قرأت سنی، تو اس سے متاثر ہوگیا اور اپنی قوم بنو مخزوم کی مجلس میں آیا اور کہا: ''واللہ! میں نے محمد (ﷺ) سے ایسا کلام سنا ہے جو نہ کسی انسان کا کلام ہوسکتا ہے نہ کسی جن کا اور اس میں بڑی مٹھاس وحلاوت ہے اور اس پر خاص رونق ہے، اس کا اعلیٰ پھل دینے والا اور اسفل پانی جاری کرنے والا ہے وہ بلاشبہ سب سے بالا و بلند ہو کر رہے گا، اس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔'' پھر اپنے گھر آ گیا۔ قریش نے کہا: بخدا ولید! صابی ہوگیا اور سارے قریش بھی صابی ہوجائیں گے۔ تو ابوجہل نے کہا: فکر نہ کرو میں اس کے لیے تمہاری طرف سے کافی ہوں۔ ابوجہل ولید کے پاس غمگین حالت میں پہنچا، ولید نے اس سے پوچھا کیا بات ہے غمگین نظر آتے ہو۔

ابوجہل نے کہا: غمگین کیسے نہ ہوں یہ سارے باہم چندہ کر کے تجھے حال دینا چاہتے ہیں کہ تو اب بوڑھا ہوگیا ہے تیری مدد کرنا چاہتے ہیں، اور ان کا خیال ہے تم محمد ﷺ کے کلام کو عمدہ سمجھنے لگے ہو اور تم صابی ہوگئے ہو تاکہ تمہیں کچھ کھانے پینے کو مل جائے؟ اس پر ولید کے غصہ کی انتہا نہ رہی، کہنے لگا: میں محمد اور اس کے ساتھیوں کے ٹکروں کا محتاج ہوں؟ کیا قریش کو میرے مال و دولت کی کثرت معلوم نہیں کیا محمد اور اس کے ساتھی پیٹ بھر کر کھاتے ہیں کہ ان کا بچا کچھا ہو؟ پھر ابوجہل کے ساتھ اٹھا اور اپنی قوم کی مجلس میں آیا اور ان سے کہنے لگا: تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں؟ کیا تم نے انہیں کوئی مجنونانہ کام کرتے دیکھا؟ تو انہوں نے کہا بخدا نہیں۔ پھر کہا: تم لوگ ان کو کاہن کہتے ہو، کیا تم نے کبھی ان کے ایسے حالات دیکھے ہیں جو کاہنوں کے ہوتے ہیں؟ تو کہنے لگے: بخدا نہیں، پھر اس نے کہا، تم لوگ ان کو شاعر کہتے ہو، کیا تم نے ان کو کبھی شعر کہتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا بخدا نہیں۔

پھر ولید نے کہا: تم لوگ ان کو کذاب کہتے ہو، تو بتلاؤ تم نے عمر بھر میں کبھی ان کی کسی بات کو جھوٹا پایا؟ اس پر انہوں نے کہا: بخدا نہیں۔ تو قریش نے ولید سے کہا: پھر وہ کیا ہے؟ اس پر اس نے پہلے دل میں سوچا، پھر کہا وہ جادوگر ہیں۔ کہا: تم نہیں دیکھتے کہ ان کے کلام کے آثار بھی سحر اور جادو جیسے ہیں کیوں کہ جادوگر بھی اپنے عمل سے میاں بیوی اور بھائی بھائی میں نفرت ڈال دیتا ہے۔ نعوذ باللہ! تو یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ: کی۔[1] یعنی ہم نے ولید کو چھوڑ دیا وہ غور وفکر کرے، کیوں کہ ہماری ہی طرف لوٹے گا ہم اسے دکھائیں گے۔ ثُمَّ نَظَرَ: قرآن کریم کے متعلق نظر دوڑائی۔ ثُمَّ عَبَسَ: پھر پیشانی پر شکن ڈالے۔ وَبَسَرَ: پھر چہرے پر شکن ڈالے اور منہ لیور نے لگا جیسے کسی اہم کام میں آدمی متفکر ہوتا ہے۔ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ: پھر ایمان سے اعراض کیا اور ہدایت وحق کی اتباع سے تکبر کیا۔ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ: جو کچھ محمد کہتے ہیں یہ تو سحر اور جادو ہے جو منقول چلا آتا ہے۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ: یہ اللہ کا کلام نہیں، بلکہ مخلوق کا کلام ہے۔ جس سے محمد لوگوں کے دلوں کو دھوکا دیتے ہیں، اور اس میں بھی وہی تاثیر ہے جو سحر اور جادو میں ہوتی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ پہلے جملہ کی تاکید کے طور پر ہے، کیوں کہ دونوں کا مقصد قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کی نفی ہے، اسی وجہ سے و اؤ سے عطف نہیں کیا اور اس بری بات سے استنباط میں اس کا استہزا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حق سے دور ہے، اور ولید کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ ضد وعناد و جاہلی غیرت کی بنیاد پر کہا نہ کہ حقیقت حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے[2] کیا آپ نے اس کی

---

[1] انظر تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۷۳، والخازن: ۴/ ۱۷۶، التفسیر الکبیر: ۳/ ۲۰۱ [2] روح المعانی: ۲۹/ ۱۲۴

قرآن کی تعریف نہیں دیکھی؟ کہ اس نے شعر، کہانت اور جنون کی خود نفی کی ہے۔ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ: عنقریب اسے جہنم میں داخل کروں گا، جس کے شعلے بڑھک رہے ہیں اور اس کا عذاب چکھے گا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ: استفہام تہویل کے لیے ہے اور تمہیں کیا معلوم ہے کہ سقر کیا ہے؟ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ: یعنی جو چیز بھی اس میں جائے گی اسے ہلاک کر دے گی اور کفار میں سے کسی کو بھی جلانے سے نہ چھوڑے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: خون، ہڈی اور گوشت میں سے کچھ بھی نہ چھوڑے گی اور جب انہیں دوبارہ یہ اشیاء دے دی جائیں گی تو پھر دوبارہ پہلے سے بھی سخت جلائے گی، اور اس طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا۔[1] لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ: لوگوں کو نظر آنے کے لیے بہت دور سے نمایاں اور ظاہر ہوگی اپنی ہولناکی کی وجہ سے، جیسا کہ سورت نازعات آیت ۳۶ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ﴿۳۶﴾ اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی۔ (سورۃ النازعات)

حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پانچ سو سال کی مسافت سے ان کے سامنے ظاہر ہوگی تا کہ وہ اسے آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوگی بغیر نظر اٹھائے اور گردن موڑے نظر آئے گی۔ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ: یعنی اس کے خازن انیس فرشتے ہیں جو انتہائی سخت ہیں، جیسا کہ سورت التحریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ (سورۃ التحریم)

”جس پر تند خو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں، جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات کا، جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجا لاتے ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ ان کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ان میں سے ایک میں اتنی قوت ہے کہ وہ ایک گرز سے ایک دفعہ مارے تو ستر ہزار انسان جہنم کی گہرائی میں چلے جائیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ: نازل ہوئی تو ابو جہل نے قریش سے کہا: تمہاری ماں تمہیں گم کرے۔ ابن ابی کبشہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتایا ہے کہ جہنم کے خازن انیس ہیں۔ حالاں کہ تمہاری تعداد زیادہ ہے اور تم بہادر ہو، کیا تم میں سے دس ان میں سے ایک کو نہیں مار سکے گا؟ تو ابو الاسد الجمحی نے کہا: یہ بہت بڑے پیٹ والا تھا۔ ان میں سے سترہ کے لیے میں کافی ہوں گا اور باقی دو کو تم سب مل کر روک لینا۔[2] تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً: یعنی ہم نے تو جہنم کے داروغے اور خازن تو انتہائی سخت فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں اور انسان نہیں مقرر کیے کہ تم انہیں پچھاڑ دو اور ان پر غالب آسکو۔ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا: یہ تعداد تو ہم نے مشرکین کی گمراہی اور فتنہ کے لیے مقرر کی ہوئی ہے کہ اس تعداد کو کم سمجھتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں یہاں تک کہ ابو جہل نے کہہ دیا: کیا تم میں سو بھی اس بات سے عاجز ہیں کہ ان میں سے ایک کو ماریں۔ اور پھر آگ سے باہر نکل آئیں۔[3] طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے خازن جہنم کی تعداد کو کافروں کے لیے آزمائش بنایا ہے کہ وہ اس کو جھٹلاتے ہیں اور ان میں سے بعض کا اپنے دوستوں کو بطور استہزا یہ کہنا کہ تمہاری طرف سے میں ان کو کافی ہوں۔[4] لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ: تا کہ اہل کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا یقین ہو جائے، اور یہ کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے، کیوں کہ یہی تعداد ان کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا: ......اور مومنوں کی تصدیق بھی اللہ اور رسول پر بڑھے کہ اہل کتاب بھی ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے سچے ہونے پر گواہی دیتے ہیں اور اسے صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ قرآن میں آیا ہے وہ تورات اور انجیل کے موافق ہے۔ وَلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ: اور اہل کتاب اور مومن ان کی تعداد میں شک نہ کریں، یہ ماقبل کی تاکید ہے کیوں کہ جب پہلے ان کے یقین کا ذکر کیا تو شک کی نفی کر دی تو وَلَا یَرْتَابَ: برائے مبالغہ اور تاکید ہے۔[5] اسی کو علماء بلاغت نے اطناب کا نام دیا ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۰۲ [2] تفسیر الآلوسی ۲۹/ ۱۲۶ [3] تفسیر القرطبی ۱۹/ ۷۹ [4] تفسیر الطبری ۲۹/ ۱۰۱ [5] نقل ھذا القول صاحب التسھیل عن الزمخشری [6] التفسیر الکبیر بشیء بتصرف یسیر: ۳۰/ ۲۰۶

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا: ...... تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں شک اور نفاق کا مرض ہے وہ اور اہل مکہ میں سے کافر کہیں: اس عجیب بات سے اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے؟ جو انوکھے ہونے اور عجب ہونے میں اپنی مثال آپ ہے؟ اور کیوں ہمیں ان کے ذریعہ سے جہنم سے ڈرایا جاتا ہے اور اس کے خازن انیس ہیں؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بعض حالتوں میں یقین کا حاصل ہونا اس کے بعد شک ہونے کے منافی نہیں۔ اور اس کلام کے اعادے کا مقصد یہ ہے کہ انہیں پختہ یقین حاصل ہو گیا ہے کہ اس کے بعد کبھی بھی انہیں شک نہیں ہوگا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ جب وہ قریش کو اس تعداد کی خبر دیں گے تو اس کا مذاق اڑائیں گے اور اس پر ہنسیں گے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس خبر کو بہت ہی واضح کر کے بیان فرمایا۔[1] كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو گمراہ کیا اسی طرح اور جو لوگ بھی گمراہی چاہتے ہیں اور ہدایت و ایمان کے متلاشی نہیں ان کو بھی اللہ گمراہ کرتے ہیں اور جو ہدایت چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہی بالغ حکمت اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ: اور فرشتوں کی تعداد، ان کی قوت ان کی ضخامت اور کثرت کو صرف اللہ رب العالمین ہی جانتے ہیں اور اس آیت میں ابوجہل پر رد ہے کہ اس نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کے مددگار و صرف انیس ہی ہیں؟

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ: ...... اور یہ آگ جس کا تذکرہ اللہ جبار و قہار نے کیا ہے یہ مخلوق کے لیے نصیحت ہے تا کہ وہ ڈریں اور اطاعت کریں۔ كَلَّا وَالْقَمَرِ: كَلَّا کلمہ زجر ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے چاند کی قسم اٹھائی ہے کہ جہنم برحق ہے اور مطلب یہ ہے کہ تا کہ وحی اور قرآن کریم کا استہزا اور مذاق اڑانے والے اپنے برے افعال و عادات سے باز آ جائیں، اس لیے چاند کی قسم اٹھائی۔ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ: یعنی مجھے رات کی قسم ہے جب اس کا اندھیرا چھٹنے لگے۔ وَالصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ: اور مجھے صبح کی قسم ہے جب کہ وہ روشن ہو جائے اور زمین پر اس کی روشنی چھا جائے۔ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ: کہ جہنم آفت کبریٰ اور عظیم مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہے، تو کس طرح یہ اس کا مذاق اڑاتے اور تکذیب کرتے ہیں؟ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم انہیں اعزاز عطا کرنے کے لیے اٹھائی ہے اور اس بات پر تنبیہ کے لیے کہ جو ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہوتے ہیں اور کسی بھی وجود کی ایجاد کے لیے شرط بقاء ہیں۔ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ جہنم آفت کبری ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔[2]

سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں

اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور یہ دونوں اپنی حرکت، آنے جانے، روشن ہونے، اور ان سے دن رات بننے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے مسخر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و غلبہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں، تو بندے کے لیے کیسے یہ مناسب ہے کہ وہ ان کی عبادت کرے اور اس رب کا کفر کرے جس نے ان دونوں کو پیدا کیا؟

جہنم کو کیوں بنایا؟

پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں فرمایا: نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ: یہ مخلوق کے لیے انذار ہے تا کہ وہ رب سے ڈریں۔ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ: بندوں میں سے جو چاہے نیکی کے کام کر کے اپنے رب کا تقرب حاصل کرے یا ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال کرے۔ بحر میں فرمایا کہ تقدم و تاخر کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کی طرف بڑھنا اور نیکی سے کترانا اور نہ کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو چاہتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور جو چاہے نافرمانی کرے۔[4] كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ: ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ بندھا ہوگا، اور اللہ کے ہاں جکڑا ہوگا اپنے عمل کی وجہ سے، جب تک اس پر جو حقوق ہیں وہ نہ ادا

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۳۷۸ [2] البحر المحیط: ۸/ ۳۷۹ [3] الکہف: ۲۹ [4] الطبری: ۲۹/ ۱۰۳

کردے یا سزائیں نہ پالے چھوٹے گا نہیں۔ إِلَّآ أَصۡحَٰبَ ٱلۡيَمِينِ: ہاں نیک بخت مؤمنوں کا گروہ انہوں نے اپنی گردنیں چھڑالی ہیں اور چھٹکارا پالیا ہے قید وعذاب سے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی اطاعت کر کے۔ فِي جَنَّٰتٖ يَتَسَآءَلُونَ عَنِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ: وہ جنت اور باغات میں ہوں گے اور جہنمیوں کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے، اور یہ پوچھنا ان مجرموں کو رلانے اور ڈانٹ پلانے اور تکلیف وحسرت ان کو دینے کے لیے ہوگا۔ مَا سَلَكَكُمۡ فِي سَقَرَ: تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا؟ کہ تم اس کا عذاب چکھ رہے ہو؟ بحر میں فرمایا: ان سے یہ سوال ان کی تحقیر کے لیے ہوگا ورنہ تو جانتے ہیں کہ کس وجہ سے کافروں کو جہنم میں داخل کیا گیا ہے۔[1] قَالُواْ لَمۡ نَكُ مِنَ ٱلۡمُصَلِّينَ: مجرم، مسلمانوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے کہ دنیا میں ہم نے رب کائنات کے لیے نماز نہیں پڑھی۔ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ ٱلۡمِسۡكِينَ: اور ہم نے صدقہ خیرات اور فقراء ومساکین کے ساتھ اچھائی نہیں کی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو ہم نے رب کی عبادت کی اور اس کی مخلوق کے ساتھ اچھائی کی۔[2] وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلۡخَآئِضِينَ: اور ہم بھی گمراہوں کے ساتھ مل کر باطل گفتگو کرتے رہے، اور انہی کے ساتھ نامناسب اور باطل میں بحث مباحثہ میں مشغول رہے۔ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ ٱلدِّينِ: اور ہم نے قیامت کو جھٹلایا، جزا وسزا کا انکار کیا، قیامت کے جھٹلانے کو مؤخر اس لیے کیا کہ ان یہ سب سے بڑا جرم تھا۔ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلۡيَقِينُ: یہاں تک کہ انہی منکرات وگمراہیوں میں ہمیں موت آگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اعتراف جرم پر فرمایا۔

تمام مخلوق کی سفارش کافروں کے حق میں ناقابل قبول

فَمَا تَنفَعُهُمۡ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ:...... یعنی اللہ کے عذاب سے بچانے والا ان کے لیے کوئی سفارش نہ ہوگا۔ اگر روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ بھی ان کی شفاعت اور سفارش کریں تب بھی ان کی سفارش ان کے حق میں قبول نہیں ہوگی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اس طرح کی بری صفات سے متصف ہوگا تو اسے قیامت کے دن کسی کی سفارش بھی کام نہ آئے گی۔ شفاعت اور سفارش اسی وقت فائدہ دیتی ہے جب محل اس کے قابل ہو، لیکن جو کافر رہا تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔[3]

بری حرکتوں کے ذکر کے بعد اب ڈانٹ کا ذکر کر رہے ہیں

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قباحتیں اور بری حرکتیں ذکر کیں تو پھر ان کی توبیخ وتقریع کی طرف عود فرمایا: فَمَا لَهُمۡ عَنِ ٱلتَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِينَ: ان مشرکین کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں وعظ ونصیحت اور راہنمائی ہے اس سے اعراض کرتے ہیں۔ كَأَنَّهُمۡ حُمُرٞ مُّسۡتَنفِرَةٞ: گویا یہ کفار وحشی اور بدکنے والے گدھے ہیں۔ فَرَّتۡ مِن قَسۡوَرَةِۭ: جو خوف کی وجہ سے شیر سے بھاگتے ہیں۔ بحر میں کہا: کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بدکنے والے وحشی گدھوں سے تشبیہ ان کی مذمت اور ان کی بے وقعتی کے لیے دی ہے۔[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ وحشی گدھے جب شیر کو دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں، یہی حالت ان مشرکوں کی ہے جب محمد ﷺ کو دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں جیسے گدھا شیر سے بھاگتا ہے اور قسورۃ شیر کو کہتے ہیں۔[5] بَلۡ يُرِيدُ كُلُّ ٱمۡرِيٕٖ مِّنۡهُمۡ أَن يُؤۡتَىٰ صُحُفٗا مُّنَشَّرَةٗ: بلکہ ان مجرموں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہو جیسے محمد ﷺ پر اتری، اور چاہتا ہے کہ اس پر بھی وحی اترے، جیسے انبیاء اور رسولوں پر اتری۔ آیت کا مقصد ان کے گمراہی کی گہرائی میں جانے کا بیان ہے۔ گویا کہا گیا کہ آپ ان کے اعراض، کند ذہنی اور جانور کی طرح بدکنے کو چھوڑ دیں جس میں ان کے لیے کوئی خیر اور سعادت نہیں، بلکہ آپ جو عجیب وغریب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسے کان لگا کر سنیں، ان میں کا ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ وہ رسول ہو اور اس کی طرف وحی بھیجی جائے، بہت دور ہے کہ بدبختوں کو انبیاء کے مراتب تک پہنچایا جائے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی قوم ہے جو جزا وسزا اور بعث بعد الموت کی تصدیق نہیں کرتی، اور نہ نعمتوں اور عذاب پر ایمان

---

[1] البحر المحیط: ۸/۳۸۰ [2] مختصر تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۷۳ [3] مختصر ابن کثیر: ۳/۵۷۳ [4] البحر المحیط: ۸/۳۸۰ [5] التفسیر الکبیر: ۳۰/۲۱۲

لاتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے انہیں قرآن کریم کے مواعظ سے مستفید نہیں ہونے دیا۔ کَلَّآ اِنَّهٗ تَذۡكِرَةٌ: مکرر زجر و توبیخ کی۔ کَلَّآ: کے ساتھ پھر فرمایا اِنَّهٗ تَذۡكِرَةٌ: کہ یہ قرآن بلیغ قسم کی نصیحت ہے۔ اگر یہ اپنے لیے کامیابی چاہیں تو یہ ان کے لیے بطور نصیحت کافی ہے۔ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ: جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے اور اس کی ہدایت سے نفع حاصل کرے۔ وَمَا يَذۡكُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ: اور یہ اس سے نصیحت صرف اسی صورت حاصل کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دینا چاہیں، اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی ہے اور آپ کے مبارک قلب کو راحت پہنچانا ہے، ان کے اعراض اور تکذیب کے بدلہ میں۔ هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ الۡمَغۡفِرَةِ: وہ اللہ ہی اس کا اہل ہے کہ اس کی شدید عذاب سے بچا جائے، اور اس کا اہل ہے کہ اپنی رحمت سے گناہوں کو معاف فرماتے۔ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہی اس لائق ہے کہ اس کے عذاب سے بچا جائے اور اطاعت کی جائے، اور وہی اس لائق ہے کہ ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنے والوں کی مغفرت کرے۔[1] اور حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ الۡمَغۡفِرَةِ: کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حق دار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، اور جو مجھ سے ڈرا تو وہ میرے ساتھ معبود نہ ٹھہرائے، جو میرے ساتھ شریک ٹھہرانے سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہو گیا۔[2]

بلاغت:...... سورت مبارکہ بیان و بدیع کی کئی صورتوں پر مشتمل ہے، مختصر ذیل میں ہیں:

عَسِيۡرٌ يَسِيۡرٍ: میں صنعت طباق بھی ہے اور جناس الاشتقاق بھی۔ وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ: اور وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ: میں صنعت مقابلہ ہے۔ فَقُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ: میں صنعت اطناب ہے توبیخ کے لیے۔ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوۡرِ: میں جناس الاشتقاق ہے۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرۡ ۙ وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ: میں مفعول اختصاص کے لیے مقدم ہے۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ: اور يَّتَقَدَّمَ اَوۡ يَتَاَخَّرَ: میں صنعت طباق ہے۔ فَمَا لَهُمۡ عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ كَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَةٌ ۙ فَرَّتۡ مِنۡ قَسۡوَرَةٍ: میں تشبیہ تمثیلی ہے، وجہ شبہ متعدد سے لی گئی ہے۔ يَتَسَآءَلُوۡنَ ۙ عَنِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۙ مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ: میں ایجاز ہے بعض جملے فہم مخاطب کی وجہ سے حذف کیے۔ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ: میں استفہام تہویل کے لیے ہے۔ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ: میں عام کے بعد خاص کر ذکر حالاں کہ یہ بھی خوض میں داخل ہے۔ كَلَّا وَالۡقَمَرِ ۙ وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ ۙ وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ ۙ اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ: اور وَكُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِيۡنَ ۙ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۙ حَتّٰٓى اَتٰٮنَا الۡيَقِيۡنُ: میں سجع مرصع ہے۔

سورت المدثر کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد سے مکمل ہوئی۔

[1] روح المعانی: ۲۹/ ۱۳۵ [2] رواہ احمد و الترمذی وحسنہ

سورۃ القیامۃ

تعارف سورت:...... سورت قیامہ مکیہ ہے اور یہ موت کے بعد زندہ ہونے اور سزاء و جزا کے موضوع کو بیان کرتی ہے، جو کہ ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور یہ خصوصی طور پر قیامت اور اس کی ہولناکیاں اور سختیاں بیان کرتی ہے۔ اور قیامت کے وقت انسان کی حالت اور کافر کو آخرت میں جو مشقتیں اور مصیبتیں جھیلنا پڑیں گی ان کو بیان کرتی ہے۔

سورت مبارکہ کی ابتدا قیامت کے دن اور نفس لوامہ کی قسم سے ہے کہ قیامت برحق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ذیل کی آیات لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ میں اسی کا بیان ہے۔

پھر اس ہولناک دن کی کچھ علامتیں مثلاً چاند کا بے نور ہونا، آنکھوں کا خیرہ ہونا، اور لوگوں کا حساب و کتاب کے لیے جمع ہونا بیان کرتی ہے۔ ذیل کی آیات فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ: میں انہی کا ذکر ہے۔

اور سورت رسول اللہ ﷺ کے تلاوت جبرائیل کے وقت ضبط قرآن کے اہتمام کو بیان کرتی ہے، کیوں کہ آپ علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام کی اتباع میں مشقت میں تھے اور ان کے ساتھ زبان کو جلدی جلدی حرکت دیتے تا کہ اسے یاد کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ صرف تلاوت سنا کریں اور اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، ذیل کی آیات لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝۱۶ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ: میں اسی کا بیان ہے۔

پھر سورت میں ذکر کیا گیا ہے کہ آخرت میں لوگ دو گروہ میں تقسیم ہو جائیں گے۔ نیک بخت اور بد بخت، سعید اور نیک بخت لوگوں کے چہرے نور سے چمک رہے ہوں گے، اور وہ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے، جب کہ شقی اور بد بخت لوگوں کو چہرے سیاہ ہوں گے اور ان پر ذلت و رسوائی چھائی ہوگی، ذیل کی آیات وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝۲۲ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝۲۳ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝۲۴ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝۲۵ میں اسی کا بیان ہے۔

پھر سورت انسان کی اس وقت کی حالت کو بیان کرتی ہے کہ جب سختیاں اور ہولناکیاں ہوں گی اور انسان ایسی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہوگا جس کا کوئی حساب نہیں۔ ذیل کی آیات كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝۲۶ وَقِيْلَ مَنْ ۜرَاقٍ ۝۲۷ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝۲۸ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝۲۹ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمَسَاقُ ۝۳۰ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝۳۱ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۳۲ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى: میں۔

سورت کا اختتام حشر و نشر کو عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کرنے پر ہوا ہے۔ ذیل کی آیات اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝۳۶ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝۳۷ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝۳۸ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۳۹ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى: میں انہی کا تذکرہ ہے۔

اٰيَاتُهَا ۴۰ | (۷۵) سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳
بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ

الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ
الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿١٦﴾ إِنَّ عَلَيْنَا
جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾
وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَن
يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ
السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ع ۱ ۲۰ ۱۷
ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ
سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾ ع ۲ ۱۰ ۱۸

ترجمہ:...... میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ (۱) اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے۔ (۲) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اسکی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے؟ (۳) ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اسکی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں۔ (۴) بلکہ آدمی یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے۔ (۵) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ (۶) سو جس وقت آنکھیں حیران ہو جائیں گی۔ (۷) اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ (۸) اور سورج اور چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے۔ (۹) اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں۔ (۱۰) ہرگز نہیں! کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔ (۱۱) اس دن صرف تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہے۔ (۱۲) اس دن انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلایا جائے گا۔ (۱۳) بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا۔ (۱۴) گو حیلے بہانے پیش کرے گا۔ (۱۵) آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں۔ (۱۶) بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا۔ (۱۷) سو جب ہم اس کو پڑھیں سو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں۔ (۱۸) پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ (۱۹) ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو۔ (۲۰) اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔ (۲۱) اس دن بہت سے چہرے ترو تازہ ہوں گے۔ (۲۲) اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ (۲۳) اور بہت سے چہرے اس دن بد رونق ہوں گے۔ (۲۴) خیال کر رہے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ (۲۵) واقعی بات ہے کہ جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے۔ (۲۶) اور کہا جائے کہ کون ہے دم کرنے والا۔ (۲۷) اور وہ یقین کر لے کہ بلاشبہ یہ جدائی کا وقت ہے۔ (۲۸) اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے۔ (۲۹) اس روز تیرے رب کی طرف چلنا ہے۔ (۳۰) سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ (۳۱) اور لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا، پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا۔ (۳۳) تیرے لیے کمبختی ہے۔ (۳۴) پھر تیرے لیے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے۔ (۳۵) کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ (۳۶) کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا۔ (۳۷) پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا اور پھر اس کے اعضاء درست کر دیے۔ (۳۸) پھر اس کی دو قسمیں بنا دیں ایک مرد اور ایک عورت۔ (۳۹) کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ (۴۰)

لغات: بَنَانَهٗ...... بَنَانَةٌ کی جمع ہے انگلیوں کے پورے یا انگلیاں، نابغہ نے کہا:

بمخضب رخص کا نہ بنانہ عنم یکادمن اللطافۃ یعقد [1]

اور تروتازہ خضاب ایسے لگتا ہے کہ اس کی انگلیاں ہی عنم پودا ہیں قریب ہے کہ لطافت کی وجہ سے ان میں گرہ لگ جائے۔

بَرِقَ:...... گھبراہٹ کی وجہ سے نہ دیکھ سکنا، بھکا بکارہ جانا، خیرہ ہونا، اور اس کی اصل یہ ہے کہ بجلی کی طرف دیکھے تو آنکھوں کا چکاچوند ہو جائیں۔ ذوالرمۃ نے کہا:

ولوان لقمان الحکیم تعرضت لعینہ منی سافرا کادیبرق۔ [2]

اگر لقمان حکیم سفر کرتے وقت مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھتے تو چندھیاں جاتیں۔

وَزَرَ:...... جائے پناہ اور قلعہ جس میں پناہ اختیار کی جائے۔ نَّاضِرَةٌ: حسن، روشن چمک دار اور نَضِرَةٌ: چہرے کی خوبصورتی اور رونق چمک دمک۔ بَاسِرَةٌ: چہرے پر بہت زیادہ شکن پڑے ہونا، جب چہرے اور پیشانی پر بہت شکن پڑے ہوں تو اس وقت ''بسر وجھہ'' کہا جاتا ہے۔ فَاقِرَةٌ: مصیبت ''فقرتہ المصیبۃ'' کا معنی ہے کہ مصیبت نے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔ يَتَمَطّٰى: تکبر کی وجہ سے اترا کر چلنا۔

اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن برحق ہونے پر قسم کھانا

تفسیر: لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ:...... میں قیامت اور حساب کتاب، جزا و سزا کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں۔ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ: اور مؤمن و متقی کی نفس کی مجھے قسم ہے جو اطاعت چھوڑنے پر ملامت کرتا اور برے کام کرنے پر۔ مفسرین کہتے ہیں لَآ: قسم کی تاکید کے لیے ہے اور کلام عرب میں قسم سے پہلے کلام کی تاکید کے لیے لَآ: کا زائد ہونا مشہور ہے۔ گویا کہ واضح ہونے کی وجہ سے قسم کی احتیاج ہی نہیں اور جواب قسم محذوف ہے۔ لَتُبْعَثُنَّ و لتحاسبن یعنی تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے اور تمہارا حساب ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ: دلالت کرتا ہے۔ [3] اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی و عظیم ہونے کی وجہ سے قسم اٹھائی اور اس نفس کی جو اپنے صاحب کو کوتاہی کرنے پر ملامت کرتا ہے اور استغنا کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے اطاعت اور احسان کے ساتھ۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ مؤمن کا نفس ہے وہ ہر وقت اپنے تئیں ملامت کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا، اس طرح کرنے کا کیا مقصد؟ اور کافر گزرتا ہے اور اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا۔ [4]

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ: استفہام برائے توبیخ ہے یہ کافر انسان خیال کرتا ہے جو کہ بعث نشور کا منکر ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو بکھر جانے کے بعد جمع کرنے پر قادر نہیں؟

مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت ''عدی بن ربیعہ'' کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے محمد! مجھے قیامت کے دن کے بارے میں بتایئے، کب ہوگا؟ اور اس دن کا معاملہ کیسا ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بتایا، تو وہ کہنے لگا: اے محمد! اگر میں اس دن کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لوں تب بھی تیری تصدیق نہیں کرتا اور تجھ پر ایمان نہ لاتا، اللہ تعالیٰ کیسے ہڈیاں جمع کرے گا۔ [5] تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ: بلکہ ہم جمع کریں گے اور ہم قادر ہیں کہ انگلیوں کے پوروں کو واپس لائیں جو اعضاء میں سب سے چھوٹے ہیں ور جس کے اجزاء سب سے باریک اور بھرنے کے اعتبار سے لطیف، تو کیسے بڑی ہڈیوں جمع نہ کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں پوروں کا ذکر کیا جو انگلیوں کے سرے ہیں کہ ان کی عجیب و غریب بناوٹ ہے، دقیق کاری گری ہے، کیوں کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں کی باریک لکیریں پوری دنیا میں پائے جانے والے انسانوں کی لکیروں سے نہیں ملتی، یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں کسی آدمی کی تحقیق کے لیے انگوٹھے کے نشانات پر ہی اعتماد کیا جاتا ہے۔ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ: یعنی انسان اس انکار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ فسق و فجور پر ہی رہے، اور شہوتوں اور گناہوں کا اقدام کرتا رہے اور کسی دین و اخلاق کو اپنائے بغیر رہے اور جانوروں کی طرح پھرتا رہے کہ ان کا مقصد ہی یہی شہوات پوری کرنا ہوتا ہے، اسی وجہ سے یہ قیامت کا انکار اور اس کی تکذیب کرتا ہے۔

[1] القرطبی: ۱۹/ ۹۲ [2] البحر المحیط: ۸/ ۳۸۲ [3] التسہیل: ۴/ ۱۶۳ [4] تفسیر الخازن: ۴/ ۱۸۲ [5] التفسیر الکبیر للرازی: ۳۰/ ۲۱۷

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ:...... یہ کافر اور فاجر ازراہ مذاق اور تکذیب پوچھتا ہے یہ قیامت کا دن کب واقع ہوگا؟ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں پر سوال متعنت اور ہٹ دھرم کا ہے جو قیامت قائم ہونے کو بعید سمجھتا ہے اور اس کی نظیر وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ: ہے اور اسی وجہ سے وہ معاد اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور حشر کا انکار کرتا ہے۔ اور آیت مبارکہ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ: مقصد یہ ہے کہ جب انسان کی طبیعت ہی شہوات پوری کرنے کی ہو اور اذیتیں حاصل کرنا ہی مقصد ہو تو حشر و نشر کا اور مردوں کے زندہ ہونے کا اقرار اس سے ممکن نہیں تاکہ اس کی جسمانی لذات پھیکی نہ ہو جائیں، اسی وجہ سے ہمیشہ وہ قیامت کا منکر رہتا ہے اور بطور مذاق اور طعنہ کہتا ہے، قیامت کا دن کب ہوگا؟[1]

قیامت کے دن کی کچھ علامتوں کا ذکر

تو اللہ تعالیٰ نے ان منکر کا رد کرتے ہوئے فرمایا: فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ: جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور ہیرہ ہوں گی اور ہولناکیوں کی وجہ سے حیران ہوں گی۔ وَخَسَفَ الْقَمَرُ: اور چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی، تاریک ہوگا۔ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ: سورج اور چاند کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا تاکہ کفار کے لیے عذاب ہوں، عطاء فرماتے ہیں دونوں جمع کر کے سمندر میں ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی بڑی آگ ہوگی۔ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ: اس دن یہ کافر فاجر شخص کہے گا، بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اور عظیم مصیبت سے بچنے کی جگہ کہاں ہے؟ اور یہ ناامید آدمی کی طرح کا کہے گا اور اسے معلوم ہوگا کہ آج بھاگنے کا کوئی موقع نہیں۔ كَلَّا لَا وَزَرَ: اس کو بھاگنے کی طلب پر زجر ہے تاکہ اپنی اس بات سے رک جائے، کہ نہیں نہیں آج کوئی پناہ اور مدد کرنے والا اللہ کے علاوہ نہیں۔ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ: صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کے پاس قرار گاہ اور مخلوق کا لوٹنا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بندوں کی قرار گاہ صرف اللہ کے پاس ہے اور کوئی پناہ دینے والا اور نجات دینے والا اللہ کے علاوہ نہیں ہوگا۔[2] ان آیات کا مقصد آخرت کی ہولناکیوں کا بیان، آنکھیں قیامت کے دن حیران ہوں گی، اور سخت ہولناکی کی وجہ سے حیرہ ہوں گی، اور عظیم امور کے مشاہدے کی وجہ سے، اور انسان کی عقل بہک جائے گی اور ہوش اڑ جائیں گے اور وہ نجات اور چھٹکارہ تلاش کرے گا لیکن ناممکن ہے، کیوں کہ قیامت آچکی اور دنیا کی زندگی ختم ہوگئی۔ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ: اس دن انسان کو اس کے تمام اعمال، چھوٹے بڑے کی خبر دی جائے گی جو اس نے اپنی زندگی میں کیے موت کے بعد کے لیے، چاہے اچھے طریقے جاری کیے یا برے دکھلاوے کے لیے یا ویسے ہی۔ اور حدیث میں ہے: جس نے اچھے طریقے کی طرح ڈالی تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان تمام بندگان خدا کا اجر و ثواب بھی جو اس پر عمل کریں گے قیامت تک بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں سے کچھ کمی کی جائے، اور جس نے کسی برے طریقے کی طرح چلالی تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان تمام کا گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے قیامت تک بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کچھ کمی کی جائے۔[3] بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ: بلکہ انسان تو اپنے نفس، برے عمل، قبیح طریقے کر کے خود گواہ ہے کسی اور گواہ کی ضرورت نہیں، جیسا کہ سورت الاسراء آیت: ۱۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ (سورۃ الاسراء) آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

اور بصیرۃ میں ھاء روایۃ اور علامۃ کی طرح مبالغہ کے لیے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ انسان اکیلا ہی اپنی ذات پر گواہ ہے اس کے خلاف اس کے کان، آنکھیں، پاؤں اور باقی اعضاء گواہی دیں گے۔[4] وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ: اگرچہ وہ ہر طرف کے عذر اور معذرت کرے تاکہ اپنے جرموں اور فسق و فجور سے بری ہو جائے، لیکن یہ معذرت اس کو نفع نہیں دے گی کیوں کہ وہ خود اپنے نفس پر گواہ ہے۔ اور واضح دلیل ہے۔ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ انسان اگرچہ اپنے نفس کی طرف سے عذر کرے اور جھگڑا کرے اور ہر طرح کا عذر اور دلیل لائے، لیکن یہ اسے نفع دے گا، کیوں کہ وہ اپنے نفس پر خود گواہ ہے۔[5] کیوں کہ ہلاکت والے کام اس نے خود کیے ہیں۔

---

[1] الطبری ۲۹ / ۱۱۳ [2] روح المعانی ۲۹ / ۱۴۰ [3] الحدیث فی الصحاح [4] تفسیر الطبری: ۲۹ / ۱۱۵ [5] التفسیر الکبیر: ۳۰ / ۲۲۲

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے لینے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے

اس بیان کے بعد بات قرآن کی طرف منتقل ہوئی اور جبرائیل سے وحی حاصل کرنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ: یعنی جبرائیل کے واسطہ سے وحی کے پہنچنے پر قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اس غرض سے کہ کہیں کوئی آیت رہ نہ جائے حفظ جلدی جلدی کرنے کی وجہ سے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ: یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ: جب آپ کے سامنے جبرائیل قرآن پڑھیں تو ان کے فارغ ہونے تک آپ سننے کے لیے خاموش رہیں اور قرأت کے دوران اپنے ہونٹوں کو حرکت نہ دیں۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ: پھر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام وغیرہ میں سے جو کچھ آپ کو مشکل لگے اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت بہت مشقت برداشت کرتے تھے، اپنی زبان کو اور ہونٹوں کو حرکت دیتے پڑھتے، دھیان رکھتے اس احتمال سے کہ شاید کچھ مضمون میرے ذہن سے نکل جائے، تو اللہ تعالیٰ نے لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ: نازل فرمائی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جبرائیل آتے تو آپ خاموشی سے سنتے اور جب چلے جاتے تو پھر آپ اسے پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ: خاموش رہ کر سنیے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ: آپ کی زبان سے ہم بیان کروائیں گے۔[2] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حاصل کرنے کے لیے بہت جلدی فرماتے تھے اور فرشتے کی قرأت میں مسابقت کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سننے کا حکم دیا اور آپ کے سینے میں جمع کرنے اور اس کے بیان کی ذمہ داری لی۔ پس پہلی حالت میں ان کے سینے میں جمع کرنا، دوسری تلاوت اور تیسری اس کی تفسیر و توضیح۔[3]

نیک و بد کا انجام قیامت کے دن

پھر قیامت کو جھٹلانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ: اے مشرکین! باز آجاؤ، جیسے تم نے سمجھا ہے معاملہ اس طرح نہیں کہ نہ دوبارہ زندہ ہونا، نہ حساب نہ بدلہ و سزا بلکہ تم تو ایسی قوم ہو جو فانی دنیا سے محبت کرتے ہو، اور باقی رہنے والی آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو، یہی وجہ ہے کہ تم آخرت کے لیے اعمال کی فکر نہیں کرتے باوجود اس کے کہ وہ بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ: جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا کہ کچھ لوگ دنیا کی زندگی و راس کی فانی لذتوں کو آخرت کی زندگی اور اس کی باقی رہنے والی خوشیوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ تو قیامت کے دن مخلوق کے دو قسم پر تقسیم ہونے کو بیان فرمایا کہ نیک اور فاجر و فاسق اور مطلب یہ کہ نیک لوگوں کے چہرے قیامت کے دن چمک دار حسین اور روشن ہوں گی، نعمتوں کے اثر اور خوشیوں کی وجہ سے، جیسا کہ سورۃ المطففین، آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ تو ان کے چہروں پر آسائش کی بشاشت پہچانے گا۔ (سورۃ المطففین)

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ:...... اللہ تعالیٰ کے جلال کو دیکھے گا اور اس کے جمال میں جھومے گا، جنت کی نعمتوں میں سے جنتیوں کے لیے سب سے بڑی نعمت اللہ رب العزت کے چہرہ مبارک کو بغیر کسی حجاب و پردہ کے دیکھنا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خالق کو دیکھے گا اور اس کا حق ہے کہ بشاشت حاصل کرے اور نظر خالق کو دیکھے گی۔[4] اور اس سلسلہ میں صحیح احادیث بھی موجود ہیں۔[5] وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ: اور کچھ چہرہ قیامت کے دن اداس ہوں گے اور بہت شدید شکن پڑے ہوں یہ جہنمیوں بد بختوں کے ہوں گے۔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ: یعنی ان کو عظیم آفت کے نازل

---

[1] اخرجہ الشیخان واحمد [2] فی الصحیحین [3] مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۷۶ [4] تفسیر طبری ۲۹/ ۱۲۰ [5] یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور اس کی تائید بخاری و مسلم کی روایات سے ہوتی ہے معتزلہ رویت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔

ہونے کی توقع ہوگی جوان کی کمر توڑ ڈالے گی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ قیامت کے دن کفار وفجار کے چہرے ہوں گے جنہیں ہلاک ہونے کا یقین ہوگا۔[1] اور انہیں توقع ہوگی کہ ان پر وہ مصیبت ٹوٹ پڑے گی جو ان کی کمر توڑ دے گی۔ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ: اے مشرکین! اس سے باز آجاؤ، اور متنبہ ہوجاؤ ان ہولناکیوں اور سختیوں سے، کیونکہ دنیا دار فنا ہے اور ضرور تم موت کا جام پیو گے، جب روح ہنسلی تک پہنچ جائے گی اور انسان موت کے قریب ہوگا۔ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ: اس وقت اہل وعیال اور قریبی رشتہ دار کہیں گے ہے کوئی دم ڈالنے والا تا کہ اسے اس بیماری سے شفا مل جائے۔ بحر میں فرمایا: اس کے گھر والے کہیں گے کون ہے جو دم کرے، علاج کرے کہ اس مریض کو شفا مل جائے؟[2] وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ: اور اس مریض کو یقین ہوجائے گا کہ وہ عنقریب دنیا کو اور اہل وعیال اور مال ودولت کو چھوڑنے والا ہے، کیوں کہ موت کے فرشتے اس نے دیکھ لیے ہوں گے۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ: یعنی اس کی ایک پنڈلی دوسری کے ساتھ مل جائے گی موت کی سختی اور سکرات کی وجہ سے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی کفن میں اس کی دونوں پنڈلیاں ملی ہوں گی۔[3] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس پر دنیا کی جدائی کی شدت اور موت کی شدت جمع ہوں گی۔ یہی مراد ہے اور یہ اس خوفناک اور عظیم معاملہ کی تمثیل ہے۔ کہ اس پر دنیا کے مصائب کی شدت آخرت کے مصائب کی شدت سے ملیں گے، جیسے کہا جاتا ہے جنگ نے پنڈلی سے کپڑا اوپر کیا، یہ اس کی شدت سے استعارہ ہوتا ہے۔[4] اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ: اور اللہ ہی کی طرف بندوں نے جانا ہوگا، اسی کے پاس نیک اور بد جمع ہوں گے پھر انہیں جنت یا جہنم کی طرف بھیجا جائے گا۔ خازن نے فرمایا کہ بندوں کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہوگا کہ قیامت کے دن فیصلہ کے لیے اسی کے پاس جائیں گے۔[5]

قیامت کے دن کو جھٹلانے والوں کی حالت

پھر اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والے کی حالت بیان کی۔ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى: نہ تو قرآن کی تصدیق کی اور نہ اللہ رحمٰن کی نماز پڑھی۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جمہور فرماتے ہیں کہ یہ "ابوجہل" کے بارے میں نازل ہوتی ہے اور قریب تھا کہ اس کی تصریح ہوتی۔ يَتَمَطّٰى: میں کیوں کہ اس کا چلنا اپنی قوم بنو مخزوم کی طرح تھا اور اُس میں زیادہ رہتا تھا۔[6] وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى: لیکن اس نے قرآن کی تکذیب کی اور ایمان سے اعراض کیا۔ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى: پھر اترا کر چلو یعنی تکبر کی وجہ سے۔ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى: اے بدبخت! تیرے لیے ہلاکت ہے ہلاکت۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ عبارت لغت عرب میں تخویف، تحذیر اور تہدید کے طور پر ضرب المثل ہے، اور اس کی اصل ولی الشئ ہے جب کسی چیز کے قریب اور اسی سے ہے شر سے بچو قریب ہے کہ اس میں پڑھ جاؤ، لہٰذا ڈرو اور متنبہ ہو، روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى: تو ابوجہل نے کہا: اے محمد! کیا تم مجھے ڈرا رہے ہو؟ بخدا نہ تم اور نہ تمہارا رب مجھے کچھ کر سکتے ہو۔ بخدا! میں مکہ والوں میں سب سے باعزت ہوں، پھر بدر میں بری طرح قتل ہوا۔ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى: تہدید اور وعید میں مبالغہ کے لیے مکرر فرمایا، گویا کہ کہا جارہا ہے کہ میں تمہیں مکرر ڈراتا اور خوف دلاتا ہوں، لہٰذا بچ اور متنبہ کر اپنے نفس کو، عذاب کے نازل ہونے سے پہلے۔

جب سورت کی ابتدا میں مرنے کے بعد زندہ ہونے کو بیان کیا تو اب سورت کے آخر میں اس پر دلائل ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى: کیا انسان یہ گمان کر رہا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ دوبارہ زندہ ہو، نہ حساب، نہ سزا و بدلہ؟ اور بغیر کسی تکلیف کے جس طرح جانور ہوتے ہیں؟ تو اس کا یہ گمان درست نہیں اور نہ اس طرح کا گمان اس کے لائق ہے۔ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى: استفہام تقریری ہے، انسان تو منی کا قطرہ تھا جو انتہائی کمزور ہے اور عورت کے رحم میں ٹپکایا گیا ہے؟ غرض کی حالت کی حقارت بیان کرنا ہے گویا کہا گیا کہ یہ تو اس منی سے بنا ہے جو پیشاب کے جاری ہونے کی جگہ سے نکلی ہے۔ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى: پھر یہ جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے خوبصورت صورت میں بنایا اور اس کی شکل درست کی اور عمدہ سانچے میں اسے بنایا۔ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى: پھر اس انسان کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت اپنی قدرت سے یہ اصل انسان کی ترکیب ہے، تو پھر اس جیسے ضعیف کے لیے کیسے

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/۵۷۸ [2] یہ موت کے قریب ہونے سے کنایہ ہے [3] البحر المحیط: ۸/۳۹۰ [4] البحر المحیط ۸/۳۸۹ [5] تفسیر الخازن ۴/۱۸۷ [6] البحر المحیط ۸/۳۹۱

یہ لائق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر کرے۔ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ الْمَوْتٰی: کیا یہ خالق اور حکیم رب جس نے یہ عجیب اشیاء بنائی ور انسان کو گندے پانی سے بنایا، مخلوق کے ختم ہونے کے بعد دوبارہ نہانے پر قادر نہیں؟ بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس آیت کو پڑھتے تو کہتے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰی.

بلاغت :......سورت مبارکہ کئی قسم کی بلاغتوں پر مشتمل ہے کچھ یہ ہیں:

قَدَّمَ وَاَخَّرَ:......اسی طرح صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ: میں صنعت طباق ہے۔ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ: اور اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی: میں استفہام انکاری ہے توبیخ کے لیے۔ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ: میں استفہام کا مقصد انکار ہے۔ بَنَانَهٗ: اور بَیَانَهٗ: میں جناس غیر تام ہے کیوں کہ بعض حروف مختلف ہیں۔ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ: اور وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ: میں صنعت مقابلہ ہے کہ مؤمنوں کے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور کافروں کے اداس۔ السَّاقُ: اور الْمَسَاقُ: کے درمیان جناس ناقص ہے۔ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ: میں مجاز مرسل ہے۔ کیوں کہ چہرہ سے تمام جسم کو تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ جز و بول کر کل مراد لینے کے باب سے ہے۔ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی: اس میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہے قباحت و تشنیع کے لیے۔ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ: میں سجع مرصع ہے۔ اور یہ چیزیں قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہیں اور محمد ﷺ کا معجزہ ہیں۔

سورۃ القیامۃ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مکمل ہوئی۔

سورۃ الدھر

تعارف سورت:...... سورت دھر مدنی سورتوں میں سے ہے اور یہ آخرت سے متعلق امور بیان کرتی ہے خصوصی طور پر متقی لوگوں کے متعلق کہ وہ ہمیشہ کی گھر میں اور جنت کی نعمتوں میں ہوگا اور اسلوب اور مختلف موضوعات کے اعتبار سے قریب قریب یہ سورت مکی سورتوں کی طرح ہے۔

سورت مبارکہ کی ابتدا انسان کو مختلف اطوار میں پیدا کرنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بیان سے ہے، اور اسے مختلف عبادات کا مکلف بنانے کے لیے تیار کرنا، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کان، آنکھیں اور تمام حواس بنائے۔ ذیل کی آیات میں هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا: اسی کا تذکرہ ہے۔

پھر سورت اہل جنت کے لیے آخرت میں اللہ کی تیار کی ہوئی نعمتوں کو ذیل کی آیات اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا: میں بیان کرتی ہے۔

پھر سورت مبارکہ ان نیک بختوں کے اوصاف کو پھیلا کر بیان کرتی ہے، نذر پوری کرنا، اللہ کی رضا کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا، اللہ کے عذاب کا خوف، اور سورت ذکر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سخت دن میں ان کے چہروں کو اداس نہیں کریں گے۔ ذیل کی آیات يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا: میں یہی اوصاف بیان ہیں۔

ان کے اوصاف کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو سراہتے ہوئے جو اجر و ثواب اور اکرام اور فضل و نعمتیں آخرت میں رکھی ہیں۔ ذیل کی آیات میں وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا: پھر سورت پے در پے اہل جنت کی نعمتوں کو بیان کرتی جاتی ہے، ان کا کھانا، ان کا پینا، ان کا لباس، اور ان کے خادم جو صبح شام ان کے پاس آتے ہیں:۔ ذیل کی آیات وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا: میں اسی کا بیان ہے۔

سورت مبارکہ کا اختتام اس بیان کے ساتھ کہ یہ قرآن کریم ان لوگوں کے لیے جن کے پاس باشعور دل اور روشن دماغ ہے، نصیحت ہے وہ اس کے نور سے روشنی پاتے ہیں: ذیل آیات اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا: میں اسی کا ذکر ہے۔

اٰيَاتُهَا ۳۱ — (۷۶) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ
اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّآ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا
كَافُوْرًا ۝۵ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۶ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ
شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝۷ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ

اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ
شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ﴿١١﴾ وَجَزٰهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى
الْأَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾
وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِاٰنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾
وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا
كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَّإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَّحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ
شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ ع
تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ﴿٢٥﴾
وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا
ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَّحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هٰذِهِ
تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّا أَن يَشَآءَ اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾
يُدْخِلُ مَن يَشَآءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظّٰلِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾ ع

ترجمہ:...... بے شک! انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا۔ ① ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا، اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں، سو ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ ② ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکر گزار ہو گیا یا ناشکرا ہو گیا۔ ③ بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ④ بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہو گی۔ ⑤ یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے۔ ⑥ وہ لوگ نذر کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہو گی۔ ⑦ اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔ ⑧ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔ ⑨ بیشک ہم اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں جو بہت ہی تلخ ہو گا۔ ⑩ سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔ ⑪ اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے بدلہ میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ ⑫ وہ اس میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوں گے، نہ وہاں دھوپ محسوس کریں گے اور نہ ٹھنڈک۔ ⑬ اور ان پر اس کے سائے قریب ہوں گے اور اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔ ⑭ اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشے چاندی کے ہوں گے۔ ⑮ وہ شیشے کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز میں بھرا ہو گا۔ ⑯ اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہو گی۔ ⑰ (یعنی) ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہو گا۔ ⑱ اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ اے مخاطب! اگر تو انہیں دیکھے تو یوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی

ہیں۔⑲ اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے گی۔⑳ ان پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں شراب طہور پلائے گا۔㉑ بلاشبہ یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش کی قدردانی کی گئی ہے۔㉒ بلاشبہ ہم نے آپ پر قرآن اُتارا تھوڑا تھوڑا کر کے۔㉓ سو آپ پروردگار کے حکم پر جمے رہیے اور ان میں سے کسی فاسق کافر کی بات نہ مانیے۔㉔ اور صبح شام اپنے رب کا نام ذکر کیجیے۔㉕ اور رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیجیے اور رات کو بڑی دیر تک اس کی تسبیح کیجیے۔㉖ بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن چھوڑ بیٹھے ہیں۔㉗ ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں۔㉘ بلاشبہ یہ نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔㉙ اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے۔ بلاشبہ اللہ علیم ہے، حکیم ہے۔㉚ وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو ظالم ہیں ان کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔㉛

لغات: اَمۡشَاجٍ:...... یہ مشج اور مشیج کی جمع ہے جیسے اشراف، شریف کی۔ مخلوط، جب کوئی چیز دوسری چیز سے ملے تو مشیج کہا جاتا ہے اور مشیج، خلیط کی طرح ہے لفظاً بھی معنًا بھی۔ مُسۡتَطِيۡرًا: منتشر ہونا، بکھرنا۔ قَمۡطَرِيۡرًا: سخت، کربناک، تکلیف دہ اخفش کہتے ہیں "قمطریر" کا معنی دنوں سے زیادہ لمبا اور مصیبت کے اعتبار سے تکلیف دہ۔[1] دَانِيَةً: قریب۔ ذُلِّلَتۡ: مسخر ہونا، اور قریب ہونا۔ سَلۡسَبِيۡلًا: آسانی سے حلق سے اترنے والی لذیذ اور میٹھی شراب۔ سُنۡدُسٍ: باریک ریشمی کپڑا۔ وَّاِسۡتَبۡرَقٌ: کمخواب، نفیس ریشمی کپڑا۔ اَسۡرَهُمۡ: الاسر کا اصل معنی بند کرنا، باندھنا ہے پھر اس کا اطلاق اخلاق پر ہونے لگا، کہا جاتا ہے "شد اسرہ" اس نے اپنے اخلاق درست کیے، اخطل نے کہا:

من كل مجتنب شديد اسره　　　سلس القياد تخاله مختالًا[2]

تفسیر: هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ:...... یعنی انسان پر طویل وقت گزر چکا ہے۔ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا: عدم میں تھا نہ اس کا ذکر تھا نہ وجود۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالاں کہ اس سے پہلے وہ اپنی حقارت اور اپنے ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے۔[3] مفسرین فرماتے ہیں: هَلۡ اَتٰى بمعنی قد اتٰی ہے۔ جیسے آپ کہتے ہیں: هل رایت صنیع فلان؟ یعنی تو نے اس کے کرتوت دیکھ لیے ہیں۔ اسی طرح آپ کہتے ہیں: هل اکرمتك؟ هل وعظتك؟ بمعنی میں نے تیرا اکرام کیا، میں نے تجھے نصیحت کی، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسا ہو چکا ہے۔ اور انسان سے جنس انسان (تمام انسان مرد و عورت) مراد ہے اور حِيۡنٌ: سے ماں کے پیٹ میں رہنے کا وقت ہے۔[4] اور آیت کا مقصد انسان کو اس کی اصل یاد کروانا ہے، کہ وہ بھولی بسری چیز تھا، پوری طرح سمجھ نہیں آتا تھا، اور عدم میں والد کی پیٹھ میں ایک بیج اور جرثومہ تھا اور حقیر پانی تھا، اسے صرف خالق ہی جانتا تھا اور کئی زمانہ اس پر گزرا کہ زمین اس کے وجود سے خالی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا، اور بڑے عجیب انداز میں پیدا کیا، جب کہ کچھ بھی نہیں تھا اور کوئی بھی اسے جانتا نہیں تھا۔

انسان کو اللہ نے کس طرح وجود دیا

جب یہ بات ثابت کر دی کہ انسان پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ وہ موجود نہ تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے کس طرح اسے وجود کی نعمت دی اور شرعی احکام کا مکلف بنایا اور عقل و حواس کی نعمت عطا کی، کی تشریح بیان فرماتے ہوئے فرمایا: اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ: یعنی ہم نے اپنی قدرت سے اس انسان کی حقیر پانی سے تخلیق کی مراد منی ہے جو مرد کی پیٹھ سے نکل کر عورت کے پانی سے ملی، اور اس سے یہ عجیب و غریب مخلوق پیدا ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَمۡشَاجٍ: کا معنی مخلوط ہونا، اور وہ عورت اور مرد کا ملا جلا پانی ہے پھر یہ مختلف حالتوں سے تبدیل ہوا اس شکل و صورت پر آیا۔[5] نَّبۡتَلِيۡهِ: ہم آپ کے مامورات اور احکام شرعیہ کے ذریعے ہم اسے آزما رہے ہیں، آیا کہ شکر کرے گا یا ناشکری اور کفر؟ آیا اللہ تعالیٰ کے احکام پر کاربند رہے گا یا انحراف اور گمراہی اختیار کرے گا؟ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًاۢ بَصِيۡرًا: اسی وجہ سے ہم نے اسے عقل مند اور سمجھدار بنایا، کان اور

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۳۳ [2] القرطبی: ۱۹/ ۱۴۹ [3] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۸۰ [4] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۳۵ [5] تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۵۸۰

آنکھیں دیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ آیات سنے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے دلائل کائنات میں دیکھے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کی وجہ سے آزمانا درست ہے اور وہ شنوائی اور بینائی ہے، اور یہ دونوں کنایہ ہیں سمجھنے اور تمیز و فرق کرنے سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا: لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ: اور کبھی ان سے وہ مشہور حواس بھی مراد ہوتے ہیں اور ان دونوں کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا کہ یہ دونوں تمام حواس میں عمدہ اور اچھے ہیں۔[1] إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ: یعنی ہم نے انسان کو ہدایت اور گمراہی، خیر اور شر کا راستہ واضح کر کے بتا دیا اور سمجھا دیا، رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بنانے اور اسے حواس ظاہری و باطنی عطا کرنے کے بعد اسے ہدایت اور گمراہی کے راستے بتانے کی خبر دی ہے کہ اسے عقل عطا کی ہے اور اسے اختیار کی آزادی دی، تو اس کے بعد وہ شکر کرے یا کفر اسے اختیار ہے۔ اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا: إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا: یا تو مؤمن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے گا اور نیکی و اطاعت کے راستے پر چلے گا، یا پھر بدبخت اور کافر ہوگا اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرے گا، اور بدی اور فسق و فجور کے راستہ پر چلے گا۔ مفسرین کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے راستہ بتا دیا تاکہ شکر گزار یا ناشکرا بنے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو شکر اور کفر کی راہ بتا دی، اب انسان کو اختیار ہے کہ وہ یہ راستہ اختیار کرے یا وہ، یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو ارادہ اور اختیار عطا کیا گیا ہے، یہی دو چیزیں تکلیف و مکلف بنانے کا مدار ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورت الاسراء آیت ۱۸، ۱۹ میں فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿۱۸﴾

وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿۱۹﴾

"جو شخص دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر ہم اس کے لیے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا۔"

اور جو شخص آخرت (کے ثواب) کی نیت رکھے گا اور اس کے لیے جیسی سعی کرنا چاہیے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو، سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی اور جیسے سورت الکھف آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

"اور آپ کہہ دیجیے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے، سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔"
نہ تو کسی پر زبردستی ہے نہ سختی، بلکہ ارادہ اور اختیار ہے۔[2]

نیکوں اور بدوں کے لیے آخرت میں بدلہ

پھر اس واضح بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آخرت میں نیکوں اور بدوں کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اس کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا: إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا: ہم نے مجرم کافروں کے لیے بیڑیاں تیار کر رکھی ہیں جن سے ان کے پاؤں باندھے جائیں گے اور طوق تیار کر رکھے ہیں جن سے ان کے ہاتھوں کو گردنوں پر باندھا جائے گا، اور شعلہ زن آگ تیار کر رکھی ہے جس سے جلائے جائیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورت المؤمن آیت نمبر ۷۱ میں فرمایا:

إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۷۲﴾

جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں انہیں گھسیٹتے ہوتے کھولتے پانی میں لے جائیں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا: ...... جو لوگ دنیا میں جبار کی اطاعت کرنے کو تیار رہے انہیں شراب کا جام دیا جائے گا جس میں کافور کی خوشبو کی آمیزش ہوگی۔ مفسرین کہتے ہیں کہ کافور ایک مشہور و معروف خوشبو ہے جو ہندوستان اور چین کے شہروں میں درختوں سے نکالی

---

[1] تفسیر الکبیر: ۳۰/۲۳۷ [2] التفسیر الکبیر: ۳۰/۲۳۸

جاتی ہے، اور عربوں کے ہاں خوشبوؤں میں سے یہ پسندیدہ خوشبو ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو بندہ یہ جام پیئے گا تو اس میں کافور کی خوشبو پائے گا، اور اس کی پھیلی ہوئی خوشبو کافور کی طرح ہوگی۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافور جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے، اسے کافور کا چشمہ کہا جاتا ہے، اس جام میں شراب کی لذت بڑھانے کے لیے اس چشمہ کا پانی شامل کیا جائے گا اور اوپر مہر مشک خوشبو کی ہوگی۔ یہ سب سے لذیذ شراب بن جائے گی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ: یعنی یہ کافور جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ کی صورت میں جاری ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پئیں گے اور عباد اللہ کہہ کر ان کے عہد اور بندہ ہونے کو ان کے اعزاز کے لیے بطور منور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ذکر کیا، اور مراد اس سے متقی مؤمن ہیں۔ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا: اپنے گھروں اور محلات میں جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔ صاوی نے فرمایا: یعنی یہ لے جانا آسان ہوگا اور کوئی مانع نہیں ہوگا، روایت میں ہے کہ آدمی اپنے گھروں سے چلے پھرے گا اور اپنے محلات کی چھتوں پر جائے گا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی ہوگی اس سے پانی کو اشارہ کرے گا تو وہ پانی اس کے ساتھ چلے گا، وہ اپنی منزلوں میں جہاں کہیں چکر لگائے گا اور وہ اپنے محلات کی چھت پر جائے گا تو پانی ساتھ جائے گا۔[2]

نیکوکاروں کو اتنا بڑا ثواب کیوں ملے گا؟

جب اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کے ثواب کا ذکر کیا تو اب ان کی وہ بڑی بڑی صفات بیان کر رہے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس عظیم اجر کے مستحق ہوئے ہیں۔ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ: یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں انہوں نے اپنے اوپر جو نذر منت لازم کی تھی اسے پوری کرتے ہیں، یعنی جب کسی اطاعت کی نذر مانتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں: طبری نے فرمایا: جو کام بھی بندہ اپنے اوپر کرنا لازم کر لے وہ نذر کہلاتا ہے۔ تو جب یہ نذر مانتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طاعت میں۔[3] نماز، زکوٰۃ، حج، صدقہ وغیرہ میں سے۔ مفسرین فرماتے ہیں، یہ ان کے واجبات کی ادائیگی کے وصف کے بیان میں بطور مبالغہ فرمایا، اس لیے کہ جو بندہ خود اپنے اوپر جو چیز لازم کر کے اسے پورا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی لازم کی چیزوں کو تو وہ بہت زیادہ پورا کرنے والا ہے۔[4] وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا: یعنی اس عظیم دن کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں، اس کی سختیاں ایسی ہیں کہ آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ اڑیں گے وغیرہ ہولناکیاں جو لمبی بکھر ہوئی، ہوں گی جو شدت اور سختی کی انتہا تک پہنچی ہوں گی۔ قتادہ فرماتے ہیں: کہ اس دن کا شر بکھرے گا بخدا! حتیٰ کہ زمین و آسمان اس کی لپیٹ میں ہوں گے۔[5] وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ: یعنی کھانے کی حاجت ہونے کے باوجود لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا: یعنی فقیہ کو جو دنیا کی کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، یتیم کو جس کا باپ مر گیا اور وہ چھوٹا ہے نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی کفالت کرنے والا اور اسیر قیدی جسے جنگ میں مشرکوں سے قید کر لیا ہو۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی لائے جاتے تھے، تو آپ انہیں بعض مسلمانوں کے سپرد کر دیتے اور فرماتے اس سے اچھا برتاؤ کرنا، اور وہ اس کے پاس دو تین دن رہتا تو اس کو ترجیح دیتے۔[6] تو اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا یہ نیک لوگ، انہیں کھانے کی ضرورت اپنی بھوک مٹانے کے لیے ہونے کے باوجود یہ خوش دلی سے مجبوروں کو کھلاتے ہیں اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ سورت حشر آیت نمبر ۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ: خود انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ: ہم اللہ کی رضا اور ثواب کی طلب میں تمہارے ساتھ احسان کر رہے ہیں۔ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا: ہم اس احسان کے بدلہ میں کوئی چیز نہیں چاہتے اور نہ تم سے حمد و ثناء کے امیدوار ہیں، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بخدا! یہ بات وہ صرف زبان سے نہیں کہتے، بلکہ اللہ ان کے دلوں کو جانتا ہے اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کی تاکہ رغبت رکھنے والے اس کی طرف راغب ہوں۔[7] اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا: یہ کام ہم نے اس لیے کیے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سخت دن کی ہولناکی سے بچائے، رسوا کن ہونے کی وجہ سے چہرے سیاہ

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۹/ ۱۲۳ [2] حاشیۃ الصاوی: ۴/ ۲۷۴ [3] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۱۲۹ [4] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۴۱ [5] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۱۲۹ [6] روح المعانی ۲۹/ ۱۵۵

[7] ابن کثیر: ۴/ ۵۸۲

اور اداس ہوں گے اور یہ سخت بھیانک دن ہوگا۔[1] فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ: اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی سختی سے بچائیں گے۔ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا: اور انہیں چہروں پر بشاشت اور دل میں لذت و سرور عطا فرمائیں گے اور سُرُوْرًا: میں تنوین تنکیر کی عظمت کے لیے ہے۔ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا: اور اللہ تعالیٰ انہیں اطاعت کی سعی اور مال کی قربانی کے ساتھ صبر کی وجہ سے وسیع صفت عطا فرمائیں گے اور ریشم کا لباس دیں گے، جیسا سورت الحج کی آیت نمبر ۲۳ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ: اور جنت میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ اور آیت میں صنعت ایجاز ہے جو اعجاز پر دال ہے، اللہ تعالیٰ نے لفظ جَنَّةً: سے اشارہ کیا ان تمام پھلوں، کھانے کی چیزوں، پینے کی چیزوں کی طرف جو اس دار کرامت میں نیک لوگوں کو ملیں گی، کیوں کہ جنت کو جنت کہتے ہی اسی لیے ہیں کہ اس میں تمام اسباب راحت ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ: اور حَرِيْرًا: سے اس طرف اشارہ کیا کہ زینت اور لباس مختلف قسم کے جن سے یہ لذت اندوز ہوں گے ملیں گے اور عربوں کے ہاں ریشم قیمتی اور عمدہ لباس ہے، پس اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے کھانے، شراب، اور لباس ان کے لیے جمع کیے ہوئے ہیں اور یہ آخری انتہا ہے جس پر لوگ مطلع ہو سکتے ہیں۔

نیک لوگوں کے لیے رہائش اور باقی نعمتوں کا ذکر

جب اللہ تعالیٰ نے کھانے اور لباس کا ذکر کیا تو اب باقی نعمتوں اور رہائش کا ذکر فرمایا: مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ: یعنی جنت میں لیٹے ہوں گے مزین قسم کی چارپائیوں پر عمدہ کپڑوں اور پردوں میں۔ مفسرین کہتے ہیں الْاَرَآئِكِ: اريكة: کی جمع ہے، اور یہ وہ مسہری ہے جس پر عمدہ اور خوبصورت کپڑے لٹکائے گئے ہوں، اس حالت کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ نعمتوں والوں کی حالتوں میں یہ مکمل ترین حالت ہے۔ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا: نہ ٹھنڈ نہ گرمی، اس لیے کہ وہاں کی ہوا معتدل ہوگی نہ گرم، نہ سرد، بلکہ یہ عرش سے اٹھنے والے بخارات ہوں گے جو نفوس کو حیات بخشیں گے۔ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا: یعنی نیکوں کے لیے جنت کے درختوں کا سایا قریب ہوگا۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا: پھل ان کے قریب ہوں گے ان کو اتارنا ان کے لیے آسان ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب جنت کے پھل کھانے کا ارادہ کرے گا تو قریب آجائیں گے تو کھالے گا جو ان میں سے چاہے گا۔[2]

نیک لوگوں کے مشروبات کا ذکر

جب اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے کھانے، لباس اور رہائش کو بیان کیا تو اس کے بعد مشروبات کا ذکر فرمایا: وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ: خادم ان کے پاس چاندی کے برتنوں میں کھانا، پانی لائیں گے، جیسا کہ دنیا میں مالداروں کی عادت ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنی ضرورت کا اس سے لے لے گا، اور یہ برتن پلیٹیں ہوں گی بعض چاندی کی بعض سونے کی جیسا کہ سورۃ زخرف آیت ۷۱ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ ان کے پاس سونے کی رکابیاں لائی جائیں گی (یعنی غلمان لائیں گے)۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں کبھی ان سے پلائیں گے اور ان سے[3] وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟: اور پیالے اتنے باریک اور شفاف ہوں گے جیسے شیشہ صاف ہوتا ہے، بحر میں فرمایا: كَانَتْ: کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی قدرت سے بنائیں گے، لہٰذا اس عجیب الشان مخلوق کے لیے تخیم ہوں گے، جن میں چاندی کی سفیدی اور شیشہ کی طرح شفافیت ہوگی۔[4] قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ: یعنی صفائی میں شیشہ اور خوبصورتی میں چاندی کے جامع ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جنت کی چیزوں میں سے دنیا میں کچھ بھی نہیں، صرف نام ہی ان کے استعمال ہوئے ہیں، اور جنت میں جو ہوں گے، اعلیٰ، اشرف اور بلند ہوں گے، اگر آپ دنیا کا چاندی لیں، اور اسے مچھر کے پر کی طرح باریک ڈھالیں، پھر بھی پانی دوسری طرف نظر نہیں آئے گا، لیکن جنت کے پیالے سفیدی میں چاندی اور صفائی، شفافیت میں شیشہ کی طرح ہوں گے۔[5]

---

[1] الطبری: ۲۹/۱۳۱ [2] تفسیر القرطبی: ۱۹/۱۳۷ [3] التفسیر الکبیر: ۳۰/۲۴۹ [4] البحر المحیط: ۸/۳۹۷ [5] تفسیر الآلوسی: ۲۹/۱۵۹

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا:......ان کی ضرورت کے مطابق ہی تیار ہوگی نہ زیادہ ہوگی نہ کم، اور یہ لذیذ ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی ضرورت کی بقدر لائی جائیں گی، نہ تو کوئی چیز زیادہ ہوگی اور نہ اس کے بعد مزید کی چاہت ہوگی۔[1] وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا: ان نیکوں کو جنت میں شراب کے ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی، اور عرب جس شراب میں سونٹھ ملی ہوئی ہے، بڑے مزے لے کر پیا کرتے تھے، کیوں کہ اس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ فرماتے ہیں تم آخرت کی نعمتوں کی رغبت کرو جنہیں تم دنیا میں بہت ہی بڑی نعمت سمجھتے ہو۔[2] عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا: اور جنت کے چشمے سے پئیں گے جس کا نام سلسبیل ہے، جو آسانی سے حلق سے اترے گا، مفسرین نے کہا: سلسبیل: میٹھا پانی ہے، جو میٹھا اور شفاف ہونے کی وجہ سے حلق سے آسانی سے اترے گا، اور اسے سلسبیل اس لیے کہا کہ اس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی، لیکن اس کا اثر نہ ہوگا کہ پینے والے اس کے ذائقہ کو پہچان لیں گے، لیکن اس کی بناوٹ سے معلوم نہ ہوگا، لہٰذا یہ شراب سلسبیل ہی رہے گی یعنی حلق سے جلدی اترنے والی۔

جنت کے خادموں کا ذکر

پھر اس کے بعد اہل جنت کے خادموں کا بیان فرمایا: وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ: یعنی ان نیکوں کے پاس یہ چیزیں لے کر لڑکے آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہوا ہے۔ مُّخَلَّدُوْنَ: اور وہ ہمیشہ خوبصورتی میں اسی طرح رہیں گے، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے حسین وجمیل، نہ بوڑھے ہوں گے نہ تبدیل، اور زمانوں کے گزرنے کے باوجود ایک ہی عمر پر رہیں گے۔[3] اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا: جب آپ انہیں جنت میں اہل جنت کی خدمت کرتے ہوئے چلتے پھرتے دیکھیں گے تو آپ انہیں خوبصورتی، صفائی، رنگ اور چیزوں کے چمکنے کے اعتبار سے بکھرے ہوئے موتی سمجھیں گے۔ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ عجیب تشبیہ ہے، اس لیے کہ موتی جب بکھرے ہوئے ہوں تو بہت اچھا منظر ہوتا ہے، کیوں کہ بعض کی شعاعیں بعض پر پڑتی ہیں تو بڑے ہی خوبصورت ہوتے ہیں۔[4]

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا: یعنی جب آپ جنت میں وہ چیزیں دیکھیں جو انسیت اور سرور ولذت کے مظاہر ہیں اور ایسی نعمتیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا، اور ایسی سلطنت کہ اس کی انتہا ہی نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خیال ہی گزرا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح احادیث میں ہے کہ: جنت میں سب سے کم مرتبہ جس جنتی کا ہوگا اسے اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی، جب اللہ کی جنتیوں میں ادنیٰ جنتی کو یہ عطا ہوگی تو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اس سے اعلیٰ مراتب والے ہیں اور اس کے لیے جو اللہ نے رکھا ہے۔[5] پھر اللہ تعالیٰ نے مزید نعمتیں بیان فرمائی۔ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ: سبز عمدہ ڈیلکس فینسی ریشم کے کپڑے اور شاندار زینت والے لباس، باریک ریشم، اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: سندس باریک ریشم کو اور استبرق دبیز موٹے ریشم کو کہا جاتا ہے اور یہ جنت میں نیکوں کا لباس ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عٰلِيَهُمْ: یہ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ ان کے کئی قسم کے کپڑے ہوں گے، لیکن سب سے اوپر یہی ہوں گے پس یہ عمدہ ہوں گے۔ وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ: جنت میں چاندی کے کنگن پہنے ہوں گے زینت اور زیور کے طور پر، اور ''حلوا'' ماضی سے تعبیر کیا، کیوں کہ وقوع یقینی ہے۔ صاوی نے فرمایا: اگر یہ سوال ہو کہ یہاں پر کیسے چاندی کے کنگنوں کا ذکر ہوا حالاں کہ سورت کہف میں سونے کے کنگنوں کا اور سورت فاطر میں سونے اور موتیوں کے کنگن پہننے کا تذکرہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی صرف سونے کے کنگن پہنیں گے، کبھی صرف چاندی کی، کبھی صرف موتیوں کے، جیسے چاہت ہوگی، اور یہ بھی ممکن ہے ایک ہی بازو پر سونے چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنیں۔[6] وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا: ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا جو دنیا کی شراب کی طرح نجس اور ناپاک نہ ہوگی۔ طبری نے کہا: ان نیکوں کو پاکیزہ شراب پلائی جائے گی، اور اس کی پاکیزگی یہ ہوگی کہ ان کے جسموں سے مشک کی

[1] تفسیر الالوسی: ۲۹/ ۶۰ [2] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۴۰ [3] القرطبی: ۱۹/ ۱۴۱ [4] التفسیر الکبیر ۳۰/ ۲۵۱ [5] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۸۴ [6] حاشیۃ الصاوی: ۴/ ۲۷۸

طرح خوشبو آئے گی اور ناپاک پیشاب کی طرح نہ ہوگی۔ روایت میں ہے کہ جنت میں ایک آدمی کو دنیا کے سو آدمیوں کے برابر قوت مردمی دی جائے گی، جب کھائے گا تو اسے شراب طہور پلائی جائے گی اور اس کے بدن سے اذخر (گھاس) کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبو آئے گی۔[1] اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً: انہیں جنت میں داخل کرنے کے بعد سب نعمتیں دے کر کہا جائے گا یہ تمہارے دنیا میں کیے گئے نیک اعمال کا بدلہ اور صلہ ہے۔ وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا: اور تمہارے اعمال پسندیدہ اور مقبول ہو گئے، تمہیں ان پر اچھا بدلہ دیا گیا، تمہاری تعریف کے ساتھ، سابقہ آیات میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے زنجیریں اور بیڑیاں تیار کر رکھی ہیں، جس طرح کے مسلمانوں کے لیے مسہریاں سجی ہوں گی اور وہ ان پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، اور سندس واستبرق ریشم کے کپڑے پہنے ہوں گے، اور ان کے بازوؤں میں چاندی کے کنگن اور ان کے سامنے لڑکے موتیوں کی طرح ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کی پلیٹیں اور آبخورے لاتے رہیں گے جو شراب سے بھرے ہوں گے، جس میں زنجبیل اور کافور کی آمیزش ہوگی اور یہ ساری چیزیں ترغیب و ترہیب کے لیے بیان ہوئیں، قرآن کریم کے اسلوب کے مطابق نیکوں اور بدوں کے حالات مقابلہ کے طور پر ذکر کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی کا ذکر، ان کے استہزاء اور مذاق کی وجہ سے

اس تمام وضاحت و تفصیل کے بعد بھی مشرک ان آیات کا مذاق اڑاتے اور اعراض کرتے۔ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استہزا کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پریشان ہوتے تو آئندہ آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی تاکہ آپ کے قلب مبارک سے غم کے آثار ہلکے ہوں۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے، تاکہ آپ انہیں نصیحت کریں اس میں جو وعدے اور وعیدیں ہیں، ترغیب اور ترہیب ہے، لہٰذا آپ نہ مایوس ہوں نہ غمگین و پریشان، قرآن حق ہے اور اس کے وعدے سچے ہیں۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر کیجیے اور اپنے رب کے حکم اور فیصلے کا انتظار کیجیے، ضرور ان سے بدلہ اور انتقام لیا جائے گا، اور انہیں ہلاک کر کے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کی جائیں گی، چاہے فی الفور یا کچھ عرصہ بعد۔ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا: ان فاجروں، گناہوں میں لت پت، ہلاکت کے چیزوں پڑے ہوؤں کی موافقت نہ کیجیے۔ اَوْ كَفُوْرًا: اور جو کفر و ضلالت میں انتہا کو پہنچ چکے ہیں نہ باز آتے ہیں نہ ڈرتے ہیں ان کی اطاعت نہ کیجیے اور اَوْ كَفُوْرًا: مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس معنی ہے انکار و کفر کی انتہا کو پہنچنے والے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ''عتبہ بن ربیعہ'' اور ''ولید بن صغیرہ'' کے بارے میں نازل ہوئی، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنے لگے اگر عورتیں اور مال چاہتے ہو تو اس دین کو چھوڑ دو ہم یہ پورا کر دیں گے، عقبہ نے کہا: میں آپ کی شادی اپنی بیٹی سے کرواتا ہوں اور بغیر مہر کے آپ کو لا کر دوں گا اور ولید نے کہا میں آپ کو اتنا مال دوں گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی[2] لیکن بہتر یہ ہے کہ آیت اپنے عموم پر ہے کیوں کہ اس کے الفاظ عام ہیں، جو ہر کافر و فاسق کو شامل ہیں۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ: اپنے رب کی نماز پڑھیے اور عبادت کو طاعت زیادہ کیجیے۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: دن کے اول حصہ میں اور آخری حصہ میں، صبح شام۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ: اور رات کو اللہ کے لیے تہجد پڑھیے اپنے رب کی مناجات میں مستغرق ہو کر۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا: اور رات کی تاریکی جب اور لوگ سو رہے ہوں آپ اپنے لیے تہجد اور طویل قیام کیجیے۔ جیسے کہ سورت اسراء آیت نمبر ۷۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

اور کسی قدر رات کے حصہ میں، سو اس میں تہجد پڑھا کریں جو کہ آپ کے لیے زائد چیز ہے، امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ صبح شام، دن رات تمام اوقات میں اللہ کی عبادت اور ذکر کرتے رہیں، اپنے دل اور زبان سے تاکہ آپ دشمنوں کے مقابلہ کے لیے مضبوط ہوں۔

---

[1] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۷ سلا [2] انظر التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۵۸، وتفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۴۷، وحاشیۃ الصاوی: ۴/ ۲۷۸

مجرم کافروں کی حالت کا ذکر

نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے بعد مجرم کا مردوں کے حالت کو بیان فرمایا۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَۃَ: یہ کافر آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی فانی لذتوں میں منہمک ہیں۔ وَیَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ یَوۡمًا ثَقِیۡلًا: اور آگے آنے والے مشکل اور سخت ہولنا کیوں والے دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ نَحۡنُ خَلَقۡنٰهُمۡ وَشَدَدۡنَاۤ اَسۡرَهُمۡ: ہم نے اپنی قدرت سے انہیں عدم سے وجود بخشا اور ان کے اعصاب اور رگوں کے جوڑوں کو مضبوط کیا، یہاں تک کہ یہ مضبوط ہوں گے۔ وَاِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَاۤ اَمۡثَالَهُمۡ تَبۡدِیۡلًا: اگر ہم چاہیں تو انہیں ہلاک کر دیں پھر ان سے بہتر بندے پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنے والے ہوں۔ آیت میں وعید اور تہدید ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡکِرَۃٌ: یہ آیات کریمہ اپنے باریک ولطیف معنی اور عمدہ الفاظ میں نصیحت اور یاد دہانی ہیں، عاقل ان سے نصیحت پکڑتا ہے، اور جاہل ان کی وجہ سے باز آتا ہے۔ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیۡلًا: جو نفع، عبرت اور نیک بختی کے راستہ پر چلنا چاہا ہی تو اسے قرآن کریم کی آیات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہیے اور اس کی روشنی سے میں چلنا چاہیے تاکہ اپنے رب تک پہنچانے والے راستہ پر رہے، اللہ کی اطاعت اور رضاء کی تلاش میں، اسباب سعادۃ اور نجات کی راہیں وسیع اور زیادہ ہیں۔ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ: یعنی تم جس بھی معاملہ میں کچھ چاہتے ہو تو وہ صرف اللہ کی مشیت اور تقدیر ہی سے ہوتا ہے اور اطاعت واستقامت اللہ تعالیٰ کی اجازت وارادہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ تو اپنے آپ کو راہ ہدایت پر لا سکتا ہے اور نہ ایمان میں آسکتا ہے اور نہ اپنے لیے کوئی نفع حاصل کر سکتا ہے۔[1] اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا: اپنی مخلوق کے حالت سے باخبر، اور تدبیر وصنعت میں حکیم، مستحق ہدایت کو جانتا ہے، پس اسے اس کے لیے آسان کر دیتا ہے اور اور مستحق ضلالت کو بھی جانتا ہے، پس اس کے لیے اس کے اسباب مہیا فرماتا ہے، اسی کے لیے نتیجہ خیز حکمت اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ: اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی مشیت اور حکمت سے جنت اور رضامندی میں داخل کرتا ہے، مراد مؤمن ہیں۔ وَالظّٰلِمِیۡنَ اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا: رہ گئے مشرک ظالم تو ان کے لیے جہنم میں سخت دردناک عذاب تیار ہے سورت کا اختتام متقین اور کافر کے انجام پر کیا۔

بلاغت:...... سورت میں بیان وبدیع کی طرح سے چند ایک یہ ہیں:

شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا:...... کے درمیان اسی طرح بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا: کے درمیان اسی طرح شَمۡسًا وَّلَا زَمۡهَرِیۡرًا: میں صنعت طباق ہے۔ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَاۡ: میں لف نشر غیر مرتب ہے، کیوں کہ پہلے شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا: میں پہلے شاکر کا ذکر کیا پھر کافر کا پھر صرف دوسرے کا ذکر کیا۔ یَوۡمًا عَبُوۡسًا: میں مجاز عقلی ہے، عبوس کی یوم کی طرف اسناد، کسی چیز کی اسناد اس کے زمانہ کی طرف ہونے کی طرح ہے جیسے: نہارہ صائم ہیں۔ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الۡیَوۡمِ وَلَقّٰىهُمۡ: میں جناس ناقص ہے۔ وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ: میں جناس الاشتقاق ہے۔ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَۃَ وَیَذَرُوۡنَ: میں صنعت طباق ہے۔ اِنَّ هٰذَا کَانَ لَکُمۡ جَزَآءً: میں ایجاز ہے۔ یقال لهم ان الخ تھا حذف کیا گیا۔ اِذَا رَاَیۡتَهُمۡ حَسِبۡتَهُمۡ لُؤۡلُؤًا مَّنۡثُوۡرًا: میں تشبیہ بدیع ہے۔ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَۃَ وَیَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ یَوۡمًا ثَقِیۡلًا: میں صنعت مقابلہ ہے۔ لُؤۡلُؤًا مَّنۡثُوۡرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡکًا کَبِیۡرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمۡ ثِیَابُ سُنۡدُسٍ خُضۡرٌ وَّاِسۡتَبۡرَقٌ ۫ وَّحُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّۃٍ ۚ وَسَقٰىهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا کَانَ لَکُمۡ جَزَآءً وَّکَانَ سَعۡیُکُمۡ مَّشۡکُوۡرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا ﴿۲۳﴾ فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ کَفُوۡرًا: میں سجع مرصع ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے سورت الدھر کی تفسیر مکمل ہوئی۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۵۸

سورت المرسلات

تعارف سورت:..... سورت مرسلات مکی ہے اور تمام مکی سورتوں کی طرح یہ بھی عقیدہ، آخرت، دلائل قدرت و وحدانیت اور تمام غیبی امور کو بیان کرتی ہے۔ سورت کی ابتدا مختلف قسم کے فرشتوں کی قسم سے ہے جن کے ذمہ کائنات کے معاملات ہیں، کہ قیامت حق ہے اور عذاب و ہلاکت کافروں کی ہوگی، ذیل کی آیات وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ: میں اسی کا تذکرہ ہے۔

سورت انسان کے مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی زبردست کے دلائل ذیل کی آیات وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ: میں بیان کرتی ہے۔ پھر سورت آخرت میں مجرموں کے انجام اور جو عذاب و سزا ہوگی کو ذیل کی آیات وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝۳۲ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ: میں بیان کرتی ہے۔ مجرموں کے تذکرہ کے بعد سورت متقی مومنوں کا تذکرہ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو مختلف قسم کی نعمتیں، اور اکرام تیار کر رکھا ہے اسے ذیل کی آیات اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۴۱ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۴۲ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: میں بیان کرتی ہے۔

سورت کا اختتام کفار کے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے رکنے کے اسباب، سرکشی و جرائم بیان پر ہے، ذیل کی آیات وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۵ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝۴۶ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝۴۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۹ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ: میں اسی کا تذکرہ ہے۔

اٰيَاتُهَا ۵۰ | (۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ
ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹
وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷
كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ
قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴ اَلَمْ
نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝۲۶ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝۲۷
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ

شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا ع
هَنِيْٓـئًا ۢبِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا
وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢبَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ:……قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لیے بھیجی جاتی ہیں۔(۱) پھر ان ہواؤں کی جو سختی کے ساتھ چلتی ہیں۔(۲) ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔(۳) پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو جدا کر دیتی ہیں۔(۴) پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد کا القا کرنے والی ہیں۔(۵) توبہ کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر۔(۶) بات یہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔(۷) سو جب ستارے بے نور کر دیے جائیں گے۔(۸) اور جب آسمان پھٹ جائے گا۔(۹) اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے۔(۱۰) اور جب پیغمبر معین وقت پر جمع کیے جائیں گے۔(۱۱) کس دن کے لیے ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا؟(۱۲) فیصلہ کے دن کے لیے۔(۱۳) اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے۔(۱۴) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۱۵) کیا ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا؟(۱۶) پھر پچھلے لوگوں کو ان ہی کے ساتھ کر دیں گے۔(۱۷) ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔(۱۸) اس روز حق جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔(۱۹) کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا؟(۲۰) سو ہم نے اسے ٹھہرانے کی محفوظ جگہ میں مقرر رکھا۔(۲۱) ایک وقت مقرر تک۔(۲۲) سو ہم نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا، سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔(۲۳) اس دن بڑی خرابی ہے۔ جھٹلانے والوں کے لیے۔(۲۴) کیا ہم نے زمین سمیٹنے والی نہیں بنائی۔(۲۵) زندوں اور مردوں کو۔(۲۶) اور ہم نے اس میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیے۔ اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔(۲۷) اس روز بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔(۲۸) تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے۔(۲۹) ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔(۳۰) جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے۔(۳۱) وہ انگارے پھینکے گا جیسے بڑے بڑے محل۔(۳۲) جیسے کالے کالے اونٹ(۳۳) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۳۴) یہ وہ دن ہوگا جس میں بول نہ سکیں گے۔(۳۵) اور انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ عذر کر سکیں۔(۳۶) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۳۷) یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے۔(۳۸) سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے مقابلے میں اس تدبیر کو استعمال کر لو۔(۳۹) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۴۰) بلاشبہ پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں۔(۴۱) اور ایسے میووں میں ہوں گے جن کی اشتہا ہوگی۔(۴۲) کھاؤ اور پیو مبارک طور پر ان اعمال کے عوض جو تم کرتے تھے۔(۴۳) بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔(۴۴) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۴۵) کھاؤ اور برت لو تھوڑے سے دن بے شک تم مجرم ہو۔(۴۶) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۴۷) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے(۴۸) بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۴۹) سو قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔(۵۰)

تفسیر: وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا:...... مجھے قسم ہے ان ہواؤں کی جو مسلسل چلتی ہیں۔[1] مفسرین کہتے ہیں یہ ہوائیں عذاب والی ہیں جن کے ذریعے کے ذریعے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہلاک کرتے ہیں۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا: مجھے قسم ہے سختی سے چلنے والی ہواؤں کی، جب سختی سے چلنے والی ہوائیں بھیجی جائیں تو وہ درخت اکھاڑ دیتی ہیں، گھر ویران کر دیتی ہیں، اور نشانات تبدیل کر دیتی ہیں۔ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا: اور مجھے قسم ہے ان فرشتوں کی جو بادلوں کو چلاتے ہیں، اور جہاں اللہ چاہتے ہیں وہاں اللہ کی رحمت بارش برساتے ہیں، جس سے بندوں اور شہروں کو زندگی ملتی ہے۔ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا: اور مجھے قسم ان فرشتوں کی جو حق اور باطل میں، حلال اور حرام میں فرق کرتے ہیں۔[2] فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا: مجھے قسم ہے ان فرشتوں کی جو وحی لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں انبیاء علیہم السلام پر لاتے ہیں۔ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا: یعنی وحی لاتے ہیں بندوں کے لیے بطور الزام تاکہ اللہ پر ان کے لیے کوئی حجت باقی نہ رہے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو انتقام اور عذاب سے ڈرانے کے لیے۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ: یہ جواب قسم ہے، یعنی تم سے جس قیامت، حساب و کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پورا اور واقع ہو کر رہے گا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی! جن کی قسم کھائی جا رہی ہے ان کی عظمت شان، اور جس کے لیے کھائی گئی اس کی تعظیم پر تنبیہ کرنے کے بعد اللہ نے رحمت اور عذاب اور بندوں کے لیے خیر و شر لانے والوں ہواؤں کی قسم اٹھائی اور عذر یا ڈر سنانے والے نیک فرشتے جو وحی لے کر آتے ہیں ان کی قسم کھائی کہ قیامت برحق ہے، اس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں سے جو قیامت اور ثواب و عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ یقینی طور پر پورا ہوگا، لہٰذا شک کرنے کی گنجائش نہیں۔[3] پھر اس کے واقع ہونے کے وقت کو اللہ تعالیٰ تفصیل سے بیان فرماتے ہوئے فرمایا: فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ: سب ستارے بے نور ہو جائیں گی، ان کی روشنی اور چمک ختم ہو جائے گی۔ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ: اور آسمان پھٹ جائیں گے۔ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ: اور پہاڑ ذروں کی طرح اڑتے ہوں گے، جیسا کہ سورت طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجیے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ:...... یعنی انبیاء کے لیے وقت و میعاد جمع ہونے کی مقرر ہوگی، تاکہ ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ ہو اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔ جیسا کہ سورت مائدہ آیت نمبر ۱۰۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتوں کے) جمع کریں گے پھر ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو (ان امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا۔

اور اُقِّتَتْ: کی اصل وُقِّتَتْ: ہے جو وقت سے ماخوذ ہے، یعنی ان کے لیے متعین وقت مقرر کیا ہے۔ طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی قیامت کے دن ان کے اجتماع کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔[4] اور مجاہد فرماتے ہیں: یہی وہ وقت ہے جس میں انبیاء امتوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر ہوں گے۔[5] لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ: استفہام اس دن کی عظمت کے لیے ہے اور تعجب اس دن کی ہولناکی اور شدت کے لیے ہے۔ یعنی اس عظیم دن کے لیے رسولوں کو مؤخر کیا گیا ہے لِيَوْمِ الْفَصْلِ: مخلوق کے درمیان فیصلہ کے دن کے لیے، جس دن اللہ تعالیٰ اپنے عادلانہ فیصلہ کے ذریعے انبیاء اور ان کی جھٹلانے والی امتوں کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ: استفہام تعظیم و تہویل کے لیے؟ اے انسان! تجھے معلوم ہے

---

[1] ان پانچ آیات کی تفسیر میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے، بعض ان سب سے ہوائیں مراد لیتے ہیں، اور بعض ان سب سے فرشتے مراد لیتے ہیں اور بعض ان میں تفصیل کرتے ہیں، جب کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ان کی تفسیر سے توقف کیا ہے۔ اور ہم نے ابن کثیر رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے جیسے صاحب تسہیل نے ترجیح دی کہ مرسلات اور عاصفات ہوائیں ہیں کیوں کہ ہوا کو عصف سے تعبیر کرنا حقیقت ہے اور ناشرات اور فارقات فرشتے ہیں کیوں کہ ملقیات سے مراد بھی فرشتے ہیں ملقیات کو کسی نے بھی ہوا قرار نہیں دیا، یہی وجہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں کو فاء کے ذریعہ عطف کیا ہے والمرسلات فالعاصفات اور جو ان کی جنس میں نہیں، انہیں واو سے والناشرات عطف کیا ہے پھر فاء سے، یہ عمدہ قول ہے۔ [2] البحر المحیط: ۸/ ۴۰۴ [3] انظر التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۶۵ [4] تفسیر الطبری: ۲۹/ ۱۴۳ [5] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۲۶۹

فیصلہ کے دن کی سختی اور ہولنا کی؟ یہ دن انسان کی پہچان سے بڑا ہے یا انسان کی عقل اور وجدان اس کا احاطہ نہیں کرسکتی اور ضمیر کی جگہ اسم ظاہر رکھا تہویل اور رسوائی کے لیے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بندے اس عظیم دن پر تعجب کرتے ہیں کہ ان رسولوں سے متعلق امور یعنی تکذیب کرنے والوں کے لیے عذاب، اور ایمان لانے والوں کی عظمت اور ان ہولنا کیوں، حساب و کتاب کا ظہور جس کے ایمان کے لیے مخلوق کو دعوت دی جاتی ہے۔ انہیں کس دن کے لیے مؤخر کیا گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِيَوْمِ الْفَصْلِ: فیصلہ کے دن کے لیے جس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کریں گے، پھر دوبارہ اس کی عظمت کے لیے فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ: اور تمہیں کیا معلوم ہے اس فیصلہ کے دن کی سختی اور ہیبت[1] اور جواب شرط فَاِذَا النُّجُوْمُ: کیوں کہ کلام کی اس پر دلالت ہے تقدیر عبارت ہے: واقع ہو کر رہے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اور قیامت جس کی تمہیں رسول خبر دیتے سے واقع ہوگی۔ اور یہ حذف، ایجاز کے رسولوں میں سے ہے جو قرآن کی خصوصیت ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: یعنی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے عظیم ہلاکت اور بہت بڑا خسارہ ہے۔

مفسرین کہتے ہیں: اس سورت میں دس مرتبہ یہ جملہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: لایا گیا ہے۔ ترغیب و ترہیب کے لیے، اور ہر جملہ میں آخرت کے احوال میں سے کچھ اشیاء کی خبر دی گئی ہے۔ اور دنیا کے حالات کی تذکیر و یاد دہانی ہے، تو مناسب تھا کہ ہر جملہ کے بعد ہلاکت اور بربادی کی وعید ہوان کافروں کے لیے، جب سابقہ سورت انسان (دھر) میں آخرت میں ان کفار کے بعض حالات ذکر کیے اور مؤمنین کے تفصیل سے ذکر کیے تو اس سورت میں کفار کے حالات تفصیل سے بیان کیے اور مؤمنوں کے مختصراً، جب اللہ تعالیٰ نے قیامت کی خبر کو مؤکد کیا اور یہ کہ وہ حق ہے اور ضرور واقع ہوگا، اسی طرح اس ہولناک دن کی سختی سے جھٹلانے والوں کو ڈرایا اور اس رسوائی سے جو اس دن واقع ہوگی تو دوبارہ نئے اسلوب میں کفار کو اپنی پکڑ اور انتقام سے ڈرایا۔ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ: کیا سابقہ لوگوں کو ہم نے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا؟ جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود؟ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ: ہم نے ان کے بعد والوں کو بھی جو تکذیب میں انہی کی طرح تھے ان سے ملایا یعنی عذاب دیا، جیسے قوم لوط، قوم شعیب، قوم موسیٰ، (فرعون اور اس کے پیروکار) اور جو ان کی طرح ہیں۔ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ: اسی رسوا کن ہلاکت کی طرح ہم ان مجرمین کفار مکہ سے بھی پیش آئیں گے، کیوں کہ انہوں نے سید المرسلین ﷺ کی تکذیب کی ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: یعنی توحید، نبوت، قیامت اور حساب کتاب کے جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ: تذکیر ہے جھٹلانے والوں کے لیے اور تعجب ہے ان کی غفلت، لاپرواہی سے کہ مشاہدہ والے واضح اور پر بھی یہ غافل ہیں کہ جس نے انہیں بے قدر و کمزور نطفہ سے بنایا تو حساب و جزا کے لیے انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور معنی یہ ہے کہ اے کفار! کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی مرد کی منی سے پیدا نہیں کیا؟

حدیث قدسی میں ہے اے ابن آدم! تو مجھے کس طرح عاجز کرے گا حالاں کہ میں نے تجھے اس کے مثل سے پیدا کیا ہے۔[2] فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ: پھر ہم نے اس حقیر پانی کو ایک محفوظ جگہ یعنی عورت کے رحم میں رکھا۔ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ: مقرر اور متعین وقت تک، جو اللہ کو معلوم ہے یعنی وقت ولادت تک۔ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ: یعنی اسے ہم نے نطفہ سے بنایا اور پورا کیا، پس ہم بہترین بنانے والے ہیں کہ اسے عمدہ صورت اور خوبصورت شکل میں پیدا کیا۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: ہماری قدرت کا انکار اور تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھٹلانے والوں کے لیے تذکیر ہے اپنے عظیم انعام کے ذریعے اور اپنی قدرت کے ذریعہ ان کی ابتدائی پیدائش پر جو ابتداً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ اور اس آیت میں مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکروں پر رد ہے۔[3] پھر اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلاتے ہیں کہ انہیں زندگی میں زمین کے اوپر رکھا اور مرنے کے بعد زمین کے اندر چھپا دیا، فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا: کیا ہم نے اس زمین کو جس پر یہ زندگی گزرتے ہیں ان کے لیے ماں کی طرح نہیں بنایا؟ کہ زندگی اس کی پیٹھ پر گزارتے ہیں اور مرنے کے بعد اس کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: کفت: کا معنی جمع کرنا اور ملانا ہے، زمین تمام انسانوں کو اپنے اندر جمع کرتی اور ملاتی ہے، یہ ان کے لیے ماں کی طرح ہے، زندہ ہیں تو اس کی پیٹھ پر گھروں اور محلات میں رہتے ہیں، اور مرتے ہیں تو اس کے پیٹ

[1] التفسیر الکبیر: ۳۰/۲۷۰ [2] اخرجہ الامام احمد [3] حاشیۃ الصاوی: ۴/۲۸۰

قبروں میں رہتے ہیں۔مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى: شعبی فرماتے ہیں اس کا پیٹ تمہارے مُردوں کے لیے اور اس کی پیٹھ تمہارے زندوں کی طرح۔[1] وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ: اور زمین میں بلند اور مضبوط پہاڑ بنائے تاکہ زمین حرکت نہ کرے۔ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا: اور تمہیں بہت شریں پانی پلایا، تمہارے لیے بادلوں سے برسایا، چشموں اور نہروں سے نکالا تاکہ اس کو تم پیو، جانوروں کو پلاؤ، کھیتوں اور درختوں کو اس سے سیراب کرو۔وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ: دنیا کے اندر جس عذاب جہنم کو تم جھٹلاتے تھے اب اس عذاب کی طرف چلو اور یہ انہیں برائے توبیخ وڈانٹ خازن جہنم کہیں گے، پھر اس کے بعد اس عذاب کی وضاحت وتفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ: چلو جہنم کے دھوئیں کے سائبان کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں۔لَا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ: نہ اس کے نیچے والوں کے لیے سایہ ہے اور نہ گرمی سے بچاتا ہے، اور نہ ہی آگ کے ہر جانب سے اٹھنے والے شعلوں سے بچائے گا۔طبری نے فرمایا: نہ تو وہ سایہ جہنم کی گرمی سے بچائے گا، اور شعلوں سے ان کی حفاظت کرے گا، یہ جہنم کی آگ سے نکلنے والا ہوگا جو کثرت سے ہوگا، اس لیے بلند ہوکر پھٹ کر تین ٹکڑے ہوجائیں گے۔[2] مفسرین کہتے ہیں: عذاب کو سائبان اور سایہ تہکم واستہزا کے طور پر کہا گیا، جب کہ مؤمن سایوں اور چشموں میں ہوں گے اور مجرم زہر اور گرم پانیوں میں اور سیاہ دھوؤں میں، جس سائے میں وہ ہوں گے وہ بطور استہزا وتہکم ہی کہا گیا۔

جہنم کی ہولناکی کا ذکر

پھر اللہ تعالیٰ جہنم کی ہولناکی کو مزید بیان فرمایا:اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ: یعنی جہنم سے آگ کے بڑے بڑے شعلے نکلیں گے، اور ہر شعلہ ایک بہت بڑے محل کی طرح ہوگا، ابن کثیر نے فرمایا: جہنم سے نکلنے اور اڑنے والے شعلے قلعے کی طرح ہوں گے۔[3] كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ: گویا وہ جہنم کے اڑنے والے شعلے زرد رنگ کے اونٹ ہیں، رنگ اور تیزی وتندی میں۔ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان شعلوں کو بڑا ہونے میں محل سے تشبیہ دی اور رنگ زیادہ ہونے اور تیزی وتندی میں زرد اونٹوں سے۔[4] یہ تشبیہ بہت ہی شاندار ہے، کیوں کہ جب اس کا ایک شعلہ چنگاری بڑے محل کی طرح ہے، تو پھر اس شعلہ زن آگ کی کیا حالت وکیفیت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے۔وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت وبربادی ہے۔هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ: یہ رعب دن ایسا ہے کہ اس میں یہ جھٹلانے والے نہ گفتگو کرسکیں اور نہ کوئی ایسی بات جو انہیں نفع دے، اس دن یہ گنگے ہوں گے۔وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ: جو انہوں نے قباحتیں اور جرائم کیے ہیں ان پر ان سے کوئی دلیل اور کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت ہی نہ ہوگی کیوں کہ ان کے عذروں اور دلیلوں کی ساعت ہی نہ ہوگی اور نہ قبول ہوں گے، جیسا کہ سورۃ المؤمن آیت ۵۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ — جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ: ......ان سے کہا جائے گا یہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کا دن ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نیک بختوں اور بدبختوں کے درمیان اپنا عادلانہ فیصلہ فرمائیں گے۔ اور تمہیں اور تم سے پہلے گزری ہوئی امتوں کو جمع کرے گا تاکہ تم سب کے درمیان فیصلہ کرے۔فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ: اگر اس عذاب سے بچنے کے لیے تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے تو وہ حیلہ کرلو، اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور انتقام سے چھڑالو اگر تمہیں قدرت ہے۔ یہ ان کے عجز کا بیان ہے اور توبیخ وڈانٹ ہے۔وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: روز جزا کو جھٹلانے والوں کے لیے اس دن ہلاکت ہے، بدبختوں، مجرموں کے حالات بیان کرنے کے بعد متقی نیک بخت لوگوں کے حالات ذکر فرمائے۔اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ: جو لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور منہیات سے بچنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچیں گے، اور وہ قیامت کے دن وسیع سائے والے درختوں کے سائے میں ہوں گے۔ اور جاری پانی کے چشموں میں ہمیشہ کے گھر جنت میں نعمتوں سے مستفید ہوں گے، برعکس ان مجرموں کے، جو صرف آگ کے لمبے لمبے شعلے ہی پائیں گے اور کسی قسم کا راحت کے لیے سایہ نہ ہوگا۔

---

[1] ابن کثیر: ۳/۵۸۸ [2] الطبری: ۲۹/۱۴۶ [3] مختصر ابن کثیر: ۳/۵۸۸ [4] التفسیر الکبیر: ۳۰/۲۷۷

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ: ...... مختلف قسم کے کثیر پھل ہیں جن سے وہ لذت حاصل کریں گے۔كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: انہیں عزت وتکریم کے طور پر کہا جائے گا: لذیذ کھاؤ، مزے سے پیو، دنیا میں جو نیک اعمال تم نے کیے ان کی وجہ سے۔اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: یعنی اس طرح کا عظیم بدلہ ہم نیک عمل کرنے والوں، اخلاص نیت اور متقیوں کو دیتے ہیں۔وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: روز جزا کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت وبربادی ہے۔كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ: کفار سے تہدید ووعید کے طور پر کہا اے کافرو! تم دنیا کی لذیذ چیزیں کھاؤ اور فانی شہوات پوری کرو جیسے کہ جانوروں کی حالت ہوتی ہے کہ ان کا مقصد صرف پیٹ بھرنا، اور کچھ عرصہ تک شہوتیں پوری کرنا، تم مجرم ہو، انعام واکرام کے مستحق نہیں۔وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تکذیب کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ہلاکت وبربادی ہے۔وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ: جب ان مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھو اور اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے لیے خشوع اختیار کرو، نہ تو خشوع اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ اپنے تکبر پر اڑے ہوئے ہیں۔ مقاتل فرماتے ہیں: یہ آیت بنو ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی، وہ نماز ادا کرنے سے رکے ہوئے تھے، اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہمیں نماز معاف کروا دیں، ہم جھک نہیں سکتے۔ یہ ہم پر مشکل ہے، تو آپ نے انکار فرماتے ہوئے فرمایا: اُس دین میں کوئی بہتری اور خیر نہیں جس میں نماز نہیں۔[1] وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکذیب کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ہلاکت وبربادی ہے۔فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ: یعنی اس قرآن کریم جیسی عجیب وغریب، بلیغ اور واضح دلائل پر ایمان نہ لائے تو اس کے بعد کس کتاب اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ جب انہوں نے اس قرآن کی تکذیب کی اور اس پر ایمان نہ لائے، حالاں کہ یہ اعجاز میں انتہائی معجز، دلائل بہت واضح اور بیان شاندار ہے تو اس کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا تو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: مکرر دس بار تخویف اور وعید کے لیے لایا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکرار نہیں، کیوں کہ ہر بار سے الگ الگ مراد ہے، گویا ایک چیز ذکر کی گئی تو کہا گیا: اس کے لیے ہلاکت ہے جو اسے جھٹلائے، پھر ایک اور چیز ذکر کی گئی پھر کہا گیا، ہلاکت ہے اس کے لیے جو اسے جھٹلائے۔ اسی طرح آخر سورت تک۔[2]

بلاغت: ...... سورۃ مبارکہ بیان وبدیع کی کئی انواع پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ہم ان میں سے مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا: ...... میں مصدر کے ذریعہ تاکید ہے بیان زیادتی اور کلام کی تقویت کے لیے، یہ لفظی حسن میں سے ہے۔عُذْرًا اَوْ نُذْرًا: میں اور اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا: میں اور الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ: میں صنعت طباق ہے۔لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ: میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا اور استفہام، تہویل وتفظیع کے لیے۔اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ: میں اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ: میں استفہام تقریری ہے۔مَّهِيْنٍ: اور مَّكِيْنٍ: میں جناس ناقص غیر تام ہے۔تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ: میں تشبیہ مرسل مجمل ہے اور كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ: میں تشبیہ مرسل مفصل ہے۔اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اور كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ: میں نیک لوگوں کی نعمتوں اور فجار کے عذاب میں مقابلہ ہے۔اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ: اسلوب تہکم ہے، عذاب کو ظل اور سایہ قرار دیا ان سے مذاق کے طور پر۔وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ: میں مجاز مرسل ہے۔ رکوع ذکر کیا اور مراد نماز لی۔ یہ بعض بول کر کل مراد لیے کے باب سے ہے یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ الخ میں سجع مرصع ہے۔

سورت المرسلات کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد سے پوری ہوئی۔

بروز جمعۃ المبارک ۲۴ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ ہجری ۹ / اکتوبر ۲۰۱۵ء کو ترجمہ پارہ انتیس مکمل ہوا۔

(انتیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلك. نسیم)

---

[1] تفسیر البحر المحیط ۸/۴۰۸ [2] تفسیر القرطبی ۱۹/۱۶۷

پارہ نمبر ۳۰......عَمَّ

سورۃ النباء

تعارف:...... سورۃ عَمَّ کا دوسرا نام سورۃ النباء ہے، یہ مکی سورت ہے، سورۂ مبارکہ میں قیامت اور بعث ونشور کی اہم خبر دی گئی ہے، سورۂ مبارکہ کا نکتۂ محور عقیدہ بعث بعد الموت ہے جس کے مشرکین منکر تھے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قیامت، بعث بعد الموت اور جزا وسزا کے موضوع کے متعلق خبر دی گئی ہے، اس عقیدہ نے کفار مکہ میں سے بہت سوں کے اذہان کو مشغول کر دیا تھا حتیٰ کہ بعض نے تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾

اس کے بعد رب تعالیٰ کی قدرت پر دلائل وبراہین قائم کیے گئے ہیں، چنانچہ جوذات عجیب وغریب مخلوقات کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔ اور وہ ایسا کرنے سے عاجز نہیں۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾

اس کے بعد بعث بعد الموت کا ذکر ہوا ہے اور اس کے وقت کی تعیین کی گئی ہے اور وہ بندوں کے درمیان فیصلے کا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اوّلین وآخرین کو حساب کے لیے جمع کرے گا۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾

پھر دوزخ کے متعلق بات ہوئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾

کافروں کے ذکر کے بعد متقین اور ان کے لیے تیار کی گئی نعمتوں اور جنت کا ذکر ہوا ہے جیسا کہ قرآن مجید کا طریقہ ہے کہ ترغیب وترہیب کو ساتھ ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾

سورۂ مبارکہ کے آخر میں قیامت کے ہولناکیوں کے متعلق بات ہوئی ہے، حتیٰ کہ کافر مٹی ہوجانے کی تمنا کرے گا تاکہ اس کا حساب ہی نہ ہو۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾

اٰيَاتُهَا ٤٠ | (٧٨) سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (٨٠) | رُكُوْعَاتُهَا ٢

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ ثُمَّ
كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَّجَعَلْنَا
نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا
شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا
وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾
لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾
جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ
كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ ع
اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ
شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ
وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾ ع

ترجمہ:...... یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ (۱) بڑی خبر کے بارے میں۔ (۲) جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ (۳) خبردار! وہ عنقریب جان لیں گے۔ (۴) پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے۔ (۵) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ (۶) اور پہاڑوں کو میخیں (۷) اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے۔ (۸) اور تمہاری نیند کو ہم نے آرام کی چیز بنایا۔ (۹) اور رات کو لباس بنایا۔ (۱۰) اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔ (۱۱) اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ (۱۲) اور ہم نے بنا دیا ایک روشن چراغ۔ (۱۳) اور ہم نے اتار دیا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی، (۱۴) تاکہ ہم اس کے ذریعے دانے اور سبزی نکالیں۔ (۱۵) اور گنجان باغ نکالیں۔ (۱۶) بلاشبہ فیصلوں کا دن مقرر ہے۔ (۱۷) جس دن صور پھونکا جائے گا، سو تم لوگ فوج در فوج آ جاؤ گے۔ (۱۸) اور آسمان کھول دیا جائے گا، سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا۔ (۱۹) اور پہاڑ چلا دیے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔ (۲۰) بلاشبہ جہنم ایک گھات کی جگہ ہے۔ (۲۱) سرکشوں کا ٹھکانہ ہے۔ (۲۲) جس میں وہ بہت زیادہ عرصہ ہائے دراز تک رہیں گے۔ (۲۳) اس میں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز۔ (۲۴) سوائے گرم پانی کے اور پیپ کے۔ (۲۵) یہ بدلہ ہوگا ان کے اعمال کے موافق۔ (۲۶) بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ (۲۷) اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا۔ (۲۸) اور ہم نے ہر چیز کو کتاب میں پوری طرح سے لکھ دیا ہے۔ (۲۹) سو تم چکھ لو، سو ہم تمہارے لیے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔ (۳۰) بلاشبہ متقیوں کے لیے کامیابی ہے۔ (۳۱) باغ ہیں اور انگور ہیں۔ (۳۲) نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں۔ (۳۳) اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں۔ (۳۴) وہ اس میں کوئی لغو بات اور جھوٹ نہ سنیں گے۔ (۳۵) آپ کے رب کی طرف سے بدلہ دیا جائے گا جو بطور انعام ہوگا کافی ہوگا۔ (۳۶) جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ رحمٰن ہے یہ لوگ اس سے بات نہ کر سکیں گے۔ (۳۷) جس دن تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے، کوئی بھی نہ بول سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے۔ (۳۸) یہ دن یقینی ہے، سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے۔ (۳۹) بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آ جانے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔ جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور کافر کہے گا ہائے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔ (۴۰)

لغات: سُبَاتًا :...... اَلسَّبْتُ: لغت میں بمعنی قطع کرنا ہے، رات کو سبات کہا جاتا ہے چوں کہ رات کے وقت کاروبار زندگی منقطع ہو جاتا

ہے۔ وَّهَّاجًا: روشن آگ، وھجت النار آگ روشن ہوگئی۔ ثَجَّاجًا: تیزی اور شدت سے بہنا۔ ثج کثرت سے بہا، حدیث میں ہے۔ افضل الحج، العج والثج باآواز بلند تلبیہ پڑھنا۔ الثج قربانی کے جانور ذبح کر کے خون بہانا۔ كَوَاعِبَ: کاعبٌ کی جمع ہے، دوشیزہ لڑکی جس کے پستان ظاہر ہو چکے ہوں اور قدرے گولائی لیے ہوئے ہوں۔ دِهَاقًا: بھرا ہوا، لبالب جام، ادھقت الکأس: میں نے جام بھر دیا، شاعر کہتا ہے:

أتانا عامر يبغي قرانًا　　　فأنزعنا له كأسًا دهاقًا

''ہمارے پاس عامر آیا اور وہ ہمارے ہاں مہمان بننا چاہتا تھا ہم نے اسے بھرا ہوا جام پیش کیا۔''

منکرین آخرت کو جواب

تفسیر: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ: یہ منکرین ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں؟ عَمَّ اصل میں عَنْ مَا: تھا، میم کو نون میں ادغام کر دیا اور الف کو حذف کر دیا۔ ما استفہامیہ ہے، یہاں محض استفہام مراد نہیں، بلکہ معاملہ مسئولہ کی تفخیم مراد ہے اور اس کے بہت بڑا ہونے کو ظاہر کرنا ہے۔ مشرکین ایک دوسرے سے بعث بعد الموت کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور اس کا انکار کرتے اور آپس میں مذاق اڑاتے۔ اس لیے بعث بعد الموت کی تعظیم و تفخیم کے لیے استفہامیہ لہجا استعمال کیا گیا ہے۔ نیز مشرکین کے صنیع پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امر خطیر کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ: یعنی مشرکین ایک دوسرے سے نہایت عظیم و اہم خبر کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور وہ خبر بعث بعد الموت کی ہے۔[1] الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ: یہ وہ عظیم خبر ہے جس کے بارے میں مشرکین اختلاف کرتے ہیں بعض اس کے وقوع میں شک کرتے ہیں، بعض اس کے مکذب و منکر ہیں۔ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ: کلا حرف ردع ہے، ان مکذبین کو چاہیے کہ بعث بعد الموت کے متعلق آپس میں سوالات کرنے سے باز آجائیں، انہیں اس کی حقیقت کا عنقریب علم ہو جائے گا۔ جب وہ بعث بعد الموت کے امر کو واقع ہوتا دیکھ لیں گے۔ اور اپنی استہزاء کا انجام آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ: تہویل کے ساتھ وعید میں تاکید لائی جا رہی ہے یعنی انہیں عنقریب عذاب کا علم ہو جائے گا۔

بعث بعد الموت پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کے دلائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر قائم دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ بعث بعد الموت کے منکرین پر حجت قائم ہو جائے، گویا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو ذات مخلوقات عظیمہ کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا: کیا ہم نے اس زمین کو تمہاری رہائش کے لیے نہیں بنایا، اس پر قرار پکڑنے اور اس کے طول و عرض میں آنے جانے کے لیے نہیں بنایا؟ ہم نے زمین کو بچھونے کی مانند بنایا ہے تاکہ تم سطح زمین پر قرار پکڑ سکو اور اس کے وسیع میدانوں میں فصلیں اور پھول و پھل کاشت کر کے نفع اٹھا سکو۔ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا: اور ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخوں کی مانند بنایا تاکہ زمین اپنی جگہ جمی رہے اور ڈگمگائے نہیں، جیسے گھر میخوں کے سہارے قائم رہتا ہے۔ تسہیل میں ہے: آیت کریمہ میں پہاڑوں کو میخوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے چوں کہ پہاڑوں نے زمین کو مضبوطی سے جکڑ رکھا ہے اور زمین ڈگمگاتی نہیں۔[2] وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا: اے لوگو! ہم نے تمہیں مختلف اصناف مذکر و مؤنث پیدا کیا تاکہ نکاح اور تناسل کا سلسلہ چل سکے اور اس سیارہ زمین پر زندگی منقطع نہ ہو جائے۔ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا: اور نیند کو ہم نے تمہارے جسموں کی راحت کا ذریعہ بنایا جو تمہارے اشغال کو قطع کر دیتی ہے اور تم دن کے کاموں کی مشقتوں سے یکسر دست کش ہو جاتے ہو۔ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا: اور ہم نے رات کو لباس کی طرح بنایا جو تمہیں ڈھانپ لیتی ہے اور تاریکیوں کے ساتھ تمہارے اوپر چھا جاتی ہے، جیسے لباس تمہیں ڈھانپ لیتا ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: لباس کے ساتھ رات کو تشبیہ دی گئی ہے لباس انسان کے بدن کو چھپا دیتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی میں بھی آنکھیں نہیں دیکھ پاتی۔[3]

---

[1] البحر المحیط: ۸/۴۰۹ والقرطبی: ۱۹/۱۸۱ [2] التسہیل ۴/۱۷۳ [3] التسہیل: ۴/۱۷۳

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ...... اور ہم نے دن کو حصول معاش کا سبب بنایا۔ اس میں تم اپنی ضرورتیں اور حوائج پوری کرتے ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی دن کو ہم نے روشن بنایا تاکہ لوگ اس میں تصرفات کر سکیں تلاش معاش اور تجارت کے لیے آ جا سکیں۔[1] وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا: اے لوگو! ہم نے تمہارے اُوپر سات مضبوط آسمان بنائے جن کی تخلیق عجیب وغریب ہے، جن کی بناوٹ محکم ومتین ہے مرورِ زمانہ سے ان کی بناوٹ متاثر نہیں ہوتی، ہم نے اسے اپنی قدرت سے بنایا ہے اور وہ زمین کے لیے چھت کا کام دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۲)

اسی طرح ارشاد ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ: اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت کرنے والے ہیں۔ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا: اور ہم نے تمہارے فائدہ کے لیے روشن وچمک دار سورج بنایا جو اہل زمین کو روشنی اور حرارت دیتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: الوھاج روشن، تیز روشنی والا جو اپنے شدید شعلوں سے جل رہا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: روشن وچمک دار۔[2] وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا: اور جب بارش کا وقت قریب ہوتا ہے تو بادلوں سے ہم قوت کے ساتھ موسلا دھار مینہ برساتے ہیں۔ تسہیل میں لکھا ہے: الْمُعْصِرٰتِ: بادل۔ العصر سے ماخوذ ہے چوں کہ بادلوں سے بارش نچڑتی ہے۔ بادلوں سے مینہ برسنے کو اس لڑکی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کے حیض کا زمانہ قریب ہو۔ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا: تاکہ ہم اس پانی سے انواع واقسام کے غلہ جات اور فصلیں اگائیں جو انسان کے لیے خوراک کا کام دیں۔ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا: اور تاکہ ہم گھنے درختوں والے باغات اگائیں جن کی ٹہنیاں کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھسی ہوئی ہوں، اللہ عزوجل نے اپنی قدرت پر نو (۹) دلائل قائم کیے ہیں جیسے بعث بعد الموت پر واضح برہان قائم کیا جاتا ہے، چنانچہ جو ذات ان اشیاء کو وجود دینے پر قدرت رکھتی ہے وہ بعث بعد الموت پر بھی قدرت رکھتی ہے۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا: حساب وجزا کا دن اور مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرنے کا دن اللہ تعالیٰ کے علم میں متعین ومقرر ہے وہ نہ آگے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ (سورہ ھود، آیت ۱۰۳ تا ۱۰۴)

''اُس دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور یہ حاضری کا دن ہے، ہم نے اس کو مقررہ مدت تک مؤخر کر رکھا ہے۔''

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قیامت کو یوم الفصل کا نام دیا گیا ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ اس دن مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرے گا، اولین وآخرین کے لیے قیامت کے دن کو فیصلے کا دن مقرر کر دیا ہے۔[3] يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا: اس دن صور پھونکا جائے گا جس سے لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور جماعت در جماعت حساب وجزاء کے لیے حاضر ہوں گے۔

قیامت کے دن کے خوفناک والے اوصاف

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس خوفناک دن کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا: ہر جانب سے آسمان پھٹ پڑے گا، حتیٰ کہ آسمان میں دراڑیں پڑ جائیں گی جیسے دیوار میں دروازے ہوتے ہیں۔ ایسا اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ اور جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (سورۃ الانشقاق، آیت ۱)

مستقبل کو ماضی کے صیغہ سے بیان کیا گیا ہے۔ فُتِحَتِ: تاکہ قیامت کا وقوع متحقق ہو۔ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا: پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھاڑ دیے جائیں گے، حتیٰ کہ دیکھنے والا خیال کرے گا کہ اس کے سامنے کوئی چیز تھی ہی نہیں جیسے سراب کو دیکھنے والا پانی گمان کرتا ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دیکھنے والا پہاڑوں کو غبار کی طرح اڑتے ہوئے دیکھے گا، جیسے سراب کو پانی سمجھ لیا جاتا ہے جب کہ حقیقت میں وہ غبار ہوتا ہے۔[4] اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا: جہنم انتظار میں ہوگی اور اس کے مہمان کفار ہوں گے، جیسے انسان دشمن پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھتا ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۵۹۰ [2] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۷۰ [3] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۷۳ [4] تفسیر الطبری: ۳۰/ ۷

مفسرین کہتے ہیں: اَلْمِرْصَادُ: وہ جگہ جہاں کوئی دشمن پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھا ہو، ایسے ہی جہنم اللہ کے دشمنوں کو دبوچنے کے لیے گھات لگائے ہوئے ہے کہ کفار و فجار میں سے جو بھی اس کے پاس سے گزرے گا اسے دبوچ لے گی۔ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا: یہ سرکشوں ظالموں اور مجرموں کا ٹھکانا ہے۔ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا: جس میں وہ قرنوں رہیں گے، اور اس مدت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ لوگ دوزخ میں رہیں گے جب تک احقاب باقی ہیں۔ احقاب سے مراد زمانہ ہے جو ختم نہ ہو، جب ایک حقب ختم ہوگا دوسرا حقب شروع ہو جائے گا چوں کہ آخرت کے حقبوں کی کوئی انتہا نہیں۔[1] ربیعہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان احقاب کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی یہ ختم ہوں گے۔[2] لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا: جہنم میں ٹھنڈک نہیں چکھیں گے جو دوزخ کی آگ کی تپش کو کم کر سکے اور نہ پانی ہوگا جو ان کی پیاس میں کمی لا سکے۔ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا: ہاں البتہ ان کے لیے کھولتا ہوا پانی ہوگا جو انتہا درجے کا گرم ہوگا اور دوزخیوں کے جسموں سے بہتی ہوئی پیپ ہوگی۔

جَزَآءً وِّفَاقًا:...... یہ ان کے برے اعمال کے موافق بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہوگا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا: انہیں حساب اور جزا کی توقع نہیں تھی، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا بھی یقین نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ عادلانہ جزا دی۔ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے تھے اور آیات قرآنیہ کی تکذیب کرتے تھے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا: انہوں نے جو جرائم اور گناہ کیے ہیں وہ ہم نے ایک کتاب میں محفوظ کر رکھے ہیں تاکہ ان کے جرائم کا انہیں پورا پورا بدلہ دیا جا سکے۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا: اے جماعت کفار! ہم تمہاری فریادوں پر صرف تمہارے عذاب میں اضافہ کریں گے۔ مفسرین کہتے ہیں: قرآن مجید میں عذاب کی وعید کے اعتبار سے اس آیت سے زیادہ سخت کوئی اور آیت نہیں، چنانچہ اہل دوزخ جب بھی عذاب کی فریاد کریں گے انہیں اس سے زیادہ عذاب دیا جائے گا۔

کفار کے ذکر کے بعد متقیوں کا ذکر

کفار کے ذکر کے بعد اہل سعادت کا ذکر ہے۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا: وہ مؤمنین جنہوں نے دنیا میں اپنے پروردگار کی اطاعت کی ہوگی ان کے لیے جنت کی دائمی نعمتوں کی کامیابی ہے اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی ہے۔ اس کے بعد اس کامیابی کی تفسیر کی گئی ہے۔ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا: سرسبز و شاداب باغات ہوں گے جن میں بارونق درخت اور پھول و پھل ہوں گے۔ جنت میں انواع و اقسام کے انگور ہوں گے جو اہل جنت کو نہایت پسند ہوں گے۔ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا: اور نوخیز کنواری اور ہم عمر لڑکیاں ہوں گی جن کے پستانوں کے ابھار ظاہر ہو چکے ہوں گے اور وہ ساری ایک عمر کی ہوں گی۔ تسہیل میں لکھا ہے: اَلْكَوَاعِبَ: الکاعب کی جمع ہے۔ وہ لڑکی جس کے پستان ظاہر ہو چکے ہوں۔[3] وَّكَاْسًا دِهَاقًا: اور جنت کی صاف و شفاف شراب سے چھلکتے جام ہوں گے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الکاس سے مراد شراب ہے، گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ چھلکتی ہوئی شراب ہوگی۔ جام لبالب بھرے ہوں گے جو تازہ انگوروں سے نچوڑی گئی ہوگی۔[4] لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا: جنت میں لغو کلام نہیں سنیں گے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور نہ جھوٹ سنیں گے چوں کہ جنت دار السلام ہے، اور جنت میں ہر چیز باطل و نقص سے سلامت ہوگی۔ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا: اللہ تعالیٰ انہیں یہ عظیم بدلہ دے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہوگا جو ان کے اعمال کے موافق ہوگا۔ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ: یہ جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوگی جس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا: کسی کو مجال نہیں کہ وہ تکلیف و بلاء دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے خطاب کر سکے یا وہ عذاب دور کرنے کے لیے خطاب کر سکے، ایسا ہیبت و جلال کی وجہ سے ہوگا۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا: اس دن جبرئیل امین اور دوسرے فرشتے صف بستہ سر جھکائے عاجزی سے کھڑے ہوں گے۔ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا: ان میں سے کوئی بھی بات نہیں کر سکے گا ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جسے کلام و شفاعت کی اجازت دے اور وہ درست بات کرے۔

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۷۵ [2] القرطبی: ۱۹/ ۱۸۰ [3] التسہیل: ۴/ ۱۷۴ [4] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۸۱

صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب فرشتے افضل الخلائق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نہایت قریب ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت کی قدرت نہیں رکھتے، بھلا ان کے علاوہ کسی اور کو کیسے قدرت ہو سکتی ہے۔[1] ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ: اس دن کا وقوع فی الواقع ہوگا، لامحالہ یہ دن آ کر رہے گا۔ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا: سو جو شخص اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہے وہ ایمان و عمل صالح کے ذریعے اس کے پاس ٹھکانا بنائے۔ آیت میں عمل صالح پر ابھارا جا رہا ہے اور اس کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا: آیت میں کفار قریش سے خطاب ہے جو بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ یعنی ہم تمہیں قریب کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور وہ آخرت کا عذاب ہے، آخرت کے عذاب کو قریب کہا گیا ہے چوں کہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ: جس دن ہر انسان اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال خیر و شر اپنے صحیفہ میں دیکھے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا: اپنے اعمال کو اپنے سامنے حاضر پائیں گے۔ (سورۃ الکہف، آیت ۴۹) وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا: یعنی کافر یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا اور اسے مکلف ہی نہ بنایا گیا ہوتا اور کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا تا کہ مجھ سے حساب و کتاب ہی نہ ہوتا اور نہ مجھے سزا ملتی۔

مفسرین کہتے ہیں: کافر اس تمنا کا اظہار اس وقت کرے گا جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام حیوانات کو جمع کرے گا اور سینگوں والی بکری سے بغیر سینگوں والی بکری کو قصاص دلائے گا اس کے بعد حیوانات کو مٹی کر دے گا، کافر جانوروں کو مٹی ہوتے دیکھ کر تمنا کرے گا کہ کاش! وہ بھی مٹی ہوتا، اسے عذاب نہ ہوتا۔

بلاغت:...... سورۃ النباء بیان و بدیع کی مختلف اصناف کو متضمن ہے ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ:...... میں اطناب ہے اور وعید و تہدید کے لیے جملہ مکرر لایا گیا ہے۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ: میں ایجاز حذف ہے، فعل کو حذف کر دیا گیا ہے اور فعل متقدم اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا: میں تشبیہ بلیغ ہے، کلام اصل میں یوں ہے: جعلنا الارض کالمهاد الذی یفترشه النائم والجبال کالاوتاد التی تثبت الدعائم۔ حروف تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور وجہ شبہ بھی محذوف ہے اسی طرح وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا: میں بھی تشبیہ بلیغ ہے یعنی: کاللباس فی الستر۔ صرف تشبیہ اور وجہ شبہ محذوف ہیں۔ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا: اور وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا: میں مقابلہ ہے، لیل نہار کے مقابل میں ہے اور راحت عمل کے مقابل۔ فَكَانَتْ اَبْوَابًا: میں بھی تشبیہ بلیغ ہے یعنی "کالابواب" حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ محذوف ہیں۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا: میں اہانت، وتحقیر کے لیے صیغہ امر لایا گیا ہے۔ اسی طرح اس میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے اور اس سے مقصد توبیخ واہانت میں اضافہ کرنا ہے۔ بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا: میں طباق ہے۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا: میں ذکر العام بعد الخاص ہے۔ الروح سے مراد جبرئیل امین ہیں جو کہ ملائکہ میں داخل ہیں۔ گویا جبرئیل کا دو مرتبہ ذکر ہوا، اولاً مستقلاً و ثانیاً ملائکہ کے ضمن میں۔ نکتہ اس میں جبرئیل امین کی عظمت پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ اَلْفَافًا، اَفْوَاجًا، اَبْوَابًا، مَاٰبًا، اَحْقَابًا: جیسے آیات کے آخری الفاظ میں خوب صورت سجع بندی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ النباء کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۵ / نومبر ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد نماز عشاء مکمل ہوئی

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] الصاوی: ۴/ ۲۸۶

سورۃ النازعات

تعارف:.....سورۃ النازعات میں بھی وہی مضامین بیان ہوئے ہیں جو دوسری مکی سورتوں کے ہیں یعنی اصول عقیدہ: توحید ورسالت، بعث وجزا وغیرھا۔ سورۂ مبارکہ کا محور قیامت اور احوال قیامت ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں فرشتوں کی قسم اٹھائی گئی ہے جو نہایت لطف واکرام کے ساتھ مؤمنین کی روح قبض کرتے ہیں جب کہ سختی اور غلظت کے ساتھ کفار مجرمین کی روح قبض کرتے ہیں، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوقات کے شئوون کا انتظام وانصرام کرتے ہیں۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝١ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝٢ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝٣ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝٤ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝٥

اس کے بعد مشرکین کے متعلق بات ہوئی ہے جو بعث ونشور کے منکرین ہیں۔ چنانچہ روز قیامت کو ان کی بدحالی کی منظر کشی کی گئی ہے۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١

اس کے بعد فرعون ظالم اور اس کی سرکشی پر بات ہوئی ہے، اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا وہ ظلم وبربیت میں حد سے گزر گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی قوم قبط کو غرق کیا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝١٥ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٦ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝١٧ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝١٨

سورۂ مبارکہ میں اہل مکہ کی حضور نبی کریم ﷺ پر کی گئی سرکشی اور بربیت کے متعلق بھی بات ہوئی ہے، سورۂ مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ اہل مکہ اللہ تعالیٰ کی بہت ساری مخلوق سے کمزور تر ہیں۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاۗءُ ۭ بَنٰىهَا ۝٢٧ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝٢٨ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝٢٩

سورۂ مبارکہ کے آخر میں قیامت کے وقت کا بیان ہوا ہے جب کہ مشرکین قیامت کو بعید از قیاس سمجھتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝٤٢ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝٤٣ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝٤٤ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝٤٥ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝٤٦

اٰيَاتُهَا ٤٦ | (٧٩) سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ (٨١) | رُكُوْعَاتُهَا ٢

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝١ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝٢ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝٣ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝٤ فَالْمُدَبِّرٰتِ
اَمْرًا ۝٥ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝٦ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝٧ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩
يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝١٣ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝١٤ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝١٥ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٦ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝١٧ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝١٨ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ
فَتَخْشٰى ۝١٩ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝٢٠ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝٢١ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝٢٢ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝٢٣ فَقَالَ
اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝٢٤ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝٢٥ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝٢٦ ءَاَنْتُمْ
اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاۗءُ ۭ بَنٰىهَا ۝٢٧ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝٢٨ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝٢٩

وقف لازم وقف لازم
ع ١

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿٣٠﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسٰهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ
لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ
مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ
مُرْسٰهَا ﴿٤٢﴾ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿٤٣﴾ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ
يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ﴿٤٦﴾

ترجمہ:......قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں۔① اور جو بند کھول دیتے ہیں۔② اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔③ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔④ پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔⑤ جس روز ہلا دینے والی ہلا ڈالے گی۔⑥ جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی آ جائے گی۔⑦ بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے۔⑧ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔⑨ کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں واپس ہوں گے؟⑩ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟ پھر پہلی حالت پر واپس ہوں گے؟⑪ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارے کی ہوگی۔⑫ وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی۔⑬ جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے۔⑭ کیا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے۔⑮ جب کہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طویٰ میں انہیں پکارا۔⑯ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔⑰ سو اس سے کہو کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے؟⑱ اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے۔⑲ پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھلائی۔⑳ سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا۔㉑ پھر اس نے پشت پھیری کوشش کرتے ہوئے۔㉒ سو اس نے جمع کیا' پھر زور سے آواز دی۔㉓ پھر کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں۔㉔ سو اللہ نے اسے پکڑ لیا' جس میں دنیا و آخرت کی سزا تھی۔㉕ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔㉖ کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اس کو بنایا۔㉗ اس کی چھت کو بلند کیا' سو اسے درست بنایا۔㉘ اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا۔㉙ اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔㉚ اس سے اس کا پانی نکالا اور اس کا چارہ۔㉛ اور پہاڑوں کو جما دیا۔㉜ تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لیے۔㉝ سو جب بڑی مصیبت آ جائے۔㉞ جس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا۔㉟ اور دیکھنے والوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا۔㊱ سو جس نے سرکشی کی۔㊲ اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی۔㊳ سو بلاشبہ دوزخ ہی ٹھکانہ ہے۔㊴ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا۔㊵ سو بلاشبہ جنت ہی ٹھکانا ہے۔㊶ وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا؟㊷ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟㊸ اس کا منتہائے علم صرف آپ کے رب کی طرف ہے۔㊹ آپ تو بس اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے㊺ وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں۔㊻

لغات: الرَّاجِفَةُ:......خوفزدہ۔ وَجِفَ الْقَلْبِ۔ دل خوفزدہ ہوا اور مضطرب ہوا۔ سَمْكَهَا: اَلسَّمَكُ۔ بلندی، علو، بناءٌ مسموك۔ بلند و بالا عمارت۔ اَغْطَشَ: اس نے ظلم کیا۔ غطش اللیل، رات تاریک ہوئی، اغطشہ اللہ۔ رات کو اللہ نے تاریک کر دیا۔ ضُحٰهَا: اسے پھیلایا۔ زید بن عمرو کا شعر ہے:

دحاها فلما استوت شدّها　　　بأيدٍ وأرسى عليها الجبالا

زمین تو پھیلایا اور جب ہموار ہو گیا اسے مضبوط کیا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیے۔

الطَّآمَّةُ:...... بڑی خوفناک مصیبت جس کا سامنا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے:

ان بعض الحبّ یعمی ویصم　　　وکذالك البعض ادھی وأطم

"بعض محبتیں انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہیں اسی طرح بعض محبتیں بڑی مصیبت اور نہایت خوفناک ہوتی ہیں۔"[1]

قیامت کے حق ہونے پر پانچ قسمیں اٹھائی گئیں

تفسیر: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا:...... یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو انتہا درجے کی سختی کے ساتھ کفار کی روحیں قبض کرتے ہیں، جس کا غیض وغضب انتہا کو پہنچا ہوتا ہے۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا: اور ان فرشتوں کی قسم ہے جو نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ مؤمنین کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ملک الموت اور ان کے اعوان وانصار کافر کی اس طرح روح قبض کرتے ہیں جیسے لوہے کی کھردری سیخ گیلی اون میں گھسا کر کھینچ لی جائے۔ کافر کی روح نہایت شدت کے ساتھ قبض کی جاتی ہے جب کہ مؤمن کی روح نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ قبض کی جاتی ہے جیسے اونٹ کی ٹانگ سے رسی کھول دی جاتی ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم اٹھائی ہے جب وہ بنی آدم کی روح قبض کر رہے ہوتے ہیں، بعض بنی آدم کی روح نہایت سختی کے ساتھ قبض کرتے ہیں اور بعض کی نہایت سہولت اور نرمی کے ساتھ قبض کرتے ہیں۔[2] گویا جیسے نرمی سے گرہ کھول دی جائے۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا: اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو اللہ کا حکم اور اس کی وحی لے کر آسمان سے نازل ہوتے ہیں جیسے کوئی پانی میں تیر رہا ہوتا ہے۔ فرشتے جلدی سے زمین پر اترتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ ہو۔ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا: اور ان فرشتوں کی قسم ہے جو مؤمنین کی ارواح کو لے کر جنت کی طرف جاتی ہیں۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا: اور ان فرشتوں کی قسم ہے جو کائنات کے جملہ معاملات کی تدبیر کرتے ہیں جیسے ہوائیں چلانا، بارشیں برسانا، رزق دینا، عمر دینا وغیرھا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ اصناف کی قسم اٹھائی ہے اس امر پر کہ قیامت حق ہے۔ جواب قسم محذوف ہے اور تقدیر کا ماحصل یہ ہے: البتہ تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تمہارا حساب لیا جائے گا۔ اس پر آگے والی آیت دلالت کرتی ہے۔ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ: یعنی جس دن پہلی بار صور پھونکا جائے گا جس کے نتیجے میں ہر چیز میں بھونچال آ جائے گا، اس کے بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس کے نتیجے میں قبروں میں پڑے مردے اٹھ جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الرَّاجِفَةُ: اور الرَّادِفَةُ: سے مراد پہلی اور دوسری بار صور پھونکنا ہے۔ پہلی بار جب صور پھونکا جائے گا تو اللہ کے حکم سے ہر چیز مر جائے گی جب دوسری بار پھونکا جائے گا تو اللہ کے حکم سے ہر چیز زندہ ہو جائے گی۔[3]

قیامت کو جھٹلانے والوں کا انجام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مکذبین کی حالت اور ان کو پیش آنے والے شدائد کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ: اس دن کافروں کے دل ڈرے اور سہمے ہوئے ہوں گے اور ان پر سخت اضطراب طاری ہوگا۔ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ: اس دن ان کی آنکھیں قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر جھکی ہوئی اور پسماندہ ہوں گی۔ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ: یہ لوگ دنیا میں بعث بعد الموت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے: کیا ہمیں موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، کیا ہم فنا کے بعد زندہ ہو جائیں گے اور ہم پہلی زندگی کی طرح دوبارہ لوٹا دیے جائیں گے؟ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب کفار سے کہا جاتا تھا کہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے تو وہ انکار کرتے ہوئے تعجب سے کہتے: کیا ہم مرنے کے بعد پہلی حالت کی طرف لوٹیں گے؟ کیا ہم زندہ ہو جائیں گے جیسے مرنے سے پہلے تھے؟ عرب کا مقولہ ہے: رجع فلان فی حافرته! یعنی وہ ایسے لوٹا جیسے آیا تھا۔[4] ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً: کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے زندہ کر دیے جائیں گے؟

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۲۰۴ [2] مختصر ابن کثیر ۳/ ۵۹۵ [3] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۹۳ [4] المرجع السابق

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ:...... اگر بعث بعد الموت برحق ہے اور ہمیں فی الواقع مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہم خسارے میں رہنے والوں میں شامل ہوں گے چوں کہ ہم اہل دوزخ میں سے ہوں گے۔ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ: حقیقت میں وہ تو بس ایک زوردار آواز ہوگی جو کہ صور میں پھونکنے کی آواز ہوگی جس کی وجہ سے قبروں میں پڑے مردے اٹھ جائیں گے: فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ: یکا یک مخلوق سطح زمین پر ہوگی جب کہ قبل ازیں وہ زمین کے پیٹ میں تھی۔

فرعون کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

اس کے بعد اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا ہے جو فرعون کے ساتھ پیش آیا، دراصل اس قصہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے اور آپ کی ڈرانا مقصود ہے کہ ان پر بھی پہلے کافروں کی طرح کا عذاب نازل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى: استفہامیہ پہنچا استعمال کیا گیا ہے، اس لہجے سے قصہ کی سماعت کی ترغیب اور شوق دلانا مقصود ہے۔ یعنی اے موسیٰ! کیا آپ کو موسیٰ کلیم اللہ کی خبر پہنچی ہے؟ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى: جب ان کے رب نے انہیں پاک مقدس وادی طویٰ میں آواز دی تھی (اور ان کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کی تھیں) اللہ تعالیٰ نے کہا تھا۔ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى: فرعون کی پاس جاؤ، بلاشبہ وہ سرکشی کر رہا ہے۔ (سورہ طٰہٰ، آیت ۲۴) یعنی فرعون کے پاس جاؤ اور اسے پیغام حق سناؤ اس نے ظلم و سرکشی میں حد تجاوز کر دی ہے۔ طویٰ وادی طور سیناء پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى: کیا تمہیں گناہوں سے پاک ہونے کی طرف رغبت اور میلان ہے؟ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى: اور میں تمہارے پروردگار کی طرف تمہاری راہنمائی کروں کیا تم اس سے ڈرو گے اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرو گے؟ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آیت کریمہ میں خشیت کا ذکر ہوا ہے چوں کہ خشیت بھلائی کے تمام امور کی جڑ ہے چنانچہ جو شخص خشیت خداوندی سے سرشار ہوتا ہے اسے ہر طرح کی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ مخاطبت کی ابتدا استفہام سے ہوئی ہے جس کا معنی عرض ہے جیسے کوئی شخص اپنے مہمان سے کہے هل لك أن تنزل بنا؟ کاش! تم ہمارے پاس مہمان بن جائے۔" اس کے بعد نہایت رفیق و رقیق کلام لایا گیا ہے تا کہ لطف و نرمی کا ماحول پیدا کیا جاسکے اور اسے مدارات کے مقام پر لایا جائے اور وہ اپنی سرکشی سے صرف نظر کرے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا تم دنوں اس سے نہایت نرمی کے ساتھ بات کرو۔ (سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴) [1]

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى:...... کلام میں محذوف ہے، اس کا حاصل یہ ہے موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے، اس سے بات کی اور اسے دعوت حق دی، جب فرعون نے ایمان سے انکار کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے بہت بڑا معجزہ دکھایا۔ اور وہ لاٹھی کا سانپ بن جانا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بہت بڑی علامت دکھائی اور وہ معجزہ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ عصا کا معجزہ ہے جو سانپ بن جاتا تھا۔ فَكَذَّبَ وَعَصٰى: فرعون نے اللہ کے نبی کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی جب کہ اس نے کھلا معجزہ دیکھ لیا تھا۔ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى: پھر وہ سانپ سے ڈر کر پیٹھ پھیر کر بھاگا، جو خوفناک چیز اس نے دیکھی تیز تیز بھاگنے لگا۔ فَحَشَرَ فَنَادٰى: اس نے جادوگر، لشکر اور اپنے ہوخواہوں کو جمع کیا اور لوگوں میں خطاب کرنے لگا۔ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى: لوگوں سے بآواز بلند کہا: میں تمہارا رب ہوں اور معبود عظیم ہوں میرے اوپر کوئی رب نہیں ہے۔ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى: اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کی آخری بات کہ "میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں" پر ہلاک کر دیا اور اس نے پہلے یہ بھی کہا تھا۔ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ: مجھے معلوم نہیں کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود بھی ہے۔ پہلی اور پچھلی بات سے اس کے یہی دو اعلانات مراد ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى: اوپر فرعون کا جو قصہ اور اس کی سرکشی ذکر ہوئی ہے اور فرعون پر نازل ہونے والے عذاب میں نصیحت اور عبرت ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتا ہو۔

---

[1] تفسیر الکشاف: ۴/ ۶۹۵

منکرین آخرت کا ذکر

قصہ فرعون کے بعد منکرین بعث بعد الموت کا ذکر ہو رہا ہے۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ: استفہام برائے توبیخ ہے۔ اور معنی ہے: اے جماعت مشرکین! کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ مشکل و گراں ہے یا عظیم و عجیب آسمان کا؟ چنانچہ جس ذات نے آسمان کی چھت کو بلند کیا ہے اس پر تمہارا مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا نہایت آسان ہے۔ بھلا تم بعث بعد الموت کا کیسے انکار کرتے ہو؟ امام رازی کہتے ہیں: مشرکین کو اہم امر کی طرف مشاہدہ کے ذریعے متوجہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ انسان جو نہایت چھوٹا اور کمزور ہے وہ آسمان کے مقابلہ میں کچھ نہیں لہٰذا اس کا پیدا کرنا بہت معمولی بات ہے اسی طرح انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔ بھلا مشرکین بعث بعد الموت کا کیسے انکار کرتے ہیں[1] جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ۔ (سورہ غافر، آیت ۵۷)

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ گراں ہے۔

بَنٰهَا: ...... آسمان کو اللہ تعالیٰ نے بلند و بالا بنایا ہے جس کی عمارت نہایت محکم ہے، اس میں کوئی ستون نہیں اور نہ اس میں میخیں گاڑی گئی ہیں۔ آگے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا: آسمان کی بلندی اٹھائی ہے جو تمہارے اوپر تنی ہوئی ہے اور اسے ہموار بنایا ہے اس میں تفاوت نہیں ہے اور نہ ہی اس میں پھٹنیں ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی آسمان بلند و بالا ہے جو فنا سے بعید ہے اور اس کے کونے برابر ہیں، تاریک رات میں چمکتے ستاروں سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا: اور اس کی رات کو اندھیری بنایا ہے اور اس کا دن روشن بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو روشن۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا: آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو پھیلایا اور اسے اہل زمین کے لیے رہائش گاہ بنایا۔ چنانچہ زمین میں رہائش و سکونت اختیار کرنے کی صلاحیت رکھی۔ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا: اور زمین سے ابلتے ہوئے چشمے نکالے۔ اور اس میں نہریں جاری کر دیں، گھاس اور سبزہ اگایا جو انسانوں اور حیوانوں کے کام آتا ہے۔ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا: اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا اور پہاڑوں کو زمین کے مضبوطی و استحکام کے لیے میخیں بنا دیا تاکہ زمین کے باشندے اس پر سکون سے رہ سکیں۔ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ: اس سب کا فعل یعنی چشموں اور نہروں کا جاری کرنا، فصلوں اور درختوں کا اگانا سب انسانوں کی منفعت اور ان کے مصالح اور ان کے مویشیوں کے مصالح کے لیے ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مرعاها سے مراد انسانوں اور حیوانوں کے کھانے کی چیزیں ہیں، چوں کہ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ: اس پر دلیل ہے۔ ذرہ دیکھو آیت کریمہ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا: زمین سے جو کچھ بھی نکل رہا ہے اس پر کیسے دلالت کرتی ہے۔ خواہ وہ انسانوں کی خوراک ہو یا جانوروں کی سبزہ، درخت، غلہ، پھل، بھوسا، لکڑ، لباس، دوا حتیٰ کہ نمک اور آگ تک، چنانچہ نمک پانی سے پیدا ہوتا ہے اور آگ درختوں سے پیدا ہوتی ہے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے اس پر فعلی دلیل

اُوپر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور تخلیق کائنات کے عجائب کا ذکر کیا تاکہ حشر پر عقلاً دلیل قائم ہو جائے اس کے بعد حشر کے فعلاً وقوع کے متعلق خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى: اور جب قیامت آجائے گا وہ بہت بڑا ہنگامہ ہوگا، جس کی ہولناکیاں ہر ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور سارے ہنگاموں سے یہ عظیم تر ہنگامہ ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى: سے مراد قیامت ہے چوں کہ قیامت کی ہولناکی ہر خوف سے عظیم تر ہوگی۔ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى: اس دن انسان اپنے کے اچھے اور برے اعمال کو یاد کرے گا اور اپنی سب اعمال کو اپنے نامہ اعمال میں مدون دیکھے گا۔ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى: دوزخ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا اور لوگ اسے کھلی آنکھوں دیکھ لیں گے، ہر ذی بصر کے لیے اور عام ظاہر ہوگی۔

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی: ۳۱/ ۴۳

دنیا میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیکوکار اور فجار

قیامت اور قیامت کی ہولناکیوں کے بعد لوگوں کے دو فرقوں میں بٹنے کا ذکر ہے نیکوکار اور بدکار و فجار۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی: جس نے کفر و عصیان میں حد کو تجاوز کیا۔ وَاٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا: اور دنیوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح دی اور دنیوی زندگی کی حرام شہوات میں منہمک رہا، آخرت کے لیے اعمال صالحہ نہ کیے۔ فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی: تو دھکتی ہوئی دوزخ اس کی منزل اور اس کا ٹھکانا ہوگی، اس کے سوا اس کا کوئی اور ٹھکانا نہیں ہوگا۔ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ: رہی بات اس شخص کی جو اپنی رب کی عظمت وجلال سے خوفزدہ رہا اور روز حساب اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے مبدا و معاد کا یقین رکھا۔ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی: اور اپنے نفس کو معاص اور محارم سے باز رکھا اور نفس کو ہلاکت خیز شہوات سے دور رکھا۔ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی: اس کا ٹھکانا اور منزل نعمتوں والی جنت ہے اس کے سوا اس کا کوئی اور ٹھکانا نہیں۔

مکذبین کی قیامت کے دن پیشی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مکذبین کی قیامت کے دن پیشی کا ذکر کیا ہے، جب کہ وہ دنیا میں قیامت کا مذاق اڑاتے تھے۔ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرۡسٰہَا: اے محمد! یہ مشرکین قیامت کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع اور قیام کب ہوگا؟ مفسرین کہتے ہیں: مشرکین قیامت کی خبریں سنتے تھے اور اس کے اوصاف مثلاً طامرہ صاخہ اور قارعہ سنتے تو مذاق اڑاتے ہوئے کہتے: اللہ تعالیٰ اس ہولناک ہنگامے کو کب قائم کرے گا اس کا وقوع وضرورت کب ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِکۡرٰىہَا: اس کا علم تمہارے پاس نہیں ہے، حتیٰ کہ تمہیں مشرکین کے سامنے اس کے بیان کرنے کی حاجت ہو، چوں کہ قیامت کا وقت ان غیب کی خبروں میں سے ہے جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، بھلا قیامت کے بارے میں آپ سے کیوں سوال کرتے ہیں اور اس کے سوال میں الحاح کیوں کرتے ہیں؟ اِلٰی رَبِّکَ مُنۡتَہٰہَا: اس کے علم کا مرجع ومنتہیٰ اللہ کے پاس ہے، اس کے متعین وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کے سوا قیامت کا علم کوئی نہیں رکھتا۔ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰہَا: اے محمد! آپ کی ذمہ داری لوگوں کو قیامت سے ڈرانا ہے، اس کے وقت کا اعلان آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ڈرنے والے کے ساتھ انذار کو مخصوص کیا گیا ہے چوں کہ اس کا نفع اسی کو ہوتا ہے۔ کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰہَا: یہ کفار جس دن قیامت کا مشاہدہ کریں گے اور اس کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے یوں لگے گا گویا یہ دنیا میں گھڑی بھر رہے، ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار دنیا کی مدت کو نہایت کوتاہ سمجھیں گے۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک دنیا میں ٹھہرنے کی مدت ایک شام یا ایک صبح سے بڑھ کر نہیں۔ سورۂ مبارکہ کا اختتام اس چیز پر ہوا جس کی ابتدائے سورت میں قسم اٹھائی گئی یعنی اثبات حشر وبعث بعد الموت، گویا یہ قیامت کے آنے پر دلیل ہوگئی۔ یوں ابتدا اختتام کے مناسب ہوگئی۔

بلاغت: ......سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الۡاٰخِرَۃِ وَالۡاُوۡلٰی: ......میں الآخرہ اور الاولیٰ میں طباق ہے اسی طرح عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰہَا: میں بھی طباق ہے۔ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ السَّمَآءُ ؕ بَنٰہَا ﴿۟۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡکَہَا فَسَوّٰىہَا: اور وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰىہَا ﴿ؕ۳۰﴾ اَخۡرَجَ مِنۡہَا مَآءَہَا وَمَرۡعٰہَا: میں مقابلہ ہے۔ اسی طرح فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی ﴿ۙ۳۷﴾ وَاٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا: اور وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی: میں بھی مقابلہ ہے۔ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی: میں اسلوب تشویق ہے، یعنی معرفت قصہ کی طرف شوق دلایا جارہا ہے۔ الۡجَنَّۃَ. وَالۡجَحِیۡمَ: اور السَّمَآءُ ؕ بَنٰہَا ﴿۟۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡکَہَا فَسَوّٰىہَا ﴿ۙ۲۸﴾ وَاَغۡطَشَ لَیۡلَہَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰہَا ﴿۪۲۹﴾ وَالۡاَرۡضَ: میں طباق ہے۔ کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰہَا: میں تشبیہ مرسل ہے۔ اَخۡرَجَ مِنۡہَا مَآءَہَا وَمَرۡعٰہَا: میں استعارہ تصریحیہ ہے، انسانوں نے کھانے کو چوپایوں کے چرنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور الرعی کا انسان کے لیے استعارہ ہے اور وجہ جامع انسان وحیوانات کا نباتات کھانا ہے۔ اس میں لطیف استعارہ ہے۔ ضُحٰہَا. دَحٰىہَا. وَمَرۡعٰہَا. اَرۡسٰہَا: میں آخری حرف میں فاصلہ بندی کی رعایت ہے، یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے اور اسے سجع بھی کہا جاتا ہے۔

الحمد للہ سورۃ النازعات کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۴ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۸ نومبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز فجر مکمل ہوا۔

سورۃ العبس

تعارف:...... سورۂ عبس میں عقیدہ رسالت، دلائل قدرت، مخلوقات کے پیدا کرنے میں وحدانیت، قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا قیام اور اس دن کی شدت کا بیان ہوا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہوئی ہے جو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حصول علم کے لیے حاضر ہوئے تھے، جب کہ رسول کریم ﷺ عظمائے قریش کی ایک جماعت کو دعوت اسلام دینے میں مشغول تھے، آپ ﷺ نے صحابی سے رخ پھیرلیا، اس پر یہ آیات عتاب کی صورت میں نازل ہوئیں۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿۳﴾

اس کے بعد انسان کے انکار اور کفر فاحش کا ذکر ہے جب کہ اللہ عزوجل کی اس پر بے شمار نعمتیں ہیں۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾

اس کے بعد کائنات کی وسعتوں میں پائے جانے والے رب تعالیٰ کی قدرت کے دلائل کا ذکر ہے چنانچہ انسان سطح زمین پر زندگی بسر کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی گزر بسر کے لیے راہیں ہموار کردی ہیں۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں قیامت کی ہولناکیاں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ قیامت کے دن انسان گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے اپنے احباب واقرباء سے بھی دور بھاگے گا، اس خوفناک دن میں مؤمنین وکفار کا حال بیان کیا گیا ہے۔ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾

اٰيَاتُهَا ۴۲ — (۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۴) — رُكُوْعَاتُهَا ۱

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾
وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۢ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ
خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ
اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ
غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ
مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝
اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

ترجمہ:......منہ بنایا اور روگردانی کی ① اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آیا ② اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا ③ یا نصیحت قبول کرتا، سو نصیحت اسے فائدہ دیتی ④ لیکن جس نے بے پرواہی کی ⑤ سو آپ اس کے لیے پیش آجاتے ہیں ⑥ حالاں کہ اس بات کا آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے ⑦ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے ⑧ اور وہ ڈرتا ہے ⑨ سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں۔ ⑩ ہرگز ایسا نہ کیجیے۔ بے شک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے۔ ⑪ سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے ⑫ وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں۔ ⑬ بلند ہیں، مقدس ہیں۔ ⑭ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں ⑮ جو مکرم ہیں نیک ہیں۔ ⑯ انسان پر خدا کی مار ہو وہ کیا ہی ناشکرا ہے، ⑰ اسے کسی چیز سے پیدا فرمایا ⑱ نطفہ سے اسی کو پیدا فرمایا سو اسے ایک انداز سے بنایا۔ ⑲ پھر اس کا راستہ آسان فرمادیا ⑳ پھر اس کو موت دے دی، اس کے بعد اسے قبر میں چھپادیا، ㉑ پھر جب چاہے اسے اٹھالے ㉒ خبردار اس کو جو حکم دیا، اسے بجا نہیں لایا۔ ㉓ سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ ㉔ ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا، ㉕ پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر پھاڑ دیا، ㉖ سو ہم نے اس میں غلہ ㉗ اور انگور اور ترکاریاں ㉘ اور زیتون اور کھجوریں ㉙ اور گنجان باغ ㉚ اور میوے اور چارہ پیدا کردیا ㉛ تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے۔ ㉜ سو جب خوب زوردار آواز والی آجائے گی ㉝ جس روز انسان اپنے بھائی ㉞ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے ㉟ اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔ ㊱ ان میں سے ہر شخص کی حالت ایسی ہوگی جو کسی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ ㊲ اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے، ㊳ ہنس مکھ ہوں گے، خوش ہوں گے ㊴ اور اس دن بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر کدورت ہوگی ㊵ ان پر ظلمت چھائی ہوگی، ㊶ یہ وہ لوگ ہوں گے جو کافر تھے فاجر تھے۔ ㊷

لغات: عَبَسَ: منہ پھیر لیا، تیوری چڑھالی۔ تَصَدّٰی: بات سننے کے لیے کان لگائیے۔ سَفَرَةٍ: مہذب و عزت مند فرشتے جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں۔ اَقْبَرَهٗ: اس کی قبر بنادی۔ قَضْبًا: القضب ہر وہ سبزہ جو اوپر سے کاٹ لیا جائے اور اس کی جڑ پھر سے پھوٹ پڑے، جیسے برسیم، باقلا، چارہ وغیرہ۔ غُلْبًا: گھنے درخت اَبًّا: الاب، چارہ ہر وہ چیز جسے چوپایہ چرتے ہیں۔ الصَّآخَّةُ: زوردار چیخ جو کانوں کو بہرہ کردے۔ مُّسْفِرَةٌ: چمکتے دمکتے۔ غَبَرَةٌ: غبار، دھواں۔ قَتَرَةٌ: تاریکی، درماندگی۔

شان نزول:......ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ قریش کے رؤسا کو دعوت اسلام دینے میں مشغول تھے، آپ چاہتے تھے کہ ان کے اسلام قبول کرنے سے ان کے متبعین بھی اسلام قبول کرلیں گے، آپ انہی لوگوں کو دعوت دینے میں مصروف تھے کہ اتنے میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے احکام کی مجھے تعلیم دیں، صحابی نے اپنا مطالبہ دہرایا، جب کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ رسول کریم ﷺ مشرکین کو دعوت دینے میں مشغول ہیں، آپ ﷺ نے بات کے تسلسل میں صحابی کی مداخلت کو اچھا نہ سمجھا اور ان سے اعراض کرلیا اور دل میں خیال آیا کہ یہ لوگ کہیں گے محمد کے ساتھی نابینے، ادنیٰ طبقے کے لوگ اور غلام طبقہ کے لوگ ہیں، اس لیے آپ نے رخ موڑ لیا اور مشرکین کے ساتھ بات کرنے میں مصروف رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝ الآیات

تفسیر: عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی:......تیوری چڑھائی اور منہ موڑ لیا ناپسند کرتے ہوئے، چوں کہ ان کے پاس نابینا آیا تھا جو دین کے معاملات کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ صاوی کہتے ہیں۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی: میں ضمیر غائب لائی گئی ہے دراصل اس سے آپ ﷺ کے مرتبہ و مقام اور جلالت شان کی رعایت کرنا مقصود ہے، نیز اس اسلوب سے لطف و ہمدردی کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ نابینا صحابی کا نام ''عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ'' ہے، نزول عتاب کے بعد جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے آپ ﷺ ان سے

کہتے: اس شخص کے لیے خوش آمدید ہے جس کی وجہ سے میرے پروردگار نے مجھ پر عتاب نازل کیا، پھر آپ ﷺ ان کے لے اپنی چادر پھیلا دیتے۔[1] وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى: اے محمد! تمہیں کیا خبر شاید یہ نابینا جس سے تم نے منہ موڑ لیا، وہ آپ سے تعلیمات حاصل کرنے کے بعد اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر دے۔ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى: یا وہ آپ کی نصیحت آموز تعلیمات کو سن کر ان پر عمل کرے اور ان نصائح کا اسے نفع ہو جائے۔ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى: رہی بات اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ اور ایمان سے بے نیاز رہا، چوں کہ وہ اپنی دولت اور کثرت مال کے گھمنڈ میں رہا۔ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى: تم اس کے پیچھے پڑتے ہو اور کان لگا کر اس کی باتوں کو سنتے ہو اور اہتمام سے اسے دعوت دیتے ہو۔ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى: آپ پر اس کا کوئی گناہ نہیں کہ وہ کفر و عصیان کی گندگی سے پاک نہ ہوا۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى: سو رہی بات اس شخص کی جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حصول علم اور طلب خیر کی حرص لے کر آپ کے پاس چلتا ہوا آیا۔ وَهُوَ يَخْشٰى: درحالیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی حرام کردہ حدود سے اجتناب کرتا ہے۔ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى: تو اے محمد! آپ اس کے حق میں بے پرواہی برتتے ہیں اور اس سے روگردانی کر کے رؤسائے کفار کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ: یعنی آج کے بعد ایسا مت کریں، یہ آیات تو مخلوق کے لیے وعظ و نصیحت اور سامان بصیرت ہیں، عقلاء پر واجب ہے کہ ان پر عمل کریں اور ان سے نصیحت حاصل کریں۔ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ: اللہ کے بندوں میں سے جو چاہے قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور اس کے ارشادات اور نصائح سے استفادہ کرے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سورت کے نزول کے بعد کسی فقیر ساتھ ترش روئی سے پیش نہیں آئے اور کسی مالدار کے درپے ہوئے۔ آپ کی مجلس میں تو فقراء امراء کی طرح بیٹھتے تھے، اس کے بعد آپ کے پاس جب بھی ابن ام مکتوم آئے آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے چادر پھیلا دی اور فرمایا: اس آدمی کو خوش آمدید جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھ پر عتاب نازل کیا۔

قرآن کی جلالت کا بیان

اس واقعہ کے بعد قرآن کی جلالت قدر کے متعلق خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ: یہ قرآن اللہ کے ہاں قابل احترام صحیفوں میں درج ہے۔ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ: جو عالی شان اور بلند مقام والے ہیں اور شیاطین کے نجس ہاتھوں سے محفوظ ہیں، ہر طرح کی ناپاکی سے منزہ ہیں۔ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ: فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے پیغمبروں کے درمیان سفیر مقرر کر رکھا ہے۔ كِرَامٍ بَرَرَةٍ: جو اللہ کے ہاں مکرم و معظم ہیں، اتقیاء و صلحاء ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ: اللہ تعالیٰ انہیں جو بھی حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔

کافر کے جرم کی قباحت کا بیان

اس کے بعد کافر کے جرم کی قباحت اور اس کے افراط کفر و معصیت کی۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ: کافر پر لعنت کر دی گئی ہے اور وہ اللہ کی رحمت سے دھتکارہ ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس پر احسانات عظیم کے باوجود وہ کفر پر کس قدر شدت اختیار کیے ہوئے ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آیت میں کافر پر بددعا کی گئی ہے اور اس کے افراط کفر پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ آیت کے الفاظ میں ایجاز و بیان کے انتہاء کر دی گئی ہے۔[2] مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ: اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو کس چیز سے پیدا کیا ہے، یہاں تک کہ وہ کفر کرنے لگے۔ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ: حقیر پانی سے اسے پیدا کیا ہے اور ماں کے پیٹ میں نطفہ کے بعد اسے مختلف مراحل سے گزارا ہے چنانچہ نطفے سے جما ہوا خون بنا اس سے گوشت کا لوتھڑا بنا پھر اس میں روح پھونکی، یوں کامل انسان بن کر ماں کے پیٹ سے باہر آیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی انسان کا رزق، عمر، عمل مقرر کیا اور یہ کہ آیا وہ نیک ہوگا یا بد۔[3] ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ: پھر ماں کے پیٹ سے باہر نکلنے کا راستہ اس کے لیے آسان کیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بھلا انسان تکبر کیسے

---

[1] الصاوی ۴/۲۹۱ [2] روح المعانی: ۲۰/۴۲ [3] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۰۰

کر سکتا ہے جب کہ یہ پیشاب کی دو جگہوں سے باہر نکلا ہے، یعنی باپ کے آلہ تناسل سے نطفہ کی شکل میں اور ماں کی شرم گاہ سے جنم لینے کے وقت۔[1] ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ: پھر اسے موت دی اور اس کے شرف و احترام کے لیے قبر بنائی، یوں ہی اسے درندوں اور پرندوں کی خوراک نہیں بننے دیا۔ خازن کہتے ہیں: انسان کو قبر میں دفنانے کی سوچ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اس میں انسانیت کا اکرام اور احترام ہے جب کہ باقی حیوانات کا یہ حال نہیں۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ: پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے زندہ کر دے گا۔ مرنے کے بعد اسے حساب اور جزا کے لیے دوبارہ زندہ کرے گا۔[2] آیت میں اِذَا شَآءَ: کا جملہ آیا ہے چوں کہ دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اس کی تعیین اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، جب چاہے گا مخلوق کو زندہ کر دے گا۔ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ: یہ کافر ہرگز تکبر سے باز آ جائے، چنانچہ اس پر جو حکم فرض کیا گیا ہے وہ اس نے ابھی تک نہیں بجالایا اور اس کے رب نے اسے ایمان و طاعت کا مکلف بنایا ہے وہ اسے نہیں بجالایا۔

انسان کے رزق کا بیان

تخلیق انسان کے بعد اس کے رزق کا ذکر ہے تا کہ انسان میں احساس پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نعمتوں کے کس قدر بارش برسائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ: یہ منکر انسان فکر و عبرت کی وجہ سے اس طرف دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی کا سامان کیسے پیدا کیا ہے اور اسے اس کی قدرت میں کیسے دے دیا ہے، اور اسباب معاش اس کے لیے کیسے مہیا کیے ہیں۔ اس کے لیے کیسے خوراک پیدا کی جس پر اس کی زندگی کا دارو مدار ہے؟ اس کے بعد اس کی تفصیل کی ہے۔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا: اور ہم نے اپنی قدرت سے بادلوں سے زمین پر مینہ برسایا۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا: پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح سے پھاڑ کر اس سے سبزہ اگایا۔ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا: پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے انواع و اقسام کے غلہ جات اور سبزہ جات اگائے، غلہ جسے انسان خوراک کے لیے استعمال کرتا ہے اور اسے ذخیرہ بھی کر لیتا ہے، مزید انگور اسی پانی سے اگائے، اسی طرح کھائی جانے والی تمام سبزیات اس سے اگائیں۔ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا: ہم نے اسی طرح پانی سے زیتون اور کھجور کے درخت اگائے، جن سے روغن زیتون، کھجوریں اور چھوارے نکلتے ہیں۔ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا: اور گھنے درختوں والے باغات اگائے جو ٹہنیوں سے لپٹے ہوئے ہیں۔ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا: انواع و اقسام کے پھل اور میوہ جات اگائے، جیسے ہم نے جانوروں کے چرنے کے لیے چارہ اور سبزہ اگایا۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الاب سے مراد چوپایوں کے چرنے کا چارا مراد ہے۔ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ: اے لوگو! یہ چیزیں ہم نے زمین سے اگائی ہیں تا کہ تم ان سے نفع اٹھاؤ اور تمہارے چوپایوں کے کام آئیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان آیات میں انسان پر احسان جتلایا گیا ہے اور اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ مردہ زمین سے جس طرح سبزہ اگایا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے دن مردوں کو بھی زندہ کیا جائے گا۔[3]

قیامت کے ہولنا کیوں کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکیاں ذکر کی ہیں۔ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ: جب قیامت کی چنگھاڑ آئے گی جس کی ہولناکی سے کان بہرے ہو جائیں گے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ: اس خوفناک دن میں انسان اپنے احباب یعنی ماں، باپ، بیوی اور اولاد سے دور بھاگے گا، چوں کہ اسے اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔ تسہیل میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسان کے اپنے احباب سے دور بھاگنے کا ذکر کیا ہے اور انہیں شفقت و ہمدردی کے مراتب کے لحاظ سے ذکر کیا ہے چنانچہ قلیل شفقت والے رشتے کو پہلے ذکر کیا اور کثیر شفقت والے کو آخر میں ذکر کیا چوں کہ انسان اولاد پر تمام مذکورہ رشتوں سے زیادہ شفقت کرتا ہے۔[4] لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ: اس خوفناک دن میں ہر آدمی پر عجیب حالت طاری ہوگی اور اسے اپنی ہی پڑی ہوگی دوسری کی طرف اسے مطلق توجہ نہ ہوگی، اپنی

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۲۱۶ [2] تفسیر الخازن: ۴/ ۲۱۰ [3] مختصر تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۶۰۱ [4] التسہیل: ۴/ ۱۸۰

ذات کے علاوہ اس کا کسی اور طرف دھیان ہی نہیں جائے گا، حتیٰ کہ اس دن انبیاء علیہم السلام بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔ [1]

قیامت کے دن لوگوں کے احوال کا اور ان کی اقسام کا ذکر

اوپر قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہوا آگے قیامت کے دن لوگوں کے حال اور ان کی اقسام کا ذکر ہے کہ اس دن کچھ لوگ خوشحال ہوں گے اور کچھ بدحال چنانچہ خوشحال لوگوں کے وصف میں فرمایا: وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ: کچھ چہرے اس دن رونق وسرور سے چمک رہے ہوں گے۔ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عزت وتکریم کی وجہ سے ہنستے مسکراتے اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ دائمی نعمتوں کو دیکھ کر خوش وخرم ہوں گے۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ: کئی چہروں پر اس دن غبار اور دھواں چھایا ہوگا۔ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ: ان پر تاریکی اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ: یہی لوگ جن کے چہروں پر تاریکی چھائی ہوئی ہوگی ان لوگوں نے اپنے اندر کفر وفجور کو جمع کیا ہوا ہے۔ صاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر غبار کے ساتھ سیاہی کو جمع کر دیا ہے جیسے انہوں نے کفر وفجور کو جمع کیا۔ [2]

بلاغت: …… عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى: …… میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے۔ نابینا صحابی کی رعایت کے لیے یہ التفات لایا گیا ہے۔ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ: یہ ترکیب ماں کی شرم گاہ سے باہر نکلنے سے کنایہ ہے۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ: افراط کفر پر تعجب ہے باوجود یہ کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات ہیں۔ تَصَدّٰى: اور تَلَهّٰى: میں طباق ہے۔ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ: یہ اجمال ہے اس کے بعد اس کی تفصیل لائی گئی ہے۔ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ⑲ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ⑳ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى: میں اختتام آیات میں فاصلہ بندی کی رعایت کی گئی ہے، اسی طرح فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ⑬ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ⑭ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ⑮ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ: میں بھی فاصلہ کی رعایت ہے۔

لطیفہ: …… آیت کریمہ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ: کو کسی ادیب نے بڑے خوب صورت انداز میں دو اشعار میں بطور تلمیح منظوم کیا ہے۔

یتمنّی المرء فی الصیف الشتاء   فاذا جاء الشتاء انکرہ

فھو لا یرضیٰ بحال واحد   قتل الانسان ما اکفرہ

ترجمہ: …… آدمی گرمیوں میں سردی کا آرزومند ہوتا ہے اور جب سردی آجاتی ہے تو اس سے ناک بھوں چڑھالیتا ہے۔ آدمی کسی حال میں بھی خوش نہیں ہے، بس انسان دھتکارا ہوا ہے اور وہ کتنا کفر کرنے والا ہے۔

الحمد اللہ سورۃ عبس کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۱۷ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۳ اگست ۲۰۱۵ء بروز پیر بعد نماز ظہر مکمل ہوا

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔

[1] اخرجہ البخاری ومسلم [2] الصاوی: ۴/ ۲۹۴

سورۃ التکویر

سورۂ تکویر میں دو حقیقتوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ قیامت کے حقیقت سے اور وحی ورسالت کی حقیقت سے۔ اور یہ دونوں چیزیں ایمان کے لوازمات میں سے ہیں۔

سورت مبارکہ کی ابتدا میں قیامت اور اس کے ضمن میں آنے والے خوفناک انقلاب کے متعلق بات کی گئی ہے۔ سورج، ستاروں، پہاڑوں، دریاؤں زمین، آسمان، حیوانات اور وحشی درندوں پر انقلاب کا وقوع ہوگا۔ اس انقلاب کا اصل دارومدار انسان پر ہوگا، کائنات پر کپکپی طاری ہوجائے گی، ہر موجود چیز بکھر کر رہ جائے گی اور ہر چیز میں تغیر وتبدل کا ظہور ہوگا۔ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝۲ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۝۳

اس کے بعد حقیقت وحی پر بات کی گئی ہے اور نبی ﷺ جن پر وحی کا نزول ہوتا ہے کی صفت بیان کی گئی ہے تاکہ وہ انسانوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید وہدایت اور علم کے اجالے کی طرف لائیں۔ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۝۱۵ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۝۱۷

سورۃ مبارکہ کے اختتام میں مشرکین کے مزاحم کا بیان ہے جو وہ قرآن کے متعلق ظاہر کرتے تھے، چنانچہ سورۃ مبارکہ میں قرآن کو موعظہ اور نصیحت قرار دیا گیا ہے۔ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ۝۲۶ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۲۷

اٰيَاتُهَا ۲۹ | (۸۱) سُوۡرَةُ التَّكۡوِيۡرِ مَكِّيَّةٌ (۷) | رُكُوۡعَاتُهَا ۱

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝۲ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۝۳ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝۴
وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝۵ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝۷ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ
سُئِلَتۡ ۝۸ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۝۱۱ وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ
سُعِّرَتۡ ۝۱۲ وَاِذَا الۡجَـنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۝۱۳ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۝۱۴ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۝۱۵ الۡجَوَارِ
الۡكُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝۱۸ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝۱۹ ذِىۡ
قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ۝۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ۝۲۱ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ۝۲۲ وَلَقَدۡ رَاٰهُ
بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ۝۲۳ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ۝۲۴ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ۝۲۵ فَاَيۡنَ
تَذۡهَبُوۡنَ ۝۲۶ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۲۷ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ۝۲۸ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ
اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۲۹

ترجمہ: ......جب سورج بے نور ہوجائے ① اور جب ستارے گر پڑیں ② اور جب پہاڑ چلادیے جائیں ③ اور جب حمل والی اونٹنیاں بے کار کردی جائیں۔ ④ اور جب وحشی جانور جمع کردیے جائیں ⑤ اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے ⑥ اور جب نفوس کے جوڑے بنادیے جائیں ⑦ اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے ⑧ کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی ⑨ اور جب اعمال نامے کھول دیے جائیں ⑩ اور

جب آسمان کھول دیا جائے ⑪ اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے ⑫ اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے، ⑬ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کر دیے۔ ⑭ سو میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں جو پیچھے کو ہٹتے ہیں، ⑮ جو چلنے والے ہیں، چھپنے والے ہیں، ⑯ قسم ہے رات کی! جب وہ جانے لگے، ⑰ قسم ہے صبح کی! جب وہ سانس لے ⑱ بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا ⑲ جو عرش والے کے نزدیک قوت والا ہ، مرتبہ والا ہے، ⑳ اس کی طاعت کی جاتی ہے، وہ وہاں امانت دار ہے ㉑ اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔ ㉒ اور بات واقعی ہے کہ اس نے اس فرشتے کو واضح کنارہ پر دیکھا ہے ㉓ اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والا نہیں ہے ㉔ اور وہ شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے، ㉕ سو تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ㉖ بس وہ جہان والوں کے لیے ایک بڑی نصیحت ہے، ㉗ ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھے راستہ پر چلنا چاہے ㉘ اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے۔ ㉙

لغات: انْكَدَرَتْ:...... بکھر جائیں گے، جھڑ جائیں گے۔ الْعِشَارُ: دس ماہ کی گابھن اونٹنی كُشِطَتْ: نکال دی جائے گی، اکھاڑ دی جائے گی۔ مقولہ ہے: "کشطت جلد الشاۃ" بکری کی کھال اتار دی گئی۔ الْخُنَّسِ: خانس کی جمع ہے، چھپ جانے والا۔ مراد ستارے ہیں جو دن کو اوجھل ہو جاتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے جبکہ رات کو چمکنے لگتے ہیں۔ الْكُنَّسِ: وہ ستارے جو غائب ہو جاتے ہیں "کنس الطباء" یعنی ہرن جھاڑی میں چھپ گیا۔ عَسْعَسَ: رات تاریکی لے کر آئی۔ خلیل کہتے ہیں: "عسعس اللیل"۔ جب رات آئے یا چلی جائے، یہ اضداد میں سے ہے شاعر کہتا ہے:

حتیٰ اذا الصبح لها تنفسا وانجاب عنها لیلها وعسعسا

"یہاں تک کہ جب صبح سانس لیتی ہے اور اس کی رات ہٹ جاتی ہے اور چلی جاتی ہے۔"

قیامت کے ہولناکی اور شدائد کا ذکر

تفسیر: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ:...... ان آیات میں قیامت کی ہولناکیاں بیان کی گئی ہیں، اور قیامت کے شدائد اور ہنگاموں سے پردہ اٹھایا گیا ہے، معنی ہے: جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور اس کی روشنی محو کر دی جائے گی۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ: اور جب ستارے اپنی جگہوں سے جھڑ جائیں گے اور بکھر جائیں گے۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ: اور جب پہاڑ اپنی جگہوں سے حرکت کر جائیں گے اور ہوا میں ایسے چلا دیے جائیں گے جیسے غبار کے ذرات ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور تم زمین کو ہموار دیکھو گے۔ (سورۃ الکہف، آیت ۴۷)

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ:...... اور جب گابھن اونٹنیاں یوں ہی چھوڑ دی جائیں گی ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کا کوئی تلاش کرنے والا ہوگا۔ آیت میں اونٹنیوں کا ذکر آیا ہے چوں کہ عرب کے نزدیک اونٹنی کو سب سے عمدہ مال سمجھا جاتا ہے۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ: اور جب وحشی جانوروں کو ان کے کچھاروں اور بلوں سے نکال جمع کیا جائے گا اور وحشی جانور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے بے حال ہوں گے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ: اور جب روحوں کو ان کے ہم مثلوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا چنانچہ فاجر کو فاجر کے ساتھ نیکوکار کو نیکوکار کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ طبری کہتے ہیں: جنت میں نیک آدمی کو نیک آدمی کا قرین بنا دیا جائے گا اور دوزخ میں فاسق کو فاسق کا قرین بنا دیا جائے گا۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ: اور جب زندہ درگور کر دی گئی لڑکی سے (اس کے قاتل کی توبیخ کے لیے) پوچھا جائے گا۔ اس کا کیا گناہ تھا، حتیٰ کہ اس کے جرم میں اسے قتل کر دیا گیا۔ تسہیل میں ہے: الْمَوْءٗدَةُ: سے مراد وہ لڑکی ہے جسے بعض عرب زندہ درگور کر دیتے تھے چوں کہ وہ اسے ناپسند کر رہے ہوتے تھے یا اس پر انہیں غیرت آ جاتی تھی، چنانچہ قیامت کے دن اس لڑکی سے سوال کیا جائے گا۔ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ: قاتل کی توبیخ اور اسے ڈانٹ پلانے کے لیے پوچھا جائے گا۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ: اور جب اعمال کے صحیفے کھول دیے جائیں گے اور حساب کے لیے

انہیں پھیلا دیا جائے گا۔ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ: اور جب آسمان کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا جیسے بکری سے کھال اتار کر ہٹا دی جاتی ہے۔ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ: اور جب دوزخ کی آگ بھڑکا دی جائے گی اور اللہ کے دشمنوں کے لیے شعلہ زن ہو جائے گی۔ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ: اور جب جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ: تو ہر نفس اپنے حاضر کیے ہوئے اعمال خیر و شر کو جان لے گا، یہ جملہ عَلِمَتْ نَفْسٌ: ماقبل شرط کا جواب ہے۔ معنی یہ ہے: جب یہ عجیب و غریب امور کا ظہور ہوگا تو ہر نفس اپنے نیک و بد اعمال کو جان لے گا۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے حق ہونے پر قسم اٹھانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صدق قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت پر قسم اٹھائی ہے۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ: قسم ہے ان روشن ستاروں کی جو دن کے وقت چھپ جاتے ہیں اور رات کے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ: اور ان تاروں کی قسم ہے جو سورج اور چاند کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور پھر غروب کے وقت چھپ جاتے ہیں جیسے ہرن جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: ستارے دن کے وقت چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے غروب کے وقت ایسے چھپ جاتے ہیں جسے ہرن کچھار میں چھپ جاتا ہے۔ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ: اور رات کی قسم ہے جب وہ تاریکیاں لے کر آ جاتی ہے اور ساری کائنات پر چھا جاتی ہے۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ: اور صبح کی قسم ہے جب وہ اجالا لے کر آتی ہے اور ہر طرف اس کی روشنی چھا جاتی ہے یہاں تک کہ واضح دن ہو جاتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ: یہ مقسم علیہ ہے۔ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم و معظم فرشتے کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ — قرآن کو جبرائیل نے تمہارے سینے پر اتارا ہے۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۱۹۳۔ ۱۹۴)

مفسرین کہتے ہیں: رسول سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ قرآن کی اضافت جبرئیل کی طرف کی گئی ہے چوں کہ وہی قرآن لے کر نازل ہوئے ہیں۔ قرآن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ چنانچہ بعد کی آیت اسی تفسیر پر دلالت کرتی ہے۔ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ: جو کہ سخت قوت و طاقت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مرتبہ اور مقام بلند ہے۔ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ: ملاء اعلیٰ کے ہاں جبرئیل امین کی اطاعت کی جاتی ہے، فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں، جو وحی انبیاء پر لے کر آتے ہیں اس کے متعلق نہایت امانت دار ہیں۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ: اے جماعت قریش! محمد جن کی صحبت میں تم رہتے ہو اور ان کے صدق و پاکبازی اور کمال عقل مندی کو تم جانتے ہو وہ مجنون اور دیوانے نہیں ہیں جیسا کہ تمہارا زعم ہے۔ خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس امر پر قسم اٹھائی ہے کہ قرآن مجید جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں جیسا کہ قریش مکہ کا زعم ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جنون کی نفی کی ہے اور اس امر کی بھی نفی کر دی ہے کہ قرآن ان کی اپنی طرف سے گھڑا ہوا ہے۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ: اور میں قسم اٹھاتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں آسمان کے کھلے افق میں دیکھا ہے، مشرق کی جانب جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔

بحر میں لکھا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا کے واقعہ کے بعد جبرئیل امین کو افق میں اصلی صورت میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر تشریف فرما تھے، مشرق و مغرب کے درمیان ان کے چھ سو پر پھیلے ہوئے تھے۔[1] وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی پر بخیل نہیں ہیں، وحی کی تبلیغ و تعلیم میں کوتاہی نہیں کرتے، بلکہ پوری امانت اور سچائی کے ساتھ اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ: یہ قرآن شیطان مردود کا قول نہیں ہے جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں۔ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ: قرآن کی تکذیب کر کے تم کون سے راستے پر چل رہے ہو تم قرآن کو جادو، کہانت اور شعر جیسے اوصاف سے متصف کرتے ہو حالاں کہ اس کی آیات واضح ہیں اور اس کے براہین کھلے ہیں؟ یہ ایسا ہی ہے جیسے سیدھا راستہ چھوڑ دینے والے سے تم کہو: سیدھا راستہ یہ رہا تم کہاں جا رہے ہو؟

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۴۳۴

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ: یہ قرآن ساری کی ساری مخلوق کے لیے وعظ اور نصیحت ہے۔ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ: اس کے لیے تم میں سے جو حق کی اتباع کرنا چاہتا ہے اور اللہ کی شریعت پر قائم رہنا چاہتا ہے اور نیک لوگوں کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ: اور تم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے لطف و کرم سے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرو کہ وہ تمہیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

اَلْخُنَّسِ: اور اَلْكُنَّسِ: میں تجنیس ناقص ہے۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ: دن کے آنے اور روشنی کے پھیلنے کو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تاریکیوں کے بعد دن کا اجالا آ جانے کے لیے تنفس کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے، یہ نہایت لطیف استعارہ ہے۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ: میں لفظ صاحب محمد ﷺ سے کنایہ ہے۔ الْجَحِيْمُ: اور الْجَنَّةُ: میں طباق ہے۔ كُوِّرَتْ، سُيِّرَتْ، سُجِّرَتْ، سُعِّرَتْ: اور الْخُنَّسِ، اَلْكُنَّسِ، عَسْعَسَ، تَنَفَّسَ...... الخ میں آیات کے اختتام میں رعایت فاصلہ ہے۔

الحمد للہ ۲۲ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ بمطابق ۸ / اگست ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر سورۂ تکویر کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ سورتوں کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورۃ انفطار

تعارف:..... سورۃ انفطار میں بھی وہی مضامین بیان کیے گئے ہیں جو اوپر سورۃ تکویر میں بیان ہوئے ہیں، یعنی قیامت کے دن کائنات کے اندر انقلاب کا بیان ہونا، اس دن بڑے بڑے واقعات کا رونما ہونا۔ پھر بعث و نشور کا ذکر ہوا اور ابرار اور فجار کا بھی بیان ہوا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں کائنات میں واقع ہونے والے اس انقلاب کے مناظر بیان کیے گئے ہیں مثلاً آسمان کا پھٹ جانا، ستاروں کا منتشر ہونا، سمندروں کا بہہ نکلنا اور اس کے بعد ہونے والے حساب اور جزا کا ذکر ہوا ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ④ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ⑤

اس کے بعد انسان کے انکار اور اس کے کفران نعمت کا ذکر ہے، انسان اللہ کی نعمتوں سے حظ تو حاصل کرتا ہے لیکن ان کا حق نہیں پہچانتا اور نہ ہی رب تعالیٰ کی قدر کرتا ہے۔ اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانات و فضل و کرم کا شکر ادا نہیں کرتا۔ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ⑥

اس کے بعد انسان کے اس انکار کی علت ذکر کی ہے اور یہ بات واضح کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر فرشتوں کو ذمہ دار مقرر کیا ہے جو اس کے اعمال لکھتے ہیں اور اس کے افعال پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ⑨ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫

سورۂ مبارکہ میں انسانوں کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے ابرار اور فجار۔ دونوں قسموں کا انجام بیان کر دیا گیا ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ⑬ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ⑭

سورۂ مبارکہ کے آخر میں یوم قیامت کی ہولناکیوں کا منظر پیش کیا گیا ہے ہر جان بے بسی کا شکار ہوگی اور اس دن اختیار صرف اللہ کے پاس ہوگا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑰ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑱

اٰيَاتُهَا ۱۹ — (۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) — رُكُوْعَاتُهَا ۱

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ④
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ⑤ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ⑥ الَّذِيْ خَلَقَكَ
فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ⑦ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ⑧ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ⑨ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ
لَحٰفِظِيْنَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ⑬ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ
جَحِيْمٍ ⑭ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ⑮ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ⑯ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑰ ثُمَّ مَآ
اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑱ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲

ع ربع

ترجمہ:..... جب آسمان پھٹ جائے گا① اور ستارے جھڑ جائیں گے② اور جب سمندر بہا دیے جائیں گے③ اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی④ تو ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے۔⑤ اے انسان! تجھے کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا⑥ جس نے تجھے پیدا فرمایا، سو تیرے اعضاء درست کیے پھر تجھے اعتدال پر رکھا⑦ جس صورت میں چاہا تجھے مرکب فرما دیا⑧ ہرگز نہیں، بلکہ بات یہ کہ تم جزاء کو جھٹلاتے ہو⑨ اور بلاشبہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے ہیں⑩ جو عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں،

⑪ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو، ⑫ بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے ⑬ اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے ⑭ وہ اس میں بدلہ کے دن داخل ہوں گے ⑮ اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہ ہوں گے ⑯ اور اے مخاطب! تجھے خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے ⑰ پھر تجھے کیا خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے ⑱ وہ ایسا دن ہوگا جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لیے نفع کا مالک نہ ہوگا۔ اس دن ساری حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوگی۔ ⑲

لغات: انْفَطَرَتْ:...... پھٹ جائے گا۔ والفطر توڑ دینا، اسی سے ہے فطرت ناب البعیر، اونٹ کا دانت ٹوٹ گیا۔ انْتَثَرَتْ: الانتثار بکھر جانا جھڑ جانا۔ بُعْثِرَتْ: الٹ پلٹ دی گئی۔ غَرَّكَ: تمہیں اس نے دھوکے میں ڈالا۔ سَوّٰىكَ: تمہارے اعضاء درست بنائے۔ يَصْلَوْنَهَا: وہ اس میں داخل ہوں گے۔

آخرت کے احوال واحوال کا ذکر

تفسیر: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ:...... جب اللہ کے حکم سے فرشتوں کے اترنے کے لیے آسمان پھٹ جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا: یعنی جس دن بدلیوں سے آسمان پھٹ جائے گا اور فرشتے اترنا شروع ہو جائیں گے۔ (سورۃ الفرقان، آیت ۲۵) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ: اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور بکھر جائیں گے اور اپنے بروج سے باہر نکل آئیں گے۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ: اور جب سمندر ایک دوسرے کو تجاوز کر کے خلط ہو جائیں گے، شیریں پانی تلخ میں آ ملے گا اور ساتوں سمندر ایک سمندر بن جائیں گے۔ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ: اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی اور ان میں دفن مردے باہر نکل جائیں گے اور جو کچھ ان کے اندر پوشیدہ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ: یہ جواب ہے یعنی اس وقت ہر نفس کو معلوم ہو جائے گا جو اس نے خیر و شر کو پیچھے چھوڑا اور جو نیک و بد اعمال کو آگے بھیجا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جو اس نے نیک اعمال آگے بھیجے اور جو اس نے اپنا کوئی طریقہ پیچھے چھوڑا جس پر اس کے بعد دنیا میں عمل ہوتا رہا۔

انسان کو یاددہانی کا ذکر

آخرت کے احوال واہوال کے ذکر کے بعد غافل انسان کو یاددہانی کرائی جارہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ: اے انسان! تجھے اپنے رب کریم کی بابت کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے حتیٰ کہ تو اس کی نافرمانی پر اتر آیا اور اس کے حکم سے عدول کرنے لگا۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر لطف واحسان ہے، یہ توبیخ وعتاب ہے گویا اللہ پاک نے یوں فرمادیا: تو نے اپنے رب کے احسان کو معصیت سے کیسے بدل دیا اور اس کے راحت اور ہمدردی کے مقابلہ میں سرکشی کو کیسے اختیار کرلیا۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ اچھائی کا بدلہ اچھائی کے سوا کچھ نہیں۔ (سورۃ الرحمٰن، آیت ۶۰)

انسان پر کی گئی نعمتوں کا ذکر

اس کے بعد انسان پر کی گئی نعمتوں کا ذکر ہے۔ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ: جس نے تمہیں عدم سے وجود بخشا، اور تمہیں سالم الاعضاء بنایا، حتیٰ کے تم سنتے ہو، سمجھتے ہو اور دیکھ سکتے ہو۔ فَعَدَلَكَ: پھر تمہیں معتدل القامت بنایا تمہاری اچھی شکل وصورت بنائی۔ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ: پھر تمہارے لیے جو خوبصورت شکل وہیت چاہی اس میں تمہیں جوڑ دیا، جیسے کہ سورۃ التین میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ہم نے انسان کو خوبصورت سانچے میں بنایا ہے۔

یوم جزا کی تکذیب پر مشرکین کی توبین

اس کے بعد یوم جزا کی تکذیب پر مشرکین کی توبیخ کی گئی ہے۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ: اے اہل مکہ! باز آجاؤ اللہ تعالیٰ کے حلم وبردباری

سے دھوکا مت کھاؤ، بلکہ تم یوم جزا کی تکذیب کرتے ہو۔ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ: حالاں کہ تمہارے اوپر فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اعمال کو ضبط تحریر میں لاتے ہیں اور تمہارے تصرفات پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی تمہارے اوپر نگران فرشتے مقرر کیے گئے ہیں۔ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ: اللہ کے ہاں بڑی عزت والے ہیں، وہ تمہارے اقوال وافعال کو لکھتے ہیں۔ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ: خیر وشر کا جو فعل بھی تم سے صادر ہوتا ہے وہ اسے جانتے ہیں اور اسے تمہارے نامہ ہائے اعمال میں درج کرتے ہیں تا کہ قیامت کے دن تمہیں ان اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔

قیامت کے دن لوگوں کی تقسیم کا ذکر

اس کے بعد قیامت کے دن لوگوں کی تقسیم نیکوکار و بدکار کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ: یقیناً جو مؤمنین دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے وہ نہایت سرور اور خوشحالی میں ہوں گے۔ جنت کے باغات میں نعمت خوری کر رہے ہوں گے، ان کے سامنے ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے نہ دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ان کا خیال کسی دل میں پیدا ہوا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ: کفار فجار جنہوں نے دنیا میں معصیت رب تعالیٰ کا ارتکاب کیا وہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں ہوں گے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ: وہ جزا کے دن جسے وہ جھٹلاتے تھے میں اس دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ: یہ اس دن کی تعظیم وتہویل ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ اس کی کتنی شدت اور ہولناکی ہوگی۔ ثُمَّ مَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ: تہویل مزید کے لیے یہ مضمون مکرر لایا گیا ہے، جیسے اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ (سورۃ الحاقۃ، آیت ۱تا۳) گویا اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جزا کا دن شدت کے اعتبار سے اتنا سخت ہوگا کہ اس کی ہولناکی کی مقدار کا کوئی ادراک ہی نہیں کر سکے گا، اس کی شدت بیان سے بالاتر ہوگی۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا: یہ ایسا خوفناک دن ہوگا کہ اس میں کوئی شخص کسی دوسرے کو نفع پہنچا ہی نہیں سکے گا اور نہ ہی کوئی کسی سے ضرر کو دور کر سکے گا۔ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ: اس دن اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا، کسی کو اس کی اختیار میں جھگڑا کرنے کی جسارت نہیں ہوگی۔

بلاغت:...... سورہ کریم میں بیان وبدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں۔ اُن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ:...... میں طباق ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ: میں ابرار وفجار کے درمیان مقابلہ ہے ابرار کے مقابلہ میں فجار لایا گیا اور نعیم کے مقابلہ میں جحیم، اسی طرح ترصیع بھی ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ: میں استعارہ مکنیہ ہے۔ ستاروں کو موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جن کی لڑی ٹوٹ گئی ہو اور وہ بکھر گئے ہوں۔ مشبہ بہ کا ذکر لپیٹ دیا گیا ہے اور اس کے لیے ایسی چیز سے اشارہ کر دیا گیا ہے جو اس کے لوازم میں سے ہے اور وہ انتشار (بکھر جانا)۔ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ: میں استفہام برائے توبیخ ہے۔ نَعِيْمٍ اور جَحِيْمٍ میں نکرہ تعظیم کے لیے ہے۔ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ: میں اطناب ہے اس سے اس دن کی عظیم ہولناکی اور شدت بیان کرنا مقصود ہے۔ إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ: میں خوبصورت سجع بندی ہے اسی طرح وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ: اور إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ: میں بھی رعایت فاصلہ ہے۔

لطیفہ: ...... حکایت ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ابوحزم مزنی سے کہا: کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ قیامت کے دن میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ اور اللہ کے ہاں ہمارے لیے کیا ہے؟ مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اپنے اعمال کتاب اللہ پر پیش کرو گے تمہیں اپنے اعمال کی جزا کا پتہ چل جائے گا۔ سلیمان نے کہا: میں یہ چیز کتاب اللہ میں کہاں پاؤں گا؟ جواب دیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ: سلیمان نے کہا اللہ کی رحمت کدھر گئی؟ مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ: یعنی اللہ کی رحمت بھی نیکوکاروں کو ملتی ہے۔

الحمدللہ آج سورۂ انفطار کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲ ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۷ اگست ۲۰۱۵ء، بروز سوموار بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔

سورۃ المطففین

تعارف:.....سورۂ المطففین کے بھی وہی اہداف ہیں جو باقی مکی سورتوں کے ہیں، اس میں بھی عقائد اور اسلام کی دعوت جیسے مضامین زیر بحث لائے گئے ہیں۔

چنانچہ سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے ساتھ اعلان جنگ کیا گیا ہے، چوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں آخرت کا خوف ہی نہیں ہے، قیامت کے خوفناک دن کا ان کے دلوں میں احساس ہی نہیں کہ اس دن احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾

اس کے بعد فساق وفجار کے متعلق بات ہوئی ہے اور قیامت کے دن ان کی جزا کا منظر بیان کیا گیا ہے، چنانچہ نہایت ڈانٹ کے ساتھ انہیں دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾

اس کے بعد نیک لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے، چنانچہ وہ دائمی نعمتوں میں ہوں گے، عزت وتکریم کی جگہ میں ہوں گے، ان آیات میں اشقیاء وفجار اور متقین وابرار کے درمیان مقابلہ ظاہر کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم کا اسلوب ہے اور یوں ترغیب وترہیب کا سماں پیدا کیا گیا ہے۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾

سورۂ مبارکہ کے آخر میں اہل شقاوت اہل ضلالت کا حال بیان کیا گیا ہے جو اللہ کے نیک بندوں کا دنیا میں مذاق اڑاتے تھے، اور ان کا تمسخر اڑانے کے لیے آنکھوں سے ان کی طرف اشارے کرتے تھے۔ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾

آیاتُها ٣٦ | (٨٣) سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ (٨٦) | رُكُوعَاتُهَا ١

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿٣﴾
أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ كَلَّا إِنَّ
كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾
الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ
أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾ كَلَّا إِنَّ
كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ
الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن
رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَاِذَا مَرُّوْا
بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾
عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ:..... بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ① جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا کرلیں، ② اور جب وہ ناپ کر یا تول کر دیں، گھٹا دیں ③ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے ④ اور ایک بڑے سخت دن میں ⑤ جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ⑥ ہرگز نہیں، بدکار لوگوں کا اعمال نامہ سجین میں رہے گا ⑦ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ ⑧ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے ⑨ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی ⑩ جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں ⑪ اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہے، مجرم ہے۔ ⑫ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ ⑬ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا۔ ⑭ ہرگز ایسا نہیں' یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جائیں گے، ⑮ پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے ⑯ پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ⑰ ہرگز نہیں' نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا ⑱ اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ ⑲ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے ⑳ جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ ㉑ بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے۔ ㉒ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے ㉓ اے مخاطب! تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔ ㉔ ان کو پینے کے لیے شراب خالص سربمہر ملے گی ㉕ جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی اور حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیز میں حرص کرنا چاہیے، ㉖ اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی۔ ㉗ یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیتے ہوں گے۔ ㉘ بلاشبہ جن لوگوں نے جرم کیے، وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے ㉙ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آپس میں اشارہ بازی کرتے تھے ㉚ اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے ㉛ اور جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ ㉜ حالاں کہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے ㉝ سو ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ ㉞ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ ㉟ واقعی بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ ㊱

لغات: اَلْمُطَفِّفِیْنَ:..... مطفف: جو ناپ تول میں کمی کرتا ہو، الطفیف سے مشتق ہے بمعنی تھوڑی سی چیز، چنانچہ ناپ تول میں کمی کرنے والا بھی تھوڑی سی چیز چرا لیتا ہے۔ رَانَ ڈھانپ لیا، جیسے نیام تلوار کو ڈھانپ دیتا ہے، اصل میں اس کا معنی غلبہ ہے۔ مقولہ ہے: ''رانت الخمر علی عقل شاربها'' شراب نے پینے والے کی عقل پر پردہ ڈال دیا۔ شاعر کہتا ہے:

وكم ران من ذنب على قلب فاجر ''کتنے فاسق وفاجر دل ہیں جن پر گناہوں کا غلبہ ہے۔''

رَحِیْقٍ:..... خالص وعمدہ شراب، صحاح میں ہے کہ رحیق شراب کی عمدگی کو کہا جاتا ہے۔ اخفش کہتے ہیں وہ شراب جس میں ملاوٹ نہ ہو وہ رحیق ہے۔ حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

تردی یصفق بالرحیق السلسل

فَکِهِیْنَ:..... خوشگوار موڈ میں رہنے والے، لذت اٹھانے والے۔ یَتَغَامَزُوْنَ آنکھوں سے اشارے کر کے مذاق اڑاتے ہیں۔ ثُوِّبَ: بدلہ دیا جائے گا۔ تَسْنِیْمٍ عالی مقام چشمہ جس کا پانی نہایت عمدہ ہوگا۔ اصل میں تسنیم بلندی کو کہا جاتا ہے اسی سے ''سنام البعیر'' یعنی

اونٹ کی کوہان'' بھی ہے۔

شانِ نزول: ......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اس کے بعد لوگوں نے ناپ تول میں کمی چھوڑ دی۔

تفسیر: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ...... ان فساق وفجار کے لیے ہلاکت، تباہی اور بربادی ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، اس کے بعد ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے قبیح اوصاف بیان کیے ہیں۔ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ: جب وہ لوگوں سے پیمانہ لیتے ہیں تو پورا پورا ناپ تول کر لیتے ہیں۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ...... اور جب لوگوں کو ناپ تول کر دیتے ہیں تو اس میں کمی کر دیتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیت ابوجہینہ نامی ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا، آیت کریمہ میں ہر اس شخص کے لیے وعید ہے جو ناپ تول میں کمی کرتا ہو، چنانچہ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کو ہلاک کیا۔ حدیث میں ہے، جس قوم نے بھی ناپ تول میں کمی کی ان کی فصلوں میں کمی واقع ہوئی، بلکہ وہ مبتلائے قحط ہوئے۔[1] اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ: ناپ تول میں کمی کرنے والے ان لوگوں کو معلوم نہیں اور انہیں یقین نہیں کہ انہیں خطرناک دن کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا جو کہ نہایت ہولناک اور سخت خوفناک ہوگا؟ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: جس دن لوگ میدان محشر میں ننگے سر، ننگے پاؤں، جھکے سروں کے ساتھ تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

بحر میں لکھا ہے: اس انکار، تعجب اور یوم کی صفت عظیم، لوگوں کو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے اور اللہ تعالیٰ کے وصف رب العالمین بیان کرنے میں اس امر پر دلیل ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے کا گناہ نہایت سنگین ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن لوگ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اس دن بعض لوگ اپنے کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔[2]

نافرمانوں کے انجام کار کا ذکر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فساق وفجار کے مآل کا ذکر کیا ہے۔ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ: ناپ تول میں کمی کرنے والے غفلت سے باز آ جائیں کہ انہوں نے ایک بار پھر زندہ ہونا ہے اور رب کائنات کے سامنے پیش ہونا ہے۔ چنانچہ برے لوگوں کا نوشتہ سب سے نیچے اور تنگ مقام میں ہوگا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ: استفہام برائے تعظیم ہے، یعنی کیا تم جانتے ہو کہ سجین کیا ہے؟ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ: وہ لکھی ہوئی کتاب ہے، جیسے کپڑے میں نقش ثبت ہوتا ہے جو نہ مٹتا ہے اور نہ ہی بھلایا جاتا ہے، اس میں فساق کے اعمال مندرج ہوں گے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سجین: السجن سے ماخوذ ہے، بمعنی تنگی، فجار کا ٹھکانا دوزخ میں سب سے نچلا درجہ ہوگا، سجین میں تنگی بھی ہوگی اور وہ سب سے نیچے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ کتاب لکھ دی گئی ہے اب اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔[3] وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے۔ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ: یہ وہ لوگ ہیں جو یوم جزا وحساب کو جھٹلاتے ہیں۔ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ: بدلے کے دن کو صرف وہی جھٹلاتا ہے کفر وضلالت میں حد سے بڑھ جائے، سرکشی اور معصیت میں مبالغہ کرنے والا ہو۔

مکذبین کے جرائم کا ذکر

اس کے بعد اس کے جرائم کی وضاحت کی گئی ہے۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: اور جب اسے قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں بعث بعد الموت اور جزاء کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے بارے میں کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی حکایات اور خرافات ہیں، انہوں نے اپنی

---

[1] جزء من حدیث اخرجہ الحاکم والطبرانی عن ابن عباس [2] اخرجہ الشیخان [3] مختصر ابن کثیر ۳ / ۶۱۴

کتابوں کی آراستگی کے لیے انہیں لکھ لیا تھا۔ كَلَّا بَلْ ٚرَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: یعنی یہ فاجر شخص اس باطل قول سے باز آ جائے، چنانچہ قرآن پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں نہیں ہے۔ بلکہ ان کے کیے ہوئے گناہوں نے ان کے دلوں پر پردہ کر دیا ہے۔ ان کی بصیرتیں ماند پڑ گئی ہیں اب یہ رشد و ہدایت اور گمراہی میں فرق بھی نہیں کر سکتے۔ مفسرین کہتے ہیں: اَلرَّان: گناہوں کی بھرمار جو دلوں کو سیاہ کر دیتا ہے۔ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ: چاہیے کہ یہ مکذبین گمراہی سے باز آ جائیں ورنہ یہ لوگ آخرت میں رب تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے اور رب تعالیٰ کا دیدار نہیں کر پائیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں دلیل ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرفراز ہوں گے: جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اوٹ میں رکھا جائے گا لہٰذا وہ دیدار نہیں کر سکیں گے۔[1] ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ: کفار دیدار خدا تعالیٰ سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اس کا دردناک عذاب چکھیں گے۔ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ: پھر جہنم کے داروغے ان سے کہیں گے: یہ وہی عذاب ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ داروغوں کا یہ قول بطور توبیخ ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ: کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ پاتے ہو۔

نیکوکاروں کے حال کا ذکر کہ نیکوکار اور بدکار برابر نہیں ہوں گے

اس کے بعد نیکوکاروں کا حال بیان ہوا ہے۔ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ: كَلَّا حرف ردع ہے اور زجر کے لیے آتا ہے۔ یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ ان کا خیال ہے کہ فساق اور ابرار میں مساوات ہوگی، بلکہ فساق کا نوشتہ تو سجین میں ہوگا اور نیکوکاروں کا نوشتہ علیین میں ہوگا۔ اور علیین جنت میں اعلیٰ مقام ہے۔ تسہیل میں ہے: علیین مبالغہ کا صیغہ ہے، اور یہ علو سے مشتق ہے چوں کہ یہ جنت میں بلند رتبہ کا سبب ہے یا اس لیے کہ وہ عالی شان مقام میں ہے، مروی ہے کہ یہ عرش کے نیچے ہے۔[2] وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ: استفہام برائے تفخیم و تعظیم ہے۔ یعنی اے محمد! آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ: یعنی نیکوکاروں کی کتاب، ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں اور جنت کے اعلیٰ درجات علیین میں ہے، اس کے پاس مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں۔

مفسرین کہتے ہیں: جب مؤمن کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو وہ آسمان پر چڑھالی جاتی ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، فرشتے آفرین کہتے ہوئے اس کا استقبال کرتے ہیں پھر فرشتے اسے عرش تک لے جاتے ہیں وہاں سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکلتا ہے جس پر اس کی نجات کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس پر مہر لگا دی جاتی ہے یہ ساری کاروائی مقرب فرشتوں کے سامنے ہوتی ہے۔[3] اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ: اللہ تعالیٰ کی مطیع و فرمانبردار بندے عالی شان باغات میں ہوں گے، اور جنت کے خوش نما پھیلے ہوئے سایوں تلے ہوں گے۔ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ: اور وہ خوبصورت کپڑوں اور پردوں سے سجے ہوئے تختوں پر براجمان ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ نعمتوں کو دیکھ کر لطف اٹھا رہے ہوں گے۔ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ: جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان جاؤ گے کہ وہ اہل نعمت ہیں چوں کہ تمہیں ان کے چہروں پر رونق، تازگی اور نور دکھائی دے گا۔ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ: انہیں جنت میں شراب پلائی جائے گی جو نہایت سفید و شفاف ہوگی جو ہاتھوں سے میلی نہیں ہوگی، ان برتنوں پر مہر کر دی گئی ہوگی، ان کی مہر کو صرف نیکوکار لوگ ہی توڑ پائیں گے۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ: شراب کے آخر میں جو بچ رہے گی وہ اتنی عالی شان ہوگی کہ اس سے مشک کی خوشبو مہک رہی ہوگی۔ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ: چاہیے کہ ان عالی شان نعمتوں اور خوشگوار شراب میں رغبت رکھنے والے ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طاعت بجا لائیں۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلتَّنَافُسِ "الشی النفیس" سے ماخوذ ہے جس کی لوگوں کے دلوں میں حرص و لالچ ہو اور دل اسے چاہتے ہوں، معنی ہے:

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/۲۵۹ [2] التسہیل لعلوم التنزیل: ۴/۱۸۵ [3] ذکرہ القرطبی عن کعب: ۱۹/۲۶۰ [4] تفسیر القرطبی: ۳۰/۶۸

ان نعمتوں کی طلب میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ اور دلوں کو اس کی حرص ہونی چاہیے۔[1] وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ: اس عمدہ شراب میں عالی شان چشمے کا پانی ملایا جائے گا، اس چشمے کا پانی اہل جنت کا سب سے اعلیٰ پانی ہوگا، اس کا نام تسنیم ہے، اسی لیے بعد میں فرمایا: عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ: یہ جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے صرف مقربین ہی پئیں گے۔ اس کی آمیزش اہل جنت کے مشروبات میں ہوگی، تسہیل میں لکھا ہے، تسنیم جنت کے ایک اعلیٰ شان چشمے کا نام ہے جس سے صرف مقربین پئیں گے۔ اسی چشمے کے پانی کی رحیق میں آمیزش کی جائے گی، یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مقربین کا درجہ ابرار کے درجہ سے اعلیٰ ہوگا۔[1] اوپر اللہ تعالیٰ نے ابرار (نیکوکاروں) کو ملنے والی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔

فجار کے انجام کا ذکر جس میں مؤمنین کو تسلی ہے

اس کے بعد فجار کے انجام کا ذکر ہے، اس اسلوب میں مؤمنین کی تسلی اور تقویت ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ: وہ لوگ جن کے طبائع میں جرم زدگی رچ بس گئی تھی اور وہ گناہوں کے مرتکب ہوئے وہ دنیا میں مؤمنین کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنستے تھے۔

تسہیل میں لکھا ہے: یہ آیت صنادید قریش جیسے ابوجہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان پر ہنستے تھے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ: جب مسلمان کفار کے پاس سے گزرتے ہیں تو کفار ان کا تمسخر اور مذاق اڑانے کے لیے ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرکین کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کی تحقیر کے لیے آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور کہتے تھے، دنیا کے بادشاہ آئے، ایمان اور دین کی وجہ سے مسلمانوں کی تحقیر کرتے تھے۔ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ: اور جب مشرکین اپنے گھروں کو لوٹتے تو مؤمنین کا مذاق اور تمسخر مزے لے لے کر اڑاتے۔ بحر میں لکھا ہے: کفار مؤمنین کا تمسخر اور مذاق آپس میں خوشی خوشی اڑاتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹتے تھے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ: ...... اور جب کفار مؤمنین کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے: یہ لوگ محمد پر ایمان لا کر گمراہ ہو گئے ہیں اور دنیا کی شہوات ولذات کو انہوں نے چھوڑ کر راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار پر رد کرتے ہوئے فرمایا: وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ: کفار کو مؤمنین کے نگران بنا کر تو نہیں بھیجا گیا جو ان کے اعمال کی نگرانی کرتے ہوں اور ان کی رشد وہدایت اور گمراہی پر نظر رکھے ہوں، آیت میں کفر پر تہکم کیا گیا ہے اور ان کا مذاق اڑایا گیا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرما دیا: میں نے کفار کو نگران بنا کر نہیں بھیجا، اور نہ ہی میں نے انہیں اپنے نیک بندوں کے اعمال کی نگرانی کرنے کی ذمہ داری انہیں سونپی ہے، یہاں تک کہ وہ مؤمنین کو ان کے مصالح کی راہ دکھاتے ہیں اور کفار کی سوچ کو خلاف زرہ نہیں چلتے؟

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ: ...... قیامت کے دن مؤمنین کفار پر ہنس رہے ہوں گے جیسے کفار دنیا میں مؤمنین پر ہنستے تھے یہ ادلے کا بدلہ ہے۔ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ: مؤمنین یاقوت وجواہر سے مرصع مسہریوں پر براجمان کفار کو دیکھ رہے ہوں گے اور ان پر ہنسیں گے۔ قرطبی کہتے ہیں: اہل دوزخ سے کہا جائے گا دوزخ سے باہر نکلو، ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے، جب وہ دروازے کھلے دیکھیں گے تو باہر نکلنے کے لیے دروازوں کی طرف لپک پڑیں گے جوں ہی قریب پہنچیں گے دروازے بند کر دیے جائیں گے اور حسرت سے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، ان کی اس حالت کو دیکھ کر مؤمنین خوب ہنسیں گے۔ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ: کفار دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ جو برتاؤ کرتے تھے یعنی ان پر ہنستے تھے مسلمانوں کا مذاق وتمسخر اڑاتے تھے کیا آخرت میں انہیں بھی اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا؟ جی ہاں آخرت میں انہیں بھی اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا۔

---

[1] التسہیل: ۴/۱۸۵

بلاغت: ......سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ: ......میں تنکیر تہویل وتفخیم کے لیے ہے۔ يَسۡتَوۡفُوۡنَ: اور يُخۡسِرُوۡنَ: میں طباق ہے۔ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ: اور كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِىۡ عِلِّيِّيۡنَ: میں فجار وابرار کے حال میں مقابلہ ہے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا عِلِّيُّوۡنَ: ......میں ابرار کے مراتب کی تعظیم کا اظہار ہے۔ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍ ۝۲۲ عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ ۝۲۳ تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ: میں اطناب ہے۔ خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ: میں تشبیہ بلیغ ہے، یعنی پاکیزگی اور رونق میں مسک کی مانند ہوگی، حروف تشبیہ اور وجہ شبہ محذوف ہے اس لیے تشبیہ بلیغ ہے۔ يَضۡحَكُوۡنَ، يَنۡظُرُوۡنَ، يَكۡسِبُوۡنَ، يَفۡعَلُوۡنَ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

الحمد للہ سورۃ المطففین کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ مکمل ہوا

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔ آمین

سورۃ الانشقاق

تعارف:...... سورۃ انشقاق مکیہ ہے، اس میں قیامت کے خوفناک مناظر بیان کیے گئے ہیں جیسے دیگر مکی سورتوں میں بیان کیے گئے ہیں، اس کے علاوہ عقائد پر بھی بات ہوئی ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قیامت کے مناظر بیان کیے گئے ہیں اور اس وقت پیدا ہونے والے انقلاب کی منظر کشی کی گئی ہے۔اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾

اس کے بعد انسان کی تخلیق کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے، انسان تلاش معاش میں اپنے آپ کو کھپا دیتا ہے حالاں کہ اسے آخرت سنوارنی چاہیے اور وہاں اسے اپنے استعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ﴿۶﴾

اس کے بعد قرآن کے متعلق مشرکین کے موقف کا بیان ہے، پھر قسم اٹھا کر کفار کے انجام کی تعیین کی گئی ہے کہ انہیں قیامت کی خوفناک ہولناکیوں، شدائد اور سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اس دن مال اور اولاد بھی نفع نہیں پہنچائے گی۔فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾

سورۂ مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے پر مشرکین کی توبیخ کی گئی ہے جب کہ آیات و براہین اور دلائل صاف واضح ہیں۔ پھر مشرکین کو عذاب دوزخ کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾

آیاتُها ۲۵	(۸۴) سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (۸۳)	رُكُوْعَاتُهَا ۱

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ
اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ
اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا
یَسْجُدُوْنَ ۩ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۴﴾ السجدۃ ۱۳ - ع ۶
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:...... جب آسمان پھٹ جائے گا ﴿۱﴾ اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے، ﴿۲﴾ اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی ﴿۳﴾ اور وہ سب کچھ ڈال دے گی جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی ﴿۴﴾ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ ﴿۵﴾ اے انسان! تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے پھر اس سے ملاقات ہو جائے گی۔ ﴿۶﴾ سو جن کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا ﴿۷﴾ سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا ﴿۸﴾ اور وہ اپنے متعلقین کی طرف خوش ہو کر لوٹے گا ﴿۹﴾ اور جس کا اعمال نامہ اس کے پشت سے دیا گیا، ﴿۱۰﴾ سو یہ شخص ہلاکت کو

پکارے گا⑪ اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔⑫ بے شک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا،⑬ بیشک اس نے یہ خیال کیا کہ وہ واپس نہ جائے گا⑭ ہاں ضرور واپس ہونا ہے، بے شک اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔⑮ سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی⑯ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے سمیٹ لیا⑰ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے⑱ تم ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچو گے⑲ سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے⑳ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے㉑ بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں۔㉒ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں㉓ سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجیے㉔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔㉕

لغات: كَادِحٌ:...... الكدح محنت، کوشش، کام میں اپنے آپ کو لگائے رکھنا۔ شاعر کہتا ہے:

ومضت بشاشة كل عيش صالح   وبقيت أكدح للحياة وانصب

”اچھی اور عمدہ زندگی کے حسین لمحات گزر گئے اب میں زندگی کے لیے تگ ودو کر رہا ہوں۔“

يَّحُوْرَ:...... وہ واپس آتا ہے۔ اسی سے حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں اعوذبك من الحور بعد الكور۔ یعنی نفع کے بعد نقصان پناہ مانگتا ہوں۔ الشَّفَقِ: غروب آفتاب کے بعد افق پر دکھائی دینے والی سرخی۔ وَسَقَ: جمع کیا، ملایا۔ اتَّسَقَ: جمع ہوا، مکمل ہوا، اس کا نور تمام ہوا۔ مَمْنُوْنٍ: ختم ہو جانے والا۔ مقطوع۔

قیامت کے خوفناک مناظر کا ذکر

تفسیر: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ:...... ان آیات میں قیامت کے خوفناک مناظر بیان کیے گئے ہیں، قیامت کے دن پیش آنے والے حادثات اور ہولناکیوں کی منظر کشی کی گئی ہے۔ آیت کا معنی ہے۔ جو آسمان پھٹ جائے گا اور کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا۔[1] وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ: اور وہ اپنے رب کے حکم کو بغور سننے کے لیے کان لگائے ہوئے ہے، اور وہ رب تعالیٰ کے حکم کے آگے منقاد ہے، اور وہ اس لائق ہے کہ قیامت کی ہولناکی سے پھٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بغور سنے اور مانے۔ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ: اور جب پہاڑوں اور ٹیلوں کے ازالہ سے زمین کی وسعت بڑھ جائے گی، زمین بالکل ہموار ہو جائے گی، اس میں پہاڑ ٹیلے وغیرہ باقی نہیں رہیں گے۔ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ: اور زمین میں جو مردے، خزانے اور معدنیات دفن ہیں سب کو لا باہر پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔ قرطبی کہتے ہیں: زمین مردوں کو باہر پھینک دے گی۔ اور جو خزانے اور معدنیات میں ہیں انہیں باہر ڈال دے گی، جیسے حاملہ عورت حمل کو گرا دیتی ہے۔ اس سے قیامت کی ہولناکی کی طرف اشارہ ہے۔[2] وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ: اور وہ کان لگائے ہوئے اپنے رب کے حکم کو بغور سن رہی ہے اور اس کا یہ حق بھی ہے۔ اِذَا: کا جواب محذوف ہے تاکہ قیامت کی ہولناکی میں مبالغہ پیدا ہو، یعنی اوپر مذکور احوال کا جب وقوع ہوگا انسان نہایت سخت شدائد میں گھرا ہوگا۔ اس کے تصور میں بھی یہ نہیں ہوگا۔

انسان کی محنت ومشقت کس چیز کے لیے ہونی چاہیے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت ومشقت کے متعلق خبر دی ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ: آیت کریمہ میں انسانوں کے لیے عام خطاب ہے یعنی اے ابن آدم! تو اپنے کاموں کی مشقت میں جتنا ہوا ہے جن کا انجام موت ہے جب کہ زمانہ پرواز کیے جا رہا ہے اور تو ہر لحظہ اپنی عمر کوتاہ کا ایک ایک چکر پورا کیے جا رہا ہے، گویا تو موت کی طرف تیزی سے لپکا جا رہا ہے، پھر تمہیں اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اگر تمہارے اعمال اچھے ہوئے تو بدلہ بھی اچھا ملے گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو ان کا بدلہ بھی برا ملے گا۔ بحر میں لکھا ہے: کادح یعنی تو اپنی زندگی میں اچھے اور برے اعمال کی مشقت میں جتنا ہوا ہے اور بالآخر تم نے اپنے رب سے ملاقات کرنا ہے اور اپنی محنت ومشقت کا اچھا یا برا بدلہ بھگتنا ہے۔[3]

---

[1] روح المعانی: ۳۰/ ۲۸ [2] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۲۶۸ [3] البحر المحیط: ۸/ ۴۴۶

انسانوں کی دو قسمیں ہیں

اس بعد لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے نیکو کار اور بدکار، ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جنہیں نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا اور بعض کو بائیں ہاتھ میں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ: سو جس آدمی کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ یہ خوش بختی کی علامت ہے۔فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا: اس سے نہایت آسان حساب لیا جائے گا، اسے نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اس کی برائیوں کو درگزر کیا جائے گا۔ اسے پیشی کہا جاتا ہے جیسے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔[1]

وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا:...... اور جنت میں اپنے گھر والوں کی طرف نہایت خوش وخرم لوٹے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خصوصی فضل وکرم سے نوازا ہوگا۔وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ: رہی بات اس شخص کی جسے پیٹھ کے پیچھے سے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا گیا یہ بدبختی کی علامت ہے۔فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا: وہ اپنے اعمال کو دیکھ کر رسوائی اور فضیحت سے موت اور بربادی کو پکارے گا۔وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا: اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اسے دوزخ کی تپش اور آگ برداشت کرنا پڑے گی۔اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا: چوں کہ وہ دنیا میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہا وہ آخرت کے انجام سے غافل رہا اس کے دل پر آخرت کا کھٹکا پیدا ہی نہیں ہوا۔ ابن زید کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اوصاف میں دنیوی حزن وملال اور خوف کا ذکر کیا ہے اور آخرت میں ان کو ملنے والی خوشی اور سرور کا ذکر کیا، جب کہ اہل دوزخ کا دنیا میں سرور وخوشی کا ذکر ہوا اور انہیں آخرت میں حزن وملال اور غم کا سامنا کرنا پڑے گا۔اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ: وہ خیال رکھتا تھا کہ اس نے اپنے رب کی طرف لوٹ کر نہیں جانا اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ نہیں کرنا اور اس کا حساب وکتاب نہیں ہوگا اسی لیے کفر وفجور پر ڈٹا رہا۔بَلٰۤى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا: کیوں نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، اور اس کے تمام اعمال خواہ خیر ہوں یا شر سب کا اسے پورا پورا بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پوری طرح آگاہ ہے، بندوں کے اعمال وشئون میں سے کوئی چیز بھی اللہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ: لا، قسم کی تاکید کے لیے ہے، یعنی سورج غروب ہونے کے بعد افق کی سرخی کی میں قسم اٹھاتا ہوں۔وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ اور رات کی قسم ہے اور ان چیزوں کی قسم ہے جن کو رات اکٹھا کر لیتی ہے یعنی انسان، حیوان حشرات وغیرہ۔

مفسرین کہتے ہیں: رات میں ساری مخلوق سکون میں آجاتی ہے، اور دن میں جو چیزیں منتشر ہوجاتی ہیں رات انہیں اکٹھی کر لیتی ہے، یعنی انسان، چوپائے ودیگر مخلوقات، چنانچہ ہر چیز اپنی جگہ میں آکر پناہ لے لیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنا احسان جتلایا اور فرمایا: وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا: جب دن ہوتا ہے سب حیوانات منتشر ہوجاتے ہیں اور جب رات آتی ہے تو اپنے اپنے ٹھکانوں میں پناہ پکڑ لیتے ہیں۔ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ: اور میں چاند کی قسم اٹھاتا ہوں جب وہ مکمل روشن ہوجائے اور دمکتا ہوا چودھویں کا چاند بن جائے۔لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: یہ جواب قسم ہے، یعنی اے لوگو! تمہیں آخرت میں طرح طرح کے احوال، خوفناک احوال، شدائد اور ہولناکیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: یعنی اے لوگو! تمہیں مختلف احوال سے گزرنا ہوگا اور یہ شدت کے طبقات ہوں گے بعض بعض سے زیادہ سخت ہوں گے، مثلاً موت، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، قیامت کے احوال سے گزرنا، وغیرھا۔[2]

علامہ طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مراد یہ ہے کہ لوگوں نے قیامت کے شدائد وہولناک مناظر کا سامنا کرنا ہے۔[3] فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ: استفہام سے توبیخ کا قصد ہے۔ یعنی ان مشرکین کو کیا ہوا اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ دلائل وبراہین کے بعد بعث بعد الموت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ: جب یہ قرآن کی آیات سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے آگے نہ جھکتے ہیں اور نہ سجدہ کرتے ہیں۔بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ: بلکہ ان کفار کی طبیعت میں تکذیب، عناد اور انکار رچ بس گیا ہے۔ اسی لیے تلاوت کے وقت عاجزی نہیں دکھاتے اور ان کے دل

---

[1] آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا حساب ہوگیا وہ عذاب میں جا پڑا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی ''فسوف یحاسب حساباً یسیرا'' آپ نے فرمایا: یہ تو پیشی ہے، لیکن جس کے حساب پر مناقشہ ہوا اسے عذاب ہوا۔ (رواہ البخاری ومسلم) [2] روح المعانی: ۸۲/۳۰ [3] تفسیر القرطبی: ۸۰/۳۰

پسیجتے نہیں ہیں ۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے انہوں نے اپنے دلوں میں جو کفر تکذیب جمع کر رکھی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں يُوْعُوْنَ: یعنی انہوں نے اپنے دلوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی جو عداوت چھپا رکھی ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔[1] فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ: ان کے کفر وضلالت پر انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں اور عذاب کی خبر کو ان کے لیے بشارت کے بمنزلہ رکھ دیں۔ تسہیل میں لکھا ہے: انذار کی جگہ بشارت کا ذکر کفار کے ساتھ تہکم واستہزاء ہے۔[2] اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: لیکن جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور ایمان وعمل صالح کو جمع کیا۔لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ: ان کے لیے آخرت میں ثواب ہے جس میں سے کچھ کمی بھی نہیں کی جائے گی، بلکہ یہ ثواب ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔سورۃ مبارکہ کا اختتام نیکو کاروں کو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کے ذکر پر ہوا ہے، اس سے قبل فساق وفجار کے انجام کا ذکر ہوا ہے، یہ اول سورت کے اجمال کی تفصیل ہے اور وہ اجمال یہ ہے۔یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۝۶

بلاغت: ......سورۃ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

السَّمَآءُ: اور الْاَرْضُ:...... میں طباق ہے۔فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ: اور وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ: کے درمیان مقابلہ ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: میں قیامت کے شدائد سے کنایہ ہے۔وَسَقَ اور اتَّسَقَ: میں تجنیس ناقص ہے۔فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ: میں تہکمی اسلوب ہے، چوں کہ یہاں انذار کی جگہ بشارت کا ذکر ہے۔اس سے کفار کا تمسخر اڑانا مقصود ہے۔اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ: اور فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: میں فاصل بندی کی رعایت کی گئی ہے، یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ الانشقاق کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۷/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔آمین

---

[1] البحر المحیط: ۸/۴۴۸ [2] التسہیل: ۴/۱۸۸

سورۃ البروج

تعارف:...... یہ مکی سورتوں میں سے ہے اس میں بھی اسلامی عقائد بیان ہوئے ہیں، اس میں مرکزی نکتہ جس کے اردگرد سورت کے مضامین گھومتے ہیں وہ اصحاب الاخدود کا واقعہ ہے، دراصل یہ عقیدہ اور ایمان کی راہ میں جان قربان کرنے کا واقعہ ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں ستاروں سے دمکتے آسمان کی قسم اٹھائی گئی ہے جس میں افلاک محو گردش رہتے ہیں، پھر یوم عظیم یعنی روز قیامت کی قسم اٹھائی گئی ہے، پھر اصحاب الاخدود کا قصہ بیان کیا ہے جنہوں نے مؤمنین کو آگ میں ڈال دیا تاکہ وہ انہیں سیدھی راہ سے ہٹا دیں۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴

اس کے بعد ان فجار کے لیے وعید و انذار کا ذکر ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰

سورۂ مبارکہ کے آخر میں فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہوا ہے، ان پر آنے والی تباہی اور ہلاکت کا بھی ذکر ہے۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ الخ، موضوع سورت کے مناسب اختتام ہوا ہے۔

آیاتُها ۲۲ | (۸۵) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۱

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا
نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ
وَيُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ
مُّحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲

ترجمہ:...... قسم ہے برجوں والے آسمان کی (۱) اور قسم ہے وعدہ کیے ہوئے دن کی (۲) اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے (۳) کہ خندق والے ملعون ہوئے (۴) یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے (۵) جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے (۶) اور جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے۔ (۷) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور سزا وار حمد ہے۔ (۸) ایسا کہ اس کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (۹) بلاشبہ جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف پہنچائی

پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔ ⑩ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔ ⑪ بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ سخت ہے ⑫ بلاشبہ وہ پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ پیدا فرمائے گا ⑬ اور بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے۔ ⑭ عرش کا مالک ہے۔ عظمت والا ہے ⑮ اور جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ ⑯ کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے؟ ⑰ یعنی فرعون اور ثمود کی ⑱ بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا تکذیب میں ہیں ⑲ اللہ ان کو ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے ⑳ بلکہ وہ قرآن مجید ہے ㉑ جو لوح محفوظ میں ہے۔ ㉒

لغات: الْاُخْدُوْدِ:..... زمین میں خندق کی طرح کا بڑا شق، جمع اخادید ہے۔ قُتِلَ: سخت لعنت کی گئی۔ نَقَمُوْا: عیب لگایا، ناپسند کیا۔ بَطْشَ: پکڑ، گرفت۔ يُبْدِئُ: محض اپنی قدرت سے ابتداءً پیدا کرتا ہے۔ الْمَجِيْدُ: بزرگ و برتر ہے۔

تفسیر: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ:..... منازل والے آسمان کی قسم ہے، جن میں سورج چاند و ستارے اور کواکب چلتے ہیں، منازل کو بروج کا نام دیا گیا ہے چوں کہ وہ ظاہر اور نمایاں ہیں اور انہیں محلات کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ان کی بلندی کی وجہ سے، چوں کہ یہ کواکب کی منزلیں ہیں۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ: اور قسم ہے وعدے کے دن کی۔ مراد قیامت کا دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے وعدہ کر رکھا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ: (سورۃ النساء، آیت ۸۷) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ قیامت کے دن تمہیں ضرور جمع کرے گا اور اس میں کوئی شک نہیں۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ: محمد اور ان انبیاء کی قسم ہے جو قیامت کے دن اپنی امتوں پر گواہی دیں گے۔ جبکہ تمام امتیں اور مخلوقات حساب کے لیے میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (سورۃ النساء، آیت ۴۱)

اس وقت کیا عالم ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور تمہیں بھی ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

ایک اور قول کے مطابق شاہد سے یہ امت مراد ہے اور مشہود سے دوسری ساری امتیں مراد ہیں۔ اس تفسیر کی دلیل یہ آیت ہے:

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۳)

تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور پیغمبر تمہارے اوپر گواہ بن جائیں۔

خندق والوں کا قصہ

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ:..... یہ جواب قسم ہے، جملہ دعائیہ ہے، یعنی خندق والوں کو اللہ تعالیٰ قتل کرے اور ان پر لعنت کرے، جنہوں نے زمین میں لمبائی کے رخ کھود کر خندقیں بنا ڈالی تھیں، پھر ان خندقوں میں انہوں نے زبردست آگ بھڑکا دی تاکہ مؤمنین کو اس میں جھونک دیں، اخدود خندق کی طرح کی کھائی، اس کی جمع اخادید ہے۔ قُتِلَ لعنت کے معنی میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں قُتِلَ لعنت کے معنی میں ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خندقوں کا مقصد تفصیلاً بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ: یہ شعلہ زن بھڑکتی ہوئی آگ تھی، جسے کفر نے خندقوں میں مؤمنین کو جلانے کے لیے دھکائی تھی۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس وصف کے ساتھ آگ کے عظیم تر ہونے کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہایت درجے کی شعلہ زن تھی اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرتے تھے، اور اس میں بہت بر پارہ لکڑیاں جمع کی گئی تھیں، مقصد آگ کی شدت بیان کرنا ہے۔

خندق والوں کے فعل کا ذکر

اس کے بعد مجرمین کا فعل مبالغہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ: جب وہ آگ کے ارد گرد بیٹھے مؤمنین کو جلنے کا منظر دیکھ رہے تھے اور اس قبیح فعل کا مشاہدہ کر رہے تھے، اس سے غرض، کفار قریش کو ڈرانا ہے، کفار قریش بھی نو مسلم کو اذیتیں پہنچاتے تھے اور کڑی کڑی سزائیں دیتے تھے تاکہ وہ اسلام سے پھر جائے، اللہ تعالیٰ نے اصحاب اخدود کا قصہ کفار کو وعید سنانے کی غرض

سے ذکر کیا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے تسلی بھی ہے: وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ: مؤمنین کا کوئی جرم نہیں تھا اور سوائے اس کے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لائے تھے جو غالب اور سزاوار حمد وستائش ہے، صرف اسی وجہ سے کفار ان سے انتقام بھی لے رہے تھے، جو بھی اللہ تعالیٰ کا سہارا پکڑتا ہے ضائع نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اپنے اقوال وافعال میں قابل حمد وستائش ہے۔

غرض یہ ہے کہ مؤمنین کو آگ میں جلانے اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کا سبب ایمان باللہ ہے، فی الواقع یہ جرم نہیں کہ اس پر سزا دی جاتی، لیکن کفار جرم اور سرکشی پر تلے ہوتے ہیں۔ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یہ معبود برحق ہے جو ساری کائنات کا مالک ہے اور بزرگی وحمد وثناء کا مستحق ہے۔ بحر میں لکھا ہے: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات ذکر کی گئی ہے جن کی وجہ سے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے۔ الْعَزِيْزِ: یعنی غالب وقدرت والا جس کے عذاب سے ڈرا جائے۔ الْحَمِيْدِ: نعمتیں عطا کرنے والا جس کے عطائے نعمت پر تعریف کی جائے۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جو مخلوقات بھی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حضور سرخم کرنا واجب ہے، یہ مضمون اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ کفار کا انتقام لینا محض باطل ہے اور ایمان باللہ پر انتقام لینا باطل پرست اور سرکش کا فعل ہے۔[1] وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے، اس پر بندوں کے افعال میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے، آیت میں مؤمنین کے لیے وعدہ ہے اور مجرمین کے لیے وعید ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مجرموں کا انکار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجرمین پر شدت سے نکیر کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو آگ میں جلانے کی سزا دی تا کہ انہیں دین سے دور کر دیں۔ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا: پھر انہوں نے کفر ومعصیت سے رجوع نہیں کیا۔ فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ: تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے جو انہیں رسوا کر دے گا، یہ عذاب انہیں ان کے کفر کے بسبب ہوگا۔ اوپر مجرمین کے انجام کا ذکر ہوا ہے اور اب مومنین کے انجام کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جن لوگوں نے ایمان صادق اور عمل صالح کو جمع کیا۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: ان کے لیے ہرے بھرے باغات ہیں جن کے محلات کے نیچے سے جنت کی نہریں بہتی ہوں گی۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ: یہ بہت بڑی کامیابی ہے جس کے بعد کوئی اور سعادت اور کامیابی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب بندوں کے دشمنوں سے انتقام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور اولیاء کے دشمنوں سے انتقام لینے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ: اللہ تعالیٰ کا ظالموں اور جابروں سے انتقام لینا بہت سخت ہے، اللہ کی پکڑ اور اس کی گرفت عذاب اور انتقام کے ذریعے ہوگی۔ ابوسعود کہتے ہیں: اَلْبَطْشَ: شدید پکڑ، اس سے مراد ظالموں اور کافروں کی پکڑ ہے۔[2] اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ: اللہ عزوجل خالق اور قادر ہے، اسی نے مخلوقات کو ابتداء پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد وہی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ: وہی مؤمنین کے گناہوں پر پردہ کرنے والا ہے، وہی مہربان ہے اور اپنے اولیاء کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہے، وہی ان سے محبت کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے۔[3] ذُو الْعَرْشِ: عرش عظیم کا مالک، عرش کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر ہوا ہے چوں کہ عرش مخلوقات میں عظیم تر ہے اور سات آسمانوں کو محیط ہے، عرش کی عظیم تخلیق خالق کے عظیم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ الْمَجِيْدُ: اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر ہے، ساری مخلوقات پر بلند رتبہ رکھتا ہے اور تمام صفات کمال وجلال کے ساتھ متصف ہے۔

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۴۵۱، [2] تفسیر ابی السعود: ۵/ ۲۵۳، [3] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۲۹۴

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ:...... جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے، اس کے حکم کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا اور اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے لیے ناممکن نہیں ہوتی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں تھی آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: کیا کسی طبیب کے پاس گئے تھے؟ فرمایا: جی ہاں۔ پوچھا: اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس نے مجھے کہا: اِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ: یعنی میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔[1] هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ: تشویق کے لیے استفہام ہے یعنی اے محمد! کیا تمہیں کافروں کے جتھوں کی خبر پہنچی ہے۔ جو پیغمبروں کے ساتھ لڑنے کے لیے لشکر کشی پر اتر آئے تھے؟ کیا آپ کو ان پر نازل ہونے والے عذاب کی خبر پہنچی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں تسلی دی ہے، اس کے بعد ان کی وضاحت کر دی کہ وہ کون تھے۔ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ: وہ فرعون اور قوم ثمود تھے جو نہایت جنگجو تھے، وہ تمام قوم سے کہیں زیادہ طاقت ور اور قوت والے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی گرفت میں لیا اور کہاں کر دیا۔ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ: کفار قریش نے ان کے پچھلے لوگوں سے عبرت نہیں حاصل کی، بلکہ وہ تکذیب اور کفر پر مصر رہے، وہ کفر و سرکشی میں ان سے بڑھ کے ہیں۔ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ: اللہ تعالیٰ ان پر قدرت رکھتا ہے وہ اسے عاجز نہیں کر سکتے چوں کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ: بلکہ جس کی کفار تکذیب کرتے ہیں تو کتاب عظیم ہے جو شرف و مرتبہ میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ یہ تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ نظم و صحت معانی کے اعتبار سے مرتبہ اعجاز پر فائز ہے۔ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ: یہ لوح محفوظ میں ہے جو کہ آسمانوں میں ہے۔ یہ کتاب، کمی بیشی، نقص اور تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے۔

سورۃ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں:

بلاغت: يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ:...... میں طباق ہے۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ: میں مشابہ ذم کے ساتھ مدح کی تاکید ہے۔ گویا یوں فرمایا کہ اس کے سوا ان کا کوئی جرم نہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: اور اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ: میں مومنین کے انجام اور مجرمین کے انجام میں مقابلہ ہے۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ: میں استفہام برائے تشویق ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ. الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ: صیغہ ہائے مبالغہ ہیں۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ: میں رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ البروج کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۲۰۱۵ء بعد نماز ظہر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور بقیہ سورتوں کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۶۲۵

سورۃ الطارق

تعارف:..... سورۃ طارق میں اسلامی عقیدہ سے متعلق بعض امورزیر بحث لائے گئے ہیں تاہم بعث بعد الموت پر ایمان سورۂ مبارکہ کا مرکز ومحور ہے۔ بعث بعد الموت پر براہین ودلائل قائم کیے گئے ہیں، چنانچہ جو ذات انسان کو عدم سے وجود بخشتی ہے وہ ذات موت کے بعد اسے زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا آسمان کی قسم سے ہوئی ہے جو روشن ستاروں والا ہے، انہی دمکتے ستاروں سے انسان سمتوں کی تعیین کرتا ہے اور راستے معلوم کرتا ہے، جب کہ انسان بیابانوں اور ظلمات میں سفر کر رہا ہوتا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے نگران فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥

اس کے بعد آخرت کے چند حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے، چنانچہ آخرت میں انسان کا کوئی معاون ومددگار نہیں ہوگا۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩

سورۂ مبارکہ کے آخر میں قرآن عظیم کے متعلق بات کی گئی ہے، جو کہ نبی کریم ﷺ کا دائمی معجزہ ہے اور تمام لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے حجت کاملہ ہے، سورۂ مبارکہ میں قرآن کی سچائی واضح کی گئی ہے اور کفار کو اخروی عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭

آیاتها ۱۷ — (۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶) — رکوعاتها ۱

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا
عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ
وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ
ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ
كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰ ع

ترجمہ:..... قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہو ① اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟ ② وہ روشن ستارہ ہے ③ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو، ④ سو انسان غور کرلے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ ⑤ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ⑥ جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے، ⑦ بے شک وہ ضرور اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ⑧ جس دن چھپے ہوئے بھیدوں کی جانچ کی جائے گی ⑨ سو انسان کے لیے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار ⑩ قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے ⑪ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے ⑫ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا ہے ⑬ اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے، ⑭ بلاشبہ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں ⑮ اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں ⑯ تو آپ ان کافروں کو مہلت دیجیے ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجیے۔ ⑰

لغات: اَلطَّارِقِ: ...... الطرق سے ماخوذ ہے بمعنی ضرب جو شدت سے لگائی گئی ہو، اسی سے ہے المطرقة ہتھوڑا، رات کے وقت ہر آنے والی چیز کو طارق کہا جاتا ہے۔ دَافِقٍ: قوت سے بہائی ہوئی چیز، مقولہ ہے: دفق الماء، جب پانی شدت سے بہہ رہا ہو۔ اَلتَّرَآئِبِ: سینے کی ہڈیاں، تریبة کی جمع ہے جیسے فیصلة، فصائل کی جمع ہے، جیسے کہ امرؤ القیس کہتا ہے: ''وترائبها مصقولة كالسجنجل''۔

الرَّجْعِ: ...... بارش، بارش کو الرجع اس لیے کہا جاتا ہے چوں کہ بارش بار بار زمین کی طرف لوٹ کر آتی ہے۔ الصَّدْعِ: سبزہ جو زمین پھاڑ کر باہر نکلتا ہے۔ رُوَيْدًا: تھوڑ، قلیل قریب۔

تفسیر: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ: ...... قسم ہے آسمان کی اور روشن ستاروں کی جو دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ مفسرین کا قول ہے: ستاروں کو طارق اسی لیے کہا جاتا ہے چوں کہ ستارے دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں، رات کے وقت ہر آنے والے کو طارق کہا جاتا ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ: استفہام برائے تعظیم ہے۔ یعنی اے محمد! آپ کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ اس ستارے کی حقیقت کیا ہے، پھر اس کی تفسیر یوں فرمائی۔ النَّجْمُ الثَّاقِبُ: وہ چمکدار ستارہ ہے جو اپنی روشنی سے تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں بکثرت، سورج، چاند اور ستاروں کا ذکر ہوا ہے چوں کہ ان اجرام فلکیہ کی اشکال، ان کا چلنا اور طلوع و غروب ہونا عجائب کا مظہر ہے جو کہ خالق کے کمالات پر دلالت کرتا ہے چوں کہ کاریگری صانع پر دلالت کرتی ہے۔[1] اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ: یہ جواب قسم ہے۔ یعنی ہر نفس پر نگران فرشتے مقرر ہیں، جو اس کے اعمال اور خیر و شر کے جملہ افعال کی نگرانی کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ (سورۃ الانفطار، آیت ۱۰،۱۱)

''تمہارے اوپر حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو معزز لکھنے والے ہیں۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگران مقرر ہے جو آفات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو اپنی تخلیق میں غور و فکر کرنے کا حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ دراصل اس سے بعث بعد الموت اور حشر و نشر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ: انسان کو چاہیے کہ وہ غور و فکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ: انسان کو اچھلنے والی منی سے پیدا کیا گیا ہے جو قوت کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔ یہ منی مرد و عورت دونوں سے اچھل کر خارج ہوتی ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ بنتا ہے۔ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ: یہ پانی پیٹھ اور سینے کی ہڈی کے درمیان سے نکلتا ہے یعنی مرد اور عورت کی صلب اور سینے کے درمیان سے خارج ہوتا ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ: اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو ابتداءً پیدا کیا ہے وہ انسان کے مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی کمزور اصلیت سے آگاہ کیا ہے، ہدایت کی ہے کہ انسان اعادہ کا اعتراف کرے چوں کہ جو ہستی ابتدأ پیدا کر سکتی ہے وہ اعادہ پر بطریق اولیٰ قادر ہوتی ہے۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ: جس دن دلوں کا امتحان لیا جائے گا، عقائد اور نیات سے پردہ اٹھایا جائے گا اور اچھی اور بری بات میں امتیاز کر دیا جائے گا۔ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ: اس دن انسان کے پاس اپنا دفاع کرنے کو کوئی چارہ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کی مدد کرنے والا کوئی ہوگا۔ تسہیل میں لکھا ہے: انسان دنیا میں انسانی قوت یا دوسروں کی مدد کے ذریعے مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے جب کہ قیامت کے دن یہ دونوں چیزیں معدوم ہوں گی۔[2] نہ ہی انسان کے پاس اپنی قوت ہوگی اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کرے گا۔ قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے مبدا و معاد کا ذکر کیا اس کے بعد قرآن کے صدق پر قسم اٹھائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ: بارش برسانے والے آسمان کی قسم ہے، جو ایسی بارش برساتا ہے جو بار بار انسانوں پر لوٹ کر آتی ہے۔

---

[1] الصاوی: ۴/ ۳۰۹ [2] التسہیل: ۴/ ۱۹۲

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: الرجع سے مراد بارش ہے، اگر بارش نہ برستی تو سطح زمین پر زندگی کے آثار ختم ہوجاتے[1] وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ: اور زمین کی قسم ہے جو پھٹنے والی ہے یعنی زمین پھٹتی ہے تب اس سے سبزہ، پھول اور درخت نکلتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ زمین سبزے اور پھلوں سے پھٹ کر ہٹ جاتی ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے آسمان کی قسم اٹھائی ہے جو بارش برساتا ہے اور پھر زمین کی قسم اٹھائی ہے جس سے سبزہ، درخت اور پھل اگتے ہیں، گویا آسمان باپ کی مانند ہے اور زمین ماں کی مانند ہے ان دونوں سے بڑی بڑی نعمتیں پیدا ہوتی ہیں جن سے انسان وحیوان کی بقا ہے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ: یہ قرآن حق وباطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے جو کہ اپنے بیان، تشریع اور اعجاز میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ: اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کا تعلق لہو ولعب، باطل اور عبث سے ہو، بلکہ یہ سنجیدگی پر مبنی پیغام ہے، چوں کہ یہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، لہٰذا اس کا قاری اس امر کا مستحق ہے کہ وہ قرآن کی آیات سے نصیحت حاصل کرے اور اس کی توجیہات وارشادات سے روشنی حاصل کرے۔ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا: حقیقت میں یہ مشرکین مکہ طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو مٹادیں اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نا کام کردیں۔ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا: میں ان کی چالوں کا انہیں پورا پورا بدلہ دوں گا اور اس پر انہیں سخت عذاب دوں گا اور قادر ذات کی حیثیت سے ان کی دارو گیری کروں گا۔ پہلے انہیں مہلت ہوگی پھر عذاب جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ (سورۃ القلم، آیت ۴۴)

"ہم انہیں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر ہی نہیں ہوگی۔"

ابو سعود رحمہ اللہ کہتے ہیں: یعنی میں ایسی مضبوط چال کے ساتھ ان کا مقابلہ کروں گا کہ جس کا توڑ ان کے لیے ناممکن ہوگا چنانچہ آہستہ آہستہ انہیں تباہی کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔[3] فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا: آپ ان کی ہلاکت اور انتقام لینے میں جلدی نہ کریں، آپ انہیں تھوڑی مہلت دیں، عنقریب آپ دیکھ لیں گے کہ میں ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کروں گا، یہ وعید وتہدید کی انتہاء ہے۔

بلاغت: ......سورہ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ:...... میں استفہام برائے تعظیم وتفخیم ہے۔ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور اَلْفَصْلُ وَبِالْهَزْلِ: میں طباق وتضاد ہے۔ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا: تجنیس اشتقاق ہے۔ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا: میں تکرار فعل کے ساتھ اطناب ہے جس سے عید میں مبالغہ کا عنصر پیدا ہوتا ہے۔ يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ: میں لطیف کنایہ ہے صلب کنایہ ہے مرد سے اور ترائب عورت سے یہ لطیف کنایات میں سے ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ: اور اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔ جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ الطارق کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۴/نومبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

---

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۲۸ [2] تفسیر الطبری: ۳۰/۹۵ [3] تفسیر ابی السعود: ۸/۴۳۸

سورۃ الاعلیٰ

تعارف:......سورۃ الاعلیٰ مکی ہے اور اس میں درج ذیل چیزیں مختصراً موضوع بحث ہیں۔

① ......ذات اعلیٰ اور اللہ عزوجل کی بعض صفات، قدرت اور توحید پر دلائل۔

② ......ختم الرسل ﷺ پر نازل ہونے والی وحی و قرآن اور آپ ﷺ کے لیے قرآن کا آسانی سے حفظ ہونا۔

③ ......مواعظ حسنہ جن سے زندہ دل لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اہل سعادت ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس سے ہوئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا، انسان کی اچھی صورت عطا کی، سبزہ اگایا اور اپنے بندوں پر رحمت نازل کی۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ① الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ② وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ③

پھر وحی اور قرآن پر بات ہوئی ہے، رسول کریم ﷺ کو حفظ قرآن کی بشارت کے ساتھ مانوس کیا گیا ہے، بایں طور کہ آپ کو قرآن بھولنے نہیں پائے گا۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ⑥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦

پھر قرآن کے متعلق نصیحت کی گئی ہے جس کے نور سے مؤمنین استفادہ کرتے ہیں اور متقین اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ⑨ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ⑩ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ⑪

سورۂ مبارکہ کے آخر میں اس شخص کو کامیاب انسان قرار دیا گیا ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرے اور اعمال صالحہ سے طہارت نفس کا سامان کرے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮

اٰيَاتُهَا ١٩ ﴿٨٧﴾ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ﴿٨﴾ رُكُوْعَاتُهَا ١

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ① الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ② وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ③ وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ④
فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ⑤ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ⑥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦
وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ⑧ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ⑨ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ⑩ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ⑪
الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ⑫ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَذَكَرَ اسْمَ
رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ⑲ ع ۱۹ / ۱۲

ترجمہ:......آپ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔① جس نے پیدا فرمایا سو ٹھیک طرح بنایا② اور جس نے تجویز کیا پھر راستہ دکھایا③ اور جس نے چارہ نکالا④ اور پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا۔⑤ ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ سو آپ نہیں بھولیں گے⑥ مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔⑦ اور ہم آسان شریعت کے لیے آپ کو سہولت دیں گے۔⑧ سو آپ نصیحت کیجیے اگر نصیحت نفع دے۔⑨ وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے⑩ اور اس سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدنصیب ہے۔⑪ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔⑫ پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیے گا۔⑬ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو اختیار کیا⑭ اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔⑮ بلکہ تم لوگ دنیا والی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔⑯ اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے۔⑰ بلاشبہ یہ اگلے صحیفوں میں ہے⑱ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔⑲

لغات: غُثَآءً:......الغثاء: وہ کوڑا اور کچرا جسے سیلاب کا ریلا کنارے پر ڈال دیتا ہے۔ اَحْوٰی: سیاہ چیز، الحوۃ سے ماخوذ ہے، سیاہ یا گندمی۔ یَصْلَی: وہ داخل ہوتا ہے۔ مقولہ ہے: اصلیتۂ ناڑا: میں نے اسے آگ میں داخل کیا۔

رب تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم

تفسیر: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى:......اے محمد! اپنے پروردگار جو بلند شان والا ہے اور بہت بڑا ہے، کی صفات نقص سے پاکی بیان کر، اور ظالم جن قبائح اور نقائص کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ان سے تنزیہ بیان کر، حدیث میں ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ یہ آیت تلاوت کرتے تو کہتے سبحان ربی الاعلی۔

اللہ تعالیٰ کی اوصاف جلیلیہ اور وحدانیت کے دلائل کا ذکر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف جلیلہ اور مظاہر قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں: چنانچہ ارشاد فرمایا: الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی: جس نے ساری کی ساری مخلوقات پیدا کی، کیا خوب پیدا کی اور اپنی کاریگری کے جواہر دکھائے، مخلوق کو اچھی شکل وصورت عطا کی۔ بحر میں لکھا ہے: یعنی ہر چیز کو پیدا کیا اور ٹھیک ٹھیک پیدا کیا، بایں طور کہ مخلوق کی ہیئت وصورت میں کوئی تفاوت نہیں، بلکہ محکم طریقہ سے متناسب الاعضاء پیدا کیا تاکہ مخلوق کی تخلیق اس امر پر دلالت کرے کہ یہ عالم وقادر ذات کا فعل ہے۔ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی: ہر چیز میں اس کی خاصیات رکھیں اور ایسی خوبیاں رکھیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، انسان کو ہدایت کا راستہ دکھایا جس سے وہ نفع اٹھاتا ہے، جب کہ جانوروں کو چراگاہوں کی طرف جانے کا راستہ سجھایا، اگر تم نباتات، جڑی بوٹیوں کے خواص، معدنیات کے منافع، انسان کے نباتات سے ادویات حاصل کرنے، معدنیات سے بنائے گئے سازوسامان، جنگی ہتھیار اور جہاز وغیرہ میں تھوڑا سا غوروفکر کرو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کا یقین ہوجائے گا، اگر اللہ تعالیٰ کی یہ کرم فرمائی نہ ہوتی ہم بھی جانوروں کی طرح تاریکیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔ مفسرین کہتے ہیں: مفعول افادہ عامہ کے لیے محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق وحیوان کے لیے ہر وہ چیز تیار کی جس میں اس کا نفع ہے چنانچہ نفع بخش چیز کی طرف مخلوق کی راہنمائی کی اور اسے نفع اٹھانے کا طریقہ سجھایا۔ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی: گھاس اور سبزہ اگایا جسے چوپایے کھاتے ہیں۔ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ پھر اسے سرسبز وشاداب ہونے کے بعد سیاہ رنگ کا کوڑا کردیا، چراگاہ کا سبزہ جب چورا ہوجاتا ہی اس میں بھی مخلوق کا نفع ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو محکم پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝ (سورۃ طٰہٰ، آیت ۵۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ہر چیز کو عطا کیا اور پھر اسے ہدایت دی۔

اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر فضل وانعام

قدرت ووحدانیت کے دلائل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر کیے گئے فضل وانعام کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی: اے محمد! جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہ آپ کے سینے میں محفوظ کردیں گی اور پھر آپ اسے نہیں بھولیں گے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: لیکن اللہ تعالیٰ جس چیز کو منسوخ کرنا چاہے آپ اسے بھول جائیں گے، اس آیت میں آپ ﷺ کے معجزہ کا بیان ہے، چوں کہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس کے باوجود جبرئیل امین نے جو چیز آپ کو پڑھائی وہ آپ کو بھولی نہیں۔ آپ کو قرآن عظیم درس اپڑھنے کے بغیر یاد تھی اور کبھی نہیں بھولی، یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر بڑی زبردست دلیل ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ قرآن آپ کو حفظ ہوگا اور کبھی نہیں بھولے گا۔ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰی: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی امور کو بخوبی جانتا ہے، خواہ اقوال ہوں یا افعال سب کو جانتا ہے، زمین وآسمان میں کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰی: اور ہر تمہارے لیے شریعت مطہرہ کو آسان کردیں گے، بلاشبہ یہ شریعت تمام آسمانی شرائع کے بنسبت زیادہ سہل وآسان ہے اور یہ شریعت اسلام ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ

الذِّكْرٰى: اے محمد! اس قرآن کے ذریعہ نصیحت کرتے رہو اس طریقہ سے جو نفع بخش ثابت ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ اس آدمی کو قرآن کی نصیحت کرو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ (سورہ ق، آیت ۴۵)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت سے آداب علم حاصل کیے جاسکتے ہیں کہ نااہل کے پاس علم کو ضائع نہ کیا جائے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کسی قوم کے پاس کوئی ایسی بات کرو جو ان کی عقل سے بالاتر ہو تو وہ لامحالہ ان کے لیے باعث فتنہ ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول ہے کہ "لوگوں سے ایسی بات کرو جس کی معرفت کی ان میں صلاحیت ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول جھوٹ بولے۔" سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى: اس وعظ اور نصیحت سے وہی شخص نفع اٹھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى: اس وعظ و نصیحت کو وہی شخص قبول نہیں کرتا جو کافر ہو اور بدبختی میں حد سے گزر جائے۔ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى: جو دوزخ کی دہکتی ورسوا کن آگ میں داخل ہوگا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نار کبریٰ سے سے مراد دوزخ کی آگ ہے، نار صغریٰ سے مراد دنیا کی آگ ہے۔[1] ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى: نہ وہ مرے گا کہ راحت پا جائے، اور نہ ہی اچھی زندگی جیے گا، بلکہ وہ ہمیشہ عذاب وشقاوت میں رہے گا۔[2] قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى: حقیقت میں وہ شخص کامیاب ہے جس نے ایمان کے ساتھ اپنے نفس کو پاک کیا اور اللہ کے لیے عمل کو خالص کیا۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى: اور اپنے پروردگار کی عظمت وجلال کو یاد رکھا، خشوع کے ساتھ نماز پڑھی اور اس کا حکم بجالایا۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: بلکہ اے لوگو! تم اس فانی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دیتے ہو، اسی دنیوی زندگی کی بہتری میں مشغول رہتے ہو اور اخروی زندگی کو بھول جاتے ہو۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: حالاں کہ آخرت دنیا سے بدرجہا افضل وبہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے چوں کہ دنیا فانی ہے، بھلا کوئی عقلمند انسان فانی کو باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دیتا ہے اور وہ دارالغرور کے اہتمام میں کیسے لگ سکتا ہے، کہ آخرت کو چھوڑ دے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی اور اپنے اصحاب سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر کیوں ترجیح دی ہے؟ جواب دیا: ہمیں معلوم نہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چوں کہ دنیا ہمارے سامنے کھانے پینے کی اشیاء، عورتیں، لذات اور تمام رونقیں لا حاضر کرتی ہے جب کہ آخرت کی تمام تر چیزیں ہم سے اوجھل ہیں، اس لیے ہم نے عاجل کو لبیک کہہ دیا اور آجل کو پس پشت ڈال دیا۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى: اس سورۂ مبارکہ میں مذکور مواعظ ونصائح قدیم صحائف میں بھی ثابت ہیں جو ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے ہیں، یہ مواعظ تمام شرائع کے موافق ہیں اور ساری آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں جیسے قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

بلاغت:......سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى اور الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى: میں طباق ہے۔ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى: اور فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى: اور وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى: میں مقابلہ ہے۔ خَلَقَ فَسَوّٰى: اور قَدَّرَ فَهَدٰى: میں مفعول افادۂ عامہ کے لیے محذوف ہے۔ چوں کہ تقدیری عبارت یوں ہے: خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَسَوّٰى وَقَدَّرَ كُلَّ شَيْءٍ فَهَدٰى.

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

تنبیہ:......صحائف موسیٰ تورات کے علاوہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے ان میں عبرتوں کے مضامین تھے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے صحائف موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا؟ آپ نے فرمایا: ان سب میں عبرت کی باتیں تھیں، مثلاً مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کا یقین رکھتا ہے اور پھر راحت میں رہتا ہے، مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو دوزخ کا یقین رکھتا ہے اور پھر ہنستا ہے، مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا واہل دنیا میں آئے دن الٹے بدلتے دیکھتا ہے اور پھر دنیا پر مطمئن رہتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر کا یقین رکھے اور پھر عمل سے اس کا انکار کرے، مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو حساب کا یقین رکھے اور پھر عمل نہ کرے۔

الحمدللہ آج سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۴ / نومبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز عشاء مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۴۵۹ [2] طبری کہتے ہیں: عرب مبتلائے شدت کو کہتے ہیں نہ وہ زندہ ہے نہ وہ مردہ۔

سورۃ الغاشیۃ

تعارف:......سورۂ غاشیۃ میں دو چیزیں بنیادی موضوع بنی ہیں۔

① ......قیامت اور احوال قیامت، کافر کو جو قیامت کے شدائد و مشکلات پیش آئیں گے اور مؤمن کو سعادت و آسانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

② ......رب تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل و براہین، ان دلائل کا مختلف چیزوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً اونٹ کی عجیب تخلیق میں، عجیب و غریب آسمان، بلند و بالا پہاڑوں، وسیع پھیلائی ہوئی زمین میں، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر شواہد ہیں۔ سورۂ مبارکہ کے آخر میں انسان کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانے کی یاددہانی کرائی گئی ہے۔

رُكُوعَاتُهَا ١	(٨٨) سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٨)	اٰيَاتُهَا ٢٦

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾
تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾
وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا
عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ (وقف لازم)
مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَاِلَى
الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾
لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ
اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ (ع ١٣ - النصف)

ترجمہ:......آپ کو ایسی چیز کی خبر پہنچی ہے جو چھا جانے والی ہے۔① اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے،② مصیبت جھیلنے والے، دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے۔③ جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے،④ انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا⑤ ان کے لیے خاردار جھاڑ کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا۔⑥ وہ نہ فربہ کرے گا، نہ بھوک دور کرے گا۔⑦ اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے،⑧ اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے⑨ بہشت بریں میں ہوں گے⑩ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے⑪ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے⑫ اس میں بلند کیے ہوئے تخت ہوں گے۔⑬ اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے⑭ اور برابر برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے⑮ اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے۔⑯ کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کس طرح پیدا کیے گئے⑰ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا⑱ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے کھڑے کیے گئے⑲ اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی⑳ سو آپ نصیحت کیجیے آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں㉑ آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے㉒ مگر جو روگردانی کرے اور کفر کرے㉓ تو اللہ اسے بڑا عذاب دے گا㉔ بلاشبہ ہماری طرف اس کا لوٹنا ہے،㉕ پھر بلاشبہ ان کا حساب لینا ہے۔㉖

لغات: اَلْغَاشِيَةُ:......قیامت جو اپنی ہولناکیوں کے ساتھ لوگوں کو ڈھانپ لے گی خَاشِعَةٌ: ذلیل، جھکی ہوئی نَاصِبَةٌ: النصب، تھکاوٹ،

ضَرِيْعٍ: کانٹے کی طرح کی ایک چیز جو دوزخ میں ہوگی۔ انتہائی کڑوی اور بدبودار ہوگی۔ نَّاعِمَةٌ: حسن والی، رونق والی چیز۔ نَمَارِقُ: تکیے، جن کے ساتھ ٹیک لگائی جائے۔ غازق نمرقۃ کی جمع ہے، زہیر کہتا ہے:

كهولًا وشبانًا حسانًا وجوههم ‏ ‏ على سرد مصفوفة ونمارق

کیا بوڑھے کیا جوان خوبصورت چہروں والے قطاروں میں لگی مسہریوں اور گاؤتکیوں سے ٹیک لگائے براجمان ہیں۔

زَرَابِيُّ:...... غالیچے جو عمدہ قسم کے ہوں، فراء کہتے ہیں: یہ عمدہ قسم کی قالینیں ہیں جن پر باریک کپڑے کی جھانجر ہوگی۔ مَبْثُوْثَةٌ: مجلسوں میں پھیلائی ہوئیں۔ اِيَابَهُمْ: ان کا لوٹنا، رجوع کرنا۔

تفسیر: هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ:...... استفہام تشویق کے لیے ہے کہ آنے والی خبر کو شوق سے سنا جائے، نیز اس خبر کی تفخیم کی طرف بھی اشارہ ہے، یعنی اے محمد! کیا تمہیں عظیم ہولناکی کی خبر ہے جو اپنے شدائد ومصائب سے لوگوں کو ڈھانپ لے گی اور وہ قیامت ہے؟ مفسرین کہتے ہیں: قیامت کو غاشیہ کہا گیا ہے چوں کہ قیامت اپنی ہولناکیوں اور شدائد کے ساتھ لوگوں کو ڈھانپ لے گی، لوگوں کو قیامت کے حوادث اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اہل دوزخ کر ذکر

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ:...... کچھ چہرے اس دن ذلت ورسوائی کی وجہ سے جھکے ہوں گے۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: سخت محنت کرنے والے اور تھکے ماندے ہوں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں: یہ آیت کفار کے بارے میں ہے، پاؤں میں بڑی بیڑیوں اور گلوں میں پڑے طوقوں کی وجہ سے کفار تھکے ماندے ہوں گے۔ دوزخ میں ایسے گھسیں گے جیسے تھکا ہوا اونٹ کیچڑ میں گھستا ہے جیسے کبھی ٹیلوں پر چڑھتا ہے اور کبھی گھاٹیوں میں اترتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ (سورۃ الغافر، آیت ۷۱-۷۲)

"طوق ان کے گلوں میں پڑے ہوں گے اور بیڑیاں کھولتے ہوئے پانی میں کھینچے جائیں گے اور پھر دوزخ کی آگ میں جلائے جائیں گے۔"

کفار دنیا میں اللہ کی عبادت سے جو اعراض کرتے تھے اور لذات وشہوات میں گم سم تھے یہ اس کا بدلہ ہوگا۔ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً: دہکتی آگ میں داخل ہوں گے یعنی اس کی حرارت بہت سخت ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بہت سخت آگ ہوگی جو اللہ کے دشمنوں کو چاروں طرف سے گھیر کر بھسم کر دے گی۔ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ: ایک کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پلایا جائے گا جس کا پانی انتہائی گرم ہوگا۔ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ: دوزخیوں کے لیے خاردار جھاڑ کے سوا کوئی اور کھانا نہیں ہوگا۔ اَلضَّرِيْعِ: ایک خاردار جھاڑ ہے، قریش اسے شبرق کہتے تھے، نہایت خبیث کھانا ہوگا جو کہ زہر قاتل کا کام کرے گا۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ نہایت بڑا اور خبیث قسم کا کھانا ہے۔[1] یہاں دوزخیوں کا کھانا ضریع قرار دیا گیا ہے جب کہ سورۃ الحاقہ میں وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ: غسلین قرار دیا گیا ہے، اس میں کوئی منافات نہیں چوں کہ عذاب انواع واقسام کا ہوگا اور جن لوگوں کو عذاب ہوگا وہ بھی مختلف انواع کے ہوں گے، بعض دوزخیوں کا کھانا زقوم ہوگا، ان میں سے بعض کا کھانا ضریع ہوگا اور بعض کا غسلین۔ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ: بدن میں قوت وفربہی کا فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی کھانے والے کی بھوک مٹائے گا۔ ابوسعود کہتے ہیں: اس کھانے میں قوت وفربہی دینے کی صفت نہیں ہوگی، جیسے دنیا کا کھانا توانائی دیتا ہے ایسے نہیں ہوگا۔ روایت ہے دوزخی سخت بھوک سے دوچار ہوں گے اور مجبوراً یہ کھانا کھائیں گے۔ جب وہ یہ کھالیں گے ان پر پیاس کا حملہ ہو جائے گا اور وہ حمیم (کھولتے ہوئے پانی) کو پینے پر مجبور ہوں گے جو ان کی انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر کے نکال دے گا۔ اور مونہوں کو جھلسا دے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۶۳۲

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ (سورۃ محمد، آیت ۵۰)
دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

اہل جنت کا ذکر

اہل دوزخ کے ذکر کے بعد اہل جنت کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ: قیامت کے دن مومنین کے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ: تم ان کے چہروں پر نعمتوں کی تروتازگی دیکھ سکو گے۔ (سورۃ المطففین، آیت ۲۴) لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ: انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاعت میں جو اعمال کیے ہوں گے ان سے راضی اور مطمئن ہوں گے۔ چوں کہ یہی اعمال ان کے لیے باعث جنت بنے ہوں گے۔ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ: عالی شان باغات میں ہوں گے، اہل جنت بالا خانوں میں امن وسلامتی کے ساتھ ہوں گے۔ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً: تم جنت میں سب وشتم اور بیہودہ گوئی نہیں سنو گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی تم اذیت دہ اور باطل قول نہیں سنو گے۔[1] فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ: جنت میں چشمے ہوں گے جن میں سلسبیل کا پانی بہہ رہا ہوگا جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ زمخشری رحمہ اللہ کہتے ہیں: عینٌ میں تنوین تکثیر کے لیے ہے یعنی بہت زیادہ چشمے ہوں گے جن میں پانی بہہ رہا ہوگا۔[2] فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ: جنت میں عالی شان تخت ہوں گے جو جواہر اور یاقوت کے ساتھ مرصع ہوں گے، ان پر دوشیزائیں بیٹھی ہوں گی۔ لیکن جب بھی کوئی اللہ کا دوست ان تختوں پر بیٹھنے کا ارادہ کرے گا حوریں تواضع سے پیش آئیں گی۔[3] وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ: چشموں پر مختلف انواع کے آبخورے رکھے ہوں گے جو مختلف مشروبات سے تیار ہوں گے، انہیں بھرنے کی حاجت نہیں پیش آئے گی۔ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ: صف در صف عالی شان گاؤ تکیے لگائے گئے ہوں گے تاکہ اہل جنت ان کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ سکیں۔ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ: جنت میں عالی شان بچھونے بچھے ہوں گے، یہ بچھونے باریک ودبیز ریشم سے بنے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت کے دلائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ووحدانیت کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ: کیا یہ لوگ غور وفکر کی نظر سے اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے عجیب وغریب پیدا کیے گئے ہیں، یعنی اونٹوں کی کیسی انوکھی تخلیق ہے یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدعرت پر دلالت کرتی ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت کریمہ میں اونٹوں کی تخلیق پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ اونٹ اپنی قوت وطاقت کے باوجود کمزور کے آگے بھی زیر ہو جاتا ہے، پیاس پر صبر کر سکتا ہے، اونٹ میں بہت سارے منافع ہیں، سواری کے کام آتا ہے، بوجھ لادنے کے کام آتا ہے، اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور دودھ پیا جاتا ہے وغیرہ۔[4] وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ: کیا تم اس عجیب وانوکھے آسمان کی طرف نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے کیسے بلند وبالا بنا دیا اور بغیر ستونوں کے اس کی چھت کو کھڑا کر دیا۔ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ: اور بلند وبالا پہاڑوں کی طرف کیوں نہیں دیکھتے جو زمین میں پختگی کے ساتھ نصب ہیں اور ڈگمگاتے نہیں ہیں۔ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ: وہ زمین جس پر زندگی بسر کرتے ہیں، کیسے پھیلائی گئی۔ حتیٰ کہ وہ وسیع وعریض ہوگئی اور اس پر لوگوں نے آبادی بنالی، اس میں طرح طرح کی فصلیں کاشت کرلیں۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: یہ قول زمین کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے۔ ان چند چیزوں کو تخصیص کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن عظیم عرب کے باشندوں پر نازل ہوا اور وہ مختلف وادیوں اور صحراؤں میں تنہائی کے عالم میں سفر کرنے کے عادی ہیں، انسان جب شہر سے دور ہو جاتا ہے تو غور وفکر کرتا ہے، سب سے پہلے اس کی نظر اونٹ پر پڑتی ہے اور اس کی انوکھی تخلیق کے متعلق سوچ وبچار کرتا ہے، اگر اوپر دیکھتا ہے تو اسے آسمان کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، اگر دائیں بائیں دیکھتا ہے تو اسے پہاڑ ہی پہاڑ دکھائی دیتے ہیں، اور نیچے جب دیکھتا ہے تو تاحد نظر اسے صرف زمین ہی زمین دکھائی دیتی ہے، اسی لیے ان آیات میں ان اشیاء کا خصوصیت سے ذکر ہوا ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری: ۳۰/۱۰۴ [2] روح المعانی: ۳۰/۱۱۵ [3] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۳۳ [4] التسہیل: ۴/۱۹۶

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے دیہات میں رہنے والے کو مختلف مشاہدات کے ذریعہ اپنی قدرت پر استدلال کرنے پر متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ اونٹ جس پر سوار ہوتا ہے، آسمان جو اس کے اوپر ہوتا ہے، پہاڑ جو اس کے سامنے ہوتا اور زمین جو اس کے نیچے ہوتی ہے، کا بغور مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔ ان مشاہدات میں غور و فکر کرنے کے بعد رب تعالیٰ کی صفت خالقیت و تصرف کا اسے یقین ہو جاتا ہے پھر اس کے دل سے صدا بلند ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔ اوپر جب اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید ذکر کیے اور کفار ان دلائل سے عبرت نہیں حاصل کرتے تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انہیں وعظ و نصیحت کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ: اے محمد! ان لوگوں کو نصیحت کیجیے اور انہیں ڈرائیے۔ آپ کو یہ چیز فکر مند نہ کرے کہ وہ تفکر نہیں کریں گے آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں اور سیدھی راہ دکھانے والے ہیں۔ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ: آپ ان پر مسلط نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر جبر کرنے والے ہیں کہ آپ انہیں ایمان پر مجبور کر دیں۔
إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ:...... لیکن جو شخص وعظ و نصیحت سے منہ موڑے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرے اور کفر کا مرتکب ہو۔ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ: اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کا دائمی عذاب دے گا۔ قرطبی کہتے ہیں: عذاب کی صفت اکبر لائی گئی ہے چوں کہ دنیا میں بھوک، قحط، قتل اور قید حسین چھوٹے درجے کے عذابات ہوتے ہیں۔ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ: مرنے کے بعد انہوں نے صرف ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم: پھر صرف ہمارے ذمے ہے ان کا حساب اور جزا۔

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ پائی جاتی ہیں، ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:
هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ:...... میں شوق دلانے کے لیے استفہامیہ لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ: میں مجاز مرسل ہے، جو جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم: میں حرف کے اعتبار سے طباق ہے۔ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ: اور فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ: اور وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: میں مقابلہ ہے۔ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ: میں خوب صورت سجع بندی ہے۔
تنبیہ:...... روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے تو ان کے پاس ایک بوڑھا راہب آیا اس کے چہرے پر درماندگی چھائی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیے، آپ رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت کی گئی کہ یہ تو نصرانی ہے اس پر آپ کیوں روئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد آ گیا: عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً: مجھے اس پر ترس آیا اور میں رو دیا۔

الحمد للہ آج سورۃ الغاشیۃ کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۲/نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات قبل نماز عصر مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

---

1. تفسیر القرطبی: ۲۹/۳۷

سورۃ الفجر

تعارف:......سورۃ الفجر میں تین اہم امور پر بات ہوئی ہے۔

①......بعض امتوں کے قصے ذکر ہوئے ہیں جنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی جیسے قوم عاد، قوم ثمود، اور قوم فرعون ان کے اوپر نازل ہونے والے عذاب کا بیان ہوا۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ⑥

②......دنیا میں انسانوں کو آزمائشوں خیر و شر، فقر و غنیٰ وغیرھا میں مبتلاء کرنے کا ذکر ہے۔ جب کہ انسان مال سے بہت محبت کرتا ہے۔ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ⑮

③......آخرت اور اس کی ہولناکیوں اور شدائد کا ذکر ہوا ہے، نیز انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا اہل سعادت اور اہل شقاوت۔ پھر آخر میں نفس شریرہ اور نفس کریمہ کا ذکر ہوا ہے۔ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ㉑ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ㉒

آیاتہا ۳۰ — (۸۹) سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰) — رکوعاتہا ۱

وَالْفَجْرِ ① وَلَيَالٍ عَشْرٍ ② وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ④ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ ⑤ أَلَمْ
تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ⑥ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ⑧ وَثَمُودَ الَّذِينَ
جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ⑩ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ⑪ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ⑫
فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ⑬ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ
وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ⑮ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ⑯ كَلَّا
بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ⑰ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ⑱ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا ⑲
وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ⑳ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ㉑ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ㉒ وَجِيءَ
يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ㉓ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ㉔
فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ㉕ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ㉖ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ㉗ ارْجِعِي إِلَىٰ
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ㉘ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ㉙ وَادْخُلِي جَنَّتِي ㉚

ترجمہ:......قسم ہے فجر کی ① اور دس راتوں کی ② اور جفت کی اور طاق کی ③ اور رات کی جب وہ چلنے لگے، ④ کیا اس میں قسم ہے عقل والے کے لیے ⑤ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کے ساتھ۔ ⑥ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے ⑦ ان کے جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے۔ ⑧ اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا ⑨ اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا، ⑩ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی، ⑪ سو انہوں نے بہت فساد مچایا، ⑫ سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا، ⑬ بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔ ⑭ سو انسان کو اس کا پروردگار جب آزماتا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے' تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے

میرا اکرام کیا⑮ اور جب وہ اس کو آزماتا ہے سو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا⑯ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے⑰ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے⑱ اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو،⑲ اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔⑳ ہرگز ایسا نہیں جب زمین کو پوری طرح چورا چورا کر دیا جائے گا۔㉑ اور آپ کا پروردگار آ جائے گا اور فرشتے آ جائیں گے تو صفیں بنا لیں گے㉒ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا۔ اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں رہا؟㉓ کہے گا کہ کاش! میں اپنی زندگی کے لیے آگے بھیج دیتا㉔ سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا㉕ اور اس کی جیسی بندش کوئی نہیں کرے گا㉖ اے نفس مطمئنہ!㉗ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہو㉘ سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا㉙ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔㉚

لغات: حِجْرٍ: ...... عقل، دانش، فراء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرب کا مقولہ ہے ''انہ لذو حجر'' یعنی فلاں اپنے نفس پر قابو پا کے رکھتا ہے۔ حجر کا اصل میں معنی روکنا ہے، عقل کو حجر کہا جاتا ہے چوں کہ عقل بے قوفی سے روکتی ہے شاعر کہتا ہے۔

وکیف یُرجیٰ أن یتوب وانما　　　　یرجیٰ من الفتیان من کان ذا حجر۔

اس کے لوٹ آنے کی کیسے امید کی جا سکتی ہے، یہ امید اس لڑکے سے کی جا سکتی ہے جو عقل و دانش والا ہو۔

جَابُوا: ...... انہوں نے قطع کیا۔ مقولہ ہے فلان یجوب البلاد فلاں شخص دوران سفر علاقے طے کر گیا۔ التُّرَاثَ: میراث۔ لَمًّا: شدید، اصل میں اس کا معنی جمع کرنا ہے۔ اسی سے ہے: لم اللّٰہ شعثہ اللہ نے اس کی پریشانی سخت کر دی۔ جَمًّا: کثیر، عظیم۔ شاعر کہتا ہے۔

ان تغفر اللّٰھم تغفر جمًّا　　　　وأیّ عبد لك ما ألمّا

''یا اللہ! اگر تو گناہوں کو معاف کرتا بھی ہے تو سارے کے سارے گناہ معاف کر دے بھلا تیرا کون سا بندہ ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہوا ہو؟''

تفسیر: وَالْفَجْرِ ① وَلَيَالٍ عَشْرٍ: ...... یہ قسم ہی، یعنی میں صبح کے اجالے کی قسم کھاتا ہوں جو رات کی تاریکی کو ختم کر دیتا ہے اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں کی قسم ہے جو برکت والی ہے، چوں کہ ان دس دنوں میں انسان حج کے اعمال میں مشغول ہوتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے چوں کہ اس وقت اللہ کے حضور آدمی میلان قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ دس راتوں کی قسم کھائی ہے چوں کہ یہ دس راتیں سال کے تمام ایام میں سے افضل ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔ ''ان دنوں کی اعمال سے بڑھ کر کوئی عمل صالح اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا زیادہ محبوب نہیں۔ یعنی عشرۃ ذی الحجہ، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ ہاں البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر اللہ کی راہ میں نکلا ہو اور پھر جان و مال میں سے کسی چیز کو سلامت لے کر واپس نہ لوٹے۔'' وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: ہر چیز میں سے جفت و طاق کی قسم ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی قسم اٹھائی ہے، چوں کہ اشیاء یا تو جفت ہیں یا طاق ہیں، یا یہ خلق و خالق کی قسم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور مخلوقات نر و مادہ میں منقسم ہے۔ جو کہ جوڑا جوڑا ہے۔[1] وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ: اور رات کی قسم ہے جب وہ حرکت کائنات کی وجہ سے گزر جائے۔ گزرنے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے چوں کہ اس میں کمال قدرت پر واضح دلالت ہے۔ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ: کیا جو چیزیں اوپر مذکور ہوئی ہیں ان میں اہل دانش کے لیے قسم ہے؟ استفہام تقریری ہے جس میں امور مقسم بہا کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ یہ اہل عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے۔ جس میں عقل و دانش ہوتی ہے وہ جان لیتا ہے کہ اللہ عزوجل نے جن چیزوں کی قسم اٹھائی ہے ان میں عجائب قدرت ہیں اور ان میں دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید و ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق رکھتا ہے کہ ان چیزوں کی قسم اٹھائے۔ قرطبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کی قسم اٹھاتا ہے جو اس کے علم پر دلالت کرتے ہیں اور اپنے افعال کی قسم اٹھاتا ہے جو اس کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] یہ مجاہد و ابن عباس قول ہے۔ ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے والشفع سے مراد یوم النحر ہے اور الوتر سے مراد یوم عرفہ ہے۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ اور اس ذات کی قسم جس نے نر و مادہ پیدا کیے ہیں۔ (سورۃ اللیل، آیت ۳)

اور اپنی کاریگری کے عجائب ظاہر کرنے کے لیے مفعولات کی قسم اٹھاتا ہے۔ جیسے ارشاد ہے: وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ
وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ: [1] جوب قسم محذوف ہے اس کی تقدیر کا حاصل یہ ہے: قسم ہے ان اشیاء کے رب کی وہ ضرور کفار کو عذاب دے گا۔ [2] اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ یعنی اے محمد! کیا تمہیں خبر نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کی قوم، عاد کے ساتھ کیا کیا؟ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: جو عاد اولیٰ ہیں اور اہل ارم یعنی عالی شان عمارات والے ہیں، جو عمان اور حضر موت کے درمیان ٹیلوں میں آباد تھے۔
الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ: قوت و شدت اور ان کے جسموں کی ضخامت کے اعتبار سے اس قبیلے جیسا اللہ تعالیٰ نے کوئی نہیں پیدا کیا۔ اس سے مقصد اہل مکہ کو ڈرانا ہے کہ وہ لوگ نہایت قوی اور بہادر تھے ان کی عمریں بھی طویل ہوا کرتی تھیں اور وہ اہل مکہ سے کہیں زیادہ طاقتور تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے تباہ کیا؟ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ عاد اولیٰ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا، انہوں نے اللہ کے پیغمبر کی تکذیب کی اور ان کی مخالفت کی، وہ لوگ نہایت سرکش اور ظالم تھے، اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ذکر کر دیا کہ اس نے انہیں کیسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اہل دنیا کے لیے فسانہ بن کے رہ گئے۔ [3] وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ: اسی طرح قوم ثمود جنہوں نے پہاڑوں کی چٹانوں کو تراش کر رہائش کے لیے گھر بنائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ اور وہ امن و سکون سے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے۔ (سورۃ الحجر، آیت ۸۲)

قوم ثمود کی بستی مقام حجر میں حجاز اور تبوک کے درمیان ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے۔ سب سے پہلے پہاڑوں کو تراش کر قوم ثمود نے گھر بنائے۔ وہ اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر پہاڑوں سے چٹانیں نکال کر اپنے لیے گھر بناتے تھے، انہوں نے وادی القریٰ میں پتھروں سے سترہ سو مکانات بنائے تھے۔ [4] وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ: اسی طرح ظالم و سرکش فرعون جو لشکروں اور جتھوں والا تھا اور یہی لشکر اس کی بادشاہت کو مضبوط کرتے تھے۔ [5]

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ:...... یہ ظالم لوگ عاد، ثمود اور فرعون جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی اور سرکشی کی، ظلم و بربیت کی انتہا کر دی۔
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ: انہوں نے شہروں میں ظلم و جور، قتل و فساد اور جرائم اور گناہوں کی کثرت کر دی۔ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ: اللہ تعالیٰ نے ان پر انواع و اقسام کے عذابات نازل کیے، یہ عذاب ان پر ان کی سرکشی اور گناہ کی وجہ سے نازل ہوئے۔ مفسرین کہتے ہیں: نزول عذاب کی تعبیر کے لیے اَلصَّبُّ: کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یہ لفظ نزول عذاب کی سرعت کا تقاضا کرتا ہے جیسے کوئی کہتا ہے: ''صببنا علیھم ظالمین سیاطنا'' مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طائفہ کفار پر ایک نوع کا عذاب نازل کیا۔ چنانچہ قوم عاد آندھی کے عذاب سے ہلاک کی گئی، قوم ثمود پر چنگھاڑ پڑی، فرعون کو غرق آب کیا گیا۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ (سورۃ العنکبوت، آیت ۴۰)

''ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہوں کے بارے میں گرفت میں لیا ان میں سے بعض پر آندھی بھیجی اور بعض کو چنگھاڑ نے آن دبوچا اور ان میں سے بعض کو زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے پانی میں غرق کیا۔''

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ: اے محمد! آپ کا رب لوگوں کی اعمال کی نگرانی کر رہا ہے، اور اعمال کو شمار کر رہا ہے، اعمال کا ان میں پورا پورا بدلہ دے گا۔ تسہیل میں لکھا ہے: اَلْمِرْصَادِ: وہ جگہ جہاں گھات لگا کر بیٹھا جائے، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی نگرانی کر رہا ہے اور اسے دیکھ رہا ہے، اور یہ کہ کفار میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا، آیت میں کفار مکہ کے لیے دھمکی اور تہدید ہے۔

---

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۴۱ [2] روح المعانی: ۳۰/ ۱۲۲ [3] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۶۳۶ [4] القرطبی: ۱۹/ ۴۸ [5] البحر المحیط: ۸/ ۴۷۰

کافر انسان کی طبیعت کا ذکر

اوپر کفار پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہوا اب آگے کافر انسان کی طبیعت ومزاج کا ذکر نے وہ انسان جو آسودہ حالی میں اترانے لگتا ہے اور تنگی وترشی میں ناامید ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ: جب انسان کو اس کا پروردگار آسودگی اور نعمتوں کے ساتھ آزماتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے۔فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ:...... اسے مال ودولت دے کر عزت دیتا ہے اسے دنیا میں مال ودولت، اولاد، جاہ ومنصب سے نوازتا ہے۔فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ: یعنی جن نعمتوں کا میں استحقاق رکھتا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر کے میرا اکرام کیا۔ جب کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ آسودگی اور نعمتوں کی فراوانی اس کی آزمائش ہے آیا کہ وہ اللہ کا شکر کرے یا ناشکری؟وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ: اور رہی یہ بات کہ جب اس کا پروردگار فقر وفاقہ اور تنگدستی سے اسے آزماتا ہے۔فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ: تو وہ حکمت سے غافل ہو کر کہتا ہے کہ تنگی رزق میں ڈال کر میرے رب نے میری اہانت کی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کافر کی صفت ہے جو بعث بعد الموت پر یقین نہیں رکھتا، کافر کے نزدیک عزت وذلت کا دارومدار حظ دنیا کے کثیر وقلیل ہونے پر ہے۔ جب کہ مؤمن کے نزدیک شرف وعزت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے طاعت کی توفیق دے جو آخرت کی اچھائی پر منتج ہو، اگر دنیا میں مؤمن کو آسودگی ملتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنے قول اَكۡرَمَنِ: اور اَهَانَنِ: سے جو انکار کیا ہے یہ بات انسان فخر وتکبر کی بنا پر کہتا ہے، شکر کے طور پر نہیں کہتا۔ اَهَانَنِ: شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے اور بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے حالاں کہ اس پر شکر کرنا اور ابتلا میں صبر کرنا واجب ہے، اسی لیے آگے اس پر ڈانٹ پڑی۔كَلَّا بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ: یعنی حقیقت میں اکرام کا دارومدار مالداری پر نہیں اور نہ اہانت کا دارومدار فقر وتنگ دستی پر ہے جیسا کہ تمہارا گمان ہے، بلکہ اکرام اور اہانت کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی طاعت، اس کی معصیت پر ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں، پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ: بلکہ تم وہ کچھ کرتے ہو جو اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ وہ یہ کہ تم یتیموں کا اکرام نہیں کرتے جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کثیر مال دے کر نوازا ہے اور تمہارا اکرام کیا ہے۔

وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ:...... تم ایک دوسرے کو ابھارتے نہیں ہو اور ترغیب نہیں دیتے کہ وہ محتاج کو کھانا کھلائے اور مسکین کی مدد کرے۔وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّـمًّا: اور تم مال میراث خوب سمیٹ سمیٹ کر کھاجاتے ہو، تم سوال تک نہیں کرتے کہ آیا یہ مال مال حلال ہے یا مال حرام ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت کا مصداق یہ ہے کہ انسان میراث میں سے اپنا اور دوسرے کا حصہ ہڑپ کرجائے، چنانچہ عرب میراث میں سے عورت اور بچے کو حصہ نہیں دیتے تھے، بلکہ صرف بالغ مرد ہی اس پر قبضہ جمالیتے تھے۔[2] وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا: اور حرص وطمع کے ساتھ تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو، یہ کفار کے مال پر مرمٹنے اور بخل کرنے پر مذمت کی جارہی ہے۔كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الۡاَرۡضُ دَكًّا دَكًّا: اے غافلین! اس قبیح حرکت سے باز آجاؤ، تمہارے آگے اس خوفناک دن کی سخت ہولناکیاں آیا چاہتی ہیں، یہ اس وقت ہوگا جب زمین میں سخت بھونچال آئے گا اور لگاتار حرکت میں آجائے گی، جلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی زمین میں زلزلہ آئے گا حتی کہ ہر عمارت منہدم ہوجائے گی۔[3] وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالۡمَلَكُ صَفًّا صَفًّا: اور اے محمد! انسانوں کے درمیان فیصلے کے لیے تمہارا رب آئے گا اور قطار اندر قطار فرشتے آئیں گے۔ تسہیل میں لکھا ہے: منذر بن سعید کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے درمیان فیصلے کے لیے ظہور ہوگا، اس آیت اور اس جیسی جملہ آیات پر تکییف وتمثیل کے بغیر ایمان لانا واجب ہے۔[4]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مخلوقات اپنی اپنی قبروں سے اٹھے گی اور اور رب تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگی اور رب تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلے کے لیے تشریف لائے گا اور یہ سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنے کے بعد ہوگا، اس کے بعد اللہ عزوجل مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرنے تشریف لائیں گے، جب کہ فرشتے صف درصف رب تعالیٰ کے سامنے آئیں گے۔وَجِآىۡءَ يَوۡمَـئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ: اور اس دن جہنم لا کے حاضر

[1] القرطبی: ۱۹/ ۵۱ [2] التسہیل: ۴/ ۱۹۸ [3] تفسیر الجلالین: ۴/ ۱۸ [4] التسہیل: ۴/ ۱۹۸

کردی جائے گی تاکہ مجرمین وکفار اسے دیکھ سکیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى: اور دیکھنے والے کے لیے دوزخ ظاہر کردی جائے گی۔ (سورۃ النازعات، آیت ۳۶) حدیث میں ہے: قیامت کے دن دوزخ لائی جائے گی اور اس کے ساتھ ستر ہزار لگام میں لٹک رہی ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو دوزخ کو کھینچ رہے ہوں گے۔[1] يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ: اس خوفناک دن میں انسان اپنے عمل کو یاد کرے گا اور اپنی کوتاہی اور معصیت پر ندامت کے آنسو بہائے گا اب کے وہ چاہے گا کہ توبہ کرے۔ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى: اب اس کے لیے نصیحت سے نفع اٹھانے کا موقع نہیں رہا اب اس کا وقت گزر چکا۔ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ: نہایت ندامت وحسرت میں کہے گا: کاش! قبل ازیں میں نے اعمال صالحہ کیے ہوتے جو آخرت میں میرے کام آتے اور میری ابدی زندگی کے لیے باعث نفع بنتے۔ لیکن فرمان باری تعالیٰ ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ: اس دن اللہ تعالیٰ جس نافرمان کو عذاب دے گا اس سے بڑھ کر کسی اور کو عذاب نہیں ہوگا۔ وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ: اور اللہ تعالیٰ جس طرح کافر فاجر کو بیڑیوں اور طوقوں میں جکڑے گا اس طرح کسی اور کو نہیں جکڑے گا۔ یہ سزا مخلوق میں سے مجرمین کو ملے گی۔ رہی بات پاک ومطمئن نفس کی سو اس سے کہا جائے گا: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ: اے پاک باز ومطمئن! نفس جس نے اللہ کے وعدے پر اطمینان کیا اسے آج کے دن خوف لاحق نہیں ہوگا۔ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً: اپنے رب تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی جنت کی طرف لوٹ جا، اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے جو کچھ عطا کیا ہے اس سے راضی اور خوش اور اللہ تعالیٰ تیرے کیے ہوئے اعمال سے راضی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ موت کے وقت یہ خطاب ہوتا ہے اور یہ مقولہ جان کنی کے وقت مؤمن سے کہا جاتا ہے۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ: میرے نیک وصالح بندوں کی جماعت میں داخل ہوجا۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ: اور میرے نیک صالح بندوں کے ٹھکانے یعنی میری جنت میں داخل ہوجا۔

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ:...... میں استفہام تقریری ہے۔ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: میں طباق ہے۔ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ: اور يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى: میں تخصیص اشتقاق ہے۔ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ: اور وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ: میں مقابلہ ہے۔ اسی طرح اَكْرَمَنِ: اور اَهَانَنِ: میں بھی مقابلہ ہے۔ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ: میں لطیف استعارہ ہے شدید عذاب کو بدن پر پڑنے والے کوڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اَلصَّبّ انزال کے معنی میں مستعمل ہے۔ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ: میں التفات ہی، ضمیر غائب سے خطاب کی طرف التفات ہوا ہے۔ اصل میں بَلْ لَّا يُكْرِمُوْنَ: ہے۔ اس سے مقصد توبیخ وعتاب میں اضافہ ظاہر کرنا ہے۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ: میں اضافت برائے تشریف وتعظیم ہے۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ: اور وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ: میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

الحمدللہ سورۃ الفجر کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۲ نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

---

[1] اخرجہ مسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سورۃ البلد

تعارف:...... یہ مکی سورت ہے اور اس کے بھی وہی اہداف میں جو مکی سورتوں کے ہیں یعنی عقیدۂ وایمان اور حساب وجزاء کا اثبات اور نیکوکار و بدکار میں تمیز۔

سورۂ مبارکہ کی ابتداء شہر حرام کی قسم سے ہوئی ہے، یہ شہر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے سکونت ہے۔ قسم سے اس شہر مقدس کی تعظیم واضح کرنا مقصود ہے۔ نیز کفار کو یہ باور کرانا ہے کہ اس مقدس شہر میں پیغمبر اسلام کو اذیت وتکلیف پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔

پھر بعض کفار مکہ کے متعلق بات ہوئی ہے جنہیں اپنی قوت پر ناز تھا اور وہ دھوکا میں تھے، انہوں نے پیغمبر علیہ السلام کی تکذیب کی اور مباہات میں اپنا مال خرچ کیا، ان کا گمان تھا کہ اس طرح سے مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹل جائے گا۔ آیات میں کفار پر رد کیا گیا ہے۔

پھر قیامت کے شدائد اور ہولناکیوں کا بیان ہوا ہے، نیز آخرت میں انسان کو پیش آنے والے شدائد، مشکلات اور گھاٹیوں کا ذکر ہے جنہیں ایمان وعمل صالح کے بغیر عبور نہیں کیا جاسکتا۔

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مؤمنین اور کفار کے درمیان تفریق کی گئی ہے، چنانچہ قیامت کے دن نیکوکاروں اور بدکاروں کا انجام الگ الگ ہوگا۔

آیاتها ۲۰ (۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵) رُكُوْعَاتُهَا ۱

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ
كَبَدٍ ۝۴ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝۵ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝۷
اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝۹ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَآ
اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا
ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

وقف لازم — منزل ۷

ترجمہ:...... میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں (۱) اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں (۲) اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی۔ (۳) یہ واقعی بات کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا (۴) کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا (۵) وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال ہلاک کر دیا (۶) کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا (۷) کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں (۸) اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے (۹) اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیے۔ (۱۰) سو وہ گھاٹی سے ہو کر کیوں نہ آگے بڑھا (۱۱) اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟ (۱۲) چھڑا دینا ہے گردن کا (۱۳) یا کھلا دینا ہے بھوک والے دن میں (۱۴) کسی یتیم کو جو رشتہ دار ہو (۱۵) یا کسی مسکین کو جو مٹی والا ہو۔ (۱۶) پھر ان لوگوں میں سے ہوا جو ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی (۱۷) یہ داہنے ہاتھ والے لوگ ہیں (۱۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں (۱۹) ان پر آگ ہوگی جسے بند کر دیا جائے گا۔ (۲۰)

لغات: كَبَدٍ: الکبد، شدت اور مشقت، اصل میں یہ کبد الرجل سے ماخوذ ہے کسی کا دل دکھانا، پھر یہ مشقت اور تکان میں مستعمل ہونے لگا۔

اسی سے المکابدہ بھی ہے بمعنی سختیاں برداشت کرنا۔ اقْتَحَمَ: الاقتحام: سرعت کے ساتھ داخلی ہونا۔ الْعَقَبَةَ: پہاڑ میں دشوار گزار راستہ۔ فَكُّ: الفك: ایک چیز کو کسی دوسری چیز سے خالص کرنا۔ فککت الحبل، میں نے اسی مٹی فککت الاسیر۔ قیدی کو خلاصی دلائی۔ مَسْغَبَةٍ: بھوک، راغب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایسی بھوک جو تھکاوٹ کے ساتھ ہو۔[1] مَتْرَبَةٍ: محتاجی، مقولہ ہے ''ترب الرجل'' وہ محتاج ہو گیا۔ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ: بند کی ہوئی، مطبق اوصد الباب۔ دروازہ مقفل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا مکہ مکرمہ کی قسم کھانا

تفسیر: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ: ...... یہ قسم ہے، اللہ عزوجل نے حرمت والے شہر کی قسم اٹھائی ہے۔ مراد مکہ مکرمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے ساتھ شرف بخشا ہے جو کہ اہل شرق و غرب کا قبلہ ہے، بیت اللہ رحمتوں اور تجلیوں کا محور ہے، ہر طرح کی نعمتیں اس کے پاس کھنچی چلی آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرام اور امن والی جگہ بنایا ہے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے اس کی حرمت برقرار ہے۔ جب اس شہر کے اتنے سارے فضائل اور کرامات ہیں تبھی اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی ہے۔ تسہیل میں لکھا ہے: آیت کریمہ میں البلد سے مراد بالاتفاق مکہ مکرمہ ہے۔ اس کے شرف وعظمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی۔[2] وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ: اور اے محمد! آپ اس شہر مکہ مکرمہ جو اللہ تعالیٰ کا امن والا شہر ہے میں مقیم ہیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کی قسم کھائی ہے اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کے ساتھ مقید کیا ہے تاکہ اس کا مزید شرف وفضل ظاہر ہو جائے۔ نیز اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کسی جگہ کا شرف اس جگہ کے باشندوں کے شرف کے مرہون منت ہے۔[3] وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور قسم ہے آدم اور اس کی صالح اولاد کی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وَّمَا وَلَدَ: سے مراد ان کی ساری کی ساری اولاد ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجاہد کا بیان کردہ معنی حسن وقوی ہے۔ چوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ کی قسم اٹھائی ہے تو اس کے بعد اس شہر میں رہنے والے کی قسم کھائی ہے اور وہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔[4] خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم اٹھائی ہے چوں کہ یہ شہر عظمت والا ہے اور پھر آدم اور ان کی صالح اولاد اور انبیاء کی قسم اٹھائی ہے، چوں کہ کفار اگرچہ آدم کی اولاد ہیں لیکن ان کی کوئی حرمت نہیں۔[5] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ: یہ مقسم علیہ ہے، تحقیق ہم نے انسان کو تکلیف اور مشقت میں پیدا کیا ہے، چنانچہ انسان طرح طرح کی سختیاں اور مشقات برداشت کرتا ہے، انسان بدن میں روح پڑنے کے وقت سے لے کر موت تک طرح طرح کی مشقتوں سے گزرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فِيْ كَبَدٍ: یعنی مشقت اور شدت میں مثلاً حمل کی مشقت، ولادت، رضاعت، دودھ چھوڑانا، معاش، حیات اور موت وغیرھا۔[6] اس کی تفسیر کے ایک اور قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے مقابلہ میں کوئی اور مخلوق ایسی نہیں پیدا کی جو اس کی طرح کی مشقات اور تکالیف برداشت کرتی ہو۔ گویا انسان کمزور ترین مخلوق ہے۔[7] ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے چوں کہ آپ اہل مکہ نے آپ پر ظلم و بربیت کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔[8]

منکر انسان کے مزاج کا ذکر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے منکر انسان کی طبیعت کے متعلق خبر دی ہے، جب کہ وہ اپنی قوت سے دھوکا کھا جاتا ہے اور وہ بعث بعد الموت کی تکذیب بھی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ: کیا یہ بدبخت اور فاجر انسان یہ خیال رکھتا ہے کہ اس کی ناپائیدار قوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر قدرت نہیں رکھتا؟ اور وہ اپنی طاقت سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت ابی اللہ بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ اپنے آپ کو بڑا بہادر اور طاقتور سمجھتا تھا۔ وہ اپنے نیچے چمڑا بچھاتا اور پھر کہتا جو شخص اسے میرے نیچے سے کھینچ کر نکال لے گا اسے فلاں انعام ملے گا۔ چنانچہ دس آدمی مل کر چمڑے کو کھینچتے وہ کٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں نہ ہلنے پاتے تھے، آیت کا معنی ہے: یہ سرکش

---

[1] روح المعانی: ۳۰/ ۱۳۸ [2] التسہیل: ۴/ ۱۹۹ [3] البیضاوی: ۳/ ۶۶۰ [4] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۶۴۱ [5] تفسیر الخازن: ۴/ ۲۴۸ [6] تفسیر الخازن: ۴/ ۲۴۸
[7] المرجع السابق [8] تفسیر ابی السعود: ۶/ ۲۶۵

وطاقتور انسان جو مؤمنین کو کمزور سمجھتا ہے اس کا خیال ہے کہ اس سے انتقام لینے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا؟ يَقُولُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا: یہ کافر کہتا ہے: میں نے محمد کی عداوت میں بہت سارا مال خرچ کر دیا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مؤمنین پر فخر ومباہات کرتے ہوئے کہتا ہے میں نے بہت سا مال خرچ کر دیا ہے۔ اس کی مراد وہ مال ہوتا جو اس نے شہرت وریاکاری کے لیے خرچ کیا ہوتا۔ انفاق کو ہلاک سے تعبیر کیا اس سے یہ بات ظاہر کرنا ہے کہ جو مال اس نے خرچ کیا ہے، اس کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور اس نے کسی نفع کے لیے ایسا نہیں کیا گویا اس نے مال کثیر ضائع کر دیا۔ اس نے اس خیال کا اظہار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کے لیے کیا۔[۱] اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ: کیا اس کا یہ گمان ہے کہ جب وہ مال خرچ کرتا تھا اسے اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تھا؟ کیا اس کا گمان ہے کہ اس کے اعمال رب تعالیٰ سے پوشیدہ ہیں؟ حقیقت ایسے نہیں جیسے وہ سمجھتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نگرانی رکھتا ہی اور اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ قیامت کے دن اس سے سوال کرے گا اور اسے پورا پورا بدلہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنی نعمتیں یاد دلانا منکر انسان کو

اس کے بعد اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے اس بدبخت انسان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں تاکہ اسے عبرت حاصل ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا: اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ: کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں عطا کیں جن سے وہ دیکھتا ہے؟ وَلِسَانًا: اور کیا اسے گویائی کے لیے زبان نہیں دی جس سے وہ ما فی الضمیر کا اظہار کرتا ہے؟ وَّشَفَتَيْنِ: اور کیا اسے دو ہونٹ نہیں دیے جو اس کے منہ کو بند کر دیتے ہیں اور کھانے پینے اور بولنے میں ان سے مدد لیتا ہے؟ خازن کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کی ہوئی نعمتیں ظاہر ہیں ان کا اثبات کیا جا رہا ہے تاکہ بندہ شکر ادا کرے۔[۲] وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے خیر وشر کے دو راستے اس کے لیے واضح کر دیے ایک راستہ ہدایت کا ہے اور دوسرا گمراہی کا، تاکہ وہ سعادت کے راستے پر چلے اور شقاوت کے راستے سے اجتناب کرے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: النَّجْدَيْنِ: سے مراد خیر وشر ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ (سورۃ الدھر، آیت ۳)

بے شک ہم نے اسے راستے کی ہدایت دی خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکری کر۔[۳]

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ: ...... بھلا اس نے دشوار گزار گھاٹی کو عبور کرنے کے لیے اپنا مال کیوں خرچ نہیں کیا جب کہ وہ اس کے بدلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں مال خرچ کرتا رہا۔ بحر میں لکھا ہے: الْعَقَبَةَ: عمل شاقہ کے لیے استعارہ ہے، چنانچہ مال خرچ کرنا بھی نفس کے لیے دشوار ہے چنانچہ اس عمل کو پہاڑی دشوار گھاٹی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ دشوار گھاٹی پر چلتے ہوئے بھی سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اقتحمھا کا معنی ہے تیزی سے داخل ہوا۔ یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدۂ نفس کے لیے بیان فرمائی ہے۔ تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کر سکے۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ: اور تمہیں کیا معلوم گھاٹی عبور کرنا کیا ہے؟ اس میں تعظیم وتہویل ہے پھر اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ فَكُّ رَقَبَةٍ: اور وہ اللہ کی راہ میں گردن آزاد کرنا ہے، صاحب گردن کو قید وبند اور غلامی سے نجات دلانا ہے۔ سو جو شخص گردن آزاد کرتا ہے وہ دوزخ سے نجات پا جاتا ہے۔ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ: یا سخت بھوک والے دن محتاج کو کھانا کھلانا ہے۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: بھوک والے دن کھانا کھلانے کی قید لگائی گئی ہے چوں کہ اس دن مال خرچ کرنا نفس پر گراں گزرتا ہے۔[۴] يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ: یتیم رشتہ دار کو کھانا کھلانا ہے۔ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ: یا مسکین خاکسار جو فقر وفاقہ اور محتاجی کی وجہ سے پیوند خاک ہوا جا رہا ہو کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ جملہ شدید محتاجی سے کنایہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ وہ شخص ہوتا ہے جو راستے میں پڑا ہو اور گرد وغبار سے کوئی چیز اسے بچا نہ پائے۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: ان نیک کاموں اور قربتوں کا عمل خالص اللہ کے لیے ہو اور اس کے ساتھ عمل کرنے والا سچا مؤمن ہو اور ایمان صادق رکھتا ہو۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ اعمال اور یہ قربتیں صرف اسی صورت میں نفع بخش ہو سکتی ہیں جب ایمان ہو۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ: اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی نافرمانی سے دور رہنے اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے نیز کمزوروں اور مسکینوں سے ہمدردی اور رحم

---

[۱] روح المعانی ۲۰/۱۳۶ [۲] تفسیر الخازن ۴/۳۴۹ [۳] مختصر ابن کثیر ۳/۶۴۱ [۴] الصاوی ۴/۲۲۲

کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے۔اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ: اور یہ لوگ جوان عالی شان صفات کے ساتھ متصف ہو وہی اہل جنت ہیں، جنہیں اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں ملیں گے۔اور جنت کے داخلے کی سعادت سے سرفراز ہوں گے۔وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ: ابرار و فجار کا ساتھ ساتھ ذکر ہوا ہے جیسا کہ قرآن عظیم کا طریقہ ہے، اس میں ترغیب و ترہیب کا اہم پہلو نمایاں ہوتا ہے۔نیز اس امر کا بھی بیان ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ، نیکوکاروں اور بدکاروں میں تفریق ہوگی، چنانچہ جن لوگوں نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، قرآن کی تکذیب کی وہ بائیں ہاتھ والے ہوں گے اور دوزخ میں جائیں گے، چوں کہ وہ اپنے نامہائے اعمال بائیں ہاتھوں میں لیں گے۔ضمیر غائب سے انہیں تعبیر کیا گیا ہے اس سے اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دینے سے غائب ہوں گے۔عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ: ان پر ہر طرف سے بند کی گئی آگ مسلط کی جائے گی جس میں روح وریحان تک داخل نہ ہوگی اور نہ ہی اس میں جانے والے کبھی اس سے باہر نکل کر آسکیں گے، یا اللہ! ہمیں اپنے غضب سے بچا اور اپنے عذاب سے دور رکھ اور ہمیں عذاب سے نجات دے یارب العالمین!

بلاغت: ......سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں۔ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ: ......میں لا زائدہ ہے جو کہ کلام کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے۔عرب کا کلام میں لا زائدہ بکثرت پایا جاتا ہے۔یعنی میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں۔اس کا فائدہ قسم میں تاکید لانا ہے۔جیسے امرؤالقیس کہتا ہے۔لا وأبیك ابنة العامری۔تیرے باپ کی قسم یہ عامری کی بیٹی ہے۔وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔چنانچہ والد اور ولد ولادۃ سے مشتق ہیں۔اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ: میں استفہام انکاری ہے۔جو توبیخ کا فائدہ دے رہا ہے۔اسی طرح اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ: میں بھی استفہام انکاری ہے۔اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ: میں استفہام برائے تقریر ہے اور نعمتوں کو یاد دلاتا ہے۔وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ: میں استفہام برائے تہویل و تعظیم ہے۔وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ: میں استعارہ لطیفہ ہے یعنی خیر و شر کے دو راستے النجد کا معنی راستہ ہے جو بلندی کی طرف جاتا ہو، اب یہ سعادت و شقاوت کے ہر راستے کے لیے استعارۃً استعمال ہوتا ہے۔فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ: میں بھی استعارہ ہے، چوں کہ پہاڑ میں دشوار گزار راستے کو العقبۃ کہا جاتا ہے، آیت میں اعمال صالحہ کے لیے استعارہ ہے، چوں کہ اعمال صالحہ نفس پر گراں گزرتے ہیں۔یہ استعارہ تبعیہ ہے۔مَقْرَبَةٍ اور مَتْرَبَةٍ: میں تجنیس ناقص ہے۔چوں کہ بعض حروف میں تغیر ہے۔اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ: اور اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ: میں لطیف مقابلہ ہے۔لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ، وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ: میں رعایت فاصلہ ہے اسی طرح عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ: میں بھی رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

الحمد للہ سورۃ الفجر اور سورۃ البلد کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۶ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰ نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے۔

سورۃ الشمس

تعارف:..... سورۃ الشمس مکیہ ہے اور اس میں دو چیزیں موضوع بحث ہیں۔

اول:..... انسانی نفس اور جن امور پر نفس کو اللہ نے پیدا کیا یعنی خیر و شر ہدایت وضلالت۔

دوم:..... سرکشی اور طغیان کا موضوع، جس میں مثال کے لیے قوم ثمود کا ذکر ہے جس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دی تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

سورۃ مبارکہ کی ابتدا سات چیزوں کی قسم سے کی گئی ہے۔ یہ سات چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور اس کی روشنی کی قسم اٹھائی پھر چاند کی قسم اٹھائی جو سورج کے بعد آتا ہے، پھر دن کی قسم اٹھائی جو اپنی روشنی سے تاریکی کو بھگا دیتا ہے۔ پھر رات کی قسم اٹھائی جو اپنی تاریکیوں سے کائنات کو ڈھانپ لیتی ہے۔ پھر اس قادر ذات کی قسم اٹھائی جس نے مضبوط آسمان بنایا اور بغیر ستون کے بنایا۔ پھر زمین کی قسم اٹھائی جسے جاور پانی پر پھیلایا۔ پھر نفس بشریہ کی قسم اٹھائی جیسے اللہ تعالیٰ نے کامل بنایا اور اسے فضائل وکمالات سے نوازا۔ ان سات چیزوں کی قسم انسانی فلاح پر اٹھائی گئی ہے بشرطیکہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور انسانی خسارے اور شقاوت پر قسم اٹھائی جب انسان سرکشی اور تمرد کا راستہ اختیار کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کا قصہ بیان کیا ہے، انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور زمین میں فتنہ وفساد برپا کیا۔ اور وہ اونٹنی جسے اللہ تعالیٰ نے چٹان سے پیدا کیا تھا اور اسے حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ قرار دیا قوم ثمود نے اونٹنی کو مار ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور انہیں تاقیامت عبرت کا نشان بنا دیا یہ ہر کافر وفاجر وپیغمبر کی تکذیب کرتا ہو کا نمونہ بن گیا ہے۔

سورۃ مبارکہ کے آخر میں ایک اہم بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قوم ثمود کی ہلاکت کے انجام کا کوئی خوف نہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا اس سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت ٢٣)

رُکُوْعَاتُهَا ١ | (٩١) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (٢٦) | اٰيَاتُهَا ١٥

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَآءِ
وَمَا بَنٰىهَا ﴿٥﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴿٦﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿٧﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿٨﴾ قَدْ
اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿١١﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿١٢﴾
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾ ع

ترجمہ:..... قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی ﴿١﴾ اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آجائے ﴿٢﴾ اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے ﴿٣﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ اسے چھپالے ﴿٤﴾ اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا ﴿٥﴾ اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا ﴿٦﴾ اور قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا ﴿٧﴾ پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس کو القا کر دیا ﴿٨﴾ یہ یقینی بات ہے کہ وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا ﴿٩﴾ اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اسے دبا دیا ﴿١٠﴾ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب جھٹلایا ﴿١١﴾ جبکہ اس کا

سب سے زیادہ بدبخت شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ ⑫ سو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ کے اونٹنی سے اور اس کے پینے سے خبردار رہنا ⑬ سو انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا پھر اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا۔ ⑭ اور اس کے انجام سے اندیشہ نہیں رکھتا۔

لغات: ضُحٰىهَا:...... سورج کی روشنی، اَلضّحٰی شروع دن میں جب سورج بلند ہو جائے اسے ضحیٰ کا وقت کہا جاتا ہے۔ مبرد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلضّحٰی اَلضُّحٰ سے مشتق ہے بمعنی سورج کی روشنی [1] طَحٰىهَا: اسے پھیلایا۔ جوہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: طحوتة، دحوتة کے مثل ہے یعنی میں نے اسے پھیلا دیا۔ دَسّٰىهَا: اسے چھپایا۔ یہ کلمہ اصل میں دَسَّسَهَا تھا دوسری سین کو تخفیف کے لیے الف میں بدل دیا گیا۔ فَدَمْدَمَ: الدمدمۃ ایک چیز کو کسی دوسری چیز پر بند کرنا۔ مقولہ ہے: دَمْدَمَ عَلَيْهِ الْقَبْرَ اس کی قبر کو اوپر سے بند کر دیا۔ آیت میں مراد یہ ہے کہ کفار پر عذاب مسلط کر کے اس کے دروازے بند کر دیے گئے، یعنی کلی طور پر ان کا صفایا کر دیا گیا۔ عُقْبٰهَا: انجام، عاقبت۔

اپنی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کی قسم اٹھانا

تفسیر: وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا:...... یعنی سورج اور اس کی چمکنے والی روشنی کی قسم ہے، جب وہ کائنات کو روشن کر دیتی ہے اور تاریکیوں کو مٹا دیتی ہے۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا: اور چاند کی قسم ہے جب وہ غروب آفتاب کے بعد دکھنے لگتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: ایسا مہینے کے نصف پر ہوتا ہے، جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کے بعد چاند روشن ہو جاتا ہے اور اس کے پیچھے روشنی لاتا ہے، سورج کی قسم اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ جب سورج اوجھل ہو جاتا ہے تو عالم مردہ ہو جاتا ہے جب صبح کے وقت آفتاب طلوع ہو جاتا ہے تو جہاں میں زندگی آ جاتی ہے، مردے زندہ ہو جاتے ہیں اور ضحیٰ کے وقت اپنے اعمال و اشغال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت قیامت کے احوال کے مشابہ ہے اور چاشت کا وقت اہل جنت کے جنت میں قرار پکڑنے کے مشابہ ہے، سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دو چیزیں ہیں جن میں انسانوں کے منافع اور مصالح ہیں۔ ان کی قسم انہی منافع اور مصالح پر تنبیہ کرنے کے لیے اٹھائی گئی ہے۔ [2] وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا: اور دن کی قسم ہے جب وہ اپنی روشنی سے رات کی تاریکی کو کافور کر دیتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی جب تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور کائنات دن کی روشنی سے چمک اٹھتی ہے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا: اور رات کی قسم ہے جب کائنات کو وہ اپنی تاریکیوں سے ڈھانپ لیتی ہے چنانچہ دن معمورہ کائنات کو جلا بخشتا ہے اور رات کائنات کو تاریکی کے پردوں میں چھپا لیتی ہے۔ صاوی کہتے ہیں: فعل مضارع يَغْشٰىهَا: لایا گیا ہے اور غَشِيَهَا نہیں فرمایا، اس میں رعایت فاصلہ ہے۔ [3] وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا: اور قسم ہے اس قادر کی جس نے آسمان بنایا اور اس کی عمارت کو بغیر ستونوں کے مضبوط کیا۔

مفسرین کہتے ہیں: مَا: اسم موصولہ ہے جو من کے ہے یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اسے بنایا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کی دلیل بعد والی آیت ہے: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: گویاں یوں فرمایا: قسم ہے اس قادر عظیم الشان ذات کی جس نے آسمان بنایا۔ چنانچہ آسمان کی بناوٹ اور اس کا محکم ہونا رب تعالیٰ کے وجود اور کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا: اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے ہر جانب پھیلایا ہے اور زمین پھیلی ہوئی بنائی جو انسان و حیوان کی رہائش کے قابل ہے، زمین کا پھیلاؤ زمین کی گولائی کے منافی نہیں ہے۔ چوں کہ اس سے غرض انسان پر احسان جتلانا ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کے لیے زمین کا فرش بچھایا ہے اور اسے کھیتی باڑی کے قابل بنایا اور انسان و حیوان کی سکونت کے لائق بنایا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا: اور قسم ہے بشری نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اسے کمال کے لائق بنایا اور یہ اس طرح کہ انسان کے اعضاء کو معتدل بنایا اور انسان کے قوائے ظاہرہ و باطنہ کو ٹھیک ٹھاک بنایا۔ نیز انسان نفس کی تکمیل عقل سے ہوئی جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے جس سے انسان خیر و شر میں تمیز کرتا ہے اور تقویٰ و فجور میں امتیاز کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: اور نفس کو اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری القا کی اور اس کی اسے پہچان کروائی۔ نیز ہدایت و گمراہی میں اسے

[1] روح المعانی ۳۰/۱۴۰ [2] الصاوی علی الجلالین ۴/۳۲۳ [3] الصاوی ۴/۳۲۱

فرق کرنے کی صلاحیت دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نفس بشری کے خیر وشر، طاعت ومعصیت کو بیان کر دیا اور نفس کو ان چیزوں کی پہچان کرادی جو اس نے بجالائی ہیں اور جن سے اس نے بچنا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم اٹھائی ہے جو یہ ہیں: سورج، چاند، رات، دن، آسمان، زمین اور نفس بشریہ۔ ان سات چیزوں کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اٹھائی ہے۔ یہ اشیائے سبعہ مظاہر قدرت ہیں، جب وہ ذات ان کی خالق ہے لامحالہ خدائی انفراداً صرف اسی کا حق ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ ان اشیاء کے منافع کثیر ہیں اور ان کا ضرور کوئی صانع ہے جو ان کی حرکات وسکنات کی تدبیر کرتا ہے۔

امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب سورج محسوسات میں سب سے بڑی چیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اس کے اوصاف اربعہ بھی ذکر کیے جو ان کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

ذات مقدسہ کی صفات کا ذکر

پھر اللہ تعالیٰ نے ذات مقدسہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تین صفات ذکر کیں تا کہ عقل اللہ عزوجل کے جلال وعظمت کے ادراک سے حظ حاصل کرے، گویا یہ ایک راستہ ہے عقل کو عالم محسوسات میں جذب ہونے کی ایک ترغیب مل جاتی ہے اور پھر عقل رب تعالیٰ کی کبریائی کے اوج کمال تک رسائی حاصل کر لیتی۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا: یہ جواب قسم ہے، یعنی وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو طاعت خداوندی کے ذریعے پاکیزہ کیا اور گناہوں کی نجاست سے پاک کیا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا: وہ شخص حقیقت میں خسارے اور نقصان میں ہے جس نے اپنے نفس کو کفر اور معصیت کی نجاست سے آلودہ کیا اور اسے ہلاکتوں میں ڈال دیا۔ چنانچہ جو شخص ہوائے نفس کی مطاوعت کرتا ہے اور اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی وہ حقیقت میں عقلاء کی صف سے نکل جاتا ہے اور جہلاء کے باڑے میں داخل ہو جاتا ہے۔

سرکشی اور باغی کی مثال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سرکش وباغی جو اپنے نفس کو گناہوں اور معصیت سے پاک نہیں کرتا کی مثال بیان فرمائی ہے اور مثال میں قوم صالح علیہ السلام (ثمود) کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ: یعنی قوم ثمود نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور تکذیب کا سبب ان کی سرکشی تھی۔ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا: جب قوم کا بدبخت ترین شخص تیزی اور نشاط کے ساتھ اونٹنی کو قتل کرنے چلا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ بدبخت قدار بن سالف تھا جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ (سورۃ القمر، آیت ۲۹)

قوم نے اپنے ایک بدبخت آدمی کو پکارا اس نے آ و دیکھا نہ تاؤ پس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

اس بدبخت کو قوم میں بڑا عزت مند وشریف سمجھا جاتا تھا اور قوم کا سردار تھا، لیکن قوم کا بدبخت ترین آدمی کہلایا۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ: قوم سے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا: اللہ کی اونٹنی کو کسی قسم کی بھی تکلیف پہنچانے سے باز رہو اور اس کو پانی پینے کی باری سے روکنے سے باز رہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ (سورۃ الشعراء، آیت ۱۵۵)

اونٹنی کے لیے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے لیے بھی ایک مقررہ دن پانی پینے کی باری ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا: ...... چنانچہ انہوں نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اونٹنی کو قتل کر دیا اور اس گھناؤنے جرم سے باز نہ رہے اور اس سے باز رہنے کی طرف مطلق توجہ ہی نہ دی۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ: اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک وتباہ کر دیا، ان کے جرم وسرکشی کی وجہ سے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ خازن کہتے ہیں: الدمدمة: ایسی ہلاکت جو بالکل صفایا کر دے آیت کا معنیٰ ہے: ان پر عذاب کر دیا گیا اور ان میں سے ایک

بھی نہ بچ سکا۔[1] فَسَوّٰىهَا: قبیلے کے لوگوں کو عذاب وسزا ہونے میں برابر کر دیا اور ان میں سے کوئی ایک بھی بچ کے نہ بھاگ سکا، نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا نہ کوئی مالدار بچہ نہ فقیر۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا: اللہ تعالیٰ کو ان کے ہلاک وتباہ کرنے کے انجام کا کوئی ڈر نہیں۔ جیسے رؤسا اور ملوک کو اپنے افعال کے انجام کا خوف ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی خوف نہیں چوں کہ وہ جو کرتا اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا۔

بلاغت:...... سورۃ الشمس میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ:...... اور اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: میں طباق ہے۔ اسی طرح فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: میں بھی طباق ہے۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا: اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا: میں لطیف مقابلہ ہے۔ اسی طرح قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا: اور وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا: میں بھی لطیف مقابلہ ہے۔ نَاقَةَ اللّٰهِ: میں اضافت تشریف ہے۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ: میں تہویل وتفظیع ہے، چنانچہ دمدم عذاب کی ہولناکی پر دلالت کرتا ہے۔ آیات کے آخری حروف میں رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] الخازن ۴

سورۃ اللیل

تعارف:……سورۃ اللیل میں انسان کی سعی ومحنت اوراس کے عمل کے متعلق بات ہوئی ہے، پھراس کا انجام یا جنت میں ہوگا یا دوزخ میں۔

سورۂ کریمہ کی ابتدا میں رات کی قسم اٹھائی گئی ہے جب وہ تاریکیوں سے مخلوق کو ڈھانپ لیتی ہے، پھر دن کی قسم کھائی ہے جو اپنی روشنی سے وجود کائنات کو روشن کردیتا ہے، پھر خالق عظیم کی قسم اٹھائی ہے جس نے دو انواع نرومادہ کو پیدا کیا ہے، اس امر پر قسم اٹھائی گئی ہے کہ مخلوق کا عمل مختلف ہوتا ہے اوران کی راستہ بھی جدا جدا ہے: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴

اس کے بعد راہ سعادت وراہ شقاوت کی وضاحت کی گئی ہے اور جو شخص نجات کا طلب گار ہوتا ہے اس کے لیے ایک خط کھینچ لیا گیا ہے، پھر ابرار وفجار اور اہل جنت واہل نار کے اوصاف بیان کردیے گئے ہیں۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰

اس کے بعد ایک اہم غفلت پر انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ مال جمع کرتا رہتا ہے اوراس سے دھوکا کھاجاتا ہے، جب کہ یہ مال اسے قیامت کے دن کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت، ضلالت کے دونوں راستے واضح کردیے ہیں سورۂ مبارکہ میں اس وضاحت کی حکمت بھی بیان کردی گئی ہے۔ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳

پھر اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اوراس کے انتقام سے ڈرایا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے انتقام لیتا ہے جو اس کی آیات اوراس کے پیغمبر کی تکذیب کرتے ہیں، پھر اہل مکہ کو دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ سے ڈرایا گیا ہے جس میں صرف بدبخت کافر اور فاسق وفاجر ہی جائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے منہ موڑا ہو۔ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مؤمن صالح کا ایک نمونہ بیان کیا گیا ہے جو بھلائی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ اپنے نفس کو پاک کرکے اور عذاب سے اپنے آپ کو بچائے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کردیا تھا۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝۱۹

رُكُوْعَاتُهَا ۱	(۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹)	اٰيَاتُهَا ۲۱

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝۱۹ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝۲۰ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝۲۱ ع ۲۱/۱۷

ترجمہ:……قسم ہے رات کی جب وہ چھپالے ۝۱ اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہوجائے ۝۲ اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا

کیا④ کہ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں④ سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا⑤ اور الحسنیٰ کو سچا جانا⑥ تو ہم اس کے لیے راحت والی خصلت کو آسان کر دیں گے⑦ اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی⑧ اور الحسنیٰ کو جھٹلایا⑨ تو ہم اس کے لیے مصیبت والی خصلت کو اختیار کرنا آسان کر دیں گے۔⑩ اور جس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا⑪ واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے⑫ اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا۔⑬ تو میں تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں⑭ اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا⑮ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی⑯ اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے⑰ جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے⑱ اور بجز اپنے عالی شاہ پروردگار کی رضا جوئی کے⑲ اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو⑳ اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔㉑

لغات: تَجَلّٰى: ...... چھٹ گیا، ظاہر ہوا۔ شَتّٰى: متفرق مختلف۔ اَلْحُسْنٰى: کلمۂ حسنیٰ اور مراد کلمہ توحید ہے۔ اَلْيُسْرٰى: ایسی خصلت جو تنگی اور شدت کی طرف لے جائے اور وہ تنگی دوزخ ہے۔ تَرَدّٰى: ہلاک ہوا۔ دوزخ میں جا گرا۔ تَلَظّٰى: دہک رہی ہے، شعلے مارتی ہے۔ يَصْلٰىهَا: اس میں داخل ہوگا۔

مناسبت: ...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے، وہ بدبخت آپ رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام پر سخت سزا دیتا تھا، شدید دھوپ وتپش میں انہیں باندھ کر پھینک دیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور کہتا: تو اسی حالت میں رہے گا حتیٰ کہ مر جائے یا محمد کے راستے سے ہٹ جائے، بلال رضی اللہ عنہ اسی حالت میں احد احد کا اقرار کرتے جاتے، چنانچہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ سخت اذیت میں تھے آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے کہا: کیا تو اس مسکین کے متعلق اللہ سے نہیں ڈرتا ہے امیہ نے جواب دیا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو نے ہی تو اسے خراب کیا ہے، اب تو ہی اس کی جان بچا، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خرید لیا اور پھر اللہ کی راہ میں انہیں آزاد کر دیا۔ اس پر مشرکین کہنے لگے ابوبکر نے بلال کو کسی غرض کے تحت آزاد کیا ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑ [1]

تفسیر: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى: ...... قسم ہے رات کی جب وہ اپنی تاریکیوں سے کائنات کو ڈھانپ لیتی ہے اور موجودات پر پردہ کر دیتی ہے۔ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى: اور دن کی قسم ہے جب وہ روشن ہو جاتا ہے اور کھل جاتا ہے، سارے عالم کو روشن کر دیتا ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم اٹھائی ہے چوں کہ رات مخلوق کے لیے سکون کا وقت ہے۔ رات کے وقت انسان وحیوان اپنے اپنے نشیمن میں پناہ لے لیتے ہیں، حرکت واضطرار میں سکون آ جاتا ہے، پھر دن کی قسم کھائی چوں کہ دن کے وقت مخلوق حرکت میں آ جاتی اور روزہ مرہ کے معمولات میں مشغول ہو جاتی ہے، دن اور رات کی قسم اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ ان دونوں اوقات کی بڑی زبردست اہمیت ہے اور مخلوقات کے مصالح ان دونوں اوقات کے ساتھ گہری وابستگی رکھتے ہیں، دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں، اگر ساری زندگی رات ہی رات ہوتی تو سلسلۂ معاش معطل ہو کر رہ جاتا، اگر کلی طور پر دن ہی دن ہوتا مخلوق سکون سے محروم ہو جاتی اور انسان کے مصالح میں خلل واقع ہو جاتا۔ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى: اور قسم ہے اس قادر ذات کی جس نے نر و مادہ کی دو اصناف کو پیدا کیا ہے اور نطفہ سے ان دونوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے دو انواع پر اپنی ذات کی قسم اٹھائی، دراصل اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم ہے اور وہ پیدا کرنے والا ہے، جب کہ یہ حقیقت عقل وشعور سے بالاتر ہے کہ اصل اجزاء منی ہوتے میں برابر ہیں پھر نر و مادہ ہونے کا اختلاف کیسے وقوع پذیر ہوتا ہے؟ کیا محض طبع مزاج سے ایسا ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ عنصر واحدہ سے بچے کا کبھی نر ہونا اور کبھی مادہ ہونا اس امر پر دلیل کرتا ہے کہ اس نظام کو وضع کرنے والی ذات عالم ہے یعنی جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے اس کا علم رکھتا ہے اور جو کرتا ہے وہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى: یہ جواب قسم ہے۔ یعنی حقیقت میں تمہارا عمل مختلف ہے، سو تم میں سے بعض نیک مصالح ہیں اور بعض بدوشقی، پھر اس کی تفسیر کی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى: سو جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے اپنا مال خرچ کیا اور اپنے پروردگار سے ڈرا اور محرمات سے دور رہا۔

[1] الصاوی ۴/ ۳۲۶ تفسیر الخازن ۴/ ۲۵۶

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یعنی وہ چیز دیتا ہے جس کے دینے کا اسے حکم دیا گیا ہے، اور اپنے جملہ امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى: یعنی اس نے بہشت کی تصدیق کی جو اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى: ہم اسے خیر و بھلائی کے عمل کی توفیق دیں گے اور اس کے لیے طاعات کا بجالانا اور محرمات کا ترک کرنا آسان کر دیں گے۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى: رہی بات اس شخص کی جس نے مال خرچ کرنے میں بخل کیا اور اللہ عزوجل کی عبادت سے منہ موڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی اپنے مال میں بخل کیا اور اپنے پروردگار سے مستغنی ہوا۔ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ جنت اور اس کی نعمتوں کو جھٹلایا۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى: ہم ایسی خصلت اس کے لیے آسان کر دیں گے جو اسے تنگی کی طرف لے جائے گی اور وہ دنیا و آخرت کی بری زندگی ہے اور وہ شر کا راستہ ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: خیر کے راستے کو ''یسریٰ'' کا نام دیا گیا ہے چوں کہ اس کا انجام آسان اور سہولت ہے اس سے مراد جنت میں جانا ہے، اور شر کے راستے کو ''عسریٰ'' سے تعبیر کیا گیا ہے چوں کہ اس کا انجام تنگی یعنی دوزخ ہے۔ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى: استفہام انکاری ہے یعنی جب وہ دوزخ کی آگ میں تباہ ہوگا تو اس کا مال اسے کیسے بچا سکتا ہے؟ کیا اس کا مال اسے بچائے گا؟ کیا وبال سے اسے بچا سکتا ہے؟ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى: ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم لوگوں کو ہدایت کا راستہ صاف واضح دکھا دیں اور گمراہی کے راستے سے اسے جدا کر دیں، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ

کہہ دیجیے حق وہی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ (سورۃ الکہف، ۲۹)

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى: ...... یعنی جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے وہ ہمارے لیے ہے جس نے دنیا و آخرت کو غیر اللہ سے طلب کیا اس نے راستہ گم کر دیا۔ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى: اے اہل مکہ! میں تمہیں دوزخ کی انتہائی تپش والی دہکتی ہوئی آگ سے ڈراتا ہوں۔ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى: دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہیں داخل ہوگا مگر وہی شخص جو بد بخت کافر ہو۔ آگے اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى: بد بخت وہی ہے جس نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور ایمان سے روگردانی کی۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى: اور وہ شخص جو نیک و صالح اور پرہیزگار ہوگا وہ دوزخ کی آگ سے دور رہے گا۔ آگے اس کی وضاحت کر دی کہ وہ کون ہے۔ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى: یہ وہ شخص ہے جو خیر و بھلائی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ اپنے نفس کو پاک کرے۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى: جب کہ اس کے پاس کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا اسے بدلہ دیا جائے وہ تو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے مال خرچ کرتا رہا۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا، مشرکین کہنے لگے: ابوبکر نے ایسا اس لیے کیا ہے کہ اس پر بلال کا احسان تھا۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى: اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اس کی کوئی غرض نہیں۔ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى: عنقریب اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں ایسا اجر و ثواب عطا کرے گا جس سے وہ خوش ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے۔

بلاغت: ...... اَلْاَشْقَى: اور اَلْاَتْقَى: میں طباق ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى: اور وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى: میں لطیف مقابلہ ہے۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى: میں مفعول تعمیم کے لیے حذف کر دیا گیا ہے تاکہ سامع کا ذہن ہر طرف جا سکے۔ سورۂ مبارکہ کی آیات کے آخری حروف میں خوبصورت سجع بندی ہے۔

نکتہ معرفت: ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اعتق سیدنا سیدنا۔ ہمارے سردار نے ہمارے ایک اور سردار کو آزاد کیا ہے یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا ہے۔ یہ نفوس قدسیہ ہی ایک دوسرے کے مقام پہنچانتے تھے۔ یا اللہ! ہمیں بھی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما۔ آمین!

سورۃ الضحیٰ

تعارف:...... سورۃ الضحیٰ میں حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت کا بیان ہے اور آپ پر اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں جو انعامات کیے ہیں ان کا بیان ہے، تا کہ آپ ان انعامات و احسانات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں قدر رسول ﷺ کی جلالت کی قسم اٹھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا اور نہ آپ سے اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کا بغض ہے جیسے مشرکین کا زعم تھا، بلکہ آپ اللہ کے ہاں رفیع القدر اور عظیم المرتبت ہیں۔ وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ③

اس کے بعد آپ کو آخرت کے عطائے جزیل کی خوشخبری دی گئی ہے، کہ آخرت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے انواع کرامات اور شفاعت عظمیٰ تیار کر رکھی ہے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ⑤

پھر سورۂ مبارکہ میں آپ کو بچپن کے احوال کی یاد دلائی گئی ہے کہ آپ یتیم تھے، فقر و فاقہ سے آپ کو واسطہ پڑتا تھا، آپ بے سہارا تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سہارا دیا، ٹھکانا دیا اور لوگوں سے بے نیاز کر دیا۔ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ⑥

سورۂ مبارکہ کے آخر میں آپ ﷺ کو تین وصیتیں کی گئی ہیں جو اوپر مذکور تین نعمتوں کے مقابلہ میں ہیں تا کہ آپ بھی یتیم پر ترس کھائیں، محتاج پر رحم کریں اور مسکین کا سہارا بنیں۔ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨

یہ سورۂ مبارکہ کا خوبصورت اختتام ہے جس کے الفاظ میں تناسق پایا جاتا ہے۔

آیاتها ۱۱ — (۹۳) سُوْرَةُ الضُّحٰی مَكِّیَّةٌ (۱۱) — رُكُوْعَاتُهَا ۱

وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ④
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ⑤ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ⑥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ⑦
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ⑧ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ
رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪ ع ۱۸

ترجمہ:...... قسم ہے دن کی روشنی کی ① اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے ② آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی ③ اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے ④ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے۔ ⑤ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا ⑥ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا ⑦ اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا۔ ⑧ تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجیے ⑨ اور سائل کو مت جھڑکیے ⑩ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے۔ ⑪

لغات: سَجٰی:...... سجی اللیل: رات کی تاریکی شدید ہوگئی۔ قَلٰی: بغض کیا۔ راغب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَلْقِلٰی: شدید بغض۔ اٰوٰی: اس کے سائے میں دے دیا جو اس کی نگرانی کرے۔ عَآئِلًا: فقری۔ جس کا فقر و فاقہ بڑھ جائے۔ جریر شاعر کہتا ہے:

الله نزل فی الکتاب فریضة   لابن السبیل والفقیر العائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسافر اور محتاج فقیر جس کا فقر و فاقہ بڑھ گیا ہو گا حق فرض قرار دیا ہے۔

تَقْهَرْ: ......تو تذلیل کرتا ہے۔ تحقیر کرتا ہے۔ تَنْهَرْ تو اسے جھڑکتا ہے۔

شانِ نزول: ......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو تین دن تک علیل ہو گئے، آپ کے پاس ابولہب کی بیوی ام جمیل آئی اور کہنے لگی: اے محمد! میرے خیال میں تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے میں اسے دو تین دن سے تمہارے پاس آتے نہیں دیکھ پائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

تفسیر: وَالضُّحٰىۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى: ......اللہ تعالیٰ نے وقت ضحیٰ کی قسم اٹھائی ہے اور یہ چاشت کا وقت ہوتا ہے جب سورج بلند ہو جاتا ہے اور رات کی قسم اٹھائی ہے جب اس کی تاریکی چھا جائے اور ہر چیز کو ڈھانپ لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سَجٰى: یعنی رات تمام تر تاریکیوں کے ساتھ ہو گئی۔[1] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جو اس نے چاشت کے وقت کی اٹھائی ہے اور رات کی قسم اٹھائی ہے اذا سکون ہو جاتا ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ظاہری دلیل ہے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى: اے محمد! تیرے پروردگار نے جب سے تمہیں چنا ہے تب سے تمہیں چھوڑا نہیں اور جب سے تم سے محبت کی ہے تم سے بغض نہیں رکھا، اس آیت میں مشرکین پر رد ہے۔ مشرکین کہتے تھے محمد کو اس کے رب نے چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ جواب قسم بھی ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى: اور اے محمد! آخرت کا ٹھکانا اس دنیا سے تمہارے لیے بہتر ہے چوں کہ آخرت باقی رہنے والی ہے جب کہ دنیا فانی ہے۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: یا اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى: تمہارا پروردگار تمہیں آخرت میں اجر و ثواب، شرف و مرتبہ اور شفاعت عطا کرے گا۔ جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عطائے عظیم سے مراد شفاعت ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں گے۔ چنانچہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کا ذکر کیا پھر فرمایا: یا اللہ! میری امت، میری امت، پھر آپ رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جاؤ اور ان سے رونے کی وجہ دریافت کرو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے، تاہم جبرائیل امین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور رونے کی وجہ دریافت کی، آپ نے وجہ بتلائی۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو دوبارہ حکم دیا کہ محمد کے پاس جاؤ اور کہو: ''کہ ہم عنقریب تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے ہم تمہیں بھولیں گے نہیں۔'' حدیث میں ہے: ''ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے جو قبول کی جاتی ہے، چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعا مانگنے میں جلدی کی تاہم نے اپنی دعا کو چھپائے رکھا اور وہ دعا قیامت کے دن میری امت کی شفاعت کے متعلق ہے۔''[2] الحدیث۔ خازن کہتے ہیں: اولیٰ یہ ہے کہ آیت کو ظاہر پر محمول کیا جائے تاکہ دنیا و آخرت کی بھلائی کو شامل ہو جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں فتح و نصرت، صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اور فتوحات سے نوازا، آپ کو دین کی سربلندی عطا کی، آپ کی امت کو خیر الامم قرار دیا، آخرت میں آپ کو شفاعت کبریٰ اور مقام محمود عطا کیا۔[3]

اللہ تعالیٰ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسانات

اس عظیم وعدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات ذکر کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر بچپن میں کیے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى: اے محمد! کیا تم یتیم نہیں تھے پھر تمہیں تمہارے چچا ابوطالب کی پناہ اور سہارا عطا کیا؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ کے بطن میں تھے کہ آپ کے والد محترم وفات پا گئے تھے پھر چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ اللہ کو پیاری ہو گئیں، پھر آپ اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت میں چلے گئے لیکن وہ بھی دو سال بعد داغ مفارقت دے گئے، اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی، پھر آپ کی کفالت آپ کے چچا ابوطالب نے لے لی، ابوطالب آپ کی مدد کرتے آپ کی حمایت میں پیش پیش رہتے، حتیٰ کہ چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا جب کہ ابو طالب بتوں کی عبادت پر ڈٹے رہے، بایں ہمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے رہے اور آپ کا سہارا بنے رہے۔[4] وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى: اور آپ کو شریعت اور دین سے ناواقف پایا تو آپ کو شریعت و دین کی راہ دکھائی، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

[1] تفسیر الخازن: ۴/ ۲۵۸ [2] اخرجہ مسلم [3] اخرجہ مسلم [4] اخرجہ الشیخان

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ. (سورۃ الشوریٰ، آیت ۵۲)

آپ کتاب اور ایمان کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔

امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی جس شریعت پر اب تم ہو اس سے تمہیں ناواقف اور دور پایا تو تمہیں اس کی راہ دکھائی۔[1] بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ بچپن میں مکہ کی گھاٹیوں میں گم ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے دادا کے ہاں واپس لوٹایا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں ضلالت (گمراہی) ہدایت کا متضاد مراد نہیں ہے چوں کہ انبیائے کرام گمراہی سے معصوم ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں مکہ کی گھاٹیوں میں گم ہو جانا ہے۔ ایک اور قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام کے راستے میں تھے کہ آپ گم ہو گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا ابوطالب بھی تھے۔[2] وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى: اور تمہیں محتاج وفقیر پایا اور تمہیں مخلوق سے بے نیاز کر دیا اور آپ کے لیے تجارت کے اسباب مہیا کر دیے۔

نعمت کے بعد وصیت کا ذکر

اوپر تین نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان کے مقابلہ میں تین وصیتوں کا بیان ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ: رہی بات یتیم کی سو اس کی تحقیر وتذلیل مت کرو اور اس کے مال پر قبضہ مت کرو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی یتیم کی تحقیر مت کرو۔ سفیان کہتے ہیں یعنی یتیم کا مال ضائع کر کے اس پر ظلم مت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ یتیم کے لیے رحم دل باپ کی طرح بن جاؤ چنانچہ آپ بھی یتیم تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھکانا دیا۔ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ: رہی بات ضرورت مند سائل کی جو فقر ومحتاجی کی وجہ سے سوال کرتا ہو سو جب وہ تم سے سوال کرے تو اسے جھڑکو مت، سخت بات اس سے مت کرو بلکہ اسے عطا کرو یا نرمی کے ساتھ سے ٹال دو۔ قتادہ کہتے ہیں: یعنی مسکین کو نرمی کے ساتھ واپس کرو۔ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ: اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو فضل وکرم اور انعام واحسان کیا ہے اسے لوگوں سے بیان کرو۔ چوں کہ نعمت خداوندی کا تذکرہ حقیقت میں اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں: آپ یتیم، سیدھے راہ سے ناواقف اور بے گھر تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھکانا دیا، سیدھی راہ دکھائی او ر بے نیاز کر دیا۔ یہ تین نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کی ہیں انہیں ہرگز مت بھولو۔ لہٰذا یتیم کے ساتھ نرم دل سے پیش آؤ، سوال کرنے والے پر رحم کرو تم بھی یتیمی اور محتاجی کی حالت سے گزرے ہو اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتے رہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سیدھی راہ دکھائی ہے۔[3]

بلاغت: اَلْاٰخِرَةُ: ...... اور الْأُوْلٰى: میں طباق ہے، اولیٰ سے مراد دنیا ہے۔ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى. وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى: اور فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ: میں لطیف مقابلہ ہے جو کہ علم بدیع کے لطائف میں سے ہے۔ تَقْهَرْ: اور تَنْهَرْ: میں تجنیس ناقص ہے۔ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴿٨﴾ میں خوب صورت سجع بندی ہے۔

الحمد للہ سورۃ الشمس، سورۃ اللیل اور سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۵ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ اگست ۲۰۱۵ء بروز جمعرات مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور ہمارے لیے اسے ذریعہ نجات بنائے۔

---

[1] تفسیر الخازن: ۴/ ۲۶۰ [2] تفسیر الجلالین: ۴/ ۳۳۰ [3] تفسیر الآلوسی ۳۰: / ۱۶۴

سورۃ الانشراح

تعارف:.....سورۃ الانشراح مکیہ ہے اور اس میں رسول کریم ﷺ کے مقام عالی شان کو بیان کیا گیا ہے۔ سورہ مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ پر کی گئی مفید نعمتوں اور انعامات و احسانات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے آپ کا سینہ مبارکہ کھول دیا، حکمت و عرفان سے آپ کا دل منور کر دیا، آپ کو گناہوں کی نحوست سے پاک کر دیا۔ ان انعامات کا ذکر آپ کو تسلی دینے کے لیے کیا گیا ہے: اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝۱ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝۲

پھر سورہ مبارکہ میں آپ کے مقام عالی شان کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت میں عطا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کا نام جوڑ دیا۔ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝۲

سورہ مبارکہ میں آپ کی دعوت کا بھی بیان ہے چنانچہ آپ اہل مکہ کو دین کی دعوت دیتے رہے اور آپ کو مؤمنین کے ساتھ شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑتا، اللہ تعالیٰ نے عنقریب فراخی اور دشمن کے مقابلہ میں فتح و نصرت کی نوید سنائی۔ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝۶

سورہ مبارکہ کے آخر میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ رہنے کی تاکید کی گئی ہے چوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے۔ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ۝۸

اٰيَاتُهَا ۸ (۹۴) سُوۡرَةُ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رُكُوۡعَاتُهَا ۱

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝۱ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝۲ الَّذِىۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۝۳ وَرَفَعۡنَا لَكَ
ذِكۡرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۝۷ وَاِلٰى
رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ۝۸

ع ۸ ۱۴

ترجمہ:.....کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۱ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا۲ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی، ۳ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا۴ سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۵ بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۶ سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجیے۷ اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔۸

تفسیر: اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ: استفہام بمعنی تقریر ہے یعنی بتحقیق ہم نے اے محمد! ہدایات و ایمان کے لیے تمہارا سینہ کھول دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ (سورۃ الانعام، آیت ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے تو اسلام کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہم نے اپ کے دل کو منور و کشادہ کر دیا اور کھول دیا، اس میں حق کے سما جانے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کو بھی سہل و آسان اور کشادہ بنایا ہے۔ اس میں حرج و تنگی نہیں ہے۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سینہ کھولنے سے مراد سینے کو حکمت سے منور کرنا ہے تاکہ وہ وحی کی قبولیت کے قابل ہو جائے۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد آپ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ جبرائیل امین نے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا تھا۔[1] وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ: اور آپ سے

[1] تفسیر البحر المحیط: ۸/ ۴۸۷

وہ بھاری بوجھ اتار دیا۔ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَكَ: جس نے آپ کی کمر کو توڑ دیا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں: بوجھ سے مراد وہ امور ہیں جو نبی کریم ﷺ نے انجام دیے اور اس کے اتار دینے سے مراد ان امور کو معاف کرنا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت ۲)

تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔

آیت میں "وزر" سے مراد گناہوں اور معاصی کا بوجھ نہیں ہے چوں کہ پیغمبر معصوم عن الخطا ہوتے ہیں بلکہ وہ امور مراد ہیں جو آپ ﷺ نے اجتہاد سے انجام دیے اور پھر ان پر عتاب نازل ہوا جیسے منافقین نے جہاد کے موقع پر عذر ظاہر کیا آپ نے عدم شمولیت کی اجازت دے دی، اسی طرح بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینا، عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض کرنا۔ وغیر ذالك

تسہیل میں لکھا ہے: انبیاء کے گناہوں کو ثقل (بوجھ) سے تعبیر کیا گیا ہے جب کہ یہ صغائر میں جو معاف کر دیے گئے، چوں کہ انبیاء علیہم السلام صغائر پر بھی غمزدہ ہوتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں، چنانچہ انبیاء اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ خوف محسوس کرتے ہیں اس لیے شدت خوف کی وجہ سے صغائر کو بھاری بوجھ سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے حدیث میں آیا ہے۔ ''مؤمن گناہ کو پہاڑ کی طرح گراں سمجھتا ہے جو اس پر آن گرا ہو، جب کہ منافق اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اڑتی ہوئی اس کی ناک پر آن بیٹھتی ہے اور اسے جھٹ سے اُڑا دیتا ہے۔[1]

النقیض سے مراد وہ چر چراہٹ کی آواز ہے جو اونٹ پر رکھے کجاوے سے سنائی دیتی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ: یعنی ہم نے اپ کی شان بلند کر دی اور ہم نے دنیا وآخرت میں آپ کا مقام بلند کر دیا اور آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی میرا ذکر نہیں کیا جاتا مگر تمہارے ذکر کے ساتھ۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ چنانچہ ہر خطیب، ہر نمازی ہر مؤذن اعلان کرتا ہے۔

أشهد ان لا اله الا الله وأن محمدًا رسول الله

حدیث میں ہے: میرے پاس جبرائیل امین آئے اور مجھ سے کہا: اے محمد! تمہارا پروردگار کہتا ہے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسے بلند کیا؟ میں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، فرمایا: جب میرا ذکر کیا جاتا ہے ساتھ تمہارا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔[2]

بحر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر اپنے ساتھ جوڑ دیا، چنانچہ کلمہ شہادت، اذان، اقامت، تشہد اور خطبہ میں اللہ کے ذکر کے ساتھ جوڑ دیا۔ چنانچہ کلمہ شہادت، آذان، اقامت، تشہد اور خطبہ میں اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ نبی کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی، انبیاء کرام اور سب امتوں سے عہد لیا گیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔[3] جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

وضم الالہ اسم النبی الی اسمه　　اذا قال فی الخمس المؤذن أشهد

وشق له من اسمه ليجله　　فذو العرش محمود وهذا محمد

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام جوڑ دیا ہے جب مؤذن پانچ وقت آذان دے رہا ہوتا ہے وہ کلمات شہادت زبان سے نکال رہا ہوتا ہے، نبی کا نام جلیل القدر رکھا ہے چنانچہ وہ عرش والا المحمود ہے اور یہ محمد ہے۔[4]

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا:...... یعنی تنگی کے بعد فراخی آجاتی ہے اور شدت کے بعد آسودگی ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: مکہ میں رسول مقبول ﷺ اور آپ کے صحابہ نہایت تنگی اور اذیت میں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ فراخی اور آسانی کا وعدہ کر دیا۔ جیسے شروع سورت میں آپ پر کی گئی نعمتوں کا ذکر کیا تا کہ آپ کو تسلی مل جائے اور آپ کی امید بڑھ جائے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: جس نے تمہارے اوپر انعام واکرام کیا وہ تمہاری مدد بھی کرے گا اور تمہارا پیغام غالب کرے گا اور اس تنگی کو فراخی سے بدل دے گا، اسی لیے آیت کے یہ الفاظ مکرر لائے گئے ہیں۔

---

[1] التسہیل: ۴/۲۰۶ [2] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۵۲ [3] البحر المحیط: ۸/۴۸۸ [4] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۵۲

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا:...... یعنی عنقریب تنگی کے بعد آسانی آئے گی اور مشکلات کے بعد آسانیاں آئیں گی، لہٰذا آپ غمزدہ نہ ہوں۔ حدیث میں ہے: ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔[1] فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ: اے محمد! جب آپ مخلوق کو دعوت دینے سے فارغ ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ، اور جب تم دنیوی امور سے فارغ ہو جاؤ تو آخرت کی طلب میں اپنے آپ کو لگا دو۔ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ: اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اجر و ثواب اور انعامات و احسانات کی رغبت و فکر میں لگ جاؤ، نہ کہ اس فانی دنیا کی رغبت میں لگے رہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: جب تم دنیا کے امور سے فارغ ہو جاؤ اور دنیوی علائق سے بیگانہ ہو جاؤ تو عبادت کی طرف مشغول ہو جاؤ اور عبادت کی طرف نشاط کے ساتھ مصرف ہو جاؤ اور اپنے رب کے لیے نیت و رغبت کو خالص کر لو۔[2]

بلاغت: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ:...... میں استفہام تقریری ہے جو احسان جتلانے اور انعام کی یاد دہانی کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ: میں استعارہ تمثیلیہ ہے: گناہوں کو بھاری بوجھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ بطور استعارہ تمثیلیہ ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا: میں تنکیر برائے تفخیم و تعظیم ہے۔ اَلْیُسْرًا: اور الْعُسْرِ: میں تجنیس ناقص ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا: میں تکرار جملہ ہے تاکہ اس کا معنی نفوس میں جاگزیں ہو جائے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ: اور وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ: میں آخری حروف سے رعایت سجع بندی ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] اخرجہ الحاکم والبیہقی [2] مختصر ابن کثیر: ۳/ ۶۵۳

سورۃ التین

تعارف:...... سورۂ تین میں دو اُمور موضوع بحث ہیں۔

اول:...... نوع بشر کی تکریم۔

دوم:...... حساب وجزا پر ایمان۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں مقامات مقدسہ بیت المقدس، طور پہاڑ اور مکہ مکرمہ کی قسم اٹھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت ومقام بخشا ہے اور انسان کو انتہائی اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ لہٰذا انسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے اگر شکر ادا نہیں کرے گا تو آتش جہنم کا مستحق ہوگا۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③

بعث ونشور کے انکار پر کافر کی توبیخ کی گئی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر واضح دلائل موجود ہیں، بذات خود انسان کی شکل وصورت میں قدرت خداوندی کے دلائل ہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④

سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا بیان ہے کہ وہ قیامت کے دن مؤمنین کو ثواب عطا کرے گا اور کافروں کے نصیب میں دوزخ کا عذاب ہوگا۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ⑦ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ⑧

اس میں تقریر جزا اور اثبات معاد ہے۔

اٰيَاتُهَا ۸ — (۹۵) سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ (۲۸) — رُكُوْعَاتُهَا ۱

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ
تَقْوِيْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ
مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ⑦ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ⑧ ع ۲۰

ترجمہ:...... قسم ہے انجیر کی اور زیتوں کی ① اور طور سینین کی ② اور اس امن والے شہر کی، ③ ہم نے انسان کو سب سے اچھے سانچہ میں پیدا کیا ہے ④ پھر ہم اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیتے ہیں ⑤ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ سو ان کے لیے ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا ⑥ پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ ⑦ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ ⑧

لغات: طُوْرِ سِيْنِيْنَ:...... مراد کوطور ہے جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ تَقْوِيْمٍ تبدیل: مقولہ ہے: قَوَّمَ العود۔ لکڑی سیدھی کی۔ قَوَّمَهُ الدهر۔ اسے زمانے نے پختہ رائے والا اور عقل مند بنا دیا ہے۔ سِيْنِيْنَ: مبارک۔ مَمْنُوْنٍ: نہ ختم ہونے والا۔ الدِّيْنَ: جزاء۔ دان یدین سے ہے بمعنی بدلہ دیا۔ حدیث میں ہے: ''كما تدين تدان'' ''تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔''

تفسیر: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ:...... یہ قسم ہے، یعنی تین اور زیتون کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو درختوں کی برکت اور عظیم منفعت کی بنا پر قسم اٹھائی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ وہ تین ہے جسے تم کھاتے ہو اور وہ زیتون مراد ہے جس سے تم روغن حاصل کرتے ہو۔[1] عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تین وزیتون کی پیداوار کے علاقوں کی قسم اٹھائی ہے چنانچہ تین دمشق میں بکثرت ہوتا ہے اور زیتون بیت المقدس میں وافر ہے، گویا ان جگہوں کی قسم اٹھائی ہے۔ بعد میں جگہوں کا عطف کیا ہے جبل طور، اور امن والا شہر یعنی مکہ مکرمہ۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مقامات مقدسہ کی قسم اٹھائی

[1] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۱۰

ہے اور ان جگہوں کو اللہ تعالیٰ نے وحی اور رسالت کے ساتھ عظمت بخشی ہے۔ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ: اور کوہِ مبارک کی قسم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا اور وہ طورسینا ہے جو درختوں سے ڈھکا ہوا ہے نہایت خوبصورت اور بابرکت ہے۔ خازن کہتے ہیں: حسن و برکت کی وجہ سے اسے سینین کہا جاتا ہے۔[1] وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ: اور امان والے شہر کی قسم ہے، امن والا شہر مکہ مکرمہ ہے، جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے مامون ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝ (سورۃ العنکبوت، آیت ۶۷)

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے مکہ کو حرمت و امن والا شہر بنایا حالاں کہ اس کے آس پاس سے لوگ اُچک لیے جاتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زیادہ تر مفسرین کی رائے کے خطابت سورۂ مبارکہ میں مقامات مقدسہ کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ سو امن والا شہر مکہ مکرمہ ہے، طور سینین کوہ طور ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا۔ اسے طور سیناء بھی کہا جاتا ہے، رہی بات تین اور زیتون کی سو قتادہ سے مروی ہے کہ یہ بھی دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان میں سے ایک دمشق میں ہے اور دوسرا بیت المقدس میں، گویا آیت کریم میں تین و زیتون سے مراد وہ جگہ ہے جو ان درختوں کو اگاتی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق تین اور زیتون سے مراد درخت ہی ہیں یہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے۔ ان اشیاء کی قسم اٹھانے سے غرض ان بابرکت جگہوں کا شرف و مرتبہ ظاہر کرنا ہے، ان میں ظاہر ہونے والی خیر و بھلائی اور بعثت انبیاء کا بھی اظہار کرنا مقصود ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: بعض آئمہ کا بیان ہے کہ آیات میں تین جگہوں کا ذکر ہے ان میں سے ہر جگہ میں اللہ تعالیٰ نے اولی العزم انبیاء میں سے کسی نہ کسی نبی کو مبعوث کیا ہے۔ چنانچہ پہلی جگہ تین و زیتون کی پیداوار کی جگہ ہی اور وہ بیت المقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا اور تیسری جگہ احسان والی جگہ مکہ مکرمہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ تورات کے آخر میں ان تینوں مقامات کا ذکر ہے۔ ”اللہ تعالیٰ (کا نور) طور سینا سے آیا اور ساعیہ پہاڑ (جو کہ بیت المقدس میں ہے) سے چمکا اور پھر کوہِ فاران سے ظاہر ہوا“ کوہِ فاران سے مراد مکہ کے پہاڑ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔[2] جواب قسم بعد والی آیت ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ: ہم نے جنس انسان کو اچھی شکل و صورت میں پیدا کیا ہے جو کہ صفات والا ہے خوبصورت ہے، سیدھی قامت والا ہے متناسب الاعضاء ہے، فہم و فراست رکھتا ہے، عقل و تمیز اور نطق و ادب سے متصف ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ: یعنی اچھی صورت پر بنایا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ: پھر اسے سب سے زیادہ نیچی حالت کی طرف پھیر دیا، چوں کہ وہ تخلیق کے مقاصد کو پورا نہیں کر پایا، چنانچہ اس نے اپنی خوبصورتی کا شکر ادا نہیں کیا، ہماری عطا کی ہوئی طاقتوں اور صلاحیتوں کو ہماری اطاعت میں صرف نہیں کیا، اسی لیے ہم نے اسے جہنم کے نچلے درجے میں لا ڈالا۔ مجاہد کہتے ہیں: اَسْفَلَ السّٰفِلِيْنَ: یعنی دوزخ کا سب سے نچلا درجہ۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی ہم نے انسان کو رذیل ترین عمر کی طرف پھیر دیا اور وہ جوانی کے بعد بڑھاپا ہے اور قوت کے بعد ضعف ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے یہ بات متبادر فی الذین ہوتی ہے کہ قیامت کے دن کافر کی حالت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، قیامت کے دن کافر نہایت قبیح اور بری صورت میں ہوگا، جب کہ وہ دنیا میں خوبصورت تھا۔[3] اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: ہاں البتہ جو لوگ ایمان والے اور پرہیزگار رہوں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو اپنے اندر جمع کر رکھا ہوگا۔ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ: ان کے لیے دائمی نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب ہے اور جنت ہے جو متقین کا ٹھکانا ہے۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ: بطور التفات انسان سے خطاب ہے۔ یعنی اے انسان دلائل و براہین کی اس وضاحت کے بعد تیری تکذیب کی کیا وجہ بنتی ہے؟ چنانچہ انسان کو نطفہ سے پیدا کیا اور اسے اچھی صورت عطا کی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و صناعت پر زبردست دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بعث بعد الموت پر قادر ہے۔ بھلا ان براہین کے بعد اے انسان! تجھے روز قیامت کی تکذیب پر کون سی چیز مجبور کرتی ہے؟ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ: کیا وہ اللہ جس نے انسان کو ابتداءً پیدا کیا، کیا وہ انسانوں کے درمیان سب عادلوں سے بڑھ کر عدل کرنے والا اور سب حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟ حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الخازن: ۴/۲۶۶ [2] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۵۴ [3] روح المعانی: ۳۰/۱۷۶

جب یہ سورت تلاوت کرتے ختم کرنے پر کہتے: بلی وانا علی ذالك من الشاھدین کیوں نہیں اور میں اس پر گواہ ہوں۔

بلاغت: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ:.......میں مجاز عقلی ہے حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے۔ چنانچہ راجح قول کے مطابق شام اور بیت المقدس مراد ہیں۔ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ: اور اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ: میں طباق ہے۔بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔فَمَا يُكَذِّبُكَ: میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے۔اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ: میں استفہام تقریری ہے۔الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ. اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ. اَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ: میں سجع بندی کی رعایت ہے۔

لطیف نکتہ:.....امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیفہ ذکر کیا ہے کہ عیسیٰ ہاشمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، ایک دن اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تم چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تمہیں تین طلاقیں۔ چنانچہ عورت نے خاوند سے پردہ کر لیا اور کہا تو نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ عیسیٰ ہاشمی بہت پریشان ہوا اور خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہو گیا اور سارا واقعہ اس کے گوش گزار کیا، خلیفہ نے مفتیان وفقہاء کرام کو جمع کیا اور ان سے مسئلہ دریافت کیا، حاضرین میں سے سب نے کہا کہ عورت کو طلاق ہو چکی ہے، البتہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک آدمی خاموش بیٹھا رہا اور اس نے کسی قسم کی رائے کا اظہار نہ کیا۔ منصور نے اس سے خاموشی کی وجہ دریافت کی؟ وہ بولا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ: چنانچہ انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں۔ خلیفہ بولا: تو نے سچ کہا۔ عورت عیسیٰ ہاشمی کو واپس کر دی۔

الحمد للہ سورۃ الانشراح اور سورۃ التین کی تفسیری کا ترجمہ آج بتاریخ ۷ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

سورۃ العلق

تعارف: سورۂ مبارکہ میں درج ذیل امور پر بات ہوئی ہے۔

اول:...... ختم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا آغاز۔

دوم:...... انسان کا اپنے مال پر اترانا اور سرکشی اختیار کرنا۔

سوم:...... بدبخت ابوجہل کا قصہ اور اس کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا۔

سورۂ مبارکہ میں دائمی معجزہ یعنی نزول قرآن کا ذکر ہے اور یہ اولیں نعمت تھی، اس کی یاددہانی کرائی گئی ہے، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت خدا تعالیٰ کے لیے عزلت نشیں ہو گئے تھے۔ وہیں سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات آپ پر نازل ہوئی۔ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾

اس کے بعد دنیا میں انسان کی سرکشی کا ذکر ہے کہ وہ مال وطاقت پر اتراتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اور سرکشی پر اتر آتا ہے جب کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا واجب تھا نہ کہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا سورۂ مبارکہ میں انسان کو رب تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ اجر وثواب حاصل کرے۔ كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى ۙ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى ؕ﴿۷﴾

پھر اس امت کے فرعون ابوجہل کا قصہ بیان ہوا ہے، وہ بدبخت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکیاں دیتا اور آپ کے خلاف ہر طرح کی سازشیں کرتا اور رکاوٹیں کھڑی کرتا، بالخصوص آپ کو نماز سے روکنا اور بتوں کی عبادت سے کی دعوت دیتا تھا۔ اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿۱۰﴾

سورۂ مبارکہ کے اختتام میں اس بدبخت ملعون کو سخت وعید سنائی گئی ہے کہ اگر وہ ضلالت وطغیان پر قائم رہا تو اسے سخت عذاب ہوگا، ذیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بدبخت کی طرف عدم توجہ کی تاکید کی گئی۔ كَلَّا لَٮِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾

سورۂ مبارکہ کی ابتدا قرأت وتعلیم سے ہوئی ہے اور اختتام نماز وعبادت کے ذکر پر ہوا تاکہ علم وعمل میں مقارنت ہوجائے یوں ابتدا انتہا کے مطابق ہوگی۔

اٰیاتُها ۱۹ ﴿۹۶﴾ سُوۡرَةُ الۡعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ﴿۱﴾ رُکُوۡعَاتُها ۱

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِىۡ عَلَّمَ
بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾ كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى ۙ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى
رَبِّكَ الرُّجۡعٰى ؕ﴿۸﴾ اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿۱۰﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ
بِالتَّقۡوٰى ؕ﴿۱۲﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَٮِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا
بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعۡهُ
وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبْ ۩ ﴿۱۹﴾

السجدۃ ۱۴ ع ۱

ترجمہ:...... اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا﴿۱﴾ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا﴿۲﴾ آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے﴿۳﴾ جس نے قلم سے تعلیم دی﴿۴﴾ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا﴿۵﴾ یہ واقعی

بات ہے کہ بلاشبہ انسان سرکشی کرتا ہے، ⑥ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے۔ ⑦ اے مخاطب! بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ ⑨ اے مخاطب! تو اس شخص کا حال بتادے جو روکتا ہے ⑨ بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ⑩ اے مخاطب! یہ بتادے کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو ⑪ یا وہ تقویٰ کا حکم کرتا ہو۔ ⑫ اے مخاطب! تو بتادے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو ⑬ خبردار! کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بے شک اللہ دیکھتا ہے ⑭ ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم ایسی پیشانی کو ⑮ جو جھوٹی ہے خطا کار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ⑯ سو چاہیے کہ اپنی مجلس کو بلالے ⑰ ہم عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ ⑱ ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہتے۔ ⑲

لغات: عَلَقٍ:...... علقة کی جمع ہے، جامد خون، رحم کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے اسے علق کہا جاتا ہے۔ لَنَسْفَعًا: السفع، شدت اور قوت کے ساتھ کھینچنا۔ اہل لغت کہتے ہیں: سفعت بالشئی، اسے مضبوطی سے پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا، وسفع ناصية فرسه، گھوڑے کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا۔ شاعر کہتا ہے:

قوم اذا كثر الصياح رأيتهم   مابين ملجم مهره أوسافع

ایک ایسی قوم ہے جس کی چیخ وپکار جب بڑھ جاتی ہے تم انہیں گھوڑے کی لگام اور پیشانی کے بالوں کو سختی کے ساتھ کھینچتے دیکھو گے۔[1]

النَّاصِيَةِ:...... سر کے اگلے حصے کے بال، پیشانی کے بال۔ الزَّبَانِيَةَ: الزبن سے ماخوذ ہے بمعنی دفع کرنا، دور کرنا۔ مراد عذاب کے فرشتے ہیں۔ عرب اس لفظ کا اطلاق اس آدمی پر کرتے ہیں جس کی گرفت سخت ہو۔ شاعر کہتا ہے:

مطاعيم في القصوى مطاعين في   الوغى زبانية غلب عظام حلومها

ان کے کھانا کھانے کی جگہیں دور کے ناکے پر ہیں اور انہیں جنگ میں تیروں اور نیزوں کے گہرے زخم آئے ہیں
جب کہ ان کی گرفت شدید ہے اور وہ موٹی عقل رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ ملعون ابوجہل نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا محمد تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں۔ وہ ملعون بولا: لات وعزیٰ کی قسم اگر میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا تو میں ضرور اس کی گردن روندڈالوں گا اور اس کے چہرے کو خاک آلود کروں گا۔ چنانچہ ایک دن وہ مسجد حرام میں آیا اور رسول کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ کو روندنے کے لیے آگے بڑھا مگر اسے الٹے پاؤں فوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور ہاتھوں سے اس طرح اشارے کرنے لگا گویا کسی چیز کو اپنے سے دور کررہا ہو۔ ایسا کرنے کی اس سے وجہ دریافت کی گئی تو بولا: میرے اور محمد کے درمیان آگ کی خندق حائل ہے، عجیب ہولناکی ہے اور کچھ پروں والی مخلوقات ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے۔ اس پر سورۂ علق کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝

سب سے پہلے وحی کا ذکر

تفسیر: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ:...... حضور نبی کریم ﷺ کی طرف یہ پہلا خدائی خطاب ہے، اس میں قرأت، کتابت اور علم کی دعوت دی گئی ہے، چوں کہ دعوت دین اسلام کا شعار ہے۔ یعنی اے محمد! اللہ تعالیٰ کے نام سے قرآن کو پڑھیں، وہی رب تو ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، تمام جہانوں کو وجود بخشا، پھر انسان کی عظمت کے پیش نظر تخلیق کی تفسیر کی۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ: انسان کو جمے ہوئے خون سے نہایت اچھی صورت میں پیدا کیا، جدید علم طب نے ثابت کردیا ہے کہ منی جس سے انسان کی پیدائش ممکن ہوتی ہے چھوٹے چھوٹے جرثوموں پر مشتمل ہوتی ہے جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے، بلکہ خوردبین سے دکھائی دیتے ہیں۔ ان اجرثوموں کا سر بھی ہوتا ہے اور دم بھی۔ پاک ہے وہ ذات جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔[2] قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انسان کے شرف ومرتبہ کے پیش نظر آیت کریمہ میں خصوصیت سے اسے ذکر کیا گیا ہے۔ العلقه جما ہوا تر خون، خون کو علقہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ رطوبت کی وجہ سے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔[3] اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ: اے محمد! پڑھو، اور

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۴۹۱ [2] الطب محراب الایمان: ۲/ ۵۳ [3] تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۱۹

تمہارا رب بڑے مرتبے والا اور بڑا ہی کریم ہے۔ جس کے مقابلے میں کوئی اور کریم نہیں ہے اس کے لطف و کرم پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ: جس نے قلم سے خط و کتابت سکھائی اور انسان کو ایسے علوم و معارف سکھائے جو وہ نہیں جانتا تھا۔ جس نے انسان کو جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی کی طرف نکالا۔ جسے اللہ تعالیٰ بواسطہ قلم علم عطا کرتا ہے ایسے ہی بلاواسطہ بھی علم عطا کرتا ہے۔ اے محمد! اگرچہ آپ امی ہیں لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے علم کتابت کی فضیلت پر تنبیہ کی ہے چوں کہ کتابت میں بے شمار منافع ہیں جن کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ صرف کتابت ہی کے ذریعے علوم و معارف، حکم و امثال، اولین کے حالات و اخبار اور آسمانی کتابیں مدون ہوئیں۔ اگر فن کتابت معدوم ہوتا دین و دنیا کے امور درست حالت پر نہ رہتے، سورۂ علق کی یہ ابتدائی پانچ آیات قرآن کی نازل ہونے والی اولین آیات ہیں۔ جیسے صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا، آپ غار حرا میں عبادت میں مشغول تھے، فرشتے نے کہا: پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا میں نہیں پڑھ سکتا۔[1]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قرآن کی نازل ہونے والی یہ پہلی آیات مبارکہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر پہلی رحمت اور پہلی نعمت تھی۔ ان آیات میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انسان کی تخلیق جمے ہوئے خون سے ہوئی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر کرم کیا کہ اسے وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، چنانچہ انسان کو علم و فضل سے شرف و تکریم بخشی، یہی وہ مرتبہ اور مقام ہے جس کی وجہ سے آدم کو فرشتوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔

انسان کی سرکشی کی وجہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرکشی کا سبب بتلایا ہے۔ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى: حقیقت میں انسان سرکشی میں حد کو تجاوز کر جاتا ہے اور اتباع نفس کی وجہ سے حد سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے سامنے تکبر کرتا ہے۔ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى: اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے۔ چوں کہ وہ صاحب ثروت ہو گیا ہے اور مال پر اترانے لگا ہے۔ اس کے بعد انسان کو وعید سنائی ہے۔ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى: اے انسان! حقیقت یہ ہے کہ سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے، لہٰذا وہ تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آیت کریمہ میں انسان کو دھمکی دی گئی ہے کہ اس کی سرکشی کا انجام برا ہو گا، پھر یہ وعید ہر سرکش کے لیے عام ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آخر سورت تک یہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں جب کہ شروع کی آیات کے بعد طویل عرصہ گزرنے پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ابوجہل کثرت مال پر اتراتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا تھا، لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہے خصوصی سبب کا نہیں۔ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى: اس بدبخت کی حالت پر تعجب کیا جا رہا ہے یعنی اے محمد! مجھے اس بدبخت مجرم کی حالت کے بارے میں بتلاؤ جو اللہ کے بندے کو نماز سے روکتا ہے، اس کی عقل کس قدر بہکی ہوئی ہے، اس کا فعل کتنا قبیح ہے۔

ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اس سرکش کی نہایت تقبیح و تشنیع کی گئی ہے اور اس کی شناعت پر تعجب کیا جا رہا ہے۔ مفسرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ کا بندہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کو نماز سے روکنے والا ملعون ابوجہل ہے۔ اس نے کہا تھا: اگر میں نے محمد کو نماز پڑھتے دیکھا میں اس کی گردن روند ڈالوں گا۔[2] اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى: مجھے بتلاؤ، بھلا یہ نمازی شخص جسے تو نماز سے روکتا ہے اگر وہ ہدایت پر ہو اور قول و فعل میں سیدھے راستے پر ہو۔ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى: یا وہ اخلاص و توحید کا حکم دیتا ہو، رشد و ہدایت کی دعوت دیتا ہو، تم اسے کیوں ڈانٹتے ہو اور نماز سے کیوں روکتے ہو؟ ارے کمبخت انسان! تیری کم عقلی کس قدر بڑھی ہوئی ہے، وہ تو اللہ کا بندہ، مطیع و فرمانبردار ہے اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ یہ کتنی تعجب کی بات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا خطاب

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى: اے محمد! مجھے خبر دو اگر وہ (بدبخت) قرآن کی

---

[1] اخرجہ الشیخان عن عائشۃ [2] انظر سبب النزول المقدم

تکذیب کرتا ہو اور ایمان وہدایت سے روگردانی کرتا ہو۔ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی: کیا اس بدبخت کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے احوال وواقعات سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس کے افعال کی نگرانی کرتا ہے، لہٰذا اس کے اعمال کا اُسے پورا پورا بدلہ دے گا، ہلاکت ہے اس کے لیے وہ کتنا غافل ہے اور کتنا غبی ہے۔ اس کے بعد اسے ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ: یہ فاجر باز آجائے (یعنی ابوجہل) گمراہی اور سرکشی چھوڑ دے، اللہ کی قسم! اگر پیغمبر کو اذیت پہنچانے سے باز نہ آیا اور کفر وگمراہی سے نہ رکا۔ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ: ہم اسے سختی کے ساتھ پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے اور اسے دوزخ کی آگ کی طرف لے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ: اس پیشانی کا مالک جھوٹا ہے، فاسق وفاجر ہے، اس کے جرائم بہت زیادہ ہیں۔

تسہیل میں لکھا ہے، پیشانی کو کذب وخطا سے موصوف کرنا مجاز ہے، حقیقت جھوٹا اور خطاکار پیشانی کا مالک ہے۔ خطاکار وہ ہوتا ہے جو جان بوجھ کر گناہ کرے، جب کہ مخطئی وہ ہوتا ہے جس سے بلاقصد گناہ سرزد ہو جائے۔ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ: اب وہ اپنی مجلس کے شرکاء کو بلائے جو اس کی مدد کر سکیں۔ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ: ہم دوزخ کے داروغوں کو بلائیں گے، مراد سختی کرنے والے فرشتے ہیں، روایت ہے کہ ابوجہل ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، وہ ملعون بولا: اے محمد! کیا میں نے تمہیں نماز سے نہیں روکا تھا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی غصہ کے ساتھ اسے جواب دیا۔ ابوجہل نے کہا: اے محمد! تم مجھے کس چیز کی دھمکی دیتے ہو؟ اللہ کی قسم میرے پاس افرادی قوت بہت زیادہ ہے، میرے آدمیوں سے ساری وادی بھری پڑی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ: نازل کیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر ابوجہل اپنے ہم مجلسوں کو بلا لیتا اسی وقت عذاب کے فرشتے انہیں نشانِ عبرت بنا دیتے۔ کَلَّا ؕ لَا تُطِعۡہُ: اس فاجر کو چاہیے کہ باز آجائے، اے محمد! آپ کو جس چیز کی یہ دعوت دیتا ہے اس کی بات نہ مانیے اور نماز ترک نہ کیجیے۔ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ: سجدوں اور نمازوں پر پابندی کیجیے اور ان اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجیے۔ حدیث میں ہے بندہ جب سجدے میں ہوتا ہے وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

بلاغت: ...... اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ: میں اہتمام مزید کے لیے تکرار کے ساتھ اطناب ہے۔ خَلَقَ اور عَلَقٍ: میں تجنیس ناقص ہے۔ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ: میں طباق سلب ہے۔ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی ﴿۹﴾ عَبۡدًا: میں عبد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کنایہ ہے۔ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی۔ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡہُدٰۤی: میں استفہام برائے تعجب ہے۔ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ: میں مجاز عقلی ہے۔ ناصیہ سے مراد صاحب ناصیہ ہے۔ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ: میں رعایت سجع ہے۔

الحمدللہ آج سورۂ علق کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۹ / ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۲۰۱۵ء بعد نماز مغرب مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

سورۃ القدر

تعارف:......سورۃ القدر میں ابتدائے نزول قرآن کا ذکر ہے، سورۂ مبارکہ میں لیلۃ القدر کا بھی بیان ہے جو کہ ایام اور ماہ وسال سے افضل رات ہے، اس میں انوار وتجلیات مؤمنین پر نازل ہوتی ہیں، چنانچہ یہ رات مؤمنین کی تکریم کا ذریعہ ہے نیز اس رات کو عظمت قرآن کی بدولت حاصل ہوئی، اس رات میں زمین پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں تا فجر ان کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ عظیم رات اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

اٰیاتُهَا ۵ ۔ (۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) ۔ رُكُوْعَاتُهَا ۱

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

ع ۲۲ · وقف النبی ﷺ · الثلثة

ترجمہ:......بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ①اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ ② شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ③اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں۔ ④ وہ سراپا سلامتی ہے۔ وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔ ⑤

نزول قرآن کا ذکر

تفسیر: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ:......ہم نے یہ معجز قرآن شرف مرتبہ والی رات میں نازل کیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: اس رات کو شرف ومرتبہ کی وجہ سے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے، نزول قرآن سے مراد قرآن کا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہونا ہے، پھر تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں رفتہ رفتہ جبرئیل امین زمین پر لے کر نازل ہوئے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یکبار لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن نازل کیا، پھر مختلف واقعات کے پیش نظر، تیئیس سال کے عرصہ میں رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ: استفہام برائے تعظیم ہے۔ یعنی اے محمد! تمہیں کیا معلوم شرف ومرتبے والی یہ رات کیا ہے؟ خازن کہتے ہیں: استفہام لیلۃ القدر کی تعظیم بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے اور اس کی خبر کو شوق سے سننے کے لیے استفہامیہ لہجہ استعمال کیا گیا ہے، گویا یوں کہا جا رہا ہے: اس رات کے شرف مرتبہ کو آپ کا علم کیسے پہنچ سکتا ہے؟

لیلۃ القدر کی عظمت

اس کے بعد اس عظیم رات کا شرف ومرتبہ تین وجوہ سے بیان فرمایا ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ: لیلۃ القدر شرف وفضل میں ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے چوں کہ اس رات کو نزول قرآن کی خصوصیت حاصل ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: لیلۃ القدر میں عمل صالح ایک ہزار مہینوں میں کیے گئے عمل صالح سے افضل ہے بایں طور کہ ان ایک ہزار مہینوں میں کوئی لیلۃ القدر نہ ہو۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے بدن پر اسلحہ سجایا اور ایک ہزار مہینوں تک اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا، رسول کریم ﷺ اور مومنین نے اس پر تعجب کیا اور رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کے لیے تمنا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرضی پیش کی: اے میرے پروردگار! تو نے میری امت کی عمریں نہایت کم رکھی ہیں لہٰذا میری امت کے اعمال بھی اس نسبت سے کم ہوں گے۔ اس تمنا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا کی اور حکم ہوا: لیلۃ القدر تمہارے لیے اور تمہاری امت کے لیے ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس رات کا عمل صیام وقیام ایک ہزار مہینوں کے مقبول عبادت سے افضل ہے۔[1] لیلۃ القدر کی فضیلت کی یہ پہلی وجہ ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ: اس رات میں زمین پر فرشتے اور جبرئیل امین اترتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر طے شدہ امر کو لے کر نازل ہوتے ہیں جس کا ایک سال سے آئندہ سال تک فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔ لیلۃ القدر کی فضیلت کی یہ دوسری وجہ ہے۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ: ...... یہ تیسری وجہ ہے۔ یعنی یہ رات شروع سے طلوع فجر تک سراپا سلامتی ہے، اس رات میں فرشتے مؤمنین پر سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اس رات میں بھلائی ہی بھلائی رکھی ہوئی ہے۔

بلاغت: لَيْلَةِ الْقَدْرِ: ...... کا تین بار ذکر ہوا یوں تکرار کے ساتھ اطناب ہے، دراصل اس رات کی عظمت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ: میں تعظیم وتفخیم کے لیے استفہام ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ: میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے، چوں کہ جبرئیل جملہ فرشتوں میں داخل ہیں۔ الْقَدْرِ، شَهْرٍ، اَمْرٍ، الْفَجْرِ: میں رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر ۳/۶۵۹

سورۃ البینۃ

تعارف:......سورۃ البینۃ کا دوسرا نام سورۃ لم یکن ہے اس میں درج ذیل امور پر بات ہوئی ہے۔

① ......رسول کریم ﷺ کی رسالت کے متعلق اہل کتاب کا موقف۔

② ......اللہ عزوجل کے لیے مؤمنین کا اخلاص۔

③ ......نیکوکاروں اور بدکاروں کا آخرت میں انجام۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں یہود و نصاریٰ کے متعلق بات ہوئی ہے، رسول کریم ﷺ کی دعوت کے متعلق ان کے موقف کا ذکر ہوا ہے۔ جب کہ حق ظاہر ہو چکا اور وہ ختم الرسل ﷺ کے اوصاف کو اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔ وہ تو آپ کے انتظار میں لگے بیٹھے تھے تاہم جب آپ تشریف لائے تو آپ کی رسالت کی تکذیب کر دی اور کفر کے مرتکب ہوئے۔

اس کے بعد سورۂ مبارکہ میں اہم ایمانی عنصر ''اخلاص عبادت'' کا ذکر ہوا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اہل ادیان کو حکم دیا ہے، سورۂ مبارکہ میں اخلاص کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے تا کہ تمام اقوال و افعال اور اعمال خالص اللہ کے لیے ہو جائیں۔

سورۂ مبارکہ میں اہل جرم کفار اہل کتاب اور مشرکین کے انجام کا ذکر بھی ہوا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ مؤمنین کے انجام کا بھی ذکر ہوا ہے کہ وہ جنت میں عالی شان ٹھکانوں میں ہوں گے اور انہیں خیر البریہ کا خطاب دیا گیا ہے اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ یہ ان کی طاعت، اعمال صالحہ اور اخلاص کا بدلہ ہوگا۔

آیاتُہا ۸ — (۹۸) سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) — رُکُوعَاتُہَا ۱

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ
مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ
ع اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧

ترجمہ:......جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی ① اللہ کا رسول ﷺ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنادے ② جن میں درست مضامین لکھے ہوں ③ اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے ④ حالاں کہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خاص رکھیں، یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا ⑤ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ

آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ ⑥ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں، ⑦ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ ⑧

لغات: مُنْفَكِّيْنَ...... چھوڑنے والے، زائل ہونے والے، اصل میں "اَلْفَكُّ" کا معنی کھولنا ہے اسی سے ہے۔ "فَكُّ الكتاب" خط کھولنا، فَكُّ الخلخالِ، پازیب کھولنا۔ الْبَيِّنَةُ: واضح حجت، قطعی دلیل۔ مُّطَهَّرَةً: باطل اور شبہات سے پاک۔ قَيِّمَةٌ: سیدھی، رواں۔ حُنَفَآءَ: باطل سے منہ موڑ کر دین حق کی طرف مائل ہونے والے۔ الْبَرِيَّةِ: مخلوق۔ عرب کا قول ہے۔ برأ الله الخلق اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ الباری بھی اسی سے مشتق ہے۔ بمعنی خالق۔

اہل کتاب و مشرکین کا موقف

تفسیر: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... اہل کفر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا۔ آگے ان کفار کا بیان ہے۔ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ: یعنی یہود و نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں اور مشرکین جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ: جس کفر پر وہ ڈٹے ہوئے ہیں اس سے باز آنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس واضح حجت و دلیل نہ آ جائے۔ اس قطعی دلیل سے مراد رسول مقبول ﷺ کی بعثت ہے۔ اسی لیے آگے اس کی تفسیر فرمادی۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ: یہ واضح دلیل محمد ﷺ کی رسالت ہے۔ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً: جو انہیں زبانی صحیفے پڑھ پڑھ کر سنائے جو صحیفے باطل سے پاک ہوں، زبانی پڑھ کر سنانے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے چوں کہ حضور نبی کریم ﷺ امی تھے لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مُّطَهَّرَةً: یعنی جھوٹ شک، گمراہی اور نفاق سے پاک۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صحف سے مراد وہ اوراق ہیں جن پر قرآن لکھا گیا ہو۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ: ان صحیفوں میں سیدھی اور سچی باتیں لکھی ہیں جن میں کوئی کجی نہیں، وہ حق کو باطل سے واضح کر دیتی ہیں۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صحف سے مراد وہ اوراق ہیں جن پر قرآن لکھا گیا ہو اور کتب سے مراد وہ احکام ہیں جو ان صحیفوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ: فرمایا ہے چوں کہ قرآن سابقہ آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور ثمر ہے [1] اس کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو اہل کتاب میں سے ہیں اور ایمان نہیں لائے۔

اہل کتاب میں ایمان نہ لانے والوں کا ذکر

چنانچہ ارشاد فرمایا: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ: یعنی محمد ﷺ کی شان میں یہود و نصاریٰ نے صرف اس وقت اختلاف کیا جب ان کے پاس واضح کھلی دلیل و حجت آ چکی، جو محمد ﷺ کی رسالت کے صدق پر دلالت کرتی ہے جب کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہوں گے۔ ابو سعود کہتے ہیں: آیت کریمہ میں اہل کتاب کی شناعت کا بیان ہے نیز ان کے جرم کو زیادہ سنگین قرار دیا گیا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد وہ تفرقہ کا شکار ہوئے۔ حقیقت واضح ہو چکی اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ: یعنی اہل کتاب نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد جب ان کے پاس علم آ گیا۔ آیت کریمہ میں اہل کتاب کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے چوں کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے کا علم رکھتے تھے۔ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکر تھا۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ: حال یہ ہے کہ انہیں اس کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کریں، لیکن انہوں نے دین میں تحریف کر دی اور سب کچھ بدل دیا اور انہوں نے اپنے احبار و رہبان کی عبادت شروع کر دی، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (سورۃ التوبہ، آیت ۳۱)

[1] الصاوی: ۴/۳۴۲

انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی خدا بنالیا حالاں کہ انہیں حکم دیا گیا تھا
کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔

حُنَفَآءَ:......تمام ادیان سے منہ موڑ کر صرف دین اسلام کی طرف مائل ہوں اور دین ابراہیم پر ڈٹ جائیں جو کہ سچا اور روشن دین ہے جسے خاتم النبیین لے کر آئے ہیں۔ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ: اور انہیں حکم دیا گیا کہ پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کریں، یعنی وقت پر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھیں اور خوش دلی کے ساتھ مستحقین کو زکوۃ دیں۔ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریمہ میں نماز وزکوۃ کا خصوصیت سے ذکر ہوا ہے چوں کہ یہ دونوں اعمال شرف ومرتبے والے ہیں۔ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ: یعنی مذکور عبادت، اخلاص، نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا یہی سیدھی امت کا دین (دین اسلام) ہے، بھلا اس میں داخل کیوں نہیں ہوتے؟

نیکوکار اور بدکاروں کا انجام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں اور بدکاروں کے انجام کو ذکر کیا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: بے شک جن لوگوں نے قرآن کی تکذیب کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلایا وہ جھٹلانے والے خواہ یہود ونصاریٰ ہوں یا بتوں کو پوجنے والے مشرکین یہ سب کے سب قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اس سے باہر نہیں نکل سکیں گے اور نہ ہی انہیں موت آئے گی۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ: یہ علی الاطلاق بدترین مخلوق ہیں۔

امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ كَفَرُوْا: فعل ماضی سے اہل کتاب کا ذکر ہوا جب کہ مشرکین کے بیان کے لیے اسم فاعل وَالْمُشْرِكِيْنَ: ذکر کیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ دراصل اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اہل کتاب شروع میں کافر نہیں تھے چوں کہ وہ تورات اور انجیل کی تصدیق کرتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی قائل تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کفر کیا۔ برخلاف مشرکین کے وہ تو پیدا ہی مشرک ہوئے اور حشر وقیامت کے منکر رہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ: مبتدا خبر کے درمیان ضمیر فصل ہے جو افادۂ حصر کے لیے ہے، یعنی یہ بدبخت تو چوروں سے بھی بدتر ہیں چوں کہ انہوں نے کتاب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات چوری کردی ہیں، اور یہ ڈاکوؤں سے بھی بدتر ہیں چوں کہ انہوں نے حق کے راستے میں ڈکیتی ڈالی ہے اور مخلوق کو حق سے روکا ہے۔ اوپر اشقیاء کے ٹھکانے کا ذکر ہوا اب نیکوکاروں کے ٹھکانے کا ذکر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:......یعنی جن لوگوں نے ایمان لایا اور ایمان وعمل صالح کو جمع کیا۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ: حق یہ ہے کہ یہی لوگ مخلوق میں سب سے اچھے ہیں۔ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ: انہوں نے دنیا میں جو ایمان لایا اور اعمال صالحہ کیے آخرت میں ان کا بدلہ۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: سدا بہار باغات ہیں جن میں وہ اقامت کریں گے اور ان باغات میں بنے محلات کے نیچے سے جنت کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا: ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ مریں گے اور نہ باہر نکلیں گے، وہ دائمی نعمتوں میں ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ: انہوں نے دنیا میں جو طاعات اور اعمال صالحہ کیے اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوگا اور انہیں جو انعامات وبدلہ ملا وہ اس سے خوش ہوں گے۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ: یہ بدلہ اور ثواب اس شخص کے لیے مخصوص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اپنے رب کی معصیت سے باز رہتا ہے۔

بلاغت: حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ:......اور رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً: میں اجمال کے بعد تفصیل ہے۔ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ: اور شَرُّ الْبَرِيَّةِ: میں طباق ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: اور اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: میں حسن مقابلہ ہے۔ الْبَيِّنَةُ. الْقَيِّمَةُ. خَيْرُ الْبَرِيَّةِ. شَرُّ الْبَرِيَّةِ: میں رعایت فاصلہ ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

تنبیہ:......اخلاص عبادات کا مغز ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے: جو لوگ شرک سے دور رہتے ہیں میں انہیں بے نیاز کردیتا ہوں اور جو لوگ کوئی

عمل کرتے ہیں اور اس میں شرک کر دیتے ہیں تو میں انہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ علماء نے اعمال کی تین قسمیں بیان کی ہیں: مامورات، منہیات اور مباحات رہی بات مامورات کی سوان میں اخلاص یہ ہے کہ انسان اپنے عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد کرے۔ اگر اس میں نیت غیر اللہ کی ہو تو وہ عمل ریا کاری ہے اور مردود ہے۔ رہی بات منہیات کی سو اگر بلا نیت انہیں ترک کر دے تو وہ عہد برآ ہو گیا لیکن ترک منہیات پر اس کے لیے اجر و ثواب نہیں ہوگا، اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے منہیات کو ترک کرے تو اسے اجر و ثواب ملے گا۔ رہی بات مباحات کی جیسے کھانا، پینا، سونا، جماع وغیرہ اگر بدون نیت کے مباحات کر دیے تو ان پر اجر و ثواب نہیں ہوگا اور اگر اجر و ثواب کی نیت سے کیے تو ان پر اسے اجر و ثواب ملے گا۔ چنانچہ مباح عمل سے اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت کر لی جائے تو وہ مباح عمل قربت بن جاتا ہے جیسے مثلاً کھانا کھانے سے یہ نیت کر لی کہ اسے قوت حاصل ہو اور وہ عبادت میں مشغول ہو گا یا جہاد کرے گا۔ اسی طرح جماع سے پاک دامنی کا قصد کر لیا تو عمل باعث اجر و ثواب بن جائے گا۔

الحمدللہ آج سورۃ البنیۃ کی تفسیر کا ترجمہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ مکمل ہوا
اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

سورۃ الزلزال

تعارف:......سورۃ زلزال اپنے مضامین کے اعتبار سے مکی سورتوں کے مشابہ ہے لیکن یہ سورت مدنی ہے، چنانچہ اس میں قیامت کی ہولنا کیوں اور شدائد کا بیان ہے۔ سورۃ مبارکہ میں قیامت سے قبل ہونے والی بھونچال کا بیان ہے جو ہر بلند و بالا پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور انسان کو نہایت عجیب معاملات کا سامنا کرنا پڑے گا جیسے انسان کا قبروں سے اٹھ جانا، زمین کا اپنے اندر سے خزانوں، سونے، چاندی کو لا باہر پھینکنا، زمین کا اپنے اوپر ہونے والے ہر عمل کے متعلق گواہی دینا اور زمین کہے گی: تونے فلاں دن یہ کام کیا اور فلاں دن وہ عمل کیا، یہ سب کچھ اس خوفناک دن کے عجائب میں سے ہے۔ اسی طرح میدان محشر سے مخلوقات کا جنت و دوزخ کی طرف جانا اور خوش قسمت و بدقسمت دو حصوں میں مخلوق کا تقسیم ہونا، کے متعلق بھی سورۂ مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔

ایاتُهَا ۸ (۹۹) سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ (۹۳) رُكُوْعَاتُهَا ۱

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع

ترجمہ:......جب زمین میں زوردار زلزلہ آ جائے گا ① اور زمین اپنے بوجھوں کو نکال دے گی ② اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا؟ ③ اس دن وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی، ④ اس وجہ سے بے شک تیرا رب اس کو حکم فرما دے گا، ⑤ اس دن لوگ واپس ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں، ⑥ سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ⑦ اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ ⑧

لغات: زُلْزِلَتِ:......حرکت کرے گی، بھونچال میں آئے گی۔ اَثْقَالَهَا: مردے جو زمین کے پیٹ میں پڑے ہوں گے۔ اَثْقَالَ ثِقَلٌ: کی جمع ہے اسی سے ہے وتحمل أثقالكم اخفش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب مردہ زمین کے پیٹ میں پڑا ہوتا ہے وہ زمین کا ثقل (بوجھ) ہوتا ہے اور اس کے لیے عربی میں "ثقل لها" کا جملہ بولا جاتا ہے اور اگر اوپر ہو تو "ثقل عليها" کا جملہ بولا جاتا ہے۔ يَّصْدُرُ: وہ لوٹ جاتا ہے وہ نکل آتا ہے، صدور ورود کی ضد ہے، الوارد آنے والا۔ الصادر واپس جانے والا۔ اَشْتَاتًا: متفرق۔ شت کی جمع ہے۔

تفسیر: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا:......جب زمین سختی کے ساتھ جھنجھوڑی جائے گی اور اس پر کپکپی طاری ہوگی جس سے لوگوں کے دل دہل جائیں گے اور ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① اپنے رب سے ڈرو چنانچہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ (سورۃ الحج)

مفسرین کہتے ہیں: زلزلہ کی ها ضمیر مجرور کی طرف اضافت کی گئی ہے جو کہ الارض کی طرف لوٹ رہی ہے، اس سے زلزلہ کی ہولنا کی کی طرف اشارہ کیا ہے، گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو زمین کی تکیہ کے موزوں ہوگا، یہ بھونچال قیامت کے قیام کے وقت ہوگا، زمین میں سخت تھرتھراہٹ پیدا ہو جائے گی جس میں تسلسل ہوگا، جو کچھ بھی زمین پر ہوگا وہ سخت اضطراب کا شکار ہوگا، زمین اس وقت تک سکون میں نہیں آئے گی جب تک اس پر قائم پہاڑ، درخت، عمارات اور قلعے گر نہ جائیں۔ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا: زمین کے پیٹ میں جو خزانے اور مردے ہوں گے سب کو زمین باہر نکال پھینکے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: زمین مردوں کو باہر نکال پھینکے گی، منذر بن سعید کہتے ہیں: زمین اپنے اندر چھپے

خزانے اور مردے باہر نکال دے گی، حدیث میں ہے: زمین اپنے اندر چھپے سونے چاندی کو نکال باہر پھینکے گی جو ستونوں کی مانند ہوگا، چنانچہ قاتل آئے گا اور اس خزانہ کو دیکھ کر کہے گا: کیا میں نے دنیا میں اس پر قتل کیا۔ قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا: کیا اس مال کی وجہ سے میں نے قطع رحمی کی؟ اور چور آئے گا وہ کہے گا: کیا اس کی وجہ سے میں نے اپنے ہاتھ کاٹے؟ پھر یہ لوگ ان خزانوں کو جوں کا توں پڑا رہنے دیں گے اور ان میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔[1] وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا: انسان کہے گا اس زمین کو کیا ہوا جس میں اتنا سخت بھونچال آ گیا اور اپنے اندر چھپے سب کچھ کو باہر نکال دیا؟ انسان دہشت کے مارے ایسا کہے گا۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا: قیامت کے اس خوفناک دن میں زمین اپنے اوپر ہونے والے خیر وشر ہر طرح کے عمل کو بیان کردے گی اور سطح زمین پر جو عمل بھی انسان نے کیا ہوگا زمین اسے عیاں کردے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا: اور کہا: کیا تمہیں زمین کی خبریں معلوم ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کی خبریں یہ ہیں کہ قیامت کے دن زمین ہر مرد و عورت کے کیے ہوئے عمل کے بارے میں گواہی دے گی اور کہے گی: اس نے فلاں دن فلاں عمل کیا۔ یہ زمین کی خبریں ہیں۔[2]

حدیث میں ہے: زمین پر محتاط زندگی گزارو چوں کہ زمین تمہاری ماں ہے اور زمین پر کوئی شخص جو بھی عمل کرتا ہے کوا ہ خیر ہو یا شر، زمین اس کے متعلق خبر دے گی۔[3] بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا: زمین کے اس خبر دینے کا سبب یہ ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے ایسا کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور زمین کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ہر عمل کی خبر دے چنانچہ زمین گناہگار کی شکایت کرے گی اور اس کے خلاف گواہی دے گی۔ جب کہ نیکوکار کی ثنائے جمیل کرے گی، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا: اس دن مخلوقات میدان حساب سے لوٹیں گے اور مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے، چنانچہ دائیں طرف جانے والے جنت کی طرف جائیں گے اور بائیں طرف جانے والے دوزخ کی طرف جائیں گے۔ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ: تا کہ وہ اپنے اعمال کی اچھی یا بری جزا اور پالیں۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ: سو جس شخص نے مٹی کے ذرہ کے برابر بھی نیک عمل کیا ہوگا وہ اپنے نامۂ اعمال میں اسے پالے گا اور اس پر ملنے والے بدلے کو پالے گا۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ذرہ چھوٹی سی چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب تم اپنی ہتھیلی زمین پر رکھو اور پھر اٹھالو ہتھیلی کے ساتھ جو مٹی لگ جائے گی اس کا ایک ایک جزو ذرہ ہے۔[4] وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ: اور جو شخص مٹی کے ذرے کے برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے بھی پالے گا اور اس کا اسے پورا پورا بدلہ ملے گا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ انسان کا چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں بلکہ اسے سب کا علم ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ: اللہ تعالیٰ ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔[5]

بلاغت:..... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں۔ تاہم ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

زِلْزَالَهَا:...... میں اضافت تہویل کے لیے ہے۔ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ: میں ضمیر کی جگہ اس ظاہر زیارت تقریر کے لیے لایا گیا ہے۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا: میں استفہام برائے تعجب ہے۔ زِلْزَالَهَا: میں تجنیس اشتقاق ہے۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ: اور وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ: میں مقابلہ ہے۔ زِلْزَالَهَا، اَثْقَالَهَا، اَوْحٰى لَهَا، اَخْبَارَهَا، مَا لَهَا: میں خوبصورت سجع بندی ہے الفاظ کا نظم ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ڈوری میں موتی پروئے ہوں۔

فائدہ:...... آیت کریمہ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ: کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الجامعہ الفاتحہ قرار دیا ہے، (یعنی ایسی آیت جو جامع اور منفرد معانی کی حامل ہے)۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا البتہ یہ جامع آیت نازل کی ہے جو اپنے معانی میں منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (اخرجه البخاری)

---

[1] اخرجه مسلم فی صحیحه [2] اخرجه الترمذی وقال حسن صحیح [3] اخرجه الطبرانی فی معجمه [4] التفسیر الکبیر: ۳۱/۶۱ [5] تفسیر القرطبی: ۲۰/۱۵۰

سورۃ العادیات

تعارف:...... سورۃ العادیات مکیہ ہے، اس میں مجاہدین کے گھوڑوں کی بات ہوئی ہے جب گھوڑے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دوڑتے ہوئے ان کے ہانپنے کی آواز سنائی دیتی ہے، دوڑتے گھوڑوں کے پاؤں سے پتھر اچٹتے ہیں جن سے آگ نکلتی ہے اور مٹی اور غبار اڑتا ہے۔ سورۂ مبارکہ کی ابتدا مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم اٹھانے سے ہوئی ہے، دراصل اس سے جہادی گھوڑوں کے شرف مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جب کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ناشکرا ہے اور اس کے احسانات کو بھول جاتا ہے۔ انسان زبان حال و زبان مقال سے اس انکار کا اعلان کرتا ہے۔ جیسے انسان کی طبیعت و مزاج اور مال سے شدید محبت رکھنے کا بیان ہوا۔ سورۂ مبارکہ کے اختتام میں مخلوق کا مرجع ذکر کیا گیا ہے کہ مخلوق نے حساب و جزا کے لیے اللہ کے پاس جانا ہے اور آخرت میں جاہ و مال کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اگر فائدہ پہنچائے گا بھی تو وہ صرف عمل صالح ہے۔

اٰیَاتُهَا ۱۱ — (۱۰۰) سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۴) — رُكُوْعَاتُهَا ۱

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا
بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱ ع ۱۱/۲۵

ترجمہ:...... قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں ہانپتے ہوئے ① پھر ٹاپ مار کر آگ جلانے والے ہیں ② پھر صبح کے وقت غارت گری کرنے والے ہیں۔ ③ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں ④ پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں ⑤ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ⑥ اور بے شک وہ اس بات پر گواہ ہے ⑦ اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے ⑧ کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں ⑨ اور جو کچھ سینوں میں ہے ⑩ اسے ظاہر کیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب ان سے اس دن پوری طرح ضرور باخبر ہوگا۔ ⑪

لغات: ضَبْحًا:...... الضبح: گھوڑوں کے دوڑتے وقت ان کے ہانپنے کی آواز۔ عنترہ کہتا ہے۔ ''والخیل تکدح حین تضبح فی حیاض الموت ضبحًا۔''[1] جب گھوڑے موت کے حوضوں میں دوڑتے ہوئے ہانپ رہے ہوتے ہیں تو اس وقت سخت مشقت میں ہوتے ہیں۔

اَثَرْنَ: اڑاتے ہیں۔ نَقْعًا: النقع: غبار۔ كَنُوْدٌ: ناشکرا، اللہ کی نعمتوں ناشکری کرنے والا۔ شاعر کہتا ہے:

• کنوۃ لنعماء الرجال و من یکن — کنودًا لنعماء الرجال یبعد

وہ لوگوں کے احسانات کی ناشکری کرتا ہے اور جو آدمی لوگوں کے احسانات کی ناشکری کرتا ہے وہ دھتکار دیا جاتا ہے۔[2]

بُعْثِرَ:...... بکھیر دیا گیا، بعثرت المتاع، سامان اوپر تلے کر دیا گیا۔

تیز رفتار دوڑانے والے گھوڑوں کی قسم

تفسیر: وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا:...... دشمن پر حملہ کرتے وقت تیز رفتاری سے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم ہے جن کے ہانپنے کی جہری آواز سنی جاتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب گھوڑے دوڑتے ہیں تو اح اح کی آواز نکلتی ہے اور اسی کو ضَبْحًا: سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی قسم ہے مجاہدین کے گھوڑوں کی جو دشمن کے پیچھے ہانپتے ہوئے دوڑ رہے ہوتے ہیں۔ ضبحاً سے سانس لینے کی جہری آواز مراد ہے۔[3]

[1] الالوسی ۳۰/۲۱۵ [2] القرطبی: ۲۰/۱۶۰ [3] ابوالسعود: ۵/۲۸۰

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا:...... پھر جو تیز رفتاری سے پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں اور ان کی ٹاپوں سے چنگاریاں اڑتی ہیں۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا: پھر وہ گھوڑے جو طلوع آفتاب سے قبل علی الصباح دشمن پر غارتگری ڈال دیتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: غارتگری کے دوران ایسا ہونا معتاد ہے۔ رات کے وقت غارتگری ڈالتے تھے تاکہ دشمن کو پتہ نہ چل سکے اور صبح کے وقت جمع ہوتے تھے تاکہ دیکھیں کیا لے کر آئے اور کیا چھوڑ آئے۔[1] فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا: گھوڑے تیز رفتاری کی وجہ سے غبار اڑاتے ہیں جہاں انہوں نے غارتگری ڈالنا ہو۔ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا: پھر وہ دشمن کے لشکر کے بیچوں بیچ جا گھستے ہیں اور معرکہ وسط میں جا پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں اٹھائی ہیں اور تین امور پر قسمیں اٹھاتی ہیں۔ ایسا مقسم بہ کی تعظیم کے لیے کیا ہے اور وہ مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔ جو اللہ کے دشمنوں پر چڑھ دوڑتے ہیں، اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں اڑاتے ہیں۔ علی الصباح دشمن پر غارتگری ڈالتے ہیں، غبار اڑاتے ہیں اور دشمن کے لشکروں کے بیچوں بیچ داخل ہو کر کھلبلی مچا دیتے ہیں۔ رہی بات امور ثلاثہ کی جن پر قسم اٹھائی ہے وہ یہ ہیں: اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ: حقیقت میں انسان اپنی رب کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے اور بہت زیادہ ناشکرا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انسان اپنی مصیبتوں تو شمار کرتا ہے لیکن اللہ کی نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ: حقیقت میں انسان خود ہی اپنی ناشکری پر گواہ ہے، وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا چونکہ اس پر اس کی ناشکری کے اثرات بالکل نمایاں ہیں۔ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ: وہ مال سے سخت محبت کرنے والا اور مال کو جمع کرنے پر نہایت حریص ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے بھی چراتا ہے۔ انسان کے قبائح ذکر کرنے کے بعد انسان کو خوف دلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ: کیا اس جاہل کو معلوم نہیں کہ جب قبروں میں پڑے مردوں کو نکال باہر بکھیر دیا جائے گا۔ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ: اور سینوں میں چھپے رازوں کو عیاں کر دیا جائے گا۔ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ: حقیقت میں ان کا پروردگار ان کے تمام افعال و اعمال سے بخوبی واقف ہے اور انہیں ان کے افعال کا پورا پورا بدلہ اور جزا دے گا۔ آیت میں قیامت کے دن لوگوں کے امور کے متعلق اللہ کے علم کی خصوصیت سے ذکر ہوا ہے چونکہ قیامت کا دن یوم جزاء ہے۔ اسے اس سے مقصد وعدہ و وعید ہے اور تہدید ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دن انسانوں کے افعال و اعمال سے بخوبی آگاہ ہوگا۔

بلاغت:...... سورۂ مبارکہ میں بیان و بدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں جن میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ. وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ. اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ:...... میں ان اور لام کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے۔ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ: اور ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا: میں تجنیس غیر تام ہے۔ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ: میں تہدید و وعید کے لیے استفہام انکاری لایا گیا ہے۔ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ: میں تضمین ہے لفظ خبیر تضمیناً لایا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ شَهِيْدٌ، شَدِيْدٌ: اور الصُّدُوْرِ، الْقُبُوْرِ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

الحمدللہ سورۃ الزلزال اور سورۃ العادیات کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۳ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۱۵ء کو مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات پائے۔ آمین

[1] روح المعانی: ۳۰/ ۲۱۵

سورۃ القارعۃ

تعارف:.....سورۃ القارعہ مکیہ ہے اور اس میں قیامت، قیامت کی ہولنا کیوں، آخرت اور آخرت کے شدائد کو بیان کیا گیا ہے جیسے انسان کا قبروں سے باہر نکلنا، پتنگوں کی طرح انسانوں کا بکھر جانا وغیرہ۔ چنانچہ انسان شدت حیرت و گھبراہٹ کی وجہ سے غیر منظم طور پر بکھرے ہوں گے۔

آیاتھا ۱۱ (۱۰۱) سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۳۰) رُکُوْعَاتُھَا ۱

اَلْقَارِعَۃُ ① مَا الْقَارِعَۃُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④
وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑥ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ⑦ وَاَمَّا
مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑧ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ⑩ نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪ ع

ترجمہ:.....وہ کھڑکھڑانے والی چیز ① کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ ② اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز ③ جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے ④ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ ⑤ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا ⑥ وہ خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ ⑦ جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا ⑧ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ⑨ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے، ⑩ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔ ⑪

قیامت کیا ہے؟

تفسیر: اَلْقَارِعَۃُ ① مَا الْقَارِعَۃُ:.....یعنی قیامت، اور قیامت کیا چیز ہے، اس دن کی شدت و مصیبت اتنی گراں ہوگی کہ خیال بھی اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ یہ وہم وگمان اور تصور سے بھی بالاتر ہے۔ اس کے بعد قیامت کے مزید تہویل وخوفنا کی کا بیان ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ: بھلا کس چیز نے تمہیں ہلا دینے والی سے آگاہ کیا جس کی ہولنا کی نفوس پر طاری ہوگی؟ اس کی گھبراہٹ کا شکار صرف دل نہیں ہوں گے بلکہ اس دن کے اثرات پوری کائنات پر مرتب ہوں گے، اجرام فلکیہ پر بھی اس کا اثر ہوگا، چنانچہ آسمان پھٹ جائیں گے، زمین پر سخت بھونچال آئے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، ستارے جھڑ جائیں گی، سورج اور چاند لپیٹ دیے جائیں گے۔

ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قیامت کو اَلْقَارِعَۃُ کہا گیا ہے چوں کہ قیامت دلوں اور کانوں کو مختلف ہولنا کیوں اور گھبراہٹوں کے ساتھ کھٹکھٹائے گی۔ مَا الْقَارِعَۃُ: اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے تہویل میں تاکید پیدا کرنے کے لیے۔ پھر قیامت کی ہولنا کی اور فظاعت کی مزید تاکید لائی گئی ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ: یعنی مخلوقات کے علم سے یہ باہر ہے اس کی درایت کسی کے بس میں نہیں۔ قیامت کے کچھ احوال کی تخویف وتشویق کے بعد اس کی وضاحت کی جارہی ہے۔ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ: قیامت کا حدوث اس وقت ہوگا جب لوگ اپنی قبروں سے گھبرائے ہوئے باہر نکلیں گے اور ایسے متفرق ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ حیرت وسخت گھبراہٹ کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر چڑھ جائیں گے۔

پتنگوں کے ساتھ تشبیہ

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت مخلوق کو بکھرے پتنگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ایک اور آیت میں بکھرے ہوئے ٹڈی دل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ پتنگوں کے ساتھ تشبیہ دینے میں وجہ شبہ انتشار ہے کہ کوئی کس طرح جارہا ہوگا کوئی کس طرف ان کا رخ کسی ایک طرف نہیں ہوگا، جب کہ دوسری آیت میں ٹڈی دل کے ساتھ تشبیہ دینے میں وجہ شبہ کثرت ہے۔ چنانچہ انسان اتنے کثیر ہوں گے جیسے

ٹڈیاں۔اسی طرح جب انسانوں کو اٹھایا جائے گا تو ریلے کی صورت میں ایک دوسرے پر چڑھ جائیں گے۔
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ (سورۃ الکہف، آیت ۹۹)

اور اس دن ہم ان کی یہ حالت کر دیں گے کہ موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ:...... یہ دوسرا وصف ہے جو اس دن کا بیان کیا جا رہا ہے یعنی پہاڑ فضا میں اون کے اڑتے ہوئے گالوں کی مانند ہو جائیں گے، پہاڑوں کے اجزاء متفرق ہو جائیں گے اور فضا میں اڑ رہے ہوں گے حتیٰ کہ دھنی ہوائے اون کی طرح ہوں گے جیسے اون دھنتے وقت اس کے گالے فضا میں اڑنے لگتے ہیں۔صاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت میں انسانوں کے حال اور پہاڑوں کے حال کو جمع کیا گیا ہے اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ قیامت کی ہولناکیوں کا اثر بڑے بڑے ٹھوس پہاڑوں پر بھی ہوگا، حتیٰ کہ پہاڑ بھی دھنی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے حالاں کہ پہاڑ غیر مکلف ہیں بھلا مکلف انسان کا کیا حال ہوگا۔اس کے بعد قیامت کے دن انسانوں کی حالت کا ذکر ہے ان کے دو قسموں میں بٹنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ: جس کی نیکیوں کا وزن بڑھ جائے گا اور اس کی نیکیاں اس کی بدیوں سے زیادہ ہو جائیں گی۔فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ: تو وہ من پسند، عیش وعشرت والا زندگی میں ہوگا، یعنی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جائے گا جہاں من پسند زندگی بسر کرے گا۔وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ: جس کی نیکیاں برائیوں سے ہلکی رہیں، یا اس کے پاس معتد بہا نیکیاں نہ ہوئیں۔فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ: تو اس کا ٹھکانا اور رہنے کی جگہ دوزخ کی آگ میں گہرا گڑھا ہوگا۔دوزخ کو ام کہا گیا ہے چوں کہ بچے کا ٹھکانا ماں ہوتی ہے، دوزخ کی آگ بھی ان مجرمین کو ٹھکانا دے گی جیسے اولاد ماں کے پاس ٹھکانا پکڑتی ہے۔دوزخ مجرمین کا اپنے اندر خم کرلے گی۔ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: هَاوِيَةٌ: دوزخ کا ایک نام ہے۔دوزخ کی گہرائی زیادہ اور اس کی تھاں بہت دور ہونے کی وجہ سے دوزخ کو ھاویہ کہا جاتا ہے۔روایت ہے کہ اہل دوزخ، دوزخ میں ستر سال تک گرتے چلے جائیں گے۔[1]

ھاویہ کی تفسیر

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ:...... تفخیم وتہویل کے لیے استفہام ہے یعنی تمہیں کیا معلوم ھاویہ کیا ہے؟ پھر اس کی تفسیر کر دی۔نَارٌ حَامِيَةٌ: وہ سخت تپش وحرارت والی آگ ہے، اس کی تپش حد سے بڑھی ہوئی ہوگی۔دنیا کی آگ جب جلائی اس میں خواہ کتنا سخت ایندھن جلایا جائے تب بھی اس آگ کی تپش دوزخ کی آگ کی حرارت کے برابر نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ کی آگ سے پناہ دے۔

بلاغت:...... سورۃ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ، وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ: میں استفہام برائے تفخیم وتہویل ہے۔اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ: میں تخویف وتہویل کے لیے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے۔يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ: میں تشبیہ مرسل ومجمل ہے، صرف تشبیہ تو مذکور ہے لیکن وجہ شبہ محذوف ہے۔ وجہ شبہ کثرت وانتشار ہے۔اسی طرح كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ: میں بھی تشبیہ مرسل ومجمل ہے۔فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ: اور وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ: میں مقابلہ ہے، اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ: میں مجاز عقلی ہے یعنی اس زندگی سے زندگی گزارنے والا راضی ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ:...... میں احتباک ہے۔وہ یہ کہ ہر نظیر سے ایسے الفاظ حذف کر دیے جائیں جو دوسرے میں ثابت کر دیے گئے ہوں۔چنانچہ اول سے فامۃ الجنۃ حذف کر دیا گیا اور اس میں عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ:

[1] تفسیر ابی السعود: ۵/ ۲۸۲

کا ذکر ہے۔ دوسری آیت سے فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ: حذف کر دیا گیا۔ اور فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ: ذکر کر دیا گیا۔ ہر نظیر سے وہ چیز حذف کر دی گئی جو دوسری میں ثابت کی گئی ہے۔ یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

سورۃ مبارکہ کی مختلف آیات کے آخری حروف میں فاصلہ کی رعایت کی گئی ہے۔

تنبیہ:...... جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخرت میں جو ترازو رکھی جائے گی وہ حقیقت پر مبنی ہوگی اس کے دو پلڑے ہوں گے زبان بھی ہوگی، اس میں صحیفے تولے جائیں گے جن میں نیکیاں اور برائیاں لکھی ہوئی ہوں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نیک اعمال خوبصورت شکل میں لائے جائیں گے جب کہ برے اعمال نہایت بری شکل وصورت میں لائے جائیں گے اور پھر وہ میزان میں رکھے جائیں گے، جس کی نیکیاں بھاری ہوں گی وہ خوشحالی میں رہے گا اور جس کی برائیاں بھاری ہوں گی بدبختی اس کا مقدر بنا جائے گی۔

الحمد للہ سورۃ الزلزال، سورۃ العادیات اور سورۃ القارعۃ کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۴ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۷ نومبر ۲۰۱۵ء صبح جمعہ کو مکمل ہوا

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے شرف قبول بخشے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

سورۃ التکاثر

تعارف:......سورۃ التکاثر مکیہ ہے، اس میں انسان کے دنیوی مشغولیت کا ایک اہم عنصر بیان کیا گیا ہے، انسان دنیا میں مال ودولت اور سازو سامان جمع کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے حتیٰ کہ موت اسے اچانک آجاتی ہے اور انسان محلات سے قبروں میں چلا جاتا ہے۔

الموت يأتي بغتة　　　والقبر صندوق العمل

موت اچانک آجاتی ہے جب کہ قبر اعمال کا صندوق ہے۔

سورۃ مبارکہ میں لوگوں کو ڈرانے کے لیے زجروانداز میں تکرار لایا گیا ہے اور ان کی خطا پر تنبیہ کی گی ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہوجانا خطا ہے۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٤

رُكُوعَاتُهَا ١　(١٠٢) سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (١٦)　اٰيَاتُهَا ٨

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٤
كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ
لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨　ع

ترجمہ:......تم کو کردیا کثرت کے مقابلہ نے غافل۔ (۱) یہاں تک کہ تم نے قبرستانوں کی زیارت کرلی۔ (۲) ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے۔ (۳) پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لوگے۔ (۴) ہرگز نہیں اگر تم علم الیقین کے طور پر جان لیتے۔ (۵) تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھوگے۔ (۶) پھر یہ ضروری بات ہے کہ تم اسے عین الیقین کے طریقہ پر دیکھ لوگے۔ (۷) پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔ (۸)

تفسیر: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ:......اے لوگو! تمہیں مال، اولاد اور نفری کے تفاخر نے اللہ تعالیٰ کی طاعت اور آخرت کی تیاری سے غافل کردیا گیا ہے۔ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ: حتیٰ کہ تمہیں موت نے آن لیا اور تمہیں قبروں میں دفن کردیا گیا۔ جملہ خبر ہے اور اس سے مراد وعظ وتوبیخ ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی ہے: تمہیں کثرت مال واولاد کی پر فخر ومباہات نے اللہ کی طاعت سے غافل کر رکھا ہے، حتیٰ کہ تم مرگئے اور قبروں میں دفن کردیے گئے۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ: یہ زجر وتہدید ہے۔ یعنی اے لوگو! غیر منافع بخش اور غیر مفید امور میں مشغول ہوجانے سے باز رہو، تمہیں عنقریب اپنی جہالت وتفریط کے انجام کا پتہ چل جائے گا اور فانی دنیا میں مشغول ہونے کا انجام بھی معلوم ہوجائے گا۔ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ: وعید کے بعد دوسری وعید ہے۔ زجر وتہدید میں مزید اضافہ مقصود ہے۔ جب تمہارے اوپر موت نازل ہوگی اور تم موت کی ہولناکیاں اور شر پانے کا معائنہ کروگے اس وقت تمہیں فخر ومباہات کے انجام کا علم ہوجائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ: یعنی آخرت میں جب تمہارے اوپر عذاب نازل ہوگا اسے جان لوگے۔[1] كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ: یعنی رک جاؤ، باز آجاؤ۔ اگر تمہیں حقیقی علم حاصل ہوجائے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔ لَوْ کا جواب محذوف ہے اور اس سے تہویل مقصود ہے۔ یعنی اگر تمہیں یہ معلوم ہوجاتا تو تمہیں کثرت مال پر فخر ومباہات اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل نہ کرتا اور تم دنیا کی لذات وعیش وعشرت سے دھوکا نہ کھاتے اور آخرت کے شدائد سے غافل نہ ہوتے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اگر تمہیں معلوم ہوجاتا تم ہنستے کم روتے زیادہ[2] لَوْ کا جواب محذوف ہے اور تقدیری عبارت کا حاصل یہ ہے اگر تمہیں معلوم ہوتا تو باز رہتے اور آخرت کے لیے

[1] القرطبی: ۲۰/ ۱۷۲ [2] جزء الحدیث رواہ البخاری

تیاری کرتے۔ جواب لو تہویل کے لیے حذف کیا گیا ہے۔ یوں سامع کے دل میں نہایت خوفناک خطرہ کھٹکنے لگتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ‏ اگر وہ دیکھ لیتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے ہوں گے۔(سورۃ الانعام، آیت ۲۷)

لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ: ...... قسم ہے کہ تم عنقریب کھلی آنکھوں اور یقین سے جہنم کو دیکھو گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ قسم مقدر کا جواب ہے۔ اس سے وعید میں تاکید آئی ہے۔ تفخیم کے لیے مبہم چیز کی وضاحت کی گئی ہے، یعنی اللہ کی قسم تم صرف دوزخ کو دیکھو گے۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ: پھر یقین جانو تم دوزخ کو فی الحقیقت مشاہدہ کی آنکھوں سے دیکھو گے۔ بحر میں لکھا ہے: عَيْنَ الْيَقِيْنِ: کی قید سے رؤیت اولیٰ میں مجاز کے وہم کی نفی کی گئی ہے۔[1] ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ: پھر تم سے آخرت میں دنیا کی نعمتوں، امن، صحت، کھانے پینے کی لذیذ اشیاء مشروبات، سواری اور فراش کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بلاغت:...... سورۃ کریمہ میں بیان و بدیع کی مختلف صورتیں نمایاں ہیں۔ ان میں سے مختصراً چند ایک حسب ذیل ہیں:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ: ...... میں وعظ و توبیخ ہے۔ خبر حقیقت کے مقام سے تذکیر و توبیخ کی طرف نکلی ہے۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: میں تہدید و انذار کے لیے تکرار ہے ثُمَّ سے عطف لایا گیا ہے جو کلام ثانی کے بنسبت اول سے ابلغ ہونے پر تنبیہ کر رہا ہے۔ جیسے کوئی بڑا اپنے غلام سے کہتا ہے: میں تم سے کہتا ہوں اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ ایسا مت کرو۔ نیز ثانی ابلغ ہے اس لیے مغایرت کے بمنزلہ ہے اور ثُمَّ سے عطف لایا گیا۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ: تہویل کے لیے لَوْ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تم دیکھ لیتے وہ چیز جو سر کے بالوں کو سفید کر دیتی ہے۔ لَتَرَوُنَّ، ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا: میں تکرار فعل کے ساتھ اطناب ہے، ہولناکی کی شدت بیان کرنا مقصود ہے۔ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ: میں کنایہ ہے۔ زیارت قبور موت سے کنایہ ہے۔ النَّعِيْمِ، والْجَحِيْمَ: میں مقابلہ ہے۔

آیات کا آخری حرف فاصلہ بندی کی خبر دیتا ہے۔

تنبیہ:...... ترمذی نے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ: آپ نے فرمایا: ابن آدم! کہتا ہے میرا مال، میرا مال حالاں کہ اے ابن آدم! تیرا مال تو بس وہی ہے جو تم نے کھا کر ختم کر دیا یا تم نے پہن کر بوسیدہ کر دیا یا تم نے صدقہ کیا اور تم نے اسے درست مقام پر پہنچا دیا۔

لطیف نکتہ:...... مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت یا دن کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے، یکایک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کی ملاقات ہوگئی، آپ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! بھوک نے ہمیں گھروں سے باہر نکال دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم دونوں کو جس چیز نے گھروں سے باہر نکالا ہے اسی چیز نے مجھے بھی باہر نکالا ہے، لہٰذا تم کھڑے ہو جاؤ اور میرے ساتھ چلو، چنانچہ دونوں حضرات آپ کے ساتھ چل پڑے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے لیکن وہ اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا۔ تاہم جب اس کی بیوی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو خوشی سے پھولی نہ سمائی اور خوش آمدید کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت سے پوچھا: (وہ صحابی) کدھر ہے؟ عورت نے جواب دیا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گیا ہے: تھوڑی دیر ہی میں انصاری آ گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کو دیکھا پھر کہا: الحمدللہ آج کے دن مجھ سے بڑھ کر افضل کوئی میزبان نہیں ہے، انصاری باہر گیا اور کھجوروں کا ایک گچھا لے آیا اور تناول کرنے کو کہا۔ پھر چھری لی اور بکری ذبح کرنے کے لیے باہر نکل گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دودھ دیتی بکری کو ذبح نہیں کرنا، چنانچہ انصاری نے ایک بکری ذبح کی، مہمانوں نے بکری کا گوشت تناول کیا، کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب سیر و سیراب ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا، تمہیں بھوک نے گھروں سے باہر نکالا اور تم اس وقت تک واپس نہیں لائے جب تک تم نے ان نعمتوں کو پا نہیں لیا۔

---

[1] البحر المحیط: ۸/ ۵۰۸

سورۃ العصر

تعارف:......قرآن مجید کی یہ مختصر سورت ہے، ایجاز کے ساتھ اس میں انسانی سعادت وشقاوت، دنیا میں کامیابی وناکامی اور خسارے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم اٹھائی ہے، عصر وہ زمانہ ہے جس میں انسانی عمر کٹتی ہے، زمانے میں عجائب اور عبرتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ جس انسان خسارے میں ہے ہاں البتہ وہ شخص خسارے میں نہیں جس میں چار صفات پائی جاتی ہوں ایمان، عمل صالح حق بات کی نصیحت اور صبر کا دامن تھامے رکھنا۔ حقیقت میں یہ فضیلت اور دین کی بنیادیں ہیں، اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ اس سورت کے علاوہ کچھ اور نازل نہ کرتا تو یہ سورت ہی لوگوں کی اصلاح اور راہنمائی کے لیے کافی تھی۔

ایاتھا ۳ | (۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳) | رکوعاتھا ۱

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع ۲۸

ترجمہ:......قسم ہے زمانہ کی، ① بلاشبہ انسان ضرور خسارہ میں ہے۔ ② مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔ ③

زمانے کی قسم

تفسیر: وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ:......قسم ہے زمانے کی جس میں عجائب وغرائب اور عبرتیں ہیں حقیقت میں انسان خسارے میں ہے چوں کہ انسان دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اور اس پر خواہشات نفس اور شہوات کا غلبہ رہتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: العصر سے مراد زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم اٹھائی ہے چوں کہ زمانہ مختلف اصناف کے عجائب پر مشتمل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: العصر سے مراد دن کا آخری پہر ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ضحیٰ یعنی چاشت کے وقت کی قسم اٹھائی ہے، اسی طرح عصر کے وقت کی بھی قسم اٹھائی ہے، چوں کہ اس پہر میں قدرت کے دلائل اور نصیحت ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم اس لیے اٹھائی ہے چوں کہ زمانہ انسانی عمر کی بنیاد اور اصل ہے۔ ہر گزرنے والا لحظہ عمر کا حصہ ہوتا ہے اور وہ انسانی عمر میں کمی لاتا ہے جیسے شاعر کہتا ہے:

انا لنفرح بالایام نقطعها ۔۔۔ کل یوم مضیٰ نقص من الأجلٖ

ہم گزرنے دنوں پر خوش ہوتے رہتے ہیں جب کہ ہر گزرنے والا دن ہماری عمر میں کمی لاتا ہے۔

قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عصر کی قسم اٹھائی ہے اور وہ زمانہ ہے، چوں کہ اس میں احوال کے تصرف وتبدل پر تنبیہ کی گئی ہے اور اس میں صانع کے وجود پر دلیل بھی ہے۔ ایک اور قول کے مطابق اس سے مراد نماز عصر ہے چوں کہ عصر تمام نمازوں میں سے افضل نماز ہے۔[2]

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ:......ہاں البتہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا وہی حقیقت میں کامیاب لوگ ہیں چوں کہ انہوں نے گھٹیا چیز کے بدلے اعلیٰ وافضل چیز کو خرید لایا ہے اور انہوں نے دنیوی شہوات ولذات کے بدلہ میں باقی رہنے والی نیکیاں حاصل کی ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ: جو ایک دوسرے کو حق بات کی وصیت کرتے رہے، حق سے مراد ہر طرح کی خیر وبھلائی کی بات، ایمان، تصدیق، طاعات اور

[1] البحر: ۸/۸۰۹ [2] القرطبی: ۲۰/۱۷۹

عبادت ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: اور ایک دوسرے کو شدائد ومصائب اور طاعات بجالانے اور ترک محرمات پر تلقین کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر خسارے کا حکم لگایا ہے ہاں البتہ وہ شخص خسارے سے مستثنیٰ ہے جس میں یہ چار صفات پائی جاتی ہوں: ایمان، عمل صالح، حق بات کی وصیت کرنا اور صبر کی وصیت کرنا، حقیقت میں انسان صرف اسی وقت نجات پاسکتا ہے جب ایمان وعمل صالح سے اس کے نفس کی تکمیل ہو اور اپنے غیر کو نصیحت وارشاد سے کامل کرے، گویا اللہ تعالیٰ نے حق اللہ اور حق العباد کو جمع کر دیا ہے، ان چار امور کی تخصیص میں یہی بھید ہے۔

بلاغت:..... اس سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں، ان میں سے بعض مختصراً حسب ذیل ہیں:

اِنَّ الْاِنْسَانَ:..... میں بعض کا اطلاق کیا گیا ہے جب کہ مراد کل انسان ہیں۔ تب ہی تو بعد میں استثناء کیا گیا ہے۔ لَفِيْ خُسْرٍ: میں تنکیر برائے تعظیم ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: میں فعل مکرر کے ساتھ اطناب کی صورت ہے، کمال عنایت کے اظہار کے لیے اطناب ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے جب کہ بِالْحَقِّ عام ہے جس میں صبر داخل ہے۔ صبر کی فضیلت کے لیے اسے مستقلاً ذکر کیا گیا ہے۔

اَلْعَصْرِ، اَلصَّبْرِ، خُسْرٍ: میں سجع بندی ہے۔

تنبیہ:..... بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو آدمی جب آپس میں ملتے اس وقت تک جدا نہیں ہوتے تھے جب تک ایک دوسرے کو سورہ عصر کی تلاوت نہ سنا دیتے پھر سلام کر کے جدا ہو جاتے۔

الحمدللہ سورۃ التکاثر اور سورۃ العصر کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۱۴ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ نومبر ۲۰۱۵ء بعد نماز عشاء بروز ہفتہ مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین

سورۃ الھمزۃ

تعارف:...... سورۃ الھمزہ میں ان لوگوں کے بارے میں بات ہوئی ہے جو دوسروں پر عیب لگاتے ہیں، دوسروں کی عزت خراب کرتے ہیں ان پر طعنے کستے ہیں۔

نیز سورۃ مبارکہ میں مال جمع کرنے والوں کی بھی مذمت کی گئی ہے، ایسے لوگ جاہ وثروت کے بھوکے ہوتے ہیں ان کے اس صنیع سے یوں لگتا ہے گویا وہ ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہیں گے اس کا سبب ان کی جہالت اور غفلت ہے۔

سورۃ مبارکہ کے آخر میں ان لوگوں کے انجام کی نشاندہی کی گئی ہے چنانچہ وہ دوزخ کی آگ میں جائیں گے جو انہی کے لیے سلگائی گئی ہوگی۔

آیاتُھا ۹ — سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۴) (۳۲) — رُكُوعَاتُهَا ۱

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿۱﴾ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ﴿۲﴾ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ
فِي الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ﴿۷﴾ إِنَّهَا
عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ ع

ترجمہ:...... بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب نکالنے والا ہو، طعنہ دینے والا ہو۔① جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔② وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا۔③ ہرگز نہیں وہ ضرور ضرور بھوسہ بنانے والی چیز میں ڈال دیا جائے گا④ اور کیا آپ کو معلوم ہے وہ بوسہ بنادینے والی چیز کیا ہے؟⑤ وہ اللہ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے⑥ جو دلوں پر چڑھ بیٹھنے والی ہے۔⑦ بے شک وہ ان پر بند کردی جائے گی۔ ⑧ لمبے لمبے ستونوں میں۔⑨

لغات: هُمَزَةٍ:...... الھماز: لوگوں کی غیبت کرنے والا۔ دوسروں کی عزتیں اچھالنے والا، فُعَلَةٌ کا وزن کسی چیز کے عادی ہونے پر دلالت کرتا ہے اسی لیے لُعَنَۃٌ اور ضُحَکَۃٌ نہیں کہا جاتا ہاں البتہ مکثر ومعتاد کو کہا جائے گا۔ لُّمَزَةٍ: اللماز جو لوگوں پر عیب لگاتا ہو اور لوگوں کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتا ہو۔ الْحُطَمَةِ: دوزخ کی آگ، دوزخ کی آگ کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے چوں کہ جو بھی اس میں جائے گا وہ اسے توڑ کر اور کچل کر رکھ دے گی۔ مُّؤْصَدَةٌ: بند کی ہوئی۔ یہ صیغہ ''اوصد الباب'' سے ماخوذ ہے بمعنی دروازہ مقفل کر دیا گیا۔

تفسیر: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ:...... سخت عذاب، ہلاکت اور تباہی ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کی غیبت کرتا ہو، ان کی عزتیں اچھالتا ہو اور جو منہ پر لوگوں کو زبان سے یا اشاروں سے طعنے دیتا ہو۔ مفسرین کہتے ہیں: یہ سورت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چوں کہ وہ اکثر لوگوں کی عزتیں اچھالتا، انہیں طعنے دیتا اور پیٹھ پیچھے ان کی باتیں کرتا تھا۔ لیکن سورۂ مبارکہ کا حکم عام ہے چوں کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا۔[1] الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ: جس نے کثیر مال جمع کیا اور گن گن کر رکھتا ہے، مال پر کڑی نگرانی رکھتا ہے، تاکہ کہیں کم نہ ہو جائے جب کہ صدقہ وخیرات سے گریز کرتا ہے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: یعنی وہ گن گن کر مال رکھتا ہے اس کی کڑی حفاظت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا صرف مال جمع کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔[2] يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ: یہ جاہل فرط غفلت کی وجہ سے گمان رکھتا ہے کہ اس کا مال دنیا میں ہمیشہ اس کے پاس رہے گا اور اسے موت نہیں آئے گی۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ: یعنی وہ جاہل اس خیال باطل سے باز رہے، اللہ کی قسم! اسے دوزخ کی سلگتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں جو چیز بھی ڈالی جائے اسے چور کر کے رکھ دیتی ہے۔

[1] القرطبی: ۲۰/ ۱۸۳ [2] تفسیر الطبری: ۳۰/ ۱۸۹

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ: ...... استفہام برائے تفخیم ہے۔ یعنی تمہیں اس عظیم آگ کی حقیقت کیا معلوم؟ یہ تو ایسی آگ ہے جو ہڈیوں کو توڑ دے گی اور گوشت کو کھا جائے گی، حتیٰ کہ دلوں کو جھلسا کے رکھ دے گی۔ آگے آیت میں اس کی تفسیر بیان فرمادی چنانچہ ارشاد فرمایا: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ: یہ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ ہے جو اس کے حکم اور ارادہ سے جلائی گئی ہے یہ دنیا کی آگ طرح نہیں ہے، اس آگ کو کبھی بھی نہیں بجھایا جائے گا۔ حدیث میں ہے۔ دوزخ کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر مزید ایک ہزار سال تک جلائی گئی حتیٰ کہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک مزید جلائی گئی حتیٰ کہ سیاہ پڑگئی اب وہ نہایت سیاہ و تاریک ہے۔[1] الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ: جس کا صدمہ اور الم دلوں تک پہنچ جائے گا اور دلوں کو جلا کے رکھ دے گا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کریم میں دلوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے چوں کہ جب الم وصدمہ دل پر اثر کرتا ہے تو آدمی مرجاتا ہے، چنانچہ اہل دوزخ جان بلب ہوں گے لیکن مرنے نہیں پائیں گے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬ دوزخ میں نہ مرے گا اور نہ ہی زندہ رہے گا۔ (سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۳)

تاہم اہل دوزخ زندہ مگر مردہ کے معنی میں ہوں گے۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ: دوزخ کی آگ اہل دوزخ پر بند کردی جائے گی، ان تک بوباس نہیں پہنچنے پائے گی، (یعنی دوزخ کے دروازے بند کردیے جائیں گے) فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ: اہل دوزخ زنجیروں اور طوقوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، زنجیروں سے ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے، اوپر سے ان پر دروازے بھی بند ہوں گے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ ہر طرح سے مایوس ہوں گے، آگ کے لمبے لمبے ستونوں کا ہونا اہل دوزخ کا ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا پتہ دیتا ہے۔

بلاغت: هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ: ...... مبالغہ کے صیغے ہیں، چوں کہ فعلۃ کا وزن عادت مستمرہ پر دلالت کرتا ہے۔ جَمَعَ مَالًا: میں مالًا نکرہ ہی جو تفخیم پر دلالت کرتا ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ: میں استفہام برائے تفخیم وتہویل ہے۔ هُمَزَةٍ اور لُّمَزَةٍ: میں تجنیس ناقص ہے۔ عَدَّدَهٗ، اَخْلَدَهٗ، الْمُوْقَدَةُ، مُّمَدَّدَةٍ: میں رعایت فاصلہ ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا قال والاصح انہ موقوف

سورۃ الفیل

تعارف:......سورۂ فیل میں اصحاب فیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اصحاب فیل نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو انہی پر الٹ دیا اور اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائی۔ ابرھہ اور اس کے لشکر پر کمزور مخلوق کو مسلط کر دیا، وہ چھوٹے چھوٹے پرندے تھے جنہوں نے اپنی چونچوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں اٹھا رکھی تھیں، لیکن ہدف کو نشانہ بنانے اور تباہی مچانے میں کارتوس سے بھی زیادہ مؤثر ثابت ہوئیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے پورے لشکر کو تباہ کر دیا، یہ واقعہ تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے چوں کہ اسی سال ۵۷۰ھ میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق نبوت پر بڑی زبردست دلیل ہے۔

آیاتُھَا ۵ (۱۰۵) سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ (۱۹) رُکُوْعَاتُھَا ۱

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝۱ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا
اَبَابِیْلَ ۝۳ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝۴ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝۵ ع

ترجمہ:......اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ ① کیا ان کی تدبیر کو سرتا پا غلط نہیں کر دیا، ② اور ان پر پرندے بھیج دیے غول درغول ③ وہ ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے۔ ④ سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔ ⑤

لغات: سِجِّیْلٍ:...... پکی مٹی کی کنکریاں۔ عَصْفٍ: فصل کو جب گاہ لیا جاتا ہے اس کے باقی ماندہ پتے، بھوسا، گندم کا چھلکا، ابرھہ کے مردہ لشکر کو عصف کہا گیا ہے چوں کہ زمین پر پڑے تھے جنہیں ہوا ادھر سے ادھر پھینکتی رہی۔ اَبَابِیْلَ: غول کے غول جو ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے تھے۔

جوہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ جمع ہے جس کا واحد نہیں، مقولہ ہے: ''جاء ابلك أبابيل'' یعنی تیرے اونٹ ٹولیوں میں آئے۔ شاعر کہتا ہے:

كادت تهد من الأصوات راحلتي　　اذ سالت الأرض بالجرد الأبابيل

مختلف بلند آوازوں کی وجہ سے میرا کجاوہ گرا جا رہا تھا جب زمین پر سواروں کے غول کے غول امڈ آئے تھے۔

واقعہ اصحاب فیل

تفسیر: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ:......اے محمد! کیا تمہیں خبر نہیں پہنچی، اور تمہیں علم یقین نہیں ہے۔ گویا آپ نے آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ جو بلند شان والا ہے۔ ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جنہوں نے بیت اللہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا؟ مفسرین کہتے ہیں: ابرہہ اشرم یمن کا بادشاہ تھا اس نے صنعاء میں عظیم الشان ایک کنیسہ تعمیر کیا، وہ حجاج کو اس کنیسے کی طرف مائل کرنا چاہتا تھا، لیکن بنی کنانہ کا ایک شخص رات کے وقت کنیسے میں گھسا اور اس میں پاخانہ کر دیا پھر نجاست اس کی دیواروں کے ساتھ مل دی، ابرہہ یہ دیکھ کر سخت غصہ ہوا اور قسم اٹھالی کہ بیت اللہ کو گرا کر دم لے گا۔ چنانچہ ہاتھیوں پر سوار ہو کر بہت بڑا لشکر لے کر مکہ کی طرف چل پڑا، لشکر کے آگے ایک بہت بڑا ہاتھی تھا، جب لشکر مکہ پہنچا تو اہل مکہ پہاڑوں میں بھاگ گئے، اللہ تعالیٰ نے لشکر پر سیاہ رنگ کے پرندے مسلط کر دیے ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک کنکری چونچ میں اور دو ٹانگوں میں، پرندوں نے لشکریوں پر کنکر برسائے، کنکری لشکر میں شریک آدمیوں کے سر پر پڑتی اور پاخانے کے راستے سے نکلتی اور انہیں مردہ کر دیتی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سب کے سب کو ہلاک و برباد کر دیا اور ان کا قصہ آنے والوں کے لیے سامان عبرت بن گیا۔

حضرت ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: روایت واقعہ کو اللہ عزوجل کے فعل کی کیفیت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے۔ كَيْفَ فَعَلَ: اور یوں نہیں فرمایا: أَلَمْ تَرَ مَا فَعَلَ رَبُّكَ چوں کہ واقعہ کی تہویل اور حادثہ کے عظیم ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اس قصہ کی عجیب ہیبت اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کمال حکمت وعلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف ومرتبہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ ارہاصات میں سے ہے۔[1] چوں کہ اس سال کا قصہ ہے جس سال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔[2] أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ: کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک نہیں کیا اور تخریب کعبہ کے متعلق ان کی سازشوں کو خاک میں ملا دیا؟ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ: اور ان پر اپنے لشکر سے غول کے غول پرندے بھیجے جو ایک دوسرے کے پیچھے لگے ہوئے لگا تار آتے تھے اور لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ: جو ان پر پکی مٹی کے چھوٹے چھوٹے کنکر پھینک رہے تھے، گویا وہ کارتوس تھے جس پر لگتے اسے قتل کر دیتے تھے۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ: انہیں درخت کے پتوں کی طرح کر دیا جنہیں آندھی نے توڑ ڈالا ہو اور چوپایوں نے کھا کر لید بنا دیا ہو، ان سب کے سب کو ہلاک کر دیا۔ یہ قصہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بیت اللہ کا بڑا اشرف ومرتبہ ہے۔ اور اللہ نے قریش پر بڑا انعام کیا ہے۔ لہٰذا قریش پر واجب ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عجائب وغرائب ہیں کہ وہ اپنے دشمنوں سے کیسے انتقام لیتا ہے۔

بحر میں لکھا ہے: اس بڑے دشمن کی شکست حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش والے سال ہوئی اور یہ قصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ارہاصات میں سے ہے چوں کہ وصف منقول کے ساتھ ان پرندوں کا آنا خارق عادت امور اور انبیاء کی آمد سے پیشتر معجزات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کو اپنی کمزور ترین مخلوق یعنی پرندوں کے ذریعے ہلاک کیا ورنہ پرندے کسی کو قتل نہیں کرتے۔

بلاغت: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ:...... میں استفہام تقریر وتعجیب کے لیے ہے۔ فَعَلَ رَبُّكَ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے، اور اسم جلالہ کی ضمیر خطاب کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ اس سے پیغمبر علیہ السلام کا شرف ومرتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار کرنا بھی مقصود ہے۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ: میں تشبیہ مرسل ہے، حرف تشبیہ مذکور ہے اور وجہ شبہ حذف ہے۔ الْفِيلِ، تَضْلِيلٍ، بِسِجِّيلٍ، أَبَابِيلَ: الخ میں رعایت فاصلہ ہے۔

---

[1] نبوت سے پہلے کے خارق عادت افعال کو ''ارہاص'' کہا جاتا ہے جب کہ نبوت کے بعد معجزہ ہے۔ [2] ابو السعود: ۵/ ۲۸۵۔

سورۃ القریش

تعارف:......سورۂ قریش میں اہل مکہ پر کی گئی نعمتوں کا ذکر ہے، چنانچہ اہل مکہ تجارت وغیرہ کے لیے دوموسمی سفر کرتے تھے۔ سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں ملک شام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو دو بڑی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔

اول:......امن وامان کی نعمت۔

دوم:......مال داری اور خوشحالی۔ يَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

آیاتُھا ۴ | (۱۰۶) سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ (۲۹) | رُكُوعَاتُهَا ۱

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

ترجمہ:......قریش کی الفت رکھنے کی وجہ سے ① ان کی وہ الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کرنے سے ہے۔ ② سو ان کو چاہئے کہ اس بیت کے رب کی عبادت کریں ③ جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔ ④

اہل قریش کے لیے سفر میں آسانی

تفسیر: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ:......لام جارہ بعد میں آنے والے فعل فَلْيَعْبُدُوْا: سے متعلق ہے۔ اَلْاِيْلٰفِ: مالوف ہونا، عادی ہونا، ألف الرجل امرأ فلاں شخص اس چیز کا عادی ہے۔ آلَفَهُ غَيْرَهُ: دوسرے کو عادی و مانوس بنانا۔ آیت کا معنی ہے: اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے لیے سردیوں میں سوئے یمن کا سفر اور گرمیوں میں شام کا سفر سہل وآسان کر دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ: سردی اور گرمی کے دو سفروں میں آسانی کردی ہے۔ چنانچہ اہل مکہ تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے اور کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء لے کر آتے تھے، تجارت کے لیے آنے جانے میں انہیں بڑا نفع ملتا تھا، بڑے امن کے ساتھ سفر کرتے تھے اور ان کو کوئی بھی نہیں چھیڑتا تھا، چوں کہ اہل عرب کہا کرتے تھے: قریش بیت اللہ کے پڑوسی اور حرم پاک کے باشندے ہیں اور وہ اہل اللہ اور کعبہ کے متولی ہیں۔ لہٰذا انہیں اذیت مت پہنچاؤ اور نہ ہی ان پر ظلم کرو اور جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا اور ان کی تدبیریں انہی پر الٹ دیں تو اہل مکہ کی وقعت لوگوں کے دلوں میں اور بڑھ گئی اور ان کے امراء اور رؤساء کی تعظیم میں اضعاف ہو گیا، ساتھ ساتھ ان کے تجارتی منافع بھی بڑھنے لگے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنا احسان جتلایا ہے اور انہیں اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ: لہٰذا ان ہیں چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت کریں جو کہ بیت عتیق کا پروردگار ہے اور انہیں چاہیے کہ وہ عبادت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کا ذریعہ بنائیں۔

مفسرین کہتے ہیں فَلْيَعْبُدُوْا: میں فاء آیا ہے چوں کہ کلام شرط کے معنی میں ہے گویا یوں کہا جا رہا ہے: إن لم يعبدوا لسائر نعمة فليعبدوا من اجل الرّحلتين۔ ''یعنی اگر قریش ساری نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے تو کم از کم انہیں چاہیے کہ دو سفروں کی سہولت وآسانی پر اللہ کا شکر ادا کریں، یہ نعمت ان کے لیے بڑی نعمت ہے چوں کہ ان کا علاقہ زرعی علاقہ نہیں ہے۔ اسی لیے بعد میں فرمایا الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ: یہی ان کا خدا ہے جو انہیں بھوک کی شدت کے بعد کھلاتا ہے اور شدت خوف میں نہیں انہیں امن وامان دیتا ہے، چنانچہ اہل مکہ اس کے ساتھ سفر کرتے ہیں ان کے ساتھ کوئی بھی تعرض نہیں کرتا اور نہ ہی ان پر کوئی غارت گری ڈالتا ہے خواہ وہ حالت سفر میں ہوں یا حالت حضر میں، انہیں کوئی بھی نہیں لوٹتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ ؕ (سورۃ العنکبوت، آیت ۶۷)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ حرم کو ہم نے امن کی جگہ بنا دیا جب کہ ان کے آس پاس سے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔

یہ سب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہے انہوں نے دعا کی تھی: رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا: یا اللہ اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے۔ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ: اور انہیں انواع واقسام کے پھل نصیب فرما۔ تو کیا قریش کے لیے واجب نہیں کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جو انہیں بھوک میں رزق دیتا ہے اور خوف میں امن دیتا ہے!

بلاغت: ...... سورت مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں ان میں سے چند مختصراً حسب ذیل ہیں:

الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ: ...... میں طباق ہے۔ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ: میں بھوک واطعام اور وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ: میں امن وخوف میں طباق ہے۔

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ: میں تقدیم ماحقہ التاخیر ہے۔ اصل میں یوں تھا۔ لیعبدوا رب هذا البيت، لايلافهم رحلة الشتاء والصيف. ایلاف کو نعمت کی یاددہانی کے لیے مقدم کیا گیا ہے۔ رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ: میں اضافت برائے تکریم وتشریف ہے۔ جُوۡعٍ: اور لفظ خَوۡفٍ: میں بیان شدت کے لیے تنکیر لائی گئی ہے یعنی جوع شدید وخوف عظیم۔

تنبیہ: ...... امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جان لو کہ انعام کی دو قسمیں ہیں:

اول: ...... دفع ضرر جس کا سورت فیل میں ذکر ہوا۔

دوم: ...... جلب منفعت، جس کا سورت قریش میں ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قریش سے ضرر بھی دور کیا اور انہیں نفع بھی عطا کیا، یہ دو بڑی نعمتیں انہیں عطا کیں، اس لیے قریش کو عبادت اور ادائے شکر کا حکم دیا اور فرمایا: فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ۝ الَّذِيۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۝

سورۃ الماعون

تعارف:......سورۃ الماعون میں انسانوں کی دو جماعتوں کے متعلق مختصراً بات ہوئی ہے۔

الف......کافر جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے اور یوم حساب کی تکذیب کرتا ہے۔

ب......منافق جو رضائے الٰہی کے لیے عمل نہیں کرتا بلکہ نمود و نمائش کے لیے عمل کرتا ہے، رہی بات فریق اول کی: سو اللہ تعالیٰ نے اس کی صفات ذمیمہ کا ذکر کیا ہے کہ ایسے لوگ یتیموں کی تحقیر کرتے ہیں اور انہیں ڈانٹے ہیں، انہیں تادیب کے لیے نہیں ڈانٹتے بلکہ اذیت پہنچاتے ہیں حتیٰ کہ مسکین فقیر کے حقوق کا بھی خیال نہیں رکھتے۔

اس قسم کے لوگ رب تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کرتے ہیں اور نہ مخلوق کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں۔

یہ منافقین ہیں جو اپنی نماز سے غافل ہیں اور نماز میں وقت پر ادا نہیں کرتے، محض سوریۃ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں ان کی معنوی حیثیت کچھ نہیں ہوئی بلکہ ان کا مقصد محض دکھلاوا ہوتا ہے۔ فریقین کو ہلاکت و تباہی کی دھمکی اور وعید سنائی گئی ہے۔ سورۂ مبارکہ میں نہایت عجیب و غریب اسلوب کے ساتھ ان کی شناعت بیان کی گئی ہے۔

آیاتُها ۷ | سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۷) (۱۰۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۱

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾ ع

ترجمہ:......کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔① سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے② اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا،③ سو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے④ جو اپنی نماز کو بھلا دیتے ہیں۔⑤ جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں⑥ اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔⑦

لغات: يَدُعُّ:......سختی سے دور کرتا ہے، دھکے دیتا ہے، اسی سے ہے۔ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا. يَحُضُّ: الحض: ابھارنا ترغیب دینا۔ سَاهُوْنَ: ساهی کی جمع ہے۔ مقولہ ہے: سها عن كذا يسهو سهوًا۔ یعنی غفلت سے اسے چھوڑ دیا۔ الْمَاعُوْنَ: تھوڑی سے چیز، المعن سے ماخوذ ہے۔ مقولہ ہے: ''ماله معنة ولا سعنة'' اس کے پاس نہ تھوڑا مال ہے نہ زیادہ۔ مبرد اور زجاج کہتے ہیں: ہر نفع بخش چیز ماعون میں شامل ہے جیسے کلہاڑی، ہنڈیا، ڈول وغیرہ۔

جزا و حساب کو جھٹلانے والے

تفسیر: أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ:......تعجیب و تشویق کے لیے استفہام ہے یعنی کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جو آخرت میں جزا و حساب کو جھٹلائے گا؟ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون ہے اور اس کے اوصاف کیا ہیں؟ اگر تم اسے جاننا چاہتے ہو تو پھر سنو۔ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ: تو یہ وہ شخص ہے جو سختی اور جفا کا مظاہرہ کرتے ہوئے یتیم کو دھکے دیتا ہے، اسے ڈانٹتا ہے، اس پر ظلم کرتا ہے اور اسے اس کا حق نہیں دیتا۔ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ: یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا۔ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ولا يحض سے اشارہ ہے کہ وہ لوجہ یتیم و مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا، یہ تو اولیٰ ہوگا کہ جب وہ دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا کہ وہ مسکین کو کھانا کھلانا نہیں بھلا وہ خود ایسا کیوں کر کر سکتا ہے۔ اگر سوال کیا

جائے کہ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ: کہا ہے اور ولا يطعم المسكين (یعنی مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا) نہیں کہا جواب یہ ہے کہ جب وہ یتیم کو اس کا حق نہیں دیتا، بھلا کسی مسکین کو اپنے مال سے کیسے کھلائے گا، بلکہ وہ دوسرے کے مال پر بھی بخل کرتا ہے یہ انتہا درجے کی خست اور گھٹیا پن ہے جو اس کے پھل، قساوت قلب اور خساست مزاج وطبع پر دلالت کرتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وہ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا اور نہ ہی کسی دوسرے کو دعوت دیتا ہے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلائے چوں کہ وہ قیامت کی تکذیب کرتا ہے، اگر وہ جزا اور حساب پر ایمان رکھتا اس سے ایسا نہ ہوتا۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ: ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے جو منافق ہیں اور ان صفات تشبیہ سے متصف ہیں۔ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ: جو اپنی نماز سے غافل ہیں، نماز کو بس فضول سی حرکت سمجھ کر وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے مراد وہ نمازی ہے جو نماز پڑھ بھی لے اسے ثواب کی امید نہ ہو اور اگر نماز ترک کر دے تو عذاب کا اسے خوف نہ ہو۔ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی وہ وقت پر نماز نہیں پڑھتے اور نہ ہی رکوع وسجدہ اہتمام سے کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ: فرمایا ہے اور عَنْ: سے تعبیر کیا ہے، اس سے معلوم ہوا یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے، اسی لیے بعض اسلاف نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے عَنْ صَلَاتِهِمْ: کہا ہے اور فِيْ صَلَاتِهِمْ: نہیں کہا۔ چوں کہ اگر فِيْ صَلَاتِهِمْ: کہا ہوتا تو یہ آیت مومنین کے بارے میں ہوتی جب کہ مؤمن بسا اوقات نماز میں بھول جاتا ہے۔ جب کہ دونوں طرح کی بھول میں زمین وآسمان کا فرق ہے، چنانچہ منافق کا سہو ترک وقلت التفات کی بنا پر ہوتا ہے وہ نماز کا خیال ہی نہیں رکھتا بلکہ نماز سے مشغول رہتا ہے اور جب مومن نماز میں بھول جاتا ہے تو سجدہ سہو سے اس کا تدارک کر لیتا ہے، دونوں طرح کے سہو میں فرق واضح ہے۔ اس کے بعد منافقین کے مزید اوصاف بیان کیے ہیں: چنانچہ ارشاد فرمایا: الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ: جو محض دکھلاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں تا کہ انہیں صلحاء کہا جائے اور وہ خشوع کرتے ہیں تا کہ انہیں بڑا پرہیز گار کہا جائے، دکھاوے کے لیے صدقہ کرتے ہیں تا کہ انہیں سخی کہا جائے۔ ان کے تمام اعمال شہرت کے لیے ہوتے ہیں۔ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ: اور عام برتنے اور منافع کی چیزیں دوسروں کو دینے سے انکار کرتے ہیں جیسے سوئی، کلہاڑی، ہنڈیا، نمک، پانی وغیرہ۔ مجاہد کہتے ہیں: الماعون سے مراد عاریۃ برتنے کی چیزوں کا لینا دینا ہے جیسے کلہاڑی، ڈول اور برتن وغیرہ۔ طبری کہتے ہیں: یعنی لوگوں کو اپنے پاس موجود منفعت کی چیزیں دینے سے انکار کرتے ہیں، الماعون اصل میں ہر منفعت کی چیز کو کہا جاتا ہے۔ آیت کریمہ میں بخل پر زجر آیا ہے، چنانچہ عام برتنے کی چیزوں سے انکار کرنا انتہاء درجے کا بخل ہوتا ہے جو مروت کی منافی ہے۔

بلاغت:...... آیت کریمہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔

- اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ: ...... میں استفہام برائے تشویق ہے۔ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ: میں ایجاز حذف ہے، اس سے شرط کو حذف کر دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے "اگر تم اسے جاننا چاہتے ہو تو وہ ایسا شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، یہ بلاغت کے اسالیب میں سے ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ: میں دم وتوبیخ ہے، اسم ظاہر کو اسم خبر کے حکم میں لایا گیا ہے۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ: میں زیارت تشنیع ہے۔ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ: میں تجنیس ناقص ہے۔ سَاهُوْنَ، يُرَآءُوْنَ، الْمَاعُوْنَ: میں رعایت فاصلہ ہے۔

سورۃ الکوثر

تعارف:......سورۂ کوثر مکیہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی کریم ﷺ پر کیے گئے فضل عظیم اور خیر کثیر کا ذکر ہے، دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے کیے گئے آپ پر انعامات کا مختصر اً ذکر ہے اسی سے ''نہر کوثر'' بھی ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے۔ سورۂ مبارکہ میں رسول کریم ﷺ کو پابندی نماز کی دعوت دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے ہدی کا جانور ذبح کرنے کی بھی دعوت دی گئی ہے۔

سورۃ مبارکہ کے آخر میں رسول کریم ﷺ کو آپ کے دشمن کے سوا ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور آپ کے دشمنوں کو ذلت اور حقارت کے ساتھ متصف کیا گیا ہے، اور وہ دنیا و آخرت میں ہر طرح کی بھلائی سے محروم رہیں گے۔ جب کہ رسول مقبول ﷺ کا ذکر خیر اور ثنائے جمیل ہر زبان پر رہے گی۔

آیاتُها ۳ — (۱۰۸) سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) — رُكُوعَاتُهَا ۱

إِنَّآ أَعْطَيْنَـٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿۳﴾

ترجمہ:...... بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ ① سو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے ② بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔ ③

لغات: اَلْكَوْثَرَ:...... خیر کثیر، کثرۃ سے صیغہ مبالغہ ہے۔ اہل عرب ہر اس چیز کو کوثر کہتے ہیں، جو تعداد، مقدار اور رتبے میں بڑھی ہوئی ہو۔ شاعر کہتا ہے:

وأنت كثير يا بن مروان طيب — وكان ابوك ابن العقائل كوثرًا

''اے ابن مروان! تیرے پاس کثیر مال ہے اور تو خوشحال ہے جب کہ تیرے باپ کے پاس بھی بہت زیادہ اونٹنیاں اور مال تھا۔''

اَنْحَرْ:...... النحر: اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اونٹ کو ذبح کرنے کا مخصوص طریقہ شَانِئَكَ: الشانئ، جس سے بغض رکھا جائے، الشنآن سے مشتق ہے بمعنی عداوت، بغض، اسی سے ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ یعنی قوم کا بغض۔ اَلْاَبْتَرُ: ہر بھلائی سے منقطع، البتر قطع کرنا، مقولہ ہے بترت الشئی بترًا میں نے فلاں چیز کاٹ دی، اسی سے "السیف الباتر" بھی ہے کاٹنے والی تیز تلواروں، جب کہ آگے نسل نہ چلے اسے اَبْتَرُ کہا جاتا ہے، چوں کہ اس کا نسب منقطع ہو جاتا ہے۔ زیاد کے خطبہ کو خطبۂ بتراء کہا جاتا تھا چوں کہ وہ خطبہ کے شروع میں حمد و صلوٰۃ نہیں پڑھتا تھا۔

آپ علیہ السلام کی تکریم و تعظیم اور حوض کوثر

تفسیر: اِنَّآ اَعْطَيْنَـٰكَ الْكَوْثَرَ:...... رسول کریم ﷺ کو خطاب ہے اور اس میں آپ ﷺ کی تکریم و تعظیم ہے، یعنی اے محمد! ہم نے آپ کو دنیا و آخرت میں دائمی خیر کثیر عطا کی ہے، اس خیر کثیر میں سے نہر کوثر بھی ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: جنت میں ایک نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں جب کہ اس کے بہاؤ کی تھاں موتیوں اور یاقوت کی ہے، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے، جس نے بھی اس میں سے ایک گھونٹ پانی پیا اس کے بعد اسے کبھی بھی پیاس نہیں لگے گی۔[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے یکا یک آپ پر غنودگی سی طاری ہوئی پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور ہم عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے آپ نے اس کی تلاوت کی۔

[1] رواہ الترمذی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ؕ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ :...... پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کر رکھا ہے، اس میں خیر کثیر ہے، یہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی، اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں، تاہم ایک آدمی کو اس پر آنے سے روک دیا جائے گا، میں کہوں گا، یہ تو میرا امتی ہے! جواب ملے گا: تمہیں نہیں معلوم تمہارے بعد اس نے دین میں کیا کیا نئی باتیں ایجاد کر لی تھیں۔ [1] ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الکوثر کی تفسیر میں چھبیس اقوال منقول ہیں صحیح قول وہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس کے بہاروں کی تھاں موتیوں اور یاقوت کی ہے، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الکوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ :...... اس پروردگار کی رضا جوئی کے لیے نماز پڑھو جس نے خیر و رحمت کے تمہارے لیے دریا بہا دیے ہیں اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے اونٹ جو اہل عرب کا عمدہ مال ہیں قربان کرو۔ تسہیل میں لکھا ہے: مشرکین کی نماز تو بس سیٹیاں اور تالیاں ہوتی تھیں اور وہ جانور بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرما دیا کہ صرف ایک پروردگار کے لیے نماز پڑھو، اور صرف اس کی خوشنودی کے لیے قربانی کرو، گویا آپ کو یہ حکم توحید اور اخلاص کے لیے دیا گیا ہے۔ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ: اے محمد! حقیقت میں تمہارا دشمن ہی ہر طرح کی بھلائی سے محروم رہے گا۔ مفسرین کہتے ہیں: جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے قاسم وفات پا گئے تو عاص بن وائل نے کہا: اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اس کی نسل آگے نہیں چلے گی جب مر جائے گا اس کا ذکر نہیں ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، اور خبر دی کہ یہی کافر دم بریدہ رہے گا۔ اگرچہ اس کی اولاد ہوئی ہے لیکن وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہا۔ نیز اس کا ذکر نہیں ہوگا، اگر ذکر کہوا بھی تو اس پر لعنت ہی بھیجی جائے گی، بخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کا ذکر حمید ابد الآباد باقی رہے گا، آپ کا ذکر جمیل مفر و محراب سے گونجے گا اور اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا، چنانچہ مومنین تا قیامت آپ کے متبعین ہیں، اس نسبت سے آپ مومنین کے لیے باپ کی مانند ہیں اور مومنین آپ کی اولاد میں صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

بلاغت: اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ:...... میں صیغہ جمع متکلم ہے جو تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّاۤ: بحرف تاکید کے ساتھ جملہ شروع کیا گیا ہے جو قسم کے قائم مقام ہے یہ اصل مجیں ان نحن ہے۔ اَعۡطَیۡنٰکَ: صیغہ ماضی وقوع کا فائدہ دے رہا ہے۔ مضارع کا صیغہ نہیں لایا گیا چوں کہ وعدہ جب مستحقق ہو جاتا ہے تو اسے ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ الۡکَوۡثَرَ: صیغہ مبالغہ ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ: میں تکریم و تشریف کے لیے اضافت ہے۔ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ: میں افادۂ حصر ہے۔ الۡکَوۡثَرَ۔ الۡاَبۡتَرُ: شروع سورت اور آخر سورت میں مطابقت ہے۔ چنانچہ الکوثر خیر کثیر کو کیا جاتا ہے اور الأبتر جو ہر طرح کی بھلائی سے محروم ہو۔

یہ سورۂ مبارکہ مختصر ہونے کے باوجود اپنے اندر فصاحت و بلاغت کا سمندر سموئے ہوئے۔

سبحانہ ما اعظم شانہ

الحمد للہ سورۃ الھمزہ، سورۃ الفیل، سورۃ القریش، سورۃ الماعون اور سورۃ الکوثر کی تفسیر آج بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۳ دسمبر ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے اور آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین

---

[1] اخرجہ مسلم والترمذی

سورۃ الکافرون

تعارف:......سورۃ الکافرون میں شرک وکفر اور گمراہی سے برأت کا اعلان ہے، مشرکین نے رسول کریم ﷺ کو اتفاق کر لینے کی دعوت دی اور مطالبہ کیا کہ آپ ان کے خداؤں کی عبادت کریں اور وہ ان کے خدا کی عبادت کریں گے، سورۂ مبارکہ میں مشرکین کی تمام تر امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا ہے اور سورۂ مبارکہ میں واضح دو گروہوں میں حد فاصل کھینچ دی گئی، ایک گروہ اہل ایمان کا اور دوسرا بتوں کے پرستاروں کا، کفار پر زبردست تردید کی گئی ہے اور دوٹوک فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔

آیاتھا ۶ (۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۸) رُكُوْعَاتُهَا ۱

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا
عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥ ع

ترجمہ:......آپ کہہ دیجیے کہ اے کافرو! ① نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں ② اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، ③ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔ ④ اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے، ⑤ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔ ⑥

تفسیر: قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ:......اے محمد! ان کفار سے کہہ دیجیے جو آپ کو بتوں اور پتھروں کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ: میں ان بتوں اور مورتیوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو۔ سو میں تمہارے خداؤں اور معبودان سے اعلان برأت کرتا ہوں یہ اپنے عبادت گزار کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں: قریش نے رسول کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ایک سال تک آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں ایک سال تک ہم آپ کے خداؤں کی عبادت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ اللہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں۔

قریش نے کہا: آپ ہمارے بعض خداؤں کو تسلیم کر لیں اور ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کے خدا کی بھی عبادت کریں گے۔ چنانچہ یہ سورت نازل ہوئی اور آپ علی الصباح مسجد حرام میں تشریف لائے، مسجد میں قریش کے چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ان کے سر چڑھ کر یہ سورت تلاوت کی جسے قریش سن کر مایوس ہو گئے، آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اذیت پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ قُلْ: میں اس امر پر دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ یہ پیغام کفار تک پہنچا دیا جائے۔ اور آپ ﷺ نے کفار کو جو يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ: کا خطاب کیا ہے اس میں قریش کو کفر کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس سے قریش لامحالہ غصہ ہوں گے، اس امر پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر نگرانی ہے اور آپ کو کفار اور ان کے خداؤں کی کوئی پروا نہیں ہے۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ:......اے جماعت مشرکین! تم میرے معبود حق کی عبادت کرنے والے نہیں ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں بلاشبہ میں معبود برحق کی عبادت کرتا ہوں اور وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے جب کہ تم بتوں اور مورتیوں کی عبادت کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بتوں کی عبادت میں بہت فرق ہے۔ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ: پہلے مضمون کی تاکید ہے اور بتوں کی عبادت سے برأت کا اظہار کیا گیا ہے اور اس میں کفار کی تمام تر امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا ہے کہ میں ان بتوں کی فی الحال عبادت کر سکتا ہوں اور نہ ہی آئندہ، جب تک میں زندہ ہوں اس خدا کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم کرتے ہو، اب میں تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کروں گا اور نہ ہی مستقبل میں عبادت کروں گا۔ وَلَآ

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ: اور مستقبل میں تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے نہیں ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ: تمہارے لیے شرک ہے اور میرے لیے توحید ہے۔ کفار کی عبادت سے یہ انتہا درجے کی برأت ہے۔ اور صرف ایک اللہ کی عبادت پر تاکید کی جارہی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے: پہلے دو جملوں کا معنی یہ ہے: معبود میں اختلاف تام ظاہر کرنا ہے، چنانچہ مشرکین کا معبود بت میں اور محمد ﷺ کا معبود اللہ عزوجل ہے۔ آخری دو جملوں کا معنی: عبادت میں اختلاف تام ظاہر کرنا ہے۔ گویا یوں فرمایا جارہا ہے کہ ہمارا معبود ایک نہیں ہے اور ہماری عبادت بھی ایک طرز اور ایک نوعیت کی نہیں ہے۔

بلاغت: يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ:...... میں خطاب بالوصف ہے اور اس سے مقصود واہل مکہ کو توبیخ و تشنیع ہے۔ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ: میں طباق سلب ہے، اول جملے میں نفی ہے اور ثانی میں اثبات ہے۔ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ: اور وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ: میں دونوں جملوں کے درمیان مقابلہ ہے۔ یعنی فی الحال۔ اسی طرح آخری دو جملوں وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ میں بھی مقابلہ ہے۔ یعنی مستقبل میں اس مقابلہ میں حال و مستقبل میں بتوں کی عبادت سے نفی کی گئی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ: میں آخری صرف میں رعایت فاصلہ ہے۔

سورۃ النصر

تعارف:......سورۃ النصر میں فتح مکہ کے متعلق بات ہوئی ہے جس مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا، اور اس کے بعد اسلام جزیرۂ عرب میں پھیل گیا تھا، اس فتح مبین کے بعد لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کا جھنڈا بلند کیا، اہل شرک کا شیرازہ بکھر گیا، فتح مکہ سے قبل اس کی خبر دے دینا ایسے اظہر من الشمس دلائل میں سے ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

آیاتُھا ۳ (۱۱۰) سُوْرَۃُ النَّصْرِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۴) رُکُوْعَاتُھَا ۱

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③ ع ۲۵

ترجمہ:......جب آ جائے اللہ کی مدد اور فتح ① اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، ② سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ③

فتح مکہ کی بشارت

تفسیر: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ:......رسول کریم ﷺ سے خطاب ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور مؤمنین پر جو نعمتیں کی ہیں انہیں یاد کروایا ہے۔ معنی ہے: اے محمد! جب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مکہ کی فتوحات سے سرفراز کرے گا۔ مفسرین کہتے ہیں: فتح مکہ کے وقوع سے پہلے خبر دینا اخبار بالغیب ہے اور یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا: اور تم عرب کو اسلام میں گروہ در گروہ بلا جنگ و قتال کے داخل ہوتے دیکھو گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد سارا عربی اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا تھا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: عرب کے تقریباً سبھی قبیلے فتح مکہ کے انتظار میں تھے، اور کہتے تھے: اگر محمد نے اپنی قوم پر غلبہ پالیا تو وہ نبی برحق ہے۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور دو سال کی اندر اندر جزیرۂ عرب میں اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا اور عرب کے سبھی قبائل اسلام کا اظہار کرنے لگے تھے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: ان نعمتوں پر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور دشمنوں پر تمہیں جو غلبہ اور فتح عطا فرمائی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ وَاسْتَغْفِرْهُ: اپنے لیے اور اپنی امت کے لیے اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا: یقین کرو تمہارا پروردگار بہت معاف کرنے والا اور مؤمنین پر رحمت نازل کرنے والا ہے۔

بلاغت: نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ:......میں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کی نصرت تمام فتوحات کو شامل ہے۔ اس پر فتح مکہ کا عطف کیا گیا ہے چوں کہ یہ عظیم الشان فتح تھی۔ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ: میں تشریف و تعظیم کے لیے دین کی اللہ کی طرف اضافت کی گئی ہے، اللہ کا دین اسلام ہے۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ: میں عام بول کر خاص مراد لیا ہے اور وہ خاص اہل عرب ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا: میں فعال کے وزن پر ثواب صیغۂ مبالغہ ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کی خبر

تنبیہ:......اس سورۂ مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبر دی گئی ہے، اسی لیے اس سورت کو ''سورۃ التودیع'' کہا جاتا ہے، جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: لگتا ہے کہ دنیا سے جانے کا وقت قریب آ چکا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں نازل ہوئی، اور اس کے بعد اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا: نازل ہوئی، ان دونوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی (٨٠) دن زندہ رہے۔[1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدری شیوخ کے ستھ مجھے بھی اپنے پاس بٹھاتے تھے، ان میں سے بعض کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں آخر ہمارے بھی بیٹے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے تم علم کی باتیں حاصل کرتے ہو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دن مجھے بلایا اور ان بزرگوں کے ساتھ مجھے بھی اپنے پاس بٹھالیا۔ میرے خیال میں آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں کو دکھلانے کے لیے بلایا تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگوں کا اس آیت کے بارے میں کیا خیال ہے إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ: بعض نے کہا: سورۂ مبارکہ میں ہمیں نصرت و فتح کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور استغفار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، جب کہ بعض خاموش رہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے ابن عباس کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ کہا: پھر کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے رخصت ہوجانے کی خبر دی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ: اور تمہاری موت کی علامت یہ ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں بھی اس سے یہی بات سمجھا ہوں جو تم نے کہی ہے۔[2]

[1] القرطبی ٢٠/ ٢٣٣ [2] جمع الفوائد و اعذب الموارد: ٢/ ٢٨٥

سورۃ اللھب / سورۃ المسد

تعارف:...... سورۃ المسد کا دوسرا نام سورۃ اللھب ہے۔ اسے سورۃ تبت بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ابولہب کی ہلاکت وتباہی کا ذکر ہے، یہ ملعون رسول کریم ﷺ سے سخت عداوت رکھتا تھا، اپنے کام چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑا رہتا تھا اور آپ کی دعوت ایمان میں رکاوٹیں ڈالتا تھا اور آپ سے لوگوں کو بددل کرتا تھا، سورۂ مبارکہ میں اسے آخرت کی آگ میں جلنے کی دھمکی دی گئی ہے، اس عذاب میں اس کی بیوی بھی شریک ہوگی، سورۂ مبارکہ میں ایک خاص نوع کی عذاب کا بیان ہوا جس میں اسے رہنا پڑے گا اور وہ یہ کہ دوزخ میں ابولہب کی بیوی کی گردن میں چھال کی رسی ہوگی جو دور سے آگ کو کھینچ لیتی ہے ایسا اسے عذاب وتباہی میں شدت پیدا کرنے کے لیے ہوگا۔

آیاتُها ۵ (۱۱۱) سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (٦) رُكُوعَاتُهَا ۱

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع ۲۶

ترجمہ:...... ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہوجائے، (۱) نہ اس کے مال نے اسے فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے۔ (۲) وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ (۳) اور اس کی بیوی بھی بری عورت جو لکڑیاں لادنے والی ہے (۴) اس کے گلے میں رسی ہے کھجور کی چھال کی۔ (۵)

لغات: تَبَّتْ:...... ہلاک ہوئی، التباب: ہلاکت، خسران، اسی سے ہے۔ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ. شاعر کہتا ہے:

فتبًا للذی صنعوا — یعنی وہ اپنے کیے پر ہلاک ہوجائیں۔

ذَاتَ لَهَبٍ:...... شعلوں والی آگ۔ جِيْدِهَا: گردن۔ امرؤالقیس کہتا ہے۔ وجید کجید الریم لیس بفاحش۔ مَّسَدٍ: چھال۔ واحدی کہتے ہیں عرب کے کلام میں مسد سے مراد رسی ہے، چھال وغیرہ سے بٹی ہوئی رسی۔

شان نزول:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ: نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور آواز دی: اے بنوفہر! اے بنی عدی، قریش کی مختلف شاخوں کو پکارا، حتیٰ کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے، حتیٰ کہ جو آدمی آپ کے پاس نہیں آسکتا تھا اس نے اپنا قاصد بھیج دیا تاکہ اسے بھی اہم خبر مل جائے، قریش اکٹھے ہوگئے اور ابولہب بھی آگیا، کہنے لگے: آپ کو کیا اندیشہ لاحق ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر وادی میں شہواروں کا دستہ تمہاری تاک میں بیٹھا ہو اور تمہارے اوپر غارت گری ڈالنا چاہتا ہو کیا تم اس خبر کے دینے میں میری تصدیق کروگے؟ وہ بولے: جی ہاں، ہم نے تمہیں کبھی بھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر سنو! میں تمہیں آگے آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ابولہب بولا: اے محمد! تمہاری ہلاکت کیا آج کے دن تم نے ہمیں اس لیے یہاں جمع کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱

طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں ذی المجاز کے بازار میں تھا، یکا یک میں نے اپنے آپ کو ایک نوجوان کے پاس کھڑے پایا وہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! لاالہ الا اللہ کا اقرار کرلو، کامیاب ہوجاؤ گے: اس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا جو زور زور سے اس کی پنڈلیوں پر مار رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں لہولہان ہوچکی تھیں۔ اور وہ مارنے والا کہتا جارہا تھا: اے لوگو! یہ جھوٹا ہے، اس کی تصدیق مت کرو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون نوجوان ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ محمد ﷺ ہے اور یہ پیغمبر ہونے کا اظہار کررہا ہے جب کہ مارنے والا اس کا چچا ابولہب ہے

اور وہ اسے جھوٹا کہتا ہے۔

تفسیر: تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ:...... اس بدبخت (ملعون) ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ خود تباہ و برباد ہو چکا ہے اور اس کا عمل ضائع ہو چکا ہے۔ وَّتَبَّ: حقیقت میں وہ برباد ہو چکا ہے۔ پہلا جملہ بددعا ہے اور دوسرا جملہ خبر ہے، جیسے مقولہ ہے: ''اھلکہ اللّٰہ وقد ھلک'' اللہ اسے تباہ کرے اور وہ تباہ ہو چکا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: التباب۔ ایسا خسارہ جو تباہی تک لے جائے۔ ہاتھوں سے مراد کل ہے، جیسے عرب کی عادت ہے کہ وہ جز دبول کر کل مراد لیتے ہیں، ابولہب کا پورا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا چچا تھا اور اس کی بیوی کا نام عوراء ام جمیل تھا جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی رسول کریم ﷺ سے سخت عداوت رکھتے تھے، جب ام جمیل نے اپنے شوہر کے متعلق یہ سورت سنی وہ ہاتھ میں پتھر لے کر رسول کریم ﷺ کے پاس آئی آپ مسجد حرام میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور دکھائی ہی نہیں دیتا تھا، کہنے لگی اے ابوبکر! مجھے خبر پہنچی ہے کہ تمہارا دوست میری ہجو کرتا ہے، اللہ کی قسم! اگر میں اسے پا لیتی اس پتھر کے ساتھ اس کے منہ پر ضربیں لگائی۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

مزممًا عصينا، وأمرهٔ أبينا، ودينه قلينا

''اس کی تعریف نہیں بلکہ مذمت کی جاتی ہے اور ہم اس کی نافرمانی کرتے ہیں، اس کے معاملے کا ہم انکار کرتے ہیں اس کے لائے ہوئے دین سے ہم نفرت کرتے ہیں۔''

پھر وہ واپس لوٹ گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا وہ آپ کو نہیں دیکھ رہی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ قریش رسول کریم ﷺ کو محمد کی بجائے مزمم کہا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے، کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیتوں کو مجھ سے کیسے دور کر دیا وہ مجھے گالیاں دیتے ہیں اور ہجو کے طور پر مذمم کہتے ہیں۔ جب کہ محمد ہوں۔[1] خازن کہتے ہیں: ابولہب کی کنیت کیوں ذکر کی گئی جب کہ کنیت میں تو تعظیم ہے؟ جواب یہ ہے کہ وہ معلون کنیت سے زیادہ مشہور تھا جب کہ اس کا نام بعض لوگوں تک محدود تھا، اگر اس کا نام ذکر کیا جاتا اسے کوئی پہچانتا ہی نہ، نیز اس کا نام عبدالعزیٰ تھا جو شرک و کفر کا پلندہ معلوم ہوتا ہے اس لیے کنیت ذکر کی گئی، چوں کہ عزیٰ ایک بت تھا بت کی طرف عبدیت کی نسبت نہیں کی جاتی۔ نیز لہب شعلہ زن آگ کو کہا جاتا ہے اور ابولہب کا انجام آگ یعنی دوزخ ہے یوں اس کا حال کنیت کے موافق ہو گیا لہٰذا زیادہ مناسب یہ رہا کہ اسے کنیت سے ذکر کیا جائے۔

ابولہب کی مال و دولت، جاہ و عزت اور اولاد کام نہ آئی

مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ:...... اس کے جمع کیے ہوئے مال نے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی ہوئی جاہ و عزت اس کے کچھ کام آئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وَمَا کَسَبَ: سے مراد اس کی اولاد ہے۔ چوں کہ اولاد آدمی کی کمائی ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت ایمان دی تو ابولہب نے کہا: میرا بھتیجا جو کہتا ہے اگر وہ حق ہے تو میں اپنا مال اور اپنی اولاد فدیہ میں دے کر عذاب سے اپنی جان بچا لوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابولہب کے تین بیٹے تھے: عتبہ، معتب، عتیبہ۔ پہلے دو نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا اور غزوۂ حنین و غزوہ طائف میں مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے تھے، جب کہ عتیبہ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ رسول کریم ﷺ کی ایک بیٹی ام کلثوم عتیبہ کے نکاح میں تھی اور دوسری بیٹی رقیہ عتبہ کے نکاح میں تھی، جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے بیٹوں سے کہا: اگر تم نے محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو میرا سر اور تم دونوں کے سر حرام ہیں، چنانچہ ان دونوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور جب عتیبہ نے اپنے باپ کے ساتھ ملک شام جانے کا ارادہ کیا تو عتیبہ نے کہا: میں محمد کے پاس جاؤں گا اور اسے اذیت پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے محمد! میں

---

[1] القرطبی ۲۰/ ۲۳۴، الآلوسی ۳۰/ ۲۶۴۔ مذمم کا معنی قابل مذمت، جس کی مذمت کی جائے۔ جب کہ محمد قابل تعریف، جس کی تعریف کی جائے۔ [2] الخازن ۴/ ۲۱۷

ستارے کا انکار کرتا ہوں اور کافر ہوں جب وہ اتر آئے اور اس کا انکار کرتا ہوں جو قریب ہوا۔ پھر آپ ﷺ کے سامنے تھوکا اور آپ کی بیٹی ام کلثوم کو طلاق دے دی۔ آپ ﷺ کو سخت غصہ آیا اور اسے بددعا دی: یا اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے چنانچہ شیر نے اسے چیر کھایا، جب کہ ابولہب غزوۂ بدر کے نو دن بعد واصل جہنم ہوا، اس کے جسم پر طاعون کی طرح کا ایک پھوڑا نکل گیا تھا، بدن سے سخت بدبو آتی تھی مرنے کے بعد تین دن تک یوں ہی پڑا رہا، جب قریش کو عار کا خوف ہوا تو گڑھا کھود کر اس میں لکڑیوں سے گھسیٹ کر لائے پھر دور سے کھڑے ہو کر اس پر پتھر برسائے یوں اسے زمین میں دبا دیا۔ اس ملعون کے ساتھ ایسے ہی ہوا جیسے قرآن نے خبر دی۔[1] سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: وہ لپیٹ مارتی اور شعلوں والی دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور وہ دوزخ کی آگ ہے۔ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: اس کی بیوی عورا ام جمیل بھی اس کے ساتھ دوزخ کی آگ میں جائے گی جو لوگوں کے درمیان چغلیاں کھاتی پھرتی تھی اور لوگوں میں بغض وعداوت کی آگ بھڑکاتی تھی۔ ابوسعود کہتے ہیں: ام جمیل کانٹوں کا گٹھا رات کے وقت لاتی اور حضور نبی کریم ﷺ کے راستے میں پھیلا دیتی تھی۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ام جمیل لوگوں کے درمیان چغلیاں کھاتی تھی تا کہ لوگوں کے آپس کے تعلقات خراب ہوں۔[3] فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ: اس کی گردن میں چھال کی مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی، قیامت کے دن اس سے اسے عذاب دیا جائے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رسّی سے مراد لوہے کا طوق ہے، ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ام جمیل کے پاس ہیروں کا نہایت قیمتی ہار تھا اور کہا کرتی تھی لات وعزیٰ کی قسم! میں اس ہار کو محمد کی عداوت میں صرف کروں گی، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخ میں گلے کے پھندے کا عذاب دیا۔[4]

بلاغت: یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ:...... میں مجاز مرسل ہے، جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ اَبِیْ لَهَبٍ: اور نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: میں تجنیس ہے اول کنیت ہے اور ثانی دوزخ کا وصف ہے۔ اَبِیْ لَهَبٍ: کنیت ہے جو تحقیر و تذلیل کے لیے ذکر کی گئی ہے۔ تکریم مراد نہیں بلکہ تشہیر مراد ہے۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: میں استعارہ لطیفہ ہے۔ چغلی کے لیے استعارہ ہے اور یہ مشہور استعارہ ہے شاعر کہتا ہے ''لم یمش بین الحی بالحطب الرطب۔'' وہ لوگوں کے درمیان چغلیاں نہیں کھاتا۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: میں نصب علم الذم ہے۔ یعنی اخص بالذم حمالة الحطب۔

آیات بن فاصلہ کی رعایت ہے جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

[1] روح المعانی ۳۰/۲۶۲ [2] ابوالسعود ۵/۲۹۱ [3] الآلوسی ۳۰/۲۶۳ [4] القرطبی ۲۰/۲۴۲

سورۃ الاخلاص

تعارف:.....سورت اخلاص میں اللہ عزوجل کیس صفات کا بیان ہے، اللہ عزوجل جامع صفات کمال ہے، مثلاً غیر سے بے نیاز ہونا، صفات نقص سے پاک ہونا، مجانست ومماثلت سے منزہ ہونا، سورۂ مبارکہ میں نصاریٰ کی تردید ہے جو تثلیث کے قائل تھے۔ مشرکین کی بھی تردید ہے جو اللہ کی اولاد کے قائل تھے۔

ایاتھا ۴ (۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) رکوعاتھا ۱

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ ع

ترجمہ:.....آپ کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔① اللہ بے نیاز ہے۔② اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔③ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔④

لغات: الصَّمَدُ:.....سردار، مشکل کشا، حاجت روا، جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اسی کے محتاج ہوں، شاعر کہتا ہے ؎

ألا بكر الناعي بخير بني أسد   بعمرو بن مسعود وبالسيد الصمد

"موت کی خبر دینے والے نے بنی اسد کے سب سے اچھے انسان عمرو بن مسعود کی صبح سویرے خبر کیوں نہ دی وہ تو سردار اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنے والا تھا۔"

كُفُوًا:.....الکفوء، نظیر، ہمسر، مشابہ۔

شان نزول:.....بعض مشرکین رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد! اپنے پروردگار کی صفات بیان کرو۔ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا، زبرجد کا ہے یا یاقوت کا؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

تفسیر: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ:.....اے محمد! مذاق اڑانے والے ان مشرکین سے کہہ دیجیے میرا پروردگار جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور جس کی عبادت کی میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کی شبیہ ہے نہ نظیر، ذات وصفات اور افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی کوئی نظیر نہیں، وہ یکتا وتنہا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ نصاریٰ کا تثلیث کا عقیدہ ہے ایک باپ، ایک بیٹا اور ایک روح القدس۔ نہ ہی ایسا ہے جیسے مشرکین متعدد خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ تسہیل میں لکھا ہے: جب اللہ تعالیٰ کی صفت واحد ذکر کی جاتی ہے تو اس کے تین معانی ہوتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے حق میں صحیح ہیں۔

اول:..... یہ کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی دوسرا نہیں۔ اس معنی کی رو سے تعدد کی نفی ہے۔

دوم:..... یہ کہ وہ تنہا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص اپنے زمانے میں واحد تھا۔ یعنی اس کی کوئی نظیر نہیں۔

سوم:..... یہ کہ وہ فرد واحد ہے اس میں تجزی اور تقسیم نہیں ہوتی۔

سورت مبارکہ میں "احد" سے مراد شریک کی نفی کرنا اور مشرکین پر رد کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اپنی توحید پر قطعی دلائل قائم کیے ہیں، اور یہ بہت زیادہ ہے، ان میں سے چار براہین زیادہ واضح ہیں۔

اول:..... اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: کیا وہ ذات جو حقیقت میں پیدا کرنے والی ہے اور اس کی طرح ہو سکتی ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ (سورۃ النحل، آیت ۱۷) یہ خلق وایجاد پر دلیل ہے جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ تمام موجودات کا خالق صرف اللہ عزوجل ہے تو پھر یہ بات

کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کہ کوئی اس کا شریک ہو۔

دوم:......لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۱)

اس میں احکام وابداع کی دلیل ہے۔

سوم:......لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ (سورۃ الاسراء، آیت ۴۲)

اس میں اللہ تعالیٰ کے غلبہ وقہر کی دلیل ہے۔

چہارم:......مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ (سورۃ المؤمنون، آیت ۹۱)

یہ تنازع اور استعلاء کی دلیل ہے۔[1]

اَللّٰهُ الصَّمَدُ:......یعنی اللہ عزوجل تمام حوائج میں ہمیشہ ہمیشہ مقصود ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے جب کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الصمد سردار جس کے اوپر کوئی نہ ہو جس کی پناہ لی جاتی ہو، لوگ اپنے جملہ معاملات ومشکلات اسی سے حل کرواتے ہوں۔[2] لَمْ يَلِدْ: اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ اس کے بیٹے ہیں اور نہ ہی بیٹیاں، جیسے وہ کمالات سے متصف ہے ایسے ہی وہ نقائص سے پاک ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت کریمہ میں ہر اس شخص پر رد ہے جو اللہ تعالیٰ پر اولاد کا الزام لگاتا ہو جیسے یہود کہتے تھے: "عزیر ابن اللہ" یعنی عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ نصاریٰ کہتے ہیں: "المسیح ابن اللہ" یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ جیسے مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان تمام پر رد کر دیا کہ اس کی کوئی اولاد نہیں چوں کہ اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ باپ کی جنس میں سے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ ازل وقدیم ہے اس کی کوئی مثال نہیں، یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ اس کی اولاد ہو۔ نیز اولاد ہونے کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی نہیں۔ اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ: یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، بھلا اس کی اولاد کہاں سے ہو سکتی ہے جس کی کوئی بیوی نہیں۔ (سورۃ الانعام، آیت ۱۰۱)

وَلَمْ يُوْلَدْ:......اور نہ ہی وہ کسی باپ اور کسی ماں کی اولاد ہے، چوں کہ ہر مولود حادث ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے لہٰذا یہ بات کسی طرح صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ مولود ہو یا اس کا کوئی والد ہو، آیت کریمہ میں ہر طرف سے نسب کی نفی کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اول ہے اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں، وہ قدیم ہے اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: یعنی اللہ تعالیٰ کوئی مثل وہمسر نہیں، اس کی کوئی نظیر نہیں اور مخلوق میں اس کی کوئی شبیہ نہیں، نہ ذات میں اور نہ صفات میں اور نہ ہی افعال میں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک اور ہر چیز کا خالق ہے، بھلا مخلوق میں اس کی نظیر کیسے ہو سکتی ہے جو اس کے مساوی ہو، یا اس کے قریب ہو؟ حدیث میں ہے: اللہ عزوجل کہتا ہے: ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالاں کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ابن آدم نے مجھے گالیاں دیں حالاں کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، اس نے مجھے یوں جھٹلایا کہ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جیسے اس نے مجھے ابتداً پیدا کیا۔ جب کہ ابتداءً پیدا کرنا میرے لیے دوبارہ زندہ کرنے سے آسان نہیں، اس نے مجھے گالیاں یوں دیں کہ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے جب کہ میں یکتا اور بے نیاز ہوں، میری کوئی اولاد نہیں اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور میرا کوئی ہمسر نہیں۔

بلاغت:......سورۂ مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف اصناف نمایاں ہیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ:......اسم جلیل ضمیر شان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ایسا تعظیم وتفخیم کے لیے کیا گیا ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ: میں طرفین کی تعریف ہے اس سے مقصد افادۂ تخصیص ہے۔ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ: میں تجنیس ناقص ہے، شکل میں تغیر ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: میں تجزیہ ہے چنانچہ اول جمع ہی سے کفو کی نفی ہو رہی ہے اور جملہ ثانیہ میں شئی کی تخصیص ہے، ایسا ایضاً ہے مزید کے لیے کہا گیا ہے۔

---

[1] التسہیل: ۴/۲۲۳ [2] روح المعانی: ۳۰/۲۷۲

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ:...... میں رعایت سجع بندی ہے۔

لطیف نکتہ:...... سورۂ مبارکہ میں صرف چار آیات ہیں، نہایت مختصر لیکن اعجاز کا کمال ہے اس میں صفات جلال وکمال کی وضاحت کردی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کو صفات عجز ونقص سے پاک کردیا گیا ہے پہلی آیت میں وحدانیت کا اثبات ہے اور تعدد کی نفی کردی گئی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ:...... دوسری آیت میں صفات عجز ونقص کی نفی کردی گئی ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ: تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ازلیت وبقاء کا اثبات ہے اور اولاد ونسل کی نفی ہے۔ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ: چوتھی آیت میں رب تعالیٰ کی عظمت وجلال کا اثبات ہے اور شریک ونظیر کی نفی کی گئی ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: چنانچہ سورۂ مبارکہ میں صفات جلال وکمال کا اثبات ہے اور نقائص کی نفی کی گئی ہے۔

فائدہ:...... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس شخص نے سورۃ الاخلاص کی تلاوت کی گویا اس نے تہائی قرآن کی تلاوت کی، علماء کہتے ہیں: چوں کہ سورۂ مبارکہ معانی وعلوم اور معارف کو متضمن ہے چنانچہ قرآنی علوم تین قسم کے ہیں توحید، احکام، اور قصص۔ یہ سورت مبارکہ توحید پر مشتمل ہے اس اعتبار سے یہ تہائی قرآن ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اجر وثواب میں یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ واللہ اعلم

الحمد للہ سورۃ الکافرون، سورۃ النصر، سورۃ اللھب اور سورۃ الاخلاص کی تفسیر کا ترجمہ آج بتاریخ ۲۸/صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۲۰۱۵ء بعد نماز عشاء بروز ہفتہ مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخشے۔ آمین

سورۃ الفلق

تعارف:..... سورۃ الفلق میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تعلیم دی جارہی ہے اور مخلوقات و تاریک رات کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی ہدایت دی جارہی ہے۔ چوں کہ رات کے وقت تاریکی سے دحشت ہوتی ہے نیز رات کے وقت شدید وفاجر انسان اور جنات زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ اسی طرح سورۂ مبارکہ میں ہر حاسد و جادوگر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ یہ سورت معوذتین میں سے ایک ہے جنہیں نبی کریم ﷺ اکثر و بیشتر حفاظت کے لیے پڑھتے تھے۔

رُكُوعَاتُهَا ۱ — (۱۱۳) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰) — اٰيَاتُهَا ۵

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

ترجمہ:..... آپ یوں کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ ① ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی ② اور اندھیری کے شر سے جب وہ آجائے ③ اور گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے ④ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔ ⑤

لغات: اَلْفَلَقِ:..... صبح، عرب کہتے ہیں: هو أبين من فلق الصبح فلاں شخص صبح کی پو سے بھی زیادہ واضح ہے اَلْفَلَق: فاء کی کسرہ کے ساتھ عجیب بات کو کہا جاتا ہے، اصل میں یہ فلقت الشی میں نے اس چیز کو پھاڑ دیا سے ماخوذ ہے۔ اسی سے ہے فالق الاصباح صبح کو رات کی تاریکی سے پھاڑ کر نکلنے والا۔ ذوالرمۃ کہتا ہے۔ حتیٰ ما انجلیٰ عن وجهه فلق۔ یعنی اس کے چہرے سے صبح ہٹ گئی۔ غَاسِقٍ: الغاسق۔ رات جب اس کی تاریکی میں شدت آجائے۔ الغسق: رات کے اول وقت کی تاریکی۔ مقولہ ہے: غسق الليل۔ یعنی رات تاریک ہوگئی۔ شاعر کہتا ہے ۔

ان هذا الليل قد غسقا — واشتكيت الهم والأرقا [1]

"یہ رات چھا چکی ہے اور مجھے غم و حزن اور بیداری کی برابر شکایت ہے۔"

وَقَبَ:..... الوقوب داخل ہونا، رات تاریکی کے ساتھ داخل ہوئی۔ النَّفّٰثٰتِ: النفث پھونک، ایسی پھونک جس میں تھوک شامل نہ ہو۔ اگر ساتھ تھوک بھی ہو تو اسے التفل کہا جاتا ہے۔ عنترہ کہتا ہے:

فان يبرأ فلم أنفث عليه — وان يفقد فحق له الفقود [2]

"اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو میں اس پر پھونک نہیں ماروں گا اور اگر وہ مفقود ہو جائے تو مفقود ہو جانا اس کا حق ہے۔"

تفسیر: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ:..... اے محمد! کہہ دیجیے میں صبح کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اور اسی کا سہارا پکڑتا ہوں جس نے رات کی تاریکیوں سے صبح کے اجالے کو نمایاں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اَلْفَلَقِ: صبح۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَالِقُ الْاِصْبَاحِ: رات کی تاریکی سے صبح کو پھاڑ کر نکالنے والا۔ (سورۃ الانعام، آیت ۹۶) عرب کا مقولہ ہے: هو أبين من فلق الصبح، فلاں شخص صبح کی پو سے بھی واضح ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: تعوذ میں صبح کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ شدید تاریکی کے بعد صبح ہوتی ہے۔ جیسے سخت تنگی کے بعد کسی کو فراخی حاصل ہوتی ہے۔ گویا انسان طلوع صبح کا منتظر ہوتا ہے۔ کسی طرح خوفزدہ انسان کسی سہارے کے آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: تمام مخلوقات انسان، جن، درندوں حشرات اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہر موذی جانور کے شر سے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ: اور رات کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں جب رات کی

---

[1] التفسیر الکبیر ۳۰/۱۹۴ [2] القرطبی ۲۰/۱۵۷

تاریکی شدت اختیار کر جائے۔ چنانچہ رات کی تاریکی جب چھا جاتی ہے تب انسان وضاحت میں سے اہل شر زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ رازی کہتے ہیں: سورۂ مبارکہ میں رات کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے چوں کہ رات کے وقت درندے نکلتے ہیں، حشرات اپنے بلوں سے باہر آجاتے ہیں، چور ڈاکو رات کے وقت اپنا دھندا شروع کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر رات کے وقت آگ لگ جاتی ہے اور رات کے وقت مدد بہت کم حاصل ہوتی ہے۔[1] وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ: اور جادو کرنے والیوں کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو دھاگوں میں گرہیں لگا کر پھونک مارتی ہیں تاکہ اپنے جادو سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ضرر پہنچائیں اور میاں بیوی کے درمیان تفریق ڈال دیں جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۰۲)

اور وہ اپنے کرتوت سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتے ہاں البتہ اللہ کے حکم ہی سے۔

بحر میں لکھا ہے: معوذتین کے نزول کا سبب بعید بن اعظم کا قصہ ہے جس نے رسول کریم ﷺ پر جادو کیا تھا اس کمبخت نے جادو کے لیے چند چیزیں استعمال کی تھیں، حضور ﷺ کے موئے مبارک، آپ کی کنگھی کے چند دندانے، ایک ڈورا یا کمان کا چلہ جس میں گیا، بگر میں لکھی تھیں اور ایک موم کا پتلا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی تھیں۔ چنانچہ آپ پر معوذتین نازل ہوئیں آپ ایک آیت تلاوت فرماتے ادھر سے ایک گرہ کھل جاتی اور آپ اپنے بدن میں سہولت پاتے حتیٰ کہ آخری گرہ کھلی ادھر آپ ﷺ بھی سیدھے کھڑے ہوگئے گویا رسی کھول دی گئی ہو۔[2] وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ: اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو حاسد کہ زوال نعمت کا متمنی ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہ ہو۔

بلاغت: فَلَقِ:...... اور خَلَقَ: میں تجنیس ناقص ہے۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ میں شر کا لفظ مکرر لایا گیا ہے۔ دراصل ان اوصاف کی شناعت وقباحت پر تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: عام ہے اس کے بعد مذکور اشیاء خاص ہیں۔ ذکر والخاص بعد العام ہے۔ دراصل مذکور پر توجہ دینا مقصود ہے۔ حَاسِدٍ اور حَسَدَ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔

آیات کے آخر میں رعایت فاصلہ ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی: ۳۱/ ۱۹۵ [2] البحر المحیط ۸/ ۵۳۰

سورۃ الناس

تعارف:......سورۃ الناس معوذتین میں سے دوسری سورت ہے، سورۂ مبارکہ میں ابلیس اور اس کے اعوان وانصار اور شیاطین وانس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے چوں کہ یہی سرغنے انواع واقسام کے وسوسوں سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا اختتام معوذتین سے ہوا ہے جب کہ ابتداء سورۃ الفاتحہ سے ہوئی، یوں حسن ابتداء اور حسن اختتام میں خوبصورت موافقت ہوگئی ہے، چوں کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے اور اسی کی پناہ حاصل کرتا ہے اور ابتداء سے انتہاء تک صرف اسی کا سہارا لیتا ہے۔

آیاتُهَا ٦ (۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۲۱) رُكُوعَاتُهَا ١

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۟ مَلِكِ النَّاسِ ۟ اِلٰهِ النَّاسِ ۟ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ۟ الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۟ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۟

ترجمہ:......آپ یوں کہیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں ① جو لوگوں کا بادشاہ ہے ② لوگوں کا معبود ہے۔ ③ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے ④ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ⑤ جنات میں سے اور انسانوں میں سے۔ ⑥

لغات: اَلْوَسْوَاسِ:......شیطان جو وسوسے ڈالتا ہے۔ الوسوسة سے مشتق ہے بمعنی خفیہ کلام، حدیث النفس۔ اعشیٰ کہتا ہے ـــ

تسمع للحلی وسواسا اذا انصرفت

جب وہ واپس مڑتی ہے اس کے زیورات کی ہلکی دھیمی آواز کو تم سن سکتے ہو۔

اَلْخَنَّاسِ:......چھپ جانا جس کی عادت ہو، مقولہ ہے خنس الظبی، ہرن چھپ گیا، شیطان کو خناس کہا جاتا ہے چوں کہ انسان جب اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ چھپ جاتا ہے اور جب انسان رب تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوجاتا ہے تو وہ بھی انسان پر اپنے جملے شروع کر دیتا ہے۔ اَلْجِنَّةِ جیم کی کسرہ کے ساتھ، جنی کی جمع ہے، جیم کی ضمہ کے ساتھ بمعنی ڈھال، بچاؤ حدیث میں ہے الصوم جُنّة روزہ ڈھال ہے جو اللہ کے عذاب سے بچاتا ہے۔

تفسیر: قُلْ اَعُوْذُ:......اے محمد! کہہ دیجیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں بِرَبِّ النَّاسِ: لوگوں کے خالق، مربی اور ان کے امور کی تدبیر کرنے والے کی، جس نے انسانوں کو عدم سے وجود بخشا اور ان پر انعامات کیے۔ مفسرین کہتے ہیں: آیت میں ناس کو مخصوص کیا گیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تو ساری مخلوق کا خالق ہے چوں کہ انسان باقی مخلوقات پر شرف رکھتا ہے، اور انسان کے لیے ساری کائنات مسخر کردی ہے، علم وفضل اور عقل کے ساتھ انسان کو فضیلت بخشی ہے، فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا ہے لہٰذا انسان اشرف المخلوقات ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ: جو ساری مخلوق کا مالک ہے، خواہ مخلوقات حکام ہوں یا محکومین اللہ تعالیٰ سب کا مالک ہے، ان کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور انہیں ضبط میں رکھتا ہے، مخلوقات کے فرشتوں کی تدبیر کرتا ہے وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت سے دوچار کرتا ہے، وہی مالداری سے نوازتا ہے اور وہی فقر وفاقہ دیتا ہے۔ اِلٰهِ النَّاسِ: لوگوں کے پروردگار کی جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سورۂ مبارک میں مَلِكِ النَّاسِ ۟ اِلٰهِ النَّاسِ فرمایا ہے چوں کہ لوگوں کے اپنے اپنے بادشاہ ہوتے ہیں لہٰذا سورت مبارکہ میں ذکر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کا حقیقی بادشاہ ہے۔ لوگوں میں غیر اللہ کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس لیے ذکر کر دیا کہ حقیقی معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے، لہٰذا واجب ہے کہ صرف اسی کی پناہ مانگی جائے نہ کہ دنیوی بادشاہوں اور عظماء کی، سورۂ مبارکہ کی یہ شاندار ترتیب ہے اس کی توجیہ یہ ہے

کہ انسان کو اولاً معلوم ہو کہ اس کا ایک پروردگار ہے چوں کہ وہ رب تعالیٰ کی ربوبیت کے بے شمار مظاہر دیکھتا ہے۔ رَبِّ النَّاسِ: پھر جب غور وفکر کرتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے رب تعالیٰ مخلوق میں تصرف بھی کرتا ہے اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہے لہٰذا وہی انسانوں کا حقیقی بادشاہ ہے۔ پھر جب مزید غور وفکر کرتا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہی رب عبادت کا مستحق ہے چوں کہ عبادت صرف اسی کی روا ہے جو ہر کس وناکس سے بے نیاز ہو اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہو۔ اِلٰهِ النَّاسِ: النَّاسِ: کالفظ تین بار مکرر لایا گیا ہے چوں کہ انسان کا شرف ومرتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے جیسے شاعر کے قول میں تکرار ہے:

لا أرىٰ الموت يسبق الموت شي   نغص الموت ذالغنىٰ والفقيرا

''میں دیکھ رہا ہوں کہ موت پر کوئی چیز سبقت نہیں لے جاسکتی، موت نے تو مال دار وفقیر کی زندگی کا مزہ کرکرا کر دیا ہے۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ اللہ عزوجل کی تین صفات ہیں ربوبیت، بادشاہت اور الٰہیت۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب، مالک اور معبود ہے، تمام اشیاء اس کی پیدا کردہ اور مملوک ہیں۔ چنانچہ پناہ مانگنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایسی ذات کی پناہ طلب کرے جو ان صفات سے متصف ہو۔[1] مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ: اور شیطان کے شر سے جو دل میں بری باتیں ڈال دیتا ہے اور وسوسے ڈال کر انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ الۡخَنَّاسِ: جو چھپ کر دبک جاتا ہے اور جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو پھر حملہ کر دیتا ہے۔

حدیث میں ہے: شیطان انسان کے دل پر اپنی ناک رکھ دیتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل کو ڈس لیتا ہے اور وسوسے ڈال دیتا ہے۔[2] الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ: جو اپنی انتہائی خباثت کی وجہ سے انسان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے اور خیالات ڈالتا ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شیطان کا وسوسہ ہی ہے کہ وہ خفیہ بات سے انسان کو اپنی اطاعت کی دعوت دیتا ہے اور اس کی دعوت کا مفہوم انسان کے دل تک پہنچ جاتا ہے۔[3] مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ: میں بیانیہ ہے، یعنی انسان کے دلوں میں وسوسے ڈالنے والا جن وانس کے شیاطین میں سے ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ؕ (سورۃ الانعام، آیت ۱۱۲)

انسانوں اور جنوں میں کے شیاطین کے وہ ایک دوسرے کو خفیہ بناوٹ وجھوٹ کی باتیں ڈالتے ہیں اور اس کا مقصد دھوکا دینا ہوتا ہے۔

آیت کریمہ میں انسان وجن کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیاطین انس، شیاطین جن سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ چوں کہ شیطان جن استعاذہ سے پیچھا چھوڑ دیتا ہے جب کہ شیطان انس آدمی کے لیے فواحش ومنکرات آراستہ کر کے پیش کرتا ہے اور اسے گمراہ کر دیتا ہے۔ اور کوئی چیز اس کی رکاوٹ نہیں بنتی۔ جب کہ شیطان انس سے وہی محفوظ ہے جب اللہ محفوظ رکھے۔

بلاغت:...... سورت مبارکہ میں بیان وبدیع کی مختلف وجوہ نمایاں ہیں۔

اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ:...... اور اس کے بعد کی دو آیات میں اضافت تشریف وتکریم کے لیے ہے۔ بِرَبِّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ، اِلٰهِ النَّاسِ: میں تکرار اسم کے ساتھ المناب ہے، اس سے مقصد تعظیم الناس ہے۔ اگر اس ظاہر کے بجائے اسم ضمیر لایا جاتا یعنی یوں ہوتا ملکھم، الٰهھم تو اس شان عظیم کی رعایت نہ ہوتی۔ الۡجِنَّةِ اور وَالنَّاسِ: میں طباق ہے۔ یُوَسۡوِسُ، الۡوَسۡوَاسِ: میں تجنیس اشتقاق ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں خوش الحانی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے جو آواز کو نہایت خوبصورت اور مٹھاس والی بنا دیتا ہے، اور یہ قرآن کے خصائص میں سے ہے۔

---

[1] مختصر ابن کثیر: ۳/۶۹۶ [2] رواہ الحافظ الموصلی [3] القرطبی ۲۰/۲۶۳

تنبیہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر سورۃ الاخلاص اور معوذتین پڑھ کر پھونک مارتے پھر اپنے بدن پر پھیر لیتے، سر اور چہرے سے ابتدا کرتے پھر جسم کے سامنے والے حصے پر پھیرتے اور ایسا تین بار کرتے۔ (رواہ اہل السنن)

مصنف شیخ محمد علی الصابونی ابن شیخ جمیل کہتے ہیں: قرآن مجید کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے امن والے شہر مکہ مکرمہ میں مکمل ہوئی اور میں اس تفسیر کی تالیف کے لیے پانچ سال مکہ مکرمہ میں ٹھہرا، جب کہ تفسیر سے فراغت بتاریخ ۱۸ ر جمادی ثانیہ ۱۳۹۸ھ کو ہوئی۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور حسن قبول کا سوال کرتا ہوں۔

نسأل الله حسن القبول وأن يمنحنا التوفيق والسداد والحمدلله فی البدء والختام وصلى الله على عبدهٖ ورسوله سيدنا محمد وعلى آله واصحابه أجمعين۔

محمد على الصابونی الاستاذ بكلية الشريعة والدراسات الاسلامية

مكة المكرمه جامعة الملك عبدالعزيز۔

الحمدللہ صفوۃ التفاسیر تالیف لطیف محمد علی الصابونی کا اردو ترجمہ محض اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے مکمل ہوا، شعبان ۱۴۳۳ھ مطابق جولائی ۲۰۱۲ء کو ترجمہ کی ابتدا کی گئی اور تقریباً ۳ سال ۶ ماہ کے عرصہ میں ترجمہ آج بتاریخ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۲ جنوری ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ بعد از عشاء مکمل ہوا۔

بندۂ ناچیز علم و عمل کی رو سے کم ادائیگی و بضاعتی کا معترف ہے۔

بس ایک ہی بات دل میں ہے اور آنکھ بھی نم ہے
بس یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے

اے میرے پروردگار! اے میرے خالق و مالک! اسے شرف قبول عطا فرما اور ہمارے لیے آخرت میں ذریعۂ نجات بنا۔ آمین

ولله الحمد فی الاول والآخر وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين۔

مترجم

ابوعبداللہ محمد یوسف تنولی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

صفوة التفاسير

جلیل القدر کتاب "قرآن کریم" کی خدمت کرنے کے لیے علماء کرام نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں جن سے ضخیم کتب کا ایک مستقل اسلامی کتب خانہ وجود میں آ گیا ہے، لیکن پھر بھی قرآن کریم (ابھی تک) عجائبات سے لبریز، موتیوں اور جواہر سے لبالب باقی ہے۔ یہ قرآن وقتاً فوقتاً ہمیں ان موتیوں سے واقف کراتا رہتا ہے، جن سے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور اہلِ فہم حیران اور انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، کیوں کہ اس کتاب میں وہ قدسی فیوض، الٰہی روشنیاں اور نورانی خوشبوئیں کے جھونکے ہیں، جو انسانیت کے لیے جہنم کی آگ میں سلگتی جھلتی زندگی کے لیے چھٹکارہ اور نجات کی ذمہ دار ہیں۔

ہر علم ختم ہو کر فنا ہو جائے سوائے "علم تفسیر" کے کہ یہ ہمیشہ ایک متلاطم اور اتھاہ سمندر بن کر زندہ رہے گی اور ان کے انتظار میں رہے گا جو اس کی گہرائیوں اور پنہائیوں میں اتر کر اس کے قیمتی خزانوں کو نکال لائیں اور اس کے نہایت عمدہ اور نفیس اسرار کو تلاش کر لائیں، علما کرام علم کے اس سمندر کے ساحل پر آ کر اس کے چشمہ صافی سے (ان کے علوم کا آب حیات) پیتے رہیں، مگر سیراب نہ ہوں گے اور بھلا کون ایسا ہو سکتا ہے جو ربّ ذوالجلال والاکرام کے اس کلام کا علمی احاطہ کر سکے اور اس کے بھیدوں کو جان سکے اور اس کے دقائق وحقائق تک رسائی حاصل کر سکے اور اس کی اعجاز نمائیوں تک پہنچ سکے۔ حاصل یہ کہ یہ ایک معجزہ نما کتاب ہے جو انسانیت کو اپنے ان علوم ومعارف اور بھیدوں اور حکمتوں سے نوازتی رہے گی جو ان کے اس ایمان ویقین کو بڑھاتی رہیں گی کہ یہ کتاب نبی امی وعربی حضرت محمد ﷺ کا ایک "دائمی معجزہ" اور ربّ حکیم وحمید کی اتاری ہوئی ہے۔

قرآنی وتفسیری ثقافت ایک ایسے قلم کی محتاج ہے جس کی عبارت سہل، ادائیگی میں سلاست، فنی اصطلاحات سے دور اور فلسفیانہ مباحث سے گریزاں ہو، اور اس کا زیادہ زور اس آسمانی عبارت کو واضح کر دینے اور کسی تکلف بغیر عام لوگوں کو اس کے معانی ومطالب تک پہنچا دینے پر لگے۔ جناب محترم فضیلت الشیخ علامہ محمد علی الصابونی اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کی ایک نہایت آسان تفسیر لکھی ہے۔ آپ نے اپنی اس تفسیر میں آئمہ تفسیر کے ان اقوال کو جمع کیا ہے جو علم وادب کا خلاصہ ہیں، ان اقوال نے اس تفسیر کو حقائق ومعارف اور پرازحکمت باتوں سے لبریز کر دیا ہے۔

صفوة التفاسیر کی چند خصوصیات:

مصنف نے نہایت سہل وآسان اسلوب اختیار کیا اور ساتھ ساتھ اختصار کو بھی ملحوظ رکھا، چنانچہ مصنف نے سب سے پہلے سورت کا مختصر تعارف بیان کیا جس سے سورت میں بیان کردہ مضامین سے واقفیت اور بنیادی مقاصد کی توضیح ہو جاتی ہے۔

مصنف نے ذکر ربط میں خاص خیال رکھا ہے کہ جو ربط نمایاں ہو وہی ذکر کیا ہے۔ لغات میں معنی مقصود، معنی مشہور ومتداول پر اکتفا کیا ہے۔ لغات کے ذیل میں معنی مقصود کو زبان وبیان کے شواہد سے مبرہن کیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی ہے بلغائے عرب کے اشعار سے استشہاد پیش کیا ہے۔ آیات یا سورت کا سبب نزول میں بھی مصنف نے نہایت اعتدال اور شفافیت سے کام لیا ہے اور صرف ان ہی آیات اور سورتوں کا سبب نزول بیان کیا ہے جن کی روایات حد صحت کو پہنچتی ہوں۔

حاصل یہ کہ یہ تفسیر مختصر، سہل، آسان اور عصر حاضر کے روزمرہ کے محاورات پر مشتمل ہے، جس میں مختلف الاقوال تفسیر آیات کا ربط ومناسبت، لغات کا مختصر اور واضح بیان، سبب نزول، بلاغت کے اہم نکات اور فوائد ولطائف بیان کیے گئے ہیں۔

دارالاشاعت کراچی اس تفسیر کا اردو ترجمہ کروا کر دورنگہ طباعت کے ساتھ اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

اللہ تعالیٰ اس محنت وکاوش کو قبول منظور فرما کر ہمارے لیے ذریعۂ نجات وذخیرہ آخرت بنادے (آمین)

دارُالاشاعت

اردو بازار کراچی نمبر۱